هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ

مرتبہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

حق پرستوں کی تنظیم

باطل کے خلاف ایک انقلاب انگیز جنگ کی تیاری

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ!

ایک نہایت اہم اور خالص مذہبی خدمت کیلئے جس کی تفصیل کا ابھی وقت نہیں ہندوستان کے ہر صوبے میں ایسے حق پرستوں کے کم از کم سو سو پتوں کی ضرورت ہے جو دین الٰہی کی اشاعت اور توحید و سنت کی حمایت کے فریضہ میں ہمارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں، اُن پر کوئی بھاری بوجھ نہیں ڈالا جائیگا اُن سے چندہ نہیں مانگا جائیگا وطن چھوڑنے کو نہیں کہا جائیگا، صرف اُنکی فرصت کے چند لمحے خدمت دین کے لئے لیئے جائینگے، وضع کردہ لائحہ عمل کے مطابق اپنی جگہ پر رہتے ہوئے اپنے کاموں کے ساتھ ہی کچھ تھوڑا سا کام خدا کے لئے بھی کیا کرینگے

لہذا ہمارا یہ اعلان جن صاحب کی نظر سے گذرے اُن کا فرض ہے کہ ایسے فرزندان اسلام (علما یا عوام) کے جس قدر پتے اُنکے علم میں ہوں جو توحید و سنت کی حمایت و حفاظت کا صحیح جذبہ اپنے سینوں میں رکھتے ہوں اور جو شرک و بدعت، الحاد و دہریت کے خلاف تھوڑے سے تھوڑا بھی کوئی عملی کام کرنے کیلئے تیار ہوں تو براہ کرم وہ اُن کے پتوں سے مطلع فرمائیں۔ بالخصوص فضلاء دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور اور اکابر جماعت دیوبند سے عقیدت و محبت رکھنے والے حضرات اور دیوبندی مسلک کے عام مدارس کے پتے خاص طور پر درکار ہیں۔

ہرگز ہرگز اس کو سرسری بات خیال نہ فرمایئے اگر خدا نے ہمارے نیک ارادوں کو کامیاب کر دیا تو آپ دیکھیں گے کہ بہت تھوڑے عرصہ میں ہندوستان کی مذہبی فضا میں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا ہوگا اور شرک و بدعت و الحاد و دہریت کی لعنت سے اسلامی ہند بڑی حد تک نجات پا جائے گا۔

خدا ہماری مدد کرے! وھو المستعان وعلیہ التکلان

الداعی الی اللہ محمد منظور النعمانی عفا عنہ مولاہ

مدیر "الفرقان" بریلی

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیراہ

بڑی عالیشان ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے خاص بندہ پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان کے لیے ڈرانے والا ہو

قیمت
سالانہ تین روپے
غرباء سے ۲ع ۸ر
فی پرچہ ۵ر
ناداروں سے ۳ر

الفرقان

معاونین سے
ممالک غیر
سے بقدر اضافہ محصول

جلد ۲ — بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ — نمبر ۹

یہ علمی مذہبی اور تبلیغی رسالہ ہے جو قمری مہینہ میں ایک دفعہ بریلی سے شائع ہوتا ہے

باسمہ سبحانہ — حمداً وسلاماً

نگاہِ اولین

امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ کی ایک تصنیف "کتاب المنن" ہے جسمیں انہوں نے حق تعالےٰ شانہٗ کے اون انعامات واحسانات کا تذکرہ فرمایا ہی جو اوسکی بارگاہ قدس سے اُنپر فائض ہوئے اوسی میں ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ "بندہ پر اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ اوسکو ایسے احباب اور اصحاب میسر آجائیں جو اوسکے کاموں کی قدر کریں اور اوسکی خدمات کو بنظر استحسان دیکھیں"

امام شعرانی کو حق جل مجدہٗ نے ایسے رفقاء دیے تھے جو اُنکے علمی وعلمی کمالات کے سچے قدردان اور اونکے زہد واتقاء کے صحیح رتبہ شناس تھے اور بیشک امام موصوف پر حق تعالےٰ کا یہ بہت بڑا احسان تھا۔ لیکن میں گنہگار اپنے اوس رب کریم کا شکر کسطرح ادا کروں جسنے مجھ کو کامل بے کمالی اور انتہائی بے علمی وبدعملی کے باوجود صرف اپنے کرم سے کچھ ایسے احباب دیدئے ہیں جو میرے حقیر کاموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اونکے دلوں میں میری ناچیز خدمات کی غیر معمولی وقعت ہے۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

ذیقعدہ کے الفرقان میں اپنی مشکلات سے مجبور ہوکر میں نے یہ لکھدیا تھا کہ "اگر حالات کی رفتار یہی رہی تو آیندہ میں الفرقان کو جاری نرکھ سکونگا" میرے ان الفاظ نے میرے دوستوں اور الفرقان کے قدردانوں کو بیچین کردیا اور ابتک کہ ذی الحجہ کا آخری ہفتہ ہے اسکے متعلق احباب کے بہت سے خطوط آئے جنمیں ہمدردی اور دلسوزی کے وہ گرانقدر جذبات ظاہر کیے گئے ہیں جو دنیا میں کسی قیمت پر نہیں خریدے جاسکتے بلکہ وہ صرف واہب العطایا کے جود وکرم کا نتیجہ ہیں

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حق تعالےٰ میرے ان تمام دوستوں کو جزائے خیر دے اور اپنے ہر بندہ کو ایسے ہی احباب عطا فرمائے میں ان حضرات کے شکریہ

کیساتھ تحدیثاً بالنعمۃ اونمیں سے بعض خطوط کے اقتباسات ذیل میں درج کرتا ہوں

مکاتیب احباب
یا
صدا الصحرا کا آسمانی جواب

رسالہ الفرقان بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۶۳ھ کے شروع میں آنجناب کی اپیل صدا الصحرا دیکھکر دل کو نہایت صدمہ ہوا، خدا نہ کرے ایسا سننے میں آئے کہ الفرقان نے جو صحیح معنوں میں حق و باطل کے درمیان امتیاز کا علمبردار ہے ہم بدقسمتوں کی رہنمائی سے مجبوراً مونھ موڑ لیا - مجھے اسکے اجرا و توسیع اشاعت کی کمال آرزو ہے اور دست بدعا ہوں کہ ہندوستان کے ہر ایک شہر و قصبہ و دیہہ میں بلکہ ایک ایک گھر میں اوسکی آواز پہونچ جائے - چونکہ الفرقان حق کا حامی ہے اور اوسکے پاکیزہ مقاصد کی بنیاد نفسانی اغراض پر نہیں ہے اور اوس سے کوئی دنیوی منفعت مقصود نہیں ہے سوائے اسکے کہ مخلوق خدا محبوب رب العلمین کے قدموں سے وابستہ ہو جائے ان وجوہات کی بناء پر مجھے امید قوی ہے کہ خدائے قادر و توانا ضرور اسکی حمایت کریگا اور ضرور اسکو جاری رکھیگا - جناب والا ہرگز مایوسی کو دل میں جگہ نہ دیویں - ناچیز راقم الحروف عرض رسا ہے کہ آئندہ بدستور خود بھی خریدار رہیگا اور جدید خریداروں کی فراہمی کے لئے بھی انتہائی جدّوجہد کریگا،

~~۵۵۸~~

راقم بندہ سراپا تقصیر و عصیان ناچیز عبدالقیوم خاں - بہروٹی خریدار

آج ذیقعدہ کا الفرقان نظر سے گذرا اسمیں شک نہیں کہ الفرقان اپنی مالی مشکلات کی وجہ سے موت و حیات کی کشمکش میں ہے لیکن اگر خدانخواستہ اوسکے گلستان حیات کو باد حوادث کے ناموافق جھونکوں نے پائمال کر دیا تو نہ صرف یہ کہ اسلام کے ایک سچّے اور مخلص خادم کا فقدان ہوگا بلکہ ہمارے قلوب پر وہ کاری زخم ہوگا جسکا اندمال غیر ممکن ہے! میں اوسکی توسیع اشاعت کے لئے برابر جدوجہد کر رہا ہوں

ع چونکہ احباب کے یہ ہمت افزا جوابات صرف خداتعالی کی توفیق سے ہیں اور بعض وصیتیں اپنے فضل و کرم سے ان دوستوں کے دلمیں

اور انشاء اللہ کرتا رہونگا نتائج دست قدرت میں ہیں۔ عنقریب صرف الفرقان کے لئے قرب وجوار میں ایک دورہ کرونگا اور انشاء اللہ شروع محرم تک معتد بہ تعداد میں خریداروں کی فہرست بھیجونگا۔ حق تعالےٰ معین ہے، والسلام

العبد الضعیف محمد حنیف عفا عنہ الاعظمی مبارکپور مدرسہ احیاء العلوم ضلع اعظم گڈھ ۱۰ ذی الحجہ ۵۳ھ

---

(۳) آنجناب نے الفرقان کے سال آیندہ جاری رہنے سے متعلق سابقہ پرچہ میں ارشاد فرمایا ہے احقر بدل وجان حاضر ہے، اور عہد کرتا ہے کہ اپنے چندہ کے علاوہ ایک اور خریدار دونگا یا اپنی گرہ سے چندہ ایک اور خریدار کا ادا کرونگا اسکے علاوہ بھی حتی المقدور امداد سے دریغ نہ ہوگا وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم، آپ ہرگز الفرقان کو بند نہ فرمائیں، واللہ بڑی دینی خدمت انجام دے رہا ہے جب سے بند ہونے کی بابت سابقہ پرچہ میں دیکھا ہے دل بیقرار ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپکی مدد فرمائے اور ایسے مفید رسالہ کو جاری رکھے آمین،

محمد یسین ٹیلیفون انسپکٹر خریدار نمبر ۲۵۷

---

(۴) خدا کے لئے الفرقان بند نہ کیجیے گا، اوسکی وجہ سے بہت لوگوں کی اصلاح ہو رہی ہے اور بہت سے لوگ شرک و بدعت سے توبہ کر رہے ہیں، اگر خدانخواستہ الفرقان بند ہوگیا تو بہت بڑا دینی نقصان ہوگا۔ بندہ تا زندگی خود الفرقان کا خریدار رہیگا اور جدید خریداروں کے لئے برابر کوشش کرتا رہے گا افسوس اگر میرے میں وسعت ہوتی تو بندہ خود الفرقان کی ہر قسم کی خدمت کے لئے آمادہ تھا مگر پھر بھی اپنی طاقت کے مطابق الفرقان کی ہر قسم کی خدمت کے لئے بندہ تیار ہے۔ میری التجا ہے کہ اللہ تعالےٰ تا قیامت الفرقان کو قائم و دائم رکھے آمین۔

محمد الدین طالبعلم کرنال خریدار ۹۳ ھ

---

(۵) جناب کے رسالہ الفرقان کی موجودہ دور میں جسدرجہ ضرورت ہے وہ محتاج بیان نہیں متعدد علمائے اوسکی توسیع اشاعت کیلئے متعلق مختلف رسالوں اور اخبارات میں توجہ دلائی جا چکی ہے

بھی مختلف نوٹس شائع کئے مگر افسوس کہ قوم نے کوئی توجہ نہ کی اگر ناخواستہ خدا یہ رسالہ بند ہو گیا تو ہدایت و تبلیغ کا ایک مرکز بند ہونے کے مرادف ہوگا۔ میں بصد ادب عرض کرونگا کہ آپ قوم کی بےحسی سے مغموم نہوں انشاء اللہ تعالیٰ یہی رسالہ اگر زندہ رہا تو مسلمانوں کی وسعت معلومات کا ذریعہ بنکر خود اونکی توجہ اپنی طرف مبذول کریگا میں حسب تحریر آنجناب مطلع کرتا ہوں کہ انشاءاللہ تعالےٰ امسال بھی اوسکا خریدار رہونگا والسلام

محمد عمر عفی عنہ مہتمم مدرسہ عربیہ سلون خریدار نمبر ۵۱۰

(۶) میں نے آجتک الفرقان کے گیارہ پرچوں کا مطالعہ کیا الحمدللہ دن بدن اشتیاق بڑھتا گیا ہر وقت خداوند قدوس سے دعا ہے کہ اے فنا و بقا کے مالک تو الفرقان کا سایہ ہمارے سروں پر قیامت تک قائم رکھ اور دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرما۔ انشاءاللہ میں خود الفرقان برابر منگوا ونگا و نیز اور بھی خریدار تیار کرکے محرم میں قیمت ارسال خدمت کرونگا، حضرت! جتنک زندگی ہے اگرچہ (خدا نکرے) فقر و فاقہ ہی کی نوبت کیوں نہ آجائے الفرقان انشاءاللہ ضرور منگواتا رہونگا۔ ہاں رونا اس بات پر آتا ہے کہ بحمداللہ آج دنیا کے چپہ چپہ پر فرزندان قاسمی چھائے ہوئے ہیں اور پھر بھی "الفرقان" کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کرنے کی ضرورت پڑرہی ہے اور قلت اشاعت کی وجہ سے اوسکی زندگی خطرہ میں ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۝

فقط والسلام　　　احقر ابو رحیم بستوی متعلم دارالعلوم دیوبند

الفرقان میرے علمی بھائی ابو رحیم بستوی نے اپنے مکتوب میں فرزندانِ قاسمی کا ذکر کرکے میرے ساز کے ایک ایسے تار کو چھیڑ دیا ہے جو اگر اپنا نوحہ غم شروع کردے تو خطرہ ہے کہ سارا وقت اوسکی نذر ہو جائے بیشک فرزندانِ قاسمی کیساتھ الفرقان کی بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں لیکن میں کیا عرض کروں کہ کسطرح اونکا خون ہوا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ دارالعلوم میں ایک آپ ایسے موجود ہیں جو الفرقان کے ساتھ اس قسم کی دلچسپی رکھتے ہیں ورنہ ...... بس ...... اگر گویم زباں سوزد ۔

عزیز بھائی! کیا بتلاؤں کہ میں رفقا کی اعانت سے کسدرجہ محروم ہوں اور اپنے اس سفر میں کسطرح یکّا و تنہا چھوڑ دیا گیا ہوں کاش اگر میرے علمی بھائی صرف مضامین سے بھی میری امداد کرتے تو میں اتنا پریشان حال نہوتا" وانما اشکو بثی و حزنی الی اللہ　　　(مدیر)

اسوۂ حسینی اور ہم

ملل قدیمہ کی تاریخ بتلا رہی ہے کہ جب کسی مذہب پر زوال آتا ہے تو اُسکے ماننے والے روح مذہب کو چھوڑ کر چند اوہام و رسوم کے پابند ہو جاتے ہیں اور انہیں خود ساختہ چیزوں کو وہ اپنے مذہب کا زمین و آسمان سمجھنے لگتے ہیں اور دین و ملت کی اصل روح اُن سے سلب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اپنے آخری رسول کی اس آخری امت پر اسوقت اسمیں بھی کچھ ایسے ہی آثار نظر آرہے ہیں خشیت الٰہی، اخلاص فی العبادۃ، زہد جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ وغیرہ جو اُمور درحقیقت اسلام کی روح ہیں اکثر مسلمان آج اُنسے عاری ہیں لیکن جو غیر شرعی رسمیں کسی وقت اُنمیں رائج ہو گئی ہیں اُنکو یوماً فیوماً ترقی ہو رہی ہے اور آج انکو ارکان دین میں سے سمجھا جاتا ہے۔ یوں تو مسلمانوں کی زندگی کا ہر شعبہ ہمارے اس دعوے کی صداقت کا شاہد ہے اور ہر صاحب بصیرت انسان مسلمانان حال کے طرز زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالکر ہمارے اس خیال کی سچائی معلوم کر سکتا ہے لیکن اسوقت فرزندان اسلام کی جس بے راہ روی پر ماتم کرنے کے لئے ہمارا قلم اٹھا ہے وہ انکی حد سے گذری ہوئی وہ گمراہی ہے جسکا تعلق عشرہ محرم الحرام یا شہداء کربلا کے رسمی اور مصنوعی ماتم سے ہے۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ آج سے تقریباً تیرہ سو برس پہلے محرم سنہ ۶۱ ہجری میں یزیدی فوجوں کے ہاتھوں خاندانِ رسالت پر جو ظلم عظیم میدانِ کربلا میں ہوا وہ بھلایا نہیں جا سکتا اور جبتک دنیا میں اسلامی تاریخ کا وجود ہے مسلمانوں کے دلوں میں اوس المناک اور روح فرسا واقعہ کی یاد بھی تازہ رہے گی،

لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت حسین رضؓ اور اُنکے رفقا کی وہ مظلومانہ شہادت ہمکو کیا سبق دیتی ہے اور ہم سے کیا چاہتی ہے۔

کیا اوسکا تقاضہ یہی ہے کہ ہم ماتم کریں، شور مچائیں، ڈھول اور تاشہ بجائیں، نعرے بنائیں، علم اُٹھائیں، بازار لگائیں، میلے رچائیں، ؟

اگر درحقیقت شہادت حسینی کا راز تمنے یہی سمجھا ہے تو یقین کرو کہ خون حسین رضؓ کی تمنے بڑی توہین کی اور تم سے زیادہ کوئی ابھی حضرت حسین رضؓ کا ناقدر شناس نہیں خدا کی قسم انکے مقدس خون کا ایک ایک قطرہ

بڑی قدر اور قیمت رکھتا ہے اور اگر تمہارے کان ہوں تو سنو! خاک کربلا کا ہر ذرہ آج بھی تمکو دعوت عمل دے رہا ہے۔ اور اگر تم لطیف ادراک کی نعمت سے محروم نہیں ہو تو دیکھو کہ امام مظلوم رضؓ کی روح تم سے جانی اور مالی قربانی کا مطالبہ کر رہی ہے اور اگر تمہارے لئے دیدۂ بینا اور گوش شنوا نہیں تو پھر میں تمکو بتلاتا ہوں کہ حسینی شہادت تمکو کیا درس دیتی ہے۔

شہادت حسینی کا پہلا درس

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یزید ایک ظالم اور بدکار شخص تھا اور کسیطرح وہ خلافت کا اہل نہ تھا مگر باایںہمہ وہ خلیفہ بن بیٹھا اور دوسرے مسلمانوں کی طرح حضرت حسینؓ سے بھی اُسنے اپنا حق خلافت منوانا چاہا اور آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا آپ نے اُسکی بیعت کو آئین حق کیشی اور اصول صداقت پرستی کے خلاف سمجھا اور انکار فرما دیا۔ اس انکار کی وجہ سے آپ پر اور آپ کے رفقاء پر وہ سخت اور دردناک مصیبتیں آئیں جنکی یاد سے آجتک اہل ایمان کے دل زخمی ہیں مگر ایک لمحہ کے لئے بھی آپکا دل باطل کے سامنے جھکنے کے لئے تیار نہیں ہوا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جو سچی پیشانی صرف ایک واحد قہار کے جلال وجبروت کے اعتراف کے لئے جھکنے کی عادی تھی باطل کی طاقتیں اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود اُسکو اپنے سامنے نہ جھکا سکیں۔

سرداد و نداد دست در دست یزید   حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت نے ہمکو بتلایا کہ وقت کا حاکم اگر ظالم اور جابر ہو تو اللہ والوں کو چاہیے کہ اسکے ساتھ کوئی وفاداری کا عہد نکریں اور انجام کے خطرات سے بے نیاز ہو کر ظلم وعدوان کے خلاف آواز اٹھائیں اسکے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر یعنی ظالم اور جابر بادشاہ کے سامنے صاف صاف حق بات کہدینا افضل ترین جہاد ہے۔

محبت اہلبیت کے جھوٹے مدعیو! تمنے علم اور تخت اوٹھا کر سبیلیں، اور میلے لگا کر یزیدی لشکر کی نقل تو بارہا اُتاری ہے۔ لیکن کیا کبھی اس سنت حسین کے ادا کرنے کی بھی تمکو توفیق ہوئی؟ کیا تمنے بھی کسی ظالم حکومت کے خلاف کبھی کوئی آواز اٹھائی۔؟

دوسرا درس

کربلا کے اس معرکہ میں حضرت حسینؓ کے ساتھ باختلاف روایات باسٹھ یا بہتر

ضعفا و مساکین تھے اور دوسری طرف ایک زبردست لشکر لیکن اسکے باوجود صداقت کا حامی اور حق کا پجاری انجام سے بے نیاز ہو کر ساز و سامان رکھنے والی باطل کی کثیر فوج سے ٹکرا گیا کیونکہ حق و صداقت کی راہ نتائج کی فکر سے بے پرواہ ہے، ایمانی عقیدہ میں نتائج مرتب کرنا اوس قدرت قاہرہ کے ہاتھ میں ہے جو باوجود ضعف اور فقدان انصار کے حق کو فتح مند اور کامیاب کر دیتی ہے کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل سے ہمکو سبق ملا کہ جنگ اگر صداقت پر مبنی ہو تو اُسکے لئے قوت اور طاقت کا توازن ضروری نہیں۔

تیسرا درس ظاہر پرستوں کے نزدیک اس جنگ میں یزیدی لشکر کی فتح ہوئی اور حضرت حسین اور انکے رفقا کو شکست مگر یہ خیال ہمارے نزدیک غلط ہے اور اسکا منشا کامیابی اور فتحمندی کا غلط تخیل ہے۔ درحقیقت اس معرکہ میں بھی فتح حق ہی کی ہوئی اگرچہ اسمیں شک نہیں کہ حضرت حسین رض شہید ہوئے انکو اور انکے بچوں کو پانی بھی نہیں مل سکا اُنکی آنکھوں کے سامنے انکے تمام اعزا اور رفقا ایک ایک کرکے خاک و خون میں تڑپے خود اُنکا سر بھی اُتار اگیا انکی مقدس لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا گیا، لیکن پھر بھی میں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ باایں ہمہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور خون حسین رض کے اُن قطرات نے جو خاص سرزمین کربلا میں گرے تھے بنی امیہ کی اوس ظالمانہ اور جابرانہ حکومت کے خلاف کل عالم اسلامی میں نفرت و حقارت کا ایک عام جذبہ پیدا کر دیا جو پھر کسی تدبیر سے نہ دبایا جا سکا۔ یہانتک کہ ستر برس کے بعد ۱۳۲ھ ہجری میں بے گناہوں کا خون رنگ لایا اور بنو امیہ کا تخت حکومت اُلٹ گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ قدرت نے کسطرح ظالموں سے انتقام لیا۔ اور پھر کیونکر وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون کا ظہور ہوا سطحی نظر رکھنے والے اگرچہ اسکو ابراہیم عباسی کی دعوت اور ابو مسلم خراسانی کی خفیہ ریشہ دوانیوں کا نتیجہ کہیں لیکن حقیقت شناس جانتے ہیں کہ درحقیقت یہ سب کچھ بے گناہوں کے اوس خون کی کرامت تھی جو فرات کے کنارہ بہایا گیا تھا۔ یہ تو ظاہری فتح تھی جسکے نتائج تقریباً پون صدی کے بعد ظاہر ہوئے ورنہ ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ مظلوم کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اپنی معنوی اور اصلی کامیابی اور فتحمندی حاصل کر لیتا ہے پھر کیا ہمکو اس سے یہ سبق نہ ملا کہ کامیابی اور فتح مندی کا سہرا ہمیشہ حق پرست ہی کے سر رہتا ہے۔ اور اگرچہ بادی النظر میں وہ تھوڑی دیر کے لئے مغلوب ہو جائے لیکن انجام کار ہم

حیات گیتی اور حیات بعد الممات

از جناب مولنا محب الحق صاحب حسینی رفیق ادارۂ الفرقان

موسم گرما اپنے پورے شباب کے ساتھ چھایا ہوا ہے، آفتاب کی شعلہ باریاں، ہواؤں کی آتش فشانیاں، دنیا ہی میں جہنم کا خاکہ کھینچ رہی ہیں۔ زمین یوں ہی فرش آتشین بنی ہوئی ہے لیکن غضب ہے کہ اس پر آگ میں ڈوبی ہوئی تیز کرنیں آتش باری کر رہی ہیں تپی ہوئی زمین گویا آگ کے ابلتے ہوئے سمندر میں ڈوب گئی ہے اور بجائے خود ایک آتشکدۂ فروزاں بنی ہوئی ہے۔

آسمان کا قرمزی رنگ صاف و شفاف ہے، ابر کا نشان نہیں، پانی کی ایک بوند نہیں، زمین خشک ہے، اور ایسی خشک ہے کہ گویا تاحد نظر ایک پتھر کی چٹان بچھا دی گئی ہے جس پر روئیدگی محال ہے۔

غریب دہقان یہ منظر دیکھتا ہے اور نہ جانے کیا سمجھتا ہے کہ اس کا دل افسردہ اور آنکھیں نم آلود ہو جاتی ہیں۔ لیکن بے بس ہے اور مجبور کہ وہ قدرت کے ساتھ جنگ پر قادر نہیں۔

پھر یکایک ایسا ہوتا ہے کہ فضا مکدر ہو جاتی ہے اور آسمان ابر آلود۔ اور پھر اسی رنگ میں کچھ ایسی ترقی ہوتی ہے کہ زور و شور کی ہوائیں چلتی ہیں اور کالی کالی بدلیاں سارے آسمان پر چھا جاتی ہیں اور پھر دفعۃً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحراؤں میں فطرت نے اپنی شب رنگین زلفیں بکھیر دی ہیں جو ہواؤں میں انتہائی دلفریبی کے ساتھ لہرا رہی ہیں۔

مظاہر قدرت کے یہ دلکش سین ——— متفکر دہقان کے دل و دماغ پر غیر معلوم طور پر غیر معمولی طریقہ سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ جوش مسرت سے اچھل پڑتا ہے اور اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔

ادھر ہواؤں میں ایک گونہ سکون پیدا ہوا۔ ان کا خاموش ہونا تھا کہ ادھر آسمان نے جھڑی باندھ دی، موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور کچھ اس طرح لگا تار بارش ہوئی کہ اسی کم ظرف دہقان

کی زبان صبر سے شور الامان اٹھنے لگا۔ چپہ چپہ زمین کا سیراب ہو گیا اور وہی زمین جو ابھی تک آگ کی چادر بنی ہوئی تھی وہی اب فرش سیال بنگئی اور جس زمین کے ذرے ذرے سے اب تک چنگاریاں اُڑ رہی تھیں وہی زمین اور اس کا ایک ایک گوشہ لاکھوں کروڑوں من آب باران کا امانتدار ہو گیا ؎

دہقان کی زبان حال رقال سے حمد و شکر کے ترانے اور تعریف و ستایش کے نغمے نکل نکل کر فضا میں گونجنے لگے کہ وہ زمین جو مردہ تھی اُس میں زندگی کی لہر دوڑ پڑی اور اب وہ اپنے خواب مرگ سے بیدار ہو چکی ہے۔

پھر آسمان خاموش ہو گیا اور زمین نے آہستہ آہستہ اُن امانتوں کو قدرتی خزانوں کے سپرد کر دیا۔ کسان نے کمر باندھ لی اور کاندھوں پہ ہل رکھ کر بیلوں کی جوڑی سامنے کر کے صبح کی ٹھنڈی ہواؤں میں گاتا ہوا چلا جا رہا ہے، کھیت پر پہونچتا ہے ہل کی چمکنے والی آہنی نوک زمین کے قلب میں پیوست کر دیتا ہے اور دم کی دم میں اس کی بیرونی سطح کو چیر پھاڑ کر رکھدیتا ہے پھر اپنی جھولی سے دانے نکالتا ہے اور سارے کھیت میں بکھیر کر شام کو گھر واپس آجاتا ہے بظاہر کسان نے اپنا اناج خاک میں ملا دیا مگر وہ کہ جسکی آنکھیں کبھی خواب سے آشنا نہیں ہوتیں وہ اُس مٹی میں رلے ملے ہوئے دانوں کی نگہبانی کر رہا ہے۔

یکایک بارش کا پھر ایک اور ریلا آتا ہے جو از سر نو زمین کی تراوش کرتا ہے اور پھر کیا پوچھتے ہو جب قدرت اُن زمینوں کو سینچ دیتی ہے تو پھر وہ کس طرح اپنے سینے کو کھول دیتی ہیں اور کس طرح پوشیدگی و نمود کی قوتیں انگڑائیاں لیکر بیدار ہو جاتی ہیں اور کیونکر یہی خاک کا بے رنگ مجموعہ خوان یغما کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

پھر غور کرو وہی خاک کتنے قالبوں میں جلوہ پیرا ہوتی ہے۔ اسی خاکی تودے سے کہیں مٹر پیدا ہو رہی ہے اور کہیں دھان، کہیں جَو پیدا ہو رہا ہے، کہیں گیہوں پیدا ہو رہا ہے اور کہیں باجرے کی بالیں، اور پھر اسی پر یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا بلکہ غور کرو تو اسی سے سیب اور انگور بھی اور اسی سے نارنگی ناسپاتی اور طرح طرح کے عمدہ لذیذ اور شیریں میوہ جات پیدا ہوتے ہیں اور ہاں اگر نظروں کو اور وسعت بخشو گے تو تم یہ بھی دیکھو گے کہ اس حقیر و پامال خاک سے بنولے نکلتے ہیں

[illegible]

جن سے انواع واقسام کے رنگین اور سادے، خوشنما اور خوش وضع کپڑے تیار ہوتے ہیں گویا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہی زمین ہر طرح کی آسائش و آرام کے سامان تھوڑے ہی دنوں میں فراہم کر دیتی ہے۔

الغرض کسان کے ہل کا لوہا مان کر زمین نے سونا اُگل دیا اور اب کسان اپنے کو دولتمند اور لاڈلا سمجھنے لگا۔

پھر غور کرو کہ وہ زمین جس پر قدرت نے ابھی سبز بستر بچھا دیا تھا جس طرف نظریں اُٹھتی تھیں اُسی طرف لہلہاتی ہوئی سرسبز و شاداب کھیتیاں آنکھوں کو نور اور دل کو سرور و فرحت بخشتی تھیں، وہی گری بھری کھیتیاں دیکھتے ہی دیکھتے خشک ہو گئیں، کسانوں نے فصل کاٹ کر اُن سے اناج الگ کر کے اپنی اپنی کوٹھیوں میں بھر دیا اور بھوسے پتیاں اپنے اپنے جانوروں اور مویشیوں کے استعمال میں لائے، کھیت خالی ہو گئے۔ تری کی جگہ خشکی، سبزی کے بجائے سفیدی پیدا ہو گئی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ یہ زمین کبھی سبزیوں اور روئیدگیوں سے آباد ہی نہیں تھی۔

اتاها امرنا ليلا او نهارا فجعلناها حصيدا كان لم تغن بالامس كذلك نفصل الايات لقوم يتفكرون ٥

اُس (سرسبز اور لہلہاتی ہوئی) زمین پر ہمارے طرف سے دن میں یا رات میں کوئی حادثہ آیا پس ہم نے اُس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل یہاں کچھ موجود ہی نہ تھا ہم اسی طرح اپنی قدرت کی نشانیاں صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

تاریخ اپنے کو دہراتی ہے چنانچہ اُسنے اپنے کو دہرایا۔ اور دفعۃً کچھ ایسی خشک سالی رونما ہوئی کہ مخلوق چیخ پڑی۔ زمین کے ذرے ذرے سے صدائے العطش بلند ہوئی اور پھر زمین بیتاب ہو رہی ہے کہ ایک قطرہ اس کو آسمان کی بلندیوں سے میسر ہو سکے، لیکن آسمان کی آنکھیں خشک ہیں، وہ برس نہیں سکتا کہ از خود برسنے سے مجبور ہے، لبریز جام ہے لیکن چھلک نہیں سکتا کہ ابھی آد ساقی محفل کی جنبش ابرو کا انتظار ہے،

اور بالآخر زمین پھر فرط یبوست سے پتھرا گئی، رطوبت کے فقدان سے اسقدر سختی و کرختگی پیدا ہو گئی کہ پتھر تو پتھر لوہا بھی اُس کا لوہا مان گیا ہے، اُسکی ساری نرمی کافور ہو گئی اور اب جس طرف آنکھ اُٹھا کے دیکھو وہ ایک ٹھوس مادہ کی طرح جمی ہوئی ہے۔

زمین پھر نیست سی ہو گئی یا اُس پر موت طاری ہو گئی اسکی قوتیں مردہ ہو گئیں۔ اور یہاں تک اُس کی حالت ناگفتنی ہو گئی کہ نادان کسان اور ناسمجھ دہقان اُسکی دوبارہ زندگی سے قطعی مایوس ہو گیا۔

لیکن وہ کہ جس کے طاقتور ہاتھوں میں موت وحیات کی ساری گردشیں محصور ہیں اور جو تنہا آفرینندۂ روزگار ہے اُسکی قوتیں نیند کی آلودگی سے منزہ اور موت کی دسترس سے بالاتر ہیں اُس نے پھر حکم دیا کہ تاریخ اپنا ورق اُلٹ دے، آسمان اپنی رفتار بدل دے، زمین اپنی آغوش کھول دے کہ پھر آسمانی امانتیں اسکے سپرد کی جاتی ہیں"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نیلگوں چرخ پر ابر کے ٹکڑے دیوانہ وار بھاگنے لگے اور پھر یکایک دیکھا گیا کہ افق پر ہر چہار سو بدلیاں چھاگئیں اور بیاض چرخ کے حاشئے سیاہ ہو گئے ابھی اس کا مطالعہ کرنے والوں نے آنکھیں بند بھی نہیں کی تھیں کہ ناگہاں سُبک سیر بجلیاں تڑپ اٹھیں اور دھواں دھار بارش ہو پڑی۔

بارش ہو کر ختم ہو چکی اور آسمان دھل کر صاف ہو گیا اُس کا نیلوفری رنگ چمکنے لگا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ نادانوں نے یہ بھی دیکھا کہ اُن کی یاس وقنوط کی دنیا اُلٹ دی گئی اور اُس زمین کو جسے اب وہ ہمیشہ کے لئے مردہ سمجھ چکے تھے اُسے دوبارہ زندگی بخشی گئی اور پھر وہ اپنی ساری رعنائیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ لہلہا اُٹھی' آسمانی بارش سے اُس کا حسن اور بھی نکھر چکا تھا اور وہ ہر سبز پتیوں اور ننھی ننھی کلیوں، ناشگفتہ غنچوں' شاخوں' اور شگوفوں' کے زیورات سے آراستہ وپیراستہ ہو کر فطرت کی ایک حسین ومہ جمال دوشیزہ بنی ہوئی مُسکرا رہی ہے"

اُس کی مُسکراہٹ اُن تہی دماغوں کے احساسات پر بجلیاں برسا رہی ہے جو اس کی دوبارہ زندگی اور عود شباب کے منکر تھے پھر آج اُنکے لئے بجز اسکے کوئی چارہ کار نہیں کہ اپنی کج فہمیوں کا ماتم کریں اور اپنی عقلی ترکتازیوں پر حسرت وافسوس کے آنسو بہائیں اور بس کہ انکی غفلت ہی اُن کی موجودہ محرومیوں کی علت ہے۔

ہاں خوش بخت تھے وہ کسان جو زمین کی دوبارہ زندگی سے مایوس نہیں ہوئے تھے بلکہ انہیں اسکی کافی امید تھی اور امید ہی نہیں بلکہ اس کا وہ یقین بھی رکھتے تھے گو ان کا یقین ظاہر پرستوں کی نظر میں خبط الحواسی کے مرادف تھا۔

انسان کی زندگی کا بعینہ یہی حال ہے کہ وہ اول اول کچھ بھی نہیں تھا لیکن پھر اُسے چند قطرۂ آب کے ذریعے حیات بخشی گئی اور وہ زندگی کی بہاریں لوٹنے لگا۔ یہاں تک کہ بہتیرے اُن میں سے دنیا

ہو چکے اور بہت سے باقی ہیں کہ عنقریب وہ بھی اُس گھاٹ سے اُتر کر رہیں گے اور پھر اُنھیں مادرِ گیتی کی طرح دوبارہ زندگی بخشی جائیگی اور وہ اپنی اپنی موت کی خواب گاہوں سے اٹھ کھڑے ہونگے۔ پھر کیا اُن نا سمجھ کسانوں کی طرح اُن کور دماغ انسانوں کی بدبختی میں بھی کوئی شبہ ہو سکتا ہے جو انسان کی دوبارہ زندگی کے معترف نہیں، حالانکہ اگر زمین اپنی موت کے بعد زندہ ہو اُٹھی تو ضرور ہے کہ زمین پر چلنے والا انسان بھی اپنی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو اور یقیناً وہ زندہ ہو کر رہے گا۔ قرآن نے اپنے مخصوص انداز میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے ویحیی الارض بعد موتہا وکذٰلک تخرجون۔

خاتم الانبیاء کا پیغام

تمام شاہان روئے زمین کے نام

مدینہ منورہ میں تشریف لے جانے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام بادشاہان عالم کو تحریری فرامین کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی جن خوش نصیبوں نے آپکی دعوت کو قبول کیا وہ کامیاب رہے اور جنھوں نے روگردانی کی اور گستاخی سے پیش آئے وہ برباد ہوگئے اور اُنکی سلطنت کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھر گئیں، مگر چونکہ یہ تمام واقعات تاریخ وسیرت اور حدیث کی کتابوں میں گوہر نایاب کی طرح بکھرے پڑے تھے اسلئے دنیا اُنکے علم سے بھی محروم تھی مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سہواروی کو کہ آپنے سالہا سال کی کوشش اور وسیع مطالعہ کے بعد ان سب کو جمع کیا اور سیر حاصل علمی مباحث بیش بہا تاریخی اور حدیثی تحقیقات اور اہم سیاسی ومذہبی نتائج کا اضافہ کرکے بلاغ مبین کے نام سے شائع کر دیا۔ درحقیقت بلاغ مبین اردو ہی میں نہیں بلکہ تمام اسلامی لٹریچر میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب اور اسلامی دنیا پر حضرت مصنف دام مجدہم کا وہ احسان ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ اس کتاب میں جناب مصنف نے اسپر بھی پوری روشنی ڈالی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بالخصوص خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ تبلیغ کیا تھا اور آجکل کے مبلغین اُس سے کتنی دور جا پڑے ہیں اور اسی لئے خاطر خواہ کامیابی سے محروم ہیں سائز ۲۰×۲۶ ...۳ صفحات کاغذ نہایت اعلیٰ قسم کا طباعت نہایت پاکیزہ قیمت صرف عہ

کارزار عقل

اور اتباع سنت

(از جناب مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الفرقان بابتہ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ)

مگر اے عقل کیا آج تو پیش کر سکتی ہے۔ تو نے اپنے ماننے والوں کو کوئی ایک متحدہ اصول بنایا ہو۔ یا تیری۔ بڑے سے بڑے ریفارمروں نے کسی ایک اصول پر اتفاق کر لیا ہو۔

او کمبخت۔ تو خود تو متحدہ نظریہ کیا بتاتی تو نے تو مذاہب میں دخل اندازی کر کے انمیں بھی کتر بیونت شروع کرائی۔ مگر اس کتر بیونت کے باوجود۔ اصول کی عمومی شکل سب میں متحد ہے۔ مثلاً تمام مذاہب کا مسلمہ اصول ہے۔

اللہ ایک ہے۔ فرشتے ہیں۔ آسمان ہیں۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ وہی رازق ہے۔ وہی عیش دینے والا۔ وہی آرام دینے والا وہی مارنے والا۔ وہی جلانے والا۔ اس نے دنیا میں اپنے خاص بندے بھیجے جنھوں نے سیدھے راستہ سے بھٹکنے والوں کو سیدھے راستہ کی ہدایت کی۔ انسان پر خدا کی پرستش لازم ہے۔ خدا کے کچھ احکام ہیں۔ ان کا ماننا انسان پر لازم ہے۔ جو کچھ انسان کرتا ہے اس کی سزا یا جزا بھگتنی ہے۔ یہ عالم ہمیشہ سے نہیں بلکہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے اس کو ایک دن فنا ہونا ہے۔ دوزخ ہے۔ جنت ہے وغیرہ وغیرہ

مگر او مغرور عقل۔ آب آ۔ اور اپنی فتنہ انگیزی دیکھ۔ تو نے ہر موقعہ پر انانیت کا دعویٰ کر کے ہر چیز میں یہ سوال پیدا کیا کہ کیوں اور کیسے۔

یہ تیرا سوال قابل قدر تھا اگر تو ان چیزوں کی حقیقت دریافت کر سکتی جو تیرے مشاہدہ میں نہیں آئیں مگر تیری عاجزی کی حالت یہ ہے کہ ایک کائنات عالم میں سے کسی ایک ذرہ کی بھی حقیقت آج تک دریافت نہ کر سکی۔

پھر اسپر یہ تکبر یہ دعویٰ۔ کہ ان حقیقتوں کو دریافت کرے جو تیری بینائی سے اوجھل ہیں۔ اور سمجھ میں نہ آئے تو انکار شروع کر دے۔ نہ صرف انکار بلکہ جنگ وجدال۔

اب دیکھ تیرے اس گھمنڈ اس فتنہ انگیز غرور کا یہ ثمرہ ہوا کہ کیوں ۔ اور کیسے کے جواب میں
ہزاروں خیالات سطح وجود پر آ گئے ۔ ہزاروں مذہب پیدا ہو گئے ۔

اور اب وہی خیالات جن کے اصول ایک ہیں انکی تفصیلات میں اولاد آدم کی ٹکڑیاں برسرِ پیکار ہیں
دیکھا تو ۔ جان ۔ یا روح کو نہ پہچان سکی جس کے ساتھ تو ہر وقت ہے ۔ جس کے بغیر تیری بسر
ہونی ناممکن ۔ محال ۔ تیری بے بسی کی حد ہو گی ۔ کہ تو اپنی حقیقت نہ پہچان سکی ۔
عقلاء اور حکماء ۔ بتعبیر دیگر ۔ فلاسفہ اور سائنس دانوں کی کتابیں اُٹھا کر دیکھو وہ کس طرح
آپس میں جھگڑ رہے ہیں مگر کوئی نہ بتا سکا کہ عقل کیا ہے ۔ روح کیا ہے ۔ اگر کسی نے کچھ کہا تو
دوسرے نے اُس کی تردید میں سیکڑوں ورق سیاہ کر ڈالے ۔
مگر واہ رے خود فراموشی کہ اپنی اس عاجزی اور بے بسی کے بل پر چلی کہ خدا کی حقیقت معلوم کرے ۔
حد ہو گئی تیرے غرور کی ۔
بارگاہ رب صمد اور تیری رسائی اور رسائی بھی اس لئے کہ حقیقت معلوم کرے اُس کے اوصاف کی کُنہ معلوم
کرے ۔ چون وچرا کا جواب حاصل کرے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک ذرہ چلا کہ کنہ آفتاب معلوم کرے ۔
نہیں آفتاب کی تب بھی کوئی انتہا اور حد ہے ۔ لیکن تو یہ بھی کہتی ہے کہ خدا جو بھی ہو محدود نہ ہونا چاہئے
پھر لطف یہ کہ تو چاہتی ہے کہ اُسکی حقیقت معلوم کرے یہ بوالعجبی ۔ حماقت ۔ اور اغوا نہیں تو اور کیا ہے
ذرہ کو بتا دو کہ وہ بس اتنا ہی دریافت کر سکتا ہے کہ آفتاب مخزن نور ہے ۔ اور ذرہ اُس کے پرتو کا
ایک ادنی خوشہ چین ۔ مصیبت یہ ہے کہ ذرہ ٹکٹکی لگائے ہوئے آفتاب کو دیکھ رہا ہے ۔ اگر
اُس کی عقل رہبری کرے تو پہلے خود کو دیکھے ۔ پھر آفتاب کو دیکھے خود اپنی حقیقت کا علم ہو جائیگا

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

بہرحال غرور عقل کا یہ ثمرہ نکلا کہ اس سوال کے جواب میں کہ خدا کیا ہے اُس کے اوصاف کا تعلق اُسکی
ذات سے کس طرح ہے ۔ ہزاروں مذہب ہو گئے ۔ ان تہذیب کے ٹھیکہ دار (عیسائین) کو دیکھو
کر ایسے وارفتہ ہوئے کہ تین اقنوم ماننے لگے ۔ خدا روح القدس اور ابن خدا (بیٹا) اور
پھر اعجوبہ یہ کہ یہ تینوں ایک ۔

آؤ اور تمام دنیا میں سب سے زیادہ عقل کے دعویداروں کی بے عقلی دیکھو - ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تینوں ایک - اور ایک یہ تینوں - یہ حال تو ہمارے مسٹر صاحب کا ہوا - رہے پنڈت جی - تو انھوں نے جس عجیب چیز کو دیکھا دھڑ سے اُسکے سامنے سر رکھدیا - آریہ بابو آئے تو انھوں نے انگوٹھا دکھایا - ہیں یہ کیا حماقت - سوامی جی اُٹھے "میں مورتی پوجا کا کھنڈن کرونگا" اور خود زمین کے سامنے - سجدہ کرنا شروع کر دیا

بہرحال ذات باریتعالیٰ اور اُسکے اوصاف کے متعلق ہم اختلافات کا ایک نقشہ پیش کرتے ہیں جو محض بطور مشتے نمونہ از خروارے ہوگا

فلاسفہ یونان و ہند یعنی فلاسفہ قدیم

آسمان سات ہیں اُنکے اوپر ایک اور آسمان ہے جس کا نام فلک البروج ہے - اُسکے اوپر ایک اور جو محدد جہات یا فلک الافلاک کہلاتا ہے - کل نو آسمان -

نواں آسمان - یعنی فلک الافلاک روزانہ ایک چکر مشرق سے مغرب کیطرف کاٹ لیتا ہے اُسکے ساتھ ساتھ آٹھوں آسمان گھومتے ہیں - یہی حرکت - صبح - شام - رات اور دن کے تغیرات ہمارے سامنے پیش کرتی رہتی ہے

آسمان قدیم ہیں - خدا کے وجود کے ساتھ ساتھ ہوئے خدا کے ساتھ ساتھ رہینگے -

شریعت اسلامیہ کی یہ تعلیمات کہ آسمان پھٹ جاینگے قیامت آئیگی وغیرہ وغیرہ سب (معاذ اللہ) غلط ہے آسمانوں کا پھٹنا محال -

شریعت غرا کی یہ اطلاع (معاذ اللہ) غلط ہے کہ آسمانوں میں فرشتے رہتے ہیں یا یہ کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک بہت طویل مسافت کا خلا ہے - آسمانوں میں پھاٹک اور دروازے ہیں - فرشتے اور ارواح اُن میں جاتی آتی ہیں بہرحال فلسفہ قدیم کا دعویٰ ہے کہ یہ سب ناممکن - کہاں کے دروازے اور کیسی کھڑکیاں سب یہ

فلاسفہ یورپ یعنی فلاسفہ جدید

سب توہمات ہیں - ایک بھی آسمان نہیں - جو کچھ نیلا نظر آرہا ہے وہ نظر کا دھوکا ہے - روشنی میں ہوا کی یہی شکل معلوم ہوتی ہے -

خیالی زور آزمائی ہے -

جب آسمان ہی نہیں تو گھومنا کیسا - شب و روز کی گردش زمین کے گھومنے کی بدولت ہے

جب آسمانوں کا وجود ہی قابل تسلیم نہیں تو قدامت کجا -

فلاسفہ قدما کے یہ تمام خیالات لغو ہیں - بن دیکھی ہوئی چیزوں میں جن اغراض و مقاصد کی بنا پر خیالی گھوڑے دوڑا کر اس قسم کی تجویزیں بنائی تھیں وہ تمام تجویزیں باسانی اس صورت میں پوری ہو سکتی ہیں کہ زمین کو گھومنے والی تسلیم کرلیا جائے - ہماری خوردبینوں نے صرف اتنا معلوم کیا ہے کہ تاروں کے گرداگرد ایک

اساطیر اولین ہیں معاذ اللہ۔
مگر بوالعجبی یہ کہ یہی پرانے عقل کے پوجاری۔
قدیم فلاسفہ فن ہیئت کے مباحث میں بڑی
شد و مد سے ثابت کرتے ہیں کہ ان آسمانوں کے
اجزا بھی ہیں۔ وہ خود آپس میں چکر کاٹتے ہیں انہیں
سبع سیارہ حرکت کرتے ہیں۔ متمم ہیں۔ تدویرات
ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر ان اجزا میں تارے
ہیں وہ گھومتے رہتے ہیں کوئی ان عقل کے
ناتراشیدہ کندوں سے پوچھے کہ
قدیم ازلی اور ابدلی آسمانوں کے پیٹ میں یہ
بچے کیسے۔ تاروں کے گھومنے کی سڑکیں متعین
ہیں تو آسمان ٹھوس نہ ہوئے اور ٹھوس ہیں تو
کیا پھر تارے چیرتے چلتے ہیں اگر یہی ہے تو قیامت
سے پہلے روزانہ قیامت تو یہ تارے بپا کرتے رہتے
ہیں وغیرہ۔

لطیف مادہ ہے۔ جس کو بادل کے پرت
سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ یا منجمد بخارات
سے اس کو تعبیر کیا جاسکتا ہے اور اس کے
علاوہ کچھ نہیں۔
تارے خود گھومتے ہیں۔ اور وہ تمام شکلیں
پیدا ہوتی ہیں جو فلاسفہ قدمائے آسمانوں
کو متحرک مان کر تسلیم کی تھیں۔
شریعت اسلامیہ کا یہ کہنا تحقیق کے مطابق
ہے کہ آسمان ایک دخانی مادہ سے بنائے
گئے ہیں۔ اُن کی موجودہ شکل بادل جیسی ہے
"قال العبد الضعیف ویدل علیہ قولہ تعالے
ثم استوی الی السمآء وھی دخانٌ فقال لہا ولالارض الآیۃ
وقولہ تعالی و لو نزلنا علیھم کسفا
من السمآء ساقطا لقالوا سحابٌ مرکوم"

آسمانوں کے نفوس ناطقہ ہیں۔ غالباً
وہ تارے ہیں۔ اور تاروں میں بھی نفوس ناطقہ ہیں

لغو تخیلات ہیں۔ تاروں کی مثال ہماری زمین
جیسی ہے۔ زمین بھی ایک تارا ہے۔ اور جس طرح
زمین پر آبادی ہے ایسے ہی تاروں پر آبادی
ہے۔ اگر ہمارے ہوائی جہازوں میں طاقت پرواز
کچھ اور ترقی کر جائے تو ہم ان تاروں تک پہونچ
سکتے ہیں۔

آفتاب ایک کرہ ہے چوتھے آسمان میں ہمیشہ سے ہے
ہمیشہ رہیگا۔ اسکی حقیقت معلوم نہیں

آفتاب آگ کا ایک بہت بڑا گولہ ہے کسی آسمان میں
گڑا ہوا نہیں اُسکا ایک ٹکڑا ٹوٹکر گر گیا تھا اُس سے یہ زمین بنی

کہا جاسکتا ہے کہ وہ کرہ نور ہے

پہلے آسمان کے نیچے ایک کرۂ نار ہے جو کرۂ ارضی کے گرداگرد محیط ہے۔ یعنی آسمان کی حرکت کی رگڑ سے آس پاس کی ہوا اور بخارات نے آتشی شکل اختیار کرلی ہے جہاں حرکت کی سرعت زیادہ ہوتی ہے یعنی خط استوا کی بالکل سیدھ میں وہاں اس آگ کا حجم بہت بڑھ جاتا ہے اور جہاں یہ حرکت کم ہوتی ہے یعنی قطب جنوبی و شمالی اور اُس کے اُس پاس۔ وہاں آگ کا حجم بھی کم ہوجاتا ہے اور اسی لئے اس کرہ کا اندرونی حصہ نرگسی شکل پر یا بلفظ دیگر ایلیپجی شکل پر ہے۔ اگرچہ بالائی حصہ کرہ جیسا ہے۔

یہ سب کچھ قدیمی خرافات ہے جدید تمدن کے ترقی یافتہ آلات رصد کی تحقیقات نے ان سب خیالات کو لغو اور باطل قرار دیا ہے جو حقیقت سے قطعًا خالی ہے۔

آسمان اور زمین کے درمیان۔ صرف چار عناصر کارفرما ہیں آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی

عناصر بسیط صرف چار ہی نہیں بلکہ ۹۰ سے بھی زیادہ تقریبًا سو ہیں۔

زمین صرف ایک ہے۔ اُس کے اوپر گرداگرد محیط ہوتے ہوئے تینوں عنصر اس طرح کہ زمین کے اوپر پانی پھر ہوا پھر آگ۔ پیاز کے چھلکوں کی طرح ایک دوسرے کے اوپر ہیں مگر پانی نے زمین کے ایک حصہ کو خالی چھوڑ رکھا ہے۔

زمین ایک نہیں بلکہ زمینیں سات ہیں یعنی سبع سیارات جن میں زمین بھی داخل ہے اور جو نظام شمسی کے ماتحت آفتاب کے گرداگرد گھومتے رہتے ہیں۔ ان سب پر آبادی ہے اور ہر ایک تارا اپنی آبادی کے لحاظ سے زمین ہے۔

عناصر اربعہ کے اوپر اسی طرح اوپر نیچے ساتوں آسمان ہیں جیسے بڑے گولے میں چھوٹا پھر اس سے چھوٹے ہیں اُس سے چھوٹا پھر اسمیں اُس سے چھوٹا۔ ان سب کا مرکز ثقل ایک ہے یعنی سب

ہماری یہ زمین بھی۔ دوسرے تاروں کے رہنے والی آبادیوں کو ایک تارا نظر آتی ہے جیسے ہمیں دوسری زمینیں تارا نظر آتی ہیں مرکز کشش ایک نہیں۔ بلکہ ہر زمین کا

ہ یعنی نرگسی شکل پر ۱۲

چیزوں کی کشش زمین کے مرکز کی طرف ہوتی ہے۔ حتی کہ اگر آفتاب یا چاند کا کوئی ٹکڑا
بھی گرے تو وہ لامحالہ زمین ہی پر آوے
اگرچہ آفتاب یا چاند کا ٹوٹنا محال ہے کیونکہ
یہ دونوں اور جملہ سبع سیارات قدیم ہیں

مرکز کشش الگ الگ ہے۔ اور یہی کشش
اس نظام شمسی کا مدار ہے۔

عقل۔ روح۔ نفس۔ جان۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے انسان کا سب سے قریب کا تعلق ہے
مگر خدائے قادر وقاہر کی بے پناہ قدرت پر۔ اور اپنی عقل کی لاچارگی اور کم مائگی پر اس سے زیادہ
واضح اور روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہزاروں، لاکھوں، سرگردانیوں کے باوجود بھی ان
اشیاء کی حقیقت کے ادراک سے عقل ویسی ہی عاجز ہے جیسے اب سے ہزاروں برس پیشتر عاجز تھی
ہزاروں برس پیشتر کا دورِ جہالت۔ آج دعویداران تمدن کی طمطراق پر خندہ زن ہے۔
دعویٰ ہے کہ یہ ہمہ دان ہیں۔ اور خود اپنی حقیقت سے نادان۔
دعویٰ ہے کہ سائنس قدرت پر غالب آئی (معاذاللہ) وہ زمانہ ختم ہوگیا کہ لوگ توہمات
قدرت سے خائف رہا کرتے تھے۔ اب زمانہ ہے کہ عناصرِ عالم پر سائنس حکمراں ہے۔
مگر واہ رے خود فراموشی۔ کہ اپنے پہلو کی خبر نہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ چھوٹا سا ٹکڑا گوشت کا
جس کو عرف عام۔ دل۔ کہتا ہے۔ اس نے اپنے اندر کن کن چیزوں کو چھپا رکھا ہے
اے عقل۔ اور او عقل کے پجاریو۔ انسان۔ روح۔ عقل۔ وغیرہ تو بہت لطیف
چیزیں ہیں۔ اگر کچھ ہمت ہے تو آؤ۔ اور ایک ذرہ کی یعنی معمولی ذرہ کی جو ہزاروں کی
تعداد میں ہماری جوتیوں کے تلووں کے نیچے آجاتے ہیں آؤ اور ان میں سے کسی ایک کی بھی
حقیقت واقعیہ ظاہر کردو کہ کوئی اُسکی تردید نہ کر سکے۔
بہرحال یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ موجودہ ترقیات کے باوجود بھی کسی ایک چیز کی حقیقت کا بھی
قطعی انکشاف نہیں ہوا جس کو آج قطعی سمجھا جاتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آئندہ ترقی پذیر
نظریہ اُسکی تردید کردے۔

(باقی آئندہ)

بدعات محرم

(از جناب مولوی محمد داؤد صاحب متعلم دارالعلوم دیوبند)

(ابن حضرت مولانا حافظ حکیم عبدالشکور صاحب حنفی آسی مرزاپوری)

ہندوستان میں اہل اسلام خصوصاً اہل سنت وجماعت کے دینی تنزل کی عام طور پر آج وہ حالت ہے، کہ اسپر بزبان حال خود اسلام بھی ماتم کناں ہے جس کے دل میں ایمان اور مسلم کا درد ہے وہ یہ دیکھکر کہ جو قوم کبھی توحید وسنت کی متوالی تھی اب شرکت وبدعت میں مست ہے کیوں نہ خون کے آنسو روئے

کہ

وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں — ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم وگماں میں — وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جسپہ نازاں — وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

بلکہ حالی ہی کی زبان میں ستم بالائے ستم یہ ہے۔ کہ

کرے کوئی اصلاح کا گر ارادہ — تو شیطان سے اس کو سمجھو زیادہ
جسے ایسے مفسد سے ہو استفادہ — رہ حق سے ہے برطرف اس کا جادہ
شریعت کو کرتے ہیں بدنام دونوں — ہیں مردود شاگرد استاد دونوں

اس عہد کے مسلمانوں کی باطنی اور ظاہری معصیت کی تفصیل ایک دو ہو تو بیان کی جاوے بہرحال آں۔

غرض عیب کیجے بیاں انکے کیا کیا — کہ بگڑا ہوا یاں ہے آوے کا آوا
فقیہ اور جاہل ضعیف اور توانا — تاسف کے قابل ہے احوال سب کا
مریض ایسے مایوس دنیا میں کم ہیں — بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلیں وہ ہم ہیں

کفر وشرک کا تو یہ عالم ہے کہ

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھیرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں | اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں | شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے | نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

بدعت کا یہ حال ہے کہ ہر جگہ اسکی انوکھی بنیاد اور جہاں دیکھیے اسمیں نئی ایجاد ہے۔ جس بدعت کو لیجیے، گو اس کا رواج عام ہو، تاہم ہر جگہ اس کی صورت مختلف ہوگی اور کبھی کسی بدعت میں سب کا اتفاق ہوگا اور کیوں ہونے لگا جبکہ خلاف سنت ہے، اسی لئے علامہ ابن الحاج نے مدخل میں لکھا ہے اور سچ لکھا ہے۔

اعلم ان المستخیر لا اصل له فی الشرع لاجل ذلك اختلف فیه عوائد اهل الآفاق فلو کان من الشرع ما اختلف فیه عوائدهم۔

واضح ہو کہ مستخیر کی شریعت میں کچھ اصل نہیں۔ اسی واسطے مختلف ملکوں کی عادتیں اس کے متعلق جدا گانہ ہیں، اگر وہ کوئی شرعی امر ہوتا تو ان میں اختلاف نہ ہوتا۔

بس مختصر یہ کہ

رہا دین باقی نہ اسلام باقی | اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اور بدعتوں کو جانے دیجیے خاص اسی محرم میں تعزیہ داری کے نام سے جو بدعت ہندوستان میں جاری ہے اسی پر ایک سرسری نظر ڈالیے اس میں جو کچھ طوفان بدتمیزی ہوتا ہے اس کا نقشہ مرزا حیرت دہلوی نے شیخ نور الہی صاحب میونسپل کمشنر دہلی کی زبانی رسالہ تازیانہ شہادت میں بنام مرثیہ شہادت خوب کھینچا ہے جسکے چند ضروری بند یہ ہیں۔

نام کی ہوتی ہے عشرہ میں یہ خیرات کثیر | ہے کہیں روٹی کہیں کھچڑا کہیں ملتی ہے کھیر
مجلسیں کرتے عزاداری کی ہیں اکثر امیر | بنتے ہیں خوش اعتقادی سے محرم میں فقیر
پہنتے ہیں لوگ اکثر جامہ ہائے سبز رنگ | ہوتی ہے گتکا پھری سے سنت کی مصنوعی جنگ
مجلسوں میں نوحہ خوانوں کی عجب ہوتی ہے دھوم | پاک دامن کسبیوں کا دیکھو ہر جا ہجوم
وہ محرم کے سپاہی جیسے فوج شام روم | اس سرے سے اس سرے تک سینہ کوبی با لعموم
اور تماشا گاہ عالم تعزیہ داروں کے گھر | جلتے ہیں فانوس روتی ہے شمع باچشم تر

تعزیونکی جگمگاہٹ جاہلوں کا مدعا مشعلونکی روشنی ہتنا ہونگی وہ ضیا
اور وہ یالیتنی کنت معہم کی صدا وہ شب غم جسمیں مخفی لطف روز عید کا
سانگ وہ بہروپیوں کے ڈنگلونکی دھوم دھام ٭ ہر قدم پر نعرہ کے ہا یا علی یا امام
وہ سبیلونکی نمایش جھنڈیوں کا کھٹاکھٹا کورے کورے مشکے جنمیں شربت قند کا
جلوہ گر مصنوعی پنجہ شاہ مرداں کا جدا اور وہ تمثال دلدل زخمت پیکر کربلا
بھس اُڑانا سر پر اور روز زبردستی کا وہ ٭ اور نمونہ مشتے بعد از جنگ کی ہستی کا وہ
بانس کے وہ ڈھانچ جنپر کاغذی ہو پیرہن تعزیہ کہتے ہیں اس کو سب بہا کے مرد و زن
جان کر روضۂ شہید کربلا کا نیک تن پوجتے ہیں وہ ہی، ہیں جنکا لقب ہے بت شکن
اشرف المخلوق اور خیر الامم ہے کیا غضب ٭ مانتے ہیں منتیں اور جانتے ہیں اسکو رب
اور بھی رسمیں بہت سی ہند اور ایران میں اعتراض آتا ہے جن سے اور خلل ایمان میں
ہے حدیثوں میں مذمت جنکی اور قرآن میں جن سے بٹہ لگتا ہے اسلامیونکی شان میں
ہیں بڑے بنیاد مذہب کے لئے جو رسم و کھیل ٭ کلمہ گویوں میں ہوئی رائج جہالت کے طفیل

غرض ایک یہ بدعت صدہا بدعتوں کا مجموعہ ہے، جن میں سے بعض گناہ صغیرہ ہیں، بعض کبیرہ، اور بعض اکبر الکبائر، نیز بعض جو فی نفسہ مباح ہیں وہ بوجہ انضمام مذموم معصیت ہو گئے ہیں، اسی کو بالفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بعض فسق ہیں بعض کفر و شرک ہیں۔

یہ بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟ واضح ہو کہ یہ رسم شیعوں نے ایجاد کی جسکی ابتدا پہلی صدی ہجری کے اخیر سے ہوئی اور پھر بتدریج عہد بعہد اسمیں ترقی ہوتی گئی اسکے ثبوت میں ذیل کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

(۱) مختار ثقفی ایک خاص حیثیت سے پہلی صدی کا مشہور شخص ہے جو شیعہ بھی تھا اور دشمن آل رسول بھی، امام حسین کی شہادت کے بعد اپنر ماتم سب سے پہلے شام میں گو یزید اور اسکی اہلیہ ہند نے کیا تھا جسکی تعریف مرزا دبیر شیعہ نے اپنے مشہور مرثیہ میں یوں کی ہے۔

ماتم کیا حسین کا اس زور و شور سے زہرا نے ہاتھ چوم لئے آکے گور سے

لیکن بحیثیت رسم کوفہ میں عاشورہ محرم کے دن بغرض تالیف قلوب شیعہ اسکو خاص طور پر رواج دیا مختار ثقفی نے اور

یہی وہ شخص ہے جس نے تابوت سکینہ حضرت علیؓ کی ہم کرسی نکالی۔ حالانکہ وہ کرسی جناب امیر کی نہ تھی بلکہ کسی روغن فروش کی تھی جو اس کی دوکان سے طفیل بن جعدہ نے چرا کر مختار کو دی تھی۔ اور بقول علامہ شہرستانی وہ ایک پرانی کرسی تھی جس پر مختار نے غلاف ریشمی چڑھا کر اور خوب آراستہ کرکے ظاہر کیا کہ یہ جناب امیر کے توشہ خانہ میں سے ہے۔ جب کسی دشمن سے جنگ کرتا تو اس کو صف اول میں رکھ کر اہل لشکر سے کہتا، بڑھو، قتل کرو۔ فتح و نصرت تمہارے شامل حال ہے۔ یہ تابوت سکینہ تمہارے درمیان مثل تابوت بنی اسرائیل ہے، اس میں سکینہ ہے اور ملائکہ تمہاری اعانت کے لئے نازل ہورہے ہیں وغیرہ (الملل مصری صہ۴۴)

(۲) دوسرا شیعہ معز الدولہ ہے جس نے بغداد میں ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیر منانے کا عام حکم دیا اور اسکے عاشورہ کے دن لوگوں کو مجبور کیا کہ غم حسین میں دوکانیں بند کریں، بآواز بلند واویلا کریں، ہڑتال کریں، خرید و فروخت سے باز رہیں، سوگ کے لباس پہنیں۔ عورتیں بال کھولیں، منہ پر خاک ملیں، طمانچے ماریں، کپڑے چاک کریں، لوگوں نے اس کی تعمیل کی کہ اہل سنت اسکی حکومت کی مخالفت پر قادر نہ تھے شیعوں کا غلبہ تھا۔ جب ۳۵۳ھ میں پھر ایسا ہی ہوا تو اسپر سنی، شیعہ میں فساد عظیم ہوا، اور سخت لوٹ مار کی نوبت پہونچی (تاریخ ابن خلدون ج۳ صہ۴۲۵ و تاریخ الخلفاء للسیوطی صہ۲۷۵) شیعوں نے بھی اسکی شہادت دی ہے۔ چنانچہ آنریبل سید امیر علی صاحب سپرٹ آف اسلام انگریزی صہ۳۶۱ میں لکھتے ہیں کہ معز الدولہ نے بیادگار شہادت امام حسین و دیگر شہدائے کربلا یوم عاشورہ کو ماتم کا دن مقرر کیا۔

ایک اور شیعہ صاحب رقمطراز ہیں کہ معز الدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا جس نے یوم عاشورہ بازار بند کرادیئے، نان بائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کردی۔ عورتیں سر کھولے رستوں میں نکلیں اور ماتم حسین کیا، ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیر کی وغیرہ (تلخیص مرقع کربلا صہ۱۷۰ و ۱۹۷)

الغرض رسم ماتم بر حسین، یزید کے گھر سے شروع ہوئی، اسی کو کوفہ میں مختار ثقفی اور بغداد میں معز الدولہ دونوں صاحب حکومت شیعوں نے اضافہ کے ساتھ یوم عاشورہ کے لئے مخصوص کرکے جبراً جاری کیا جس کا ابتک عشرہ محرم میں گھر گھر جلوہ نظر آتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

رسم ماتم بنا یزید نمود ہر کہ آمد بر آں مزید نمود

(۳) تیسرا شخص تیمور بادشاہ ہے۔ مشہور ہے کہ ہندوستان میں اسی کے عہد میں تعزیہ محرم کی ابتدا یوں ہوئی تھی کہ اسکی ایرانی بیگمات اور وہ ارکین سلطنت اور اہل لشکر جو شیعی تھے۔ اور ہند میں قیام اور سلطنت و جنگ کے انتظام وغیرہ کے باعث ہر سال کربلائے معلّٰے نہیں جا سکتے تھے انھیں نے اپنے عقیدہ شیعیہ کے مطابق بغرض حصول ثواب روضہ امام حسین کی نقل منگوا کر بجائے کربلا جانے کے یہاں اسکی زیارت شروع کی۔ جب شاہان اودھ کے دور میں تشیع نے زور پکڑا تو نقل روضہ امام و ذوالجناح اور قاسم کی مہندی وغیرہ کا بھی رواج بڑھا۔ اس نے معہ شئے زائد جلدی وہ صورت اختیار کر لی جو اب عاشورہ محرم میں بنام تعزیہ مروج ہے۔

اس کا اعتراف خود شیعوں کو بھی ہے" جوہری صاحب طوفان البکا نے امیر تیمور کا عراق میں آنا اور زیارت کربلا و نجف اشرف کرنا اور پیادہ چلنا اور زوار کا پیادہ روی سے منع کرنا اور اس کا قرآن میں فال دیکھنا اور آیہ فاخلع نعلیک کا نکلنا اور تبرکات لانا اور انفاذ تعزیہ داری خصوصاً ہندوستان میں مفصل لکھا ہے اور سب جانتے" ہیں (تلخیص مرقع کربلا ص۸۳)

یہ تو شیعوں کی ایجاد تعزیہ کا واقعہ تھا اب اس رسم کے شیعوں سے سنیوں میں آنے کا قصہ" سُنیے"۔ دیگر ممالک میں تو بجز شیعوں کے سنیوں میں تعزیہ داری کا نام و نشان نہیں اور وہاں شیعوں میں بھی یہ صورت نہیں جو ہند میں ہے چنانچہ ایران میں جہاں شیعہ سلطنت ہے وہاں حکومت نے تبرا جیسے امر شنیع کو جو مراسم عاشورہ محرم کے لوازمات سے ہے حکماً بند کر دیا ہے جیسا کہ کتاب المآثر مطبوعہ ایران میں مذکور ہے جس کی تصدیق مولوی سید الطاف حسین صاحب شیعہ اپنی کتاب رد تبرا ص۳۶ میں یوں کرتے ہیں۔ کہ

> الحمد للہ کہ ... چند سال سے ایران شہنشاہ کجکلاہ ملک فارس نے حکماً تمام ملک سے تبرا موقوف کیا اور دار السلطنت طہران کے سب علماء شیعہ نے شہنشاہ کے حضور میں دستخط کر دیئے کہ تبرا بازی ہرگز مذہب شیعہ میں جائز نہیں ہے۔ الخ

ہندوستان میں یہ رسم بدشیعوں سے سنیوں میں اس وقت سے آئی جب سے کہ ہر دو فریق میں ضرورت سے زیادہ خلط ملط ہوا اور تعزیہ کے ساتھ وہ الفاظ و خیالات بھی سنیوں میں آئے جو نہ صرف شیعوں کے مخصوصات سے ہیں بلکہ رسم تعزیہ کی بنیاد اور ان میں بعض عبد اللہ بن سبا یہودی منافق موجد مذہب شیعہ

کی ایجاد ہیں۔ مثلاً

الفاظ (۱) لفظ امام ہے جو حضرات حسنین اور دیگر حضرات (جنھیں شیعہ یعنی خاص امام کہتے ہیں) کے نام کے ساتھ شیعوں کی طرح عام طور پر سنیوں کی زبان پر جاری ہے اور محرم میں سالانہ بتقریب مجلس و تعزیہ خوب مشق کی جاتی ہے۔

یہ نہ کہا جاوے کہ سنی بھی تو ابو حنیفہ، شافعی، مالک، ابن حنبل، غزالی، رازی وغیرہ کو امام کہتے ہیں کیونکہ یہ کہنا مجازاً بمعنے پیشوا ہے نہ کہ شیعوں کی طرح حقیقۃً بمعنے معصوم۔ پس شیعہ جنھیں امام کہتے ہیں سنیوں کو انھیں مجازاً بھی بوجہ تشبہ بالروافض امام نہ کہنا چاہیے۔

(۲) لفظ معصوم ہے جو لفظ امام کی طرح حقیقی معنوں میں ملائکہ اور انبیاء کے لئے مخصوص ہے مگر شیعوں کی صحبت، مجلسوں کی شرکت اور تعزیوں کی برکت سے سنیوں کی زبان پر بھی لفظ امام اور ائمہ کے ساتھ لفظ معصوم اور معصومین جاری ہے۔

(۳) لفظ معجزہ ہے جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے مگر کسی رافضی یا سنی نما شیعہ نے رسالہ معجزہ آل نبی لکھ کر جو آب گھر گھر پھیلا ہوا ہے لفظ معجزہ کو بجائے نبی کے آل نبی کے ساتھ مشہور کر دیا ہے اسی طرح امام جعفر صادق کے کونڈے کے قصہ کو بھی بنام "داستان عجیب" اور اسکے نیچے "یعنی معجزہ مصحف ناطق حضرت امام جعفر صادق" لکھکر الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ میں چھپوا کر شائع کر دیا ہے

(۴) لفظ علیہ السلام ہے جسے شیعوں کی طرح سنی بھی حضرات حسنین و دیگر ائمہ کے نام کے ساتھ عموماً بولتے ہیں حالانکہ علیہ السلام انبیاء اور رضی اللہ عنہ صحابہ رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کے نام کے ساتھ بولنا شعار اہل سنت سے ہے۔

شیعہ لفظ امام، معصوم، معجزہ، علیہ السلام، غیر انبیاء کے نام کے ساتھ جو بولتے ہیں تو انکا عقیدہ ہے کہ ائمہ بر مثل انبیاء ہیں جیسا کہ صاحب حملہ حیدری نے صاف لکھا ہے۔

همه صاحب حکم بر کائنات همه چوں محمد ستوده صفات

لیکن یہ مساوات بالانبیاء کا عقیدہ جب کہ اہل سنت کا نہیں ہے تو سنیوں کو غیر انبیاء کے نام کے ساتھ ایسے الفاظ کا ملانا جس سے مساوات بالانبیاء کا شبہ بھی ہو قطعاً نامناسب ہے۔

(۵) سید الشہداء کا لفظ ہے جس کا اطلاق خاص طور پر سنی اور شیعہ دونوں کی حدیث کے مطابق

غزوہ احد میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر کیا مگر شیعہ اس کے خلاف بجائے انکے حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا پر کرتے ہیں، انھیں سے تعزیوں اور مجلسوں میں سُن کر سنی بھی عموماً ایسا ہی کرنے لگے ہیں۔

(۶) بعض وہ الفاظ ہیں جو گو صورتاً نہیں لیکن حقیقۃً تبرا ہیں اسی لئے عام فہم نہیں، شیعہ مختلف طور پر انھیں بولتے ہیں، سنی بھی انھیں سے سُن کر اور نظم و نثر میں خود بھی پڑھکر تبرا کہتے ہیں، اسطرح نادانستہ طور پر سنی تبرے کے عادی ہوتے اور بزرگ پیشواؤں کو گالی دیتے ہیں۔

خیالات (۱) امام نبی کے برابر ہیں، یہ عقیدہ شیعوں کا ہے، لفظ امام، معصوم، معجزہ، علیہ السلام کی بدولت بعض جاہل سنیوں کا بھی یہی خیال ہو چلا ہے۔

(۲) صحابہ، اماموں سے رتبہ میں کم ہیں، یہ عقیدہ بھی شیعوں کا ہے جن کے یہاں رتبہ کی کمی کی حد کفر تک ہے، اب رفتہ رفتہ جاہل سنی بھی کمی رتبہ کیطرف مائل ہو رہے ہیں جو مفضی الی الکفر ہے اور یہ نتیجہ ہے ان الفاظ کے استعمال کا جو مخصوص با نبیا ہیں، جنہیں شیعہ اور ان سے سن کر سنی ائمہ کے لئے بولتے ہیں۔

(۳) شہادت میں امام حسین کا مرتبہ سب صحابہ حتی کہ امیر حمزہ سے بھی زیادہ ہے یہ خیال بھی شیعوں کا ہے اور انھیں کی بدولت جاہل سنی بھی ایسا ہی سمجھنے لگے ہیں۔ حالانکہ خدا نے قرآن میں صاف فرما دیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے حبیب خدا علیہ التحیۃ والثنا کے ساتھ ہو کر اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور کفار سے جہاد کر کے شہید ہوئے،

اولٰئک اعظم درجۃ عند اللہ　　وہ سب سے زیادہ اللہ کی طرف سے مرتبے والے ہیں

(۴) خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مظلومیت اور انکے واقعات شہادت کی تکذیب۔ یہ شیعوں کا تخیل ہے جس میں بصورت تعزیہ عوام کالانعام سنیوں کو بھی پھانس رکھا ہے، یہی وجہ ہے آج بہت سے جاہل سنیوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ انپر کیسے مظالم ہوئے، اور وہ بھی شہید ہوئے حالانکہ اسلام میں یہی وہ پہلا اور بڑا فتنہ ہے جس کا بانی مبانی دراصل عبداللہ ابن سبا موجد مذہب شیعہ تھا۔

(۵) حضرت ابوسفیان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے سوء ظنی۔ یہ بھی شیعوں کا مسلک ہے۔ جو آج سنیوں میں وبا کی طرح پھیل رہا ہے جسکی تائید اب بعض مولوی نما جاہل۔ سنی نما

رافضی بھی کرنے لگے ہیں چنانچہ یزید نامہ اور طمانچہ بر رخسار یزید اسی کے مظاہر ہیں جس کی اشاعت میں خواجہ حسن نظامی کیطرف سے شیعہ بھی زور لگا رہے ہیں۔

(۶) یزید کا قاتل حسین ہونا اور اس لئے اس کا کافر ہونا۔ یہ شیعوں کا ایمان ہے جو اب تعزیہ دار جاہل سنیوں کے لئے بھی دبال ایمان ہو رہا ہے۔ حالانکہ یزید کا قاتل حسین ہونا خود کتب شیعہ کی رو سے غلط ہے جس کا جی چاہے کتاب قاتلان حسین اور دشمنان حسین دیکھ کر اپنی تسکین کرے۔

(۷) محرم کو غم کا مہینہ سمجھنا۔ یہ مذہب بھی شیعوں کا ہے۔ نہ کہ اہل سنت کا مگر شیعوں کیطرح سنی بھی اس ماہ مبارک کو نامبارک اور غم کا مہینہ سمجھنے لگے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس مہینہ میں شادی بیاہ وغیرہ خوشی کے کام نہیں کرتے اور منحوس سمجھتے ہیں حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں اس کا کافی رد اور شیعوں کی طرح افعال غم کرنے سے منع فرماتے اور یوم عاشورہ کے متعلق صاف لکھتے ہیں۔

فصار عاشوراء بمثابۃ بقیۃ الایام الشریفۃ کالعیدین والجمعۃ وعرفۃ وغیرھا ص۵۰۸ — پس ہوگیا یوم عاشورہ دیگر ایام مبارکہ کے برابر جیسے عیدین، جمعہ اور عرفہ وغیرہ

جسپر رسالہ سیف حسینی ص۵ میں اس کا دریدہ دہن شیعہ مصنف خفا ہو کر یزید اور حضرت امیر معاویہ کو گالی دینے کے بعد سنیوں کو مخاطب کر کے شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ پر یوں طعن کرتا ہے۔

ذرا اپنی کتابوں کو تو دیکھو تمہارا بڑا پیر جو سب سے بڑا پیر ہے اپنی کتاب میں لکھ گیا ہے کہ روز عاشورہ خوشی کرنا، کپڑے شاہانہ اور لباس بادشاہانہ پہننا، آرائش اور زینت کرنا پان کھانا، سرمہ اور مسی لگانا۔ معانقہ اور مصافحہ کرنا سنت ہے کہ یہ دن خوشی اور شادی اور فرح و سرور کا ہے نہ اندوہ و غم اور رونے پیٹنے کا،

اسمیں لباس شاہانہ و بادشاہانہ، پان، مسی، خود اپنی طرف سے بڑھا کر یہ رافضی مصنف بقول شخصے

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا   لفقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

جھوٹ کے ثواب سے سرفراز ہوا ہے۔ خیر شیعہ جو چاہیں سو لکھیں ہمیں تو سنیوں سے مطلب ہے کہاں ہیں بڑے پیر صاحب کا دم بھر کر گیارھویں کرنے والے سنی، اگر غیرت ہو تو کان کھول کر سنیں کہ بڑے پیر صاحب کیا فرماتے ہیں اور شیعہ کیا بکتے ہیں۔ ہمیں بھی دیکھنا ہے کہ قادری کہلانے والے

حضرات کس کی تائید کرتے ہیں اور تعزیہ داری، بڑے بڑے پیر کی مانتے ہیں یا شیعوں کی۔

اعمال - اسکی فہرست تو بہت طویل ہے مثلاً چارپائی پر نہ سونا - سر میں تیل نہ ڈالنا - سرمہ نہ لگانا - سبز اور سیاہ ماتمی لباس پہننا - امام کے نام پر فقیر بننا - شیعوں کی مجلس میں جانا - خود مجلس کرنا - مرثیہ اور نوحہ سننا اور پڑھنا - تعزیہ کی زیارت کرنا - اسپر عرضیاں لٹکانا - پیسہ پھول یا مالیدہ وغیرہ چڑھانا - منتیں ماننا - مرادیں مانگنا - ماتم کرنا - عاشورہ کے دن عصر تک فاقہ کرنا امام باڑہ جانا - پھر اس کا سویم اور چہلم کرنا - اور اکھاڑہ باجہ وغیرہ بہت سی خرافات ہیں۔

جس طرح اکثر جاہل مسلمان عام طور پر عملاً ہولی دیوالی میں ہندو ہوجاتے اسی طرح محرم میں شیعہ ہوجاتے ہیں حالانکہ یہ سب خرافات جس رسم کی تقریب میں ہوتی ہیں یعنی تعزیہ وہ ہی گناہ اور ناجائز ہے - سنیوں کو جانے دیجئے خود شیعوں کے ہاں کوئی معمولی گناہ نہیں بلکہ کفر ہے - چنانچہ من لایحضرہ الفقیہہ باب نوادر میں ہے، حضرت علی رضنے فرمایا کہ

من جدد قبرًا او مثل مثالا فقد خرج عن الاسلام — جس نے از سر نو قبر یا تمثال بنایا تو بیشک وہ اسلام سے نکل گیا۔

اور یہ کون نہیں جانتا کہ تعزیہ میں قبر اور روضہ دونوں کی شکل ہوتی ہے جس کو شیعہ کہتے ہیں کہ امام حسین کے قبر اور روضہ کی نقل ہے، پس یہ صاف تمثال ہے جو حدیث شیعہ کے روسے کفر اور اسلام سے خارج ہونے کا سامان ہے - مولوی سید الفت حسین صاحب شیعہ بھی رسالہ ردتبرا صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہیں

"افسوس تلاوت قرآن شریف بطور نوافل رمضان مساجد میں تو بسبب جماعت بدعت بتائی جاویں، اور ہزار ہا بدعتوں کا جامع ایک تعزیہ سینوں ہا جائز ہو، یہ انصاف بجز رافضی یعنی تبرائی شیعہ ؤں کس کے حصہ میں آیا ہے ایہات ایہات مجالس میں انبیا و ائمہ پر بہتانات وجھوٹ نظم ونثر میں باندھے جاویں اور خاندان اہل بیت میں فرضی نکاح و رشتہ باندھے جاویں اور ان گالیوں کا نام صلوات و مراثی رکھیں، ڈوب مرنیکی جگہ ہے' ہائے رے غضب - ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی"

الحاصل جب اصل رسم تعزیہ کا یہ حال ہی تو اسکے لوازمات کس شمار میں ہیں جن میں سے بعض کا حال

ملاحظہ ہو (۱) ماتمی لباس شیعوں کی صحاح اربعہ میں سے من لا یحضرہ الفقیہ باب مایصلی فیہ میں ہے

سئل الصادق عن الصلوٰۃ بلبس السوداء عنہ فقال لا تصلین فیہا فانہ لباس اھل النار
سوال کیا گیا امام جعفر صادق سے کہ عورتیں سیاہ کپڑا پہنکر نماز پڑھیں تو انھوں نے جواب دیا کہ سیاہ لباس پہن کر نماز نہ پڑھیں کہ وہ دوزخیوں کا لباس ہے۔ اور حضرت

و قال امیر المومنین فیما علم اصحابہ
علی نے اپنے اصحاب کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ سیاہ

لا تلبسوا السواد عنہ فانہا لباس اھل النار
لباس نہ پہنو وہ جہنمیوں کا لباس ہے۔

(۲) ماتم اور نوحہ شیعوں کی اصول اربعہ میں سے اول درجہ کی کتاب کافی ہے جسکی جلد اول یعنی اصول کافی کتاب الحجۃ میں امام زین العابدین سے روایت ہے کہ

انما یحتاج المرأۃ الی النوح مثل دمعہا و لا ینبغی لہا ان تقول ھجراً فاذا جاء اللیل فلا توذی الملائکۃ بالنوح۔
عورت کو رونے کی ضرورت ہوتی ہے مثل آنسو کے اور چاہیئے کہ بیہودہ کلمات منہ سے نہ نکالے اور جب رات ہو تو نوحہ سے فرشتوں کو تکلیف نہ دے۔

نیز اسی اصول کافی میں ہے رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ احباط الاجر۔
مسلمانوں کا مصیبت کے وقت اپنی ران پر ہاتھ مارنا اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔

من لا یحضر میں ہے امام باقر فرماتے ہیں ۔ کہ

یصنع للمیت ماتم ثلثۃ ایام
میت کے لیے یوم الموت سے تین دن رونا چاہیئے۔

(۳) فاقہ ۔ مرزا دبیر شیعہ نے اپنے مرثیہ میں یزید کی بی بی ہند کے متعلق لکھا ہے کہ جب یزید نے کربلا سے آئے ہوئے بقیہ مصیبت زدہ اہل بیت کو اپنے محل میں اُتارا تو ہند ماتم کرنے کے لئے سوگوار ہو کر اور ان مصیبت زدوں کا فاقہ توڑنے کے لیے میووں کا خوان لیکر انکے پاس گئی چنانچہ لفظ فاقہ والا شعر یہ ہے۔

بھوکے فاقہ توڑنے کو خوان میووں کے
اور زیور و لباس پہنانیکو بیووں کے

شیعوں نے غالباً اسی فاقہ کی نقل اُتاری ہے ۔ فرق یہ ہے کہ وہ عاشورہ کا دن نہ تھا اور شیعوں نے اسے یوم عاشورہ کے لیے خاص کر لیا چنانچہ انکی مشہور کتاب تحفۃ العوام میں لکھا ہے کہ دسویں محرم کو بعد عصر پانی سے افطار کریں یعنی فاقہ توڑیں۔ اب جاہل سنی بھی اسکی نقل کرنے لگے ہیں۔

حالانکہ نہ صرف سنی بلکہ شیعوں کے ہاں بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ انکے جامع الاخبار باب پنجم فصل دوم میں صاف لکھا ہے کہ

قال رسول اللہ من صام یوم عاشوراء کتب اللہ لہ عبادۃ ستین سنۃ بصیامہا وقیامہا — رسول خدا نے فرمایا جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا خدا اس کے لئے ساٹھ برس کے روزوں اور قیام کی عبادت لکھے گا۔

ملا باقر مجلسی شیعی جلاء العیون باب پنجم فصل ۱۴ میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ

"امام زین العابدین سے روایت ہے کہ بروز شہادت جب صبح ہوئی تو حضرت امام حسین کو نیند آگئی اور گریاں خواب سے بیدار ہوئے، فرمایا کہ اس وقت میں نے دیکھا رسولخدا مع افواج ارواح مقدسہ میرے پاس آئے میرے نانا نے مجھ سے کہا اے فرزند جلدی کرو آجکی رات میرے ساتھ افطار کرنا (پھر امام نے فرمایا) یہی مقدر میں ہے کہ آج کا روزہ آب کوثر سے بدست مبارک حضرت خیر البشر افطار کروں"

اس سے معلوم ہوا کہ عاشورہ کے دن خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی روزہ دار تھے نہ کہ فاقہ سے۔ مگر افسوس کہ شیعہ رسول کے خلاف امام کے خلاف عاشورہ کے دن بجائے روزہ رکھنے کے فاقہ کرتے ہیں غرض کہاں تک اور کس کس عمل کے متعلق لکھوں، مولوی عمار علی صاحب شیعہ سینیتی بھی اپنی تفسیر عمدۃ البیان میں لکھتے ہیں کہ سبیل لگانا۔ گوڑ کھانا۔ عرضی چڑھانا وغیرہ ناجائز ہے۔ پھر بھی یہ عجیب بات ہے کہ جب کوئی سنی عالم سنیوں کو تعزیہ داری سے منع کرتا ہے تو سب سے پہلے شیعہ مخالف ہو کر اس کو وہابی کے نام سے بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں، انھیں سے سن کر عوام کالانعام تعزیہ داری سنی بھی وہابی سمجھنے اور کہنے لگتے ہیں، شیعہ یہ پروپیگنڈا صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ سنی عالم، جاہل سنیوں میں بے اعتبار ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ جاہل سنی ایسے عالم کی نہ صرف تعزیہ کے متعلق بلکہ کوئی بات ماننا تو الگ رہا سننا بھی گوارا نہیں کرتے اور شیعہ یہ بھی کرتے ہیں کہ ماتم اور نوحہ کے ثبوت میں فرشتوں کے رونے، اجنہ کے نوحہ کرنے، خواب میں رسول خدا اور فاطمہ زہرا کے نالاں و گریاں دکھائی دینے وغیرہ کو پیش کرتے ہیں جسے ممنوع ماتم و نوحے سے کچھ بھی تعلق نہیں اور ہو بھی تو ضعیف اور موضوع روایتوں خواب و خیال کی باتوں کا احکام شرعیہ قطعیہ کے سامنے کیا اعتبار؟

جب مجبور ہوتے ہیں تو کبھی کہتے ہیں کہ فروعات اگر ناجائز ہیں تو اُس سے روکا جائے اصل تعزیہ نہ منع کیا جائے حالانکہ ابھی اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اصل تعزیہ ہی حدیث شیعہ میں بقول حضرت علی کفر ہے۔ شیعوں کا مطلب بالفاظ دیگر یہ ہے کہ سانپ کے بچوں کو مارو لیکن سانپ کو زندہ رہنے دو، جو کھلی ہوئی سفاہت ہے۔

اور کبھی کہتے ہیں کہ "اگر کل اعمال محرم موقوف کردیئے جائیں تو کیا اسکے چند برس بعد عوام الناس شہادت حضرت امام اور ظلم لشکر یزید سے بالکل ناواقف نہ ہوجائیں گے۔ (نورایمان شیعہ صفحہ ۶۵ و ۳۵۲) مگر اتنا نہیں سوچتے کہ ظلم و شہادت کی یاد باقی رکھنے کے لیے اعمال کفریہ کرکے کافر بننا ایمان اور انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ ثانیاً محرم کے اعمال کفریہ شیعہ اگر کرتے ہیں، کریں لیکن ان کو سنیوں سے کیا مطلب کہ سنیوں کو منع تو کریں سنی اور جلکر خاک ہوں آپ۔

اور کبھی کہتے ہیں کہ (ہمارے مذہب کی سب کتابیں موجود اور کثیر الوجود ہیں ان کو مطالعہ فرمایئے کہیں کسی جگہ حلت ڈھول، تاشہ، راگ، راگنی، ناچ، رنگ اور نیز کل منہیات کے نہ پایئے گا بخلاف مذہب اہل تسنن کے کہ انکے اصل مذہب میں حلت گانے بجانے ناچ دیکھنے شراب اور بھنگ و بوزہ اڑانے اور قمار بازی، اغلام کرنے کی داخل ہے (سیف حسینی شیعہ صفحہ ۱۳) مگر عوام شیعہ اور خواص اہل سنت میں اتنا فرق ہے کہ عوام شیعہ مرثیہ کو سوز میں سنکر روتے ہیں اور تاشہ نوازی کو عبادت نہیں جانتے (رر صفحہ ۵۹) تو وہ (شیعہ) بیچارے یہ (ڈھول تاشہ وغیرہ) دیکھکر ان (اہلسنت) کی تقلید سے اپنی مجلسوں میں بھی ڈھول تاشہ بجوانے لگے پس ان سب باتوں کا مظلمہ اس فرقہ (اہل سنت) کی گردن پر ہے اب وہ (شیعہ تمہاری جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ ہمنے تو تمہاری روایات اور تمہارے اقوال و افعال کی تقلید کی ہے (رر صفحہ ۵۷) سیر و تماشا اور خرید و فروخت اشیاء لذیذہ یہ سب باتیں فرقہ اہل تسنن ہی میں جاری ہیں نہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ میں علم اٹھاتے ہیں اور ڈھول تاشہ بانسریوں کا انکے ساتھ ایسا غل ہوتا ہے کہ زمین کے پردوں کے تحت آواز پہونچتی ہوگی (رر صفحہ ۵۸) انتہا ملخصا بلفظہ)

جواب یہ ہے کہ اہل سنت کے مذہب میں تعزیہ اور اسکے کل لوازمات حرام اور ناجائز ہیں مگر سوال یہ ہے کہ ان میں سے ڈھول تاشہ، علم وغیرہ جن چیزوں کو شیعہ اپنے ہاں ناجائز کہہ کر سنیوں کے سر تھوپ رہا ہے ان چیزوں کو سنیوں کو کرتے دیکھکر ایسی ناجائز چیزوں میں انکی تقلید کرنی شیعوں کا

پرائی بدشگونی کے لئے اپنی ناک کٹانا نہیں تو اور کیا ہے؟ کہاں ہیں تعزیہ دار سنی جو عشرہ محرم میں شیعوں کے ہمراہ کاندھے سے کاندھا ملا کر ماتم کرتے، مرثیہ اور نوحہ پڑھتے چلتے ہیں، ذرا شیعوں کا یہ الزام سنیں اور اگر دل میں کچھ بھی شرم و غیرت ہو تو تعزیہ سے توبہ کریں۔

اور شیعہ حضرات کبھی کہتے ہیں کہ "ہم (شیعہ) لوگوں کو (اہل سنت کا) یہ حال دیکھ کر معرکہ شام کا یاد آجاتا ہے کہ جس روز سر شہدائے کربلا کے شام میں داخل ہوئے تھے تو یہی سامان اور دھوم دھام اہل شام نے کی تھی پس (اے تعزیہ دار سنیو) تم لوگ بھی مثل انھیں (یزیدی) لوگوں کے ہو" سیف حسینی صـ۵۹

ہاں اس شیعہ نے یہ بات ٹھیک کہی کہ عاشورہ محرم میں ہم تعزیہ دار سنیوں کو یزیدی بناتے ہیں یوں محرم کو امام باڑہ جا کر جس کا جی چاہے اس کا مشاہدہ کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیعوں نے جاہل سنیوں کو تعزیہ کے پھندے میں یزیدی بنانے کے لئے پھانس رکھا ہے مگر افسوس کہ سنیوں کی عقل پر پتھر پڑ گیا ہے جو اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

اور کبھی کہتے ہیں کہ "ہم جو اس غم کو شور و غل اور تماشہ و ڈھول کے ساتھ کرتے ہیں سبب اس کا یہ ہے کہ ہم سنیوں سے ڈرتے ہیں کہ جیسے اور شہادتوں کو مکر گئے شہادت امام مظلوم کو بھی مکر نہ جائیں" سیف حسینی صـ۵۹

جواب یہ ہے کہ واقف کار سنی بھی شیعوں کو یہ کرتے دیکھ کر کہتے ہیں ع ماتم ہے اسی کا جسے خود قتل کیا ہے

اور کبھی کہتے ہیں کہ سنیوں کی تعزیہ داری سے شیعوں کی مذہب کی حفاظت و اشاعت اور تائید و حمایت ہوتی ہے جیسا کہ شیعوں کے مشہور ماہانہ پرچہ اصلاح جلد ۳۵ نمبر ۲ میں اسکے اڈیٹر نے اپنے مضمون "شب برات" میں لکھا ہے کہ۔

"حضرات اہل سنت جو مذہب شیعہ کا دنیا میں باقی رہنا کسی طرح پسند نہیں کرتے اور اس نور خدا کے بجھا دینے کی ہر ممکن کوشش شروع سے کرتے آرہے ہیں، مذہب حق شیعہ اثنا عشریہ کو اسطرح پھیلاتے رہتے ہیں کہ ان کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ کس طرح خدا ان ہی کے ذریعہ سے اس دین حق کی اشاعت فرما رہا ہے . . . . مثلاً عزاداری حضرت سید الشہدا ء جو مذہب حق شیعہ کی اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے خدا اس کو زیادہ تر حضرات اہلسنت ہی کے ذریعہ سے پھیلا رہا ہے" ملخصاً

تاریخ میلاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اسلام کی تعلیموں میں اہل اسلام کے لئے باہمی اتحاد و اتفاق کی تعلیم بھی عجیب نعمت ہے جسکی برکت سے مسلم قوم کبھی اسطرح بہرہ ور تھی کہ اسنے اپنی متحدہ قوت سے پہلے جو کچھ کیا وہ داستان ہنوز تاریخوں میں موجود اور دنیا کو معلوم ہے مگر آہ اب اپنی وہ دولت بھی نصیب اعدا ہے، یہ کیوں؟ اسکے کئی سبب ہیں۔ از انجملہ بڑی وجہ بالخصوص اس زمانہ پرفتن میں اور خاصکر ہندوستان کی اسلامی دنیا میں فروعی اور غیر ضروری اختلافی مسائل میں آپس کی نزاع بھی ہے جس نے نہ صرف ہماری مذہبی حیات کو بلکہ دنیاوی زندگی کو بھی تباہ و برباد کر رکھا ہے۔ اُن مسائل میں سے ایک مروجہ مجلس **میلاد** اور اسمیں بوقت ذکر ولادت **قیام** ہے جس کا گھر گھر ذکر اور علماء سے لیکر عوام تک میں شور برپا ہے، اسی پر بس نہیں بلکہ اسکو کفر و اسلام کے معیار تک ترقی دیدیگئی لیکن باینہمہ عموماً لوگ یہ نہیں جانتے کہ اسکو کسنے، کب اور کیوں ایجاد کیا۔ رواج دیا؟ مولود کی پہلی کتاب کونسی، کس نے، کب لکھی؟ وہ موجد، مروج، مصنف کون اور کیسے لوگ تھے؟ زمانہ ایجاد سے اب تک اسمیں اعتقاداً اور عملاً کیا کیا تبدیلیاں و ترقیاں ہوئیں؟ یہ مختصر رسالہ مسمّی بہ **تاریخ میلاد** انہیں امور کو ظاہر کرنے و نیز اس مسئلہ میں موجودہ افتراق و انشقاق کو دور کرنے کے لئے ہدیہ ناظرین ہے۔

میلاد اور قیام کا الگ الگ ذکر کرونگا۔ خاتمہ میں وہ مفید باتیں لکھونگا جو فریقین کے لئے قابل تسلیم ہونگی۔ خدا کرے میری یہ تحریر نزاع کی دافع، اتحاد کی معین اور مسلمانوں کے لئے نافع، میرے لیے ذریعہ ثواب ہو، آمین

ناچیز

(حکیم) عبدالشکور حنفی مرزاپوری - ۲۰ نومبر سنہ ۱۹۳۱ء

میلاد

واضح رہے کہ نفس ذکر ولادت اور مروّجہ مجلس مولد یا مولود یا میلاد دونوں الگ الگ دو چیزیں ہیں اور دونوں میں کوئی معمولی فرق نہیں بلکہ آسمان و زمین کا فرق ہے۔

نفس ذکر ولادت کے متعلق کسی کا بھی اختلاف نہیں بلکہ سب کا اتفاق ہے کہ بلا کراہت جائز ہے مگر نفس ذکر ولادت کسکو کہتے ہیں اور اسکی ابتدا کب ہوئی اسکو خود فریقین کی زبانی سننا چاہیے۔

مخالفین میں سے مولانا **خلیل احمد** صاحب مہاجر مدنی رح نے براہین قاطعہ رد انوار ساطعہ میں فرمایا ہے۔

"نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے" صفحہ

۲　"زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور چھٹہ سو سال تک ذکر فخر عالم کی ولادت کا اور وقائع قبل ولادت کا اور بعد ولادت کے حالات اور شرح صدر و نبوت اور بیان احکام و قصص وغیرہا کا تعلیم و تعلم کی طرح ہوتا تھا جیسا درس و تدریس علوم کا ہوتا ہے، نہ اسمیں عقد مجلس تھا نہ اطعام طعام نہ کوئی امر جیسا کہ خود فخر عالم کے وقت میں تعلیم ہوتی تھی" ص ۱۵۹

مولانا **اشرفعلی** صاحب تھانوی نے اصلاح الرسوم میں محفل مولد کی تین صورتیں معہ اسکے حکم و دلیل کے بیان فرمائی ہیں، بمناسبت مقام پہلی صورت بحذف دلائل میں یہاں نقل کرتا ہوں اسی طرح آئندہ حسب موقع باقی صورتوں کو بھی نقل کرونگا۔

"پہلی صورت۔ وہ محفل جسمیں قیود مروجہ متعارفہ میں سے کوئی قید نہو، نہ قید مباح نہ قید مکروہ سب قیود سے مطلق ہو مثلاً کچھ لوگ اتفاقاً جمع ہو گئے، کسی نے ان کو اہتمام کر کے نہیں بلایا یا کسی اور مباح ضرورت سے بلائے گئے تھے اسمیں خواہ کتاب سے یا زبانی حضور پرنور سرور عالم فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ولادت وغیرہ

و دیگر اخلاق و شمائل و معجزات و فضائل مبارکہ کا صحیح صحیح روایات سے بیان کر دیا گیا اور تو بیان میں اگر ضرورت امر بالمعروف بیان احکام کی دیکھی جاوے تو اسمیں بھی دریغ نہیں کیا گیا یا اصل میں اجتماع بعرض وعظ و احکام کے لئے ہوا اور اس کے ضمن میں ان وقائع شریفہ و فضائل کا بیان بھی آگیا۔ یہ وہ صورت ہے کہ بلا نکیر جائز بلکہ مستحب و سنت ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حالات و کمالات اسی طریق سے بیان فرمائے ہیں اور آگے صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم نے ان کو روایت کیا جسکا سلسلہ محدثین میں آجتک بفضلہ تعالے جاری ہے اور تا بقائے دین رہے گا۔" ص۷۹

مجوزین میں سے صاحب سیف الاسلام نے لکھا ہے۔

"فعل نماز کہ مشروط خاص و موقت با وقات و مقید بہ قیود مخصوصہ است بر خلاف ذکر آنحضرت صلعم کہ مقصود ازاں مطلق اجلال و توقیر و ادب و تعظیم است و بیان و مجلس اذکار را در شرع شریف وقتی و ہیئتے معین نیست" ص

مولوی محمد اعظم صاحب سفیر نے رسالہ فتح الودود فی اثبات المولود میں لکھا ہے۔

"معلوم ہوئے کہ زمانہ صحابہ و خیر القرون میں ذکر میلاد و سعادت بنیاد کا بایں طور تھا کہ کوئی عالم جب اسکا جی چاہتا یا لوگ اوس سے پوچھتے تو کسی مقام یا مجلس میں حسب مناسبت وقت آنحضرت کا تولد فرمانا اور اُس ایام کے عجائبات و ظہور غرائبات و دیگر حالات بابرکات و معجزات سرور کائنات از ابتدا تا انتہا مجملاً یا مفصلاً بحسب مصلحت وقت کہہ سُنانا اور سامعین بتوجہ خاطر سُنا کرتے اور اپنا ایمان ہر واحد تازہ کرتے اور آپس میں تذکرہ حالات مسموعہ کا کرتے" ص۸

مولوی عبد السمیع صاحب بیدل رامپوری نے انوار ساطعہ[1] میں لکھا ہے

"ہر چند وہ تذکرہ رواں اسا تو قدیم سے یعنی وقت صحابہ سے چلا آتا تھا" ص۱۵۹

"اصل تذکرہ مولد شریف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے چلا آتا ہے"۔ ص۱۶۱

---

[1] میرے پاس یہ رسالہ اور اسکا جواب براہین قاطعہ دونوں ایک ساتھ مطبوع بلالی اسٹیم پریس موجود ہے۔ میں اسی نسخہ کا نمبر صفحہ لکھونگا ۱۲ ص۵ یہ زیادہ تر انوار ساطعہ کے خوشہ چین ہیں ۱۲

۳

اِن حوالوں سے معلوم ہوگیا کہ نفس ذکر ولادت کیا چیز ہے اور اسکی ابتدا کب ہوئی۔ یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ وہ بالاتفاق اب بھی مندوب و مستحب و سنت اور باعث خیر و برکت، نیز موجب ازدیاد محبت ہے ایسا مقدس ذکر یا ایسی پاک محفل اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نصیب کرے۔

مروجہ مجلس مولد کی بابتہ البتہ علما کا اختلاف ہے اور مجھے اسی مختلف فیہ مجلس مولود کی تاریخ بیان کرنی ہے لیکن تاریخ بیان کرنے سے پہلے یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ مروجہ مجلس مولود کیا چیز ہے یہ بالکل واضح بات ہے کہ نفس ذکر ولادت اور مروجہ مجلس مولود میں صرف قید کا فرق ہے یعنی ذکر ولادت بلاقید کا نام نفس ذکر ولادت ہے تو ذکر ولادت مع القید کا نام مروجہ مجلس میلاد ہے، عام ازیں کہ وہ قید ایک ہو یا زیادہ اور حرام ہو یا مباح۔ قید مباح مفضی الی الخیر ہو یا مفضی الے الشر، نیز وہ ذکر مقید محض بقید حرام ہو یا صرف بقید مباح یا قید حرام اور مباح دونوں سے مرکب ہو۔ بہر حال ذکر ولادت مع القید کا نام مروجہ محفل میلاد ہے اور اسی مولود کو مولود بہیئت کذائیہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

مجلس میلاد کی ابتدا مروجہ مجلس مولد کی نسبت میں نے قرآن پاک کا ایک ایک حرف دیکھا، تفاسیر کا مطالعہ کیا، کتب احادیث و فقہ اور سیر و تواریخ کا ایک ایک ورق تلاش کیا مگر قرون ثلثہ یعنی عہد رسالت، دور صحابہ، و زمانۂ تابعین تبع تابعین میں کہیں اس کا وجود نہ ملنا تھا نہ ملا مولوی سید سلیمان صاحب ندوی نے سیرۃ النبی ج ۳ ص ۶۶۴ طبع دوم میں بلاحوالہ لکھا ہے کہ

"اسلام میں میلاد کی مجلسوں کا رواج غالباً چوتھی صدی سے ہوا ہے"

لیکن واقعہ یہ ہے کہ آغاز اسلام سے آیندہ چھ سو برس تک اس محفل کا پتہ نہیں چلتا۔ اسی لئے فریقین کا بھی اسکے جواز و عدم جواز میں گو اختلاف ہے تاہم اسپر اتفاق ہے کہ چھ سو ہجری تک اس مجلس کا وجود کتم عدم سے عرصۂ شہود میں نہیں آیا تھا۔

ہاں اسکی ابتدا خیر القرون کے بعد شر القرون میں ہوئی تھی وہ بھی اس وقت جبکہ اکثر بڑے بڑے ثقہ محدثین اور تمام ائمہ مجتہدین گذر چکے تھے، یہی وجہ ہے کہ مخالفین تو مخالفین خود موافقین بھی مثلاً قدما میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی رح متوفی ۸۵۲ھ، علامہ جلال الدین سیوطی رح متوفی سنہ ۹۱۱ھ وغیرہ جیسے با عظمت لوگ برابر لکھتے آرہے ہیں اور متاخرین کو بھی اقرار ہے کہ مروجہ مجلس مولد اسلاف سے منقول

۴

نہیں بلکہ اسکی ابتدا چھٹی صدی ہجری کے اخیر میں ہوئی چنانچہ مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں اعتراف کیا ہے کہ

"یہ سامان فرحت وسرور کرنا اور اسکو بھی مخصوص شہر ربیع الاول کے ساتھ اور اسمیں بھی خاص وہی بارھواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں۔" صـ ۱۵۹

معلوم ہوا کہ مروجہ مجلس مولد کا خیر القرون میں وجود نہ تھا اور شر القرون کی چھٹی صدی کے اخیر میں اسکی ابتدا ہوئی

مجلس میلاد کا پہلا بانی مجلس میلاد سے عام طور پر لوگوں کو آجکل جو حسن ظن ہے اسکا مقتضی یہ تھا کہ من حیث الموجد خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا یا خلفاء راشدین میں سے کسی خلیفہ کا یا ائمہ مجتہدین میں سے کسی امام کا نام زبان پر آتا مگر انکے وقت میں جب محفل مولود کا وجود ہی نہ تھا تو انکا نام کیونکر لیا جاسکتا ہے، پھر کس نے ایجاد کیا؟ صاحب مجموعہ سعادت نے لکھا ہے۔

"نقل ہے کہ ایک عالم باخدا نے ہندوستان سے ہجرت کرکے مکہ معظمہ میں بود وباش اپنی اختیار کی تھی وہ حقیقت مجلس مولود کی یوں فرماتے تھے کہ روم سے ایک سالار فوج کہ جسکو پاشا کہتے ہیں مکہ معظمہ میں ساتھ فوج کے آیا اور اس نے مجلس مولود دیکھکر مفتی مکہ معظمہ سے پوچھا کہ اس مجلس کا کیا حکم ہے اور کس زمانہ میں ایجاد پائی اور کسدرجہ میں ہے آیا فرض یا سنت یا مستحب جو ہو معہ دلائل فتوے لکھکر میرے پاس بھیجدو، پھر مفتی نے کتابوں میں تلاش کیا کچھ پتا وثبوت نہیں پایا مگر ایک تاریخ کی کتاب میں اسقدر مندرج پایا کہ سنہ سات سو ہجری میں شہر مصر میں ایک شخص نے مسلمانوں کی ضیافت طعام کی اور قبل کھانے کے ایک عالم سے وعظ بھی کہلائی، اوسنے حدیثیں صحیحہ ولادت اور معجزہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مروی ہیں اونکو سنائی اور واقعات اور عجائبات اوسوقت کے بھی کچھ بیان کئے، لوگوں کو خوش آیا، پھر دوسرے شخص نے اپنے گھر اسی طور پر مجلس منعقد کی، پھر تیسرے شخص نے ایسا ہی کیا رفتہ رفتہ مجلس مولود نامزد ہوکر مشہور ہوئی، مفتی نے اس کیفیت کو پاشا کے پاس لکھکر بھیجدیا اور کوئی طرح کا حکم اوسپر نہیں لکھا الخ" مجموعہ سعادت جـ ۲ صـ ۱۳۰

مگر افسوس کہ مولف مجموعہ سعادت کی تحریر سے نہ منقول عنہ کا پتہ چلتا ہے، نہ عالم مہاجر و مفتی مکہ معظمہ اور پاشا سالار فوج کا نام معلوم ہوتا ہے، نہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کس سنہ ھ میں مصر میں اول کس نے مجلس کرائی اور اسمیں کس نے مولود نما وعظ بیاں کیا تھا؟

ہاں جنکا نام لیا جاتا ہے اور مخالفین یا موافقین سب نے تسلیم کیا ہے، وہ عمر بن ملا محمد موصلی ہیں کہ جنہوں نے دنیا میں سب سے پہلے موصل میں مروجہ مجلس مولد کو ایجاد کیا تھا چنانچہ مجوزین میلاد میں سے قدمائے مثلاً شارح صحیح مسلم علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ کے شیخ، حافظ الحدیث امام ابو محمد عبد الرحمن بن اسمٰعیل المعروف بہ ابی شامہ نے کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث میں اور علامہ جلال الدین سیوطی کے شاگرد، علامہ محمد بن علی یوسف دمشقی شامی نے کتاب سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد مشہور بہ سیرۃ شامی میں تصریح کی ہے کہ

کان اول من فعل بالموصل عمر بن محمد احد الصالحین المشهورین وبه اقتدیٰ فی ذلك صاحب اربل۔	سب سے پہلے مولود کیا تھا عمر بن محمد نے موصل میں جو ایک نیک آدمی مشہور تھے اور انکی پیروی کی تھی مولود میں سلطان اربل نے

پھر تقریباً تمام متاخرین نے غالباً انہیں سے اور ایسا ہی نقل کیا ہے۔ چنانچہ مفتی محمد سعد اللہ صاحب کا قول مولوی عبد الحق صاحب مہاجر مکی کے رسالہ الدر المنظم فی حکم عمل مولد النبی الاعظم میں منقول ہے۔

"اول یہ عمل ربیع الاول میں کرنا تخصیص اور تعیین کے ساتھ شہر موصل میں ہوا کہ ایک شہر ہے ملک عراق میں وہاں ایک متقی دیندار شیخ عمر جو صلحائے روزگار سے تھے اونہوں نے یہ عمل ایجاد کیا" ص۱۶۰

مولوی محمد اعظم صاحب نے فتح الودود میں لکھا ہے۔

"جاننا چاہیے کہ بانی اس محفل اقدس کے علامہ وقت شیخ الوقت حضرت شیخ عمرو بن ملا محمد موصلی ہیں" ص۳

غرض آغاز اسلام سے چھ سو برس بعد مطلق ذکر ولادت کو اول جس نے مقید کیا یا مروجہ مجلس مولود کو جس نے سب سے پہلے ایجاد کیا وہ عمر بن محمد ہیں اور محل ایجاد موصل تھا۔

موجد میلاد کا حال عمر بن محمد موصلی کا شمار نہ مجتہدین میں ہے نہ محدثین میں، نہ فقہاء میں ہے نہ متکلمین میں

وہ ایک مجہول الحال اور معمولی درجہ کے آدمی تھے انکا کارنامہ بس مجلس میلاد کا ایجاد کرنا تھا اور انکا اتنا ذکر سلطان اربل کے طفیل میں ہے کہ اسنے عمل مولود میں انکی اقتدا کی ورنہ آج انکا کوئی نام بھی نہ جانتا۔

"علامہ ابوشامہ اور صاحب سیرۃ شامی نے صرف اتنا لکھا" احد الصالحین المشہورین"

کہ وہ ایک نیک آدمی مشہور تھے۔ حالانکہ انکا یہ لکھنا معلوم نہیں محض بنا بر شہرت تھا یا ذاتی طور پر انہیں خود تحقیق تھی اور واللہ اعلم وہ شہرت نفس الامر کے مطابق تھی یا خلاف واقع؟

ایسے مواقع پر بالخصوص جبکہ حکومت وقت کسیکو اپنی مقبولیت سے نواز دے پروپیگنڈا کمیٹیوں کی بدولت ایسی شہرت ہو جانا کچھ بعید نہیں پس یہ بھی قرین قیاس ہے کہ سلطان اربل کی احسانی نظر ہی انکی شہرت کا باعث ہوئی ہو اور یہ فقرہ بجائے تعریف صحیح کے ویسے ہی ہجو ملیح ہو جیسی کہ ابن حبان نے عبداللہ بن محرر کے حق میں اول طنزاً لکھا" کان من خیار عباد اللہ" کہ عبداللہ خدا کے نیک بندوں میں تھے۔

مگر پھر اسکے بعد ہی انکا اصلی جوہر یوں ظاہر کر دیا

الا انہ کان یکذب ولا یعلم ویقلب الاخبار ولا یفہم	مگر وہ کاذب، بے علم، نافہم تھے، خبروں کو بدلدیتے تھے

بلکہ مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ علامہ تاج الدین فاکہانی رح نے رسالہ المورد فی الکلام علی عمل المولد میں فرمایا ہے کہ

احدثہا البطالون وشہوۃ نفس واعتنا بہا الاکالون	مولود کو نکالا اور اسکا اہتمام کیا جھوٹوں خواہش نفس والوں اور شکم پروروں نے۔

صاحب توضیح المرام فی بیان المولد والقیام نے بلا حوالہ نقل کیا ہے۔

"اول من اخترعہ الملک الاربل ومن رعایاہ عمر بن ملا محمد وکانا فتنتین عند اہل الشریعۃ لانہما یستمعان الغنا والملاہی بل کان الاربل یرقص" ص۶

صاحب قرۃ العیون نے اول یہ لکھا اور یہ بات بخوبی ظاہر و باہر ہے کہ یہ مجلس میلاد مذکور بعد قرون ثلثہ کے اہل بدعت نے ایجاد کی ہے۔" ج ۱ ص۳ پھر آگے چلکر شیخ عمر اور سلطان اربل دونوں کے متعلق مع حوالہ صاف ظاہر کر دیا کہ

"اور ظاہر ہے کہ موجد اس مجلس میلاد بہیئت کذائیہ کا شیخ عمر اور ملک مظفر ابو سعید ہیں اور معلن بالفسق ہونا ان کا قول (عبداللہ بن اسعد الیافعی الشافعی المتوفی ۷۶۸ھ صاحب مراۃ الجنان سے واضح اور ثابت ہے" ج ۱ ص ۵۰

ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن محمد کاذب تھے، فاسق تھے، بدعتی تھے، غیر ثقہ تھے۔

مجلس میلاد کا پہلا مروج اہل اسلام چھ سو برس تک جس مجلس مولد سے قطعاً نا آشنا تھے بظاہر بعض کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے موجد عمر بن محمد اور سلطان اربل دونوں تھے جیسے مولف قرۃ العیون۔ بعض کی عبارت سے شبہ ہوتا ہے کہ اول سلطان اربل نے ایجاد کیا تھا جیسے علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المقصد فی عمل المولد میں لکھا ہے کہ

واول من احدث ذلک ابن المظفر ابو سعید ابن زین الدین بن علی احد الملوک الامجاد

سب سے پہلے مولود کیا ابن مظفر ابو سعید ابن زین ابن علی نے جو ایک بڑے بادشاہوں سے تھا۔

بعض کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اول موجد عمر بن محمد تھے اور سلطان اربل مولود میں انکے پیرو تھے جیساکہ علامہ ابو شامہ اور صاحب سیرۃ شامی کی عبارت میں اوپر تم ابھی پڑھ چکے ہو "وبہ اقتدی فی ذلک صاحب اربل" کہ بادشاہ اربل نے مولود میں عمر بن محمد کی پیروی کی تھی۔ یہ آخری بات صحیح ہے، اصل یہ ہے کہ ایجاد میلاد کا فخر تو عمر بن محمد کو حاصل ہے اور انکی اقتدا میں اسکو رواج و شہرت دینے کی عزت بادشاہوں میں سلطان اربل نے سب سے پہلے پائی جیساکہ معز الدین حسن خوارزمی نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ

وھو اول من احدث من الملوک بھذا العمل

بادشاہوں میں سلطان اربل پہلا بادشاہ ہے جسنے مولود کیا

اسی لفظ "اول" سے سیرۃ شامی کے کلام میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا تھا۔ مجوزین میں سے مولانا محمد سلامت اللہ صاحب نے اشباع الکلام میں اسکو نقل کرکے یہی جواب دیا ہے۔

(باقی آیندہ)

سنتہٗ ضروریہ (۳) گذشتہ سے پیوستہ

عرس

چوتھا سوال یہ تھا کہ عرس کرنا اور اسمیں شرکت کرنا کیسا ہی؟

الجواب عرس (جو نام ہے اون سالانہ اجتماعات اور میلوں کا جو بزرگان دین کے مزارات پر سال وار کئے جاتے ہیں) ناجائز ہے اور اوسمیں شرکت بھی ناجائز ہے۔

سنن نسائی اور سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ولا تجعلوا قبری عیداً۔ اور میری قبر کو میلہ (گاہ) نہ بناؤ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر ہی اس قسم کے اجتماعات درست نہیں تو دوسروں کی قبروں پر بدرجہ اولیٰ ممنوع و ناجائز ہونگے۔

فخار الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے نواسے اور شاگرد خاص حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جنپر ہندوستان کے بیشتر علماء کی اسناد حدیث کا مدار ہے اور جنکے کلام سے بعض مخالفین اہلسنت نے بھی استدلال کیا ہے) اپنی مشہور کتاب اربعین میں اسی عرس کے متعلق ارقام فرماتے ہیں

مقرر ساختن روز عرس جائز نیست — عرس کے دنکا مقرر کرنا جائز نہیں

در تفسیر مظہری مینویسد — تفسیر مظہری میں ہے کہ

لا یجوز ما یفعلہ الجہال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف حولہا واتخاذ السرج والمساجد الیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونہ عرسا

جاہل لوگ حضرات اولیاء اور شہداء کے مزارات کیساتھ جو معاملات کرتے ہیں سب کے سب ناجائز ہیں یعنی اونکو سجدہ کرنا اور اونکے گرد طواف کرنا اور اونپر چراغاں کرنا اور اونکی طرف کو مسجدیں بنانا اور ہر سال عیدوں کی طرح اونپر جمع ہونا جسکا نام عرس ہے۔

اسی طرح ہندوستان کے مایۂ ناز علامہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے تلمیذ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے اُستاد ہیں اور شاہ صاحب موصوف نے جنکو بیہقی وقت کہا ہے) اپنی معروف و مشہور کتاب "ارشاد الطالبین" میں فرماتے ہیں۔

قبور اولیا بلند کردن و گنبد برآں ساختن و عرس و امثال آں و چراغاں کردن ہمہ بدعت است بعض ازاں حرام است و بعض مکروہ پیغمبر خدا بر شمع افروزاں نزد قبر و سجدہ کنندگان را لعنت گفتہ

اولیاء اللہ کی قبرونکو بلند بنانا اور اونپر گنبد کھڑا کرنا اور عرس وغیرہ اور چراغاں کرنا یہ تمام چیزیں بدعت ہیں بعض انہیں سے حرام ہیں اور بعض مکروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر لعنت کی ہے جو قبروں پر روشنی کریں یا قبروں کو سجدہ کریں

یہ تو حکم تھا اُن عرسونکا جواب سے دو سو تین سو برس پہلے ہوتے تھے جنمیں بس سالانہ اجتماع ہوتا تھا اور کچھ مخصوص بدعتیں کیجاتی تھیں لیکن آجکل عام طور پر جو عرس ہوتے ہیں اور بزرگان دین کے نام پر جسطرح احکام شرعیہ کو پامال کیا جاتا ہے وہ تو ایمان و اسلام کے سراسر منافی ہے اور خدا کی قسم اگر قرن اوّل کا کوئی مسلمان ان عرسونکو دیکھے تو اوسکو کبھی اسکا وہم بھی نہو گا کہ یہ مسلمانونکا مجمع ہے اللہ اللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ

ان اللہ بعثنی رحمۃ للعلمین و ھدی للعلمین وامرنی ربی بمحو المعازف و المزامیر الخ

حق تعالیٰ نے مجھ کو تمام عالم کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ معازف و مزامیر (باجوں گاجوں) کی لعنت سے دنیا کو پاک کردوں (مشکوٰۃ شریف) مسند احمد

اور یہ مدعیانِ معرفت الٰہی باجوں گاجوں کو وصل الٰہی کا ذریعہ بتائیں۔ طبلے کی ہر تھاپ اور ہارمونیم کے ہر سُر سے انکے مقامات طے ہوں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا،

عرس و قوالی کے حامی للہ تھوڑی دیر کے لئے ضد اور ہٹ دھرمی سے الگ ہو کر غور کریں کیا اسلام کا منشا یہی تھا کہ ناچ رنگ اور گانے بجانے کو فروغ ہو؟ کیا پیغمبر اسلام نے یہی تعلیم دی تھی؟

خدا کی قسم اسلام اِن ہوس پرستیونکو مٹانے کے لئے آیا تھا داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھلے لفظوں میں ان کاموںکو لعنت بتلایا تھا پھر آج جو شخص کسی بہانے سے اِن چیزوں کو فروغ دے رہا ہے

درحقیقت وہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نصب العین سے جنگ کر رہا ہے اور وہ صرف اپنے نفس ہی پر نہیں بلکہ دین اسلام پر سخت ظلم کر رہا ہے وہ دنیا کی نظروں میں پیغمبر عرب کے پیام کو ذلیل اور حقیر کر رہا ہے وہ صرف اپنے نفس امارہ کی ناجائز پیاس بجھانے کے لئے عرس کے نام پر عیش وطرب کی مجلسیں منعقد کر کے ابوجہل اور ابولہب کے طریقے کو زندہ کرتا ہے اور اوسکو امر دین اور کار ثواب کہکر اسلام کے ساتھ تمسخر کرتا ہے اور دوسروں کو ملت اسلامیہ پر ہنسنے کا موقع دیتا ہے مسلمانو! یقین کرو غیر مسلم تمہارے ان کھیل تماشوں عرس و قوالی کے مجمعوں کو دیکھتے ہیں اور تمہارے مبتدعانہ پروپگنڈے کی وجہ سے انہی خرافات کا نام اسلام سمجھتے ہیں اور پھر ایسے اسلام کو دور سے سلام کرتے ہیں،

خدارا ذرا غور کرو کہ تمہاری اس بے راہ روی سے ملت اسلامیہ کو کسقدر نقصان پہنچ رہا ہے واللہ العظیم میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ دشمنان اسلام کے سیکڑوں برس کے معاندانہ پروپگنڈے نے اسلام کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا کہ تمہاری ان گمراہیوں نے جنکو تم مذہب کی آڑ میں اور دین کے نام پر کرتے ہو اور اپنی کور دماغی یا کج فہمی سے اونکا نام "بدعت حسنہ" رکھتے ہو۔

تم خود اپنے ضمیر سے پوچھو کہ کیا ایمان و اسلام کے دعوے کے ساتھ یہ اسلام کش حرکتیں تمہارے لئے زیبا ہیں ؎

ہر گرم باورنے آید زروئے اعتقاد   ایں ہمہ ہا کردن و دینِ پیمبر داشتن

اللّٰھم احفظنا و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔

سماعِ موتیٰ

پانچواں سوال یہ تھا کہ "مردے سنتے ہیں یا نہیں"؟   **الجواب**

تیسرے سوال کے جواب میں لکھا جاچکا ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ سلف حتی کہ صحابہ کرام میں اختلاف ہے حضرت امام ابو حنیفہ سماع اموات کے منکر ہیں اور دیگر بعض ائمہ اوسکے مثبت صحابہ کرام میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اوسکی منکر ہیں اور حضرت عمر و ابن عمر رضی اللہ عنہما اوسکے قائل پس یہ مسئلہ

ہمارے لئے قابل نزاع نہیں رہا اور نہ بالقطع والیقین ایک کی تصویب اور دوسرے کی تغلیط کیجا سکتی ہے
ہاں حدود و مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے ترجیح دیجا سکتی ہے چنانچہ ہمارے اکابر علماء حضرت امام اعظم
اور جمہور حنفیہ کیطرح حضرت ام المومنین رضؓ کے مسلک کو راجح اور قوی سمجھتے ہیں۔

حضرت صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا استدلال اس آیت سے ہے

انک لا تسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور

آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور جو قبروں میں جا چکے آپ انکو اپنی آواز نہیں پہونچا سکتے۔

اور جو حضرات سماع کے قائل ہیں اونکا استدلال بعض احادیث سے ہے اور وہ آیت مذکورہ بالا میں
تاویل کرتے ہیں اور منکرین سماع آیت کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہوئے احادیث میں مناسب توجیہ کرتے ہیں
واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال

تذییل

آجکل کے اہل بدعت بھی (باوجود ادعاے حنفیت) چونکہ سماع موتےٰ کے قائل ہیں اسلئے اونہوں نے یہ
بھی ایک شاخسانہ نکالا ہے کہ "حضرت امام ابو حنیفہ اور مشائخ حنفیہ بھی سماع کے قائل ہیں" یہ اونکی صرف
جہالت ہے یا موشہ زوری ورنہ کتب حنفیہ اسکی تصریحات سے پر ہیں۔

استاذ الآفاق حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ "مائۃ مسائل" میں چھبیسویں سوال
کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔

نزد اکثر حنفیہ سماعت موتےٰ ثابت نیست چنانچہ
از کتاب کافی شرح وافی و فتح القدیر حاشیہ ہدایہ
صراحۃً و اشارۃً کہ قریب بتصریح است و از مستخلص
شرح کنز و عینی شرح کنز و کفایہ شرح ہدایہ معلوم میشود

اکثر حنفیہ کے نزدیک سماع موتےٰ ثابت نہیں
جیسا کہ وافی کی شرح کافی اور فتح القدیر سے
صراحۃً و اشارۃً اور کنز کی شرح مستخلص اور عینی اور
کفایہ شرح ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے۔

ہدایہ "باب الیمین فی الضرب والکلام" میں فرماتے ہیں

الایلام لا یتحقق فی المیت وکذا الکلام
لان المقصود من الکلام الافہام والموت ینافیہ

(جسمانی) تکلیف دینا میت میں متحقق نہیں ہو سکتا اور
ایسے ہی کلام کرنا بھی کیونکہ کلام کا مقصد سمجھانا ہوتا ہے اور

صاحب ہدایہ کے اس قول کی شرح میں امام ابن الہمام فرماتے ہیں

فلان المقصد من الکلام الافہام والموت — موت افہام تفہیم کے اسلئے منافی ہے کہ میت
ینافیہ لانہ لایسمع فلا یفہم — سنتا ہی نہیں اسلئے سمجھ بھی نہیں سکتا

نیز یہی ابن ہمام اسی فتح القدیر میں دوسری جگہ ارقام فرماتے ہیں

عند اکثر مشائخنا ھوان المیت لایسمع — ہمارے اکثر مشائخ حنفیہ اسکے قائل ہیں کہ اموات سنتے نہیں

ایسی ہی تصریحات مراقی الفلاح اور طحطاوی اور دیگر کتب حنفیہ میں بھی ہیں استیعاب کی ضرورت نہیں

بہرحال حضرت امام ابوحنیفہ اور جمہور حنفیہ سماع موتی کے منکر ہیں اور دوسرے بعض ائمہ کرام اسکے مثبت اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ مسئلہ قرن اول سے مختلف فیہ رہا ہے لہذا اس مسئلہ میں کسی ایک جانب بھی تشدد درست نہیں اور نہ ہمکو یہ حق ہے کہ ایسے مسائل میں کوئی قطعی فیصلہ کر سکیں۔

پیر شہید کا بکرا

چھٹا سوال یہ تھا کہ "پیر شہید کے نام کا ذبح کیا ہوا بکرا کھانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب۔ اگر اسکا یہ مطلب ہے کہ بکرا ذبح کرتے وقت پیر شہید کا نام لیا گیا ہو اور بجائے اللہ کے آدمی کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جب تو ظاہر ہے کہ ایسا ذبیحہ سب کے نزدیک بالکل حرام ہے۔

نص قرآنی میں ہے۔

لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ — جس ذبیحہ پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اسکو نہ کھاؤ۔

اور اگر پیر شہید کے نام پر ذبح کرنے کا یہ مطلب ہے کہ بکرا یا کوئی دوسرا جانور کسی پیر شہید کے لئے بولدیا گیا ہو اور اوسی کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو اور پھر اوسکو خدا کے نام پر ذبح کیا جائے (جیسا کہ بہت سے عوام جہال آجکل کرتے ہیں) تو اوسکا حکم بھی یہی ہے کہ اوسکا کھانا حرام ہے اور وہ مردار کے حکم میں ہے"

فخر ہندوستان حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی نفیس اور مقبول تفسیر "فتح العزیز" میں آیہ کریمہ

انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ" کی تفسیر میں اس مسئلہ پر نہایت شرح وبسط کے ساتھ کلام فرمایا ہے اور حق یہ ہے کہ ارباب بصیرت کے لئے مسئلہ کو بالکل واضح اور روشن

کردیا ہے ہم اس مقام پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت بتمامہا نقل کرتے ہیں اور اسی پر بس کرتے ہیں

ملاحظہ ہو فتح العزیز صفحہ ۳۴۶

وما اھل بہ یعنی ومگر آں جانور کہ آواز بر آوردہ شد
وشہرت دادہ شد در حق آں جانور کہ لغیر اللہ یعنی
برائے غیر خدا است خواہ آں غیر بت باشد یا روحے
خبیث کہ بطریق بھوگ کہ بنام او بدہند وخواہ جنے
مسلط بر خانہ یا سرائے کہ بدون دادن جانور از ایذائے
سکنۂ آنجا دست بردار نشود یا توپ را روانہ کردن
ندہد وخواہ پیرے و پیغمبرے را بایں وضع جانورے
زندہ مقرر کردہ دہند کہ ایں ہمہ حرام است ودر حدیث
صحیح وارد شدہ کہ ملعون من ذبح لغیر اللہ یعنی ہر کہ بذبح جانور تقرب
بغیر خدا نماید ملعون است خواہ در وقت ذبح نام
خدا بگیرد یا نی زیرا کہ چوں شہرت داد کہ ایں جانور
برائے فلانے است ذکر نام خدا وقت ذبح فائدہ نکرد
چہ آں جانور منسوب بآں غیر گشت وخبثی در وے پیدا گشت
کہ زیادہ از خبث مردار ست زیرا کہ مردار بے ذکر نام
خدا جان دادہ است وجان ایں جانور را از آن غیر خدا
قرار دادہ کشتہ اند وآں عین شرک است وہرگاہ ایں
خبث در وے سرایت کرد دیگر بذکر نام خدا حلال
نمیشود مانند سگ وخوک کہ اگر بنام خدا مذبوح شوند
حلال نمیگردند کنہہ ایں مسئلہ آں ست کہ جانور را
غیر جان آفریں نیاز کردن درست نیست وما کولات

وما اھل بہ ۔ اور جز ایں نیست کہ حرام کیا اللہ تعالیٰ
نے تمپر فلاں فلاں چیز (نکو اور) اس جانور کو جسکے حق
میں یہ کہا گیا ہو اور شہرت دیگئی ہو کہ یہ غیر اللہ کے لئے ہے
خواہ وہ بت ہو یا کوئی خبیث روح کہ بھوگ کے طریقے
پر اسکے نام پر دیویں اور یا خواہ کوئی جن ہو جو کسی مکان پر
مسلط ہو کہ بغیر جانور دئے ہوئے اس مکان کے رہنے والوں
کی ایذا رسانی سے دست بردار نہو یا توپ کو چلنے نہ دے
یا خواہ کسی پیر و پیمبر کو اس طریقے پر زندہ جانور مقرر کرکے
دیں کہ یہ تمام حرام ہیں۔ اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ
ملعون من ذبح لغیر اللہ یعنی جو کوئی جانور کو ذبح کرکے
غیر اللہ سے تقرب کرے وہ ملعون ہے خواہ ذبح کیوقت خدا
کا نام لے یا نہیں۔ اسلئے کہ جب ذبح کرنیوالے نے اسکی
شہرت دی کہ یہ جانور فلاں کے لیئے ہی تو ذبح کیوقت خدا تعالیٰ
کا نام لینا فائدہ نہیں دیگا۔ اسلئے کہ وہ جانور غیر کی جانب
منسوب ہو گیا اور ایسی خباثت پیدا ہو گئی جو مردار کی خباثت
سے بھی زیادہ ہے اسلئے کہ مردار نے بغیر ذکر خدا کے جان دیدی ہے
اور اس جانور کو غیر اللہ کی طرف سے مقرر کرکے ذبح کیا ہے
اور یہ عین شرک ہی اور جبکہ اس خباثت کا اثر اسمیں ہو گیا تو خدا
کے نام لینے سے حلال نہیں ہوگا مانند سور اور کتے کے کہ اگر
خدا تعالیٰ کا نام لیکر ذبح کئے جائیں تو حلال نہیں ہونگے

ومشروبات ودیگر اموال رانیز اگرچہ از راہ تقرب بغیر اللہ دادن حرام وشرک است اما ثواب آں چیزہا راکہ عائد بدہندہ میشد ازاں غیر ساختن جائز است زیراکہ انسانرا میرسد کہ ثواب عمل خود را بغیر خود بہ بخشد چنانچہ میرسد کہ مال خود را بغیر خود بدہد وجان جانور مملوک آدمی نیست تا اورا بکسی تواند بخشید ونیز دادن مال ازیں جہت مستوجب ثواب است کہ آدمیاں بوے منتفع میشوند وچوں مردہ ہا بعد از مفارقت ایں جہان قابل انتفاع بعین مال نماندہ اند طریق نفع رسانیدن بآنہا در شرع چنیں قرار یافت کہ ثواب اموال راکہ بمستحقان برسانند بآنہا عاید سازند وچوں جان جانور اصلا قابل انتفاع آدمی نیست در زندگی پس از مردگی نیز قابل انتفاع او نباشد آرے اضحیہ از طرف مردہ کردن در حدیث صحیح آمدہ است لیکن معنیش ہمیں است کہ دادن جان برائے خدا وثوابے کہ دارد بآں مردہ بخشیدہ شود نہ آنکہ ذبح برائے مردہ کردہ آید وبعضی جہال مسلمین درینمقام کج فہمی میکنند ومیگویند کہ گوشت را پختہ بنام مردہا دادن بلاشبہہ جائز است وما نیز از ذبح کردن جانور بنام آں مردہ ہمیں قدر قصد مینمائیم برائے فہمانیدن ایشاں یک نکتہ کافی است کہ بایشاں باید گفت کہ ہرگاہ شما ذبح کردن جانور بنام غیر خدا نذر میکنید کہ عوض آں جانور گوشت بہماں مقدار خریدہ وپختہ بفقرا بخورانید

اور حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جانکو جان آفرین کے علاوہ کسی دوسرے کی نذر کرنا درست نہیں کھانے پینے کی چیزیں اور دوسرے اموال کو بھی اگرچہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے دینا حرام اور شرک ہے مگر ثواب ایسی چیزوں کا جو دینے والے کی طرف لوٹے غیر کے لئے کرنا جائز ہے اسلئے کہ انسانکو یہ حق ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کو بخشدے جیسا کہ یہ حق ہے کہ اپنا مال کسی کو دیدے اور جانور کی جان ملکیت میں نہیں ہے تو اسے کسیکو کیسے بخش سکتے ہیں۔ اور مال کا دینا اسوجہ سے باعث ثواب ہے کہ آدمی اس سے نفع اوٹھاتے ہیں اور چونکہ مردے اس دار فانی سے مفارقت کے بعد عین مال سے نفع اوٹھانے کے قابل نہیں رہتے تو انکی نفع رسانی کا طریقہ شریعت میں یہ قرار پایا کہ مال کا ثواب جو مستحقین کو پہونچا ان مردوں کی طرف لوٹا دیں۔ اور چونکہ جانور کی جان کسیطرح آدمی کی زندگی میں نفع کے قابل نہیں پس مرنے کے بعد بھی قابل انتفاع نہیں ہاں مردہ کی جانب سے قربانی کرنا تو یہ حدیث صحیح میں آچکا ہے لیکن اسکا بھی یہی مطلب ہے کہ خدا کیواسطے جان کے دینے سے جو ثواب حاصل ہو وہ مردہ کو بخشدیا جائے یہ نہیں کہ مردے کے لئے ذبح کیا جائے مسلمانوں میں سے بعض جاہل اس موقعہ پر کج روی اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گوشت کو پکا کر مردوں کے نام سے دینا بلاشبہ جائز ہے اور ہم بھی کسی مردہ کے نام سے جانور کے ذبح کرنے سے اتنا ہی ارادہ کرتے ہیں ان جاہلوں کے سمجھانے کے لئے یہ ایک نکتہ کافی ہے کہ انسے کہنا چاہیے کہ جسوقت تم کسی جانور

در ذہن شما آں نذر ادا میشود یا نہ اگر میشود در راست
بگوئید کہ مقصود شما از ذبح غیر از گوشت خورانیدن
برائے ثواب آں مردہ نبود والا تقرب بذبح نذر
او کردہ آید و شرک صریح لازم می آید و در لفظ ہمیں
آیت کہ در چہار جا از قرآن مجید وارد شدہ تامل
باید کرد کہ ما اھل بہ لغیر اللہ فرمودہ اند نہ ما
ذبح باسم غیر اللہ پس ذبح کردن بنام خدا
ہمراہ شہرت دادن و آواز بر آوردن باینکہ فلانی
گاؤ فلانی و بز فلانے میکند ہیچ فائدہ نمیکند و گوشت
آں جانور حلال نمیگردد و اھل را بر ذبح حمل کردن
خلاف لغت و عرف ست ہرگز اہلال در لغت
عرب و عرف آں دیار و آں وقت بمعنے ذبح نیامدہ
در ہیچ شعر و ہیچ عبارت بلکہ اہلال در لغت عرب
بمعنے بلند کردن آواز و شہرت دادن است چنانچہ
اہلال ہلال و اہلال طفل نو تولد و اہلال بمعنے تلبیہ
حج و غیر ذلک مستعمل است و اگر کسی بگوید کہ اہللتُ
للہ ہرگز معنے ذبحت للہ فہمیدہ نخواہد شد و نیز اگر
اھل را بر ذبح حمل کردہ شود پس ذبح لغیر اللہ مراد
خواہد شد ذبح باسم غیر اللہ از کجا فہمیدہ شو تا مدعائے
ایں مردم حاصل شود پس دریں عبارت اہلال
را بمعنے ذبح گرفتن باز لغیر اللہ را بجائے باسم غیر اللہ
ساختن فریب تحریف کلام الٰہی میرسد در تفسیر نیشاپوری
میگوید اجمع العلماء لو ان مسلماً ذبح ذبیحۃ وقصد
بہ التقرب الی غیر اللہ تعالیٰ صار مرتداً و ذبیحۃ ذبیحۃ مرتد

کے ذبح کی نذر غیر خدا کے نام پر کرتے اگر بجائے اسکے
اسی مقدار میں گوشت خرید کر فقراء کو کھلا دو تو آیا تمہارے
نزدیک وہ نذر ادا ہوتی ہے یا نہیں اگر ہو جاتی ہے تو سچ
کہتے ہو کہ تمہارا مقصد ذبح کرنے سے سوائے گوشت کھلانے
کے اس مردہ کے ثواب کے لئے اور کچھ نتھا اور نہیں تو
اس مردہ کی نذر سے تقرب کرنا ہوگا اور شرک صریح لازم
آئیگا اور اس آیت کے الفاظ میں جو چار جگہ قرآن مجید میں
آئے ہیں غور کرنا چاہیے۔ ما اھل بہ لغیر اللہ فرمایا ہے ما ذبح
باسم غیر اللہ نہیں فرمایا پس خدا کے نام سے ذبح کرنا بعد
اس شہرت کے کہ یہ گائے یا یہ بکری فلاں کے لیے ہے کوئی
فائدہ نہیں دیگا اور اس جانور کا گوشت حلال نہیں ہوگا
اور اہل کو ذبح پر حمل کرنا لغت اور عرف کے خلاف ہے
اہلال لغت عرب میں اور اس دیار کے عرف میں ذبح
کے معنے میں کسی شعر اور کسی عبارت میں ہرگز نہیں آیا ہے بلکہ
اہلال لغت عرب میں آواز بلند کرنے اور شہرت دینے کے
معنے میں ہے جیسا کہ اہلال ہلال اور استہلال بچہ نوزائیدہ
اور اہلال تلبیہ حج کے معنے اور اسکے علاوہ میں مستعمل ہے
اور اگر کوئی اھللت للہ کہے تو اس سے ذبحت للہ
کے معنے ہرگز نہیں سمجھا جائیگا۔ اور اگر اہل کو ذبح پر ہی حمل
کیا جاوے پس ذبح لغیر اللہ مراد ہوگا ذبح باسم غیر اللہ کہاں
سے سمجھا جائیگا۔ تاکہ اس شخص کا مدعا ثابت ہو پس اس
عبارت میں اہلال کو ذبح کے معنے میں لینا اور پھر لغیر اللہ
کو باسم غیر اللہ کی جگہ پر رکھنا فریب کلام الٰہی کی تحریف کا

وکافران در جاہلیت بوقت برآمدن از خانہ و در راہ بنام بتان آواز میکردند و چون بمکہ معظمہ میرسیدند طواف خانہ کعبہ مینمودند این طواف ایشان بخانہ خدا ہرگز از ایشان مقبول نبود ولہذا حکم شد کہ فلا تقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا پس در ینجا نیز چون آواز برآوردند و شہرت دادند کہ این جانور از فلانی است و بنام اوست و برائے او می کنیم و در وقت ذبح بنام خدا ذبح کنانیدند اصلا موجب ترتب علیت نگشت۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ علماء نے اس مسئلہ پر اجماع کیا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے جانور کو ذبح کیا اور اسکے ذبح سے غیر اللہ کے تقرب کا ارادہ کیا تو وہ مرتد ہوگیا اور اوسکا ذبیحہ مانند مرتد کے ذبیحہ کے ہوا انتہی۔

زمانہ جاہلیت میں کفار گھر سے نکلنے وقت اور رستہ میں بتوںکا نام لے کر آواز بلند کرتے تھے اور جب مکہ معظمہ میں پہونچتے تھے تو خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے انکا یہ خانہ خدا کا طواف کرنا بالکل فضول ہوا اور اسی وجہ سے حکم ہوا کہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں پس اسجگہ بھی جب شہرت دیدی کہ یہ جانور فلاں کے لیے ہے اور اوسکے نام کا ہے اور اسی کے واسطے ہم کر رہے ہیں اور ذبح کیوقت خدا کے نام سے ذبح کیا ہرگز حلال نہ ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام اس مسئلہ میں قول فیصل ہے در حقیقت از روئے نص قرآنی وہ جانور حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے لئے بولا گیا ہو اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا گیا ہو پھر کتب فقہ شامی قاضی خاں وغیرہ میں بھی یہ جزئیہ مصرح ہے واللہ تعالیٰ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ہ کتبہ احقر عباد اللہ محمد منظور النعمانی عفا عنہ مولاہ

تحقیق الصواب فی مسائل ایصال الثواب

مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے مسائل متنازعہ کے متعلق ایک چھوٹا سا رسالہ کشف الحجاب عن مسائل ایصال الثواب" حال میں لکھا ہے جو بڑی تیز دستی کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے اور اوسکو ان مسائل کا انقطاعی اور آخری فیصلہ تبلایا جا رہا ہے میرے پاس صرف اس ہفتے میں لکھنو، شاہجہانپور، ہردوئی، تین جگہوں سے اوسکے جواب کی فرمائشیں آئیں رسالہ میں اگرچہ کوئی نئی اور خاص طور پر لائق توجہ بحث نہیں ہے تاہم چونکہ اوسکی اشاعت خاص طور پر کیجا رہی ہے اور اوسکو خاص اہمیت بھی دیگئی ہے اسلئے اوسکا شافی جواب انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد الفرقان

بقیہ اسوۂ حسینی بسلسلہ صفحہ (۸)

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے ۔۔۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

چوتھا درس اس معرکہ میں حضرت حسین رضؓ کی سخت آزمایش ہوئی، آپ اپنے تمام عزیز
اقارب، اولاد، احباب کے ساتھ دشت غربت میں محصور اعدا ہوئے، آپ نے اپنی آنکھوں سے
اپنے جگر گوشوںکو بھوک پیاس کی شدت سے تڑپتا دیکھا، اُنکی خون آلود لاشوںکو اپنے ہاتھوں سے
اُٹھایا، آپ کے شیر خوار صاحبزادے آپ کے ہاتھوںمیں تیر ظلم کا شکار ہوئے اور وہیں ڈھیر ہو گئے
لیکن ان سخت اور زہرہ گداز آزمایشوں کے وقت بھی آپکے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی
اور حق وصداقت کی حمایت کا جو پیمان آپنے اپنے مولا سے باندھا تھا اُسپر نہایت استقامت کے ساتھ
قائم رہے، اور فرمان الٰہی ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف
بالعباد کی عملی تصویر دنیا کے سامنے پیش کر گئے اور ایمان والونکو بتلا گئے کہ حق کیشی اور حق پرستی
دنیا کی ساری محبوب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

پانچواں درس معرکۂ کربلا کی تاریخ شاہد ہے کہ کوفی فوج (جسنے میدان کربلا میں خاندان نبوت
کو برباد کیا) اسکے اکثر افراد وہی تھے جو کل تک نہایت بلیغ انداز میں اہل بیت سے عشق ومحبت کا دعوی
کیا کرتے تھے اور انہیں نے خطوط لکھکر اور قاصد پر قاصد بھیجکر حضرت حسین رضؓ کو کوفہ بلایا تھا اور آغاز
کار میں آپ کے فرستادہ حضرت مسلم ابن عقیل کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی مگر جیسے ہی عبید اللہ بن زیاد نے
اموی خزانہ کی تھیلیاں کھولیں تو یہ سب بدنہاد ایمان واسلام اور شرافت وانسانیت کو بالائے
طاق رکھکر اپنی اپنی تلواروں کو تیز کرکے میدان کربلا میں پہونچ گئے اور کل تک جن پر درود پڑھ رہے
تھے آج انہیں کی گردنوں پر تلواریں چلانے لگے۔

اس سے معلوم ہوا کہ محبت کا دعوے اگر عملی کسوٹی پر پورا نہ اُترے تو کوئی قیمت نہیں رکھتا
آج بھی تم دیکھو گے کہ جب ناموس ملت کے تحفظ کے لئے قربانی اور جان سپاری کا وقت آتا ہے تو
بلیغ انداز میں عشق ومحبت کے دعوے کرنیوالوںمیں سے کوئی بھی میدان میں نہیں نکلتا۔ خانہ کعبہ
پر گولہ باری ہوئی اُنکے کانوں پر جوں نہیں رینگی محافظین حرم نے ان احرار کو فنا کرنے کے لئے جب
انگریزی فوجیں روانہ ہوئیں تو انہیں روسیاہ مدعیان عشق رسالت نے انکو تعویذ لکھ لکھ کر دئے اور

ن کے لئے مسجدوں میں کامیابی اور فتحمندی کی دعائیں کرائیں۔ اور بایں ہمہ وہ صوفی صافی ہیں
متقی اور ولی ہیں، اور اگر انکی ولایت یا معصومیت میں کوئی شک کرے تو وہ وہابی ہے کافر ہے
رض سب کچھ ہے

اگر واقعہ کربلا کے تمام پہلوؤں پر غائر نظر ڈالی جائے تو انکے علاوہ بھی بہت سے سبق ہمکو اوس سے
مل سکتے ہیں حقتعالے مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ شہادت حسینی کی حقیقت کو سمجھیں اور اپنی جہالت
ونادانی سے ایسے کام نہ کریں جیسے شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم اجمعین کی روحوں کو اذیت پہنچے
والہادی الے سبیل الرشاد۔

بقیہ بدعات محرم

بسلسلہ صفحہ ۳۲

جسقدر تعزیہ دار حضرت امام حسین علیہ السلام آج تک دنیا سے گذرے ان کا دسواں حصہ بھی شیعہ نہیں ہونگے بلکہ زیادہ حضرات اہل سنت ہی تھے جنہوں نے تعزیہ بنایا بھی اٹھایا بھی گشت بھی کیا پھر سپر اکھاڑے وغیرہ کل اسباب ولوازم تعزیہ داری کی آبادی بھی زیادہ تر وہی حضرات کرتے رہے اس وقت بھی دنیا میں جسقدر تعزیہ دار ہیں ان میں غالب حصہ حضرات اہل سنت ہی کا ہے بلکہ شیعہ انکے مقابلہ میں پانچواں حصہ بھی نہیں نکلینگے۔ کیا قدرت خدا ہے کہ اسکے روکنے کے لئے انکے علماء فتوے دیتے ہیں، اشتہارات شائع کرتے ہیں وعظ بیان کئے جاتے ہیں مگر خدا اپنا نور ان حضرات سے پھیلاتا جا رہا ہے' حضرات ہنود سے جنگ ہوتی ہے مقدمہ بازی کی نوبت آتی ہے مگر یہ حضرات اس کو اسلام کی عظیم الشان خدمت سمجھکر پورے استقلال سے انجام دیئے جاتے ہیں" انتہے۔

سچ ہے "حق برزبان جاری" اس کو کہتے ہیں۔ دیکھئے خود شیعہ مجتہد کو کیسا صاف اقرار ہے کہ تعزیہ شیعوں کی چیز ہے جس کو زیادہ تر سنی کرتے ہیں اور وہ اس کو اسلام کی بڑی خدمت سمجھکر اسکے ذریعہ سے نادانستہ باطمینان تمام شیعہ مذہب کی تبلیغ واشاعت اور حمایت وحفاظت کرتے ہیں، بالفاظ دیگر شیعہ گویا یوں کہتے ہیں کہ ہمارے دشمن سنی تعزیہ داری کرکے ہمارے مذہب کی خدمت کر رہے ہیں، مگر وائے برحال سنیانِ تعزیہ دار کہ شیعوں کی چیز کو اپنی چیز اور شیعہ مذہب کی خدمت کو اسلام کی خدمت سمجھ رہے اور شیعہ مذہب کی تبلیغ واشاعت کرکے کہتے ہیں کہ یہ اسلام کی شان وشوکت ہے اور کبھی تعزیہ کی حمایت میں مولوی فاخر کو' امام جعفر صادق کے کونڈے کی تائید میں مولوی نعیم الدین صاحب کو پیش کرتے ہیں بعضوں کو مولوی سید محمد کچھوچھوی کا یہ فقرہ ثبوت میں کہتے سنا کہ تعزیہ کو امام سے نسبت ہے اسلئے اسکی تعظیم کرتے ہیں ایسا ہی کسی کہنے والے سے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ کی تصویر کو عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت ہے لہذا کلیسا میں جاکر اسکے سامنے بھی جھکئے تو اپنا جیسا منہ لے کر رہ گئے کہ مولوی نعیم الدین صاحب نے شیعوں کی ایجاد کردہ امام جعفر صادق

کے کونڈے کی تائید کرکے رافضی مذہب کی حمایت کی تو کیا تعجب ہے جبکہ حسب بیان اخبار الجمعیتہ جس وقت کانگریس نے شراب خانوں پر پہرا بٹھایا تو آپ ہی جیسے ایک صاحب نے اسکی مخالفت میں شراب نوشی کی تائید کی اسی وقت حاضرین جلسہ میں سے کسی نے کہا پاس دام نہیں ورنہ آپکے حکم کی ابھی تعمیل کرتا اسپر آپ نے فوراً اپنی جیب سے پیسے نکال کر اس کو دیئے اور کہا جاؤ خوب شراب پیو۔

جن لوگوں کا یہ حال ہو کہ ضد میں شراب کی حمایت کرتے ہیں اگر وہ عناد میں کونڈے کی تائید کریں تو کیا اس سے شراب حلال اور کونڈہ جائز ہو جائیگا؟ ہرگز نہیں

سنیوں کو چاہیئے کہ محرم کی نویں دسویں یا دسویں گیارھویں کو روزہ رکھیں اور یوم عاشورہ میں حسب حیثیت اہل و عیال پر خرچ میں وسعت کریں، ہاں بطریق مسنون ایصال ثواب بھی کریں تو کچھ حرج نہیں باقی تعزیہ چونکہ شیعوں کی چیز ہے شیعوں کو دیدیں اور یہ کہکر توبہ کریں کہ وہ روئیں جو منکر ہوں حیات شہدا کے ؛ ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

ضروری گذارش

(از مدیر الفرقان)

ذی الحجہ کے پرچہ میں وعدہ کیا گیا تھا کہ "بوارق الغیب" اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مدظلہم العالی کا معرکۃ الآرا مضمون "دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا" اور جناب مولانا حکیم عبدالشکور صاحب مرزا پوری کا بسیط مضمون "تاریخ میلاد" یہ تینوں آئندہ سے مسلسل شائع ہوا کرینگے۔ مگر چونکہ اس نمبر میں مضامین متعلقہ ماہ محرم نے زیادہ جگہ لے لی نیز "سنۃ ضروریہ" کی جو قسط باقی تھی وہ بھی اسی نمبر میں درج کر دی گئی اسلیئے موعودہ مضامین میں سے صرف "تاریخ میلاد" کی ایک قسط پیش کیجا رہی ہے اور "بوارق الغیب" کے صرف تعارف پر اکتفا کیا جاتا ہے آئندہ سے حسب وعدہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ تینوں مضامین مسلسل شائع ہوا کرینگے۔

واللہ الموفق

بوارق الغیب کا تعارف

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ ۱۳۴۲ھ میں حکومت حجاز کے انقلاب نے ہندوستان کے اندر سنت و بدعت کی قدیمی جنگ کو از سر نو تازہ کردیا تھا اور بنار علی القبور، نذر غیر اللہ عرس، فاتحہ، میلاد، علم غیب کے فرسودہ مباحث پھر معرکۃ الآرا بن گئے تھے یہاں تک کہ حجاز میں تو چند ہی روز کے بعد کامل امن و امان ہوگیا۔ مگر ہندوستان میں جو مذہبی جنگ چھڑی اُس کے شرارے برابر بلند ہی ہوتے رہے یہاں تک کہ علمار کرام کے علاوہ مدیران اخبارات و جرائد نے بھی ان مباحث کی تحقیق میں حصہ لینا شروع کردیا۔ اسی وقت بعض اخباری مضامین دیکھ کر مسئلہ علم غیب کے متعلق ایک مختصر رسالہ لکھنے کا ارادہ ہوا یہ زمانہ میری طالبعلمی کا تھا اور میں مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں اپنی تعلیم کے آخری درجات پورے کر رہا تھا۔ حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ سے میں نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا مولانا نے فرمایا کہ ہمارے حضرات نے اس مسئلہ پر ابتک جو رسائل لکھے ہیں اُن سب میں قدر ضرورت پر اکتفا کیا گیا ہے اور مخالفین نے غلط بحث کرنے کے لئے بڑے بڑے رسالے لکھ ڈالے ہیں لہذا اگر اس موضوع پر کچھ لکھنا ہے تو ہمت کرو اور ایک مبسوط رسالہ لکھدے جسمیں اپنے دلائل بھی کافی شافی ہوں اور مخالفین کے دلائل کا جواب بھی بالاستیعاب ہو۔ کام یقیناً بڑا تھا اور حکم بھی بہت بڑے کا۔ اللہ کا نام لے کر قلم اُٹھایا اور اسی طالبعلمی کے زمانہ میں لکھنا شروع کردیا۔ مگر اُس سال دورہ حدیث کی مشغولیت کیوجہ سے بہت تھوڑا وقت ملتا تاہم اتنا ہوا کہ جو خالی وقت ملتا میں اُسیں دارالعلوم کے کتبخانہ میں جا بیٹھتا اور کتابوں کے حوالے نقل کر لاتا۔ اسی سال تعلیم کے ختم ہونے کے ساتھ دارالعلوم کے قیام کا بھی خاتمہ ہوگیا اور میں اپنے وطن سنبھل چلا آیا۔ یہاں آکر تعلیم کا کام شروع کردیا۔ اُسکی مصروفیت اور کسی وسیع کتب خانہ کے نہونیکی وجہ سے اس عرصہ میں رسالہ کا کام بالکل بند رہا اسکے بعد تقریباً تین سال میرا قیام امروہہ میں رہا وہانکے مدارس کے کتب خانوں میں دینی کتابوں کا ذخیرہ اگرچہ کچھ کم نہ تھا لیکن تعلیم کی غیر معمولی مصروفیت کی وجہ سے تالیف

کیلئے بہت کم وقت ملتا تھا اسلئے میں نے اپنا ایکسال صرف اس رسالہ کی تکمیل کے لیے خالی کر لیا
اور ادھر ادھر سے کتابیں جمع کر کے ہمہ تن اسکی طرف متوجہ ہو گیا۔ چار پانچ مہینے کی مسلسل محنت
اور جانکاہی نے کام کو قریب ختم کے پہنچا دیا اور میں کتاب کے اکثر حصہ کی ترتیب اور تکمیل سے بھی فارغ ہو گیا
سنہ ۱۹۳۱ء ستمبر کا مہینہ تھا کہ ایک مناظرہ کے سلسلہ میں مجھے ضلع گجرات پنجاب جانا پڑا اور میری
پس غیبت میں میرے مکان سے کتاب کا پورا مسودہ غائب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ
مجھے اسکا کسقدر صدمہ ہوا اور میرے دلپر کیا گذری اسکا تحریر میں آنا دشوار ہے۔ ہمت نے اسقدر
شکست کھائی کہ اسکے بعد میں نے بار بار اس کو از سر نو لکھنا چاہا لیکن دل و دماغ نے صاف جواب دیدیا
اور میں ایک عرصہ تک قلم نہ اٹھا سکا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اعادہ تصنیف سے کہیں زیادہ
مشکل ہے حضرت مولنا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کو
پھر از سر نو لکھنے کا حکم فرمایا میں نے اپنی ہمت شکنی اور حوصلہ شکنی کا عذر کیا لیکن ممدوح نے ایک نہ سنی
اور فرمایا کہ اللہ کے بھروسہ پر لکھنا شروع کر اعتنا لگ للاہ سنہ ۱۳۵۱ھ میں میں نے پھر اسکو لکھنا
شروع کیا اور الحمد للہ تعالے کہ اسکے فضل و کرم سے سنہ ۱۳۵۲ھ میں دوبارہ وہ مکمل ہو گئی"

لیکن چونکہ مسئلہ کے اطراف و جوانب کا احاطہ کیا گیا اور ہر بحث میں پورے شرح و
بسط سے لکھا گیا اس لئے کتاب بہت زیادہ طویل ہو گئی یہاں تک کہ پوری کتاب کا مسودہ
فلس کیپ سائز کے قریباً آٹھ سو صفحات پر ختم ہوا اور اسکی یہی غیر معمولی طوالت اب تک
اس کے نہ چھپ سکنے کا باعث ہوئی اب جبکہ اسکی مستقل اشاعت کا کوئی سامان نظر نہیں
آتا الفرقان ہی میں اس کی اشاعت باقساط شروع کی جاتی ہے واللہ المتمم وھو المیسر

مریض کی معذرت

۲۰ ذی الحجہ سے میں زکام میں مبتلا ہوا اور رشدہ رشدہ وہ زکام سخت
بخار تک پہنچ گیا۔ مجبوراً اسی حال میں نگاہ اولیں کی سطریں لکھیں اور
بستر علالت پر پڑے پڑے ہی رسالہ کی ترتیب مکمل کی اس وجہ سے اس دفعہ ترتیب میں کچھ
کمزوریاں بھی رہ گئیں جنکے میں بہت زیادہ نادم ہوں خیر اس نمبر کے بعض مضامین پر میں تفصیلی
نظر بھی نہ ڈال سکا ممکن ہے کہ کسی مضمون میں بھی کوئی کمزوری ہو مگر امید ہے کہ ناظرین کرام "لیس علی المریض
حرج" پر نظر رکھتے ہوئے مجھے معذور تصور فرمائینگے۔ والسلام علیل الجسم والروح محمد منظور النعمانی عفا اللہ عنہ

رجسٹرڈ نمبر ل ۲۵۲۹

میرا مقصد

دین الٰہی کی اشاعت اور توحید و سنت کی حمایت و حفاظت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان حقیقی معنیٰ میں خدائے واحد کے پرستار ہو جائیں۔ میری تمنّا ہے کہ مدنی آقا کا جھنڈا ہمیشہ سربلند رہے، اُسکے دشمن نگوں سار ہوں۔ میری آرزو ہے کہ دنیا کے سارے انسان خدا کے اُس ہاشمی محبوب کے قدموں سے وابستہ ہو کر دین و دنیا کی عزت حاصل کریں جو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا مُحسن ہے۔ اِن پاکیزہ مقاصد کی کامیابی کے لئے میری ہر قسم کی اعانت بالخصوص توسیع اشاعت کی سعی کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

"الفرقان"

(مولوی) محمد منظور نعمانی پرنٹر و پبلشر نے جامعہ پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ

الفرقان (بریلی)

مرتبہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

الفرقان کا مناظرہ نمبر

قارئین کرام کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے

اس میں دوسرے مختلف النوع مضامین کے علاوہ بریلی کے اُس عظیم الشان اور معرکہ خیز مناظرہ کی مکمل رووداد بھی درج ہی جو ۲۰ محرم الحرام سے ۲۳ محرم الحرام تک خاص قلعہ رضا خانیت (جامعہ رضویہ بریلی) میں ہوا اور جسنے اہل بریلی پر حجت حق تمام کردی۔

ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح یہ نمبر صفر ہی میں شایع ہوجائے لیکن کتابت کی مشکلات نے کامیاب نہونے دیا۔ بریلی میں کئی کاتبوں سے اسکی کتابت کرائی گئی اور آخری جز کی کتابت دہلی ہوئی اور اب ربیع الاول میں یہ نمبر حاضر ہورہا ہے۔ خدا وہ وقت جلد لائے کہ الفرقان کے لئے ایک مستقل کاتب رکھا جاسکے، تاکہ الفرقان کی کاپیاں کاتبوں کے گھرونکی ٹھوکریں نہ کھائیں اور ناظرین کو بھی انتظار کی یہ غیر معمولی تکلیف اُٹھانی نہ پڑے۔

اگرچہ اس نمبر کی ضخامت تین نمبروں کی برابر ہی لیکن اوسکو صرف صفر اور ربیع الاول کے دو نمبروں کے قائم مقام قرار دیا گیا ہی، اسکے بعد ربیع الثانی کا نمبر انشاء اللہ عنقریب آپ حضرات کے پاس پہنچیگا۔

یہ نمبر زیادہ مقدار میں چھپوایا گیا ہی لہذا جو حضرات مستقل خریدار نہوں وہ صرف ۱۰ کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرماسکتے ہیں۔
صرف روئداد مناظرہ علیحدہ بھی چھپکر تیار ہوگئی ہے جس کی قیمت ۸ ہے محصولڈاک بغیر رجسٹری ۲ اور بصورت رجسٹری ۵ ہے۔

چونکہ یہ مناظرہ خاص مرکز رضا خانیت میں ہوا ہی اسلئے ضرورت ہی کہ اسکی رووداد ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچائی جائے۔ لہذا ناظرین کرام سے التماس ہی کہ وہ اسکی اشاعت کی بیش از بیش کوشش کریں۔ جو حضرات مفت تقسیم کرنیکے لئے زیادہ مقدار میں طلب فرمائیں اونکو یہ روئداد نصف قیمت پر دی جائیگی۔

العارض ناظم دفتر "الفرقان" بریلی (یو۔پی)

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیراً

بڑی عالیشان ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے خاص بندہ پر فرقان نازل فرمایا تاکہ تمام جہان والوں کو ڈرانے والا ہو

قیمت سالانہ تین روپے ۔ فی پرچہ ۵ / ۔ برادرانہ ۔ [illegible]

معاونین سے ... ممالک غیر سے بقدر اضافہ محصول

الفرقان

جلد ۲	بابت ماہ صفر و ربیع الاول سنہ ۱۳۵۴ھ	نمبر ۲ و ۳

علمی مذہبی اور تبلیغی رسالہ جو ہر قمری مہینہ میں ایک دفعہ بریلی سے شائع ہوتا ہے

نگاہِ اوّلین

باسمہ سبحانہ　　　　　　　　　　　　　　　　　　حامداً و مصلیاً

۲۰ محرم سے ۲۳ محرم تک یہاں بریلی میں رضاخانی حضرات سے ایک نہایت مہتم بالشان مناظرہ ہوا جسکی تفصیلی روئداد بھی صفحات مابعد میں ملاحظہ سے گذرے گی۔

یہ مناظرہ بحیثیت اسکے کہ رضاخانیت کے مرکز (بریلی) بلکہ انکے خاص الخاص قلعہ (جامعہ رضویہ) میں ہوا جسقدر اہمیت رکھتا تھا اسی قدر بعونہ تعالےٰ کامیاب بھی رہا بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وضوح حق اور غلبہ اہل حق کے اعتبار سے سب سے پہلے تمام مناظروں سے یہ مناظرہ زیادہ کامیاب رہا والحمد للہ علےٰ ذالک ولہ المنۃ

رضاخانی صاحبان کا اصرار یہ تھا کہ صرف حفظ الایمان کی عبارت پر گفتگو ہو اور ہم یہ چاہتے تھا کہ حسام الحرمین کی چاروں بحثوں اور دوسری تمام مختلف فیہ امور پر بھی بحث ہو تاکہ پوری طرح اہل بریلی پر حجت حق تمام ہو جاوے اور بکمی گھنٹے کی بحث و تمحیص کے بعد رضاخانیوں سے یہ منوا بھی لیا گیا تھا اور یہ چیز تحریر میں بھی آ گئی تھی لیکن حفظ الایمان ہی کی بحث میں انکو اندازہ ہو گیا کہ اگر یہ مناظرہ بخیریت انجام کو پہونچ گیا تو بریلی سے ہمیشہ کے لئے رضاخانیت فنا ہو جاویگی اور موجد رضاخانیت کی عمر بھر کی کمائی پر پانی پھر جائیگا اسلیئے انہوں نے چوتھے ہی دن جبکہ حفظ الایمان کی پہلی بحث بھی ختم نہیں ہوئی تھی ایک حیلہ سے فتنہ و فساد کا ایک ہنگامہ برپا کر کے مناظرہ کو درہم برہم کر دیا تاہم مناظرہ بے نتیجہ نہیں رہا سمجھنے والوں نے صرف اسی ایک بحث میں سب کچھ سمجھ لیا۔ نیز رضاخانیوں کی اس جرأت فساد انگیزی نے اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیا کہ انہوں نے خود اپنی شکست محسوس کر کے صرف مناظرہ کو ختم کرنے کے لئے یہ ہنگامہ برپا کیا چنانچہ بریلی کی عام پبلک کو اسکا احساس ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس مناظرہ سے بڑی حد تک اہل بریلی پر حجت حق تمام ہو گئی اور جو غالی رضاخانی الفرقان کے مطالعہ کو حرام بلکہ کفر و ارتداد کی برابر سمجھتے تھے اور اسیوجہ سے دعوت حق سے ناآشنا تھے اس مناظرہ میں انکے کانوں تک بھی حق کا پیغام

پہونچ گیا اور مجھے مسرت ہے کہ میرے قیام بریلی کے مقصد کی تکمیل ایک حد تک اس مناظرہ سے ہو گئی کاش اگر یہ مناظرہ ناتمام ختم نہ ہوتا تو شاید میری وہ سب آرزوئیں پوری ہو جاتیں جو مجھ کو بریلی کھینچ لائی ہیں اسی کے ساتھ مجھے اسکا افسوس بھی ہے کہ اس مناظرہ میں خلاف عادت حریف کی سخت کلامیوں کے جواب میں کہیں کہیں میرا لہجہ بھی زیادہ تلخ ہو گیا ہے لیکن اسکی ذمہ داری بھی انہیں پر ہے ع نہ وہ صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے" حدیث پاک میں ہے المستبان ما قالا فعلی البادی الحدیث یعنی دو شخصوں میں جو سخت کلامی ہو اسکی ذمہ داری ابتداء کرنے والے پر ہے۔

مناظرہ جس ہنگامہ اور فساد پر ختم ہوا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ایک خطرناک مقصد کے لئے ایک خاص سازش کے ماتحت برپا کیا گیا تھا لیکن حق تعالے کا ہزار ہزار احسان ہے کہ اُسنے مجھ کو اور میرے احباب و رفقا کو بالکل مصئون و محفوظ رکھا۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین

ضروری باتیں

بعض حضرات نے امسال وعدہ پر پرچہ جاری کرایا تھا اور دفتر الفرقان ابھی تک اُن کے ایفاء وعدہ کا منتظر ہے۔

(۲) بالخصوص مقامی خریداروں میں سے اکثر بلکہ باستثنائے چند کل ہی کے ذمہ چندہ باقی ہے وہ براہ کرم ادا کر کے ممنون فرما دیں۔

(۳) بعض مقامی حضرات کے ذمہ سال گذشتہ کا چندہ بھی ہنوز باقی ہے۔ کیا انکو کسی خاص وقت کا انتظار ہے؟

(۴) خط و کتابت و ترسیل زر کے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر فرما دیں

(۵) فرمائش کتب کے ساتھ اپنے قریبی ریلوے اسٹیشن کا نام بھی ضرور لکھیے۔

(۶) منی آڈر کے کوپن پر پورا پتہ مع نمبر خریداری اور غرض منی آڈر صاف طور پر لکھیے۔

"ناظم دفتر الفرقان بریلی"

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں!

سلام شوق و نیاز

رفیق محترم۔ جناب محشر صاحب حسینی نے ذوق شعری سے ماشاء اللہ بہت کافی حصہ پایا ہے۔ آپکی بہت سی نظمیں صفحاتِ "الفرقان" پر آچکی ہیں، آج محترم رفیق نے یہ نظم پیش کی ہے جس کا ہر ہر لفظ سوز و گداز اور حبِّ نبوی۔ جذبات میں ڈوبا ہوا ہے اور ہر ہر جملہ سے انوار محبت کی بارش ہو رہی "اَللّٰھُمَّ زد فزد" ہم اُسے شکریہ کے ساتھ درج کرتے ہیں اور ساتھ ہی کرتے ہیں کہ یہ ہدیۂ عشق و محبت بارگاہ رسالت میں مقبولیت کا امتیازی شرف حاصل کرے (مدیر)

حضور آپکی الفت میں ہو رہا ہوں خراب | دفورِ کیفِ محبت سے ہوں بہت بیتاب
دلِ حزیں کی یہ بیتابیاں کہ ہیں سیماب | جگر بھی آتشِ غم سے ہوا ہی جلکے کباب

خرابِ شوق غرضکہ ہوا ہے خانہ خراب

جگر گداز ہے بیحد یہ داستانِ حیات — عجب خلش سی دلِ مبتلا کو ہے دن رات

بنا دیں آپ نگاہِ کرم سے بگڑی بات — غمِ فراق سے مجھکو حضور بخشیں نجات

اُٹھا کے خلوتِ رنگیں سے پردہائے حجاب

یہ آرہا ہے مرے دل میں بار بار خیال — نہیں ہے مجھکو تو حاصل نیاز میں بھی کمال

نہ تابِ ضبط ہے دل کو نہ دید ہی کی مجال — کہاں یہ میری نگاہیں کہاں وہ حسن و جمال

مگر حضور جو خود ہی اُٹھا دیں رُخ سے نقاب

یہ آرزو ہے کہ جلووں میں تیرے کھو جاؤں — بہشتِ حسن کی دلکش فضا میں سو جاؤں

زِ فرق تا بہ قدم میں نیاز ہو جاؤں — خودی کو دامنِ ہستی سے اپنے دھو جاؤں

حضور میری طرف گر بڑھا دیں جامِ شراب

طبیب جب مری حالت بُری بتاتے ہوں — حیات سے مری مایوس ہوتے جاتے ہوں

برنگِ خوں مری آنکھوں سے اشک آتے ہوں — تو دیکھ کر مجھے سرکار مسکراتے ہوں

اسی خیال میں رہتا ہوں ماہیِ بے آب

یہ آرزو ہے کہ قائم ہو جب بڑا دربار — کسی نبی کے بھی دل کو نہ جس گھڑی ہو قرار

تو ہونے پاؤں نہ آقا وہاں ذلیل و خوار — زراہِ لطف و نوازش کھڑے ہوں خود سرکار

خدا کے سامنے ہو پیش جب حساب و کتاب

پہونچتی کاش ہماری یہ آپ تک آواز — کہ دے رہا ہوں صدا دیر سے "غریب نواز"

حریمِ ناز سے اپنے اُٹھا کے پردۂ راز — قبول کیجئے آقا! سلامِ "شوقِ نیاز"

خوشا نصیب کہ پا جاؤں کوئی حرفِ جواب

دنیا کو اسلام سے کس طرح روکا گیا

چکیدہ قلم استاذ العصر حضرت علامہ مولانا محمد اعزاز علی صاحب دامت فیوضہم

"الفرقان" کے کسی پرچہ میں میں نے عرض کیا ہے کہ عنوان بالا کے متعلق اظہار خیالات کا ارادہ ہے اس اطلاع کے بعد ناظرین رسالہ مذکورہ کے جو خطوط براہ راست میرے پاس آئے وہ میرے لئے بہت زیادہ ہمت افزا ہیں۔ ان تمام خطوط کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ موضوع ضروری ہے۔ مگر فقط اسی حد تک بات رہتی تو قابل تسلیم تھی مگر اس سے زیادہ تعریفی الفاظ میں جو ہمت افزائی فرمائی گئی ہے وہ میرے لئے ہمت شکن ہے۔

یہ امر ناقابل انکار ہے کہ دنیا اس مضمون کی پیاسی ہے اور اس مبحث پر خامہ فرسائی کی ضرورت اسلام اور اہل اسلام کو بہت زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی مسلم ہے کہ ناظرین الفرقان کی اکثریت اس موضوع پر بحث کرنے کو بہت زیادہ مفید خیال کرتی ہے بلکہ بلاد بعیدہ کے بعض اہل ہمم تو مالی امداد کرنے کے لئے بھی آمادہ ہیں۔ میں اس محبت بھری آواز پر لبیک کہتا مگر چونکہ میں اپنی ساری عمر میں اس قسم کی امداد سے محروم رہا ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ عمر کی یہ آخری چند سانسیں بھی اسیطرح ختم ہو جاویں اور یہی وجہ ہے کہ مالی طمع میرے لئے موجب تحریص نہیں ہو سکتی ہے۔ ہاں! اگر اس پیشکش میں اخلاص کی جھلک ہے تو جس امداد کی طمع مجکو دیجاتی ہے، وہی امداد رسالہ "الفرقان" کی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مذہبی ضروری مقاصد کا حامی رسالہ "الفرقان" ہی ہے اور احکام خداوندی اور ارشادات الٰہیہ کی جسطرح اشاعت کرنے پر اس نے کمر باندھی ہے وہ قابل صد توجہ ہے اور ضرورت ہے کہ حامیان حق جسطرح اسکی امداد کر سکیں ضرور کریں۔ اس رسالہ نے اپنی تھوڑی سی ابتدائی عمر میں جس ثبات قدم اور ہمت مردانہ کے ساتھ اعلائے کلمۃ الحق کیا ہے اور جن جن دشواریوں کا مقابلہ کیا ہے وہ یقیناً لائق تحسین ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت کی دوستی کا دم بھرنے والے دشمنان دین میں ہلچل مچگئی اور ماتم برپا ہو گیا ہے۔

اس لئے اب مدح سرائی کا وقت نہیں ہے عملی اقدام کی ضرورت ہے۔ صاحب ثروت اہل خیر اگر فی الواقع اعانت کرنے کے لئے تیار ہیں تو رسالہ مذکورہ کی اعانت کریں خواہ ناظرین رسالہ کی تکثیر کی صورت میں یا نقد رقوم کے ذریعہ سے ورنہ

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل　　جو آنکھوں ہی سے نہ ٹپکے تو پھر لہو کیا ہے

یہ تو اس ہمت افزائی کا جواب تھا جو اگرچہ میرے لئے ضرب فی حدید بارد ٹھنڈے لوہے کو پیٹنا سے زیادہ نہیں لیکن ان نیک نیت

اور مخلص اصحاب کے لئے موجب مزید ثواب ضرور ہے۔

ہمت شکنی یوں ہے کہ جب میں ناظرین رسالہ کا اسقدر اشتیاق دیکھتا ہوں تو وہی تقدیمی خیال سامنے آجاتا ہے کہ اس موضوع پر تو کسی صاحب قلم ہی کو قلم اٹھانا چاہیئے تھا ورنہ اس اشتیاق شدید کے بعد روکھے پھیکے مضامین غیر مربوط عبارت میں جب سامنے آویں گے تو دیکھنے والے بزبان حال "تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ" (بسا اوقات کسی چیز کے حالات کو سننا بہ نسبت دیکھنے کے زیادہ مفید ہوتا ہے) کہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع کی اہمیت کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی میرے اہل قلم دوست اپنے اعذار قویہ کی وجہ سے اسپر تیار نہ ہوئے کہ وہ اپنے زور قلم سے مخالفین اسلام کے اس عقیدہ کو بدل دیں کہ زمین کے طول و عرض میں اسلام کا پھیلاؤ تلوار اور خونریزی کا رہین منت ہے اس لئے اپنی معلومات کو میں ہی پیش کر رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ اگر اسمیں نقصان ہو تو کوئی اور صاحب اس کمی کو پورا کر دیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اس کے بعد یہ بھی عرض کرنا ہے کہ میری گذشتہ گزارش میں غالباً الفاظ کے قصور نے حضرات ناظرین رسالہ کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے کہ میں اسلام کی تصویر مظلومیت پیش کرونگا۔ حالانکہ میرا موضوع بحث اس سے بالکل جدا ہے، اگر میں کامیاب ہو گیا تو ان مزیل جبال تدابیر کا ذکر کرونگا جنھوں نے دنیا کو اسلام سے رد کا ہے۔ بالفاظ دیگر میرا مطلب یہ ہے کہ میں واقعات کی روشنی میں یہ ثابت کروں کہ شریعت اسلامیہ کی فطری کشش نے عالم کو مسخر کر لیا تھا اور اس کی حقانیت ہر ایک شخص کو اپنا شیدا بنائے ہوئی تھی اور اسیوجہ سے پروانہ وار لوگ اسپر ٹوٹے پڑتے تھے لیکن ذریات شیاطین نے پوری قوت کے ساتھ اس نور الٰہی کے اطفا کی کوشش کی۔ اگر ہر قسم کی برسی بڑی جانی۔ مالی عقلی تدابیر اسکو روکنے کے لئے کام میں نہ لائی جاتیں تو اسلام کی طبیعت جاذبہ تمام ادیان باطلہ کو جذب کر چکی ہوتی۔ ہاں! اسکا انکار بھی نہیں کہ میری اس گذارش کے سلسلہ میں بعض ایسے واقعات بھی سامنے آجاویں جو اسلام کی مظلومیت کی ناطق تصویر ہوں اور کچھ ایسے واقعات بھی سلسلہ بیان میں آجائیں جنکا تعلق حضرت محترم مولانا الحاج مولوی حبیب الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتاب

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" سے ہو لیکن اس قسم کے مضامین ضمنی ہونگے۔ اصل مقصد یہی رہیگا کہ میں اون تدابیر کا ذکر کروں جن کو اس لئے استعمال کیا گیا کہ ان کے ذریعہ سے اسلام کی بڑھتی ہوئی طغیانی کو روکا جاوے۔ یہ تدابیر خواہ مالی طمع کے سلسلہ میں ہوں یا حسین عورتوں کے ناز و انداز کے کرشموں میں جلوہ گر ہوں یا سیف و سنان اور نشہ قوت کی آڑ میں مستور ہوں، پھر خواہ ان تدابیر میں کامیابی ہوئی ہو یا ناکامی۔ تاکہ اہل عقل کے نزدیک اس الزام کی کوئی حقیقت باقی نہ رہے کہ اسلام کی یہ ہمہ گیری خونریزی کی کاشت ہے۔

توحید و رسالت اسلام نے جن چیزوں کو عالم پر پیش کیا ہے وہ صرف دو[2] ہیں (توحید و رسالت) دونوں عقیدے ایسے ہیں کہ عاقل اونکی تسلیم سے کسیطرح انکار ہی نہیں کر سکتا ہے اور نہ صرف یہ کہ انکار نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ اس کی تسلیم سے چارہ نہیں۔ کیونکہ واجب الوجود خالق کائنات اور ممکنات۔ مخلوقات کے مابین جو زمین و آسمان سے بھی اضعاف مضاعف زیادہ کا تفاوت ہے وہ ظاہر ہے۔ اور اس تفاوت عظیم کے ہوتے ہوئے باہمی ارتباط یا بالفاظ دیگر بندوں کا رضائے خداوندی سے مطلع ہونا یقیناً متعذر ہے ہم چاہتے ہیں کہ گیہونکی روٹی پکاکر اوسکو اس قابل بنادیں کہ وہ جاندار اونکی غذا بن سکے۔ تو ناممکن ہے کہ آٹے کو بلا توسط آگ میں ڈالکر روٹی تیار کر سکیں۔ لامحالہ آگ اور آٹے کے درمیان میں لوہے کے توے کو واسطہ بنانا ہوگا تاکہ وہ بلا واسطہ آگ سے حرارت حاصل کر کے آٹے کو اسقدر حرارت پہونچادے کہ روٹی تیار ہو جائے اور جل نہ جاوے۔ اگر آٹے کو آگ پر بلا توسط ڈالدیا جاوے تو یا آگ بجھ جاویگی یا آٹا خراب ہو جاویگا اسیطرح اگر ہم چاہتے ہیں کہ چاولوں کو اوبالکر انسانی غذا بنالیں تو اگر بلا کسی توسط کے انکو آگ میں ڈالدیا جاوے تو چند لمحوں کے بعد شاید راکھ بھی نہ مل سکے لیکن اگر انہیں چاولوں کو دیگچی میں پانی ڈال کر آگ پر رکھدیا جاوے تو دیگچی کے ذریعہ سے جو تدریجی طور پر حرارت چاولوں تک پہونچتی رہے گی چاولونکو غذا بنانے میں کامیاب ہوگی۔ آگ اور پانی سے تیار کی ہوئی بھاپ ایک بے حقیقت اور پھونک سے اڑ جانیوالی چیز ہے اگر چاہو کہ بلا توسط اوس سے کوئی بڑا کام لے لو یقیناً دشوار ہے لیکن جب اوسی کو انجن میں بھر کر وسائط کے ذریعہ سے کام میں لایا جاتا ہے تو وہ ہزار ہا من کا بوجھ آناً فاناً یہاں سے وہاں پہونچا دیتی ہے۔

فی الأرض ایات للموقنین ۔ اور سنریھم آیٰتنا فی الآفاق و فی انفسھم
کے موافق اس قسم کی ایک نہیں ورنہیں غیر محدود نشانیاں ہیں جو ہر وقت نظر سے گذرتی ہیں
اور اہل بصیرت اونسے صحیح صحیح نتائج نکال سکتے ہیں پس جب عالم میں عمومی طور پر یہی طریقہ ہی
تو عابد و معبود کی دو متضادت ذاتیں ایک دوسرے سے مربوط کیونکر ہو سکتی ہیں ۔ مستفیدین کی کمزوری کا لحاظ
کرکے ایک واسطہ کو رکھنا ضروری ہی تاکہ ہر کمال کے جامع اور ہر عیب سے منزہ ہونیوالی ذات سے بندوں
کی ذات جسکی ہر چیز اپنے وجود اور کمال میں محتاج ہے اوسکے ذریعہ سے استفادہ کرسکے ۔ اور جب حضرت
موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام جیسا ذوالعزم رسول ہی بلا واسطہ تجلی کی تاب نہ لاکر "خر موسیٰ
صعقا" ـــــــ کا مصداق بن سکتا ہی تو دوسرے معمولی لوگوں کی تو حقیقت ہی
کیا ہی اور اسی لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جاتا ہے جو خالق عالم سے استفاضہ کرنے کے بعد مخلوقات
پر افاضہ کرسکے اور یہی وجہ ہے کہ یہ وسایط (انبیاء و مرسلین) ابتدا سے سخت سی سخت ریاضتوں میں
مشغول کئے جاتے ہیں ۔ سخت سے سخت مصائب اونپر ڈالے جاتے ہیں تاکہ ان میں ذات خداوندی
سے استفاضہ کی قابلیت پیدا ہو ۔ حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام سے لیکر ختم المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم تک کوئی رسول و نبی ایسا نہیں گذرا جسنے ان سخت شدائد کا تحمل نہ کیا ہو ۔ اور پھر یہی نہیں
بلکہ اس جماعت میں سے جو فرد جس درجہ کا عظیم المرتبہ ہو اوسی درجہ میں مبتلائے محن و آلام ہی ہے
اشد الناس بلاءً الانبیاء الامثل فالامثل (سب سے زیادہ مبتلائے آلام انبیا ہوتے ہیں ۔ انہیں سے بھی
جسکا جسقدر درجہ زیادہ بلند ہے وہ اوسیقدر زیادہ مبتلائے مصائب ہوتا ہے) سرور کائنات
علیہ افضل الصلاۃ والتحیات ہی کے حالات پر غائرنہ بھی سرسری نظر ڈالو تو معلوم ہوگا آپ بطن مادر سے
تشریف فرما اوسوقت ہوئے جبکہ آپکے والد کا سایہ دنیا سے اٹھ گیا تھا ۔ اگرچہ بعض علماء کی رائے
یہ بھی ہے کہ حضور کی عمر مبارک دو ماہ کی تھی جب آپکے والد کی وفات ہوئی ۔ بعض سات ماہ کی عمر
بتاتے ہیں بعض نے نو ماہ کی عمر تجویز کی ہے ۔ بعض اٹھارہ ماہ اور بعض نے تو اٹھائیس ماہ کی عمر تجویز کی ہی
حضور کے زمانۂ ولادت میں جسمیں لکھے پڑھے لوگوں کی کمی تھی اگر ایسا اختلاف ہو جاوے تو کچھ بعید نہیں
لیکن یہ بھی غور کرلینا ہے کہ یہ روایت صحیح اور مشہور ہے کہ جب مکہ کے قرب جوار سے دودھ پلانے
والیاں دوسال کے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے لینے کی غرض سے آئی ہیں تو بجز حلیمہ سعدیہ

یقین لانیوالوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم انکو اپنی نشانیاں دکھلائیں گے آفاق عالم میں اور خود ان کے نفوس میں

سب نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس خیال سے بغرض رضاعت لینے سے انکار کردیا تھا کہ یہ بچہ یتیم ہے اس کو دودھ پلانے میں ہم کو مالی نفع زیادہ نہ ہوگا۔ اگر آپ کی عمر اٹھائیس ماہ کی تھی تو بقول امام ابو حنیفہ مدت رضاعت ختم ہی ہو چکی تھی اور اگر بقول دیگر اصحاب مذہب مدت رضاعت ڈھائی سال کی ہے تو تعجب ہے کہ اس طویل عرصہ میں کہ والد زندہ تھے آپ کو حسب دستور عرب رضاعت کے لئے کیوں نہیں بھیجا گیا۔ اور اگر اوسوقت نہ بھیجا گیا تو اب کہ مدت رضاعت میں صرف دو ماہ باقی ہیں دودھ پلانیوالیوں کے سامنے اس بچے کو کیوں پیش کیا گیا۔ اور اسوقت رضاعت کے لئے نہ لینے کی دو وجہیں ہیں ایک مدت رضاعت کی کمی دوسری بچہ کی یتیمی۔ تو صرف یتیمی ہی کا ذکر روایات میں کیوں ہے یہ ذکر بھی ہونا چاہیئے تھا کہ رضاعت کے چند دن باقی ہیں اس لئے دودھ پلانے والیوں نے نہیں لیا۔ تمام روایات کا رضاعت کے موقع پر اس سے سکوت قطعاً دلیل اس امر کی ہے کہ آپ کی عمر والد کی وفات کے وقت یقیناً دو برس چار ماہ کی نہ تھی۔

اکثر علمائے تاریخ کی رائے یہی ہے کہ آپ کے والد کی وفات اوسیوقت ہوئی تھی جبکہ آپ بطن مادر ہی میں تھے۔ حافظ دمیاطی نے بھی اسی روایت کو صحیح کہا ہے اور بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ دنیا میں تشریف لانے سے قبل یتیم ہو جانا آپ کے لئے علامات نبوت میں سے ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسمیں بھی اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ آپ کو بطن مادر میں تشریف لائے ہوئے دو ماہ گذر رہے تھے۔ بعض فرماتے ہیں کہ سات ماہ گذر چکے تھے۔

ان روایات کا بیان اختلاف اور تطبیق اسوقت موضوع بحث نہیں ہے اس لئے صرف اسپر اکتفا کرتے ہیں کہ آپ پر یتیمی کی ناقابل برداشت مصیبت ابتدائی زمانہ ہی سے پڑ چکی تھی۔ اور بچہ کی یتیمی بچہ کے لئے جس سوہان روح کا موجب ہوتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اسکی تائید میں حلیمہ سعدیہ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

قالت حلیمۃ فما منا امرأۃ الا وقد عرض علیها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم	حلیمہ فرماتی ہیں کہ ہم دودھ پلانے کے ارادہ سے آنے والیوں میں ہر ایک عورت کے سامنے یہ بچہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)۔

فنا باہ اذا قیل لہا یتیم وذلک انما نرجو المعروف من ابی الصبی فکنا نقول یتیم ما عسے ان تصنع امہ وجدہ فکنا نکرہ لذلک

پیش کیا گیا مگر جب یہ سُنا کہ بچہ یتیم ہے تو سب نے انکار کر دیا۔ کیونکہ ہمارا مقصود تو یہ تھا کہ بچہ کو دودھ پلا کر اس باپ سے انعامات کثیرہ حاصل کرینگے یتیم ہونیکی صورت میں اس آرزو کا پورا ہونا دشوار تھا اسلئے ہم میں سے ہر ایک کو اس یتیم کا لینا ناپسند تھا

ابھی آپ کی عمر چھ سال ہی کی ہوئی تھی کہ آپ کی والدہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ بعض روایات میں وفات والدہ کیوقت آپکی عمر چار سال کی بتائی گئی ہے بعض حضرات سات سال کی اور بعض آٹھ سال کی اور بعض نو سال کی اور بعض علما بارہ سال ایک ماہ دس دن کی عمر تجویز کرتے ہیں۔

بہرحال آپ ابھی سن شعور کو نہ پہنچے تھے کہ والدہ کی شفقتوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ والدہ کی وفات بھی مقام ابوار میں ہوئی جہاں آپ بعض اقارب سے ملنے کے لئے گئی تھیں۔ ساتھ میں ام ایمن جنکا نام (برکہ) ہے تھیں یہ حبشی عورت تھیں۔ انکے اصل مالک آپکے والد عبداللہ تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ کے ترکہ میں تھیں۔ ام ایمن اپنے ساتھ حضور کو لیکر آپ کے دادا عبدالمطلب کے پاس آگئیں۔ بعض روایات میں اس کے خلاف بھی ہے کہ جب آپکی والدہ کی وفات مقام ابوار میں ہوئی تو ام ایمن مکہ میں تھیں۔ جب والدہ کی وفات کی خبر مکہ میں پہونچی تو پانچویں دن ام ایمن مکہ سے ابوار پہونچیں اور حضور کو عبدالمطلب کے پاس لے آئیں اور اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں قسم کے الفاظ منقول ہیں۔ بعض احادیث میں یوں ہے کہ حضرت ام ایمن کو خطاب کر کے آپنے فرمایا کہ تم میری ماں کے مرنے کے بعد میری ماں کے قائم مقام ہو۔ بعض میں ہے کہ آپ نے (بغیر خطاب) کے فرمایا کہ ام ایمن میری ماں کے قائمقام ہیں۔

آپ کی عمر آٹھ ہی سال کی تھی کہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے سفر آخرت اختیار کیا اور بروایت بعض حضرت زبیر اور بروایت بعض زبیر اور ابو طالب دونوں کی اور بعض کی روایت یوں ہے کہ صرف ابی طالب کے تکفل میں آپ کا نشو و نما ہوا۔ اور علمائے اہل کتاب کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کی علامات بینہ میں سے یہ بھی ہے کہ اونکے والدین کا انتقال ہو جاویگا اور دادا اور چچا کی کفالت میں رہیں گے۔

بہرحال آپ پر ابتدائے طفولیت ہی سے یتیمی کا داغ لگ چکا تھا۔ اور چونکہ وحی الٰہی

کی امانت عظیمہ آپ ہی کے سپرد کی جانیوالی تھی اس لئے شق صدر بھی کیا گیا ہے اور ان تمام ریاضات کے بعد بھی ابتدائً آپ کی وحی بصورت، رویائے صادقہ تھی۔ صاحب سیرۃ حلبیہ نے محققین علمائے اسلام کا قول نقل کیا ہے۔

انما ابتدئ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالرویا لئلا یفجأہ الملک الذی ھو جبریل علیہ السلام بالنبوۃ ای الرسالۃ فلا تتحملہا القوی البشریۃ لان القوۃ البشریۃ لا تتحمل رویۃ الملک وان لم یکن علی صورتہ التی خلقہ اللّٰہ علیہا ولا علی سماع صوتہ ولا علی ما یخبر بہ لاسیما الرسالۃ فکانت الرویات اسیالہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

وحی کی ابتدا حضور کے لئے رویائے صادقہ کی صورت میں اس لئے ہوئی کہ اگر اس سے پہلے ملک مقرب جبریل کے ذریعہ سے آپ کو خلعت رسالت سے مشرف کردیا جاتا تو انسانی قویٰ اسکا تحمل نہ کرسکتے کیونکہ عام انسانی قوی میں یہ قابلیت ہی نہیں ہے کہ فرشتہ کے دیکھنے کی برداشت کرسکیں خواہ اصلی صورت میں فرشتہ ہو یا دوسری صورت میں اور نہ اونکی بیان کی ہوئی بات کے سننے کا تحمل ہوسکتا ہے خصوصاً رسالت کے بوجھ کا تحمل تو بہت ہی دشوار ہے۔ اس لئے رویائے صادقہ رسالت کی بنیاد تھیں۔

اور جب وحی کی ابتدا ہوئی تو اس کے بعد ہی ”اقرا باسم ربک الذی خلق (الی قولہ) مالم یعلم“ ہی نازل ہوا اور کامل تین سال تک وحی منقطع رہی۔ لیکن اس سب کے باوجود بھی نزول وحی کے وقت آپ پر سخت سردی کے زمانہ میں ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ آپ پسینے پسینے ہوجاتے تھے۔

میں نے حتّی الامکان اس عنوان کو بہت ہی مختصر طور سے بیان کیا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ انبیا و مرسلین کو بہت زیادہ ریاضتوں میں مبتلا کرکے اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ دربار الٰہی سے استفاضہ کرسکیں۔ اور بشریت کی وجہ سے بندوں تک بآسانی ان احکام کو پہونچا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول نہ فرشتہ کو بنایا گیا نہ اخلاق و صفات کے اعتبار سے کسی معمولی انسان کو۔ کیونکہ فرشتہ کو بہت زیادہ تعلق دربار الٰہی سے ضرور ہے مگر بندوں سے حقیقت ملکیہ کی وجہ سے بُعد ہے۔ معمولی انسان کو بندوں سے مناسبت ہے مگر دربار الٰہی سے نہیں۔

بنائً علیہ عقل سلیم کا تقاضا یہی ہے کہ خالق اور مخلوق میں رسول کا واسطہ ضروری ہے اور یہی ہمارا مطلب ہے کہ رسالت بدیہی ہے۔

دوسرا جز جس کو اسلام لے کر آیا ہے۔ توحید ہے۔

عقل اگر اسلاف کی اندھی تقلید میں گرفتار نہو تو فطری طور پر مجبور ہے کہ عالم کے اس بے نظیر کارخانہ کا فاعل مختار اور اسکی ہر حرکت و سکون پر قادر مطلق کسی ذات کو مانے اور یقینی طور پر سمجھے کہ آفتاب و ماہتاب کی گردشیں لیل و نہار کا دور کسی ایسی ذات سے وابستہ ہے جو تمام صفات کمالیہ کی جامع اور تمام عیوب سے منزہ اور ہر قسم کی احتیاج سے پاک ہے۔ کیونکہ اگر ان میں سے کسی ایک چیز میں بھی کمی ہو تو عالم کا یہ نظام کسی طرح باقی ہی نہیں رہ سکتا ہے اور اسی بداہت کی وجہ سے عرب کا ایک صحرانشین کہتا ہے۔

البعرۃ تدل علی البعیر
وآثار الاقدام علی المسیر
فسماء ذات الابراج
والارض ذات الفجاج
کیف لا تدل علی اللطیف
الخبیر۔

اگر اونٹ کی مینگنی راستہ میں پڑی ہوئی ہمکو مل جاتی ہے تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس راستہ سے اونٹ گذرا ہے اور اگر کسی جگہ قدم کے نشان نظر آتے ہیں تو ہم زبان حال سے کہنے لگتے ہیں کہ ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے جب ایسی معمولی معمولی چیزیں ہم کو یقین دلاتی ہیں تو برجوں والا یہ طویل و عریض آسمان اور وسیع راستوں والی یہ زمین کیا قادر مطلق اور خلاق عالم کا پتہ نہ دیگی۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ کسی خلیفہ کے دربار میں ایک شخص حاضر ہوا جو باری تعالیٰ شانہ کے وجود کا منکر تھا۔ اور بھرے دربار میں علمائے اسلام کو دعوت مناظرہ دی۔ خلیفۃ المسلمین نے علماء کے مشورہ سے ایک نو عمر عالم کو مناظرہ کے لئے تجویز کیا۔ چنانچہ مقررہ وقت پر تمام درباری موجود ہوئے۔ تماشائیوں کا ہجوم ہو گیا مگر اہل اسلام کے تجویز کئے ہوئے مناظر صاحب لاپتہ۔ ملحد مذکور کو موقع ملا اور اس نے وقت میں تاخیر ہوتے دیکھکر آوازے کسنے شروع کر دئے اہل اسلام کا مجمع انگشت بدنداں تھا جب بہت دیر ہو چکی اور قریب تھا کہ بغیر مناظرہ ہی کے اسلام کی شکست اور مغلوبیت تسلیم کر لی جاوے کہ یکایک خبر پہونچی کہ مناظر صاحب غایت عجلت کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ حاضرین دربار اور حضار مجلس میں فی الجملہ سکون پیدا ہوا۔ اور مناظر صاحب تشریف لا کر اپنی مقررہ جگہ پر رونق افروز ہوئے۔ خلیفۃ المسلمین اس تاخیر کی وجہ سے خود پریشان تھے۔ مناظرہ شروع کرنے سے پہلے ہی تاخیر کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ میں تو اپنے مکان سے صبح

سویرے ہی روانہ ہوگیا تھا اور اگر مانع پیش نہ آجاتا تو وقت مناظرہ سے بہت پہلے یہاں آگیا ہوتا لیکن امیرالمومنین کو معلوم ہو کہ راستہ میں ایک بڑی نہر حائل ہے میں جب وہاں پہنچا تو یہ دیکھکر حیران رہ گیا کہ پل ۔ کشتی وغیرہ کا کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے اس نہر کو عبور کرنا ممکن ہو ۔ میں سخت پریشان تھا اور کوئی صورت ممکن نہ تھی کہ اپنی اس مصیبت کا حال شاہی دربار تک پہونچایا جاسکے ۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ نہر کے کنارہ ایک درخت پیدا ہوگیا ۔ اور خود بخود تھوڑی دیر میں بہت بڑا درخت ہوگیا ۔ اور اس کے بعد خود ہی گرا ۔ کچھ دیر کے بعد اوسکے تختے خود بخود بن گئے ۔ میں اس تماشے کو دیکھکر محو حیرت تھا کہ ان تختوں سے ایک کشتی طیار ہوگئی اور نہر میں خود بخود پہونچ گئی ۔ میں تو دربار کی حاضری کے لئے پریشان تھا کشتی میں خود جاکر بیٹھ گیا ۔ کشتی بغیر کسی ملاح کے چلنے لگی اور کنارہ پر آگئی ۔ میں اوتر کر فوراً ہی روانہ ہوا اور حاضر دربار ہوگیا ۔

مناظر صاحب نے جسوقت یہ عجیب قصہ اپنی تاخیر کا شروع کیا ہے اوسوقت وہ ملحد ہنسی کیوجہ سے بیتاب تھا اور شاہی مجلس اور وقار شاہی کے باوجود اپنی ہنسی کو ضبط نہ کرسکتا تھا ۔ اور خود حاضرین دربار بھی جنہیں تقریباً سب کے سب مسلمان تھے سر جھکائے ہوئے ذلت آمیز طریقہ پر ساکت تھے اور اگر دربار شاہی کی تہذیب مانع نہ ہوتی تو یقیناً ہلچل مچ جاتی ۔ لیکن مناظر اسلام خدا جانے کس درجہ کے غیر متاثر بزرگ واقع ہوئے تھے کہ نہ تو اون کو اوس ملحد کی ہنسی مرعوب کرتی تھی اور نہ اہل اسلام کے ذلت آمیز سکوت کا کچھ اثر اون پر تھا ۔ اور حقیقت میں اُن کو اس سے بھی بحث نہ تھی کہ اون کے مخاطب امیرالمومنین بھی ان کی رام کہانی سے غیر مطمئن ہیں وہ غایت درجہ کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اس افسانہ کو بیان کرتے رہے ۔ امیرالمومنین کو ان مناظر صاحب پر تو غصہ آتا ہی ہوگا عجب نہیں کہ اپنے دل ہی دل میں اپنے آپ کو بھی ملامت کرتے ہوں کہ تاخیر کے اسباب دریافت کرنا ہی حماقت تھا ۔

یہ فسانہ ختم ہوا تو حضار مجلس میں سب سے پہلے بولنے والا یہی منکر تھا جس نے کھڑے ہوکر کہا کہ مسلمانو! تم نے میرے مقابلہ کے لئے منتخب بھی کیا تو ایسے شخص کو جس کی ایک بات بھی صحیح نہیں ۔ جس کو یہ بھی خبر نہیں کہ دنیا اوس راستہ پر پڑ چکی ہے کہ اب ایسی اندھی نہیں ہے

کہ اس قسم کے ڈھکوسلوں کو تسلیم کرے۔ کیا آپ لوگوں میں سے کسی چھوٹے بڑے کی عقل ان واقعات کے امکان کو تسلیم کر سکتی ہے۔ اور کیا ایسا ممکن ہے؟ اور جب ممکن نہیں ہے اور یقیناً ممکن نہیں ہے تو ایسے کذاب سے کون مناظرہ کرے گا۔

دربار خلافت تو پہلے ہی سے بدظن اور اپنی ذلت کے یہ سامان دیکھکر پریشان تھا مگر مناظرِ اسلام پر اب بھی ...... کوئی اثر نہ تھا۔ اس تقریر کے خاتمہ پر نہایت متانت کے ساتھ اُٹھے اور فرمانے لگے کہ او عقل کے پتلے! میرا یہ افسانہ جسمیں چند معمولی چیزوں کے از خود ہو جانے کے سوا کچھ نہیں آپ کو عجیب اور ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ عالم کے اس کارخانہ کو جس کی ہر ہر ساعت میں غیر محدود عجائب مخفی ہیں بغیر کسی مختار کے واقع مانتے ہو۔

اس جواب کے سمجھنے کے لئے کسی کالج کے امتحان میں جائز و ناجائز کوشش کے ذریعہ سے کامیابی کی شرط نہتی۔ کسی یونیورسٹی کی ڈگری کی احتیاج نہتی۔ معمولی عقل والا انسان بھی اس سے مطمئن ہو سکتا تھا۔ خلیفۃ المسلمین اور حاضرین دربار نے تو پسند کیا ہی خود یہ منکرِ وجود خالق (عزاسمہ) بھی مشرف باسلام ہو گیا۔

اس نمونہ سے یہ واضح ہو گیا کہ قادر مطلق کا وجود بدیہی ہے اور اسیوجہ سے شاعر کا قول ہے۔

ہر گیاہے کہ از زمیں روید   وحدہٗ لاشریک میگوید

اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بدیہی ہے کہ لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر چند خالق ہوتے تو زمین و آسمان تباہ ہو چکے ہوتے۔

ادہر تو عقل کا یہ اضطرار اودھر بعثت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے زمانہ کا یہ حال کہ علمی اور اعتقادی کونسی رسم ایسی تھی جو بچ رہی تھی۔ کسی جانب سے مسیح کی الوہیت کا شور اوٹھ رہا تھا۔ یا مسیح ابن مریم خدا کا اکلوتا بیٹا ہے ورد زبان تھا۔ کس نے اس صاحبزادگی کا شرف حضرت عزیز کو دیدیا تھا۔ عالم کے کسی گوشہ میں آتشکدوں کی بھرمار تھی۔ آگ کی پرستش کیجاتی تھی اور کسی گوشہ میں پتھر کے خود ساختہ بت حکمرانی کر رہے تھے اور عقلیں یہاں تک مسخ ہو چکی تھیں کہ جس پتھر کو ابھی قدموں کی ٹھوکریں سرفراز کر رہی تھیں تھوڑی ہی دیر میں اوس کے سامنے عبادت کے طریقے پر گردنیں جھکنے لگتی تھیں اور زمانہ دراز

تک اسکو خلعت معبودیت سے سرفراز کرنے کے بعد اگر کوئی دوسرا پتھر اوس سے اچھا مل گیا تو اُس کو از سر نو ٹھوکروں میں لا ڈالا اور بجائے اوس کے دوسرا قائم مقام ہوگیا۔

اس کشمکس کی حالت میں انصاف یہ ہے کہ صحیح راستہ بتانے والے کو خونریزی کے ذریعہ سے طریق مستقیم کی تعلیم کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ اسی دور جاہلیت میں عقلیں خود بخود ان لغویات کو چھوڑنا شروع کر چکی تھیں۔ کسی نے ان خرافات کو دیکھکر کہدیا کہ الا کل شئی ما خلا اللہ باطل۔ (خدا کے سوا ہر چیز باطل ہے) دوسرا بولا

اربًّا واحدًا ام الف رب	میں ایک خالق کی عبادت کروں یا غیر محدود خالقوں کی
ادین اذا انقسمت الامور	
ترکت اللات والعزیٰ جمیعًا	میں لات اور عزیٰ سبکو ایک ساتھ چھوڑتا ہوں
کذلک یفعل الرجل البصیر	کیونکہ یہ لغویات عقل کے خلاف ہیں۔ اور ہر عاقل کو یہی کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس تاریکی کے سمندر میں دنیا کے باشندے خود ہی کسی نور کے متلاشی تھے۔ پھر اس کہنے میں مبالغہ کیوں ہے کہ آفتاب اسلام کی نور افشانی کے وقت دنیا پروانوں کی طرح اسپر ٹوٹی پڑتی تھی اور بعض مخالفین اون کو اس راہ حق سے روکتے تھے۔

دعوے کی دلیل مشاہدہ اور واقعات ماضیہ سے زیادہ قوی نہیں ہوسکتی اسلئے اب ہم تھوڑی اور مختصر سی گزارش کے بعد تاریخی واقعات پیش کرینگے۔ (باقی آیندہ)

ضروری ہدایات

(۱) خط و کتابت کے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور لکھیے۔ (۲) منی آڈر کے کوپن پر اپنا مکمل پتہ اور منی آڈر کی غرض ضرور لکھیے۔ (۳) اگر کتابیں منگوانی ہوں تو اپنے قریب کے ریلوے اسٹیشن اور ڈاکخانہ کے نام صاف اور خوشخط لکھیے۔ (۴) جواب طلب امور کے لئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیے۔

"ناظم دفتر الفرقان بریلی"

الا اللہ

(۸)

گزشتہ سے پیوستہ

سلسلہ کے لئے دیکھو الفرقان بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۵۳ھ

اور پھر تم دیکھو کہ اسی تعلیم و تلقین پر یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ "خدا ایک ہے" صرف اوسی کی خالص عبادت کرو، اور اوسکے ساتھ کسیکو شریک نہ قرار دو بلکہ قرآن عزیز نے اس مسئلہ کی مزید توضیح و تشریح کے لیے بھی اپنے بہتیرے قیمتی اور زریں صفحات وقف کر دیے ہیں۔

پہلے تم کتب تواریخ و سیر کی اوراق گردانی کرو اور اقوام و ملل کے سوانح و عقائد کا مطالعہ کر جاؤ پھر تم اس نتیجہ پر بہت جلد پہونچ جاؤ گے کہ قوموں نے الٰہیات کے بارے میں نہایت سخت اور خطرناک ٹھوکریں کھائی ہیں۔ لیکن ایسے گمراہ بہت کم ہوئے ہیں جو سرے سے خدا کے منکر ہوں یا اُنھوں نے چند مستقل خدا مانے ہوں مگر ایسوں کی تعداد بے شمار ہے جنہوں نے خدا کی ذات واحد کا اعتراف کرتے ہوئے اسکی صفات مخصوصہ کو چند اور ہستیوں کے درمیان مشترک قرار دیا ہے وہ یہ نہیں کہتے کہ خدا ایک نہیں ہے لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ اور بھی ایسی ہستیاں ہیں جنکے قبضہ و تصرف میں کارخانۂ عالم کی بعض کڑیاں موجود ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ خدا رازق نہیں ہے لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ خدا کے علاوہ بھوانی مائی مہادیو بابا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بھی رزق رسانی کی مہم انجام دیتے ہیں وہ اس سے انکار نہیں کرتے کہ خدا اولاد دیتا ہے مگر اوسی کے ساتھ وہ اسکے بھی وہ معترف ہیں کہ کالی دیوی یا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بھی اولاد بخش سکتے ہیں اور بخشا کرتے ہیں وہ یہ مانتے ہیں کہ زمین و آسمان خدا کے پیدا کردہ ہیں لیکن انکا یہ بھی عقیدہ ہے کہ

"فلک بتراز میں بتری معین الدین اجمیری"

الغرض وہ صفات الٰہیہ میں غیروں کو شریک مانتے ہیں اگرچہ خود خدا کی ذات و صفات کے منکر نہیں۔ ایسے ہی مشرکوں کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

۲۵ ولئن سألتهم من خلق السمٰوٰت والارض ؟ ليقولن الله ؕ قل الحمد لله ؕ بل اكثرهم لا يعقلون ۝ (سورہ لقمان)	اگر آپ ان (مشرکین) سے دریافت کریں کہ کسنے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں ؟ تو وہ یہی جواب دینگے کہ اللہ نے (پس) آپ کہیے کہ خدا ہی کے لیے سب تعریفیں زیبا ہیں لیکن اکثر ان (مشرکین)

ع۶۳ ولئن سألتهم من خلق السموات والارض وسخر الشمس والقمر؟ ليقولن الله! (سورۂ عنکبوت)

اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اور کس نے چاند سورج کو قابو میں کر رکھا ہے؟ تو یہ صاف کہیں گے کہ اللہ نے

ع۶۳ ولئن سألتهم من نزل من السماء ماء فاحيى به الارض من بعد موتها؟ ليقولن الله! (عنکبوت)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے بارش نازل کی پھر اوس کے ذریعہ سے زمین کو زندہ کیا بعد اوس کی مردگی تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے

ان مشرکین کو اعتراف تھا کہ زمین و آسمان، عرش و کرسی کا شہنشاہ اور سارے عالم کا پشت پناہ اللہ ہے!

ع۳۸ قل لمن الارض ومن فيها ان كنتم تعلمون؟ سيقولون لله. قل افلا تذكرون! قل من رب السموات السبع ورب العرش العظيم؟ سيقولون لله! قل افلا تتقون ○ قل من بيده ملكوت كل شئ وهو يجير ولا يجار عليه ان كنتم تعلمون؟ سيقولون لله! قل فانى تسحرون ○ (سورہ مومنون)

آپ ان مشرکوں سے، کہیے کہ زمین و مافیہا کسکی ملک ہے اگر تم جانتے ہو تو بتلاؤ؟ وہ کہدینگے کہ اللہ کی، آپ فرمائیے کہ پھر تم کیوں نصیحت قبول نہیں کرتے آپ کہیے بتلاؤ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ وہ کہیں گے کہ یہ سب اللہ ہی کا ہے، آپ فرمائیے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے، آپ انسے کہیے کہ کسکے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے اور وہ جسکو چاہے پناہ دیسکتا ہے اور اُسکی گرفت سے کیسکو نہیں بچایا جاسکتا اگر تمکو علم ہو تو بتلاؤ؛ وہ کہینگے کہ سب کچھ اللہ ہی کے لیے ہے آپ فرما دیجیے کہ پھر تم کیونکر دیوانے ہو رہے ہو

غرض انکو ان تمام حقائق کا اقرار ہے لیکن اسکے بعد جو قدم وہ اُٹھاتے ہیں وہ یکایک قعر ضلالت میں جا پڑتا ہے اور وہ راہ راست کی عافیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

انکا یہ کہنا درست ہے کہ خدا خالق ہے مالک ہے رازق ہے، انکا یہ قول بجا ہے کہ خدا صاحب قوت ہے صاحب عظمت صاحب شوکت ہے، انکا یہ عقیدہ صواب اور عین صواب ہے کہ خدا کے ہاتھ میں تمام تر تصرفات عالم ہیں۔

لیکن وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں جب یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ پیپل کو پوجنے سے رزق میں وسعت و

کشادگی پیدا ہوتی ہے اور دریا پر پھول چڑھانے سے سرمدی سکون و سیرابی میسر ہوتی ہے وہ کار ثواب کرتے ہیں جب خدا سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں اور اوس سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں لیکن وہ ایک گونہ شرک کے مرتکب ہو جاتے ہیں جب اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں یا علی مشکلکشا اور یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کے نعرے لگاتے ہیں اور یقیناً وہ جادہ توحید سے بہت دور جا پڑتے ہیں۔

حق تعالیٰ علام الغیوب ہے اسکو انسانی گمراہیوں کا علم تھا اسلئے اُسنے اپنے معزز و معقول کلام میں اس مرحلہ کو بتمام و کمال طے کر دیا اور اس بارے میں آفتاب سے زیادہ روشن اور واضح تعلیمات اپنے بندوں تک پہنچا دیں۔

تم نے قرآن پاک کا پہلا صفحہ جب کھولا تھا تو تمہیں یاد ہوگا کہ اُسنے پہلا سبق یہی دیا تھا کہ "خدا ایک ہی ہے" "اسی کی پرستش کرو اور اسی سے مدد چاہو" پھر اُسنے جا بجا تمکو بتایا کہ خدا ایک سے زائد نہیں "خدا کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دو" اب وہ یہ کہتا ہے کہ جتنی صفات تم دیکھتے ہیں وہ سب اُسی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں کوئی نہیں جو اُسکی صفات میں ذرہ برابر کا شریک ہو وہ اپنی ذات و صفات میں تنہا ہے وہی پیدا کرتا ہے، وہی مارتا ہے وہی رزق دیتا ہے اور وہی اولاد دیتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اسکے افعال میں دخل دے اور کوئی نہیں جو اُسکی قدرتوں کے خلاف دم مار سکے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور کرتا ہے اور کریگا لیکن اسکے علاوہ کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ جو چاہے کر سکے۔

قرآن عظیم نے اس مسئلہ پر نہایت تیز روشنی ڈالی ہے اور اسکے ہر پہلو کو ہر طرح سے روشن کر دیا ہے اُسنے اعلان کر دیا کہ تمام قدرتیں اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں اسکی خدائی صفات میں کوئی دوسری ہستی دخیل و شریک نہیں۔

للہ ما فی السموات والارض ط ان اللہ هو الغنی الحمید ۵ (سورہ لقمان) — اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز اور وہی قابل حمد و ثنا ہے۔

الم تعلم ان اللہ له ملك السموات والارض وما لكم من دون اللہ من ولی ولا نصیر (سورہ بقر) — اے انسان کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہی کے لئے آسمان و زمین کی بادشاہی ہے۔ اور تمہارے لئے بجز خدا کے کوئی والی و مددگار نہیں

۴۱ له ما فی السموات والارض کل له قانتون ○ بدیع السموات والارض واذا قضیٰ امرًا فانما یقول له کن فیکون ○ (بقرہ)

اوسیکا ہی جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، ہر چیز اوسی کے تابع فرمان ہے، وہی آسمان و زمین کا موجد ہے۔ (اور ایسا قادر ہے کہ) جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہی تو اوسکو صرف حکم دیدیتا ہی کہ ہوجا پس وہ فوراً ہوجاتا ہی۔

۴۲ له ما فی السموات وما فی الارض وما بینهما وما تحت الثریٰ ○ (سورہ طٰہٰ)

بس اوسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں اور جو تحت الثریٰ ہے

۴۳ وله ما سکن فی اللیل والنهار وهو السمیع العلیم ○ (انعام)

اور اوسی اللہ کی ملک میں ہے وہ ساری کائنات جس پر دن رات کے انقلابات گذرتے ہیں اور وہ بہت سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

غرض زمین اور آسمان اور جو کچھ اوسمیں ہے اور ہو رہا ہے وہ سب اوسکی نامتناہی قدرت کا کرشمہ ہی

۴۴ افلم ینظروا الی السماء کیف بنینٰها وزینّٰها وما لها من فروج ○ والارض مددنٰها والقینا فیها رواسی وانبتنا فیها من کل زوج بهیج ○ (سورہ ق)

کیا اونھوں نے آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اوسکو کیسا بنایا ہے اور کسطرح مزین کیا ہے اور اوسمیں کوئی رخنہ نہیں، اور ہم نے زمین کو پھیلایا ہے اور اوسمیں پہاڑوں کے لنگر ڈالدئے ہیں اور اوسمیں ہمنے ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائی ہیں

۴۵ والارض مددنٰها والقینا فیها رواسی وانبتنا فیها من کل شیئ موزون ○ (حجر)

اور زمین کو ہم نے پھیلایا ہے اور اوسمیں پہاڑ ڈالدئے ہیں اور پیدا کی ہمنے اوسمیں ہر شئے موزون۔

اُسی نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہی انکا مالک بھی ہے اور جو کچھ اونکے اندر ہوتا ہے وہ اوس سب کو جانتا ہے۔

۴۶ وهو الله فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجهرکم ویعلم ما تکسبون (انعام)

وہی اللہ ہے زمینوں اور آسمانوں میں وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی جانتا ہے اور ظاہری احوال کو بھی اور تمہارے اعمال کو بھی۔

اور آسمانوں اور زمینوں ہی پر موقوف نہیں بلکہ تمام عالم اُسی نے پیدا کیا ہے بالخصوص وہ

بڑی بڑی چیزیں کہ جنہیں تم نظام کائنات میں مؤثر جانتے ہو اور انکی ظاہری عظمت کے آگے جھک پڑتے ہو اُن تمام کا وہی خالق و مالک ہے۔

۹۵ ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحی من المیت ومخرج المیت من الحی ذالکم اللہ فانی توفکون ۰ فالق الاصباح و جعل اللیل سکنا والشمس والقمر حسبانا ذالک تقدیر العزیز العلیم ۰ وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمٰت البر والبحر ۰ (انعام)

بیشک اللہ تعالےٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو وہ جاندار (چیز کو بیجان (چیز) سے نکال لاتا ہے (جیسے نطفہ سے آدمی پیدا ہوتا ہے) اور وہ بیجان چیز کو جاندار چیز سے نکال لاتا ہے (جیسے آدمی کے بدن سے نطفہ ظاہر ہوتا ہے) یہ شان اللہ ہی کی ہے پھر یہ گمراہ کہاں بھٹکے جارہے ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ صبح کا ظاہر کرنیوالا ہے اور اُسنے رات راحت کی چیز بنائی ہے اور سورج اور چاند (کی رفتار) کو حساب سے رکھا ہے یہ ٹھہرائی ہوئی بات ہے ایسی ذات کی جوکہ قادر ہے بڑے علم والا ہے اور وہ اللہ ایسا ہے جسنے تمہارے فائدہ کیلئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم اُنکے ذریعہ اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کرسکو

قرآن عزیز خدا کی اُن بے پناہ قدرتوں کا ذکر کرنے کے ساتھ یہ بھی بتلاتا ہے کہ انسان اپنی حیات کے لئے جس رزق کا محتاج ہے وہ بھی اُسی خدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔

۹۶ اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر لہ ان اللہ بکل شیء علیم ۰ (عنکبوت)

اللہ ہی رزق میں وسعت دیتا ہے جس بندہ کے چاہتا ہے اور تنگی کرتا ہے جسکو چاہتا ہے بتحقیق اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

وہ یہ بھی صاف صاف بیان کرتا ہے کہ مصائب سے نجات دینا صرف اُسی اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

۹۷ قل اللہ ینجیکم منھا ومن کل کرب ثم انتم تشرکون ۰ (انعام)

کہہ دیجیے کہ اللہ ہی تمکو (ظلمات بحر و بر سے) اور ہر دکھ درد سے نجات دیتا ہے پھر (افسوس ہے تم پر کہ) تم شرک کرتے ہو

نیز وہ یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ دکھ درد سے بیتاب ہونے والے کی چیخ پکار کو وہی خدا سنتا ہے۔

۹۸ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ۰ کیا ہے کوئی جو کسی بے چین کی پکار کو سنے جب وہ اُسکو

پکارے اور اوسکی تکلیف کو دور کرے (خدا کے سوا کوئی نہیں)

۵۲ قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا
(اے رسول ان مشرکوں سے) آپ کہیے کہ جنکو تم نفع و ضرر کا مختار سمجھتے ہو ذرا تم اونکو پکارو تو بھی وہ نہ تو تم سے تکلیف دور کرنیکا اختیار رکھتے ہیں نہ ٹالدینے کا

وہ صاف صاف بیان کرتا ہے کہ اے انسانو! اگر تم ایسا سمجھتے ہو کہ تمہاری دعائیں سننے والا اور تمہاری حالتیں جاننے والا بجز خدا کے اور بھی کوئی ہے تو غلط سمجھتے ہو کہ مغیبات کا علم بجز ذات واحد اور کسیکو بھی نہیں ہے کہ وہی تنہا علام الغیوب ہے

۵۳ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو (انعام) خدا ہی کے پاس ہیں عالم غیب کی کنجیاں اونکو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۵۴ وللہ غیب السموات والارض
اور بس خدا ہی کو آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے

۵۵ لہ غیب السموات والارض ابصر بہ واسمع
صرف اوسیکو آسمان و زمین کے غیب کا علم ہے وہ کتنا بصیر اور کسقدر سمیع ہے۔

۵۶ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون
(اے ہمارے رسول) آپ اعلان فرما دیجیے کہ زمین و آسمان کے رہنے والے (ملائکہ جن و انس میں سے کوئی بھی) غیب کا علم نہیں رکھتا اور انکو یہ بھی خبر نہیں کہ کب اونکا حشر ہوگا

غرض ایک ہی ہے جسکا سب کچھ ہے اور جو تمام غیب و شہادت کا جاننے والا ہے اور جو کچھ بھی اس عالم کون و فساد میں ہوتا ہے وہ سب اسی کے اشارہ ابرو کا رہین منت ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اپنے پیروؤں کو بتایا ہے کہ وہ خدا کو ان لفظوں میں پکارا کریں۔

۵۷ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من
اے اللہ مالک تمام ملک کے تو جسکو چاہے ملک دیدیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لیلیتا ہے اور جسکو چاہے غالب کر دیتا ہے اور جسکو چاہے پست کر دیتا ہی، ہر قسم کی بھلائی صرف تیرے ہی اختیار میں ہے بلاشبہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، تورات

الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب ۝ (آل عمران)

(کے بعض اجزا کو اپنی مخصوص قدرت سے) دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن (کے بعض اجزا کو بعض فصلوں میں) رات میں داخل کر دیتا ہے اور تو جاندار چیز کو بیجان چیز سے نکال لیتا ہے (جیسے انڈے سے بچہ) اور بیجان چیز کو جاندار سے نکال لیتا ہے (جیسے پرندے سے بیضہ) اور جسکو چاہے بیشمار و بحساب رزق دیتا ہے

پھر آہ یہ کتنی سنگین ضلالت ہے کہ انسان جو تمام مخلوقات سے افضل و برتر ہے وہ انکو اپنا کارساز سمجھنے لگے جو نفع و ضرر کی دنیا میں ایک ذرہ کے بھی مالک و مختار نہیں ہیں قرآن عزیز نے اس حقیقت کو بھی آشکارا کیا ہے اور درحقیقت اسکا یہ طنز بالکل بجا ہے کہ

۵۸ قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللّٰہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرک وما لہ منھم من ظھیر ۝

(اے رسول ان مشرکوں سے) آپ کہیے کہ تم انکو پکارو جنکو تم نے خدا کے سوا (مالک و مختار) سمجھ رکھا ہے وہ کسی ذرہ برابر چیز کے بھی مالک نہیں آسمانوں میں اور زمینوں میں اور نہ انکی ان میں شرکت ہے اور نہ انمیں سے کوئی اسکا معین و مددگار ہے۔

انسان کی اس احمقانہ اور افسوسناک گمراہی پر کبھی وہ اسطرح تنبیہ کرتا ہے۔

۵۹ ویعبدون من دون اللّٰہ ما لا ینفعھم ولا یضرھم (فرقان)

اور یہ بدنصیب) خدا کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انکو نفع پہنچا سکیں نہ نقصان)

۶۰ واتخذوا من دونہ الھۃ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ولا یملکون لانفسھم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوٰۃ ولا نشورا (سورہ الفرقان)

اور انہوں نے خدا کے سوا ایسے معبود بنا لئے ہیں جو کسی ایک چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے نفع و ضرر کے بھی مختار نہیں اور نہ موت و حیات اور نہ بعث بعد الموت کے وہ مالک ہیں

۶۱ قل افاتخذتم من دونہ اولیاء لا یملکون لانفسھم نفعا ولا ضرا ؕ (سورہ رعد)

(اے رسول انسے) آپ کہیے کہ کیا تم نے خدا کے سوا کچھ ایسے کارساز بنائے ہیں جو خود اپنی ذات کے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں؟

۶۲ـ افبالباطل یومنون و بنعمۃ اللہ ھم یکفرون ویعبدون من دون اللہ ما لایملک لھم رزقاً من السموات والارض شیئاً وھم لایستطیعون (سورۂ نور)

(توکیا یہ بدنصیب) بے بنیاد باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں اور اسکو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ آسمان سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین سے اور نہ وہ کچھ قدرت رکھتے ہیں

اگرچہ قرآن عزیز کھلے طور پر علے الاطلاق یہ اعلان کرچکا کہ سب کچھ خدا ہی کے ہاتھ میں ہے کسی دوسرے کو مخلوق کے نفع و ضرر میں قطعی دخل نہیں لیکن جوہر لطیف سے جو افراد محروم ہیں اُن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے یہ دھوکہ ہوسکتا تھا کہ وہ خدا کے بیحد مقرب و محبوب بندے ہیں انکو ممکن ہے کچھ اختیارات حاصل ہوں لیکن جو شرک سے قطعی بیزار ہے اور توحید کے درس کو بالکل مکمل کرنا چاہتا ہے اُسنے انہیں کی زبان سے یہ اعلان کرایا اور بار بار اسکا اعادہ کرایا۔

۶۳ـ قل انی لا املک لکم ضراً ولا رشداً — آپ فرما دیجیے کہ میں نہ تمہارے کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں نہ نفع کا

اور دوسروں کو نفع و ضرر پہونچانا تو درکنار خود اپنی ذات کے متعلق کھلا ہوا اعلان

۶۴ـ قل انی لا املک لنفسی ضراً ولا نفعاً الا ماشاء اللہ (سورہ یونس) — آپ فرما دیجیے کہ میں اپنی ذات خاص کے لئے (بھی) نفع و ضرر کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے

۶۵ـ قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ماشاء اللہ (اعراف) — فرما دیجیے کہ میں خود اپنے لئے (بھی) کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی نقصان کا۔ مگر جو اللہ چاہے

۶۶ـ قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحداً (سورۂ جن) — آپ یہ (بھی) فرما دیجیے کہ مجھ کو خدا سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اسکے سوا کوئی پناہ پا سکتا ہوں

پھر اسی پر بس نہیں بلکہ خود آپکو مخاطب کرکے یہ بھی صاف صاف سنا دیا گیا۔

۶۷ـ لیس لک من الامر شیئ (آل عمران) — اس معاملہ (یعنی امر تکوین) میں آپکو کوئی دخل نہیں

پھر آپکی زبان سے یہ اعلان بھی کرا دیا گیا۔

۶۸ـ قل ان الامر کلہ للہ ط (آل عمران) — اعلان فرما دیجیے کہ سارا معاملہ صرف اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے

(باقی آیندہ)

چنانچہ وہ لکھتے ہیں ؎۵

"اول کسیکہ ابتدائش ساختہ شیخ عمر بن ملا محمد موصلی است و اول کسیکہ از ملوک باشتہارش پرداختہ ملک مظفر الدین ابو سعید کوکبری بن زین الدین بادشاہ اربل است کہ در اوائل مائۃ سابعہ محفلہائے عالیہ برائش ترتیب کردہ صلائے عام دادہ و از فیض عامش علمائے را ما لا مال انعام و اکرام گردانیدہ کل ذلک فی سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد لمحمد بن یوسف الشامی (انتہیٰ)" الدر المنظم ص۹۲

مولوی عبد السمیع صاحب مرحوم بھی میرے ہمخیال ہیں، انوار ساطعہ میں فرماتے ہیں۔

"اور بادشاہوں میں اول بادشاہ ابو سعید مظفر نے مولود شریف تخصیص و تعیین کے ساتھ ربیع الاول میں کیا غرضکہ اس بادشاہ نے شیخ عمر مذکور کی پیروی اس فعل میں کی" ص۱۶۱

غرض اس سے صاف واضح ہے کہ شیخ عمر بن ملا محمد موصلی مجلس میلاد کے اول موجد ہیں تو سلطان اربل اس کے پہلے مروج ہیں اور اس عمل میں سلطان اربل، شیخ عمر ہی کے مقلد تھے۔

مروج میلاد کا حال - ابن خلکان کی وفیات الاعیان اور کامل ابن اثیر وغیرہ تاریخی کتابوں میں اسکا مفصل تذکرہ ہے جسکا خلاصہ مختصراً یہ ہے کہ اس بادشاہ کا نام کوکبوری یا کوکبری یا کوکری اور لقب ملک معظم مظفر الدین تھا۔ ابو سعید کنیت تھی۔ قلعہ موصل میں شب سہ شنبہ ۲۷ محرم ۵۴۹ھ کو پیدا ہوا چودہ برس کے سن میں اپنے والد ابو الحسن زین الدین علی ترکمانی کے انتقال کرنے پر اس کا جانشین ہوا۔

کوکبوری چونکہ کم سن تھا اور خود زین الدین چراغ سحری، اسلئے زین الدین نے اپنے آزاد کردہ غلام قائماز کو لائق اور وفادار دیکھکر ۵۹۶ھ میں اربل کا انتظام اس کے سپرد کردیا تھا اور اسے اپنے لڑکے کوکبو کا اتالیق بھی مقرر کیا مگر جانشینی کے کچھ دنوں بعد قائماز کسی وجہ سے کوکبوری کا مخالف ہوگیا اور ایک محضر لکھوا کر کہ کوکبوری لایق سلطنت نہیں ہے، اسکو اول قلعہ بند کیا پھر حدود حکومت سے باہر نکلوا دیا۔ کوکبوری اربل سے بغداد چلا گیا، وہاں سے ناکام پھرنا ہوا

؎۵ یعنی مولوی سلامت اللہ صاحب سیرہ شامی کے متعارض کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۱۲

موصل آیا، یہاں کے بادشاہ سیف الدین بن آتابک قطب الدین مودود بن زنگی نے اسکو شہر حران دیدیا مگر کوکبوری یہاں بھی نہ ٹھہرا اور سلطان صلاح الدین کے پاس جاکر رہا۔ آخر صلاح الدین نے اسکے ساتھ اپنی بہن ربیعہ خاتون کی شادی کردی اب اسکی بڑی عزت اور ترقی ہوئی۔ جب اسکا بھائی یوسف مرگیا تو اسکی درخواست پر صلاح الدین نے جاگیر کے عوض اسکو اربل دیدیا جہاں وہ ۵۸۶ھ میں واپس آیا اور اب کوکبوری پھر اپنے باپ کی جگہ سلطان اربل ہوگیا۔ اپنے والد کی طرح کوکبوری بھی بڑا شجاع و دلیر تھا۔ سلطان صلاح الدین کے ساتھ اکثر لڑائیوں میں شریک رہا اور خوب خوب داد شجاعت دی، بعض موقعوں پر تو ایسی ثابت قدمی دکھائی کہ اسکے سوا کوئی دوسرا نہ جم سکا۔

اور مخیر بھی اتنا تھا کہ لوگوں نے اسکو مسرف تک لکھا ہے۔ خیر خیرات کا شائق تھا، منوں روٹیاں مفت روزانہ غریبوں کو تقسیم کرتا۔ چار مکان دائم المرض مریضوں اور اندھوں کے لئے بنوائے تھے راہ افتادہ بچوں کے لئے الگ ایک عمارت، نیز ایک یتیم خانہ، ایک بیوہ خانہ، ایک مہمان خانہ ایک مدرسہ، دو خانقاہیں بنوا کر حکم دے رکھا تھا کہ ہر جگہ کے مناسب تمام ضروریات کی چیزیں ہر وقت موجود رہیں، خود جا جا کر معائنہ کرتا، وہ مقامات ہمیشہ آباد رہتے۔ سالانہ دوبار مدائنِ ساحل کی طرف ایک جماعت کو مال کثیر دیکر روانہ کرتا کہ فدیہ دیکر نصاریٰ سے مسلم اسیروں کو رہا کرالائیں۔ ہر سال حاجیوں کا قافلہ حجاز روانہ کرتا۔ مکہ معظمہ میں اسکے اکثر آثار ہیں، یہ پہلا بادشاہ تھا جسنے بصرفِ زرِ کثیر عرفات میں حجاج کے لئے پانی جاری کرایا اور اسی نے مقام قاسیون میں مسجد جامع مظفری بنوائی تھی، غرض یہ بادشاہ بڑا شجاع، نہایت منصف اور بڑا سخی تھا۔ اسکا سب سے بڑا کارنامہ عمر بن محمد موصلی موجد میلاد کی اقتدا میں سالانہ شاہانہ پیمانہ پر مجلس مولود کا کرنا ہے جسکا مفصل ذکر میں آیندہ ہیئت میلاد کے عنوان میں کرونگا۔

۱۰ - رمضان ۶۳۰ھ یوم چہارشنبہ کو سلطان اربل کا انتقال ہوا۔ اوّل قلعہ اربل میں دفن کیا گیا پھر حسب وصیت ایکسال بعد ۶۳۱ھ میں اسکا جنازہ مکہ شریف روانہ کیا گیا، وہاں اس نے عرفات کے نیچے حیات ہی میں اپنے دفن ہونے کے لئے ایک قبہ بنوا رکھا تھا مگر کسی وجہ سے جنازہ

مکہ معظمہ تک نہ پہونچ سکا اور لوگوں نے واپسی میں مشہد کے قریب کوفہ میں سپرد خاک کر دیا

سلطان اربل کے اِن حالات سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہادر تھا، منصف تھا،

سخی تھا مگر اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ ثقہ تھا یا غیر ثقہ تھا مخالفین میں سے مولانا خلیل احمد

صاحب نے براہین قاطعہ میں صرف یہ لکھا ہے کہ (سلطان مظفر اور ابن دحیہ کے حالمیں مختلف

اقوال ہیں کسی نے اونکو عادل ثقہ کہا کسی نے فاسق کذاب لکھا" صفہ ۱۶۰) باقی اور لوگوں نے

سلطان اربل کو صاف غیر ثقہ قرار دیا ہے جیسے مولف توضیح المرام اور صاحب قرۃ العیون

کہ جنکا قول سابقاً گذرا اور مجوزین اسکو علانیہ ثقہ کہتے ہیں، اسی بنا پر مولوی عبد السمیع صاحب،

انوار ساطعہ میں مخالفین کی شکایت کرتے ہیں کہ

"منکرین لوگ ... سلطان مظفر کو بھی بُرا کہتے ہیں اوسکی پلٹنو نبس باجا بجتا تھا

اس بات سے منکرین نے اوپر مزامیر سننے کا عیب لگایا حالانکہ وہ پلٹن کا

باجا تھا مثل طبل غازی آلات تہیۂ جہاد میں داخل تھا اس قسم کے طبل وغیرہ چیز

دیگر ہیں اور مزامیر لہو ولعب چیز دیگر اور محفل میں مدائح مصطفویہ سنکر شدت

سرور سے اوسکو وجد ہوتا تھا اسکا نام اِن بھلے مانسوں نے رکھا کہ وہ محفل میں

ناچتا تھا اور لکھا کہ اوسکی محفل میں خیال گائے جاتے تھے، یہ خاکہ اڑایا اس کا

کہ یہ اشعار نعت پڑھے جاتے تھے اور اشعار کی تعریف خود کتابوں میں تصریحاً لکھی ہے

کہ اشعار منفردات خیالی کو کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ صاحبان صافی طینت بباعث

مولد شریف کرنے کے لاکھ برائی کریں مگر چاند پر خاک نہیں پڑتی، دیکھو تواریخ عربی

طومار کے طومار اسکی تعریف میں بھرے ہوئے ہیں یہ موقع طول کا نہیں اسلیئے

ایک مختصر عبارت علامہ زرقانی شارح مواہب کی لکھتا ہوں کہ انہوں نے

علامہ ابن کثیر کی تاریخ سے نقل فرمائی ہے کان شہما شجاعا بطلا عاقلا

عادلا محمود السریرۃ" صفہ ۱۶۳ تا ۱۶۴

مولوی عبد الخالق خانصاحب نے رسالہ فتح الموحد میں اسکا جواب بھی دیا ہے

جس کے بعض جملے یہ ہیں۔

"کوئی پوچھے کہ وہاں مقام فرحت و سرور میں طبل غازی و پلٹن کے باجے کا کیا کام تھا، مولود کی محفل تھی یا کافروں سے مقابلہ" صہ ۲۸

"اگر کسی نے رقص کا ترجمہ ناچ لکھدیا تو کیا قباحت کی، رقص اور ناچ ایک ہی شئے ہے صرف زبان کا فرق ہے، رقص ہی کو ہندی میں ناچ اور ناچ ہی کو عربی میں رقص کہتے ہیں" صہ ۲۹

میرے خیال میں مولوی عبد السمیع صاحب نے صحیح لکھا کہ مورخین نے سلطان اربل کی تعریف کی ہے اور اسمیں مولوی عبد السمیع صاحب کا کیا قصور ہے جبکہ صاحب سیرۃ شامی نے بھی تاریخ ابن کثیر سے نقل کیا ہے (قد اثنیٰ علیہ الائمۃ منہم الحافظ ابو شامہ شیخ النووی الخ) کہ بیشک ائمہ نے سلطان اربل کی تعریف کی ہے جنمیں سے حافظ ابو شامہ شیخ نووی بھی ہیں۔

میں بھی کہتا ہوں کہ وہ فی الواقع قابل تعریف تھا، اسی لئے میں نے اسکی تعریف کی باتیں مختصراً نقل بھی کی ہیں مگر اصل یہ ہے کہ اس تعریف اور مولوی عبد السمیع صاحب کے منقولہ بالا تعریفی الفاظ (شہما شجاعا بطلا عاقلا عادلا محمود السریرۃ) سے سلطان اربل کا شجاع و منصف و سخی ہونا معلوم ہوتا ہے نہ کہ ثقہ ہونا اور یہ کون نہیں جانتا کہ شجاعت، عدل، سخاوت کے لئے ثقاہت لازم نہیں ہے مگر واضح رہے کہ الفاظ عدالت و ثقاہت سے میری مراد وہ اصطلاح ہے جو خاص طور پر ناقدین فن حدیث اور اصحاب جرح و تعدیل میں بولی جاتی ہے۔

یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خود مورخین ہی نے اسکے وہ حالات بھی بیان کردیے ہیں جن سے اسکا غیر ثقہ ہونا صراحۃً ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض حوالے ملاحظہ ہوں

اول علامہ احمد بن محمد مالکی مصری اپنی کتاب قول معتمد میں ناقل ہیں کہ معز الدین حسن خوارزمی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

صاحب اربل الملک المظفر ابو سعید الکوکبری کان ملکا مسرفا یامر علماء	سلطان اربل فضول خرچ بادشاہ تھا اپنے وقت کے علماء کو حکم دیتا تھا کہ خود اپنے قیاس و اجتہاد پر عمل کریں

زمانہ ان یعملوا باستنباطھم واجتھادھم وان لا یتبعوا بمذاھب غیرھم حتی مالت الیہ جماعۃ من العلماء وطائفۃ من الفضلاء۔

اور دوسرے کی تقلید (یا) مذہب پر نہ چلیں حتی کہ علماء کی ایک جماعت اور فضلا کا ایک گروہ ترک تقلید کی طرف مائل ہو گیا۔

اس عبارت سے دو باتیں واضح ہیں ایک یہ کہ سلطان اربل مسرف تھا اور مسرف کے حق میں قرآن پاک کی آیۃ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین" میں جو وعید شدید ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ غیر مقلد تھا جب ہی تو دوسرونکو بھی ترک تقلید کا حکم دیتا تھا۔ اسبات کو دبی زبان سے مولوی عبد السمیع صاحب نے بھی انوار ساطعہ میں تسلیم کیا ہے کہ

"اسوقت اگرچہ کوئی مجتہد مطلق یعنی مجتہد فی الشرع موجود نہ تھا مگر مجتہدوں کے چند طبقے ہیں اونمیں سے ایک مجتہد فی المسائل ہوتے ہیں کہ قوت نظریہ اونکی قوی ہوتی ہے اور اپنے امام کی اصل پر نظر کر کے مسائل غیر منصوصہ میں بنظر اجتہادی حکم دیتے ہیں اس قسم کے مجتہد موجود تھے" ص ۱۶۴

"ابو سعید مظفر کے عہد میں وہ علما بڑے عالی درجہ صحیح النظر جامع فروع واصول تھے یہانتک کہ بعض انمیں سے اپنے اوپر تقلید ائمہ کی واجب نہ جانتے تھے خود قوت اخذ مسائل کی اپنی عقل میں سمجھتے تھے۔" ص ۱۶۵

اور ظاہر ہے کہ تقلید ائمہ کو اپنے لئے واجب نہ جاننا یہ شان مجتہد مطلق کی ہوتی ہے یا غیر مقلد کی نہ کہ مجتہد فی المسائل کی کہ جو فروع واصول میں اپنے امام کی مخالفت نہیں کر سکتے اور جبکہ اسوقت مجتہد مطلق مستقل کا تو کیا ذکر ہے، مجتہد مطلق منتسب کا بھی وجود مفقود تھا تو وہ اپنے لئے تقلید ائمہ کو واجب نہ جاننے والے بعض نہیں بلکہ بقول مورخ مذکور جماعت کی جماعت، گروہ کا گروہ خصوصاً سلطان اربل جو مجتہد و فقیہہ کیا معنے عالم بھی نہ تھے، یقیناً سب کے سب غیر مقلد اور عرف حال کے مطابق حقیقۃً وہابی تھے۔

دوم سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ نے تاریخ مرآۃ الزمان میں لکھا ہے کہ سلطان اربل۔

له نقول صحیح ... ایک شیطان ... کے مطابق ...

۱۳

یعمل للصوفیۃ سماعًا من الظہر الی العصر و یرقص بنفسہ معہم	ظہر سے عصر تک صوفیوں کے لئے مجلس سماع کرتا تھا اور اونکے ساتھ خود بھی ناچتا تھا۔

اور ابن خلکان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع مع المزامیر ہوتا تھا جو بالاتفاق حرام ہے اور خود سماع بلا مزامیر میں بھی اختلاف ہے،

پھر جواز میں بھی دبندار محققین نے اتنی اور ایسی طین لگائی ہیں کہ آج اگر ایسا سماع عنقا ہے تو اسوقت بھی کچھ آسان نہ تھا۔

سوم ابن خلکان اربلی شافعی متوفی ۶۸۱ھ نے وفیات الاعیان میں اپنے ہموطن و ہمعصر سلطان اربل اور اسکی مجلس مولد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور مولود کے ذکر میں تصریح کی ہے کہ قبوں کے ہر طبقہ میں ایک ایک جماعت گانے اور خیال اور ملاہی والوں کی بیٹھتی تھی۔

مولود کے دو دن رہجاتے تو سلطان طبلوں، گویوں، ملاہی وغیرہ راگ باجے کی قسم سے بیشمار سامان نکلواتا۔ شب میلاد میں قلعہ میں بعد مغرب سے گانا کراتا اور اسکو گانے کے سوا دوسری چیز میں مزہ نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ مورخ موصوف کی طویل عبارت کے وہ مخصوص جملے یہ ہیں

۱۔ قعد فی کل طبقۃ جوق من المغانی وجوق من ارباب الخیال وجوق من اصحاب الملاهی۔

۲۔ من الطبول والمغانی والملاهی وغیرہ من اقسام الغناء والمزامیر۔

۳۔ عمل السماعات بعد ان یصلی المغرب فی القلعۃ۔

۴۔ ولم یکن لہ لذۃ سوی فی السماع

غرض سلطان اربل اس حیثیت سے کہ شجاع تھا منصف تھا، سخی تھا یقیناً قابل تعریف تھا اور اس لحاظ سے کہ مسرف تھا مزامیر کے ساتھ گانا سنتا تھا، غیر مقلد وہابی تھا، وہ فاسق تھا لہذا

مولود کی کتاب کا پہلا مصنف جسنے سب سے پہلے مولود کی کتاب لکھی تھی انکا نام ابوالخطاب عمر بن حسن بن دحیہ کلبی اندلسی بلنسی ہے، وہ ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے، بڑے ہوکر طلب علم کے لئے اکثر شہروں کا سفر کیا، بقول ابن خلکان وہ اپنے وقت کے مشہور عالم تھے، قاہرہ میں ۶۲۱ھ

ہیں جو دار الحدیث بنا تھا اسمیں ابن دحیہ کیسوقت شیخ بھی تھے، کتاب مستوفی کہتے ہیں کہ انہیں کی تصنیف ہے جسمیں اسمار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے انہوں نے مولود کی جو کتاب لکھی تھی حسب تحریر ابن خلکان اسکا نام التنویر فی مولد السراج المنیر ہے، بعض نے التنویر فی مولد البشیر والنذیر بھی لکھا ہے۔ ابن دحیہ نے یہ کتاب اسوقت لکھی تھی جبکہ ۶۰۴ھ میں وہ خراسان جاتے ہوئے یہ سنکر اربل آئے کہ سلطان کو مجلس میلاد سے عشق ہے، سلطان تک رسائی پیدا کی اور وہ کتاب لکھکر بادشاہ کی خدمت میں پیش کی، خود پڑھکر سنایا، سلطان نے خوش ہوکر ایکہزار دینار یا اشرفی انکو انعام دیا۔ اس واقعہ کو اکثر مورخین نے لکھا ہے اور انسے مجوزین مجلس میلاد نے بھی نقل کیا ہے، چنانچہ قدما میں سے علامہ سیوطی حسن المقصد میں ناقل ہیں کہ

قد صنف الشیخ ابو الخطاب بن دحیہ مجلدا فی مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سماہ التنویر فی مولد البشیر والنذیر فجازاہ علی ذالک بالف دینار وقد طالت مدتہ فی الملک الی ان مات وھو حاصر الفرنج بمدینۃ عکاسہ عام ثلاثین وستمائۃ

شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ نے میلاد رسول میں ایک کتاب لکھی اور اسکا نام التنویر آخر رکھا تو بادشاہ نے اسکے صلہ میں ایکہزار دینار دیا ابن دحیہ عرصہ تک اربل میں رہے اور عکاسیہ میں جو فرنگ کو گھیرے ہوئے ہے ۶۳۰ھ میں انتقال کیا۔

مولوی عبد السمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں لکھا ہے کہ سلطان اربل کے

"زمانہ میں ایک عالم ابو الخطاب بن دحیہ جو حضرت دحیہ کلبی صحابی کی نسل اور اونکی اولاد میں تھا جسکی بابتہ شرح علامہ زرقانی اور دوسری تواریخ عربی میں لکھتے ہیں کہ وہ علم حدیث میں بڑا مبصر بختہ کار تھا علم نحو اور لغت اور تاریخ عرب میں کامل تھا بہت ملکوں میں پھر کے اُسنے علم حاصل کیا تھا اکثر شہروں ملک اندلس اور مراکش اور افریقہ اور دیار مصر اور ملک شام و دیار شرقیہ و غربیہ و عراق و خراسان و مازندران وغیرہ میں خود علم حدیث ....

حاصل کرتا اور دوسروں کو فائدہ دیتا پھر انجام کار ۶۰۴ھ چھ سو چار ہجری میں وہ شہر اربل میں آیا یہاں سلطان ابو سعید مظفر کے لئے مولد شریف تصنیف کیا اوسکا نام رکھا کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر اور خاص آپ اوس کے سامنے پڑھا ایک ہزار اشرفی انعام میں سلطان سے پائی " ص ۱۶۱

مولوی محمد اعظم صاحب نے بھی فتح الودود میں لکھا ہے کہ

" مولانا حافظ ابو الخطاب رح نے ۶۰۴ھ میں کتاب التنویر فی مولد البشیر والنذیر تالیف کر کے خدمت میں بادشاہ کے تحفہ گذرانا جسکے صلہ میں ایکہزار دینار انکو مرحمت ہوئے " ص ۸

پس ابن دحیہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے مولود کی پہلی کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر ۶۰۴ھ میں لکھی اور سلطان اربل کی خدمت میں پیش کر کے ایکہزار اشرفی حاصل کی :-

۱۶ **مصنف کا حال** ابن دحیہ کا مختصر حال اوپر لکھا جا چکا جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عالم تھے، ادیب تھے، مورخ تھے مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ مانعین اونہیں غیر ثقہ کہتے ہیں، چنانچہ مولوی عبد السمیع صاحب انوار ساطعہ میں اسکی بھی شکایت کرتے ہیں کہ

" منکرین لوگ اس عالم محدث کو باعث مولد شریف لکھنے اور پڑھنے کے دشمن جانتے ہیں اور اونکی برائی لکھتے ہیں حالانکہ کتب معتبرہ میں اونکی تعریفیں مندرج ہے " ص ۱۶۲

حالانکہ ابن دحیہ کی برائی کرنیوالے اسلئے اونکی مذمت نہیں کرتے کہ وہ مولد لکھتے پڑھتے تھے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ مورخین اور اصحاب رجال نے انکی مذمت کی ہے۔

چنانچہ اونمیں سے بعض کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

اول علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے لکھا ہے۔

عمر بن الحسن ابو الخطاب بن دحیہ الاندلسی المحدث متھم فی نقلہ (میزان الاعتدال)

عمر بن حسن بن دحیہ اندلسی محدث نقل میں متہم ہے

(باقی آیندہ)

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ؕ

الفرقان
(بریلی)

مُرتّبہ

مُحمّد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعلمین نذیرا

بڑی عالیشان ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے خاص بندہ پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا ہو

چندہ سالانہ
کاغذ قسم اول ؎
قسم دوم ۲عہ
نمونہ مفت

الفرقان

معاونین سے ۵عہ
ممالک غیر سے
للعہ

جلد ۲ | بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ہجری | نمبر ۴

یہ علمی مذہبی اور تبلیغی رسالہ ہے جو قمری مہینہ میں ایکبار بریلی سے شائع ہوتا ہے

ارزاں اڈیشن امسال طلبہ اور غربا کے لئے الفرقان کا ایک ارزاں اڈیشن بھی تیار کرایا گیا ہے جسکا کاغذ گیقدر معمولی ہے اور اسکی قیمت صرف ۲عہ روپیہ ہے جو حضرات تین روپیہ ادا کرنیکی استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ دو روپیہ میں ارزاں اڈیشن جاری کرا سکتے ہیں

باسمہ سبحانہ حمداً و سلاماً

نگاہِ اوّلین

قتل کی دھمکی دینے والونکو میرا جواب

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

یوں تو الفرقان کی اشاعت ہی سے عمائدِ رضاخانیت بہت زیادہ سراسیمہ اور بدحواس تھے لیکن اب مناظرہ کے غیر معمولی اثرات اور اوسکے بعد انجمن اشاعت اسلام کے سالانہ جلسہ کی شاندار کامیابی نے اونکو اور بھی زیادہ بوکھلا دیا اور وہ اوس بہیمانہ شرارت پر اُتر آئے جو اہل باطل کی آخری حرکت اور حق پرستوں کے لئے آخری آزمایش ہوتی ہے۔ چنانچہ کل کی ڈاک سے ایک گمنام خط میرے نام آیا ہے جسمیں مجھ کو اور میرے ساتھ مجاہد ملت حضرت مولٰنا سید عطاء اللّٰہ شاہ صاحب[عہ] بخاری کو جی بھر کر گالیاں دینے کے بعد لکھا ہے کہ

"اگر تو ان حرمزدگیوں سے باز نہیں آیا اور تیرا یہی حال رہا تو بہت جلدی تجھے مزا چکھا دیا جائیگا، بہت سے سنی تیرے خون کے پیاسے ہیں"

اب سے پہلے ۱۳۵۵ھ میں بھی جبکہ میں ایک مناظرہ ہی کے سلسلے میں رنگون گیا ہوا تھا تو قیام رنگون کے دوران ہی میں اسی قسم کے گمنام خطوں کے ذریعہ دو دفعہ ایسی ہی بزدلانہ دھمکیاں دیگئیں تھیں، اب یہ تیسرا نمبر ہے۔

مجھے ان کور دماغوں کی اس حماقت اور سفاہت پر رہ رہکر ہنسی آتی ہے یہ بزدل ان گیدڑ بھبکیوں سے اوس شخص کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں جسکا نہایت راسخ اور غیر متزلزل عقیدہ یہ ہے کہ

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا ہو مولٰنا و علی اللّٰہ فلیتوکل — ہمکو صرف وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خداوند تعالٰی نے ہماری قسمت میں لکھدی ہے اگر تمام طاغوتی طاقتیں ملکر ہمکو کوئی

عہ شاہ صاحب کو یہ گالیاں اوس تقریر کی پاداش میں دیگئی ہیں جو آپنے ۱۹ جون کو انجمن اشاعت اسلام کے جلسہ میں فرمائی اور جسکی وجہ

المومنون ۵

ایسا نقصان پہونچانا چاہیں جو قلم تقدیر نے ہماری قسمت میں نہیں لکھا تو وہ ہرگز ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں، خدا ہی ہمارا مالک ہے اور اوسی پر ایمان والونکو بھروسہ رکھنا چاہیے۔

میرے تمام دشمنونکو بالعموم اور اس خط لکھنے والے پردہ نشین بہادر کو بالخصوص معلوم ہونا چاہیے کہ میرے نزدیک موت وحیات کا مالک صرف خداوند تعالیٰ ہے اور اوسکی طرف سے ہر متنفس کی موت کا ایک وقت معین ہے اور علیٰ ہذا اوسکی صورت بھی ازل ہی میں مقدر اور مقرر ہو چکی ہے جسمیں ایک لمحہ کی تقدیم وتاخیر اور ادنےٰ سے ادنیٰ تبدیلی بھی ناممکن ہے۔

اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ،

اسی کے ساتھ میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو موت راہ حق میں آئے درحقیقت وہ موت نہیں بلکہ ایک دائمی اور لازوال زندگی کا پیش خیمہ ہے۔

مرد حق پرور اجل سے آشنا ہوتا نہیں ۞ حلق کٹنے پر بھی سر تن سے جدا ہوتا نہیں

میری دعا ہے کہ اے موت وحیات کے مالک! اے شہیدوں کو دائمی زندگی عطا کرنے والے! مجھے بھی اپنی راہ میں موت دیکر اپنی رحمت کے آغوش میں لے، ساتھ ہی میری یہ بھی دعا ہے کہ خداوندا! اگر میری موت تیرے کسی بندے ہی کے ہاتھ سے مقدر ہے تو میرا قاتل اوسکو بنا جسکے دلمیں ذرہ برابر ایمان نہو میں نہیں چاہتا کہ کوئی بد قسمت مسلمان میرے خون سے اپنے ہاتھ رنگے اور میری وجہ سے جہنم میں جائے۔

اسکے بعد میں اس خط لکھنے والے پردہ نشین بہادر کو جو میری ذات کا نہیں بلکہ میری حق پرستی کا دشمن ہے یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ او صداقت کے دشمن!

محمد منظور فانی ہے اوسکو فنا کیا جا سکتا ہے مگر خدا کا مقدس دین غیر فانی ہے اوسکی خدمت بھی غیر فانی ہے اوسکو کوئی نہیں مٹا سکتا تاریخ عالم شاہد ہے کہ جسنے اوسکو مٹانا چاہا

ارادہ کیا وہ خود صفحہ ہستی سے مٹ گیا

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝

اگر بفرض اسی سلسلہ میں مجھے موت آئی تو وہ موت ہی میرے کام کے بقاؤ دوام کی ضامن ہوگی اور انشاء اللہ العزیز میرے خون کے ایک ایک قطرہ سے توحید و سنّت کے مجھ سے بہتر ہزاروں خادم پیدا ہونگے قانون قدرت اور سنۃ اللہ یہی ہے۔

آذر سے گھر خدا کا اجاڑا نہ جا سکا ؛ لاکھوں خلیل کعبہ کے معمار ہو گئے

ضروری احوال الفرقان کی عمر کے دوسرے سال کو تین مہینے گذر گئے اور اب چوتھا مہینہ شروع ہو رہا ہے مگر میں نے بالقصد ابتک سال نو کا حال نہ لکھا اور ارادہ بھی نہ تھا لیکن الفرقان کے وہ ہمدرد جو اوس سے محض للّٰہی تعلق رکھتے ہیں بار بار دریافت فرماتے ہیں اور فرداً فرداً ہر ایک کو جواب دینا بھی مشکل ہے اسلئے آج بالاجمال کچھ لکھتا ہوں۔

پہلا سال اگرچہ بہت پریشانیوں کے ساتھ ختم ہوا مگر اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اوسنے مجکو سرخرو رکھا اور ذی الحجہ کا نمبر ذی الحجہ ہی میں شائع کرکے گذشتہ سال کی ذمہ داریوں سے میں سبکدوش ہوگیا۔ محرم میں بہت سے خریداروں نے بذریعہ منی آرڈر اپنے چندے بھیجدیے اور بعض ہمدردوں نے کچھ نئے خریدار فراہم کرکے میری اعانت فرمائی ہیں ان تمام احباب کا بہت زیادہ ممنون ہوں۔ کچھ دوستوں نے اپنی معذوریوں کی وجہ سے اس سال کی خریداری سے انکار بھی فرما دیا میں اونکا بھی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اطلاعی کارڈ لکھکر الفرقان کو وی پی کے مصارف سے بچالیا۔

ہاں ان لوگوں سے مجھے سخت گلہ ہے جنہوں نے میرے استفسار پر بھی کوئی انکاری اطلاع ندی بلکہ اپنی خاموشی سے وی پی کی اجازت دی اور اسکے بعد وی پی واپس کردیا جس سے الفرقان کو بہت زیادہ نقصان پہونچا۔ میرے احباب کو یہ معلوم کرکے سخت افسوس ہوگا کہ محرم میں جسقدر وی پی الفرقان کے کئے گئے تھے انمیں سے قریب نصف کے واپس آئے اور اگر جدید خریداروں نے اس نقصان کی تلافی نہوتی تو الفرقان

زندگی یقیناً معرض خطر میں پڑ چکی تھی۔

میں نے ذی قعدہ کے نمبر میں عرض کیا تھا کہ اگر موجودہ خریدار سب قائم رہیں اور تین سو جدید خریدار اور فراہم ہو جاویں تو الفرقان بدستور جاری رہ سکیگا اوسوقت احباب کے جو ہمت افزا خطوط آئے اُنسے مجھے اطمینان ہو گیا تھا کہ یہ تعداد انشاءاللہ بہت جلد پوری ہو جاوے گی لیکن اسوقت تک جدید خریداروں کی کل تعداد ڈیڑھ سو سے بھی کم ہے اور قدیم خریدار جو کم ہو گئے اُن کی تعداد سو سے زیادہ ہے گویا گذشتہ سال کے لحاظ سے صرف تیس چالیس خریداروں کا اس سال اضافہ ہے سال تمام کے بجٹ میں غیر معمولی کمی ہے لیکن الحمدللہ میرے قلب کو اطمینان ہے جس کارساز نے گذشتہ سال بالکل بے سروسامانی کے باوجود پورا کرا دیا وہ اگر چاہیگا تو یہ سال بھی پورا کرا دیگا۔

کیا فائدہ فکر بیش وکم سے ہوگا　　ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے　　جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

شکریہ معاونین بعض حضرات نے الفرقان کی اعانت کے لئے مدخیر سے کچھ رقمیں بھیجی ہیں جنکی مجموعی تعداد چالیس للعہ روپیہ کے قریب ہے اور دہلی کے ایک مشہور صاحب خیر تاجر نے آٹھ رم کاغذ عنایت فرمایا ہے جسکی قیمت بتیس ۳۲ روپیہ سے کچھ زیادہ ہوتی ہے اور شائبہ ریاسے بچنے کے لئے یہ مخلص حضرات اپنے نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دیتے حق تعالےٰ انکے عمل اور اخلاص کی بہترین جزا عنایت فرمائے اور ہم کو اور انکو اپنی مرضیات پر چلائے۔

رَحِمَ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا۔

لیکن چونکہ یہ اعلان کیا جا چکا ہے کہ الفرقان کی اعانت کے لئے جو رقم آئے گی اوس سے نادار طلبہ کے نام پرچے جاری کئے جاوینگے اسلئے ہمنے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ ستر روپیہ ستر طالبعلموں پر تقسیم کر دے جاویں لہذا جو نادار طالبعلم اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیں وہ صرف ایک روپیہ کا منی آرڈر کر دیں اور اُسکی کوپن پر لکھدیں کہ اسمیں ایک روپیہ ادمد خیر سے شامل کر کے ہمارے نام الفرقان قسم دوم جاری کر دیا جاوے اور اگر قسم اول جاری کرانا چاہیں تو عہ منی آرڈر کر دیں تکمیل کے لئے مہتمم مدرسہ یا مدرس اول کی تصدیق ضروری ہے۔

انسانی غرور اور غفلت

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ

کم ظرف مگر پُر غرور انسان نے اس سے پہلے بھی بارہا خدا سے بغاوت کی اُسکے پیغام کو جھٹلایا
شرائع الٰہیہ کا مذاق اڑایا، قیامت کا انکار کیا، اور دنیوی عیش و راحت اور مادی طاقت
و قوت کے نشہ میں وہ یہانتک کہہ گذرا کہ

ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما نحن بمبعوثین (سورہ مومنون)

ہماری زندگی بس یہی دنیوی زندگی ہے اسکے بعد قیامت کا آنا اور جزا و سزا کیلئے مردوں کو پھر زندہ کیا جانا محض ایک ڈھکوسلہ ہے۔

مگر تاریخ عالم شاہد ہے کہ جب کبھی ایسی بغاوتوں نے حد سے تجاوز کیا تو قضاء الٰہی کے ایک ہلکے
سے اشارہ نے ان باغیوں کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ کہیں پانی کا طوفان آیا اور کہیں ہوا کا،
کسی جگہ آسمان سے پتھر برسے، اور کسی مقام پر قہر الٰہی کی بجلی نے علاقہ کے علاقہ کو جلا کر خاکستر
کر دیا، کہیں سالم بستیاں اُلٹ دیگئیں اور شہر کے شہر برباد ہو گئے

فکاین من قریۃ اھلکنھا وھی ظالمۃ فھی خاویۃ علی عروشھا وبئر معطلۃ وقصر مشید ٥ (سورہ حج)

پھر انسانوں کی کتنی بستیاں ہیں کہ ہمنے انہیں ہلاک و برباد کر دیا کیونکہ وہ نافرمان تھیں اور انہوں نے احکام الٰہی سے سرتابی کی تھی پس وہ اسطرح اُجڑ گئیں کہ انکی بڑی بڑی عمارتوں کی دیواریں اپنی چھتوں پر گر پڑیں انکے لبریز کنویں بیکار اور معطل ہو گئے اور پختہ اینٹوں کے عظیم الشان محل ویران نظر آنے لگے۔

قرآن حکیم نے انسانوں کی عبرت انگیزی اور سبق آموزی کے لئے امم ماضیہ کی تباہی اور بربادی
کے ان واقعات کو کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً بار بار بیان فرمایا، لیکن پر غرور اور غافل
انسان نے ان سے کوئی سبق نہ لیا اور انکو اساطیر الاولین ہی سمجھتا رہا۔

پھر خدا کی شان قہاری کبھی خود براہ راست نمودار ہوئی بیابانی چیزیں عیانی بنگئیں

پھر کبھی سال وار اور کبھی ششماہی مصیبتیں آنی شروع ہوئیں۔ مگر غافل اور بدبخت انسان پھر بھی سرکشی سے باز نہ آئے۔

اولایرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لایتوبون و لاھم یذکرون ٥

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اُنکو ہر سال میں ایکمرتبہ یا دو مرتبہ مبتلائے مصائب کیا جاتا ہے پھر بھی نہ وہ اپنی بداعمالیوں سے توبہ کرتے ہیں اور نہ ہماری قدرت کی نشانیوں سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

مگر یہ حال اُن باغیوں اور منکروں کا تھا جو قرآن کی مخصوص اصطلاح میں کافر کہے جاتے ہیں مگر آہ ثم آہ کہ آج امت مسلمہ پر بھی ایسی ہی غفلت طاری ہے قوم نوح کا طوفان، عاد و ثمود کی ہلاکت، موتفکات، قری قوم لوط اور مدین، کی بربادی، فرعون، اور اوسکی فرعونیت کا عبرتناک انجام، یہ سب کچھ انکے سامنے ہے مگر پھر بھی دل خدا کے خوف سے خالی ہیں خدا کا عذاب کبھی قحط سالی کی شکل میں اور کبھی نئے نئے مہلک امراض کی صورت میں آتا ہی مگر انکو کچھ احساس نہیں ہوتا۔

بہار کے ایک وسیع خطہ پر خدا کا قہر ایک قیامت خیز زلزلہ کی شکل میں نازل ہوا مگر پھر بھی ہمارے اندر کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی اب اخیر میں کوئٹہ میں قیامت نما زلزلہ آیا اور وہ کوئٹہ جو ایران و افغانستان کی سرحد پر ایک بڑا جنگی مرکز تھا جہاں کے بازار پر رونق اور محلے آباد تھے، جہاں اچھی اچھی پارکیں اور نظر فریب تفریح گاہیں تھیں، موٹر تھے، ہوائی جہاز تھے، غرض وہ سب کچھ تھا جو ایک اعلیٰ سے اعلیٰ متمدن شہر میں ہو سکتا ہے۔ وہی کوئٹہ دم کے دم میں برباد ہو گیا۔ تم جا کر دیکھو کہ وہاں خوفناک کھنڈر ہیں، گرے ہوئے مکانوں کے ڈھیر ہیں، وہاں انسان کو وحشت ہوتی ہے، ہول چڑھتا ہے، اور قیاس میں نہیں آتا کہ اب سے پہلے کبھی یہاں کوئی انسانی آبادی بھی تھی۔

اتٰھا امرنا لیلا او نھارا فجعلنٰھا حصیدا کان لم تغن بالامس کذلک نفصل الاٰیات لقوم یتفکرون ٥

اوس زمین پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ دن یا رات میں نازل ہوا پھر ہمنے اوسکو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل وہ تھی ہی نہیں

غرض کوئٹہ میں یہ تباہ کن زلزلہ آیا اور جن لوگوں کو امم ماضیہ کی تباہی و بربادی کے گذشتہ حالات یا قیامت کے آیندہ واقعات کے متعلق شبہ ہوتا تھا یا ہو سکتا تھا اُنکو خدا کی شان قہاری کا ایک عبرت انگیز نمونہ دکھلا گیا فاعتبروا یا اولی الابصار ہ

چاہیے تھا کہ ہم اس سے عبرت حاصل کرتے اطاعت خداوندی اور انابت الی اللہ کا ایک تازہ جذبہ ہمارے اندر پیدا ہوتا۔ ہم اپنی سیہ کاریوں اور بد اطواریوں سے باز آتے اور پاکبازی اور پرہیزگاری اختیار کرتے لیکن وائے برحال ما کہ ہم پر کچھ بھی اثر نہ ہوا اور ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

فلولا اذ جاء ھم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم وزین لھم الشیطن ما کانوا یعملون ہ

پس جب اُنپر ہمارا عذاب نازل ہوا تو وہ کیوں نہیں گڑگڑائے لیکن بات یہ ہے کہ اُنکے دل سخت ہو گئے ہیں اور شیطان نے انکی بدکاریوں کو انکے لئے خوشنما بنا کر پیش کیا ہے۔

العظمۃ للہ دست قدرت کے اس قہاری جھٹکے سے زمین شق ہو گئی، پہاڑ پھٹ گئے، سر بفلک عمارتیں اُلٹ گئیں، سوکھی زمین کی خشک آنکھوں سے چشمے جاری ہو گئے، مگر بدبخت انسانوں نے یہ سب کچھ دیکھا اور کوئی اثر نہ لیا، بدکاریوں کے اڈے، سینما گھر، شراب خانے بدستور آباد ہیں اور مسجدیں، اور دیگر عبادت خانے ویسے ہی ویران و برباد، یہی انسان کا وہ اندھاپن ہے جسکے متعلق قرآن کہتا ہے فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور ہ اور یہی وہ شقاوت و قساوت ہے جسکی شکایت قرآن پاک اسطرح کرتا ہے

ثم قست قلوبکم من بعد ذالک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھٰر وان منھا لما یشقق فیخرج منہ الماء وان منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ وما اللہ بغافل عما تعملون ہ حق تعالٰے ہماری بصیرت کی آنکھیں کھولنے و توفیق دے کہ صحیفہ قدرت کے اِن جلی نقوش سے ہم سبق حاصل کریں فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ط اولئک الذین ھدا ھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب ہ

(مدیر)

فاران کی نوربار تجلّی

کائنات عالم کو قدرت کی طرف سے ایک پیغام آخرین

(از جناب مولانا سید محب الحق صاحب حسینی رفیق ادارہ الفرقان)

ہوا ہے اور یقیناً ایسا ہوا ہے کہ بنی نوع انسان سے قبل اس دنیا میں خدا کی وہ مخلوق آباد تھی جو انسان سے زیادہ مضبوط اور قوی تھی، اور وہ بنی آدم سے زیادہ زبردست طاقت کی مالک تھی لیکن جب عالم اُسکے فتنہ و فساد سے لبریز ہونے لگا اور اس کی شرانگیزیاں اپنی انتہائی حدود کو بھی توڑ کر آگے نکل گئیں تو قدرت کی انتقامی اور انتظامی نگاہیں گردش میں آگئیں اور چشم زدن میں صفحۂ ہستی کو اُن کے ناپاک وجود سے پاک کردیا گیا اور اسکی جگہ ایک دوسری مخلوق نے لیلی جسکے فرقِ عظمت پر لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کا تاج چمک رہا تھا اور جسکی ناصیۂ افتخار میں ولقد کرّمنا بنی آدم کا نور تابندہ تھا۔

اُس نے خلافت ارضی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیکر کائنات میں قدم رکھا اور اُسکے لامحدود افراد زمین کے مختلف حصوں اور گوشوں میں پھیلکر اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرنے لگے۔

تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس عالم سفلی کی مسموم فضا نے انپر بھی اپنا اثر ڈالا اور انہیں بھی ظلم و عدوان کے جراثیم پیدا ہوگئے اور ٹھیک اُسوقت جبکہ اُنکی زمام قیادت آدم ثانی سیدنا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں لی ان میں وہ زہریلی اسپرٹ کافی ترقی کرچکی تھی اور وہ پیغام ربانی سے کھلی بغاوت کررہے تھے اللہ کے برگزیدہ پیغمبر نے اُنکو ہر چند سمجھایا لیکن اُنھوں نے ایک نہ سُنی بلکہ اُلٹا اُنکا مذاق اُڑایا اُن پر آوازے کسے اور قہقہے لگائے انجام یہ ہوا کہ وہ اٹل قانون

قدرت جو ظالم قوموں کو برباد کر کے دنیا کی فلاح و نجات کیلئے ایک نئی طرح ڈالدینا ہے وہ بروئے کار آگیا ایک طوفان انگیز معرکۂ خیر و شر برپا ہو گیا، قدرت کے قہار و جبار ہاتھوں نے جور و استبداد کے علمبرداروں کو پچھاڑ کر اُنکے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ اور داعیانِ حق و صداقت بسلامت و عافیت ساحل سعادت تک پہنچگئے یہ کچھ جدت طراز ذہنیت کا اختراع یا قلم کا تسلسل آفریں جوش نہیں ہے بلکہ وہ حقیقت ہے جسکے سامنے یورپ کے متعصب مستشرقین نے بھی پیہم انکار و ابا کے بعد جبین اعتراف خم کر دی ہے تم اُن سے دریافت کر سکتے ہو وہ تمھیں بتائینگے کہ جب پیغمبر عصر کی دعوت کے جواب میں سرکش قوم نے اس فرعونیت کا مظاہرہ کیا کہ واصروا واستکبروا استکباراً تو پھر ایسا ہی ہوا کہ طوفان آیا، وسعت ارضی اک بحرِ ناپید اکنار کی صورت میں تبدیل ہو گئی اور قدرت نے وہ طوفانی صور پھونکا کہ طاغوتیوں کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

فادخلوا ناراً فلم یجدوا لھم من دون اللہ انصاراً (سورہ نوح)	وہ جہنم میں پہنچا دئے گئے اور انھوں نے خدا کے سوا کوئی بھی حمایتی نہ پایا۔

پھر ایک زمانہ آیا جب یہی خطاکار انسان آفتاب و ماہتاب کی پرستش کرنے لگا۔ اور اپنے مقصد تخلیق کو فراموش کر بیٹھا۔ وہ اپنے مزاج کے بگڑ جانے کیوجہ سے فتنہ و فساد کو صلح و آشتی پر، تخریب کو تعمیر پر اور ظلم و جور کو عدل و انصاف پر ترجیح دے رہا تھا کہ یکایک اُنھیں میں سے ایک نوجوان بجلی کیطرح سے تڑپ اُٹھا اور اُسکے ایک ہی نعرۂ لا احب الآفلین سے خرمن صابیت کو خاکستر کر دیا، باطل کی آواز کو دبنا تھا وہ دب گئی اور نعرۂ حق سے گنبد افلاک میں ایک غلغلۂ عظمت برپا ہو گیا۔

پھر وہ زمانہ بھی ناقابلِ فراموش ہے جب مصر میں کبر و انانیت کے ایک مجسم شیطان نے انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ بلند کیا اور وہ اپنی پوری طاقت کیساتھ حق و صداقت سے معرکہ آرا ہوا لیکن اسکے غرور و گھمنڈ کا نتیجہ کیا ہوا؟ اسکا مجھ سے زیادہ بہتر جواب رود نیل کی وہ موجیں دے سکتی ہیں جو فرعون کے لرزہ انگیز انجام کو دیکھکر آجتک لرزہ براندام ہیں۔

وہ تمھیں بتائینگی کہ فرعون ہی خاک میں نہیں ملا بلکہ اسکی فرعونیت کی دھجیاں بھی سطح قلزم پر بکھر گئیں اور وہ سرکش فرعون آج دریا کی کسی نامعلوم تہ سے باتیں کر رہا ہے اُس فرعون کُش دریا کا ہر وہ حباب جو رہ رہکر سر اٹھاتا ہے اور پھر ٹوٹ جاتا ہے دنیا کو خدا کا یہ قانون پکار پکار کر بتا رہا ہے کہ باطل کو ہمیشہ سرنگوں ہونا پڑیگا اور حقانیت کے جھنڈے کو ہمیشہ سرفراز و سربلند رہنا ہے۔

پھر تم اسکے بعد عکہ اور ناصرہ کی وہ آبادیاں دیکھو جنھیں آتش فتنہ و فساد زور و شور سے بھڑک رہی ہے سرزمینِ شام طاغوتیوں کے ناپاک وجود سے گہوارہ ضلالت بنی ہوئی ہے مگر پھر بہت ہی جلد ایسا ہوا کہ مسیح ناصری علیہ السلام کا ظہور ہوا جنھوں نے اپنی مسیحائی فطرت سے فطرت بشری کو راہ راست پر لاکر کھڑا کر دیا اور وہاں کی فضا میں نغمہ توحید گونجنے لگا۔ لیکن ابتک ایسا ہوا کہ یہ سب کچھ کسی محدود مقام میں ہوا کرتا تھا، اگر شام میں نغمہ توحید گونجا تو گونج اُٹھا لیکن ٹھیک اُسیوقت عرب، لات و ہبل اور منات و عزیٰ کی لعنت محکومی میں گرفتار تھا، ہند و سندھ میں مہادیو اور کالی دیوی کی پرستش ہو رہی تھی، اور جب عرب و ہند میں روحانیت کا دریا جوش و خروش پر آتا تھا تو مصر و شام، عراق و فلسطین، بابل و نینوا میں روحانیت کے میکدے تاراج ہوتے تھے۔ ضرورت تھی کہ اس داستان کائنات کو کسی آخری نتیجہ پر پہنچا دیا جائے اور عین اُسوقت جبکہ زمین کا چپہ چپہ روحانی فساد سے معمور ہو چکا ہو اسی تماشا گاہ کون و فساد میں حقانیت کا نور اللہ کی پوری امداد کیساتھ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو اور خیر و شر کے مابین ایک آخری معرکۂ تخریب و اصلاح برپا ہو تاکہ عالم کو اس کے بعد دائمی نشاط و سرور اور ایک جاودانی امن و عافیت میسر ہو سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب کفر و شرک کی تمام طاغوتی قوتیں ایک مرکز پر آکر اکٹھی ہوگئیں تو ایک ہاشمی نوجوان اُٹھا اور تن تنہا اُٹھکر کفار کے بھرے مجمع میں جبل بوقبیس پر چڑھکر اُسنے نعرۂ توحید بلند کیا۔ دنیا کا ہر سر فرد اُسکا دشمن ہوگیا پھر بھی وہ داعی حق اکیلا اور بالکل اکیلا اُنھیں شیطانی قوتوں کے ہجوم میں للکار للکار کر خدا کا پیام اور بالکل آخری پیام سناتا رہا۔ باوجود عالمگیر مخالفت کے اسکے عزم و

استقلال کی درخشندہ پیشانی پر اُداسی و مایوسی کی کبھی ایک شکن بھی نہ پڑی اور اسیکا نتیجہ تھا کہ بہت جلد کائنات اسکے قدموں پر جھک پڑی روم کے قیصر نے عجز و درماندگی کا اقرار کیا اور شاہِ عجم نے شاہ عرب کے سامنے اعتراف شکست یہ تھا خدا کا ایک آخری پیغام اور یہی تھی فاران کی نور بار تجلی۔

خاتم الانبیاء کا پیغام

تمام شاہان روئے زمین کے نام

مدینہ منورہ میں تشریف لیجانیکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بادشاہان عالم کو تحریری فرامین کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی جن خوش نصیبوں نے آپکی دعوت کو قبول کیا وہ کامیاب ہے اور جنھوں نے روگردانی کی اور گستاخی سے پیش آئے وہ برباد ہوگئے اور انکی سلطنت کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھر گئیں۔ مگر چونکہ یہ تمام واقعات تاریخ و سیرت اور حدیث کی کتابوں میں گوہر نایاب کیطرح بکھرے پڑے تھے اسلئے دنیا اُنکے علم سے بھی محروم تھی۔ مگر اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی کو کہ آپنے سالہا سال کی کوشش اور وسیع مطالعہ کے بعد ان سبکو جمع کیا اور سیر حاصل علمی مباحث بیش بہا تاریخی اور حدیثی تحقیقات اور اہم سیاسی و مذہبی نتائج کا اضافہ کر کے "بلاغ مبین" کے نام سے شائع کردیا۔ درحقیقت "بلاغ مبین" اُردو ہی میں نہیں بلکہ تمام اسلامی لٹریچر میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب اور اسلامی دنیا پر حضرت مصنف دام مجدہم کا وہ احسان ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہیگا۔ اس کتاب میں جناب مصنف نے اس پر بھی پوری روشنی ڈالی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بالخصوص خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز تبلیغ کیا تھا۔ اور آجکل کے مبلغین اُس سے کتنی دور جا پڑے ہیں اور اسی لیئے خاطر خواہ کامیابی سے محروم ہیں۔ سائز ۲۰×۲۶ ۳۰۰ صفحات کاغذ نہایت اعلیٰ قسم کا کتابت طباعت نہایت پاکیزہ۔

قیمت صرف عار

جبلِ فاران پر آفتابِ رسالت

(از جناب رہبر اعظمی مبارکپوری)

یاد ہے فاران پر وہ جلوہ فرمانا ترا
برقِ ظلمت سوز کا ناگاہ تڑپانا ترا

دامنِ کفر و ضلالت کی اڑا کر دھجیاں
کلمۂ توحید کا عالم میں پھیلانا ترا

سازِ وحدت کا ترنم ریز نغمہ چھیڑ کر
دعوتِ حق بت پرستوں تک وہ پہنچانا ترا

کائناتِ دہر پر جب معصیت کی تھی گھٹا
رحمتِ باری کا اُس دم مینھ برسانا ترا

دیکھکر ظلم و ستم کی کالی کالی بدلیاں
بیکسوں کے حال پر وہ رحم فرمانا ترا

دیکھکر باطل پرستوں کی جہالت دیکھکر
اُن ہی بختوں کی حالت پر تڑپ جانا ترا

وہ نمودِ صبح تھی یا کوئی برقِ مستتر
ظلمتِ شب میں یکایک نور چمکانا ترا

تیرے حلم و صبر کی اور خُلقِ بیحد کی قسم
گالیاں کھا کے دعائے خیر فرمانا ترا

کس بلا کا سوز تھا تیری صدائے ساز میں
کونسا تھا دردِ پنہاں دُکھ بھری آواز میں

نورِ خدا

(از جناب محشر حسینی)

فروغِ حسنِ ذاتِ کبریائی
بہ رویت رو نمود اندر خدائی

حدیثِ خلقتِ عالم چہ گویم
ہمہ عالم ز نورِ مصطفائی

بپرس از محرمانِ رازِ وحدت
کہ نورِ مصطفٰے نورِ خدائی

کند با صد ہزاراں شوق و منت
فلک بر آستانش جبہہ سائی

چہ گویم وصفِ آں محبوب محشر
ازل را شرف و شرفِ منتہائی

دنیا کے مصلح اعظم کی ولادت

اصلاح عالم کیلئے عرب کا انتخاب

(از جناب مولانا ضیاء الحسن صاحب ضیاء، خلف الصدق حضرت الاستاذ مولانا الحاج مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی مدظلہ العالی)

عرب کا محل وقوع جزیرہ نمائے عرب براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اسکا مجموعی رقبہ تقریباً بارہ لاکھ مربع میل ہے۔ اس ملک کے مختلف مقامات اپنی مختلف خصوصیات وحالات کی بناء پر ممتاز ہیں۔ یمن وطائف کے پُرکیف و دل افروز مناظر اور انکی سرسبزی وشادابی کے سامنے ہندوستان ایسی زرخیز زمین کے بہترین حصے بھی ہیچ ہیں۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور وسط کا وسیع بے آب گیاہ ریگستان صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کھاتا ہے۔

قدیم اقوام ظہورِ اسلام سے قبل عرب کی قدیم آبادی تقریباً تین اقوام پر مشتمل تھی۔ عرب بائدہ۔ جو ایام جاہلیت ہی میں فنا کے گھاٹ اُتر چکے تھے۔ عرب عاربہ۔ جو دراصل یمنی النسل تھے۔ عرب مستعربہ۔ جو بنو اسمٰعیل کہلاتے تھے۔

مذاہب اس بارہ لاکھ مربع میل بے آب وگیاہ میدان میں قبائل کی وسیع دنیا آباد تھی۔ اور انکے درمیان بغض وعناد کی بیشمار خلیجیں حائل۔ قبائل کے باہمی اختلاف کیوجہ سے انکے دستور العمل وقوانین بھی جداگانہ تھے۔ ہر قبیلہ اپنے آپ کو شریعت ابراہیمی کا بہت بڑا پیروکار خیال کرتا تھا۔ حالانکہ انکے اس نظام کو نظم ابراہیمی سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ اکثر لوگ بت گری وبت پرستی کی لعنت میں گرفتار تھے۔ ہر قبیلہ کا ایک بُت ہوتا جسکی پرستش سعادت دارین خیال کیجاتی۔ بعثت نبویہ سے تھوڑے ہی عرصہ قبل قریش کے کچھ لوگ جیسے ورقہ ابن نوفل زید ابن عمر عبداللہ ابن حجش۔ عثمان ابن الحویرث وغیرہ وحدانیت کیطرف مائل ہو گئے تھے۔

عرب قبل از اسلام

طلوع آفتاب اسلام سے قبل اگرچہ تمام کائنات ارضی پر ظلمت و جہالت وحشت و بربریت کی مہیب گھٹائیں چھا رہی تھیں مگر عرب کی حالت سب سے بدتر تھی۔ اس میں تمام عالم کی برائیاں بحیثیت مجموعی موجود تھیں۔ فطرت انسانی کی اس سے بڑھکر اور کیا شقاوت ہوگی کہ خانہ کعبہ جسے اسکے اولین معمار خلیل اللہ نے بیت اللہ کے مقدس و بابرکت نام سے موسوم کیا تھا۔ بت پرستی اور فواحش کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ قلوب سے نقش وحدت حرف غلط کیطرح محو ہو چکا تھا۔ قتل و غارتگری انکا شیوہ۔ پتھروں کی خوشنودی کیلئے نفوس انسانیہ کا خون بہانا باعث سعادت خیال کیا جاتا۔ غیرتمندی تھی! اسقدر کہ لڑکیاں کیسکے نکاح میں دیدینا حد درجہ کی ذلت اور انھیں زندہ درگور کرنا باعث صد فخر و مباہات سمجھا جاتا تھا۔

ممالک غیر سے الگ رہنے کی وجہ سے زبان خالص اور نسل بے داغ تھی۔ لیکن فصاحت و بلاغت کا زیادہ تر استعمال خودستائی یا افعال فاحشہ کو مشتہر کرنیکے لئے کیا جاتا اور ان قصائد بلیغہ و فصیحہ کا مقام اشاعت بیت اللہ تھا۔ اس زمانہ کے مشہور شاعر امراء القیس نے اپنی قریبی بہن کیساتھ بدکاری کے واقعہ کو مشتہر کرنے کیلئے ایک بلیغ نظم قلمبند کی۔ اور اسے سنہری حروف میں لکھا کر بیت اللہ میں آویزاں کرا دیا۔ معمولی باتوں پر صدیوں کیلئے فتنے کھڑے کرئے جاتے اور ان تنازعات کی ابتدا ملکی یا سیاسی اختلافات سے نہ ہوتی تھی۔ بلکہ مویشی چرانے۔ پانی بھرنے۔ قصائد میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے۔ نخلستانوں میں قیام کرنے اور انھیں جیسی معمولی اور شخصی باتوں پر فتنہ و فساد کی آگ اسقدر اشتعال پذیر ہوتی کہ ہزارہا نفوس اسکی نذر ہو جاتے۔ اور صدیوں تک اُسے ٹھنڈا کرنا محال تھا۔ معمولی اختلافات کی بناء پر ایام جاہلیت میں جو خونریز معرکے وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ انکی تعداد تقریباً بارہ سو ہے۔

ان حالات میں قدرت الٰہی کے اس قدیم اور معروف قانون کے مطابق کہ جب شدت حرارت کیوجہ سے ندی نالے خشک ہو جاتے ہیں۔ کنوؤں کا پانی انکی تہ میں پہنچ جاتا ہے۔ حیوانات پانی کیلئے ماہی بے آب کیطرح بیقرار ہوتے ہیں۔ اور سرسبز و شاداب

درختوں و پودوں کی نرم و نازک پتیاں گرم لُو کی نذر ہو کر مرجھا جاتی ہیں تو اس وقت
رب العزت اپنے فضل و کرم سے اس ناقابل برداشت عالمگیر تشنگی اور خشکی کو رحمت باراں
نازل فرما کر سیرابی اور سرسبزی و شادابی سے تبدیل فرما دیتے ہیں۔ اسیطرح جب عالم
ارواح کو عصیان و تمرد۔ طغیانی و ضلالت کی بے پناہ ظلمتیں مکدر کر دیتی ہیں۔ اور
فطرت انسانی تسکین و راحت قلب کیلئے کسی نظام یا کسی مسلک کی تلاش میں بیقرار
ہوتی ہے۔ تو خالق السمٰوات والارض اپنے مقرب اور برگزیدہ بندوں کے ذریعہ انھیں
راہ ہدایت پر گامزن فرماتے ہیں) ضرورت داعی تھی کہ رحمت ربانی جوش میں آکر اپنے کسی
مقرب کو اس بنجر زار (جسے وسط عالم میں وقوع پذیر ہونیکی بنا پر ناف عالم کہنا بیجا نہ
ہوگا) میں مبعوث فرماتے۔ تاکہ وہ نسل انسانی کو اس ضلالت و ظلمت سے نجات دلا کر
راہِ ہدایت پر گامزن کرتے ہوئے راحت ابدی سے ہمکنار کر دے عرب کی خصوصیت اس
وجہ سے کہ اس کے مرکز عالم میں واقع ہونیکی وجہ سے حق کے داعی کی آواز جملہ اطراف و جوانب
عالم میں بآسانی اشاعت پذیر ہو سکے۔ اور بیت اللہ جملہ آلائشات سے پاک ہو کر صرف
رب اکبر کی عبادت کیلئے مخصوص ہو جائے۔

دعائے خلیل

آج سے ہزارہا سال پیشتر وہ جگہ جہاں اسوقت مکہ معظمہ آبادی بالکل
ویران پڑی ہوئی تھی۔ دور تک نگاہ اُٹھانے سے کوئی چیز نظر نہ
پڑتی۔ چاروں طرف وحشت و ہیبت برستی تھی۔ مشیت ربانی اس امر کی مقتضی تھی کہ ریت
کے انھیں ذروں سے آفتاب ہدایت طلوع ہو کر تمام عالم کو بقعہ نور بنائے۔ اشارہ
ایزدی کے مطابق حضرت ابراہیم اپنی سعادتمند بیوی ہاجرہ اور اُولوا العزم بیٹے اسمٰعیل کو
اس بنجر زار میں چھوڑ گئے۔ ان مقدس ہستیوں کے قیام کے باعث یہاں ایک چھوٹی
سی بستی آباد ہو گئی۔ حضرت ابراہیم پھر واپس تشریف لائے۔ اور اُولوا العزم بیٹے کی امداد
و اعانت سے کائنات ارضی پر اولین بیت اللہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ پھر دعا فرمائی۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمہ
اے ہمارے پروردگار اس بنجر زار پر بسنے والی قوم کی روزی کا سامان کرنا اور انکی رشد و ہدایت

کیلئے انھیں میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو تیری آیات انکو پڑھکر سنائے اور انکا تزکیہ کرے اور انکو کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔

پیغمبر اسلام کا سلسلۂ نسب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے عدنان کیساتھ رسول کریم صلعم کا نسب بالتحقیق ملجاتا ہے۔

عدنان ۔ معد ۔ نزار ۔ مضر ۔ الیاس ۔ مدرکہ ۔ خزیمہ ۔ کنانہ ۔ نضر ۔ مالک ۔ فہر ۔ غالب ۔ لوئ ۔ کعب ۔ مرہ ۔ کلاب ۔ قصی ۔ عبدمناف ۔ ہاشم ۔ عبدالمطلب ۔ عبداللہ ۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔

افراد قریش کے امتیازات

فہر ابن مالک انھیں سخاوت اور شرافت نفس کی بناء پر قریش کا لقب ملا۔ اور آپ کی اولاد قریشی کہلائی۔

قصی والد عبدمناف خاندان قریش کے وہ جلیل القدر بزرگ تھے جنکے علم و تدبر کا سکہ تمام ملک پر جما ہوا تھا نہ صرف قریش بلکہ دیگر قبائل عرب انھیں اپنا پیشوا مانتے۔ اور سیاست ملکی میں آپکی رائے کو بہت بڑا دخل تھا۔ آپنے محافظانِ حرم کے آخری منصبدار جلیل کی لڑکی سے عقد کیا۔ اسکی وفات کے بعد تولیت حرم کے حقدار آپ ہی ٹھہرائے گئے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ مکہ معظمہ میں مجلس مشاورت کا قیام ہے۔ اس کے علاوہ آپنے مظلومین کی امداد و اعانت کیلئے مجلس حلف الفضول کا سنگ بنیاد بھی رکھا تھا۔

عبدالمطلب آپ پیغمبر اسلام کے جد امجد تھے۔ ہر طرف آپکی فیاضی و سخاوت کا چرچا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل شراب و دیگر مسکرات کا استعمال ترک کرکے وحدانیت کیطرف مائل ہوگئے تھے۔ آپ ہی نے چاہ زمزم صاف کراکر اسکا پانی صرف پینے کیلئے مخصوص فرمادیا۔

یہہ تھے قریش کے فضائل اور یہہ تھی انکی عظمت و شوکت سعادت و شرافت جسکی بناء پر ولادت نبوی کا شرف اس قبیلہ کو حاصل ہوا۔

ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کا نام عبد اللہ تھا۔ آپ سیرت وصورت۔ ذہانت وشرافت کے لحاظ سے سب بھائیوں میں ممتاز تھے۔ مکہ کی شریف ترین خاتون آمنہ بنت وہب سے نکاح ہوا۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ ایام حمل میں عالم قدس سے یہ ندا آتی رہتی "اے آمنہ تیرے بطن میں ظل سبحانی۔ محبوب ربانی سرور کونین۔ پیغمبر آخر الزماں ہیں جب وہ معرض تخلیق میں آئیں تو انکا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا"

محبوب رب العالمین کی آمد

تاجدار مقام خلت کی دعا کے قریباً تین ہزار برس بعد رحمت ربانی جوش میں آئی۔ زمین وآسمان میں تحمید وتقدیس کے غلغلے بلند ہوئے۔ عرش نے نور کا برقعہ اوڑھا۔ کرسی نے فخر وعزت کی چادر پہنی۔ ملائکہ نور کے عمامے باندھکر عرش معلی کے گرد کھڑے ہوگئے۔ رضوان جنت نے فردوس بریں کے دروازے کھولدئے۔ جہنم کے دروازے بند کردئے گئے۔ آتشکدے سرد پڑگئے۔ باطل کی مستحکم عمارات میں زلزلہ آگیا۔ بت سربسجود ہوگئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ آج سرورِ کونین محبوب رب العالمین کی آمد کا دن ہے۔

۹ ربیع الاول[1] کی صبح سعادت مطلع اول کو چیرتی ہوئی آسمان عالم پر جلوہ بار ہوئی۔ تمام عالم بقعۂ نور بنگیا اس مبارک ساعت میں عرب ایسے بنجر زار ملک کے اندر جہاں ظلمت وجہالت بت گری وبت پرستی کا بازار گرم تھا۔ آفتاب رسالت نور خداوندی سے منور ہوکر عرب کے آسمان جہالت کو چیرتا ہوا مطلع عالم پر جلوہ گر ہوا۔ یعنی حضور سرور کائنات فخر موجودات ہادیٔ برحق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ایک معزز قبیلہ قریش کے سردار عبد اللہ ابن عبد المطلب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروزیٔ عالم سے قبل شفقت پدری سے محروم کردئے گئے یعنی آپ کے والد بزرگوار ولادت سے دو ماہ قبل ہی داعی اجل کے پیام کو لبیک کہہ چکے تھے آپ کے جد امجد اپنے نوجوان فرزند عبد اللہ کی یادگار کے ظہور کی خبر سنتے ہی گھر تشریف لائے۔ اور رواج کے مطابق حصول سعادت وبرکت کیلئے بچہ کو خانۂ کعبہ میں لیجا کر دعا مانگی حسب دستور ساتویں دن ضیافت کی تقریب منائی گئی۔ کھانیسے فراغت کے بعد لوگوں نے بچہ کا نام دریافت کیا۔ عبد المطلب نے جوابدیا محمد۔ لوگوں نے انتہائی تعجب وحیرت سے کہا کہ آپنے خاندان کے مروجہ ناموں کو ترک کرکے یہ نام کیوں اختیار کیا۔ کہا۔ میری تمنا ہے کہ میرا بچہ دنیا بھر کی تعریف وستایش کا شایاں قرار پائے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم وبارک وعظم وشرف وکرم)

[1] تاریخ ولادت میں مورخین کا اختلاف ہے بعض ۸ اور بعض ۱۲ لکھتے ہیں جمہور کا قول ۹ ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب مولانا سید محب الحق صاحب حسینی بلیاوی محشر رفیق ادارہ الفرقان

اے کہ تیری ذات سے نورِ ازل ہے آشکار　　اے کہ تیری ذات ہے وجہِ نمودِ روزگار
اے کہ تو ہے خامۂ قدرت کا پہلا شاہکار　　اے کہ تو ہی جوہرِ وحدت کا ہے آئینہ دار

تیری ہستی سے ہوئی عالم کی تخلیق و نمود
تیری ہستی سے تپش آمادہ ہے نبضِ وجود

اے کہ ہستی کیلئے ہے وجہ زینت تیری ذات　　جگمگا اٹھی تری آمد سے بزمِ کائنات
اے کہ تو نے آکے دنیا کو دیا درسِ حیات　　پاک تو نے کر دیا سب قصۂ لات و منات

صفحۂ قدرت کی ہے تو ہی "نگاہِ اولیں"
مرحبا صد مرحبا اے "رحمۃ للعالمیں"

تیری ہستی کیا ہے گویا باغِ وحدت کی مہک　　آفتابِ حسنِ فطرت کی ہے تو زریں چمک
تو ہے دستِ قدرتِ تخلیق کی پہلی لچک　　اور لبِ حسنِ ازل کے مسکراہٹ کی جھلک

تیری خاطر سے یہ سب ہنگامہ آرائی ہوئی
تجھکو پیدا کر کے خود قدرت تماشائی ہوئی

قلزمِ رحمت تری آغوش میں ہے بیقرار　　تیرے جلوہ سے ٹپکتا ہے جلالِ کردگار
اے شہِ کونین اے دونوں جہاں کے تاجدار　　تیری طاعت کر نیوالا حق کا ہے طاعت گذار

آشنایانِ حقیقت — کیا ہمیں سمجھا گئے!
تجھکو پا کر ہم نے سمجھا ہم خدا کو پا گئے!

تیری صورت درحقیقت اک مجسم نور ہے
تیری پیشانی میں پنہاں برقِ کوہِ طور ہے
خالقیت تیری خلقت سے بہت مسرور ہے
کیا ترے پردہ میں کوئی اور بھی مستور ہے؟

ہستیت را کسے ندانم مظہرِ پروردگار
جلوۂ لیلائے قدرت را تو کردی آشکار

تیری آمد سے قبل انساں تھے انساں کے غلام
مٹ چکے تھے صفحۂ ہستی سے یزداں کے غلام
بت کی پوجا کر رہے تھے سارے شیطاں کے غلام
بندہ و آقا سبھی تھے جسم بیجاں کے غلام

تو نے آکر حرّیت کا وہ علم لہرا دیا
طوقِ محکومی کو سب نے پاؤں سے ٹھکرا دیا

کفر و شرک و فسق و بدعت تیرے آنیسے مٹی
جو زمانہ کی عداوت تھی زمانیسے مٹی
جہل کی ظلمت ترے قرآں پڑھانیسے مٹی
اور غلامی تو فقط تیرے مٹانیسے مٹی

موت کی تو نے دلوں سے یاد کو بھلوا دیا
تو نے وہ درسِ حیات اقوام کو سکھلا دیا

تو نے دنیا کو دیا مہر و محبت کا سبق
تو نے دنیا کو دیا اک عام اخوت کا سبق
تو نے دنیا کو دیا کسب و تجارت کا سبق
تو نے دنیا کو دیا ارضی خلافت کا سبق

الغرض تو نے دیا وسعت نگاہی کا سبق
ہر پرستارِ خدا کو پادشاہی کا سبق!

اے کہ زیرِ گنبدِ خضرا ہے اب تو جلوہ گر
پھر بھی تیری ذات کا ہی عرشِ اعظم تک گذر
امتِ مرحوم کی حالت ہے محتاجِ نظر
ان غریبوں کی ترقی کا بھی کچھ سامان کر

تجھکو شانِ رحمۃٌ للعالمینی کی قسم
حشمتِ بیتاب کی جانب بھی اک نظرِ کرم

ذیل کا مضمون جناب مولوی محمد ذکاء اللہ خاں صاحب ریٹائرڈ کلکٹر مقیم حال بریلی کی طرف سے بغرض اشاعت موصول ہوا ہے اگرچہ اسکے بعض اجزاء سے ہمکو محض دیانۃً اختلاف ہے مگر چونکہ فاضل مضمون نگار کی نیت اصلاح ذات البین ہے اور اسی پاکیزہ جذبہ کے ماتحت اُنکے قلم سے یہ مضمون نکلا ہے اسلئے ہم بجنسہٖ اسکو ذیل میں درج کرتے ہیں، مضمون کے خاتمہ پر ہم انشاء اللہ اپنی رائے بھی عرض کرینگے۔ نیز حسب موقعہ حاشیہ میں بھی بعض خاص اجزاء کے متعلق اظہار خیال کرینگے۔ ناظرین کرام ذیل کے مضمون اور ہمارے حواشی (نوٹس) کو بغور ملاحظہ فرمادیں۔

الفرقان بابتہ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ میں ایک مضمون جناب حکیم عبدالشکور صاحب حنفی مرزاپوری کا بعنوان "تاریخ میلاد" شائع ہوا ہے۔ چونکہ مضمون ابھی نامکمل ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مولانا مضمون کے اختتام پر کس نتیجہ پر پہونچینگے۔ گو کہ مولانا کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عقد مجلس میلاد کے مخالف ہیں تاہم چونکہ مولانا نے اپنا مضمون ابھی ختم نہیں کیا ہے اسلئے اسکے متعلق کچھ لکھنا قبل از وقت ہوگا۔ مولانا نے اپنے مضمون کا ایک دیباچہ بھی تحریر فرمایا ہے اس دیباچہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:-

"اسلام کی تعلیموں میں اہل اسلام کیلئے باہمی اتحاد و اتفاق کی تعلیم بھی عجیب نعمت ہی جسکی برکت سے مسلم قوم کبھی اس طرح بہرہ ور تھی کہ اُسنے اپنی متحدہ قوت سے پہلے جو کچھ کیا وہ داستان ہنوز تاریخوں میں موجود اور دنیا کو معلوم ہے۔ مگر آہ اب اپنی وہ دولت بھی نصیب اعدا ہے۔ یہ کیوں۔ اسکے کئی سبب ہیں۔ ازانجملہ بڑی وجہ بالخصوص اس زمانہ پُرفتن میں اور خاصکر اسلامی دنیا میں فروعی اور غیرضروری اختلافی مسائل میں آپس کی

نزاع بھی ہے جس نے نہ صرف ہماری مذہبی حیات کو بلکہ دنیاوی زندگی کو بھی تباہ و برباد کر رکھا ہے۔ ان مسائل میں ایک مروجہ مجلس میلاد اور اسمیں بوقت ذکر ولادت قیام کا مسئلہ ہے۔"

قیام کے جواز و عدم جواز کے متعلق میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا کیونکہ میں اپنے کو اسکا اہل نہیں سمجھتا کہ اس مسئلہ کے متعلق کوئی رائے زنی کرسکوں کیونکہ یہ کام علماء کا ہے۔ اور میں ایک عام مسلمان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن نفس مجلس میلاد کے جواز یا عدم جواز کی بابت علماء کیخدمت میں کچھ عرض کرنا اور وہ بھی بغرض استفادہ غالباً بیجا نہ ہوگا۔

ایک گروہ علماء کا ایسی مجالس کو بدعت سیئہ کہتا ہے اور انکی شرکت کو موجب گناہ بتلاتا ہے۔ دوسرا گروہ ایسی مجالس کو محض جائز ہی نہیں بتلاتا بلکہ موجب ثواب اور مصدر برکات بے پایاں کہتا ہے۔ ہر دو گروہ علماء میں اس مسئلہ کی بابت جو اختلاف اسوقت ہے وہی آج سے تیس چالیس برس پہلے بھی تھا اور اس مسئلہ اور اس جیسے دیگر فروعی مسائل کی بنا پر جو اختلاف کا خلیج ہر دو گروہ علماء میں واقع ہوگیا ہے وہ روز بروز زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ ان دو گروہ علماء کے درمیان تعلقات برادرانہ جو دو مسلمان گروہوں کے درمیان ہونا چاہئیں عرصہ سے منقطع ہوچکے ہیں[۱] نفس مضمون پر کچھ عرض کرنے سے پیشتر میں عرض کرونگا کہ آیا یہ جزئی اور فروعی مسائل اس قابل ہیں کہ انکو اسقدر غیر ضروری اہمیت دی[۲]

---

[۱] کاش محترم مضمون نگار اس طرف بھی توجہ فرماتے کہ ان معمولی اختلافات کو بڑھانے اور اس حد تک پہنچانیکی ذمہ داری کس فریق پر عائد ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر غور فرما چکے ہیں تو اچھا ہوتا کہ اس ابہام کی تفصیل بھی فرمادیجاتی۔ ۱۲

[۲] بیشک عقد مجلس میلاد کا مسئلہ اور اس جیسے دوسرے مسائل ہرگز ایسے نہیں ہیں کہ انکو وہ اہمیت دیجائے جو بدقسمتی سے آجکل دیدیگئی ہے لیکن ان مسائل کے نام پر مسلمانوں میں جو پارٹی بندی آجکل ہوگئی ہے اور بقول صاحب مضمون قطع تعلقات تک جو نوبت پہنچگئی ہے اسکے متعلق یہ چیز قابل غور ہے کہ آیا وہ ان مسائل کیوجہ سے ہے یا اس میں کسی فریق کی نفسانی اغراض کو دخل ہے ہمارے نزدیک یہی آخری احتمال صحیح ہے اب رہا یہ کہ کس فریق کی

جاوے۔ کہ مسلمانوں کے علماء کے دو گروہ ہوں اور ہر گروہ کے متبعین میں بظاہر ہمیشہ کے لئے قطع تعلق ہو جاوے اور ہر فریق اپنی پوری قوت دوسرے فریق کو زک پہونچانے میں صرف کریں۔ آئے دن آپس میں مناظرے ہوں اور وہ بھی اس ایثار اور للہیت کے ساتھ کہ اگر پولیس موجود نہ ہو تو اکثر صورتوں میں نقضِ امن[۳] واقع ہو جاوے۔ مزید برآں ان مناظروں میں جس تہذیب اور متانت سے کام لیا جاتا ہے اسکا نمونہ رپورٹ مناظرہ سنبھل ضلع مراد آباد الموسوم بہ صاعقہ آسمانی بر فرقہ رضا خانی کے صفحات ۵۸ و ۴۷ پر ملاحظہ ہو[۴] اسلامی مناظر بھی اس جیسی رپورٹوں کو پڑھکر اغیار کیا کچھ خوش نہ ہوتے ہونگے اور اسلام کی کیا کچھ تضحیک نہ کرتے ہونگے۔ اور کہتے ہونگے کہ علماء کے مناظروں کا جب یہ حال ہے تو عوام کے مناقشوں کا کیا حال ہوگا۔

کیا اسلام اور بانی اسلام پر اغیار کیطرف سے حملوں کی اس قدر کمی ہے کہ ہم ان غیر ضروری

بقیہ ۲ نفسانی اغراض نے مسلمانوں میں یہ پھوٹ ڈال رکھی ہے اسکا جواب واقعات دینگے اور اگر ضرورت داعی ہوئی تو کبھی ہم بھی عرض کرینگے ۱۲

۳ اگر محترم مضمون نگار کا ذریعہ علم اس بارے میں صرف سنے سنائے واقعات نہیں ہیں بلکہ کسی مشاہدہ یا کامل تحقیق کے بعد انھوں نے اس افسوسناک حقیقت کا اظہار کیا ہے تو انکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ایسی خطرناک باتیں کس فریق کیطرف سے عمل میں آتی ہیں جنکی وجہ سے امن و امان خطرہ میں پڑ جاتا ہے اور پولیس انتظامی مظاہرہ پر مجبور ہوتی ہے ۱۲

۴ فاضل مضمون نگار نے جس مناظرہ کی رپورٹ کا حوالہ دیا ہے وہ ۱۳۴۳ھ میں میرے وطن سنبھل میں ہوا تھا۔ اہلسنت کیطرف سے ناچیز مدیر الفرقان مناظر تھا اور رضا خانی حضرات کیطرف سے سارے رضا خانیوں کے نمائندے مولوی حشمت علی صاحب جو سخت کلامی بلکہ گالی گلوج میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔ فاضل مضمون نگار نے صاعقہ آسمانی کے ص۵۸ و ص۴۷ پر اُنکے جو سخت اور ناشائستہ کلمات دیکھے ہیں اور حقیقت وہ اُنکی اُن گالیوں کے مقابلہ میں بہت ہلکے ہیں جنکے وہ عادی ہیں اور یہ اُنکا اضطراری یا غیر ذمہ دارانہ فعل نہیں ہے بلکہ انکا قول یہ ہے کہ "دیوبندی، نیچری، وہابی وغیرہ وغیرہ یہ سب کافر مرتد ہیں انکو سخت سے سخت گالیاں دینا ثواب ہے، کافروں کو خدا نے بھی گالیاں دی ہیں۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی انکو گالیاں دیا کرتے تھے صحابہ کرام کا بھی یہی دستور تھا۔ (معاذ اللہ منہ) ایکمرتبہ میں نے مولوی حشمت علی صاحب کی گالیوں کیخلاف احتجاج کیا تھا جسکے جواب میں انھوں نے مجھکو یہ سب کچھ لکھا تھا۔ مولوی حشمت علی صاحب کی وہ تحریر میرے پاس ابھی تک محفوظ ہے اللھم احفظنا ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

خانہ جنگیوں میں اس انہماک کیساتھ مصروف رہیں[۵] کہ ہمکو دنیا اور مافیہا کی کچھ خبر نہیں رہے کیا ہم خدمت دین وقوم کے جملہ فرائض پورے طور پر ادا کر چکے ہیں کہ ہمارے لئے اب کچھ کرنیکو باقی نہیں ہے سوائے اسکے کہ ہم ان جزوی اور فروعی مسائل کے مباحث میں اپنا وقت صرف کریں۔ مولانا عبدالشکور صاحب ان مسائل کو فروعی اور غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو کیا مولانا موصوف اپنے مضمون کے آخر میں[۶] کم ازکم اپنے ہمخیال علماء سے عرض کرینگے کہ آئندہ سے وہ ان فروعی اور بقول انکے غیر ضروری مسائل کے مباحث میں حصہ لینے سے احتراز فرماویں اور اپنی تمامتر کوشش اغیار کے حملوں کے رد اور مسلمانوں کے فلاح وبہبود کے کاموں میں صرف کریں[۸]۔

---

۵ بیشک نہایت شرمناک بات ہے اور خون کے آنسو رونیکا مقام ہے: لیکن جن کور بختوں کے نزدیک یہی گالی گلوج اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہو ا نکو آپ کسطرح سمجھائیں گے

۶ بیشک ان خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو کر اغیار کے حملوں سے بے پرواہ ہو جانا سخت درجہ کی حماقت ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ ہرگز اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد نہیں لیکن شاید جناب کو یہ معلوم نہیں کہ عمائد بریلی (رضاخانی علماء) کے نزدیک وقت کی سب سے بڑی ضرورت دیوبندیوں، ندویوں، غیر مقلدوں کی تردید ہے (ملاحظہ ہو ازالۃ العار) اور کیا جناب نے نہیں سنا کہ ایک دیوبندی یا ندوی یا غیر مقلد کا مارنا ایک ہزار کافروں کے مارنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

(ملاحظہ ہو فتویٰ حسام الحرمین مرتبہ جناب مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی)

۷ مولانا کا پورا مضمون ہمکو موصول ہو چکا ہے اور مولانا نے اسکے خاتمہ میں کچھ اصول لکھے ہیں جنپر فریقین اگر صلح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں اور مولانا نے فریقین ہی کو ان اصولوں پر سلسلہ نزاع کے ختم کر دینے کی دعوت دی ہے۔

۸ ناچیز مدیر الفرقان اہلسنت وجماعت کا ایک ادنیٰ خادم ہونیکی حیثیت سے اپنی تمام جماعت کیطرف سے اس اصول پر صلح کرنیکے لئے تیار ہے بشرطیکہ فریق ثانی بھی اسپر آمادہ ہو۔ لیکن جب ناخدا ترس حریف انھیں فروعی مسائل کو شعار دین بتلا کر اکابر علماء اسلام کو گمراہ اور بددین مشہور کرے اور ایک ایسی چیز کو جسکو ہم اپنی تحقیق میں بدعت جانتے ہیں سنت بلکہ واجبات وفرائض سے زیادہ اہمیت دے تو ہم دیانتاً اظہار صواب کیلئے مجبور ہونگے۔ بہرحال اگر فریق ثانی ان فروعی مسائل کے متعلق کوئی صلح کرنے پر آمادہ ہو تو الحمدللہ ہماری طرف سے کوئی تامل نہ ہوگا لیکن بظاہر حالات اُنسے اسکی توقع ایک امر محال کے توقع کے مرادف ہے۔ جیسا کہ تجربہ شاہد ہے لیکن اسلام کیطرف اگر کوئی ہمدردی ہو تو ان نزاعات کے خاتمہ کی ایک آسان اور ممکن صورت یہ بھی ہے کہ ہر فریق اسکا لحاظ رکھے کہ ان فروعی اختلافات کو فروعی ہی کی حدود تک رکھا جائے اور انکو منافرت بین المسلمین کا آلہ نہ بنایا جائے بحمداللہ یہ ناچیز اسکے لئے تیار ہے اور اپنی جماعت کیطرف سے بھی اسکی ذمہ داری لے سکتا ہے۔ واللہ الموفق ۱۲

نفس مضمون کیطرف رجوع کرنیسے پیشتر میں بدعات کے متعلق ایک اصولی بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ میری عرض اگر علماء کے نزدیک قابل قبول ہوگی تو ان بہت سے فروعی مسائل کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ خود بخود طے ہو جاویگا۔ میرا ادعا یہ ہے کہ ہر شے یا عمل میں کچھ نہ کچھ ذاتی حُسن یا قبح ضرور ہوتا ہے لہٰذا قابل غور یہ بات ہوگی کہ کسی بدعت زیر بحث میں کوئی ذاتی حُسن یا قبح ہے یا نہیں اگر اس بدعت میں ذاتی حُسن ہی حُسن ہے اور قبح کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے اور وہ بدعت کسی صریح حکم شرعی کی مخالفت نہیں کرتی ہے تو وہ بدعت بلا پس و پیش بدعت حسنہ اور جائز قرار دیجاویگی اور اگر اُسمیں محض ذم ہی ذم ہے تو ظاہر ہے کہ وہ بدعت سیئہ ہے اور ناجائز قرار دیجانا چاہئے۔ اور اگر اس میں حسن اور ذم دونوں کے پہلو ہیں تو یہ دیکھنا ہوگا کہ کونسا پہلو راجح ہے اور حکم راجح پہلو کے اعتبار پر دیا جاوے گا[۹] غالباً میرے اس معروضہ پر علماء کیطرف سے یہ ارشاد ہوگا کہ شریعت میں کسی چیز کا ذاتی حُسن و قبح ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ شریعت کے نزدیک وہی شے حسن ہے جسکو شریعت نے حسن قرار دیا۔ اور وہ چیز قبیح ہے جسکو شریعت نے قبیح قرار دیا۔ اسکا اول جواب تو یہ ہے کہ جن امور کی بابت شریعت صریح احکام صادر فرما چکی ہے وہ امور تو بدعات کے تحت میں زیر بحث ہو ہی نہیں سکتے کسی عمل کے بدعت ہونے یا نہ ہونیکا سوال تو اُسوقت ہی پیدا ہو سکتا ہے جب اسکی نسبت کوئی صریح حکم شرعی موجود نہیں ہے اور ایسی صورت میں جیسا کہ مینے پہلے عرض کیا۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ اس فعل یا عمل میں حسن و قبح ذاتی ہے یا نہیں[۱۰]۔ میں تو یہ بھی عرض کرونگا اگرچہ یہ میرے دعوے

[۹] اشیاء کے حسن و قبح کے عقلی اور شرعی ہونے میں اہلسنت اور معتزلہ کا قدیم سے اختلاف ہے معتزلہ اس باب میں عقل کو حاکم مانتے ہیں اور اہلسنّت کا محقّق اور منقح مذہب یہ ہے کہ عقل مامور بہ کے حسن اور منہی عنہ کے قبح کا صرف ادراک کر سکتی ہے اور امر و نہی کی حکمتیں اُسکو معلوم ہو سکتی ہیں لیکن حکم کا مدار عقل کے فیصلہ پر نہیں ہے ورنہ لازم آئیگا کہ حلّت و حرمت بیان کرنیکے لئے انبیاء علیہم السلام کی ضرورت نہو (فتامل و تفکر)

[۱۰] ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اصول شرعیہ کی روشنی میں دیکھا جائیگا۔ محض عقل کا فیصلہ کافی نہیں ہے۔

کے ثبوت کیلئے ضروری نہیں ہے کہ جن اعمال اور افعال کے متعلق احکام شرعی بھی موجود ہیں انہیں بھی حسن وقبح ذاتی کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا[۱]۔ کیونکہ اگر اس سے انکار کیا جاوے تو ہم اسلامی احکام کی فوقیت دوسرے مذاہب کے احکام پر ثابت نہیں کر سکتے[۲]۔ اسلام میں مشروع طریقہ مرد و عورت کی قربت کا نکاح ہے ایک دوسرے مذہب میں نیوگ بھی ایک جائز طریقہ مرد و عورت کی قربت کا ہے۔ اگر نکاح کے ذریعہ سے مرد و عورت کی قربت کوئی ذاتی حسن نہیں رکھتی اور نیوگ کے طریقہ سے مرد و عورت کی قربت میں کوئی ذاتی قبح نہیں ہے تو ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ نکاح کو نیوگ پر ترجیح دیسکیں۔ اسیطرح لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ۔ اسلام رہبانیۃ کو مذموم قرار دیتا ہے اور بعض دیگر مذاہب رہبانیۃ کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ اسلئے اگر رہبانیۃ میں کوئی ذاتی قبح اور نقص نہیں ہے تو یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام کا حکم اس بارے میں دیگر مذاہب کے احکام سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اس بنا پر شارع اسلام نے ذیل کی نہی کے ذریعہ سے ربٰو کو حرام قرار دیا۔ لَا تاکلوا الربوا اضعافاً مضاعفة اور جب کفار نے اعتراض کیا کہ بیع اور ربٰو میں کیا فرق ہے تو ارشاد ہوا کہ احل اللہ البیع وحرم الربوا۔ اکثر دیگر

[۱] حسن وقبح کے وجود سے کسیکو انکار نہیں ہے بلکہ عقل کا مدرک حسن وقبح ہونا بھی تسلیم ہے البتہ عقل محض کے حاکم ہونیسے انکار ہے ۱۲

[۲] دوسرے مذاہب کے احکام کے مقابلہ میں اسلامی احکام کی برتری ثابت کرنیکے لئے عقل کا ادراک کافی ہے جو اہلسنت کو مسلّم ہے اور جناب نے نکاح، رہبانیت، ربٰو وغیرہ کی جو مثالیں پیش فرمائی ہیں ان سب کے متعلق اسلامی احکام میں جو خوبیاں ہیں عقل انکا ادراک کر سکتی ہے اور اسی ادراک کیوجہ سے وہ اسلامی احکام کو دوسرے احکام پر ترجیح دیتی ہے لیکن حکم کا مدار اس عقل کے ادراک پر نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو چاہئے تھا کہ ربٰو نبوت کے پہلے دن سے حرام ہوتا کیونکہ اسکی ذات میں قباحت ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ہجرت سے کافی عرصہ کے بعد اُسکی حرمت کا اعلان کیا گیا کیونکہ اس سے پہلے وحی الٰہی نے اُسکو حرام نہیں کیا تھا بہرحال حلت وحرمت کا مدار حکم شریعت ہی پر ہے نہ ہماری عقل پر وللہ در القائل ؎

بے حکم شرع آب خوردن خطا است ٭ دگر خوں بفتوی بریزی رواست

مذاہب میں ربوٰ مثل بیع کے جائز ہے اسلئے اگر ربوٰ میں بیع کے مقابلہ میں کوئی ذاتی ذم نہیں ہے تو ربوٰ کے متعلق جو حکم خداوندی ہے اسکی حکمت نہ ہم خود سمجھ سکتے ہیں نہ دوسروں پر ثابت کر سکتے ہیں۔ لہذا کسی بدعت کے جائز یا ناجائز حسن یا قبیح قرار دینے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا[۱۳] کہ اُسمیں کیا ذاتی حسن و یا قبح ہے یہ بات کہ وہ عمل حضور کے وقت میں ہوا یا نہیں صحابہ کے وقت میں ہوا یا نہیں۔ تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں ہوا یا نہیں اُسکو حسن یا غیر حسن قرار دینے کیلئے ضروری نہیں ہوگا[۱۴]۔ غالبًا اس کلیہ سے کسیکو انکار نہیں ہوگا۔ یا کم از کم نہ ہونا چاہیے کہ جن امور کی بابت شارع نے صریحی احکام نہیں دئے ہیں اُنکی بابت مسلمانوں کو بالکل آزاد چھوڑ دیا ہے[۱۵] کہ جو عمل چاہیں کریں بشرطیکہ وہ عمل کوئی ذاتی ذم کا پہلو نہ لئے ہوئے ہو یہی نہیں بلکہ ہماری اِس آزادی میں دراندازی کرنا اور شریعت میں نئی نئی تنگیاں پیدا کرنا[۱۶] ممنوع اور دراصل بدعت سیئہ ہے۔ جس

---

[۱۳] جواز و عدم جواز کا حکم لگانے کیلئے اصول شرعیہ کی روشنی میں دیکھنا ہوگا۔

[۱۴] قرون ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر میں کسی چیز کا وجود خارجی نہ ہونا بیشک اسکو مستلزم نہیں کہ وہ چیز قبیح ہی ہو۔ لیکن اگر یہ تینوں زمانے اُسکے وجود شرعی سے بھی خالی رہے تو بیشک وہ چیز "حسن" نہیں پس جن لوگوں نے ہر اس چیز کو قبیح قرار دیا ہے جو قرون ثلٰثہ میں موجود نہ تھی اُنکی مراد غالبًا وجود سے وجود شرعی ہی نہ کہ وجود خارجی۔ واللہ اعلم ۱۲

[۱۵] اصل اشیا میں اباحت ہے یا توقف۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے لیکن اگر آپکے اس کلیہ کو تسلیم کرتے ہوئے اباحت ہی کو اصل مان لیا جاوے جب بھی دینی ایجادات اس سے مستثنےٰ ہونگی کیونکہ وہ شریعت میں مسکوت عنہا نہیں ہیں بلکہ اُن کے متعلق صریح حکم یہ ہے

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردٌ　　جس نے ہمارے دین میں ایسی بات ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ (موجد یا ایجاد کردہ بدعت) مردود ہے۔ (رواہ البخاری)

[۱۶] غور فرمایا جائے ایک فریق شریعت کے مطلق احکام کو اپنی ایجاد کردہ تقییدات سے مقید کرتا ہے اور جس چیز کو شارع نے کوئی خصوصی اہمیت نہیں دی اُسکو اپنی طرف سے غیر معمولی اہمیت دیکر تمام مسلمانوں میں رائج کرنا چاہتا ہے' دوسرا فریق ان ایجادی تقییدات سے اختلاف کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ شریعت نے جس حکم کو جس حال پر رکھا ہے اُسکو اُسی حال پر رکھا جائے اور اس میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہ کیا جائے۔ غور فرمایا جائے کہ انمیں سے کون شریعت میں نئی نئی تنگیاں پیدا کرتا ہے۔ فیصلہ کرتے وقت آیۃ کریمہ" ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا" پر بھی غور فرمایا جائے تو شاید فیصلہ کرنے میں سہولت ہو۔ ۱۲

سے بذریعہ نص منع کیا گیا ہے. حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب نزول وحی
کا سلسلہ جاری تھا اسوقت جب وحی نازل ہوتی تو بعض اوقات بعضے از صحابہ اُن احکام
کے متعلق جو نازل ہوتے مزید استفسارات اور سوالات کرتے اسپر ایسے استفسارات اور
سوالات سے روکا گیا اور بتایا گیا کہ اگر اس قسم کے استفسارات کروگے تو ممکن ہے کہ انکے
جواب میں جو احکام نازل ہوں وہ شرع کو مسلمانوں پر اور تنگ کردیں لہذا ایسے استفسار
سے احتراز لازم ہے اور شرع نے جن امور میں پابندی عائد نہیں کی اُنمیں اپنی آزادی کو
کھونیکی کوشش مت کرو چنانچہ جب سورۂ حج نازل ہوئی تو کسی صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے دریافت کیا کہ آیا حج ہر سال کیلئے فرض ہوا ہے تو حضور نے فرمایا کہ نہیں لیکن اگر میں
اس سوال کے جواب میں کہدیتا کہ ہاں تو ہر سال کیلئے حج فرض ہوجاتا لہذا جن امور میں
شریعت نے ہمکو آزاد چھوڑا ہے علماء دین کا یہ کام نہیں ہے کہ اُس آزادی کو ہم سے سلب
کرلیں یا اُسکو محدود کردیں۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی فعل یا عمل جسکے متعلق کوئی صریح امر
یا نہی شریعت میں نہ ہو اُسکا کرنا ہمارے لئے خواہ تعین وقت کیساتھ ہو یا بلاتعین وقت
کے بالکل جائز ہے[1] بشرطیکہ وہ فعل فی نفسہ مستحسن ہو قبیح نہ ہو خواہ اسلاف سے بذریعہ نقل وہ
فعل یا عمل ثابت ہو یا نہ ہو۔

[1] جناب کی اس تحقیق کے بعد شریعت میں سے بدعت کا باب بالکل ہی اُڑجاتا ہے جناب خود تحریر
فرماچکے ہیں کہ بدعت وہی ہوسکتی ہے جسکے متعلق شریعت میں کوئی صریح حکم موجود نہ ہو" اور ایسی چیزوں
کے متعلق جناب کا عمومی فیصلہ یہ ٹھیرا کہ ایسی تمام چیزیں جائز ہیں، تو حاصل یہی ہوا کہ "بدعت کوئی
ناجائز نہیں" رہی جناب کی یہ قید کہ "بشرطیکہ وہ فعل فی نفسہ مستحسن ہو قبیح نہ ہو" اسکے متعلق یہاں
مختصراً صرف اتنی ہی گذارش ہے کہ آغاز اسلام سے آجتک جتنی بھی بدعات دین میں نکالی گئی ہیں۔
(جنمیں بہت سی ایسی بھی ہیں کہ انکے معصیت اور بدعت سیئہ ہونے پر جمہور امت کا اتفاق ہے) غرض سب
کے موجدین اور عاملین اسکے مدعی ہیں کہ انمیں فی نفسہ حسن ہے اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کو جب دین کا رنگ
دیا جائیگا تو اُسکو حسن کہنا پڑیگا اور یقیناً اُسمیں کوئی نہ کوئی پہلو حسن کا ہوگا جو عوام الناس کیلئے جاذب
ہوسکے۔ ہوائے نفس کو جب کبھی دین کا جامہ پہنایا گیا ہے اُسکے محاسن اور مصالح پر دفتر کے دفتر (بقیہ)

غالباً یہ کہا جاوے کہ کسی ایسے فعل کو شرعاً ضروری قرار دیکر جاری کرنا جبکہ اسلاف سے اسکی کوئی سند نہیں ہے ضرور ناجائز ہوگا۔ مگر یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ اس فعل یا عمل کو جو کسی سند سے ثابت نہیں ہے ایک فرض۔ واجب۔ سنت سمجھکر یا قرار دیکر کیا جاوے۔ اگر ایسا کیا جاویگا تو بلا شبہ وہ ناجائز ہوگا۔ بلکہ اس فعل یا عمل کو محض ایک مباح فعل یا عمل سمجھکر کیا جاوے اور اگر تعین وقت کیا جاوے تو محض سہولت عمل کے لحاظ سے نہ اس لحاظ سے کہ اس تعین وقت میں فی نفسہ کوئی استحسان ہے۔

اب علماء کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس قسم کا عمل خواہ اسکو بدعت کے نام سے یا کسی دوسرے نام سے موسوم کیا جاوے وہ جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو کیوں؟[۱۸]

بقیہ ۷۷ لکھے گئے ہیں۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے۔ کل بدعۃ ضلالۃ وان راھا الناس حسنۃ۔ ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسکو اچھا سمجھیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے لکھا اور خوب لکھا ہے

کہ علماء وقت را حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ توفیق دہد کہ بحسن ہیچ بدعت لب نہ کشایند و باتیان ہیچ بدعت فتویٰ نہ دہند اگرچہ آں بدعت در نظر ایشان در رنگ فلق صبح روشن در آید چہ تسویلات شیطان را در ماورائے سنت سلطان عظیم است

اللہ تعالیٰ علماء وقت کو توفیق دے کہ وہ کسی بدعت کے حسنہ ہونیکا لفظ زبان سے نہ نکالیں اور کسی بدعت کے جواز کا فتویٰ نہ دیں اگرچہ وہ بدعت انکی نظر میں سپیدی صبح کیطرح روشن معلوم ہو کیونکہ شیطانی فریب کو ماسوائے سنت میں بڑی دسترس ہے

مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ششم ص۶۵ ۱۲

۱۸ جو چیز شریعت سے ثابت نہ ہو اور اسکو امر دینی قرار دیکر رواج دیا جائے تو وہ شریعت کی مخصوص اصطلاح میں بدعت ضلالت ہے اگرچہ بادی النظر میں اس میں کوئی خاص حرج نہ ہو اور اسکی مثال بالکل جعلی سکہ کی سی ہے کہ اسکا بنانیوالا اور چلانیوالا بہرحال مجرم ہے۔ اگرچہ اس کے ظاہری نقوش کیسے ہی بہتر ہوں اور اگرچہ اسکا مال بھی اچھا ہو کیونکہ سکہ کا بنانا ہی حکومت کے مخصوص اختیارات میں دراندازی ہے۔ اسیطرح کسی چیز کو امر دین اور کار ثواب قرار دینا صرف شارع کے

اب رہا مسئلہ عقد مجلس میلاد کا۔ اُسکے دو جزو ہیں ایک نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام اور دوسرا انعقاد مجلس برائے ذکر میلاد۔ تو نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کا نہ کوئی انکار کرتا ہے۔ اور نہ انکار کرسکتا ہے۔ اسلئے مجھکو یہ ثابت کرنیکی ضرورت نہیں کہ یہ عمل فی نفسہٖ کیسا حق اور کتنا باعث خیر و برکت ہے۔ رہا سوال انعقاد مجلس میلاد شریف اگر ایسا کرنے میں کوئی ذاتی ذم یا قبح نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنے میں کوئی ذاتی ذم اور قبح ہو بھی نہیں سکتا۔ تو نتیجہ نکلا[۱۹] کہ انعقاد مجلس میلاد بالکل جائز اور مستحسن عمل ہے۔

(یہ واضح رہے کہ مجلس میلاد سے میری مراد ایسی مجلس ہے جسمیں کوئی امر غیر مشروع نہ ہونے پاوے اور حضور کی ولادت کا حال اور حضور کے علو مرتبت کا اظہار اور حضور کے اخلاق اور عادات کا بیان روایات صحیحہ کے مطابق کیا جاوے)

یہ بات کہ کوئی مباح یا مستحسن کام بغیر ارادہ و بغیر اہتمام اور انتظام کے وقوع پذیر ہو جاوے وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ یہ کہنا کہ یہ عالم بغیر ارادہ خداوندی کے وجود میں آسکتا ہے[۲۰]۔

مخصوص اختیارات ہیں اب جو شخص بلا حکم شارع کسی چیز کو دین میں داخل کرتا ہے وہ حکومت کے خصوصی اختیارات کو خود استعمال کرتا ہے۔

آیت کریمہ " ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ	کیا انکے کچھ شریک ہیں جنھوں نے اُن کیلئے دین کی وہ باتیں مقرر کردی ہیں جنکا اللہ نے حکم نہیں دیا
اور حدیث شریف " من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد	جسنے ہمارے دین میں میں وہ چیز نکالی جو اسمیں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

کا یہی مضمون ہے البتہ فکر لطیف کی ضرورت ہے (افسوس مسئلہ تفصیل طلب ہے اور میدان تنگ اسلئے یہاں صرف اشارات پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ یار زندہ صحبت باقی)

[۱۹] جس بنیاد پر یہ نتیجہ نکالا جارہا ہے اُسکے متعلق ہم پہلے اظہار خیال کرچکے ہیں۔ ۱۲

[۲۰] یہ بالکل صحیح ہے کہ کوئی اختیاری فعل بلا ارادہ نہیں ہوتا اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ ہر وہ کام جو اہتمام اور انتظام کو چاہتا ہے۔ اسکے لئے اہتمام اور انتظام کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اصلاح الرسوم میں محفل مولد کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں:۔

پہلی صورت یہ ہے "وہ محفل جس میں قیود مروجہ متعارفہ میں سے کوئی قید نہ ہو نہ قید مباح نہ قید مکروہ سب قیود سے مطلق ہو مثلاً کچھ لوگ اتفاقاً جمع ہوگئے۔ کسی نے انکو اہتمام کرکے نہیں بلایا۔ یا کسی اور مباح ضرورت سے بلائے گئے تھے اس میں خواہ کسی کتاب سے یا زبانی حضور پرنور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ولادت شریفہ ودیگر اخلاق وشمائل ومعجزات وفضائل مبارکہ کا صحیح صحیح روایات سے بیان کردیا گیا اور اثنائے بیان میں اگر ضرورت امر بالمعروف بیان احکام کی دیکھی جاوے تو اس میں بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ یا اصل میں اجتماع سماع وعظ واحکام کے لئے ہوا اور اس کے ضمن میں ان وقائع شریفہ وفضائل کا بیان بھی آگیا۔ یہ وہ صورت ہے کہ بلانکیر جائز بلکہ مستحب وسنت ہے"

مولانا اشرف علیصاحب اس پایہ کے عالم اور بزرگ ہیں کہ انکی کسی تحریر پر میرے لئے جرح وتنقید کرنا چھوٹا منھ بڑی بات کا مصداق ہے۔ مگر تاہم یہ کہے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ جو صورت جواز ذکر ولادت کی مولانا نے نکالی ہے وہ ایسی ہے کہ اس کے مطابق ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر قریب قریب اتنا ہی ممکن الوقوع ہے جتنا کہ حکماء عصر کے بخت واتفاق والے نظریہ کے مطابق اس عالم کا وجود میں آنا[۲۱]

(باقی آئندہ)

بقیہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا ذکر خیر بغیر ان مخصوص اہتمامات اور انتظامات کے نہیں ہوسکتا۔ جو ارباب میلاد میں رائج ہیں۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ نماز کیلئے کپڑے کی ضرورت ہے اور بغیر کپڑے کے نماز درست نہیں لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ نماز بغیر شیروانی کے نہ ہوسکے۔ ۱۲

[۲۱] مسئلہ کی تحقیق میں اسقدر شاعرانہ مبالغہ اور وہ بھی جناب کے قلم سے ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست آپ کے اس استبعاد کا مفصل جواب انشاءاللہ آئندہ عرض کیا جائیگا (باقی باقی)

جائزہ

(از جناب [illegible])

ہم نے مرزائیوں کے سارے عقائد دیکھے
لیکن اُنہیں کہیں توحید کا سایہ نہ ملا!

غور سے ہمنے پڑھیں ساری تصنیفِ غلام
جُز تجارت کے رسالت کا عقیدہ نہ ملا!

بنگیا خود ہی خدا خود ہی خدا کا بیٹا
اور نبی بننے کی خاطر کوئی حیلہ نہ ملا

دونوں میں ایک کی بدبختی مسلّم ہو گی
اُنکو "بیگم" نہ ملی، اُسکو مسیحا نہ ملا

بات یہ کیسی کہی تم نے جناب آتھم؟
مجھکو مرزا سے زیادہ کوئی سچّا نہ ملا؟

ہمنے دیکھے ہیں رضا خانی عقائد بھی تمام
لیکن اُنمیں کہیں توحید کا خاکہ نہ ملا

اُنکے معبود ہیں مٹی کی مزاریں اکثر
یعنی اللہ اُنھیں قابلِ سجدہ نہ ملا

ظلمتِ قبر میں کیا خاک ملیگا اُنکو
جنکو کعبہ میں بھی اللہ کا جلوہ نہ ملا

الغرض کھانے کمانیکو رضائی کیلئے
بُت پرستی کے سوا اور کوئی پیشہ نہ ملا

اک مجاور کا تھا دلچسپ یہ فقرہ مختصر
ہمکو حلوہ ملا، چادر ملی، نذرانہ ملا

الغرض دیکھ لیا ہمنے جہاںمیں ہر سو
بُت کے بندے ملے اللہ کا بندہ نہ ملا

کعبہ کا برہمن

(از جناب [illegible])

کیا فرق رہا باقی اب شیخ و برہمن میں
وہ پُوجے مزاروں کو یہ بُت کی کرے پُوجا

پیروں کو مسلماں بھی اوتار سمجھتے ہیں
وہ غوث کا بندہ ہے، یہ رام کا ہے بندا

نذرانے چڑھاوے میں دونوں ہی برابر ہیں
چھنتی ہے وہاں پوری بنتا ہے یہاں حلوا

دونوں ہی چڑھاتے ہیں ناموں پہ بزرگوں کی
سوئر اُسے ملتا ہے اور اسکو خصی بکرا

وہ پھول چڑھاتا ہے دریا پہ اگر جا کر
قبروں پہ یہاں دیکھو چڑھتا نہیں کیا سہرا

القصّہ برابر ہیں مومن ہوں کہ مشرک ہوں
گو نام علیحدہ ہے پر کام ہے اک جیسا

اے کاش بدلجائے گمراہوں کی یہ حالت
اے کاش نہ ہم سنتے اغیار کا پھر طعنہ

اللہ تو غارت کر کعبہ کے برہمن کو
جو بیچ کے کھاتا ہے اسلاف کے مدفن کو

تاریخ میلاد

گذشتہ سے پیوستہ

نیز فرماتے ہیں

قلت وفی بوالیفہ اشیاء تنقم علیہ من تصحیح وتضعیف (ایضا)

میں کہتا ہوں کہ ابن دحیہ کی کتابوں میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو اوسپر عیب لگاتی ہیں تصحیح وتضعیف سے

دوم علامہ ذہبی نے حافظ ابو بکر بن عبد الغنی مشہور بہ ابن النقطہ حنفی بغدادی سے نقل کیا انہوں نے فرمایا کہ

کان موصوفا بالمعرفۃ والفضل الا انہ کان یدعی اشیاء لا حقیقۃ لہا (ایضا)

ابن دحیہ معرفت اور بزرگی کے ساتھ موصوف تھا مگر ایسی چیزوں کا دعویٰ کیا کرتا تھا جسکی کچھ اصل وحقیقت نہوتی تھی۔

سوم حافظ ضیاء مقدسی نے فرمایا ہے کہ

یعجبنی حالہ کان کثیر الوقیعۃ فی الائمۃ (ذیل کامل) ابن دحیہ ائمہ کو بہت برا کہتا تھا یہ بات اسکی مجھے اچھی نہ معلوم ہوئی۔

چہارم حافظ ضیاء کو علامہ ابراہیم سنہوری نے خبر دی کہ

ان مشائخ المغرب کتبوا لہ جرحہ وتضعیفہ (ایضا) بیشک مشائخ مغرب نے ابن دحیہ کی جرح وتضعیف لکھی ہے

اس کے بعد حافظ ضیاء پھر خود اپنا مشاہدہ لکھتے ہیں کہ

فرأیتُ انا منہ غیر شیٔ عما یدل علی ذلک (ایضا) پھر میں نے ابن دحیہ سے بہت سی وہ چیزیں دیکھیں جو اسکی جرح وتضعیف پر واقعی دلالت کرتی تھیں۔

پنجم حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ حافظ ابو الحسن بن المفضل سے ناقل ہیں کہ

کان ظاہری المذہب کثیر الوقیعۃ فی الائمۃ وفی السلف من العلماء خبیث اللسان احمق

ابن دحیہ ظاہری المذہب تھا، ائمہ اور علماء سلف کو بہت برا کہتا تھا، اسکی زبان خبیث تھی

شدید الکبر قلیل النظر فی امور الدین — وہ احمق، مغرور، اور امور دین میں کوتاہ نظر
متہاونا (لسان المیزان) — اور متہاون تھا (یعنی دینی امور کو معمولی باتیں سمجھتا تھا)

ششم علامہ ابن عساکر نے اپنی کتاب رجال میں لکھا ہے۔
کان شاعرا مطبوعا الا انہ کان یتہم — ابن دحیہ اچھا شاعر تھا مگر روایت میں متہم تھا
فی الروایۃ لانہ کان مکثارا۔ — کیونکہ وہ بہت روایت کیا کرتا تھا۔

ہفتم ابن نجار نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ
رأیت الناس مجتمعین علی کذبہ وضعفہ — میں نے لوگوں کو ابن دحیہ کے کاذب و ضعیف
وادعائہ سماع مالم یسمعہ ولقاء من لم یلقہ — ہونے پر متفق پایا اور اسپر کہ وہ ان حدیثوں
وکانت امارات ذلک علیہ لائحۃ — کے سننے کا مدعی تھا جنکو اُسنے نہیں سنا تھا اور
ان لوگوں سے ملاقات بیان کرتا تھا جن سے نہیں ملا تھا اور اسکی نشانیاں اسپر ظاہر تھیں۔

ہشتم پھر ابن نجار اسکے بعد لکھتے ہیں (طویل عربی عبارت کا خلاصہ یہ ہے) کہ مجھ سے بعض علماء مصر نے اور انسے حافظ ابوالحسن بن المفضل نے جو ائمہ دین سے تھے، بیان کیا کہ میں ایکمرتبہ دربار عام میں بادشاہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، اس نے ایک حدیث سنانے کی فرمایش کی میں نے سنادی، پھر پوچھا یہ حدیث کسنے روایت کی ہے؟ مجھے اسوقت سند یاد نہ تھی اسلیئے لاعلمی ظاہر کی، جب وہاں سے واپس چلا تو راستہ میں ابن دحیہ ملا اور کہنے لگا، تم نے اپنی طرف سے حدیث کی کوئی سند بنا کر کیوں نہ بیان کر دی؟ بادشاہ اور حاضرین مجلس کیا جانیں کہ سند صحیح ہے یا نہیں۔ بادشاہ تمکو بڑا عالم سمجھتا اور اس سے تمہیں نفع حاصل ہوتا یہ سنکر مجھے یقین ہوگیا کہ ابن دحیہ بڑا جھوٹا اور دین کے کاموں کو نہایت ہلکا جاننے والا ہے۔

نہم علامہ جلال الدین سیوطی رح تدریب الراوی شرح تقریب النواوی میں فرماتے ہیں کہ
ضرب یلجؤن الی اقامۃ دلیل علی ما افتوا — ایک قسم کے وضاعین ہیں کہ اپنی عقل سے فتوے
بہ بارائہم فیضعون وقیل ان ابا الخطاب — دیتے ہیں، جب دلیل مانگی جاتی ہو تو اپنی طرف
ابن دحیہ کان یفعل ذلک وکانہ الذی — سے حدیث بناتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ ابن دحیہ بھی

وضع الحدیث فی قصر المغرب ایسا ہی کیا کرتا تھا اور شاید اسی نے مغرب کی نماز قصر پڑھنے کی حدیث بنائی تھی۔

دیکھیئے! ابن دحیہ کو برا کہنے والے علامہ ذہبی، حافظ ابن نقطہ، حافظ ضیا، ابراہیم سنہوری، حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری، حافظ ابوالحسن، ابن عساکر، ابن نجار، علامہ سیوطی، ہیں جو نئے نہیں بلکہ پرانے اور چھوٹے نہیں بلکہ بڑے علما ہیں، اور بعض اونہیں سے ائمہ فن ہیں پھر انہیں حنفی بھی ہیں جیسے ابن نقطہ اور مجوز مولود بھی جیسے علامہ سیوطی۔ انہیں سے ایک نے بھی ابن دحیہ کی اسلیئے برائی نہیں کی کہ وہ مولود پرھتے لکھتے تھے بلکہ اس لیے کی کہ ابن دحیہ میں واقعی یہ برائیاں تھیں۔

پس سچی بات یہ ہے کہ ابن دحیہ اس حیثیت سے کہ محدث تھے، ادیب تھے، نحوی تھے، مورخ تھے، شاعر تھے، عالم تھے، فاضل تھے، سیاح تھے۔ وہ قابل تعریف تھے لیکن اس لحاظ سے کہ مذکور الصدر تصریحات کے مطابق ظاہری المذہب (غیر مقلد وہابی) تھے، متہم فی النقل تھے ائمہ و علمار سلف کو برا کہتے تھے، امور دین کو ہلکا جانتے تھے، جھوٹی حدیثیں بناتے تھے، اپنی عقل سے فتوے دیتے تھے، بے اصل باتیں کہتے تھے، خبیث اللسان تھے، بدزبان تھے، احمق تھے، مغرور تھے، کم نظر تھے، کاذب تھے۔ وہ قابل مذمت تھے لہذا غیر ثقہ تھے۔

میلاد کے موجد مروج مصنف تینوں غیر مقلد تھے

اوپر ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ مجلس میلاد کو دنیا میں سب سے پہلے ایجاد کرنے والے عمر بن محمد موصلی اور اسکو رواج و شہرت دینے والے ملک معظم مظفر الدین ابو سعید کوکبوری اربلی، اور مولود کی پہلی کتاب لکھنے والے عمر بن حسن بن دحیہ کلبی اندلسی تھے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ سلطان اربل غیر مقلد تھے کیونکہ بقول معز الدین حسن خوارزمی وہ علمار وقت کو حکم دیتے تھے کہ خود اپنے اجتہاد پر عمل کریں دوسرے کے مذہب پر نہ چلیں اور علمار و فضلار وقت کی ایک جماعت ایسا کرنے بھی لگی تھی، جنکی بابتہ مولوی عبدالسمیع صاحب کو بھی اقرار ہے کہ "بعض انہیں سے اپنے اوپر تقلید ائمہ کی واجب نہ جانتے تھے"۔

ابن دحیہ کے بھی غیر مقلد ہونے میں کچھ شک نہیں کیونکہ بقول حافظ ابن حجر عسقلانی وہ

ظاہری المذہب تھے، ائمہ کو بُرا کہتے تھے، بقول علامہ جلال الدین سیوطی وہ اپنے ہی عقل ورائے سے فتوے دیتے تھے، اس کے لئے فرضی سند وحدیث تک بنا لیتے تھے۔

رہ گئے عمر بن محمد تو انکی افتاد طبیعت کا پتہ ان کے ایجاد میلاد ہی سے چلتا ہے، پھر عمل میلاد میں وہ سلطان اربل کے مقتدا تھے، اسپر طرہ یہ کہ ترک تقلید کا سلطانی حکم تھا اور وہ حکم چل بھی گیا تھا اسلئے عمر بن دحیہ کی طرح عمر بن محمد کا بھی غیر مقلد ہونا بالکل قرین قیاس ہے افسوس کہ مولوی عبد السمیع صاحب نے سلطان اربل کے اُن درباری مجتہدین کا نام ظاہر نہ کیا جنہیں اجتہاد فی المسائل کا منصب حاصل تھا، نہ اونہیں کا پتہ دیا جو بعض اپنے اوپر تقلید ائمہ کی واجب نہ جانتے تھے۔ کیا عجب کہ ہر دو عمر، یعنی عمر بن محمد اور عمر بن دحیہ انہیں مجتہدین سے رہے ہوں۔

الغرض! مجلس مولد کے پہلے موجد عمر بن محمد موصلی اور پہلے مروج ملک معظم مظفر الدین ابو سعید کوکبوری اربلی اور مولود کی پہلی کتاب کے اوّل مصنف ابو الخطاب عمر بن حسن بن دحیہ کلبی اندلسی تینوں کے تینوں غیر مقلد تھے

اب اگر مجوزین میلاد غیر مقلدوں کا حال اور اونکے احکام معلوم کرنا چاہیں تو اپنے مجدد مذہب اعلیحضرت مولٰنا احمد رضا خانصاحب بریلوی کا رسالہ **ازالۃ العار** ملاحظہ فرمائیں جسمیں کم سے کم درجہ کے غیر مقلد کو (یعنی اوسکو جو بلا حصولِ منصب اجتہاد صرف تقلید شخصی کا تارک ہو جیسے کہ یہ تینوں صاحبان تھے اور اسکے سوا کوئی اور اعتقادی اور عملی خرابی بھی اوسمیں نہو غرض ایسے ہلکے درجہ کے غیر مقلد کو قرآن اور ائمہ سلف وخلف کا مخالف خارقِ اجماع اور متبع غیر سبیل المومنین اور گمراہ وبد دین لکھا ہے (ملاحظہ ہو ص ۹)

لہ مولانا محمد عبد الشکور صاحب لکھنوی مدیر النجم مدظلہ نے علم الفقہ ج ۲ ص ۹۱ میں لکھا تھا کہ اقتدا بالمخالف یعنی مالکی شافعی، حنبلی امام کے پیچھے حنفی کی نماز جائز ہے، ص ۹۲ میں یہ بھی لکھا تھا کہ حنفی کی نماز غیر مقلد امام کے پیچھے ہوتی ہی نہیں اسکے خلاف مولوی احمد رضا خانصاحب کا فتوے بنام اشتہار واجب الاظہار چھپا تھا جو مع جواب پیش نظر ہے، اسمیں لکھا ہے کہ غیر مقلد امام کے علاوہ مالکی، شافعی، حنبلی امام کے پیچھے بھی حنفی کی نماز ناجائز ہے اپس مولانا اور انکے تلامذہ ومریدین جو اپنے آپکو فخریہ قادری کہتے اور لکھتے ہیں وہ اگر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی حنبلی علیہ الرحمہ کے عہد میں ہوتے تو نماز کے وقت یہ قادری حضرات شیخ جیلانی کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھتے اور صاف کہدیتے کہ آپکے پیچھے ہماری نماز ناجائز ہے ۱۲

نیز انہی فاضل بریلوی کا ایک رسالہ ہے "النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید" جسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ کسی غیر مقلد کے پیچھے نماز درست نہیں اوسمیں غیر مقلدین کے احکام اس سے بھی زیادہ سخت لکھے ہیں۔

بہرحال خانصاحب کے اس فتوے کی رو سے مجلس میلاد کے موجد مروج اور اول مصنف تینوں کے تینوں مخالفِ قرآن و مخالفِ اجماعِ مومنین، گمراہ و بددین تھے اونکے پیچھے نماز بھی درست نہیں چہ جائیکہ مسائل شرعیہ میں اونکی پیروی کیجائے یا اونکی ایجاد کردہ چیز کو شعار دین بناکر فروغ دیا جائے

اہل مولود عمل مولود میں کس کے مقلد ہیں

اس عنوان کو دیکھکر اول ہر شخص کو یہی خیال ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کا نام لیا جائیگا لیکن افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ چودھویں صدی ہجری کے اہل مولود عمل مولود میں تقلید کیلئے نہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں، نہ خلفائے راشدین میں سے حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر فاروق یا حضرت عثمان غنی یا حضرت علی رضی اللہ عنہم کے مقتدی ہیں"

نہ ائمہ مجتہدین میں سے امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد بن حنبل یا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کی تقلید کرتے ہیں۔ آخر پھر کسکی تقلید کرتے ہیں؟ یہ مجھ سے نہیں بلکہ آجکل کے خود اہل مولود ہی کی زبانی سنیے۔

مولوی عبدالسمیع صاحب بیدل رامپوری نے اپنے مایۂ ناز رسالہ انوار ساطعہ میں بڑے فخر کے ساتھ اس راز کو یوں آشکارا کیا ہے۔

"پس خوب سمجھ لو کہ ہم اس عمل میں تابع ہیں دستور العمل سلاطین روم اور فرمارو ایانِ ملک شام اور ملوکِ ممالک مغربیہ اور اندلس اور مفتیانِ عرب کے" صفحہ ۱۷

دستور العمل فرمارو ایانِ روم و شام و مغرب و اندلس و مفتیان عرب ہیں بیچارے مفتیان عرب کو پانچویں نمبر میں شاید اسلیے جگہ دیگئی کہ مجلس مولود کا دارمدار علماء عرب کے فتوے پر نہیں بلکہ سلاطین کے دستور العمل پر ہے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ سلطان اربل شب میلاد

کی صبح کو جب قلعہ سے تمام سامان نکلوانا تو اسکو صوفی جیسے مقدس لوگ بھی اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے امیروں کے آگے نہیں بلکہ پیچھے پیچھے خانقاہ تک پیدل جاتے تھے - یہ بات علماء اور صوفیہ کے لئے عزت کی ہے یا ذلت کی، ناظرین خود فیصلہ کرلیں -

مجلس میلاد کی بنیاد چونکہ غیر مقلد وہابیوں نے رکھی تھی، شاید اسی کی برکت ہے کہ بیساختہ مولوی عبد السمیع صاحب نے بھی عمل مولود میں اہل مولود کو کسی ایک شخص خاص بے دستور العمل کا نہیں بلکہ سلاطین فرمانروایان، ملوک، مفتیان (بصیغہ جمع) بہتوں کے دستور العمل کا پیرو بنا کر اسمیں بھی غیر مقلدیت کی شان پیدا کردی - ہاں اگر یوں کہتے کہ اس دستور العمل کی ابتدا چونکہ مروجہ مجلس مولد کے مروج اول سلطان اربل غیر مقلد وہابی سے ہوئی ہے لہذا اس عمل میں ہم اہل مولود سلطان اربل غیر مقلد کے تابع ہیں تو اس صورت میں گو ایک غیر مقلد وہابی کے مقلد کہلاتے تاہم خود غیر مقلد وہابی ہونے سے کسی حد تک بچ جاتے -

حاصل یہ ہے کہ عمل مولود میں حسب تصریح مورخین و مجوزین، سلطان اربل مقلد اول تھا عمر بن محمد موصلی موجد میلاد کا اور سلطان اربل کے بعد کے تمام اہل مولود مقلد ہیں سلطان اربل غیر مقلد وہابی کے - غرض اہل مولود مولوی عبد السمیع صاحب کے اصول کے مطابق خود غیر مقلد وہابی ہیں اور بتقلید سلطان اربل غیر مقلد وہابی کے مقلد ہیں، اسطرح بہر دو صورت اہل مولود غیر مقلد وہابی ہیں۔

ایجاد میلاد کی وجہ

احکام شرعیہ مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ کے متعلق کوئی پوچھے کہ اسکا حکم کیوں ہوا؟ تو جواب دیا جائیگا کہ اسپر عمل کرنا وجہ معلوم ہونے پر نہیں بلکہ حکم پر موقوف ہے، بس خدا کا حکم واجب العمل ہے، وجہ معلوم ہو یا نہو، بہر حال اسپر عمل کرو - مگر جو امور ایجاد بندہ ہوں تو انکی وجہ معلوم ہونا ضروری ہے - مروجہ مجلس میلاد جب عمر بن محمد موصلی کی ایجاد ہے تو اسکی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی، جسکا پتہ لگانا چاہیے - میں نے اسکے لئے بڑی محنت کی اور فریقین کی بہت سی کتابوں اور رسالوں میں بھی تلاش کیا مگر نہ معلوم ہو سکا کہ عمر بن محمد کو کیا ضرورت پیش آئی اور انہوں نے مجلس میلاد کو کیوں ایجاد کیا؟ ہاں اور لوگوں نے وجہیں بیان کی ہیں لیکن اصل موجد مذکور کے ایجاد میلاد کی وجہ نہیں بلکہ عام طور پر مطلق مجلس مولد کے کرنے کی وجہ بیان کی ہے، پھر اسمیں بھی خود مجوزین میں سے کسی نے کوئی وجہ بیان کی تو دوسرے نے اور وجہ

ظاہر کی۔ بعض وجہیں ملاحظہ ہوں

(۱) ملا علی قاری کے رسالہ مورد الروی میں ابن جزری متوفی ۸۳۳ھ کا قول منقول ہے کہ

اذا کان اھل الصلیب اتخذ و الیلۃ مولد نبیھم عید اکبر فاھل الاسلام اولی بالتکریم واجدر۔ | جب نصاریٰ نے اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو عید اکبر بناتے ہیں تو اہل اسلام کو اس سے زیادہ اپنے نبی کی تکریم و تعظیم کرنی چاہیے۔

اس پر جب تشبہ بالنصاریٰ کا اعتراض ہوا اور لوگوں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جو بطور پیش گوئی ہے نقل کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لتتبعن سنن من کان قبلکم شبرا بشبر ذراعا بذراع (رواہ الشیخان) | بیشک تم پیروی کروگے اگلوں (یہود و نصاریٰ) کی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ (قدم بقدم)

تو ابن جزری کی تائید میں مولوی عبد السمیع صاحب نے اسی چیز کو کچھ زیادہ حاشیہ آرائی سے لکھا چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"اسیطرح ممالک مغربی وغیرہ میں کہ حدود قوم نصاری سے ملحق ہیں جب وہ لوگ اپنے پیمبر مسیح کی یوم ولادت میں احتشام و شوکت ظاہر کرتے فخر دکھلاتے تھے اور ضعفاء اہل اسلام وہ ظاہری شوکت دیکھکر افسردہ خاطر اور خستہ دل ہوتے تھے تب ملوک مصر و اندلس و مغربی نے جو اہل اسلام تھے قوم نصاریٰ سے بہت زیادہ رونق و جلال کے ساتھ اعلاء کلمۃ الحق اور اظہار شان اسلامی کے لئے اپنے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے روز میلاد ماہ ربیع الاول میں تزک اور احتشام ظاہر کیا تاکہ شوکت اسلامی ان کے مقابل میں بخوبی ظاہر ہو اور طرح طرح کے معجزات کا پڑھنا شروع کیا تاکہ عمدہ طور پر حضرت کا جاہ و جلال اور جمال و کمال کل عالم پہ ہر طرف مشہور و منتشر ہو۔" ص ۱۷۱

حالانکہ نصاری عید میلاد مسیح کچھ اسی زمانہ میں نہیں کرتے تھے جبکہ چھٹی صدی ہجری کے اخیر میں عمر بن محمد نے موصل میں مجلس میلاد کی ابتدا کی تھی بلکہ وہ تو آغاز اسلام کے بھی بہت پہلے سے عید میلاد مسیح کرتے آئے تھے اور خیر القرون میں بھی حکومت اسلامی سے حدود نصاریٰ

متصل تھیں، ضعفاء اسلام بھی موجود تھے خصوصاً عہد رسالت میں اور اسوقت بمقابلہ کفار اظہار شوکت اسلام و خوشنودی ضعفاء اسلام کی ضرورت زیادہ داعی تھی لیکن اسکے لئے یہ نسخہ کہ بمقابلہ عید نصاریٰ سے ساتویں صدی ہجری یا آجکی طرح مجلس مولود ہوا کرے، اہل اسلام کے لئے نہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نہ آپکے جاں نثار صحابہ نے تجویز فرمایا نہ تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے (باقی آیندہ)

اربعین

مصنفہ حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب صدر مدرس جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد مدظلہ

حدیث پاک میں چالیس۴۰ حدیثوں کے یاد کرنے کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے، اس لئے علماء امت نے ہر زمانے اور ہر قرن میں بکثرت "چہل حدیثیں" لکھیں جو شائع ذائع ہیں لیکن ہر مؤلف کا ماحول جداگانہ تھا، اور اسی کے اثر سے ہر ایک کی نظر انتخاب بھی دوسرے سے ممتاز، حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب نے (جو عصر حاضر کے صاحب بصیرت اور ممتاز علماء میں سے ہیں) آجکل کی دینی و دنیوی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی اس اربعین میں چالیس حدیثیں اور چالیس آیتیں جمع فرمائی ہیں جو انسانی زندگی کے تمام اہم شعبوں پر حاوی ہیں، اس کے مطالعہ سے اعتقادات، عبادات، معاملات، آداب معاشرت اسلامی سیاست، غرض تمام دینی و دنیوی ضروریات کے متعلق حدیث قرآن کی تعلیمات کا اجمالی مگر جامع نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ہر مضمون کو نہایت سہل طریقہ اور سلیس زبان میں ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے جسکی وجہ سے معمولی تعلیمیافتہ حضرات بلکہ کمسن بچے اور پردہ نشین عورتیں بھی باآسانی اس سے مستفید ہو سکتی ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ کے مشورے سے ابتدائی درجات کے لئے جامعہ قاسمیہ کے نصاب تعلیم میں داخل کر لی گئی ہے۔ قیمت ۶ر ملنے کا پتہ۔ دفتر الفرقان بریلی

ضمیمہ رو داد مناظرہ بریلی نمبر ۲

"مختصر رو داد پر مختصر تنقید"

(از جناب مولٰنا رفاقت حسین صاحب فاروقی)

ہم مناظرۂ بریلی کی مفصل رو داد (فتح بریلی کا دلکش نظارہ) کے خاتمہ میں جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ کا فیصلہ بجنسہ درج کر چکے ہیں اور یہ بھی بتلا چکے ہیں کہ جناب موصوف نے مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد متصلاً ہی اپنا یہ فیصلہ شائع کر دیا تھا اور مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات نے بھی اوسکو شائع کیا جسکی وجہ سے دور دراز تک یہ غلغلہ بلند ہو گیا کہ رضا خانیت کو اپنے مرکز میں شکست ہو گئی۔ خود بریلی کے رضاخانی صاحبان بھی اپنی اوس کھلی شکست اور بانی مناظرہ کے اس فیصلہ سے اسقدر متاثر ہوئے کہ خلاف عادت بیس دن تک بالکل خاموش رہے مگر اللہ بھلا کرے اون بیرونی رضاخانیوں کا جنہوں نے بریلی کے قبلوں کعبوں کو خط پر خط لکھکر جھنجھوڑا اور لکھا کہ اگر شبیری فیصلہ کے خلاف کوئی بیان آپکی طرف سے شائع نہوا تو ساری برادری کی سخت ذلت اور رسوائی ہو گی اور اس سے جو جماعتی نقصان پہونچیگا وہ ناقابل تلافی ہو گا۔ ان چیزوں سے مجبور ہو کر یہاں کے عمائد رضاخانیت نے بھی ایک اشتہار "مناظرہ بریلی کی مختصر رو داد" کے عنوان سے مرتب کیا اور بیرونجات میں کثرت کیساتھ بھیجا لیکن بریلی میں صرف اپنے خاص خاص آدمیوں کو دیا گیا، اس اشتہار پر تاریخ اگرچہ ۷ ارمئی لکھی گئی ہے لیکن ہمکو بڑی تلاش اور جستجو کے بعد اوسکی ایک کاپی مئی کی آخری تاریخ کو نصیب ہو سکی۔ اس اشتہار میں دروغ بیانی اور غلط گوئی کا جو حیرت انگیز کمال دکھلایا گیا ہے درحقیقت اوسکی نظیر کسی مذہبی لٹریچر میں نہیں ملسکتی۔

جو حضرات اس مناظرہ میں شریک تھے اونسے تو ہماری صرف یہ درخواست ہے کہ وہ علماء رضاخانیت کے اس اعمالنامہ کو دیکھیں اور انکی صداقت شعاری اور راستبازی کی داد دیں، اور جو حضرات وہاں موجود نہیں تھے اونکے لئے اگرچہ اصل حقیقت کا پتہ چلانا دشوار ہے لیکن ہم انشاء اللہ ایسے پختہ اصولوں پر تنقید کرینگے کہ غائبین بھی حقیقت حال معلوم کر سکیں۔ وما توفیقی الا باللہ

رضاخانیوں کا یہ طویل و عریض اشتہار "حامد یار" کے نام سے شائع کیا گیا ہے گویا مناظرہ کے متعلق یہ اوس بیچارہ کا تحریری بیان ہے، لیکن جو لوگ اس شخص سے واقف ہیں اونکو معلوم ہو گا کہ وہ غریب تو

دو سطریں بھی نہیں لکھ سکتا اور جو واقف نہیں ہیں وہ اوس سے گفتگو کر کے اور اسی اشتہار کی دو چار سطریں بطور املا لکھا کے معلوم کر سکتے ہیں کہ آیا یہ اسی بیچارہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی دوسرے حامد کا

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں ؛ کوئی .... ہے اس پردۂ زنگاری میں

اس تمہید کے بعد ہم نمبروار تنقید شروع کرتے ہیں :-

(۱) اشتہار نویس صاحب (حامد) اپنے اس اشتہار میں لکھتے ہیں کہ

"میں جو کچھ بھی اپنے اس اشتہار کے اندر مناظرہ بریلی کے متعلق مختصراً لکھونگا۔ اسکا عہد کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کو سمیع و بصیر جانتے ہوئے امانت و دیانت کے ساتھ صحیح لکھونگا کہ قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ "لعنۃ اللہ علی الکذبین" میرے پیش نظر ہے مجھے کسی فریق کی جانبداری سے کوئی علاقہ نہو"

لیکن اس عہد پر وہ کہانتک قائم رہے اسکی تفصیل آگے ملاحظہ ہو

(۲) اسکے بعد ہی متصلاً لکھتے ہیں کہ "میں وہ شخص ہوں جسنے فریقین کے علماء کو مناظرہ کی دعوت دی، اونہیں مناظرہ پر آمادہ کیا"، حالانکہ انعقاد مناظرہ سے پہلے کبھی اکی شکل بھی مولانا محمد منظور صاحب نے انکی صورت نہیں دیکھی، البتہ جناب محمد شبیر صاحب اس مناظرہ کے سلسلہ میں کئی بار مولانا کے پاس آئے گئے، نیز اسی اشتہار میں آگے یہ بھی مذکور ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیدیا جسکو نہایت اولوالعزمی کے ساتھ مولوی سردار احمد صاحب نے منظور کر لیا، پھر فریقین کو مناظرہ پر آمادہ کرنے کے کیا معنے سچ ہے "دروغ گو را حافظہ نباشد"

(۳) اسکے بعد ہی حامد میاں انعقاد مناظرہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"ماہ محرم الحرام کے دوسرے عشرہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کی کتاب "حفظ الایمان" کی ایک عبارت کے متعلق شہر کہنہ بریلی سے جناب مولانا مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری مدرس دار العلوم منظر اسلام بریلی کے پاس ایک سوال آیا الخ"

اسمیں ایک صاف صریح جھوٹ تو یہ ہے کہ "جناب محمد شبیر صاحب" کے جس سوال کا یہ ذکر ہے اوسمیں کہیں "حفظ الایمان" کا تذکرہ نہیں اور دوسرا فریب یہ ہے کہ سوال کرنیوالے (جناب محمد شبیر صاحب) کا نام نہیں لکھا گیا تاکہ کہیں لوگوں کو یہ معلوم نہو جائے

کہ محمد شبیر صاحب ہی درحقیقت اس مناظرہ کے بانی مبانی تھے اور وہ دیوبندی نہیں تھے بلکہ رضاخانی علماء سے ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ ایک اہم مسئلہ میں اونسے فتویٰ لینے گئے تھے اور تیسرا جھوٹ یہ کہ "یہ سوال شہر کہنہ سے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس آیا ہم نے لہ دو نذاد کے ابتدائی اوراق میں جہاں محمد شبیر صاحب کا سوال اور مولوی سردار احمد صاحب کا جواب نقل کیا ہے وہیں یہ بھی لکھدیا ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اپنا سوال جناب مولوی حامد رضاخانصاحب کے سامنے پیش کیا تھا لیکن (شاید ساٹھ سالہ تجربہ کی وجہ سے اونکو اوس سوال ہی میں مناظرہ کی بو آگئی اسلئے) اونہوں نے خود جواب نہیں لکھا اور اسطرح وہ بلا بیچارے مولوی سردار احمد کے سر پڑگئی

یہ تین سطر دنیں صرف تین جھوٹ اوس راستباز کے ہیں جو خدا کو سمیع بصیر مانکر اور "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" پڑھکر ابھی ابھی یہ عہد کرچکا ہے کہ "میں جو کچھ لکھونگا صحیح لکھونگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نئے مجدد کے نئے دین و مذہب میں شاید غلط اور صحیح، سچ اور جھوٹ، کے معنے ابھی بدل گئے ہیں ؎

صحیح کا نام غلط رکھدیا، غلط کا صحیح ؛ جو چاہے آپکا حسن کرشمہ ساز کرے

(۴) پھر یہی راستباز (واقعی یا فرضی حامد) مناظرہ کے پہلے دن کے متعلق لکھتے ہیں

"وہ ساعت آگئی جس کے تصور سے وہابی جماعت کا دل لرز رہا تھا یعنی دس بجگئے اور وہابی جماعت کے مناظر مولوی منظور صاحب میدان مناظرہ سے اسطرح غائب ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ!"

(۵) پھر اسی سلسلہ میں چند سطر کے بعد لکھتے ہیں

"جب وہابیوں کے مناظر مولوی منظور صاحب کو یا بدست دگرے دست بدست دگرے" میدان مناظرہ میں لایا گیا الخ"

قطع نظر اس سے کہ اس میں کیسا صدی فی صدی جھوٹ بولا گیا ہے ہم اپنے ناظرین کو یہاں صرف اسطرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ یہ ناپاک الفاظ اوس شخص کے ہیں جو

لہ خدا جھوٹے کو دنیا اور آخرت میں روسیاہ کرے ۱۲

ابھی ابھی خدا کو "سمیع و بصیر" جانکر اور "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" کی تلاوت کر کے یہ کہہ چکا ہے کہ "مجھے کسی فریق کی جانبداری سے کوئی علاقہ نہو گا"
ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسے جھوٹوں پر خدا کی ایک نہیں بلکہ ہزار بلکہ بیشمار لعنتیں کہو آمین!

(۶) پھر اسی اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ

"اس مناظرہ کا انعقاد دونوں فریقوں کے اتفاق سے اس لئے ہوا تھا کہ مولانا مولوی سردار احمد صاحب نے مولوی اشرفعلی صاحب کی حفظ الایمان کی عبارت پر جو فتوے دیا ہے اوس عبارت پر کلام ہو گا"

اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے مولانا محمد منظور صاحب اور مولوی سردار احمد صاحب کی تحریریں ہم اپنی روئداد کے شروع میں نقل کر چکے ہیں مولانا محمد منظور صاحب کی تحریر میں یہ تصریح ہے کہ "میں تمام نزاعی امور میں مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں" اور مولوی سردار احمد صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ "مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے جن امور میں وہ مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی بحمدہ تعالیٰ اُن امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے" ناظرین کرام فریقین کی تحریروں میں موضوع مناظرہ کی تعمیم دیکھیں اور اس اشتہار نویس کے اِس بہادرانہ جھوٹ کی داد دیں۔

(۷) اسکے بعد اس اشتہار میں لکھا ہے کہ

"مولوی منظور صاحب نے اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کو چھوڑ کر دوسرے مسائل پر کلام کئے جانے کی شرط کو پیش کیا اور اسپر نہایت سختی کیساتھ اصرار کیا"

جو حضرات مناظرہ میں موجود تھے وہ خاص طور اس سفید بلکہ سیاہ جھوٹ کو ملاحظہ فرمائیں اور حامد میاں کی اس راستبازی کی داد دیں، اور جو حضرات وہاں نہیں تھے اونکو تفصیلی روئداد کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ موضوع مناظرہ کے متعلق نزاع یہ تھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کہتے تھے کہ مناظرہ صرف حفظ الایمان کی عبارت پر ہو گا

اور مولٰنا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ حسام الحرمین کے تمام مباحث بر بالترتیب اور دوسرے اختلافی مسائل پر بھی مناظرہ ہوگا اور مولٰنا کا یہ اصرار بالکل بجا تھا جسکے سامنے بالآخر مولوی سردار احمد صاحب کو بھی جھکنا پڑا اور انکو اسکی تحریر بھی دینی پڑی اگرچہ عمل کے وقت وہ اس سے گریز کر گئے

(۸) اِس اشتہار میں مولٰنا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ

"آپ نے ایک موقعہ پر "تعلیق بالمحال" کا لفظ بولا اور تحریر میں لکھا جب اونسے مولٰنا سردار احمد صاحب نے مطالبہ کیا کہ بتاؤ تعلیق بالمحال کسے کہتے ہیں اور اسکا کیا مطلب ہے تو حیران و ششدر ہو کر اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور جواب[1] نہ دے سکے"

جو لوگ مجلس مناظرہ میں موجود تھے وہ تو اس جھوٹ پر لعنت بھیجیں گے ہی لیکن جو وہاں موجود نہ تھے وہ بھی مولٰنا محمد منظور صاحب کی علمی جلالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالباً بلا تامل کہینگے کہ "ان ھذا الا اختلاق" اصل واقعہ یہ تھا کہ جب مولوی سردار احمد نے یہ پوچھا کہ تعلیق بالمحال کسکو کہتے ہیں؟ تو مولٰنا نے فرمایا کہ یہ بات مجلس مناظرہ میں پوچھنے کی نہیں ہے بلکہ مدرسہ میں پوچھنے کی ہے اسوقت میں مناظرہ کے لئے کھڑا ہوا ہوں سبق پڑھانے کے لئے نہیں بیٹھا ہوں لیکن اسکے بعد بھی مولوی سردار احمد صاحب اپنی کج بحثی سے باز نہیں آئے تو مولٰنا نے فرمایا کہ اگر میری منطق دانی کا امتحان لینا ہے تو پھر اچھا یہ ہے کہ آپ حضرات میں جو سب سے بہتر منطق جانتا ہو اسکو کھڑا کر دیجیے اور ایک گھنٹہ خالص علمی گفتگو کے لئے مقرر کر لیجیے خدا نے چاہا تو چند منٹ میں معلوم ہو جائیگا کہ آپ حضرات کو منطق کی ہوا بھی نہیں لگی، لیکن اگر صرف خلط مبحث کرنے اور وقت ضائع کرنے کے لئے آپ اس قسم کی کج بحثیاں کریں گے تو میں ہرگز جواب نہیں دونگا میرے نزدیک یہ وقت نہایت قیمتی ہے اور مجھے اسیوقت میں لوگوں کو آپ حضرات کی مذہبی گمراہیوں پر مطلع کرنا ہے" مولوی سردار احمد صاحب نے کہا کہ اگر آپ جواب نہیں دیتے تو پھر اپنی تحریر میں سے تعلیق بالمحال کا لفظ نکال دیجیے، مولٰنا نے فرمایا کہ اگر آپ تعلیق بالمحال کا لفظ نہیں

---

[1] ان عقل کے دشمنوں کے نزدیک شاید تعلیق بالمحال کا لفظ بھی کوئی ایسا دقیق اور غامض لفظ ہے جسکے لئے رازی اور غزالی کے آنے کی ضرورت ہے مگر ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں اس قسم کے جوابات دینے کے لئے صغریٰ کبریٰ

سمجھ سکتے تو مجھکو اوسکے نکالدینے میں کوئی عذر نہیں، اسکے بعد مولٰنا نے اپنی تحریر سے وہ لفظ نکالدیا"

(۹) اس اشتہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ

"مولٰنا سردار احمد صاحب جسقدر علمی سوالات کرتے تھے جواب دینا تو درکنار مولوی منظور احمد صاحب اور نہ صرف مولوی منظور احمد صاحب بلکہ تمام دیوبندی جماعت انہیں سنکر حیران و ششدر ہو جاتی تھی"

شرکاء مناظرہ غور فرمائیں کہ یہ بریلی کے مناظرہ ہی کا واقعہ ہے یا کسی خواب کے مناظرہ کا؟ کیا مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی ایک بھی ایسا سوال کیا تھا جسکو علمی کہا جا سکے، معلوم ہوتا ہے کہ رضاخانی ٹکسال میں روئداد کے پُر کرنے کے لئے کچھ سوالات ڈھالے جا رہے ہیں یہ اونہیں کی پیشبندی ہے، بہت اچھا ہم بھی کہیں نہیں گئے ہیں[۱]

(۱۰) اس اشتہار میں مولٰنا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ

"اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کا کوئی مطلب ایسا نہ بتا سکے جس سے اس عبارت سے توہین و گستاخی ہونیکا حکم اٹھ جاتا"

جو حضرات مناظرہ میں شریک تھے وہ حضرات تو مولٰنا کی اون رضاخانیت شکن تقریروں کو یاد کریں جنہوں نے روز روشن کیطرح واضح کردیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اوسپر کفر کا فتوے دینے والے یا مفتری کذاب ہیں یا جاہل ناقابل خطاب، اور جو وہاں مناظرہ میں موجود نہ تھے وہ حضرات مولانا کی وہ تقریریں تفصیلی روئداد میں ملاحظہ فرمائیں

(۱۱) مولٰنا محمد منظور صاحب نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں قرآن کریم سے سولہ بلکہ سترہ آیتیں پیش کی تھیں اونکے متعلق اس اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ

"مولوی منظور صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن حکیم کی سولہ آیتیں تلاوت کیں مگر کسی ایک کے ترجمہ یا مطلب سے بھی حفظ الایمان

---

[۱] بریلی ہی میں ڈیرہ ڈال رکھا ہے گھبرائیے نہیں ہر طرح خدمت کو حاضر ہیں ۱۲ مرتب

کی اس عبارت کو ثابت نہ کرسکے "۔

یہ آیتیں اپنے موقعہ پر تفصیلی روداد میں آچکی ہیں ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ انسے حفظ الایمان کا مضمون ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱۲) مولوی سردار احمد صاحب نے اپنے نزدیک حفظ الایمان کی عبارت کے دو فوٹو بناکر پیش کئے تھے ایک یہ کہ .. مولوی اشرفعلی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو الخ"، اور دوسرا فوٹو یہ کہ "مولوی اشرفعلی صاحب کے چہرہ پر حسین ہونیکا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو الخ - مولانا محمد منظور صاحب نے ان فوٹوؤں کو غلط اور عبارت حفظ الایمان کے غیر مطابق ثابت کرنے کے بعد انکا جو دنداں شکن دہاں دوز جواب دیا تھا جس سے مولوی احمد رضا خانصاحب کی روح بھی تھوڑی دیر کے لئے تڑپ گئی ہوگی اور جن زندہ رضا خانیوں نے بھی اوسکو سنا تھا یقین ہے کہ وہ بھی تا زیست اوسکو نہ بھولینگے اوسکا اس اشتہار مین کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اسکے متعلق یہ صریح جھوٹ بولا گیا کہ

نہ صرف مولوی منظور صاحب بلکہ وہابیان بریلی کی وہ قلیل جماعت جو میدانِ مناظرہ میں موجود تھی ان دونو فوٹوؤں کی عبارت کو سنکر کرب وبےچینی سے تلملا اٹھی"

(اور جواب کا ذکر ندارد)

مولانا کا وہ دنداں شکن جواب اپنے موقع پر تفصیلی روداد میں نقل کیا جاچکا ہے ناظرین کرام ملاحظہ فرماکر اس اشتہار نویس کی راستبازی کا اندازہ کریں۔

(۱۳) رضا خانیوں نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے رضا خانیت شکن بے پناہ واروں سے تنگ آکر مجلس مناظرہ کو درہم برہم کرنے کے لئے جو شرمناک اور انسانیت سوز طریقہ اختیار کیا انسانیت وشرافت ہمیشہ ہمیشہ اوس پر لعنت کریگی، بالخصوص رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمن کا شور وشغب اور اونکے اشارہ پر رضا خانی غنڈوں کی وحشیانہ یورش یہ وہ چیزیں ہیں جنپر بعض اون رضا خانیوں نے بھی نفرت کی جو تہذیب وانسانیت سے بالکل محروم نہیں تھے، لیکن اس اشتہار میں ان چیزوں پر پردہ ڈالنے کے لئے وہ سفید جھوٹ بولا گیا ہے جسکی نظیر رضا خانی لٹریچر کے سوا اور کہیں نہیں ملسکتی اور نہ چشم دید واقعات

ہیں فرزندانِ رضاخانیت کے علاوہ کوئی دوسرا اس دلیری کے ساتھ جھوٹ بول سکتا
ہے ہم اختتام مناظرہ کے صحیح واقعات تفصیلی روداد میں لکھ چکے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمالیں
(۱۴) جناب محمد شبیر صاحب بانیٔ مناظرہ کے فیصلہ کو بے اثر کرنے کے لئے اس اشتہار
میں اون بیچاروں کو بھی دیوبندی لکھا گیا ہے، ہم تو اس سے بہت خوش ہیں کہ ہماری جماعت
میں ایک آدمی کا اضافہ ہوا اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ، لیکن یہ چیز واقع کے بالکل خلاف اور
نہایت سفید جھوٹ ہے۔ اگر جناب محمد شبیر صاحب پہلے سے دیوبندی ہوتے تو مولٰنا
اشرفعلی صاحب کے متعلق فتوے لینے کے لئے مولوی حامد رضاخانصاحب کے پاس
نہ جاتے اور اونسے یہ نہ پوچھتے کہ میرا بھائی مولوی اشرف علی صاحب کو مانتا ہے میں
اوس سے ملوں یا نہ ملوں، کیا کسی دیوبندی کو بھی یہ وسوسہ ہو سکتا ہے؟ پس جناب
محمد شبیر صاحب کا فتوے لینے کے لئے مولوی حامد رضاخانصاحب کے پاس جانا اور
اونکا زبانی، اور مولوی سردار احمد صاحب کا تحریری یہ فتوے دینا کہ اگر تمہارا بھائی
مولوی اشرفعلی صاحب کی عقیدت سے باز نہ آئے تو اوس سے ترک تعلق کر دیا جائے،
اس سے میل جول، سلام کلام، کھانا پینا، سب حرام ہے" یہ صریح دلیل اسکی ہے کہ
جناب محمد شبیر صاحب دیوبندی نہیں تھے بلکہ مولوی حامد رضاخانصاحب سے علمی اور
مذہبی عقیدت رکھتے تھے اور مولویصاحب موصوف بھی انکو اپنا برادرِ مذہبی ہی جانتے
تھے جب ہی تو اونکو یہ ترک موالاتی فتوے دیا،

علاوہ اسکے مسلمانان بریلی کو یہ بھی یاد ہوگا کہ اب سے کئی سال پہلے جبکہ جناب محمد شبیر
صاحب بریلی ہی میں مقیم تھے اونہوں نے مسلمانوں کے سود و بہبود کے لیے ایک انجمن
قائم کی تھی اور اسکا ایک جلسہ بھی کیا تھا جسمیں صرف رضاخانی علماء کو بلایا تھا اور
اسی سلسلہ میں جناب مولوی حامد رضاخانصاحب نے مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی
کے بلانے کے لئے ایک خط بھی لکھکر جناب محمد شبیر صاحب کو دیا تھا، مولوی حامد رضاخاں
صاحب سے بحلف اسکی تصدیق کیجا سکتی ہے۔

نیز بعض انجمنوں میں جناب محمد شبیر صاحب اور مولوی حسنین رضاخاں صاحب

(خلیفہ خاص و داماد جناب مولوی احمد رضا خانصاحب) نے ملکر دوش بدوش کام کیا ہے، اون انجمنوں کے رجسٹر اگر تلف نہوئے ہوں تو وہ اس حقیقت کی شہادت دینگے۔

بہرحال جناب محمد شبیر صاحب کو صرف منصفانہ فیصلہ دیدینے کی وجہ سے دیوبندی کہدینا ایسا ہی ہے جیساکہ یہود مدینہ حضرت عبداللہ بن سلام کو "اخیرنا وابن خیرنا" کہتے تھے (یعنی قوم یہود کا افضل ترین فرد) لیکن جیسے ہی اونہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی شہادت دی اور اسلام قبول کیا تو وہی کذاب یہودی کہنے لگے "شرنا وابن شرنا" (یعنی یہ تو ہم میں بدترین شخص ہے اور اسکا باپ بھی ایسا ہی خراب تھا)

(۱۵) بعض رضاخانی ایجنٹ جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ سے جو خلاف دیانت تحریر مناظرہ کے متعلق لینا چاہتے تھے اوسکا ذکر روداد میں کیا جاچکا ہے لیکن اس اشتہار میں اوس سے صاف انکار کیاگیا ہے مگر ارباب بصیرت کے لئے اسی انکار میں اس گندے جرم کا صریح اقرار موجود ہے اسموقع پر اس اشتہار کی عبارت یہ ہے کہ

"وہ بعض اہلسنت جنپر یہ افترا کیا جاتا ہے (کہ اونہوں نے محمد شبیر صاحب سے تحریر لینی چاہی) اون افراد نے جو زبردست احسان دیوبندی علما اور دیوبندی مناظر مولوی منظور صاحب پر کیا تم سب تمام عمر اونکے ذمہ شکر سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے کہ چار دن تک برابر آپ کے مناظر نے ہر قسم کے گندے حملے علما اہلسنت پر کئے مگر اون افراد نے اثنار مناظرہ میں کسی قسم کی کوئی ذلت یا تکلیف نہیں پہونچنے دی"

جن لوگوں کے دماغ جوہر لطیف سے خالی نہیں ہیں وہ ان سطروں کو غور سے پڑھیں جناب محمد شبیر صاحب نے اپنے فیصلہ میں اون لوگوں کا نام نہیں لکھا تھا جو اونسے وہ تحریر حاصل کرنا چاہتے تھے بلکہ انہوں نے صرف یہ لکھا تھا کہ "

مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابل ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی "

بہرحال محمد شبیر صاحب کے اس فیصلہ میں کوئی ہلکا اشارہ بھی ایسا نہیں تھا جس سے یہ معلوم ہوسکتا کہ وہ کون لوگ تھے لیکن مثل مشہور ہے کہ "چور کی داڑھی میں تنکا" اس اشتہار میں اون لوگونکو متعین کردیا گیا کہ وہ وہی تھی جو اثناء مناظرہ میں امن قائم رکھنا چاہتے تھے اور وہ بھی "حامد یار تھے" جو پولیس میں حفظ امن کی ذمہ داری دیکر آئے تھے اور اسی ذمہ داری کی وجہ سے وہ امن قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے دیکھو چور یوں اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے ؎

دغا ہوتی ہے جس دلمیں وہی چھاتی دھڑکتی ہے ؛ فساد بلغمی سے آنکھ رہ رہ کر پھڑکتی ہے

اگر واقعی حامد یار صاحب نے ایسی حرکت نہیں کی تھی تو اونکو چاہیے تھا کہ انکار کرنے پہلے جناب محمد شبیر صاحب سے دریافت کرتے کہ کس شخص نے آپ سے ایسی تحریر لینی چاہی تھی؟ لیکن پہلے ہی سے یہ شور مچا دیا کہ میں نہیں تھا میں نہیں تھا اصول تفتیش کی بناء پر الزام کو اور قوی کردیتا ہے حقانیت کا معجزہ دیکھو کہ قدرت انکار کرنے والوں سے اقرار کراتی ہے ؎

کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے ؛ جادو وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

رہا یہ بہتان کہ مولانا محمد منظور صاحب نے رضاخانی علماء پر گندے حملے کئے یہ بھی نہایت سفید جھوٹ ہے جو مسلمان مناظرہ میں موجود تھے انکو یاد ہوگا کہ بعض اوقات مولوی سردار احمد صاحب نہایت ناپاک اور گندے الفاظ مولانا اور آپ کے اکابر کے متعلق استعمال کرجاتے تھے جس سے سننے والونکو بھی اشتعال ہوتا تھا اور اونکا پیمانہ صبر چھلک جاتا تھا مگر مولانا محمد منظور صاحب اپنے خداداد تحمل سے اسکو برداشت کرتے تھے اور اہلسنت کے مشتعل جذبات کو بھی فرو کرتے تھے البتہ کبھی کبھی مولانا نے ایسا ضرور کیا ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے خود مولانا یا انکے کسی بزرگ کے متعلق سخت کلمات کہے تو مولانا نے بعینہٖ وہی کلمات مولوی احمد رضا خانصاحب پر لوٹا دئے گویا عطائے تو بلقائے تو پر عمل کرتے ہوئے انکا ہدیہ اُنہیں کو واپس کردیا مگر وہ بھی ہر دفعہ نہیں بلکہ بعض دفعہ مجبور ہوکر ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گندی گالیاں نقل کرکے روئداد کو گندگی سے ملوث اور ناظرین کی طبیعت کو مکدر کریں چنانچہ اسی وجہ سے ہمنے روئداد میں انکی وہ گالیاں نقل کرنے سے چھوڑ دیں مگر رضاخانیوں

کے اس اشتہار نے ہمکو مجبور کیا کہ ہم ناظرین کو رضا خانی گالیوں کی بھی سیر کرائیں لیکن اب اگر ہم مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گالیاں نقل کریں جن سے انہوں نے حاضرین مجلس مناظرہ کی طبیعتونکو منقبض کیا تھا اور جنکے بیان کرنے میں انہوں نے مسجد جیسی مقدس جگہ کا احترام بھی بالائے طاق رکھدیا تھا تو اندیشہ بلکہ یقین ہے کہ مناظرہ کے دوسرے واقعات کی طرح اُنکا بھی صاف انکار کردیا جاویگا اسلئے ہم انکے قبلہ و کعبہ خانصاحب بریلوی کی گندہ تہذیب کے چند نمونے اُنکی بعض مطبوعہ کتابوں سے پیش کرتے ہیں بس ناظرین سمجھ لیں کہ یہی گندی گالیاں مولوی سردار احمد صاحب کی زبان پر چڑھی ہوئیں تھیں جنکو وہ مختلف الفاظ اور نئے نئے انداز سے بیان کرتے تھے الفاظ مختلف اور مضمون سب کا ایک ہوتا تھا۔

اسوقت ہمارے سامنے خانصاحب کی مشہور اور مایۂ ناز کتاب "وقعات السنان" ہے جو آج سے چوبیس ۲۴ برس پہلے اسی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق حضرت مولانا اشرفعلی صاحب کے رسالہ بسط البنان کے جواب میں لکھی گئی ہے ہم اسوقت صرف اسی ایک کتاب سے چند نمونے پیش کرتے ہیں

رضاخانی تہذیب کی عریاں تصویر

(۱) حضرت مولانا اشرفعلی صاحب کے متعلق ارشاد ہوتا ہے "

یہ اپنی دوشقی میں وہ تیسرا داخل کرکے" وقعات السنان صہ ۲۵ (۲) اُسکے چند سطر بعد اسی صفحہ پر مکرر ارشاد ہے "اسکی دوشقی میں اس تیسرے کا دخول" (۳) ایک جگہ ارقام فرماتے ہیں "مسماۃ یہ تیسرا ابھی کیسا ہضم کرگئی صہ ۴۵ (۴) رسلیا والا ابھی کیا یاد کریگا کسی کرتے سے پالا پڑا تھا صہ ۵۱ (۵) اب وہ کھولوں جس سے مخالف چوندھیا کر پٹ ہوجائے اور آنکھ کھولے تو چوپٹ ہوجائے صہ ۵۱ (۶) رسلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھیرائی پر آزمو، صہ ۵۲ (۷) دیکھوں تو اسمیں تم میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو" ایضاً صہ ۵۲ (۸) رسلیا کی کلابازیاں ملاحظہ ہوں خصم کے کرتے وار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کہی ہو لگئی صہ ۶۶ (۹) حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق صہ ۶۵ پر لکھا ہے:۔ اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے سینے ٹوٹ گئے تیور پھٹ گئے

دم الٹ گئے معاف کیجیے آپ جیتے میں ہار اے لب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی" (۱۰) رسلیا کی چال پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں اب مسلمانوں کے چھلنے کو پھر کا داکا کئی ہے" صہ ۶۹ "تلك عشرة كاملة" یہ پورے دس نمبر ہوئے۔ مگر چونکہ رضا خانی امت کو گیارہویں سے بہت زیادہ محبت ہے اسلئے ہم ایک گیارھواں اور بڑھاتے ہیں دور جانے کی ضرورت نہیں اسی دقعات السنان" صہ ۶ پر بسط البنان ہی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور کسقدر پاکیزہ ارشاد ہے کہ منٹیاں بھی شرما جائیں "اُف ری رسلیا تیرا بھولا پن خون پوچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے" مسلمانو! مسلمانو!! اے شمع محمدی کے پروانو!!! تمہیں اخلاق محمدی کا واسطہ اپنے دین و ایمان کا واسطہ۔ اللہ کی دی ہوئی شرافت و انسانیت کا واسطہ خدارا غور کرو کیا کوئی مہذب انسان ایسی مغلظات بک سکتا ہے کیا تمنے نٹنیوں کنجریوں کے سوا کسی کافر سے بھی یہ ناپاک گالیاں سنی ہیں، آہ ان ناپاک اور گندی باتوں سے حیا و شرم کی ناک کٹ جاتی ہے جبین انسانیت عرق انفعال سے تر بتر ہو جاتی ہے مگر کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ گندے کلمات یہ ناپاک گالیاں اوس شخص کے قلم سے نکل رہی ہیں جو چودھویں صدی کی مجددیت کا مدعی تھا[ل] اور جسکی ذریت اسکو حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملۃ طاہرہ صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و علیہ وسلم کے موٹے موٹے خطابات سے یاد کرتی ہے اور جنکو شفیع محشر ساقی کوثر وغیرہ[ع] وغیرہ سمجھتی ہے

ل اگرچہ خانصاحب نے اس کتابکو اپنے صاحبزادے بلند اقبال کے نام سے شائع کیا ہے لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ لب و لہجہ خانصاحب کے سوا کسی اور کو نصیب ہی نہیں ہوا علاوہ ازیں کہ صاحبزادے صاحب کی پوزیشن بھی رضا خانیوں میں کوئی معمولی نہیں ہے وہ خانصاحب کے سچے جانشین اور رضا خانیت کے قبلہ و کعبہ سمجھے جاتے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ محی الدین جیلانی اور آل الرحمٰن (یعنی خدا کی اولاد) جیسے موٹے موٹے الفاظ لکھے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ رضا خانی حضرت شیخ عبد القادر محی الدین جیلانی رح کو بھی اسی کیر کٹر کا سمجھتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۱۲ مرتب

ع مسلمان غور کریں کہ خانصاحب اپنے صاحبزادے کو آل الرحمٰن لکھکر خود کیا بننا چاہتے ہیں مرزا قادیانی کو یہ دوسرے بھائی اور خلیفہ محمود کو نئے چچا مبارک ہوں ۱۲ منہ

بہرحال مولوی سردار احمد صاحب مناظرہ میں ایسی ہی گندی ذہنیت کی نمایش بار بار کرتے تھے جس سے مہذب حاضرین کو بھی سخت کوفت ہوتی تھی اور مولانا محمد منظور صاحب بڑی حد تک برداشت کرتے تھے لیکن اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کی سخت گفتاری کی شکایت کی گئی ہے۔

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو ؛ ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہمکو

(۱۶) اس اشتہار کے اخیر میں اس بہادر اشتہار نویس نے مسلمانان بریلی سے اپیل کی ہے کہ "ہمارا اشتہار اور دیوبندی جماعت کا وہ اشتہار جو شائع ہو چکا ہے (یعنی جناب محمد بشیر صاحب کا فیصلہ) غور سے پڑھیں اور جس فریق کے اشتہار میں کذب بیانی سے کام لیا گیا ہو اوس پر لعنتوں کی پیہم بوچھار کریں"

ہم بھی اس اپیل پر صاد کرتے ہیں لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین علی الکذابین الدجالین الذین یفترون الکذاب وھم یعلمون - امین -

رضاخانی اشتہار پر صرف سولہ نمبروں میں یہ سرسری تنقید کر دی گئی ہے - ان حضرات کو گیارہویں بارہویں بہت محبوب ہے مگر ہم اوس پر چند گنتیوں کا اور اضافہ کر کے یہ سولھویں شریف کا ہدیہ ادر پیش کرتے ہیں ؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف ،

احقر رفاقت حسین فاروقی عمروی

یکم ربیع الاول ۱۳۴۸ھ

رضا خانیوں پر آخری اتمام حجت

(از مدیر)

الیوم نختم علی افواھھم

آج ہم کو رضا خانیوں کے لبوں پر مہر لگا دینی ہے

مناظرہ کی مفصل روداد بھی آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے بانی مناظرہ کا فیصلہ بھی منظر عام پر آگیا اور رضا خانیوں کی مختصر روداد پر مختصر تنقید بھی اس نمبر میں شائع ہو رہی ہے اب ہم ناظرین کو ایک ایسی چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جسکو اس مناظرہ کا متفقہ فیصلہ کہا جا سکتا ہے۔

جو حضرات مناظرہ میں شریک تھے اونکو یاد ہوگا کہ مولوی سردار احمد صاحب نے مجھ سے ایک مطالبہ کیا تھا کہ "اگر حفظ الایمان" کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو آپ ایسی ہی عبارت مولانا اشرفعلی صاحب کے حق میں لکھدیجیے اور اسی پر مولوی سردار احمد صاحب نے مناظرہ کا فیصلہ رکھا تھا میں نے اسکو منظور کر لیا تھا اور بعینہ حفظ الایمان کی عبارت مولانا اشرفعلیصاحب کے حق میں لکھدی تھی جسکی نقل بھی روداد مناظرہ کے صفحہ ۱۲ پر ہو چکی ہے، اگرچہ مولوی سردار احمد صاحب کی کج بحثی اسکے بعد بھی ختم نہوئی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو درحقیقت اسی سے مناظرہ کا متفقہ فیصلہ ہو گیا لیکن معلوم ہوا ہے کہ بعض حیا باختہ رضا خانی اب اسکے جواب میں یہ کہرہے ہیں کہ "محمد منظور نے مولوی اشرفعلی صاحب کے حق میں وہ عبارت اسلئے لکھدی کہ مولوی اشرفعلی صاحب کے متعلق اوسکو اطمینان اور اعتماد ہے کہ وہ اوسپر ہتک عزت کا دعوےٰ نہیں کرینگے، اگر کسی اور معزز شخص کے حق میں وہ ایسی عبارت لکھدیں تو ہم بھی جانیں"

یہ بات جسقدر جاہلانہ اور سفیہانہ ہے محتاج بیان نہیں اور ہم کو یہ بھی اندازہ ہے کہ کوئی دلیل وحجت ایسے حیاداروں کا مونھ بند نہیں کر سکتی لیکن تاہم مزید اتمام حجت کے لئے ہم اس نئے حیلہ کو بھی ختم کرتے ہیں۔

اسوقت دنیوی وجاہت وعزت اور مادی طاقت وقوت کے اعتبار سے وائسرائے ہند اور ملک معظم کا جو درجہ ہے وہ سبکو معلوم ہے ہم ان دونوں کے متعلق حفظ الایمان کی عبارت بعینہ

لکھتے ہیں فرض کیجیے کوئی انگریز پرست (زید) اِن دونوں کو عالم الغیب کہنے لگے تو ہم اوس سے کہتے ہیں کہ"

"اونکی (یعنی ویسرائے ہند اور ملک معظم کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب یا بعض غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اسمیں ویسرائے ہند یا ملک معظم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"

ممکن ہے کہ اسکے بعد یہ رضا خانی جیادار یوں کہنے لگیں کہ ویسرائے ہند یا ملک معظم کی ہستی اتنی بڑی ہے کہ وہ ایسی چھوٹی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرینگے اور اسی خیال سے ہمنے اِن دونوں کے متعلق یہ لکھدیا ہے ذرا کسی اور کو تو کہہ کے دیکھو! اس لئے آج ہم اِن تمام جیلوں کو جہنم میں پہنچانے کے لئے مولوی حامد رضا خانصاحب کے متعلق بھی یہی عبارت لکھتے ہیں۔

فرض کیجیے کہ کوئی رضا خانی مولوی حامد رضا خانصاحب کو عالم الغیب کہنے لگے تو ہم اوس سے کہینگے کہ

"اونکی یعنی مولوی حامد رضا خانصاحب کی ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اسمیں مولوی حامد رضا خانصاحب کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"

اگر اس عبارت سے مولوی حامد رضا خانصاحب کی توہین ہوتی ہو تو وہ ہم پر ہتک عزت کا دعوےٰ کر کے ہمیشہ کے لئے اس نزاع کا فیصلہ کرالیں ورنہ اگر کچھ بھی حیا باقی ہو تو حفظ الایمان کے متعلق اپنے والد بزرگوار مولوی احمد رضا خانصاحب کے فتوائے کفر کی غلطی کا اعتراف کریں ہم حجت تمام کر چکے ہدایت و ضلالت خدا کے ہاتھ ہے "مدیر"

رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۵۲۹

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

اللہ کے رستہ میں کون میری مدد کرے گا

میرا مقصد دین الٰہی کی اشاعت اور توحید و سنت کی حمایت
وحفاظت ہے میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان حقیقی معنی میں خدائے واحد
کے پرستار ہو جائیں میری تمنا ہے کہ مدنی آقا کا علم صداقت
ہمیشہ سربلند رہے اس کے دشمن نگوں سار ہوں میری آرزو ہے
کہ دنیا کے سارے انسان خدا کے اس ہاشمی محبوب کے قدموں سے
وابستہ ہو کر دین و دنیا کی عزت حاصل کریں جو بنی نوع انسان کا
سب سے بڑا محسن ہے۔ ان پاکیزہ مقاصد کی کامیابی کیلئے میری
ہر قسم کی اعانت بالخصوص توسیع اشاعت کی سعی کرنا ہر مسلمان
کا فرض ہے ∴

الفرقان

مولوی محمد منظور نعمانی پرنٹر پبلشر نے جامع پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا!!!

Ahmad Husain Khan

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ؕ

ہذہ مجلۃ نافعۃ لاہل السنۃ والجماعۃ ودافعۃ لاہل البدعۃ

الفرقان (بریلی)

مُرتّبہٗ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

بڑی عالیشان ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے خاص بندہ پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لئے نذیر ہو

چندہ سالانہ
کاغذ قسم اول صہ
قسم دوم عہ
نمونہ مفت ۱

معاونین سے صہ
ممالک غیر سے للعہ
مقرر ہے

الفرقان

جلد ۲ | بابت ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۴ھ | نمبر ۵

یہ علمی مذہبی اور تبلیغی رسالہ ہے جو ہر قمری مہینہ میں ایکبار دفعہ بریلی سے شائع ہوتا ہے

ارزاں ایڈیشن اسال طلبہ اور غربا کے لئے الفرقان کا ایک ارزاں ایڈیشن بھی تیار کرایا گیا ہے جس کا کاغذ کسیقدر معمولی ہے اور اسکی قیمت صرف عہ روپیہ ہے جو حضرات تین روپیہ ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ دو روپیہ میں ارزاں ایڈیشن جاری کرا سکتے ہیں۔ وی پی منگوانے کی صورت میں ۳ ر زیادہ صرف ہوتے ہیں لہذا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنے میں فائدہ ہے۔ فرمایش اور کی کوپن پر لکھ بھیجے کارڈ کے تین پیسے بھی بچینگے، منیجر الفرقان بریلی۔

باسمہ سبحانہ — حمداً و سلاماً

نگاہِ اولیں

(مدیر الفرقان کے نام رفیق محترم مولانا سید محب الحق صاحب حسینی کا مکتوب گرامی)

حضرت مولانا! ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ ۔ تحیہ مسنونہ

الفرقان میں یہ دیکھکر بیحد مسرت ہوئی کہ آپ کو قتل کی دھمکی دی گئی ہے، باطل پرستوں کی یہ مذبوحی حرکتیں یقین دلا رہی ہیں کہ الفرقان کامیابی کی منازل کو نہایت تیزی کے ساتھ طے کر رہا ہے، اور اسکی ہر ہر سطر رگِ باطل کے لئے نشتر قضا ثابت ہوتی جا رہی ہے!

کیا طاغوت پرستوں کی نظر میں تاریخ عالم کا وہ گوشہ نہیں ہے جبکہ اسیطرح اسکیم ربانی کو فیل کرنے اور دعوت حق کو کچلنے کے لئے ایک نہتے انسان کے مکان پر چھاپہ مارا جاتا تھا اور اوسکے قتل کرنے کی ان تھک کوششیں کیجاتی تھیں پھر اُسے کسنے بچایا؟ اور ہاں جب اسکے مبارک سر پر ننگی تلوار لہرا رہی تھی تو اُسنے من یعصمک الیوم" کے جواب میں کیا کہا تھا؟ پھر کیا اوس "یعصمنی اللہ" کہنے والے کے ایک ادنیٰ غلام پر ان شغالانہ زفرات کا کوئی اثر ہو سکتا ہے۔؟

زر پرستوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی شرارت انگیزیوں سے اقتدار باطل کو قائم نہیں رکھ سکتے اور نہ اونکی یہ دھمکیاں سرفروشانِ اسلام کو مرعوب کر سکتی ہیں کیا دنیا فرعون مصر کو بھول گئی اسنے بھی مشعل برداران صداقت کو سولی اور پھانسی سے ڈرایا تھا اور اسکا ٹھیک وہی جواب دیا گیا تھا جو بتغیر الفاظ الفرقان میں شائع ہو چکا ہے لیکن اس جنگ کا جو انجام ہوا اُس سے خود مخالفین کو مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔ ؎

حریفوں سے کہدو کہ ہم ہیں مسلماں — نہ باطل کی قوت سے ہمکو ڈراؤ
ہمیں آزمایا ہے سو بار تم نے — کسی اور کو جاکے اب آزماؤ

اور حقیقت تو یہ ہے کہ ؎

یہاں تو عمر ہی گذری ہے طوفان و تلاطم میں
وہ کوئی اور ہونگے جن کو خوف موج دریا ہو

محشر حسینی عفرلہ

سلسلہ معرکۃ القلم کی آخری قسط ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ کے الفرقان میں شائع ہوئی تھی اور جواب کے لئے
تین ماہ کی مہلت دیگئی تھی وہ تین مہینے بھی ربیع الاول کے اختتام کے ساتھ ختم ہوگئے اور اب
ربیع الثانی بھی قریب الختم ہے مگر مولوی حامد رضا خانصاحب تاہنوز خاموش ہیں اگرچہ اب جواب
کی توقع ختم ہوگئی مگر بعض اکابر کے ارشاد پر مزید اتمام حجت کے لئے تین مہینے کی ایک آخری
مہلت اور دیجاتی ہے اور مولوی حامد رضا خاں صاحب کے علاوہ بھی ملت رضا خانیہ کے
تمام ذمہ دار ارکان بالخصوص مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی مولوی امجد علیصاحب
اعظمی مولوی دیدار علیصاحب لاہوری، مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی۔ مولوی حشمت علی
صاحب (وکیل مولوی حامد رضا خانصاحب) کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ اگر وہ مولوی احمد رضا
خانصاحب کے تکفیری فتوے (حسام الحرمین) کو صحیح سمجھتے ہیں تو معرکۃ القلم کا جواب دیں۔ ان
حضرات کی طرف سے جو جواب شائع ہوگا وہ ذمہ دارانہ سمجھا جاویگا اگر ماہ رجب تک ان
حضرات میں سے کسی نے جواب نہ دیا تو حسام الحرمین اور معرکۃ القلم ہی کو مناظرہ لاہور کے مسلمہ
فریقین ثالثین کے سامنے پیش کرکے فیصلہ کی درخواست کیجاویگی اور یہ فیصلہ انشاء اللہ ان
اختلافات کا آخری فیصلہ ہوگا اگر مذکورہ بالا حضرات میں سے کوئی صاحب مہذب جواب لکھنے
کے وعدہ پر معرکۃ القلم طلب فرماویں تو وہ بھی انکو بھیجا جا سکتا ہے[ع]۔

کبھی پہلے عرض کیا گیا تھا کہ مباحث حسام الحرمین سے فارغ ہونے کے بعد مسئلہ علم غیب
اور دوسرے تمام مختلف فیہ مسائل پر بھی اس عنوان کے ماتحت ایسی ہی سیر حاصل بحث کیجاویگی
اسی وعدہ کے مطابق اس نمبر سے **بوارق الغیب** کی اشاعت شروع ہو رہی ہے جس کا
ایک عرصہ سے ناظرین الفرقان کو شدید انتظار تھا آپ بھی دعا فرمائیے کہ حقتعالی اس آغاز
کو انجام تک پہونچائے۔

مقامی حضرات میں سے اکثر کا چندہ ابھی تک موصول نہیں ہوا ہے بلکہ باستثنائے چند کل
ہی کے ذمہ باقی ہے حالانکہ یہ اس سال کا پانچواں پرچہ ہے۔ کاش ان حضرات کو الفرقان

ع ان تمام حضرات کے پاس الفرقان کا یہ نمبر بھیجا جائیگا۔

"دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا"

(از خامہ استاذ العصر حضرت علامہ مولانا محمد اعزاز علی صاحب شیخ الادب و مفتی اعظم دار العلوم دیوبند)

اس مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد ظاہر ہو گیا ہو گا کہ ایک طرف تو ساکنان ارض کے اعمال و عقائد کی شناعت اس درجہ پر پہونچ چکی تھی کہ وہ خود بھی گھبرا اٹھے تھے اور سمجھ چکے تھے کہ ہم جس راستہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں وہ عقل اور فراست سے کوسوں دور ہے دوسری طرف اسلامی تعلیمات تھیں جنکی صداقت بداہت عقل کی حد تک پہونچ چکی تھی۔ ایسی صورت میں بعید از عقل تھا کہ دنیا اسلام پر نہ ٹوٹ پڑتی۔

لیکن حکمت الٰہیہ کا مقتضے تھا کہ ایسی صاف اور ستھری چیز کی مخالفت کیجاوے تاکہ اعتراضات و جوابات موجودین کو غور و فکر کا موقع دیں بلکہ قیامت تک آنیوالی نسلوں کے بھی کام آویں۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس دین الٰہی کی اطلاع ہوتے ہی اہل مکہ نے نہ صرف مخالفت شروع کی بلکہ ایڑی چوٹی کا زور اسپر صرف کر دیا کہ صفحۂ زمین سے اس حقانی نور کو بالکل ہی محو کر دیا جاوے۔

اور یہ مخالفت کسی ایک نوع کی مخالفت میں محصور نہ تھی بلکہ جس سے جس قسم کی مخالفت ہو سکی اوسمیں اوسنے کمی نہ کی۔

صدائے حق کے اعلان کے بعد خاندان قریش کا بچہ بچہ آپ کا مخالف ہو گیا تھا خود تو حضور کے قتل پر آمادہ ہی تھے لیکن ہر شخص دوسرے کو آپ کے قتل کی ترغیب دیتا تھا۔ اسی سلسلہ میں روسائے قریش کا ایک موقر وفد ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اونمیں سے ایک نے مؤدبانہ لہجے میں ابو طالب سے کہا۔

یا اباطالب ان لک سنا و شرفا و منزلۃ فینا وانا قد طلبنا منک ان تنھی ابن اخیک فلم تنھہ عنا وانا واللہ لا نصبر علی ھذا من شتم اٰبائنا و تسفیہ احلامنا	اے ابو طالب! آپ ہماری جماعت میں عمر۔ شرف۔ درجہ میں ہر طرح بڑے ہیں۔ ہمنے آپسے درخواست کی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ممانعت کر دیں مگر آپنے اونکو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) ممانعت نہ کی اور خدا کی قسم اب ہم سے اپنے آبا و اجداد

وعیب آلھتنا حتی نکفہ عنا او ننازلہ کو گالیاں نہیں سنی جاتیں نہ اسکی برداشت ہو سکتی ہے کہ ہمکو
وایاک فی ذلک حتی یھلک احد الفریقین احمق قرار دیا جاوے اور ہمارے دیوتاؤنکی توہین کیجاوے
اب یا تو آپ اونکو منع کر دیں ورنہ ہماری اور آپکی جنگ ہوگی اور
اوسوقت تک رہیگی جب تک کہ ہم دونوں میں سے ایک بالکل فنا نہ ہو جائے

مذکورہ بالا تقریر کوئی درخواست نہ تھی بلکہ اعلان جنگ تھا اسلئے رؤسا قریش کی یہ جماعت جواب لئے بغیر واپس ہو گئی۔ ابو طالب اس اعلان جنگ کو سنکر سخت پریشان ہو گئے۔ نہ اونسے یہی ہو سکتا تھا کہ اپنی جماعت سے جدا ہو جاویں اور نہ اونسے جنگ کرنیکی طاقت تھی اسکے ساتھ ہی ساتھ اونکو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت سے دست بردار ہو ویں۔ بہت دیر تک سوچنے کے بعد ایک بات خیال میں آئی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اور نہایت شفقت بھرے نرم انداز میں کہا۔

یا ابن اخی ان قومک قد جاء ونی لخت جگرم! تمہارے خاندان کے رؤسا میرے پاس آکر مجکو اعلان
فقالوالی کذا وکذا فابق علیّ وعلیٰ جنگ دیگئے ہیں تم اپنا اور میرا دونونکا خیال رکھو اور ایسا بوجھ مجھپر
نفسک ولا تحملنی من الامر الا اطیق نہ ڈالو جسکو میں برداشت نہ کر سکوں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ کا مطلب سمجھ لیا کہ ابو طالب میری حمایت سے جی چُرا رہے ہیں اور اب اِن سے میری امداد نہیں ہو سکتی ہے اور اب میرا ساتھ نہ دینگے۔ اس لئے بغیر کسی تامل کے جرأت کے ساتھ فرمایا۔

یا عم واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور
والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا بائیں ہاتھ میں ماہتاب رکھدیں اور درخواست کریں کہ میں اسلامی
الامر حتی یظھرہ اللہ تعالی او اھلک تبلیغ کو چھوڑ دوں تب بھی میں نہ چھوڑونگا یہانتک کہ اس نور اسلام
فیہ ما ترکتہ سے سارا عالم منور ہو جائے یا میں اس راہ میں جان بحق ہو جاؤں

اسقدر فرمانے کے بعد آپ آبدیدہ ہوئے اور بغیر کچھ کہے ہوئے ابو طالب کے پاس سے اوٹھکر چلدئے۔ ابو طالب نے فوراً آپ کو آواز دی آپ واپس ہوئے۔ ابو طالب نے کہا کہ لختِ جگرم

تم جو چاہو کہو۔ خدا کی قسم جب تک میری جان میں جان ہے تمہارے اعدا تم پر قابو نہیں پا سکتے ہیں
قریش نے اوّل اوّل تو اپنے اعلان جنگ کا انتظار کیا اور دیکھتے رہے کہ ابوطالب کیا کرتے
ہیں لیکن جب انکو یقین ہو گیا کہ ابوطالب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے والے
نہیں ہیں تو پھر مجتمع ہو کر آئے اور اس دفعہ انکے ساتھ مغیرہ کا پوتہ عمارہ بن ابوالولید بھی تھا۔
عمارہ قریش کا نوجوان۔ عفیف۔ خوشرو۔ غرض کہ ہمہ صفت موصوف قابلقدر شخص تھا۔ اور
نوعمری کے باوجود اپنے وقار اور متانت کی وجہ سے قریش میں ممتاز تھا۔
یہ جماعت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ مغیرہ کے پوتے عمارہ ابن الولید
کو ہم آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے ہیں آپکو معلوم ہے کہ عمارہ خاندان قریش میں مشہور
طاقتور۔ بہادر اور خوشرو ہمہ صفت موصوف نوجوان ہے آپ اسکو اپنا بیٹا قرار دے لیں
اور اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے کر دیں۔ آپ کے اس بھتیجے نے آپ
کے دین کی۔ آپ کے آبا و اجداد کے دین کی مخالفت کی قومی شیرازہ منتشر کر دیا۔ ساری
جماعت کو لایعقل کہا ہم اوسکو قتل کر کے اس جدید فتنہ (اسلام) کا استیصال کر دینگے آپ
عمارہ کو اپنے مقتول بھتیجے کا قائمقام سمجھ لیں۔ آپکا اسمیں کچھ نقصان نہیں کیونکہ اگر آپ کے خاندان
کا ایک شخص مارا گیا تو دوسرا اوسکا قائمقام ملگیا ہمارا یہ نفع ہو گا کہ قومی عام مصیبت ہم سے دور
ہو جاوے گی۔

ابوطالب نے اسکا جو جواب دیا ہے وہ درحقیقت آب زر سے لکھنے کے قابل ہے فرماتے ہیں

واللہ لبئس ما تسوموننی اتعطونی	خدا کی قسم! جو سودا تم مجھ سے کر رہے ہو وہ نہایت ہی برا ہے
ابنکم اغذوه لکم واعطیکم ابنی	تم تو اپنے ایک بیٹے کو اسلئے میرے حوالہ کر رہے ہو کہ میں اوسکو
تقتلونہ ھذا واللہ لایکون ابدا	پالوں پرورش کروں۔ اور میں اپنے لخت جگر کو تمہارے حوالے اسلئے
ارایتم ناقۃ تحن الی غیر فصیلہا	کروں کہ تم اوسکو قتل کرو خدا کی قسم! یہ تو ہرگز کبھی بھی نہ ہو گا۔ کیا تم نے
	کبھی یہ دیکھا ہے کہ کسی اونٹنی نے اپنے بچے کے علاوہ کسی دوسری اونٹنی
	کے بچہ سے محبت کی ہو

ابوطالب کی اس مدلل تقریر کو سنکر مطعم بن عدی بولا کہ ابوطالب! خدا کی قسم تمہاری قوم نے تم سے

ایک منصفانہ بات کہی ہے اور مصیبت عظیمہ سے بچنے کی ایک عمدہ صورت تجویز کی ہے۔ مگر عجب بات ہے کہ تم انکی ایک بات بھی قبول نہیں کرتے ہو۔ ابوطالب بولے کہ خدا کی قسم! اس تجویز میں ان لوگوں نے انصاف کو دخل بھی نہ دیا۔ ہاں! مجھ کو اسکا یقین ہو گیا ہے کہ ان سب نے میرے خلاف جنگ کا ارادہ کر لیا ہے۔ آپ سب صاحبونکو میری جانب سے اختیار ہے جو چاہیے کیجیے!

عمارہ بن الولید کا انجام تو یہ ہوا کہ اسپر سحر کیا گیا جسکی وجہ سے اسکے ہوش و حواس بجا نرہے یہ دیوانہ وار جنگل جنگل مارا مارا پھرا کرتا تھا اور بالآخر بحالت کفر ملک حبشہ میں مرا۔ اسیطرح مطعم بن عدی کو بھی دولت اسلام نصیب نہوئی۔

"فاعتبروا یا اولی الابصار" پر عمل کرنیوالوں اور عالم فانی کی ہر چیز کو بنظر عبرت دیکھنے والوں کے لئے یہ مسئلہ ایک مستقل مسئلہ قابل بحث بنگیا ہے کہ اسمیں کیا حکمت الٰہیہ تھی کہ اہل مکہ جنسے آپ کو نسبی تعلقات زیادہ اور قوی تھے مخالفت کریں اور اہل مدینہ جو ان تعلقات ظاہریہ کے اعتبار سے بہر نوع کم درجہ پر تھے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کر کے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالیں اور ہمیشہ کے لئے جان نثاری کا لقب حاصل کریں۔ اسلام تو یوں بھی پھل پھول سکتا تھا کہ اہل مکہ آپکی اعانت کرتے۔ آپ کا اتباع کرتے۔ کلمہ حق کے لئے آپ کا ساتھ دیتے اور مکہ سے اشاعت اسلام ہوتی۔ ایسا نہوا بلکہ اہل مکہ تقریباً تیرہ سال تک ہر طرح حضور کی مخالفت پر تلے رہے اور ایذا رسانی کا کوئی ذلیل سا ذلیل طریقہ بھی اونہوں نے نہ چھوڑا بالآخر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن مبارک (مکہ مکرمہ) چھوڑنا پڑا اور اس صورت میں نظر بظاہر اسباب اسلام کی جڑ گویا مکہ سے اوکھاڑ دی گئی۔ اور اس پودے کو مدینہ منورہ کی سنگلاخ زمین میں لگایا گیا۔ وہاں یہ درخت بارآور ہوا۔ یہاں سے جسطرح اسکی شاخون نے تمام دنیا پر سایہ کیا مکہ کو بھی محروم نہ رکھا حکیم و علیم کی حکمتیں خود وہی خوب جانتا ہے لیکن جہانتک غور و خوض کی رسائی ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یوں ہی ہونا چاہئے تھا۔ (باقی آیندہ)

ضروری ہدایات (۱) خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھیے (۲) فرمایش بھیجنے وقت مکمل پتہ صاف اور خوشخط اردو میں لکھیے (۳) جوابی امور کے لئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا ضروری ہے۔ (منیجر الفرقان)

معرکۃ القلم (۱) فیصلہ کن مناظرہ

حصہ دوم در بحث مسئلہ علم غیب مسمی بہ

بوارق الغیب علی من یدعی لغیر اللہ علم الغیب

الحمد للہ المتعزز بالعزۃ والعظمۃ والجلال۔ المتوحد باحدیۃ الذات المتفرد بصفات الکمال، المنزہ عن سمات العجز والنقص وامارات الزوال، المتعالی عن الاشباہ والاکفاء والامثال، ھو الذی یصرف الاحوال ویخفف الاثقال بیدہ ملکوت السموات والارض ینزل الارزاق ویقدر الآجال، ویرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال، یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ عالم الغیب والشھادۃ الکبیر المتعال،۔ نشھد انہ لا الہ الا ھو، ولا یعلم الغیب الا ھو لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد ولا نستعین الا ایاہ، لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ المشرکون، ونشھد ان سیدنا ونبینا وحبیبنا وحبیب ربنا ومولنا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ الی کافۃ الناس بشیراً ونذیراً وداعیاً الیہ باذنہ وسراجا منیراً (صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً) اللھم انا نسئلک حبک وحب رسولک وحب عمل یبلغنا الی حبک اللھم اجعلنا ھادین مھتدین غیر ضالین ولا مضلین سلماً لاولیائک عدوا لاعدائک نحب بحبک من احبک ونعادی بعداوتک من خالفک۔ اللھم ھذا الدعاء وعلیک الاجابۃ ومنی الجھد وعلیک التکلان وانت المستعان

تمہید

آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پہلے صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے متعلق فرمایا تھا۔

لتتبعن سنن من کان قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع الحدیث (رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

تم لوگ ضرور بالضرور پیروی کروگے اگلی امتوں (یعنی یہود ونصاریٰ) کی بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ (یعنی بالکل اُنکے قدم بقدم چلوگے۔

جس ماحول میں زبان وحی ترجمان سے یہ پیشین گوئی صادر ہوئی تھی اُس وقت بظاہر حالات یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کبھی امت محمدیہ میں بھی وہ گمراہیاں راہ پائیں گی جن کا شکار یہود ونصاریٰ ہوئے۔ لیکن گردش ایام نے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد اس پیشین گوئی کے دونوں رُخ دنیا کے سامنے پیش کردیئے۔ خیرالقرون کے گذرتے ہی امت میں فتنوں کا دروازہ کھل گیا نئے نئے فرقے پیدا ہونے لگے کسی نے تفریط میں یہودیوں کی روش اختیار کی اور کوئی غلو وافراط میں نصاریٰ کے قدم بقدم چلا۔ پھر جوں جوں عہد رسالت سے دوری ہوتی گئی ان نئے فتنوں کی پیداوار بھی بڑھتی گئی اور آج تک یہ سلسلہ برابر جاری ہے کہیں بہاء اور باب ایرانی کی جھوٹی نبوت کے چرچے ہیں، تو کہیں مسیلمہ پنجاب مرزا قادیانی کی رسالت کے بلند بانگ دعوے اگر ایک طرف عبداللہ چکڑالوی اور اُس کے گمنام چیلے سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعی خصائص اور نفس الامری فضائل سے انکار کرکے آپکی عصمت اور وجوب اطاعت سے انکار کر رہے ہیں اور معاذ اللہ آپکو اپنا جیسا خطاکار اور معمولی انسان بتلا رہے ہیں

ا؎ چکڑالوی صاحب کے نو چیلے کنز بن لاہوری نے اشتہار "خالق اور مخلوق کی اطاعت میں فرق" بحوالہ یکم نومبر ۱۹۳۰ء میں لکھتے ہیں کہ "نبی کو اصل مطاع بالغیر کہنا بھی شرک ہے" (معاذ اللہ) اسی طرح اس فرقہ کے بانی اول عبداللہ چکڑالوی نے لکھا ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اعتقاد کفر و شرک ہے" (العیاذ باللہ) اخبار بلاغ امرتسر جو اس گمراہ فرقہ کا آرگن ہے اسمیں آئے دن حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت اور وجوب اطاعت کے خلاف مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں جنمیں زور وشور سے بیان کیا جاتا ہے کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام میں یہ کوتاہیاں اور کمزوریاں تھیں" (والعیاذ باللہ رب العلمین)۱۲

تو دوسری طرف بعض گمراہ آپکو مسند کن فیکون پر بٹھا کر خدائی اختیارات سونپ رہے ہیں۔ کھلے لفظوں میں آپکی بشریت سے انکار کیا جا رہا ہے آپ کو خزائن الٰہی کا مالک و مختار، متصرف فی الاکوان اور عالم الغیب بتلایا جا رہا ہے اور بعض کور بختوں نے تو آپکو بعینہ خدا بنا دیا اور وہ یہانتک کہہ گئے کہ ؎

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر — اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر

اور پھر غضب یہ ہے کہ ان اختراعیات کو (جو سراسر تعلیمات اسلام کے مزاحم اور مناقض ہیں) ضروریات دین کا درجہ دیکر اور اُنپر محبت حضرت رسالت کا رنگ چڑھا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور نہ ماننے والوں کو کافر ملحد و دشمن رسول تبلایا جا رہا ہے گویا ان ہی باتوں پر محبت نبوی کا مدار ہے اور یہی وہ اصول دین و ارکان اسلام اور مہمات عقائد ہیں جنکی تبلیغ و اشاعت کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے۔ فیالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا۔

یوں تو ان فتنوں کی فہرست بہت طویل ہے اور ان میں سے ہر ایک فتنہ بجائے خود دین الٰہی میں عظیم الشان رخنہ ہے لیکن بعض حیثیات سے فتنۂ علم غیب کو جو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگئی ہے وہ نہایت خطرناک ہے۔

اس مسئلہ کے ظاہری عنوان میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ہے اور آپ کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کے کمال کا اعتراف ہے اسلئے عوام مسلمین اپنی والہانہ عقیدت اور غیر آئینی جوش محبت کے باعث جلدی اُس کا شکار ہو جاتے ہیں اور ناواقفی کی وجہ سے نہیں سمجھ سکتے۔

---

[۱] مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے رسالہ برکات الامداد میں لکھتے ہیں کہ حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی مرادیں سب حضور کے اختیار میں ہیں۔ ص

ناظرین خانصاحب کی اس عبارت کو دیکھیں اور اسی کے ساتھ قرآن کریم کی ان تصریحات کا مطالعہ کریں۔

قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا — اے رسول آپ کہدیجئے کہ میں تمہارے نقصان اور فائدہ کا مالک و مختار نہیں ہوں

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ — اے رسول آپ کہدیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں“

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء اللہ — اے رسول آپ کہدیجے کہ میں اپنی ذات خاص کے لئے بھی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے وہی ہوتا ہے۔

کہ جس کو وہ اعترافِ عظمت اور انتہائے عقیدت سمجھتے ہیں فی الحقیقت وہ معصیت اور بغاوت ہے اور جس کو انہوں نے بارگاہ رسالت کے تقرب کا ذریعہ سمجھا ہے وہی حضورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیزاری اور آپکے دامنِ رحمت سے دوری کا سبب ہے۔

نصاریٰ نے ایسی ہی غیر آئینی محبت کے جذبہ میں اللہ کے اولوالعزم پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام کو صفات خداوندی میں شریک مان لیا اور سمجھے کہ ہمنے خدا کے لاڈلے پیغمبر کی بڑی تعظیم و توقیر کی اور اسکی وجہ سے مسیح اور اُن کا خدا ہم سے بہت زیادہ راضی ہوگیا۔

لیکن خدا کی آخری کتاب قرآن مجید شاہد ہے کہ انکی یہی گمراہی (جسکی بنیاد بظاہر جذبہ محبت پر تھی) اُنکے مبغوض اور مردود ہونے کا باعث بنی۔

اسی طرح غلاۃ روافض نے اسی جوشِ محبت کے ماتحت ائمہ اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمیع ماکان و مایکون کا عالم[1] اور اختیارات کن فیکون کا مالک مانا۔ اور بعض بدبختوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خدائی کے مرتبہ تک پہونچا دیا اور اسی کو اُنھوں نے محبت اہلبیت کا مقتضا اور تعظیم و تکریم کا منتہا سمجھا۔ لیکن اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ان مدعیان محبت کو آگ کے بھڑکتے شعلوں میں ڈلوا کر دنیا کو بتلا دیا کہ ہماری جو محبت خدا کی بغاوت پر مبنی ہو اُسکی سزا آگ کے بھڑکتے شعلے ہیں ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔

بہرحال جس طرح محبت عیسوی کے پردہ میں الوہیت مسیح کے عقیدہ نے نشوونما پایا اور جیسے کہ حب اہلبیت کے نام پر رفض کو ترقی ہوئی اسی طرح حب نبوی اور عشق رسالت کا رنگ دیکر مسئلہ علم غیب کو بھی فروغ دیا جا رہا ہے اور بیچارے عوام محبت کا ظاہری عنوان دیکھکر برابر اُسپر ایمان لا رہے ہیں۔ ایسی ہی گمراہیوں کے سدّباب کے لیے حضور نے فرمایا تھا۔

لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ
تم مجکو حد سے نہ بڑھانا جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ کیا۔
عیسیٰ ابن مریم الحدیث

ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد فرمایا:۔

[1] سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی روافض کے عقائد باطلہ کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں ومن ذلک ان الامام یعلم کل شیٔ ماکان ومایکون من امر الدنیا والدین حتی عدد الحصی وقطر الامطار وورق الاشجار
غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۹۹

لا ترفعونی فوق حقی فان اللہ تعالیٰ قد اتخذنی عبدا قبل ان یتخذنی رسولا[1] — تم مجھکو میرے اصلی مرتبہ سے مت بڑھاؤ۔ حق تعالیٰ نے مجھے رسول قرار دینے سے پہلے اپنا بندہ بنایا ہے۔

اور ایک موقع پر جبکہ بعض صحابہ سے آپکی شان میں کچھ بے اعتدالی ہو گئی تو ارشاد فرمایا

لا یستھوینکم الشیطٰن انا محمد بن عبد اللہ ورسولہ ما احب ان ترفعونی فوق منزلتی التی انزلنی[2] اللہ — لوگو! تمہیں شیطان گمراہ نہ کر دے۔ میں محمد ابن عبد اللہ ہوں، خدا کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ میں نہیں چاہتا کہ تم مجھکو میرے اس مرتبہ سے اوپر اٹھاؤ جہاں خدا نے مجھکو رکھا ہے۔

ایک دفعہ بعض بچیوں نے آپ کی شان پاک میں یہ کلمات کہدیئے:۔

"وفینا نبی یعلم ما فی غد" — اور ہم میں ایک ایسے نبی ہیں جو آیندہ کی باتیں جانتے ہیں

تو فوراً آپ نے ارشاد فرمایا:۔

دعی ھذا وقولی ما کنت تقولین لا یعلم ما فی غد الا اللہ[3] (ابن ماجہ) — یہ نہ کہو بلکہ جو پہلے کہہ رہی تھیں وہی کہو آیندہ باتوں کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا

بہر حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات شریف کے متعلق کبھی ایسے الفاظ بھی پسند نہیں فرمائے جن میں افراط کا شائبہ بھی ہو بلکہ اسکے متعلق آپنے پوری پوری روک تھام فرمائی لیکن اللہ کی شان ہے کہ آج آپ ہی کے امتی اور آپ ہی کی محبت کے مدعی آپکی مقرر کردہ حدود کو توڑ رہے ہیں اور کھلے بندوں آپکو عالم الغیب کہہ رہے ہیں اور نصاریٰ کی طرح اسی غلو اور افراط کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور قرب خصوصی کا باعث سمجھ رہے ہیں، انھیں اسیران جہالت اور گرفتاران ضلالت کے متعلق علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے ارقام فرمایا ہے۔

ولا ریب انہ الجاھم[4] الی ھذا الغلو اعتقادھم انہ یکفر عنھم سیئاتھم ویدخلھم الجنۃ وکلما غلوا کانوا اقرب الیہ — اور بے شک ان لوگوں کو اس گمراہی پر اُن کے اس خیال نے مجبور کیا ہے کہ اُن کا یہ عقیدہ اُن کے لئے کفارہ سیئات بنجائیگا اور اس کی وجہ سے وہ جنت میں پہونچ جائیں گے اور جسقدر بھی وہ

---

[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن علی بن الحسین عن ابیہ رضی اللہ عنہم اجمعین کنز العمال جلد دوم صفحہ ۱۳۲
[2] رواہ احمد وعبد بن حمید والضیاء ... بن منصور والبیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ عنہ کنز العمال صفحہ ۱۳۲ جلد ۲
[3] علامہ علی قاری کی یہ عبارت خاص انھیں لوگوں کے حق میں ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع ماکان و مایکون کا علم محیط مانتے ہیں پوری عبارت کئی صفحوں میں ہے جو آیندہ اپنے موقع پر انشاء اللہ نقل کیجاویگی ۱۲ منہ

فهم اعصى الناس لامره واشدهم مخالفة لسنته فهم شبه ظاهر من النصارىٰ غلوا على المسيح اعظم الغلو خالفوا شرعه ودينه اعظم المخالفة

حضور کی شان بڑھائیں گے اسی قدر آپکا تقرب حاصل ہوگا درحقیقت یہ لوگ حضور کے سب سے زیادہ نافرمان ہیں اور آپکی سنت کے سب سے بڑے مخالف ہیں انہیں نصاریٰ کی ظاہر باہر شباہت ہے۔ انہوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑی غلو سے کام لیا اور اُن کی شریعت اور اُن کے دین کے بالکل خلاف عقیدے قائم کرلے۔

موضوعات کبیر صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۰ (اسی طرح یہ لوگ بھی کر رہے ہیں)

بہرحال چونکہ عقیدہ علم غیب کا یہ زہر محبت کے دودھ میں ملا کر امت کے حلق سے اُتارا جا رہا ہے اس لئے یہ اُن تمام گمراہانہ اعتقادات سے زیادہ خطرناک اور توجہ کا محتاج ہے جنپر محبت اور عقیدت کا ملمع نہیں کیا گیا پھر اسکی حمایت میں حامیان بدعت اور داعیان ضلالت کے لاتعداد رسالوں نے مطلع کو اور بھی زیادہ تاریک کر دیا ہے۔ اس وقت تک میری نظر سے اس موضوع پر اُن لوگوں کے جو رسالے گذر چکے ہیں اُنکی تعداد غالباً پچاس ساٹھ سے کم ہوگی۔ ادھر علمائے اہل سنت نے یہ سمجھتے ہوئے کہ مسئلہ بالکل ظاہر البطلان ہے اسکی طرف بہت کم توجہ فرمائی اور اگر کسی نے لکھا بھی تو قدر ضرورت پر اکتفا کیا اور کبھی اُسکے اطراف و جوانب کے احاطے کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ جس سے عوام الناس کے مغالطہ کو اور بھی زیادہ تقویت ہوئی۔

اب بعض اکابر امت کے ایماء سے اس ناچیز نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے قلم اٹھایا ہے حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انصاف اور حق پرستی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اعتساف و تعصب سے بچائے انه على كل شیٔ قدير وبالاجابة جدير۔ اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه آمین ط

اس کتاب (بوارق الغیب) کی دو جلدیں ہونگی پہلی جلد میں اہلسنت کے دلائل ہونگے اور دوسری جلد میں مخالفین کے دلائل پر تنقید۔ پہلی جلد میں ایک مقدمہ ہوگا اور تین باب۔ مقدمہ میں کچھ اہم اور ضروری انتباہات کے علاوہ موضوع بحث کی تنقیح اور منشائے نزاع کی تعیین کیجائیگی پہلے باب میں صرف قرآن مجید سے غیبیہ عقیدہ کے خلاف ثبوت پیش کیا جاویگا اور دوسرے باب میں صرف احادیث نبویہ سے اور تیسرے باب میں صحابہ و تابعین و دیگر سلف صالحین ائمہ عظام اور صوفیائے کرام کے اقوال سے مسلک حق کی تائید پیش کیجائیگی اسی طرح دوسری جلد میں بھی انشاء اللہ تین باب

جس شخص نے صرف قرآن عزیز کا مطالعہ بھی سرسری نظر سے کیا ہوگا وہ اس حقیقت سے
ناواقف نہو گا کہ جس طرح مقبولین بارگاہ خداوندی (حضرات انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام)
کی شان میں گستاخی اور اُنکی عداوت باعثِ شقاوت وہلاکت ہے اسی طرح اُن حضرات کے
بارہ میں غلو اور افراط یعنی اُن کو انکے منصب اصلی سے اُٹھا کر صفات خداوندی میں شریک
کرنا اور اُن کے لئے وہ اوصاف وکمالات ثابت کرنا جو درحقیقت اُن کو عطا نہیں فرمائے
گئے تھے یہ بھی ضلالت اور گمراہی ہے۔

یہود اگر اس وجہ سے مستحق لعنت ہوئے کہ انھوں نے اللہ کے ایک اولوالعزم رسول
(حضرت مسیح علیہ السلام) اور اُنکی والدہ ماجدہ صدیقہ مریم کی شان پاک میں گستاخیاں کیں اور اُنپر
ناپاک بہتان باندھے تو نصاری صرف اس وجہ سے مردود ہوئے کہ اُنھوں نے اللہ کے اُس رسول کو
اُس کے حقیقی منصب سے اُٹھا کر بعینہ خدا یا خدا کا شریک بنا دیا' قرآن حکیم نے اُنکی اس بے راہ
روی پر نہایت عتاب آمیز انداز میں کفر کی فرد جرم لگائی ہے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم یقیناً وہ لوگ کافر ہوگئے جنھوں نے مسیح ابن مریم کو خدا مانا'

-لقد کفر الذین قالوا ان بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنھوں نے تین خدا مانے حالانکہ
اللہ ثالث ثلاثۃ وما من الہ الا الہ ایک اکیلے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اگر وہ لوگ
واحد وان لم ینتھوا عما یقولون اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان کافروں کو نہایت
لیمسن الذین کفروا منہم عذاب الیم دردناک عذاب پہونچے گا۔

پس ارباب ضلالت کا یہ خیال کہ مقبولین بارگاہِ الٰہ کی شان میں ہر وہ عقیدہ قائم کرنا درست
ہے جس سے اُن کا مرتبہ بڑھتا ہو (اگرچہ اُس کے لئے کوئی نص شرعی موجود نہو) اور جسقدر بھی
اُن کا مرتبہ بڑھایا جائیگا اسی قدر ہم کو اُنکی اور اُنکے خدا کی خوشنودی حاصل ہوگی (غرض یہ خیال)
سراسر جہالت اور ضلالت ہے۔

مقربین بارگاہ خداوندی کے حق میں مومن کا طرز عمل نہایت محتاطانہ اور معتدلانہ رہنا چاہیئے۔

کہ اُن کے حق میں افراط و تفریط دونوں باعث ہلاکت ہیں ؎

یار کا پاس ادب اور دل ناشاد رہے نالہ گھٹتا ہوا رُکتی ہوئی فریاد رہے۔

پس جب کہ افراط بھی تفریط کی طرح گمراہی ہے تو جس طرح تفریط کے سدّباب کے لئے اسکی ضرورت ہے کہ مقربین بارگاہ خداوندی کے حقیقی اور واقعی کمالات کی نشر و اشاعت کر کے دنیا کو اُن کے فضائل اور مراتب عظیمہ سے واقف کیا جائے اور اُنکی اطاعت و محبت کی دعوت دیجائے اسی طرح فتنۂ افراط کے انسداد کے لئے اسکی بھی ضرورت ہے کہ خاصان خدا کے بارہ میں حدود اللہ سے جو تعدیاں غالین اور مفرطین نے کی ہوں انکی بھی اصلاح کیجائے اور ان مقربین کا حقیقی منصب اور واقعی مرتبہ دنیا کو بتلایا جائے اسلئے قرآن عزیز نے یہود کی تفریط اور حضرت مسیح کے بارہ میں اُنکی گستاخیوں کی تردید کے لئے جہاں حضرت مسیح ابن مریم کا مقرب نبی اور ذی عزت رسول ہونا بیان فرمایا ہے وہیں نصاریٰ کی افراط کی اصلاح کے لئے حضرت مسیح کا عبداللہ اور مملوک و مخلوق خدا ہونا بھی ظاہر کیا ہے، وہ اگر ایک طرف یہ کہتا ہے کہ

"حضرت عیسےٰ ہمارے سچے رسول ہیں اور انکی ذات ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے ایک زبردست نشانی ہے اور اُن کو ہم نے بن باپ کے محض اپنے حکم سے پیدا کیا تھا۔ اور اُن کو بڑے بڑے معجزے دیے تھے۔ اور یہود اُنکی شان میں گستاخیاں کر کے لعنتی ہو گئے"۔

تو دوسری طرف وہ صاف صاف یہ بھی کہتا ہے۔ کہ

"مسیح ابن مریم کو خدا یا شریک خدا کہنے والے کافر ہیں، اگر اللہ تعالیٰ مسیح اور انکی ماں کو (جن کو یہ گمراہ شریک خدائی سمجھتے ہیں) ہلاک کرنا چاہے تو کوئی اُس کو روک نہیں سکتا۔ وہ جس طرح ساری کائنات کا مالک ہے اسی طرح مسیح اور مریم کا بھی، اور یہ اُس کے مملوک و مخلوق ہیں"۔

کبھی وہ حضرت مسیح کی عبدیت پر اس طرح صاف صاف تصریح کرتا ہے۔

لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ — مسیح کو خدا کے بندے بننے سے ہرگز عار نہیں

اور کبھی وہ نصاریٰ کی گمراہی بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح اور انکی والدہ ماجدہ کا حقیقی منصب اس طرح بیان کرتا ہے۔

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام
مسیح ابن مریم بس خدا کے ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں اور انکی والدہ صدیقہ ہیں۔ وہ دونوں تو کھانا کھایا کرتے تھے۔

مقصد یہ ہے کہ جو کھانا کھاوے گا وہ کھانے کا اور پھر اسکی وجہ سے تمام اُن چیزوں کا محتاج ہوگا جن کی ضرورت کھانے کے مہیا کرنے میں ہوتی ہے وہ زمین کا محتاج ہوگا کہ زمین اس کے لئے غلہ اگائے، وہ پانی کا محتاج ہوگا کہ پیداوار ہو سکے، وہ ہوا کا محتاج ہوگا کہ غلہ کو تیار کر سکے، وہ آگ کا محتاج ہوگا کہ کھانا پک سکے، پس جو شخص کھانا کھاتا ہو وہ کبھی الٰہ نہیں ہو سکتا کہ الوہیت کا اجتماع احتیاج کے ساتھ محال ہے۔

بہر حال قرآن کریم نے جس طرح تفریط کے مٹانیکی کوشش کی ہے اسی طرح اُسنے افراط کے فنا کرنے کے لئے بھی پورا جہاد کیا ہے۔

پس ناآشنایان حقیقت کی یہ کتنی بڑی گمراہی ہے کہ وہ خاصان خدا (انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام) کے بارے میں ہر قسم کی افراط کو محمود اور موجب تقرب سمجھتے ہیں اور اگر کوئی حق پرست اس کے خلاف کوئی لفظ منہ سے نکالے اور اُنکے غالیانہ عقائد کا رد کرتے ہوئے اُن مقدسین کے حقیقی منصب کو بیان کرے تو یہ کور محبت اُس کے اس فعل کو توہین اور تنقیص کہتے ہیں حالانکہ بیان منصب اور توہین میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ قرآن کریم جا بجا انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر کی بھی تعلیم دیتا ہے اور ساتھ ہی وہ اُن کا حقیقی منصب بھی بیان کرتا ہے اور گمراہ امتوں نے اُنکے بارہ میں غلو کر کے جو ٹھوکریں کھائی ہیں وہ اُن کا بد انجام بھی بتلاتا ہے۔

پس اگر یہ بیان منصب ہی توہین ہے تو کیا (عیاذاً باللہ) قرآن کریم بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو "عبد" "مخلوق و مملوک خداوندی" "آکل طعام" (یعنی کھانے پینے والے انسان) بتلا کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مثلکم کہکر خدا کے ان باعظمت اور ذی عزت رسولوں کی توہین کر رہا ہے؟ معاذ اللہ منہ

افسوس یہ گمراہی اُس امت میں ہے جس کو قرآن عزیز نے امت وسط کہا تھا اور جو دنیا میں اسی لئے آئی تھی کہ افراط و تفریط کو مٹا کر سارے عالم کو اعتدال کے راستہ پر لائے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ (باقی آئندہ)

الا اللہ

(از جناب مولینا سید محب اللہ صاحب حسینی رفیق ادارہ الفرقان) گذشتہ سے پیوستہ

(۹)

اور یہ بھی فرمایا گیا کہ

اِنِ الحکم الا للّٰہ (سورہ یوسف) عالم تکوین میں) بس خدا ہی کی حکومت ہے۔

الحاصل کوئی دقیقہ اس مسئلہ توحید کی توضیح و تبیین میں نہیں چھوڑا گیا اور اس حقیقت کبری کو اچھی طرح واضح کر دیا گیا کہ بجز خدا کے اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو بندوں پر تصرف و اختیار کی مجاز ہو وھو القاھر فوق عبادہ وھو الحکیم الخبیر اور وہی پورا غلبہ اور تسلط رکھنے والا ہے اپنے بندوں پر (سورۂ انعام) اور وہ بڑی حکمت والا اور ہر چیز سے خبردار ہے۔

ان تمام آیات سے مجموعی طور پر یہ امر خوب روشن ہو گیا کہ جس طرح ذات باری میں کوئی شریک وسہیم نہیں ٹھیک اسی طرح اس کی صفات میں بھی کوئی دخیل و صاحب نصیب نہیں اور جسطرح خدا کی ذات کے علاوہ کسی اور کو خدا ماننے والے مشرک و مبغوض ہیں بعینہ اس طرح اسکی صفات میں بھی کسی کو شریک قرار دینے والے شرک کے مرتکب اور جہنم کے مستحق ہیں۔ انسان جب تک صرف یہ کہتا ہے کہ خدا اپنی ذات میں واحد ہے اسوقت تک وہ کامل موحد نہیں ہے لیکن جب وہ یہ بھی کہتا ہے کہ خدا کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں وہ ان میں بھی یکتا اور بے ہمتا ہے اس وقت اس کا عقیدہ توحید پایۂ تکمیل کو پہونچتا ہے اور وہ قرآن کریم کی نظر میں حقیقی مسلم ہو جاتا ہے۔

انسان اگر خدا کو اپنی ذات میں ایک مانتے ہوئے دوسروں کو بھی اسکی کسی ایک صفت میں شریک کرتا ہے اور اس بنا پر ان دوسروں کی بھی دریوزہ گری کرتا ہے اُنکے لئے سجدے کرتا ہے اُنکی منتیں مانتا ہے اُنسے مرادیں مانگتا ہے تو وہ اسلام کی نظر میں مسلم نہیں بلکہ مشرک ہے اور ہرگز اُس کا عقیدۂ توحید استوار نہیں،

ایک مشرک اور مسلم میں فرق یہی ہے کہ مشرک آفتاب کی پرستش کرتا ہے کہ وہ خدا ہے، وہ پہاڑوں کی پوجا کرتا ہے کہ وہ اُنکے دیوتا ہیں، وہ دریا کے سامنے سر جھکاتا ہے کہ وہ دیوی ہے وہ درختوں کو پوجتا ہے کہ اُنسے اپنا نفع و ضرر وابستہ سمجھتا ہے وہ قبروں کو چومتا ہے اور سجدے کرتا ہے کہ وہ اُنکی حاجت روا ہیں وہ مٹی کے تودوں پر سر ٹیک دیتا ہے کہ اُن کے ذریعہ سے

اُس کی مرادیں پوری ہونگی ـــــ لیکن ایک مسلم موحد جو اسلامی توحید سے واقف ہی وہ صرف ایک ہی قادر و قیوم کے سامنے جھکتا ہے ایک ہی سے مرادیں مانگتا ہے اور بس اُسی ایک کا ہو کر رہتا ہے کہ اُس کو یہی تعلیم دی گئی ہے اور یہی حقیقی اسلامی توحید ہے۔ ع

از یکے گو و ز ہمہ یکسوئے باش　　یک دل و یک قبلہ و یک روئے باش

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا وہ قرآن عزیز کے درس توحید کا مختصر سا نمونہ تھا اس کے بعد تم ذخیرۂ حدیث پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈالو اور دیکھو کہ خدا کے آخری پیغمبر اور توحید الٰہی کے آخری ناشر اور ملت آسمانی کے آخری معلم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کتنی شد و مد کے ساتھ اس توحید کی تعلیم دی ہے اور شرک کے استیصال میں کسقدر جدوجہد فرمائی ہے، میں اب اس بحث کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا صرف نمونہ کے طور پر چند احادیث کریمہ پیش کرتا ہوں۔

جس شخص نے حضور کی سیرت طیبہ کا کچھ تھوڑا سا بھی مطالعہ کیا ہوگا وہ اس حقیقت سے ضرور باخبر ہوگا کہ آپکی سب سے پہلی تعلیم اور مکہ کے بازاروں میں آپکا سب سے پہلا درس یہی تھا کہ

ایہا الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحون ـ اے لوگو شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرو اسی میں تمہاری فلاح و نجات ہے

یہ توحید کی اجمالی دعوت تھی اسکے بعد دنیا کے سامنے آپنے اسکی تفصیل بھی پیش فرمائی، آپنے دنیا کو بتلایا کہ خدا ایک ہی ہے وہی عبادت اور استعانت کے لائق ہے، وہی موت و حیات کا مالک ہے رزق دینا، مینہ برسانا، کھیتی اگانا اور ہر قسم کا نفع و نقصان پہنچانا صرف اُسی کے قبضہ و تصرف میں ہے بلا اُسکی مشیت کے کائنات کا ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا وہی مالک الملک ہے اور سب کچھ اُسی کے دست قدرت میں ہے۔

لو جھد العباد ان ینفعوک بشیٔ لم یقضہ اللہ لک لم یقدروا علیہ ولو جھد العباد ان یضروک بشیٔ لم یقضہ اللہ علیک لم یقدروا (ترمذی شریف)

اگر اُس کے سارے بندے ملکر کسی کو کوئی ایسا نفع پہونچانا چاہیں جس کا اس احکم الحاکمین نے ارادہ نہیں کیا تو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر سب ملکر کسی کو کوئی ایسا نقصان پہونچانا چاہیں جو اس کو منظور نہیں تو کچھ نہیں پہنچا سکتے (غرض ہر ایک کی منفعت اور مضرت کی کنجی اُسی کے ہاتھ میں ہے)

اسی واسطے آپ جب کچھ طلب فرماتے تو اُسی سے اور کسی مصیبت سے نجات چاہتے تو بس اُسی سے

بھروسہ کرتے تو اُسی پر، اور لو لگاتے تو صرف اُسی سے

فی الحدیث کان اذا کربہ امر و فی روایۃ کان اذا نزل بہ ھم او غم قال یاحی یاقیوم برحمتک استغیث (کنز العمال ج ۱۲۴)	جب آپ کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو آپ اپنے مولا سے یوں عرض کرتے کہ اے حی و قیوم بس تیری رحمت سے فریاد ہے۔

اور جب کوئی زیادہ اہم معاملہ پیش آتا تو آپ کے دل کی پکار یہ ہوتی۔

حسبی الرب من العباد حسبی الخالق من المخلوقین، حسبی الرازق من المرزوقین، حسبی اللہ الذی ھو حسبی حسبی اللہ ونعم الوکیل حسبی اللہ لا الٰہ الا اللہ ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔ (کنز العمال ج ۱۲۳)	مجھے میرا رب بندوں سے کافی ہے، مجھے میرا خالق مخلوقات سے کافی ہے، مجھے میرا رازق مرزوقین سے کافی ہے، مجھے میرا وہ خدا کافی ہے جسکے بعد کسی کی ضرورت نہیں، مجھے بس میرا اللہ کافی ہے اور وہ سب سے اچھا کارساز ہے مجھے وہ خدا کافی ہے جس کے سوا کوئی بھی قابلِ پرستش نہیں میرا اُسی پر توکل ہے اور وہ عرشِ عظیم کا

آپ پر توحید کا رنگ کسقدر غالب تھا اور امت کو آپ اُس رنگ میں کیسا رنگنا چاہتے تھے اس کا اندازہ صرف آپ کی نماز کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے جس کا نقشہ راویوں نے اس طرح کھینچا ہے۔

کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوۃ قال وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا من المسلمین اللھم انت الملک لا الٰہ الا انت انت ربی وانا عبدک ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی جمیعا لا یغفر الذنوب الا انت واھدنی لاحسن الاخلاق لا یھدی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت لبیک وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک والشر لیس الیک انا بک والیک تبارکت وتعالیت استغفرک واتوب الیک	جب حضور نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے یہ پڑھتے میری نماز اور میرا حج (میری ہر عبادت) بلکہ میرا زندہ رہنا سب اسی دا ایک اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار اور پالنہار ہے اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں اُس کے سرافگندہ بندوں میں سے ہوں، اے اللہ تو ہی مالک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنے نفس پر زیادتی کی اور مجھے اپنی کمزوری کا اعتراف ہے پس تو میری ساری کمزوریوں کو معاف کر دے گنا ہوں کا بخشنا بس تیری ہی شان ہے اور مجھے بہترین اخلاق کی ہدایت کر یہ بھی بس تیری ہی قبضہ میں ہے اور بُرے اخلاق کو مجھ سے دور رکھ یہ بھی تنہا تیرے ہی اختیار میں ہے خداوندا میں تیرے حضور حاضر ہوں اور پھر حاضر ہوں اور ہر وقت تیرے فرمان کی تعمیل پر کمربستہ ہوں ساری بھلائیاں تنہا تیرے ہی ہاتھ میں ہیں اور شر تیری طرف

نسبت نہیں کیا جا سکتا۔ میری ہستی بس تجھ ہی سے ہے اور میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں تو برکت اور عظمت والا ہے۔ م
ص میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع ہوتا ہوں،

پھر جب رکوع میں جاتے تو اپنے مالک و مولا سے یوں عرض کرتے۔

اللھم لک رکعت وبک اٰمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی

خداوندا! میرا رکوع تیری ہی لیے ہے اور تجھ ہی پر میرا ایمان ہے اور میں تیرا ہی مطیع ہوں (میرے تمام اعضا) میرے کان میری آنکھیں میری ہڈیاں ہڈیوں کا مغز میری رگ پٹھے سب تیری ہی (عظمت کے اعتراف) کیلئے جھکے [illegible]

پھر جب آپ رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو اس طرح خدا کی حمد و ثنا کرتے۔

اللھم ربنا لک الحمد ملأ السمٰوٰت والارض وما بینھما وملأ ما شئت من شیٔ بعد

اے اللہ! اے ہمارے پروردگار تیری ہی لئے حمد ہے زمین و آسمان اور ساری کائنات کی برابر

پھر جب سجدہ میں تشریف لے جاتے تو اس طرح مناجات کرتے۔

اللھم لک سجدت وبک اٰمنت ولک اسلمت سجد وجھی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین

خداوندا میرا یہ سجدہ تیری ہی لئے ہے (اور تیری ہی عظمت و جلال کو سامنے رکھ کر میں نے اپنی پیشانی خاک پر رکھدی ہے) تجھ ہی پر میرا ایمان ہے اور تیری ہی واسطے میں نے اپنا سر اطاعت خم کردیا ہے، میں نے اپنی ہستی کو اسی [illegible] کے حوالہ کردیا جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کو اچھی صورت دی اس کے کا[illegible]

پھر اخیر نماز میں تشہد (التحیات) کے بعد اور سلام سے پہلے آپ اس طرح دعا فرماتے۔

اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الا انت[عہ]

اے میرے اللہ میرے واسطے بخشدے وہ جو میں نے پہلے کیا اور جو میں بعد میں کروں اور جو میں نے پوشیدہ کیا اور جو علانیہ کیا اور جو کچھ بھی میں نے زیادتی کی اور بخشدے وہ سب کچھ جس کا علم مجھ سے زیادہ تجھکو ہے، تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی مؤخر کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں،

عہ رواہ مسلم و ابوداود والترمذی والنسائی عن علی رضہ

پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اکثر آپ پڑھتے[عہ]۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر ط لا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکٰفرون ط

ایک اکیلے خدا کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ساری عالم میں اسی کی حکومت ہے اور ساری حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے نیکی کی توفیق اور [illegible] سے بچاؤ صرف اسی کی مدد سے ہے، ہم بس اسی کی عبادت کرتے ہیں اس کے سوا کسی کیلئے نہیں جھکتے ہیں نعمتیں سب اسکی ہیں اور اسی کا فضل و کرم ہے اور اسی کے لئے اچھی ثنا ہے، ہم اپنی عبودیت کو [illegible] کے لئے خالص کرتے ہیں اگرچہ کافروں کو ہماری یہ وحدت پرستی [illegible]

عہ رواہ مسلم وابوداود والنسائی عن ابن الزبیر

راوی کا بیان ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو بآواز بلند پڑھتے تھے۔

کتب حدیث وسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نماز سے باہر معمولی حالات میں بھی اپنی نشست و برخاست اور ہر نقل و حرکت کے وقت اپنی عبودیت اور حق تعالےٰ کی شان الوہیت اور احدیت کا اسی طرح اظہار فرماتے تھے جس کا استیعاب نہیں کر سکتا اگر قدرت نے کسی کو احساس صحیح اور فکر مستقیم عنایت فرمائی ہو تو وہ صرف مذکورہ بالا روایات ہی سے اندازہ کر سکتا ہے کہ خدا کے اس آخری پیغمبر نے عقیدۂ توحید کو کیسا مکمل اور مستحکم کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

اسمیں شک نہیں کہ تمام ہادیان عالم نے توحید ہی کی تعلیم دی اور دنیا کو وحدت ہی کی طرف بلایا لیکن اسکے ساتھ ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ توحید کا جو تصور دنیا کے سامنے ناشر توحید صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا وہ نہایت بلند نہایت جامع اور نہایت مکمل تھا، پھر اس خالص توحید کی حفاظت کے واسطے شرک اور موہمات شرک سے بچنے کے لیے جو احکام آپ نے صادر فرمائے اُنکی نظیر بھی اگلوں کی تعلیمات میں نہیں ملتی اور نہ مل سکتی ہے یہ ایک سعادت ہی جو بنی آدم کے خاص اُس گروہ کے حصہ میں آئی ہے جو اُمت محمدیہ کے لقب سے سرفراز ہے۔

بہت سی اگلی قومیں اپنے ہادیان حق کے بارے میں گمراہ ہوگئیں اور اُنکے معجزات اور مافوق البشریت کمالات دیکھ کر انہی کو خدا اور ابن خدا سمجھ بیٹھیں لہذا تکمیل توحید کے لیے اسکی ضرورت تھی کہ خدا کا داعی پورے طور پر اپنی پوزیشن واضح کر دے تاکہ دنیا اُس گمراہی میں نہ مبتلا ہو جائے جسمیں عزیر اور مسیح کے پجاری مبتلا ہوئے اور آج تک نہ نکل سکے اسی واسطے قرآن کریم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو بار بار واضح کیا اور جابجا بتلایا کہ

آپ بھی انہیں میں سے ایک ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنی پیغام رسانی کے لیے چن لیا ہے آپ ہماری ہی طرح بشر ہیں اللہ کے بندے ہیں اور چونکہ خدا کے سفیر اور امین ہیں اسلیے اُنکی تعظیم و تکریم تمپر فرض ہے وہ خود نہ خدا ہیں نہ خدا کے شریک بلکہ وہ خدا کے مقرب بندے اور اُسکے رسول ہیں، جو کچھ وہ کہتے ہیں خدا کی طرف سے کہتے ہیں اسلیے اُنکی اطاعت ضروری ہے۔

الغرض امت کو افراط تفریط سے بچانے کے لئے قرآن کریم نے بھی بہت وضاحت کے ساتھ آپکی حیثیت بتلائی اور خود آپ نے بھی صاف صاف الفاظ میں اپنا منصب بتلایا اور بارہا

علی الاعلان فرمایا۔

لاتطرونی کما اطرأت النصاریٰ ابن مریم انما انا عبدہٗ فقولوا عبد اللہ ورسولہ
"تم مجھکو حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا میں بس اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا تم بھی کہا کرو کہ خدا کے بندا در رسول ہیں"

اور پھر آپ نے صرف اس بیان منصب ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آپکی حیات طیبہ میں اگر کسی صحابی سے کسی جذبہ کے ماتحت اس باب میں کبھی کوئی بے اعتدالی ہوئی تو آپ نے فوراً تنبیہ فرمائی اور شدت کے ساتھ ایسی چیزوں سے روک دیا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام گئے وہاں اُنھوں نے دیکھا کہ اہل کتاب اپنے دینی رہنماؤں کو سجدہ کرتے ہیں ان کو خیال ہوا کہ ہمارے آقا تو اللہ کے برگزیدہ رسول اور خاتم الانبیا ہیں وہ اس سجدہ کے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ جب وہاں سے واپس ہوئے تو حضور کے سامنے سجدے کے لئے جھک گئے آپ نے فرمایا "ماھذا یا معاذ" معاذ یہ کیا ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا حضور میں نے شام میں اہل کتاب کو ایسا کرتے دیکھا ہے اور وہ اس کو اپنے انبیاء سے نقل کرتے ہیں" ارشاد فرمایا وہ جھوٹے ہیں (اللہ کے معصوم نبیوں پر افترا کرتے ہیں) اگر اللہ کے سوا کسی دوسری کے لئے سجدہ روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کے لئے سجدہ کیا کرے۔ (لیکن یہ خالص اللہ کا حق ہے)

یا معاذ ارأیت ان مررت بقبری اکنت ساجدًا قال لا قال فلا تفعل ھذا (مسند احمد)
معاذ! بتلاؤ اگر میرے مرنے کے بعد تم میری قبر پر گذرو تو کیا اُس کو بھی سجدہ کروگے؟ معاذ نے عرض کیا نہیں" فرمایا تو بس اب

حضرت سلمان فارسی بھی بہت دنوں اہل کتاب کے دین میں رہے تھے اور اکابر کو سجدہ کرنے کا یہ دستور اُنھوں نے بھی دیکھا تھا غالباً اسی قدیمی روش کے مطابق ایک بار وہ حضرت کے سامنے بھی سربسجود ہونے لگے آپ نے فوراً ارشاد فرمایا:۔

یا سلمان لا تسجد لی ارأیت لو مت اکنت ساجدًا القبری لا تسجد لی واسجد للحی الذی لا یموت (دیلمی عن سلمان کنز)
اے سلمان! میرے لئے سجدہ نکرو بتلاؤ اگر میں مرجاؤں تو کیا تم میری قبر کو بھی سجدہ کروگے، مجھے سجدہ نکرو بلکہ صرف اُس ہمیشہ باقی رہنے والے کو سجدہ کرو جسکے لئے کبھی فنا نہیں۔

گویا آپ نے نہایت بلیغ انداز میں یہ اصول تعلیم فرما دیا کہ سجدہ صرف اسی حیّ وقیوم کو روا ہے جس کو کبھی فنا نہیں اور جو ایک دن قبر میں جانے والا ہو وہ فی نفسہٖ خواہ کیسا ہی مقرب اور برگزیدہ ہو لیکن سجدہ

اُس کے لئے زیبا نہیں اگلی امتوں نے ایسا کیا تھا کہ جب اُن کے نبیوں کا وصال ہوا تو انہوں نے اُنکی قبروں پر سجدہ بازی شروع کردی۔ اگرچہ اُن کا یہ فعل تعظیم نبوت کے جذبہ پر مبنی تھا اور وہ اسی میں خدا اور اُسکے رسولوں کی رضامندی سمجھتے تھے (جیساکہ آجکل کے اہل بدعت اسی گمراہی میں مبتلا ہیں) لیکن یہی فعل اُنکے لعنتی ہونے کا باعث بن گیا اور خدا کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی اس مشرکانہ تعظیم پر اس طرح نفرت وحقارت کا اظہار فرمایا۔

لعن اللّٰہ الیھود والنصاری اتّخذوا قبور انبیاءھم مساجد (مسلم بخاری)

اللہ کی لعنت یہود ونصاریٰ پر انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

حضرت جندب بن عبداللہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیاءھم مساجد فلا تتخذوا القبور مساجد انی انھاکم عن ذالک (مسلم)

تم سے پہلی بعض امتوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ دیکھو! تم قبروں کو سجدہ گاہ بنالینا میں تم کو صاف صاف اس سے منع کرتا ہوں۔

اور اپنے اخیر مرض میں حضور نے خدا سے یہ دعا فرمائی۔

اللّٰھم لا تجعل قبری وثنًا یعبد اشتد غضب اللّٰہ علے قوم اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد (موطا بن مالک)

اے اللہ میری قبر بت کی مانند) نہو جائے جسکی لوگ پرستش کریں۔ اللہ کا سخت غضب اُن لوگوں پر ہوا ہے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

اور سجدہ تو پھر بھی ایک بڑی چیز ہے آپ نے تو امت کو افراط کی اسی ہلاکت سے بچانے کے واسطے اپنے لئے قیام تعظیمی بھی پسند نہیں فرمایا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم وکانوا اذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذالک (ترمذی شریف)

صحابہ کے لئے کوئی شخص حضور سے زیادہ محبوب نہیں تھا مگر اسکے باوجود وہ جب حضور کو دیکھتے تو (تعظیما) کھڑے نہیں ہوتے تھے چونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ حضور کو ناگوار ہوتا ہے۔

بلکہ آپنے اس ناگواری کا ایک مرتبہ اظہار بھی فرمایا اور اس قیام تعظیمی سے صاف صاف ممانعت فرمادی۔

لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضھا تم لوگ کسی کی تعظیم کے لئے مت کھڑے ہوا کرو جس طرح کہ عجمیوں کی عادت

بعضہا۔ (ابوداؤد شریف) ہے کہ وہ کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں عہ

درحقیقت یہ روک تھام اسی لئے تھی کہ کہیں میری امت مجھکو معبود یا مثل معبود سمجھکر

یہود و نصاریٰ کی طرح گمراہ نہ ہو جائے۔

بعض صحابۂ کرام "ماشاء اللہ وشاء محمد" عسہ کہا کرتے تھے۔ آپنے فرمایا

قد کنت اسمعہا منکم فتوذینی فلا تقولوا میں اس کلمہ کو تم سے سنتا ہوں تو مجھکو تکلیف ہوتی

ماشاء اللہ وشاء محمد سہ ہے لہذا تم اس طرح مت کہا کرو۔

ایک بار کسی صحابی کی زبان سے سلسلۂ کلام میں نکل گیا ماشاء اللہ وشئت (یعنی جو

اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں) آپ کو اس بے اعتدالی پر سخت غصہ آیا اور فرمایا

جعلتنی للہ ندًا بل ماشاء اللہ وحدہ لعہ تونے مجھکو خدا کے ہمسر بنا دیا بلکہ یہ کہو کہ "جو تنہا خدا چاہے"

اگرچہ اُن صحابی کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا شریک

یا ہمسر بنایا جائے، اور اُن کے اس کلمہ کی توجیہہ بھی ظاہر تھی، مگر بایں ہمہ حضور نے صرف

اس لئے یہ سخت گرفت فرمائی کہ اُس کا ظاہری عنوان توحید خالص کے خلاف تھا اور یہ

اندیشہ ہو سکتا تھا کہ ناآشنایان حقیقت اسی سے دھوکہ کھا جائیں۔

ایسے ہی ایک مرتبہ چند بچیاں حضور کی مدح میں کچھ اشعار پڑھ رہی تھیں، اُسی میں انھوں نے

ایک مصرع یہ پڑھا

وفینا نبیٌّ یعلم ما فی غدٍ اور ہمارے اندر ایک نبی ہے جو آئندہ کی باتوں کا علم رکھتا ہے۔

حضور نے ارشاد فرمایا۔

دعی ھذا وقولی ما کنت تقولین لا یعلم اس کو چھوڑ دو وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں آئندہ

ما فی غدٍ الا اللہ (ابن ماجہ) کی باتوں کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں

الغرض ایسے مواقع پر کبھی حضور نے تسامح نہیں فرمایا اور جب کبھی کسی نے حضور کی شان مبارک

میں کوئی ایسا لفظ کہا جسمیں غلو اور افراط کا شائبہ بھی ہو تو آپنے فورًا اُسپر گرفت فرمائی، صرف اس لئے

کہ کہیں یہی گمراہی کا باعث نہو جائے اور میری امت میرے متعلق بھی وہی خیالات قائم نہ کرلے

جو مجھ سے پہلے ہادیان حق کے ساتھ کئے گئے (باقی آئندہ)

عہ میلاد میں قیام تعظیمی کرنے والے ان دونوں حدیثوں پر غور کریں اور صحابہ کرام کے طرز عمل اور طریق اطاعت سے سبق لیں ۱۲

عسہ جو خدا چاہے اور جو محمد چاہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

سہ کنز العمال جلد دوم صفحہ ۱۳۴

لعہ کنز العمال ج ۲ ص ۱۳۴

کارزار عقل اور اطاعت رسول

(۳)

(از جناب مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی)

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الفرقان رجلد ۲ بابتہ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

لیکن اس رسالہ کے صفحہ ۱۶ پر چوتھی سطر کے بعد کچھ عبارت کاتب صاحب سے رہ گئی - جس سے مضمون کچھ خبط سا ہو گیا - اب صفحہ ۱۶ کی پانچویں سطر اس طرح پڑھیئے -

"بہر حال ذات باری تعالیٰ اور اس کے اوصاف کے متعلق عقل کی موشگافیوں کے باعث جو اختلافات پیدا ہوئے اُن کا بیان طوالت کے ساتھ - حد درجہ دقیق بھی ہے - جو عام دلچسپی سے بالکل اجنبی ہے - ہم اس بحث ترین بحث میں ناظرین کو الجھانا نہیں چاہتے - البتہ جو چیزیں رات دن ہمارے سامنے ہیں جن سے ہر وقت کا واسطہ ہے اُن کے متعلق ہم اختلافات کا ایک نقشہ پیش کرتے ہیں جو محض بطور مشتے نمونہ از خروارے ہوگا"

(ناظرین کرام حکمار یورپ اور حکمار یونان کے اختلافات کا وہ نقشہ محرم کے نمبر میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور فاضل مضمون نگار نے اُس سے جو نتائج نکالے ہیں وہ بھی اب اُس کا بقیہ ملاحظہ ہو - (مدیر)

کارزار عقل اور رسالت

خدارا غور کرو - اور اس سے پیشتر کہ اپنی عقل کے زعم میں تم شریعت غرا پر استہزا کرو - اس سے پہلے کہ خداوند کریم کی مقدس ذات کا انکار کرو یا اُس کے احکام میں چون وچرا کی موشگافیاں پیدا کرو، خدارا اپنی عقل کو خود دیکھو -

کیا یہ چیز مضحکہ انگیز نہیں کہ یہ تو کوشش کرو کہ اُن تمام امور کا انکشاف ہو جائے جو ورارالورا ہیں لیکن کبھی اسپر غور نہ کرو - کہ یہ ہماری بینائی - یہ ہماری سماعت - یہ قوت ذائقہ - یہ چھونے کی طاقت - سونگھنے کی قوت آخر کیا ہے ؟ یہ طاقتیں کس طرح اپنے فعل کرتی ہیں ؟ ان طاقتوں کا خزانہ کہاں ہے ؟ یہ طاقتیں کسقدر لطیف ہیں - اس کثیف مادہ میں کیسے

آگبیں ؟

بیشک تم جواب دو گے کہ حکماء اور فلاسفہ نے ان تمام عنوانات پر بحثیں کی ہیں۔ مگر میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا کوئی متفقہ فیصلہ پیش کیا ہے یا پیش کیا جا سکتا ہے۔؟ کیا کوئی نظریہ ایسا ہے جو فلاسفہ قدیم کے قول سے نہ ٹکراتا ہو۔ یا جس کی صحت کے متعلق خود اُس کے قائل کو کوئی شبہ اور شک نہ ہو بلکہ ایمان کے درجہ پر کامل یقین ہو۔ ذہن حافظہ۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ایک قوت ہے۔ مگر کہاں ہے؟ کیا اس کے متعلق کوئی تحقیقی جواب ہے۔ اُس قوت کی شکل کیسی ہے۔ وہ کونسی برقی طاقت ہے؟

اور پھر اگر خدائے قوت انصاف عطا فرمائی ہے تو حکماء اور فلاسفہ کے اقوال کے مطالعہ سے خدا کی عجیب و غریب قدرت کا مزید انکشاف ہوتا ہے۔ اور پہلے سے زیادہ اپنی بے بسی عیاں ہو جاتی ہے مثلاً غور فرمایئے۔

آپ نے ایک چیز کو دیکھا۔ تو اب بقول فلاسفہ قدیم متواتر قوتوں کے متواتر عمل ملاحظہ فرمایئے آنکھ میں اُس چیز کا ایک نقشہ کھنچا، فوراً وہ حس مشترک میں پہنچا، مفکرہ نے فوراً اُسکو ایک مخصوص انداز سے وصول کرکے، حافظہ کے سامنے پیش کر دیا، حافظہ نے اُس کو اپنے دفتر میں جمع کر لیا!

یہ کم سے کم عمل ہے جو آپکی باطنی قوتوں نے ایک سکنڈ سے بھی کم وقت میں کیا۔ علماء نے اس ادراک کے متعلق اس سے زائد قوتوں کا بھی اعتراف کیا ہے مگر ہم کم سے کم لیتے ہیں۔

اب خیال فرمایئے ایک سکنڈ کے دسویں بیسویں حصہ میں یا اس سے بھی کم میں آپکی نگاہ نے ایک حرکت کی۔ یہ حرکت زمین سے شروع ہوئی۔ مثلاً آپکے سامنے کنواں تھا۔ اُسپر آپ کا بھائی کھڑا تھا، اُسکے اوپر چھت تھی۔ اُسپر آپ کا دوست کھڑا تھا۔ چھت کے اوپر اٹاری تھی اس کے اوپر ایک منارہ اُسپر ایک جھنڈا۔ پھر آسمانی فضا میں بادل تھا، آسمان کے کنارہ پر آفتاب تھا آپکی آنکھ کی حرکت نے سکنڈ کے دسویں یا بیسویں حصہ میں ان تمام چیزوں پر یکے بعد دیگری عبور کر لیا۔

اب غور فرمایئے کہ باطنی قوتوں نے کس پھرتی کے ساتھ یکے بعد دیگرے اپنا کام کیا؟

فوراً ایک کو لیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ انسانی قویٰ کی باطنی مشین صبح سے شام تک شام سے صبح تک اس ہی میں مشغول ہے مگر نہ کوئی تھکان ہے نہ کوئی تعب اور گرانی اسی طرح غور کرو کہ کسی چیز کے پڑھنے میں یہ باطنی اور ظاہری قوتیں کس تیزی سے ایک ایک حرف کو لیتی ہیں اور اپنا عمل کرتی رہتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ بےمثال اور بےنظیر مشینیں کیسے پیدا ہوئیں کیا ہے کوئی عقل۔ جو اس لاینحل عقدہ کی گرہ کھولے۔

مذکورۂ بالا چند مثالوں سے باریتعالےٰ کی قدرت بے پایان۔ اس کے عجیب وغریب کرشمے جو جود آب وجود میں جلوہ گر ہیں اور اُنکے مقابلہ میں اپنی عقل کی حقیقت کا انکشاف پوری طرح ہو گیا ہوگا اس کے بعد ہم اپنے مضمون کے مقصود اعظم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مضمون نہایت خشک ہے لیکن اگر ناظرین کرام توجہ فرمائیں گے تو انشاءاللہ عجیب وغریب فوائد کا ایک سرمایہ حاصل کرینگے

اس طویل تمہید کا حاصل (جو اتنک سپرد اوراق ہوئی) حسب ذیل ہے۔

(الف) انسانی فطرت میں دو مادے ودیعت کئے گئے (۱) خیر کا مادہ (۲) شر کا مادہ۔

(ب) چونکہ اس عالم سفلی میں جسکا نام دنیا ہے۔ ایک ایسی مخلوق ہے جو سراسر شر ہے۔ یعنی شیاطین جنکو بطور مثال کے وبائی جراثیم سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تو یقینی تھا کہ انسان کا مادہ شر ان وبائی جراثیم کے باعث ہیجان پذیر ہو جائے اور مادہ خیر اس طرح مغلوب ہو جائے جیسے کسی بیماری کے وقت صحت مغلوب ہو جاتی ہے۔ اُس طرف انسان کو اسی عالم سفلی کا خلیفہ بنانا ازل سے طے کیا جاچکا تھا۔ تو باریتعالےٰ عزاسمہ وجل جلالہ کی حکمت بالغہ اور رحمت کاملہ نے انسان کو ایک اکسیر ہدایت ایک شمع رہنمائی عنایت فرمائی۔ جس کا نام عقل ہے تاکہ یہ فطری دوا۔ یا قدرتی تعویذ۔ وبائی جراثیم کے اثر سے انسان کو محفوظ رکھے۔

(ج) لیکن انسان کے فطری غرور اور تکبر (جو مادہ شر کا جز تھا) نیز اُسکے ماحول اور سوسائٹی نے عقل کو خود بین۔ اور مغرور بنا دیا۔ یا انسان اپنی عقل پر مغرور ہو گیا۔

(د) اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عقل اپنی حقیقت کو۔ یا انسان اپنی حقیقت کو فراموش کر کے ناواجب موشگافیوں میں مشغول ہو گیا۔ اور جا بیجا ہر جگہ پر چون وچرا کرنے لگا۔

(ہ) اس عقل کی نکتہ چینی اور بے محل موشگافی کا یہ نتیجہ ہوا کہ نہ عقل خود سے کسی حقیقت کو

یقینی طور پر دریافت کر سکی ؛ اور نہ تعلیم فرمودہ اصول اور حقائق پر مطمئن ہوئی بلکہ ہر جگہ اختلاف ہی اختلاف رونما کر دیا۔ جو تمام فتنوں اور فسادوں کا باعث ہوا۔

(و) اس طوفان بے تمیزی کے بعد۔ سورۂ والتین کی آیتوں کی تصدیق منصف نگاہوں نے خود سے دیکھ لی ۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ۔

انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا گیا تھا۔ مگر پھر اس کو اسفل سافلین میں ڈھکیل دیا گیا۔

(ز) درحقیقت قدرت کا دامن ہر اعتراض سے بری ہے اور اب جو کچھ ہے خود کردہ ہے اسی لئے انسان مستحق عذاب یا مستحق ثواب ہے۔

علم انسان کی تشکیل اور چند اہم سوالات

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ انسان کے علم کے صرف دو راستے ہیں۔ ایک مشاہدہ۔ دوسرے قیاس مشاہدہ سے مراد ہر وہ علم ہے جو حواس خمسہ ظاہرہ۔ یعنی آنکھ۔ ناک۔ کان۔ ذائقہ (چکھنے کی طاقت) لامسہ (چھونے کی طاقت) کے ذریعہ حاصل ہو۔

اس علم کا حصول۔ ان ظاہری حواس سے ہوتا ہے۔ اس علم کے حاصل کرنے کے لئے عقل کی ضرورت نہیں صرف حواس کی صحت ضروری ہے۔

گذشتہ واقعات کا علم یعنی تاریخ۔ یا موجودہ زمانہ کی اُن چیزوں کا علم جن کو ہمنے بعینہ دیکھا لیکن ہمارے بہت سے احباب نے دیکھ کر ہم سے بیان کیا۔ چونکہ کانوں اور آنکھوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے یعنی ہم سنتے ہیں اور وہ دیکھتے ہیں۔ اسلئے یہ بھی مشاہدہ ہی میں داخل رہا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دیکھی اور سُنی ہوئی چیزوں پر قیاس کیا جائے جس کو غور و فکر کہا جاتا ہے۔ یعنی معلوم امور کے ذریعہ سے غیر معلوم کو دریافت کیا جائے۔

اس طریقہ کا مدار عقل پر ہوتا ہے اور جو جسقدر عقل سے عاری ہے اسی قدر اس طریقہ علم کی کامیابی سے بھی محروم ہے۔ مگر قیاسی علم میں تین نقصان ہیں۔

(۱) یکساں نہیں ہوتا۔ بلکہ عقل اور اندازے کے تفاوت کے بموجب متفاوت رہتا ہے۔ زیادہ عقل والا زیادہ قیاس کر سکتا ہے اور کم عقل والا پیچھے رہتا ہے۔

(۲) قوت فکر پر ہر زمانہ کے رنگ کا اثر بھی پڑتا ہے جسکی وجہ سے قیاسات میں اختلاف ہو جاتا ہے

یہی باعث ہے کہ عقلاء کے نظریئے ہمیشہ ٹکراتے رہے اور ٹکرا رہے ہیں۔ اور جیسے جیسے نام نہاد تحقیقات کا اضافہ ہوتا رہتا ہے نئے نئے نظریئے پیدا ہوتے رہتے ہیں۵

(۳) تیسرے یہ کہ اس علم کا مدار مشاہدہ پر ہوتا ہے۔

یعنی غور و فکر کی شکل ہمیشہ یہ ہی ہوتی ہے کہ چند چیزوں کو جو مشاہدہ کردہ ہوتی ہیں پیش نظر رکھا جاتا ہے اور پھر عقلی جد و جہد اُن سے ایک نتیجہ پیدا کرتی ہے یہ نتیجہ بسا اوقات صحیح ہوتا ہے بسا اوقات غلط۔ اسکے متعلق مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہر شخص کا رات دن کا تجربہ خود اسکی مثال ہے۔ یہ ہی باعث ہے کہ

قیاس کردہ نتیجہ کبھی یقینی نہیں ہوتا۔ اور جو اس کو یقینی سمجھے وہ بڑی غلطی میں ہے جس کو ہم غرور یا فتور عقل سے تعبیر کرینگے۔ کیونکہ اس قسم کے قیاس کے اگر اصول غلط ہوں۔ یا بصورت صحت اصول طرز تفکر میں غلطی ہو تو بسا اوقات نتیجہ کی غلطی فوراً معلوم ہو جاتی ہے اور بسا اوقات کچھ عرصہ کے بعد

ہم پہلے ایک مختصر فہرست پیش کر چکے ہیں۔ جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مدبرین اور عقلاء زمانہ نے کسقدر غلطیں کی ہونگی۔

لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عقلی تگ و دو کا مدار صرف مشاہدہ پر رہا تو اُن چیزوں کا علم کس طرح حاصل کیا جائے جو مشاہدہ سے بالاتر ہیں۔

بیشک بعض بیوقوف مغروروں نے اعلان کر دیا کہ جو چیز مشاہدہ میں نہیں وہ موجود ہی نہیں محض توہمات میں سے ہے یہاں تک کہ ان بیوقوفوں نے خدا کا بھی انکار کر دیا۔

لیکن حقیقت تو یہی ہے کہ ہمارا مشاہدہ خود ہمیں مجبور کر رہا ہے کہ ہم کچھ ایسی حقیقتوں کو بھی تسلیم کریں جو مشاہدہ کے بالاتر ہیں

---

۵ سوسائٹی اور ماحول کا اثر لامحالہ تحقیقات پر بھی پڑتا ہے۔ انسان اپنے ماحول کی رو میں بہتا ہے۔ آج مثلاً سب سے زیادہ طاقت برق کی مانی جا رہی ہے۔ اب ہر محقق تحقیقی جد و جہد سے پہلے ایسے ماحول میں مبتلا ہو چکا ہے جس پر برق کی حکومت ہے اور جبکہ برق کا سکہ پہلے ہی سے اُسکے داہمہ پر بیٹھ چکا ہے تو لامحالہ ہر چیز برق ہی کی شکل میں اُسکے سامنے آتی ہے اسکی طبیعت برق ہی کی طرف آسانی سے دوڑتی ہے جب اسکی تحقیق کا سنگ بنیاد برق ہوا تو نتائج بھی اس ہی قسم کے ہوں گے۔ حالانکہ ممکن ہے کہ قدرت کے مخفی اصول نے برق سے زیادہ طاقت ہوا میں رکھی ہو۔ لیکن ہمیں اس طاقت کے منضبط کرنے کا طریقہ ابتک معلوم ہوا ہو۔ مگر اس محقق کی نظر ہوا کی طاقت کی طرف متوجہ ہو گی بلکہ اس کو وہ محض ایک وہم سمجھے گا کیونکہ اُسکے قلب پر برقی حکومت کا سکہ اسی طرح بیٹھ چکا ہے جس طرح آجکل کے خان بہادران اور سروں کے دل پر برطانوی حکومت کا سکہ ہوتا ہے بہر حال نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکی تحقیقات یک طرفہ رہتی ہے بلکہ یہ کہو کہ قدرت کے پیدا کیے مخفی خزانوں میں سے کسی ایک ہی میں منحصر ہو کر ختم ہو جاتی ہے لیکن ممکن ہے کہ دوسرا زمانہ آئے جس میں برق کی جگہ ہوا کو ملے

جب کائنات عالم کے سیکڑوں ہوشربا نظارے ہمارے سامنے آتے ہیں تو ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ اُن کا کوئی فاعل مختار خالق قہار تسلیم کریں۔

کیونکہ ہمارا مشاہدہ خود بتا رہا ہے کہ کوئی کام بلا کرنے والے کے نہیں ہوتا۔ کوئی مصنوع بلا صانع کے نہیں۔ کوئی فعل بلا فاعل نہیں۔ تو پھر ہم اس مشاہدہ کا انکار کرتے ہوئے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ارض و سما کی ساری مخلوقات بلا خالق کے ہے۔

ایک معمولی درخت کی پتی۔ حتیٰ کہ زمین کی مٹی۔ پہاڑوں کے پتھر کچھ ایسے نظام سے ہیں کہ انسان کی بالا سے بالا عقل اُس کو آج تک پیدا نہیں کر سکی۔ اور ہزاروں برس کی ترقیوں کے باوجود اب تک ویسی ہی عاجز ہے جیسے اول دن عاجز تھی۔ کہا جاتا ہے کہ قانون قدرت اسی طرح ہے مگر کیسا احمقانہ جواب ہے۔ معاذ اللہ۔ ہٹ دھرمی کی حد ہو گئی۔

کیا قدرت بغیر قادر کے ہو سکتی ہے۔ کیا قانون بلا مقنن کے بن سکتا ہے۔

بہر حال وجود خدا پر تو خود ہمارا مشاہدہ شاہد ہے اُسکی تسلیم کے بدون چارہ نہیں۔ اور ہمارا مشاہدہ ہی خود شہادت پیش کر رہا ہے کہ وہ صاحب حکمت ہے اسکی قدرت بہت بڑی ہے وہ علیم و بصیر ہے اس حد تک دنیا کے عقلا کا قریب قریب اتفاق ہے بجز اسکے کہ دہریوں کی ایک جماعت کا اختلاف صرف اس حد تک ہے کہ وہ خدا کو معاذ اللہ نہیں مانتی۔ مگر قانون قدرت کو مانتی ہے اور یہ بھی حقیقت میں عہد الست کی تاثیر ہے کہ ہر انسان رب ماننے پر مجبور ہے۔ اگرچہ مصداق کی تعیین میں غلطی کرے۔

(باقی آئندہ)

شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام لاہور

احرار کے شعبہ تبلیغ نے فتنہ مرزائیت کے استیصال کے سلسلہ میں جو زریں خدمات انجام دی ہیں وہ اخبار بین طبقہ کے لئے کسی تعارف کی محتاج نہیں علیٰ وجہ البصیرت کہا جاسکتا ہے کہ آغاز مرزائیت سے ابتک علمار اسلام کی مجموعی مساعی نے جو کام نہیں کیا تھا وہ سرفروشان احرار کی ایک سال کی جدوجہد نے کر دکھایا اور اس کا احساس ہم سے زیادہ خود فرزندان مرزائیت کو ہے خلیفہ محمود کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ احرار کو اپنی جماعت کے لئے ملک الموت سمجھ رہے ہیں

لیکن یہ دنیا عالم اسباب ہے اور یہاں کا کوئی کام بغیر پیسے کے نہیں چلسکتا بالخصوص انسدادِ فتنہ استیصال مرزائیت کا جو پروگرام احرار کے سامنے ہے اُسکی کامیابی سرمایہ کی فراوانی ہی پر منحصر ہے میں تمام اہل اسلام سے عموماً اور ناظرین الفرقان سے خصوصاً آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور ختم نبوت کے تحفظ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ شعبہ تبلیغ کے اس خالص مذہبی جہاد کو کامیاب بنانیکے لئے پوری ہمت کے ساتھ اُنکی مالی امداد کریں مجھے یقین ہے کہ آپکا جو پیسہ اس میں صرف ہوگا وہ ضائع نہیں جائیگا ۔ اِنَّ اللہ لا یضیع اجر المحسنین ؎

میں آپ حضرات کی ترغیب اور تشویق کیلئے یہ عرض کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ "انجمن اشاعت اسلام بریلی" نے میری تحریک پر پچاس روپیہ شعبہ کو دیئے ہیں جسمیں ایک حقیر سا حصہ میرا بھی شامل ہے جو حضرات اس گذارش پر کوئی چھوٹی بڑی رقم مجلس احرار کو بھیجیں وہ اگر مجھکو بھی اطلاع دیدیں تو مجھے مسرت ہوگی منی آرڈر، سکرٹری شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام لاہور کے پتہ پر کرنا چاہیئے اور اُسکے کوپن میں تصریح کردیجائے کہ یہ شعبہ تبلیغ کے لئے ہے۔

اسکے بعد اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مدظلہ کا وہ مکتوب گرامی بھی درج کیا جاتا ہے جو آں ممدوح نے صدر مجلس احرار حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی کے نام لکھا تھا اور جو اب سے پہلے اخبارات میں چھپ چکا ہے۔

مدیر۔

حضرت حکیم الامت کا مکتوب گرامی

بخدمت مکرمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فضلہم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ پہنچا - مجلس احرار کا شعبہ تبلیغ دفع مضرت قادیانیت کے لئے جو نصرت اسلام کر رہا ہے ۱ وہ سب اہل اسلام کا فریضہ ہے جسکو مجلس احرار نے اپنے ذمہ لیا ہے ۲ - خصوصاً اسکی یہ تجویز کہ قادیان کے اندر مسجد و مدرسہ و دفتر ہو اور قادیان کے قریب جلسہ کی جگہ ہو نہایت پُر مصلحت ہے -

۳ - مقصود بالا میں اسکی امداد تمام مسلمانوں پر بقدر استطاعت واجب ہے یہ تینوں دعوے نصوص سے متاید ہیں - اما الاول فلقولہ تعالیٰ وَمَنْ اظلم ممن افترى على الله كذبا او قال اوحي الي ولم يوح اليه شيء الآیہ بانضمام قولہ علیہ السلام من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه الحدیث آیت سے غیر نبی کے دعویٰ نبوت کا جو کہ افترا علی اللہ ہے ظلم عظیم ہونا اور راس ظلم کا منکر شدید ہونا اور حدیث سے اس منکر کی تغییر کا بقدر استطاعت واجب ہونا ظاہر ہے اما الثانی فلقولہ تعالیٰ ولا يزال الذين كفروا تصيبهم بما صنعوا قارعة او تحل قريبا من دارهم الآیہ - و دلالتہ غیر خفی علی اہل العلم - اما الثالث فلقولہ تعالیٰ وامر بالمعروف وانه عن المنكر مع الحدیث المذکور اور اعانت بانفاق المال کی دکہ وہ بھی ایک پہلی قسم ہے تغییر بالید کی - مال صالح کو ذات الید بھی کہا جاتا ہے) استطاعت کا عام ہونا ظاہر ہے کیونکہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو ایک پیسہ بھی نہ دے سکے اور بفرض محال اگر کوئی ایسا ہو بھی تو وہ دعائے قلبی سے تغییر بالقلب پر عمل کر سکتا ہے بہرحال اس طرح سے اس تغییر و اعانت کے سب مکلف ہوئے میں بھی ایک حقیر رقم پچیس روپئے کی مجلس کی نذر کرتا ہوں اور کامیابی کی دعا بھی کرتا ہوں اور عمال مجلس کی خدمت میں خیرخواہی سے مشورہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اس خدمت میں بھی مثل دیگر خدمات کے حدود شرعیہ کو محفوظ رکھیں - خصوصاً تقریر و تحریر میں ظاہراً امن و سکون کا اور باطناً صدق و خلوص کا التزام رکھیں جس سے یہ خدمت اس آیت میں ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن کا نمونہ ہو جائے بلکہ اگر دوسری جانب سے کچھ ناگواری بھی پیش آوے تب بھی ادفع بالتي هي احسن السيئة کو دستور العمل بنایا جاوے اور اگر نفس میں ہیجان بھی ہو تو اس تعلیم اخیر کے تتمہ پر عمل کیا جاوے یعنی قل رب اعوذ بك من همزات الشياطين واعوذ بك رب ان يحضرون - اب شعبہ کی کامیابی کے ساتھ اس کے اعانت کرنیوالے حضرات کیلئے دارین کی صلاح و فلاح و نجاح کی دعا پر اس معروضہ کو ختم کرتا ہوں والسلام از تھانہ بھون - ۱۵ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۳ھ

ایجاد میلاد کی دوسری وجہ جو مولوی عبدالسمیع صاحب نے اپنے اسی رسالہ (انوار ساطعہ) میں یہ لکھی ہے کہ

حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں فرمایا تھا ابن حاج رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ عذر بیان کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈرتے تھے کہ مبادا میرے کرنے سے امت پر فرض ہو جاوے لیکن اشارہ اس کی فضیلت کا کر دیا کہ "میں پیر کے دن اس سے روزہ رکھتا ہوں کہ اسمیں میں پیدا ہوا ہوں" یعنی امت کو اشارہ نکل آیا کہ جب ہفتہ کے سات دنوں میں یہ ایک دن محل عبادت شکریہ ہو گیا بباعث وقوع ولادت کے پس برس کے بارہ مہینوں میں ایک وہ مہینہ بھی بلا شک محل عبادت شکریہ ہوگا جسمیں میلاد شریف ہوا اسی بنا اور اصل پر اہل اسلام نے اس مہینہ میں مجلس شکریہ جو مشتمل چند عبادات بدنی و مالی پر ہے ایجاد کی" صفحہ ۱۹۰ و ۱۹۱

اصل حدیث جو صحیح مسلم میں ابو قتادہ رض مروی ہے وہ یہ ہے - کہ

سئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم — دریافت کئے گئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ
عن صوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدت — کے روزہ سے تو آپ نے فرمایا اس دن میں پیدا
وفیہ انزل علی — کیا گیا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس روایت میں دوشنبہ کے دن کے روزہ کی علت بیان کی گئی ہے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ وہ علت صرف ولادت شریف ہی نہیں بلکہ نزول وحی بھی ہے تو چاہیے کہ ہر دوشنبہ کو ورنہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ کوئی مجلس نزول وحی کی تقریب میں بھی ایجاد کی جائے۔ علاوہ ازیں یہاں ارباب دین و انصاف کے لئے

ف اللہ اکبر وہاں تو وہ شفقت ہے کہ حضور صلعم ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں فرماتے اور ڈرتے ہیں کہ اگر میں کچھ کروں تو کہیں امت پر فرض نہ ہو جاوے لیکن یہاں اہل مولود کا یہ حال ہے کہ نہ حضور صلعم کی شفقت کا خیال نہ ڈرنے کا لحاظ اور بطور خود ربیع الاول میں عمل مقرر کرتے ہیں اور مجلس مولود کو مثل فرض قرار دیتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو ملامت کرتے ہیں اور بد دین سمجھتے ہیں یہ امر پیروی سنت سے قریب ہے یا بعید ناظرین خود فیصلہ کریں ۱۲ منہ

ع ان اللہ کے بندوں سے کوئی پوچھے کہ اگر — یہ چیز حضرت کو مطلوب تھی تو بصراحۃ فرما دینے سے کون چیز مانع تھی نیز اس کا کیا سبب کہ اس اشارہ کو آج آپ نے سمجھا اصحاب کرام جو اس حدیث کے مخاطب اول تھے اور ان کے شاگرد تابعین

ایک یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ ان حامیان میلاد کے نزدیک حضوؐ اپنی ولادت طیبہ کے شکریہ میں ہر دوشنبہ کو روزہ رکھتے تھے اور اس کام کے لئے آپ نے کوئی اور ماہانہ یا سالانہ عمل مقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ یہی ہر پیر کا روزہ تھا مگران جدت طرازوں اور بدعت پسندوں نے اُسی شکریہ کی ادائگی کے لیے حضوؐ کے معمولہ طریقہ یعنی روزہ کو ترک کر کے ایک نیا طریقہ محفل میلاد کا ایجاد کیا کیوں؟ اس لیے کہ روزہ میں نفس کو زحمت ہوتی اور یہاں محفل آرائی میں اس کی تفریح کا سامان ہوتا ہے نظر انصاف سے دیکھو اتباع سنت کی جگہ اختراع بدعت اسی کو کہتے ہیں یا نہیں؟ فسبحان اللہ مقلب القلوب والابصار

(۳) مولوی محمد اعظم صاحب نے فتح الودود میں خیر القرون میں نفس ذکر ولادت ہونے اور مروجہ مجلس مولد کے ایجاد ہونیکی جو وجہ لکھی ہے اس سے ایجاد میلاد کی ایک تیسری وجہ سمجھ میں آتی ہے لکھتے ہیں۔ ۲۶

وجہ اسکی یہ تھی کہ اس زمانہ سعادت نشان میں بسبب نزدیکی زمانہ نبوت ورسالت ہر وقت بلکہ ہر لحظہ آپکا ذکر مبارک خاص وعام کے ورد زبان تھا حتے کہ بجز اس ذکر کے دوسرا ذکر نادر الوجود تھا پھر ایسے زمانہ میں بہیئت وضع خاص انعقاد محفل میلاد کی کون ضرورت تھی پس یہی باعث ہے کہ انعقاد محفل کا زمانہ صحابہؓ وقرون ثلاثہ میں ہوا نہ اُن بزرگان خیر القرون کو اسکی احتیاج تھی کیونکہ وہ سب کے سب بوجہ قرب زمان نبوت احوال آنحضرت سے بخوبی واقف تھے۔[۱] ۹

دیکھئے! ایجاد میلاد کی وجہ ابن جزری نے نصاریٰ کی "عید میلاد مسیح" کو مولوی عبد السمیع صاحب نے "ایک اشارہ بعید" کو مولوی محمد اعظم صاحب نے "عام ناواقفیت احوال آنحضرت" کو قرار دیا اور ہر ایک نے دوسرے سے جدا وجہ بیان کی بلکہ سچ پوچھئے تو مولوی عبد السمیع صاحب نے ایک حیثیت سے گویا دو وجہ بیان کیں اور دونوں ایک دوسرے سے

---

[۱] معلوم ہوا کہ ناواقف ہونے کا علاج واقف ہونا ہے اور ظاہر ہے کہ واقف ہونے کا ذریعہ درس وتدریس "تعلیم وتعلم" پند ونصیحت اور وعظ ہے۔ یہ ذرائع جو خود حضور صلعم کے قائم کردہ اور صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین کے معمول تھے وہ اس وقت بھی موجود تھے، پھر انہے ناکافی سمجھ کر یا ترک کر کے مروجہ مجلس کو اسکے بالمقابل ایجاد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ۱۲

علٰحدہ ہیں، لیکن انمیں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں ظاہر کیا کہ اصل موجد میلاد شیخ عمر بن محمد موصلی نے مروجہ مجلس مولد کو آخر کیوں ایجاد کیا؟ لہٰذا ناظرین کو میں بھی ایجاد میلاد کی کوئی صحیح وجہ نہیں بتا سکتا :-

مجلس میلاد میں تبدیلیاں و ترقیاں

زمانہ ایجاد سے ابتک مجلس میلاد میں مختلف حیثیت سے بیشتر تغیرات و تبدیلات اور اکثر ترقیاں ہوئیں۔ سب کو اگر جمع کیا جائے، تو یہ مختصر رسالہ اس کا متحمل نہیں، ہاں ان میں سے بعض کو بنمونۃً پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔

بلحاظ حقیقت مروجہ مجلس مولد کی حقیقت پہلے کیا تھی اور اب کیا ہے۔ بیان کرنے والے اسکی حقیقت کیا بیان کرتے ہیں؟ انمیں سے اول پہلے زمانہ کی حقیقت سنئے، عمر بن محمد نے موصل میں جو سب سے پہلے مجلس مولد کی تھی افسوس کہ اسکی حقیقت معلوم نہ ہو سکی۔ ہاں انکی اقتدا میں سلطان اربل جو سالانہ مجلس مولد کرتے تھے اسکی مفصل حقیقت چونکہ تاریخوں میں مذکور ہے لہٰذا معلوم ہے لیکن اُس کو و نیز اب جو حقیقت ہے اس کو ہیئت میلاد میں پیش کروں گا۔ اس وقت مجوزین کی بیان کردہ حقیقت مجلس مولد درج ذیل ہے۔

(۱) علامہ ابن حجر نے (عربی میں) لکھا ہے اور اسی کو مولانا عبدالحی لکھنوی نے فارسی میں ادا کیا ہے کہ "ذکر مولد عبارت است ازینکہ ذکر آیتے از آیات قرآنیہ یا حدیثے از احادیث نبویہ تلاوت کردہ در شرح آں قدرے از فضائل نبویہ و معجزات احمدیہ و برخے از احوال ولادت و نسب نبوی و خوارقے کہ بوقت ولادت و قبل ازاں ظاہر گردیدند و امثال آنہا بیان سازد"۔ مجموعہ فتاوی ص۱۳۴ ج۲

(۲) علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المقصد میں لکھا ہے جس کو موافق و مخالف سب نے نقل کیا ہے

عندی ان اصل المولد ھو اجتماع الناس وقراءۃ ما تیسر من القرآن وروایۃ الاخبار الواردۃ فی مبدءِ امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم

میری نزدیک اصل مولد یہ ہے کہ لوگ جمع ہوں اور جتنا ہو سکے قرآن پڑھیں اور کچھ حدیثیں جو ابتداءِ پیدائش حضور صلعم میں وارد ہیں، کچھ معجزات جو ولادت کے وقت

وما وقع فی مولدہ من الآیات ثم یمدلھم سماط یاکلونہ وینصرفون من غیر زیادۃ علی ذلک من البدع الحسنۃ الخ — واقع ہوئی بیان کئے جائیں پھر دسترخوان بچھایا جاوے لوگ کھانا کھائیں اور چل دیں، اس سے زیادہ اور کچھ نہ کریں تو بدعت حسنہ ہے الخ

(۳) مولانا محمد سلامت اللہ صاحب نے اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام میں لکھا ہے کہ "حقیقت ایں عمل خیر غیر ازیں نیست کہ در شہر ربیع الاول یا شہرے دیگر از شہور مسلمانان از علماء و فضلاء و صلحاء و فقراء و اغنیاء بدعوت مسلمانے در مکانے جمع شوند و خواص و عوام اہل اسلام باذن عام یکجا فراہم آیند و دراں مجلس بعضے از آیات قرآن محتوی بر فضائل و نشر کمالات آں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات مذکور شوند و نبذے از احادیث صحیحہ متضمن معجزات و حالات سعادت آیات ولادت باکرامت و رضاع مقدس و حلیہ مطہر آں افضل البشر بمعرض بیان آید ہمیں کہ ایں تذکیر برکت تذخیر بپایاں رسد حفاظ حاضرین مجلس مکرم بقرأت آیات معدودہ از قرآن شریف مشرف شدہ ختم ایں ذکر خیر بفاتحہ نمایند بعد ازاں ماحضرے بقدر میسور از طعام و شیرینی ہرچہ باشد تقسیم بحاضرین کنند پس از اں تفریق ایں جمع اتفاق افتد و ہر کسے بجای خود رود۔"

(۴) مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے مایہ ناز رسالہ اقامۃ القیامہ صہ ۲۸ میں لکھا ہے کہ "جسقدر ہو سکے لوگ جمع کئے جائیں اور انھیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جائے، اسی کا نام مجلس میلاد ہے"

(۵) مولوی محمد عرفان علی نے عرفان ہدایت میں لکھا ہے۔

"ولادت پاک کا ذکر کرنا۔ چند آدمیوں کا آواز ملا کر نعت پڑھنا۔ عمدہ فرش بچھانا روشنی کرنا۔ گلدستوں اور مختلف قسم کی آرائشوں سے ان محافل کو آراستہ کرنا۔ خوشبو لگانا۔ گلاب پاشی کرنا۔ شیرینی کا تقسیم کرنا۔ منبر بچھانا۔ قیام کرنا (ملخصا) صفحہ ۱۵۵

(۶) مولوی سید حمزہ صاحب نے درالمنظم پر اپنی تقریظ میں گن کر نمبر وار لکھا ہے کہ وہ مجلس کہ جو امور مذکورہ ذیل پر مشتمل ہو۔ ذکر ولادت۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

استعمال خوشبو۔ آراستگی مکان۔ شیرینی۔ کثرت درود شریف۔ قیام۔ تداعی۔ تعیین وقت۔" صفحہ ۱۳۵

(۷) مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں ایک موقع پر لکھا ہے کہ

اور محفل مولد شریف میں کچھ نہیں سوائے خیرات و حسنات کے معجزات کا پڑھنا، اطعام طعام یا تقسیم حلویات و ثمر وغیرہ اور کثرت درود و سلام، تعظیم اور مدائح نبوی صلی اللہ

یہ مجوزین میں سے ان بعض متقدمین اور بعض متاخرین کے اقوال ہیں جنھوں نے مجلس مولد کی حقیقت مستقلاً اس کے اجزا کا نام لیکر بیان کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً حقیقت میلاد میں کمی اور زیادتی ہوتی رہی ہے اور موافقین و مخالفین کے کلام سے ضمناً جو حقیقت مفہوم ہوتی ہے جن میں سے بعض کو میں پیشتر نقل کرچکا ہوں اور اکثر کو آئندہ مناسب موقع پر درج کروں گا ان کو بھی پیش نظر رکھئے تو ماننا پڑیگا کہ تغیر و تبدل اور ترقی و تنزل سے مجلس مولد کی حقیقت بھی محفوظ نہیں ہے :۔

بلحاظ ہیئت مجلس مولد کی حقیقت پر اسکی سابقہ اور موجودہ ہیئت سے بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ زمانۂ سابق میں عمر بن محمد موصلی موجد اول کے مجلس مولد کی ہیئت معلوم نہیں کہ کیا تھی ہاں ملک معظم مظفر الدین ابو سعید کوکبوری اربلی مروج اول کے مجلس مولد کی صورت و کیفیت یہ تھی

سبط بن جوزی نے تاریخ مراۃ الزمان میں لکھا ہے کہ جو لوگ سلطان اربل کے ہاں میلاد میں اس کے دسترخوان پر شریک ہوتے تھے ان کا بیان ہے کہ دسترخوان پر پانچ ہزار بکری دس ہزار مرغ، سو گھوڑے، تیس ہزار رکاب حلوے کی ہوتی تھیں۔ بہت عالم اور صوفی مدعو ہوتے تھے۔ صوفیوں کے لئے ظہر سے عصر تک گانا ہوتا تھا جسمیں انکے ساتھ سلطان اربل خود بھی ناچتا تھا، ہر سال اس محفل میں تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا اور علماء و صوفیا جو حاضر محفل ہوتے تھے ان کو انعام و اکرام سے خوش کرتا تھا۔

ابن خلکان اربلی شافعی متوفی ۶۸۱ھ جو سلطان اربل کے ہموطن و ہم عصر اور اسکی مجلس کے چشم دید گواہ ہیں وفیات الاعیان میں مفصل کیفیت لکھتے ہیں جس کا خلاصہ اردو میں یہ ہے۔

۲۹

کہ۔ "سلطان اربل کو مجلس مولد سے جو حسن اعتقاد تھا اہل ملک اس سے خوب واقف
تھے، اسی لیے ہر سال اربل کے قرب وجوار کے شہروں مثلاً بغداد، موصل، جزیرہ نصیبین
سنجار، ملک عجم اور اطراف سے شرکت محفل کے لیے اسکے پاس ہر سال بے انتہا لوگ آتے
تھے ان میں علماء، صوفیاء، واعظین، حفاظ، شعراء وغیرہ ہر طرح کے لوگ ہوتے تھے
ابتداے محرم سے شروع ربیع الاول تک لوگوں کے آنے کا تانتا بندھا رہتا تھا سلطان
لکڑی کے قبے اور خیمے بنواتا تھا۔ قبے تقریباً بیس اور چار پانچ منزلے ہوتے تھے جنمیں
زیادہ خود سلطان کے، باقی دیگر امراء وارکان حکومت کے، ہوتے تھے، ہر امیر کا ایک
قبہ ہوتا تھا۔ ماہ محرم انکی تیاری میں ختم ہوجاتا تھا۔ شروع صفر سے ان قبوں کی آرائش و زیبائش
ہونی شروع ہوتی تھی۔ ہر قبہ میں موسیقی کے مختلف ساز اور باجے ہوتے تھے حتی کہ تمام
قبے پُر ہوجاتے، اس زمانہ میں لوگ کاروبار چھوڑکر بس اسی سیر و تفریح میں مشغول رہتے ۳۰
تھے، وہ قبے دروازۂ قلعہ سے دروازہ خانقاہ تک جو میدان کے قریب تھا کھڑے رہتے
تھے۔ سلطان روزانہ بعد عصر یہاں آتا۔ ایک ایک قبہ پر کھڑے ہوکر گانا سنتا سیر کرتا
اور شب خانقاہ میں بسر کرتا۔ وہاں بزم سماع منعقد کرتا۔ فجر کے بعد سوار ہوکر شکار کو نکلتا دوپہر
تک قلعہ میں واپس آتا۔ اسی طرح شب و روز روزانہ شب ولادت تک یہی کرتا تھا مجلس
میلاد ایک سال آٹھویں اور ایک سال بارھویں ربیع الاول کو اسلیے کرتا کہ تاریخ ولادت
میں آٹھویں اور بارہویں کا اختلاف ہے۔

شب ولادت کو دو دن رہ جاتے تو بے انتہا اونٹ، گائیں یا بھیڑ بکریاں گانے با
کے ساتھ نکلوا کر میدان تک لیجاتا وہاں انھیں ذبح کراتا اور انواع واقسام کے کھانے پکواتا تھا
شب میلاد میں بعد مغرب قلعہ میں مجلس مولد منعقد کرتا تھا پھر قلعہ سے اس شان سے اترتا تھا
کہ اسکے آگے آگے بکثرت شمعیں ہوتیں جن میں سے دو یا چار بڑی شمعیں خاص جلوس کی ہوتیں،
ان میں سے ہر شمع ایک ایک خچر پر ہوتی جس کے پیچھے ٹیک لگانے کو ایک آدمی ہوتا۔ وہ
شمعیں خچروں کی پشت سے بندھی ہوتیں تھیں حتی کہ اسی طرح سلطان خانقاہ تک پہنچ جاتا
اور اسی شب کی صبح کو تمام سامان قلعہ سے منگواتا جس کو صوفی لوگ اپنے اپنے ہاتھوں سے

اٹھائی ہوتے تھے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں کپڑے کی ایک ایک گٹھڑی ہوتی اور وہ سب کے سب امیروں کے پیچھے ہوتے تھے۔ پھر خانقاہ میں بڑے بڑے ارکانِ دولت اور سفید پوش لوگ جمع ہوتے، ان کے لئے کرسیاں رکھی جاتیں اور سلطان کے لئے ایک برج ہوتا جس میں اہل فوج جمع ہوتے، انکے لئے فرش بچھتا، پھر محتاجوں کو کھانا کھلایا جاتا، ایک اور عام دسترخوان جمع ہونے والوں کے لئے ہوتا۔ عصر تک یہی قصہ رہتا اور رات کو سلطان خانقاہ میں ٹھیرتا صبح تک گانا سنتا جب یہ میلہ ختم ہوجاتا تو ہر شخص اپنے اپنے وطن کو واپس ہوتا ہمیشہ ہر سال سلطان اربل کا یہی طریقہ تھا۔

۵۰۸ھ میں شاہ مصر نے بھی بڑے دھوم سے مولود کیا تھا چنانچہ مولوی عبدالسمیع صاحب انوار ساطعہ میں ناقل ہیں کہ نور الدین ابو سعید بورانی کا بیان ہے۔

بادشاہ مصر سائبانے ساختہ بود کہ دوازدہ ہزار کس در سایہ اونشستند در غایت آراستگی از جہت آنکہ دریں شب در روز آنرا برافرازند در غیر آں پیچیدہ باشد" ص ۲۹۶

اس سے پہلے اسی مجلس مولد کی کیفیت بحوالہ ابن جزری لکھی ہے کہ ابن جزری فرماتے ہیں کہ

سن سات سو پچاس میں بادشاہ مصر نے محفل مولد شریف کی تھی میں اسمیں حاضر ہوا محفل کا احتشام دیکھکر مجھکو حیرت ہوئی اور میں اسکو دیکھکر بہت خوش ہوا، خیال کرتا ہوں اس محفل میں دس ہزار مثقال سونا خرچ ہوا ہوگا کھانے پینے کی چیزوں، اور خوشبو میں اور روشنی شمعوں میں پچیس حلقے تو چھوٹی عمر کے لڑکوں قرآن قراءت سے پڑھنے والوں کے تھے" ص ۱۰۱

مولوی عبدالسمیع صاحب نے ابن جزری کی حمایت میں جہاں نصاریٰ کی عید میلاد مسیح کے مقابلہ میں ملوکِ مصر و اندلس و مغرب کا مجلس میلاد کرنا لکھا ہے وہیں حافظ ابو الخیر سخاوی کا یہ کلام نقل کیا ہے

واما ملوک اندلس والمغرب فلہم فیہ یعنی فی ربیع الاول لیلۃ تسیر بہا الرکبان ویجتمع فیہا ائمۃ العلماء الاعیان من کل مکان ویعلوا بین اہل الکفر کلمۃ الایمان" انوار ص ۱۷۱ و ۱۷۲

اسکے بعد نور الدین ابو سعید بورانی کا قول نقل کیا ہے کہ

علما از اطراف عالم جمع آیند و در تعظیم آں شب یعنی شب میلاد شریف ارغام اہل کفر و ضلال فرمایند ایضاً ص ۱۷۲

حسب مرتبہ بڑی بڑی گٹھڑیاں ہوتی ہیں یہ بیان بنایت ہیچ نقاحیص ہے ۳۱

پھر ابن جزری جو مشہور مجوز مولد ہیں انکی عبارت درج کی ہے۔ کہ

"لم یکن فی ذلک الا ارغام الشیطان وسرور اہل الایمان" ایضاح ۱۷۲

اس سے ان مجالس میلاد کی ہیئت وکیفیت کا پتہ تو نہیں چلتا جو بمقابلہ عید نصاریٰ ہوتی تھیں لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ سے بھی زیادہ اتنے دھوم دھام سے مولود ہوتا تھا کہ نصاریٰ دیکھکر جلتے تھے اور اس مولود میں پڑھنے والے کفار کا رد بھی کرتے تھے۔

علامہ ابن الحاج جو علامہ تقی الدین سبکی رح کے شیخ ہیں وہ کسی خاص مجلس مولد کی نہیں بلکہ عام مجالس میلاد کی حالت مدخل میں لکھتے ہیں

ومن جملۃ ما احدثوہ من البدع مع اعتقادھم ان ذلک من اکبر العبادات واظہر الشعائر ما یفعلونہ فی شہر الربیع الاول من المولد وقد احتوی ذلک علی بدع ومحرمات"

منجملہ ان بدعات کے جن کو لوگوں نے سب سے بڑی عبادت اور بڑا شعار اسلام سمجھکر ایجاد کیا ہے وہ محفل ہے جو ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں وہ بہت سی بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے۔

۳۲

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح بھی ماثبت من السنۃ میں فرماتے ہیں کہ

ولقد اطنب ابن الحاج فی المدخل فی الانکار علی ما احدثہ الناس من البدع والاھواء والغناء بالآلات المحرمۃ عند عمل المولد الشریف"

بیشک ابن الحاج نے مدخل میں اسپر انکار کیا ہے جو لوگوں نے بدعتوں اور ہوا وہوس اور حرام مزامیر سے گانا بجانا عمل میلاد کیوقت مقرر کر رکھا ہے"

(باقی آئندہ)

اسلام اور آریہ سماج کا ایک عجیب مناظرہ

(۳)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الفرقان بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ)

مناظرہ کا دوسرا دن

پہلے دن جو گفتگو ہوئی اوسکا اجمالی حال معلوم ہوچکا، دوسرے دن بھی حضرت مولٰنا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان نے اسطرح بحث کا افتتاح کیا۔

حاضرین کرام! کل موضوع بحث یہ تھا کہ آیا قرآن مجید میں کہیں روح مادہ کی پیدایش کا ذکر ہے یا نہیں؟ پنڈت جی اسکے منکر تھے اور یہ خاکسار اسکا مثبت، اور بہت کافی وقت اسپر گفتگو بھی ہوئی، بلکہ کل اخیر وقت میں روح اور مادہ کے حدوث پر خالص عقلی اصول پر بھی گفتگو ہوئی، آج پنڈت جی کا مقرر کردہ موضوع بحث یہ ہے کہ

"جبتک تعدد وجبا کو تسلیم نہ کیا جائے خدا کا وجود ہی نہیں ہو سکتا"

پنڈت جی کا یہ دعوےٰ ہے اور درحقیقت نہایت عجیب و غریب دعوےٰ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت کم لوگوں کے کان اس سے پہلے اس آواز سے آشنا ہوئے ہونگے بہرحال یہ دعوےٰ پنڈت جی کا ایسا ہی تعجب انگیز ہے جیسے کہ خود پنڈت جی کی مناظرانہ خصوصیات،

پنڈت جی سے گذارش ہے کہ وہ اپنے اس دعوے کی کوئی دلیل پیش فرمائیں ؎

نہ گفتہ ندارد کسے با تو کار   ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

پنڈت جی نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

اہل اسلام ایشور کو ازل سے خالق و مالک مانتے ہیں اور ازل ہی سے عالم اور حاکم، اور ازل ہی سے سمیع و بصیر اور ازل ہی سے محیط کل، اور خالق بغیر مخلوق کے نہیں ہو سکتا اور مالک بغیر مملوک کے ایسے ہی عالم بلا معلوم کے اور حاکم بلا محکوم کے بھی نہیں ہو سکتا۔ اسیطرح سمیع بلا مسموع کے اور بصیر بلا مبصر کے اور محیط بغیر محاط کے

ابھی نہیں ہو سکتا، تو اگر جیو اور پرکرتی (روح و مادہ) کو ازلی انادی نہ مانا جاوے اور ازل میں بس اکیلے پرمیشر ہی کو مانا جاوے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ازل میں نہ کوئی مخلوق ہوگا نہ مملوک، نہ معلوم نہ محکوم، نہ مسموع نہ مبصر، غرض پرمیشور کی ذات کے سوا کچھ بھی نہ ہوگا تو اوسوقت پرمیشور نہ خالق ہوگا نہ مالک نہ عالم، نہ حاکم نہ سمیع نہ بصیر نہ مجیب نہ موجد، تو وہ خدا ہی نہ ہوگا اور اگر کہا جاوے کہ خدا تو اوسوقت تھا مگر اوسکی یہ صفتیں نہ تھیں تو پھر یہ صفات حادث ہونگی اور جسکی صفات حادث ہوں وہ خود حادث ہوتا ہے، تو یا تو اہل اسلام جیو اور پرکرتی کو ازلی انادی مانیں اور اگر وہ اونکو حادث مانینگے تو پرمیشور کی صفتوں کو بھی حادث ماننا پڑیگا جس سے خود پرمیشور کا حادث ہونا ثابت ہو جائیگا"

مولانا نے اسکے جواب میں جو تقریر فرمائی اوسکا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

"پنڈت جی نے اسوقت صفات باری کی بحث چھیڑی ہے اور آپکی ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ" جبکہ علم و خلق وغیرہ ایشور کی صفات قدیم ہیں تو اونکے متعلقات مثلاً مخلوقات و معلومات کو بھی قدیم ہونا چاہیے"، میں پہلے تو پنڈت جی سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کے پیدا ہونے سے پہلے پرمیشور کو آپکا علم تھا یا نہیں! اگر نہیں تھا تو اس صورت میں اوسکا ناقص العلم ہونا لازم آتا ہے حالانکہ سماج بھی اوسکو سرب گیان (عالم کل) مانتا ہے، اور دوسری بات یہ کہ بغیر علم کے اوسنے آپکو پیدا کسطرح کیا کیونکہ صانع کو جب تک کہ کسی چیز کا علم نہ ہو وہ اسکو بنا ہی نہیں سکتا بہر حال یہ تو آپ کسیطرح نہیں کہہ سکتے کہ آپکی پیدایش سے پہلے پرمیشور کو آپکا علم ہی نہ تھا، لا محالہ آپ یہی فرمائینگے کہ پرمیشور کو ازل سے میرا علم تھا، پس جسطرح خدا کو آپ کے وجود سے پہلے آپکا علم تھا اسی طرح ساری کائنات سے پہلے اوسکو سب چیز کا علم حاصل تھا یہ محض آپکی غلط فہمی ہے کہ کسی چیز کا علم پرمیشور کو بھی اوسوقت تک نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ چیز خارج میں موجود نہو،

علیٰ ہذا یہ سمجھنا کہ خداوند تعالےٰ خلق، سمع، بصر، وغیرہ صفات کے ساتھ بھی موصوف نہیں ہو سکتا جبتک کہ مخلوق، مسموع، مبصر، وغیرہ خارج میں موجود نہوں محض ایک سطحی مغالطہ ہے درحقیقت

کسی صفت کا قیام ایک علیحدہ چیز ہے اور اوسکا ظہور علیحدہ چیز ہے، پس پرمیشور ان تمام صفات کے ساتھ ازل سے موصوف تھا لیکن اوسوقت انکا ظہور نہ تھا، اور اسکی مثال یوں سمجھئے کہ ایک وہ شخص جسکو تحریر کا کام آتا ہے وہ اگرچہ بالفعل لکھ نہ رہا ہو اوسکو محرر کہا جا سکتا ہے کیونکہ تحریر کی صفت اوسکے ساتھ قائم ہے اگرچہ اسوقت خارج میں اوسکا ظہور نہو رہا ہو، پس اسی طرح سمجھ لیجیے کہ پرمیشور ازل میں اپنی تمام صفات کیساتھ موصوف تھا لیکن انکا ظہور اوسوقت نہ تھا، یہانتک تو آپکے مغالطہ کا جواب تھا اسکے بعد مناظرانہ معارضہ سنیئے بحمد اللہ میں ثابت کر چکا کہ روح و مادہ کو حادث اور مخلوق ماننے کے بعد خدا خدا بھی رہتا ہے، خالق اور مالک بھی رہتا ہے، عالم اور حاکم سمیع و بصیر بھی رہتا ہے لیکن ہاں روح اور مادہ کو قدیم اور غیر مخلوق مان لینے کے بعد نہ خالق رہتا ہے نہ مالک، نہ عالم نہ حاکم، بلکہ سرے سے اوسکا وجود ہی اڑ جاتا ہے اسکا ثبوت سنیئے،

کائنات عالم میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ سب روح اور مادہ ہی سے بنا ہے اور جبکہ آپکے نزدیک روح و مادہ ازخود اور غیر مخلوق ہیں تو ساری کائنات غیر مخلوق ہوئی خدا نے انہیں سے کسی ایک ذرہ کو بھی پیدا نہیں کیا بلکہ اوسنے صرف مختلف اجزاء کو ترکیب دیدی ہے پس سماج کے اس بنیادی اصول پر خدا ایک چیز کا بھی خالق نہیں رہا بلکہ زیادہ سے زیادہ اوسکو مرکب کہا جا سکتا ہے، اور اوسکی حیثیت بس اوس معمار کی سی ہے جو اینٹ اور گارے کو جوڑ کر عمارت کھڑی کر دیتا ہے۔

اور جب روح مادہ کو پرمیشور نے پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود اوسکی طرح غیر مخلوق اور انادی ہیں تو خدا اونکا مالک بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ملکیت کے جو اسباب ہیں اونمیں سے ایک بھی نہیں پایا گیا حقیقی ملکیت کا واحد سبب تخلیق ہے وہ نہیں پایا گیا، اور مجازی ملکیت کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی چیز کو اوسکے مالک سے خرید لیا جائے یا مالک اوسکو ہبہ کر دے سو ایسا بھی نہیں ہوا کہ روح و مادہ کو کسی مالک نے خدا کے ہاتھ فروخت کیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو پس جبکہ وہ روح و مادہ کا خالق بھی نہیں، اور اوسنے کسی سے اونکو خریدا بھی نہیں اور ہبہ بھی نہیں ہوا اور اوسکو یہ چیزیں وراثت میں بھی نہیں ملیں تو کسی حیثیت سے وہ انکا مالک نہیں ہو سکتا۔ اور جب وہ مالک نہیں تو پھر اوسکو کسی روح پر یا مادہ کے کسی ذرہ پر حکومت کا بھی حق نہیں لہذا سماج کے اصول پر خدا کسی کا حاکم بھی نہیں ہو سکتا، اور باوجود عدم استحقاق کے جو وہ حکومت کرتا ہے تو (معاذ اللہ) سراسر اوسکا ظلم ہے

اور اوسکی مثال بالکل اوس شخص کی سی ہے جو کسی کا چلتا پھرتا گھوڑا پکڑے اور کسی کے کھڑے ہوئے تانگے میں جوت دے اور پھر خود اوسپر سواری کرے، پس جسطرح یہ شخص مجرم ہے اسیطرح سماج کے اصول پر پرمیشور بھی مجرم ٹھہریگا کیونکہ وہ بلا استحقاق اور بغیر ملکیت کے غریب روح اور مادہ پر حکومت کر رہا ہے اور اپنی مرضی سے جس روح کو جو قالب چاہتا ہے دیدیتا ہے اور مادہ کے جن ذرات کو چاہتا ہے کسی روح کا قالب بنا دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کی طرح روح اور مادہ میں کسیوقت اتفاق ہو جائے اور وہ ملکر کوئی کانگریس کمیٹی قائم کرلیں اور پرمیشور کی اس بیجا حکومت کے خلاف ایجی ٹیشن کریں تو وہ بالکل حق بجانب ہونگے اور اگر وہ پرمیشور کے خلاف کسی منصف جج کی عدالت میں دعوے دائر کر دیں تو یقیناً اونکی ڈگری ہوگی اگر میرے اس بیان میں شبہ ہو تو پوری مسل گاندھی جی کے سامنے رکھکر فیصلہ کرالیا جائے

پنڈت جی نے مولٰنا کی اس تقریر کے جواب میں اپنی پہلی تقریر کا اعادہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

"پرمیشور چونکہ بے انتہا طاقت کا مالک اور کامل الذات ہے اور جیو اور پرکرتی اپنی ذات میں ناقص ہیں اسلیئے پرمیشور اونپر حکومت کرتا ہے، جسطرح کہ انسان اپنی قابلیت کی وجہ سے دوسرے جانوروں پر حکومت کرتا ہے بیل، گھوڑے، ہاتھی اونٹ سے کام لیتا ہے، تو جیسے کہ انسان کو اسکی وجہ سے ظالم نہیں کہا جاتا اسیطرح پرمیشور بھی ظالم نہیں ٹھہرتا اور وہ اپنے علم اور طاقت کی وجہ سے جیو اور پرکرتی پر حکومت کرتا ہے"

مولٰنا نے اسکے جواب میں فرمایا کہ

اگر طاقت اور قابلیت سے ایک شخص دوسرے کا مالک اور حاکم بن سکتا ہے تو پھر تو ہر طاقت والا کمزور کا اور ہر بی اے - ایم اے - بے پڑھے لوگوں کا مالک اور حاکم بن جانا چاہیے، دوسروں کو جانے دیجیے میں خود آپسے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ سے زیادہ قابلیت رکھنے والا کوئی شخص آپکا مالک بن بیٹھے اور آپکو اپنے بس میں کرکے جسطرح چاہے آپ پر حکومت کرنے لگے تو کیا آپ اوسکے محکوم

اور مملوک بنے کے لئے تیار ہونگے اور کیا وہ شخص ظالم نہ کہا جائیگا؟
مہربان من! اگر پرمیشور صرف اپنی طاقت اور قابلیت کے زور سے روح اور مادہ پر حکومت کرتا ہی
تو پھر اوسکی حکومت اور آجکل کے آرڈیننسی حکومتوں میں کیا فرق رہا۔ خدائی کیا ہوئی بقول شخصے

جسکی لاٹھی اوسکی بھینس

رہی آپکی یہ مثال کہ انسان اپنی طاقت اور قابلیت سے دوسرے حیوانات پر حکومت کرتا ہے
یہ آپ کی غلط فہمی ہے ہمارے نزدیک انسان جو دوسرے حیوانات سے کام لیتا ہے وہ صرف اس
حق سے کہ اونکے خالق اور حقیقی مالک یعنی پرمیشور نے اوسکو ان حیوانات کا مالک مجازی بنا دیا ہے
اور اجازت دی ہے کہ اسنے کام لو یہ تمہارے آرام اور آسایش ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔
اور پھر ایسا بھی نہیں کہ ہر شخص ہر چیز سے نفع حاصل کرنے میں آزاد ہو بلکہ مقررہ قانون کے ماتحت
انسان دوسرے حیوانات سے کام لے سکتا ہے اگر وہ اوسکی خلاف ورزی کریگا تو مجرم ہوگا،
بہر حال انسان کی حکومت دوسرے حیوانات پر اونکے مالک حقیقی کی اجازت سے اور ایک قانون
کے ماتحت ہے بخلاف پرمیشور کے کہ اوسنے نہ روح مادہ کو پیدا کیا نہ کسی نے اوسکو اونکا مالک بنایا
نہ کبھی روح مادہ ہی نے اوس سے حکومت کی درخواست کی اور اسکے باوجود وہ بالکل آزادانہ
اور خود مختارانہ طریقہ سے اون پر حکومت کرتا ہے۔ پس ایسی صورت میں اوسکی یہ حکومت محض جابرانہ
اور ظالمانہ ہوگی لہذا سماج کے اصول پر خدا کسی چیز کا نہ مالک ہی ہو سکتا ہے نہ حاکم ہی۔
اور اسی طرح وہ علیم کل بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک چیز کا بنانیوالا
اور موجد ہی اپنی ایجاد کی حقیقت سے پورا پورا واقف ہوتا ہے، انجن اور ہوائی جہاز بنانے والا
ہی خوب جانتا ہے کہ اسکے کس کس پرزے سے کیا کیا فائدے ہیں دوسرے لوگ جنہوں نے بنا بنایا
انجن یا ہوائی جہاز دیکھا ہو وہ کبھی اوسکے کل پرزوں سے اچھی طرح واقف نہیں ہو سکتے، پس جبکہ
آریہ سماج کے اصول پر خدا روح اور مادہ کا خالق اور موجد ہی نہیں تو وہ اونکی کامل حقیقت سے
کبھی واقف نہیں ہو سکتا اور جبکہ دنیا کی ہر چیز روح یا مادہ ہی سے بنی ہے تو گویا خدا دنیا کی کسی ایک
چیز کی پوری حقیقت سے بھی باخبر نہیں ہو سکتا لہذا روح و مادہ کو قدیم اور غیر مخلوق ماننے کے بعد خدا
علیم کل بھی نہیں رہتا۔

یہانتک تو میں نے صرف یہ ثابت کیا ہے روح مادہ کی قدامت کی صورت میں خدا خالق اور مالک نہیں رہتا، عالم وحاکم نہیں رہتا لیکن اب میں ثابت کرتا ہوں کہ اس صورت میں خود خدا کا وجود ہی ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ جب روح اور مادہ کو ازلی اور انادی مان لیا گیا اور سماج کو یہ بھی تسلیم ہے کہ روح ذی شعور ہے اور اوسمیں قوت فاعلہ موجود ہے اور مادہ غیر ذی شعور ہے اور اوس میں قوت انفعالیہ موجود ہے تو پھر خدا کے وجود کی کوئی دلیل نہیں رہتی اور ایک ناستک (دہریہ) کہہ سکتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ صرف روح مادہ کے انقلاب اور تاثیرات وتاثرات ہیں بہرحال روح ومادہ کے قدیم اور غیر مخلوق مان لینے کے بعد خدا کا کوئی مصرف نہیں رہتا اور پھر کسی دلیل سے خدا کے منکروں سے اوسکا وجود نہیں منوایا جا سکتا، اور یہی وجہ ہے کہ خدا کے منکریں عام طور پر روح ومادہ کو قدیم اور غیر مخلوق مانتے ہیں اور تمام کارخانہ عالم کو انہی کے انقلابات کا کرشمہ کہتے ہیں پس روح مادہ کو انادی اور ازلی ماننے سے سرے سے خدا کا وجود ہی اڑجاتا ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آریہ سماج کبھی کسی ناستک کے مقابلہ میں خدا کا وجود ثابت نہیں کرسکتا اسکے بعد میں مستقل دلیل سے روح اور مادہ کا حادث ہونا ثابت کرتا ہوں۔

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ روح کا علم محدود ہے اور بہت محدود، اور جو چیز ازلی انادی ہو اور صاحب علم بھی ہو اوسکا علم لامحدود ہونا چاہیے جسطرح کہ پرمیشور کا علم لامحدود ہے، پس روح کا یہ نقصان علمی اوسکے حادث اور مخلوق ہونے کی نہایت روشن دلیل ہے اسی دلیل سے قرآن عزیز نے بھی روح کا مخلوق خداوندی ہونا ثابت کیا ہے۔

یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا	(ای ہمارے رسول) لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجیے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے (پیدا) ہے اور (اسکی دلیل یہ ہے کہ) تمہارا علم بہت تھوڑا اور محدود ہے۔

اسی کی ایک دوسری سہل الفہم دلیل یہ ہے کہ روح اگر قدیم ہوتی تو کم از کم اوسکو اپنی قدامت کا علم ضرور ہوتا لیکن کسی روح کو بھی اپنی قدامت کا علم نہیں، یہ بھی صریح دلیل اسکی ہے کہ روح

حادث اور مخلوق ہے۔

رہا مادہ سو اوسکی بے کمالی اوسکے حادث اور مخلوق ہونے کی زبردست دلیل ہے جو چیز ازلی اور انادی ہو اور کسی دوسری طاقت کی پیدا کردہ نہو وہ کبھی اتنی بے کمال نہیں ہو سکتی۔ مادہ جیسی ناقص الصفات چیز کو واجب الوجود مان لینا عقل انسانی کے سراسر خلاف ہے۔

پنڈت جی نے اسکے جواب میں جو تقریر فرمائی اوسمیں مولانا کی کسی دلیل کا قسم کھانے کو بھی کوئی جواب نہیں دیا صرف اپنی پہلی تقریر کے مضامین کو دھرا دیا اور آخر میں فرمایا کہ مولوی صاحب کی تمام باتوں کا جواب ہو گیا اب میں جیو اور پرکرتی کے قدیم ہونے کی ایک دلیل قرآن سے پیش کرتا ہوں دیکھیے قرآن شریف میں لکھا ہے کہ

"خدا نے جب دنیا کو بنانا چاہا تو اوس سے کہا (کُن) ہو جا تو وہ ہو گئی"

تو اگر ازل میں صرف پرمیشور ہی تھا اور کوئی نہ تھا تو اوسنے یہ (کُن) کس سے کہا؟ اور کون اسکا مخاطب تھا؟ میں کہتا ہوں کہ پرمیشور نے جیو اور پرکرتی ہی کو یہ حکم دیا تھا تو ثابت ہو گیا کہ وہ بھی ازل میں موجود تھے"

مولانا نے اسکے جواب میں فرمایا کہ قرآن کریم کی اصل آیت یہ ہے۔

انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون ۝ جسکا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ "خدا کا معاملہ یہ ہے کہ جب وہ کوئی چیز کرنا چاہتا ہے تو اوسکو کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے"

معلوم نہیں کہ آپ نے روح مادہ کہاں سے نکال لیا۔ رہا یہ سوال کہ خدا یہ کُن کس سے کہتا ہے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوسکے علم اور ارادے میں جو چیز ہوتی ہے وہ اوسیکو یہ حکم دیتا ہے۔

پنڈت جی نے فرمایا کہ جب ابھی تک وہ چیز پیدا ہی نہیں ہوئی تو وہ خدا کے علم میں کہاں سے آگئی علم تو اوس چیز کا ہوتا ہے جو موجود ہو۔

مولٰنا نے اسکے جواب میں فرمایا

بہت خوب' اسکے معنے یہ ہوئے کہ خدا جب کسی چیز کو پیدا کرتا ہے تو پہلے سے اوسکو خبر نہیں ہوتی کہ میں کیا پیدا کر رہا ہوں بس وہ پیدا کرتا رہتا ہے اور جب وہ چیز خارج میں موجود ہو جاتی ہے تب خدا کو خبر ہوتی ہے کہ میں نے یہ پیدا کیا گویا جب پرمیشور نے ہمارے پنڈت جی کو پیدا کیا تو اوسکو کچھ خبر نہ تھی کہ میں جو پیدا کر رہا ہوں یہ کیا بنجائیگا جب پرمیشور کی کوششوں کے بعد پنڈت جی پیدا ہو گئے تو پرمیشور کو معلوم ہوا کہ "اہا" پنڈت جی پیدا ہوئے۔

مولٰنا کے اس جواب پر سارے حاضرین نے (جنمیں ہندو مسلمان سب شامل تھے بے ساختہ ایک قہقہہ لگایا)

اسکے بعد مولٰنا نے فرمایا کہ براہ کرم بات کہنے سے پہلے ذرا سوچ لیا کیجیے کہ مجھ کو کیا کہنا ہے'

اسکے بعد مناظرہ میں کسیطرف سے کوئی نئی اور قابل ذکر چیز پیش نہیں ہوئی۔ آہستہ پنڈت جی کی بیجا خبط اور غیر ذمہ دارانہ بلکہ غیر عاقلانہ باتوں سے تنگ آکر مولٰنا نے اپنی آخری تقریر میں پنڈت جی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا پنڈت جی برا نہ مانیے گا میں آپ سے نصیحتاً کہتا ہوں کہ مناظرہ کے لئے نرا جوش مذہب کافی نہیں یہ تو خالص علمی میدان ہے اور شہرت بھی وہی اچھی ہے جو نیکنامی کے ساتھ ہو چونکہ پہلے سے آپکا حال معلوم نہ تھا اور اشتہار میں آپنے اپنا نام بھی اچھا خاصہ دو سطر میں لکھا تھا اسلئے اراکین انجمن کو دھوکا ہو گیا اور انہوں نے اپنے جلسہ میں آپکو مناظرہ کا وقت دیدیا لیکن آیندہ جب تک کہ اس فن سے کوئی خاص واقفیت پیدا نہ کر لی جائے صرف "کلیات آریہ مسافر" کے کالم دیکھکر مناظرہ کا ارادہ مت کیجیے اور اگر تبادلہ خیالات یا رفع شکوک کا خیال ہو تو پرائیویٹ مجلسوں میں کیجیے پلیٹ فارم پر آنے کے لئے علم کی بھی ضرورت ہے۔

بہ بستاں رو کہ از بلبل طریقہ عشق گیری یاد

بہ محفل آکہ از ناصح سخن گفتن بیاموزی

یہ تھا اوس مناظرہ کا اجمالی نقشہ جو انجمن اشاعت اسلام کے سالانہ جلسہ کے موقع پر بریلی میں ہوا یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ اس مناظرہ کا اثر کیا رہا۔

ہاں اس سلسلہ میں صرف ایک بات ضرور قابل ذکر ہے، اور وہ یہ کہ مناظرہ کے دوراں ہی

مرزا قادیانی کی علمی قابلیت

(از حضرت علامہ مولٰنا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ)

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی فہرست تو اسقدر طویل ہے کہ اسپر مستقل رسالے اور کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن ان تمام دعوؤں کو دو حدوں میں محصور اور محدود کیا جا سکتا ہے۔ آپکا سب سے چھوٹا اور ادنیٰ دعوےٰ تو یہ کہ ؎

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ✣ ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اور سب سے اعلیٰ دعوےٰ یہ ہے "رأیتنی فی المنام عین اللّٰہ"[ع] (آئینہ کمالات اسلام)

اور درمیانی دعوےٰ آپ کا ادعائے نبوت ہے لیکن میں اس وقت مرزا صاحب کو علمی نزاذو سے جانچنا چاہتا ہوں کیونکہ آپ کو علمی میدان میں بھی بڑا دعوےٰ ہے اور مجھے دعوےٰ ہے کہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے مرزا صاحب کو ہر ایک دعوےٰ میں جھوٹا ثابت کر سکتا ہوں میں اسوقت انکے علمی پرواز پر بحث کرنا چاہتا ہوں لیکن میری بحث کے دو پہلو ہونگے ایک یہ کہ آیا مرزا صاحب کو خود دعویٰ بھی علمی قابلیت کا ہے یا نہیں دوسرے یہ کہ اگر انکو دعوےٰ ہے تو پھر وہ کس قابلیت کے مالک ہیں اور علمی حیثیت سے کس پایہ کے انسان ہیں۔

امر اول مرزا صاحب کو علمیت کا بہت بڑا دعوےٰ ہے ملاحظہ ہو ضرورۃ الامام صنا

"امام الزماں کو مخالفوں اور عام سائلوں کے مقابلہ پر اسقدر الہامات کی ضرورت نہیں جسقدر علمی قوت کی ضرورت ہے کیونکہ شریعت پر ہر ایک قسم کے اعتراضات کرنیوالے ہوتے ہیں طبابت کی رو سے بھی ہیئت کی رو سے بھی طبعی کی رو سے بھی جغرافیہ کی رو سے بھی"

ملفوظات احمدیہ حصہ اول ص۱۶۵ "بڑا معجزہ علمی معجزہ ہوتا ہے"

بلکہ اس سے دو قدم آگے بڑھکر مرزا صاحب کو یہ دعوےٰ بھی ہے کہ آپ کی ہر ایک بات بالکل صحیح ہوتی ہے اور آپ بمصداق گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ✣ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود۔ جو کچھ فرماتے ہیں وہ خود نہیں بلکہ خدا کے حکم و امر سے فرمایا کرتے ہیں دیکھو نور الحق حصہ دوم ص۴۲

ع۔ میں نے عالم رؤیا میں دیکھا کہ میں بعینہ خدا ہوں ۱۲

"ان اللہ لایترکنی علی خطاء طرفۃ عین ویعصمنی عن کل مبین" یعنی خدا تعالےٰ مرزا صاحب کو پلک بھر بھی غلطی پہ باقی نہیں رہنے دیتا ہے اور آپکو ہر ایک خلاف واقع بات لکھنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور مواہب الرحمان صہ ۳ میں فرماتے ہیں "کلما قلت قلت عن امرہ وما فعلت شیئا من امری" یعنی مرزا صاحب جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ خدا کے حکم سے کہا کرتے ہیں اور اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کرتے۔

امر دوم مگر میرا یہ دعوےٰ ہے کہ مرزا صاحب نے کوئی ایسا فن نہیں چھوڑا جسمیں ٹھوکر نہ کھائی ہو علم لغت۔ ادب۔ معانی۔ تاریخ۔ حساب۔ جغرافیہ۔ ہیئت۔ طب۔ قرآن۔ حدیث تفسیر۔ فقہ۔ نحو۔ صرف۔ منطق۔ فلسفہ۔ عقائد۔ وغیرہ سب ہی علوم میں ٹھوکریں کھائی ہیں میں مبالغہ سے نہیں بلکہ واقفیت کی بنا پر علی وجہ البصیرۃ دعوےٰ کر رہا ہوں۔ جسے میں بفضلہ تعالیٰ ہر ایک فن کی نہایت فاش غلطیاں بطور مشتے نمونہ از خروارے دکھلاؤنگا اور ہر ایک فن سے علیحدہ علیحدہ نمونہ پیش کرونگا پہلے میں علم حساب سے ہی شروع کرتا ہوں جو بالکل عام فہم ہے اور ایک عامی سے عامی بھی سمجھ سکیگا۔

علم حساب (۱) البشریٰ جلد دوم صہ ۱۱ "۷ر اپریل ۱۸۹۲ء کو اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح ہو گیا اور ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو احمد بیگ ہوشیارپوری فوت ہو گیا" آئینہ کمالات اسلام طبع ۱۸۹۳ء ریاض ہند پریس حاشیہ صہ ۲۸۶ "والد اس عورت (یعنی محمدی بیگم محترمہ) کا نکاح سے چوتھے مہینے مطابق پیشگوئی فوت ہو گیا یعنی نکاح ۷ر اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا اور وہ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو بمقام ہوشیارپور فوت ہو گیا" بالکل اسیطرح "چوتھے مہینے" آئینہ کمالات اسلام مطبع مذکور صہ ۳۱۲ کے حاشیہ میں بھی لکھا ہے۔ اور آئینہ کمالات اسلام طبع مذکور کے صہ ۲۸۰ و صہ ۳۲۵ میں بھی "۳۰ ستمبر" ہی لکھا ہے۔ اب ہم مرزا صاحب سے دریافت نہیں کر سکتے لیکن انکے متبعین لاہوری اور قادیانی جماعت سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ۷ر اپریل سے ۳۰ ستمبر تک چار ماہ ہوتے ہیں یا قریباً چھ ماہ ہوتے ہیں۔ دوم یہ کہ آیا دنیا میں کبھی ۳۱ دن کا

عہ اگرچہ آپ باوجود ملہم ہو چکنے کے تقریباً ۱۹ سال تک حیات مسیح جیسے مسالہ میں جو بزعم مرزا صاحب قرآن مجید کی نصوص بینہ کے خلاف تھا غلطی میں مبتلا رہے۔

ستمبر بھی ہوا ہے؟ ستمبر کے تو کل دن ہوتے ہی تیس ہیں۔ شاید امت مرزائیہ کہے کہ کاتب کی غلطی ہے تو ہم عرض کرینگے چار پانچ جگہ کیا کاتب ہی غلطی کھاتا گیا ہے کیا کسی کاتب کو مرزا صاحب سے دشمنی تھی کہ ایسا کرتا رہا۔

نوٹ بعد میں جو آئینہ کمالات اسلام لاہوری جماعت اور قادیانی جماعت نے طبع کئے ہیں انکو صحیح کرنے کی کوشش کی ہے اور بجائے چوتھے مہینے کے چھٹے مہینے لکھدیا اور بجائے ۳۱ ستمبر کے ۳۰ ستمبر لکھدیا ہے اور فٹ نوٹ میں کوئی اطلاع تک نہ دی کہ اصل میں کیا تھا اور ہم نے کیا تصحیح کی ہے یہ کتب مرزا میں تحریف کرنیکی کھلم کھلا دلیل ہے۔ اسمیں مرزا صاحب نے دو ٹھوکریں کھائیں۔

(۲) تریاق القلوب ص ۶۶ طبع اول (۲۶۷ بعد کا اڈیشن) میں اپنے ایک لڑکے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں "مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں اور پھر اسکے بعد ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو وہ پیدا ہوا اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا اسی مناسبت کے لحاظ سے اسنے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ یعنی ماہ صفر اور ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن یعنی چہار شنبہ الخ"

اسمیں چند امور دریافت طلب ہیں اوّل یہ کہ مرزا صاحب نے اپنے لڑکے کو پیٹ میں باتیں کرتے ہوئے کیسے سنا تھا؟ دوم یہ کہ کیا ماہ صفر اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ ہی ہے؟ یہ کس حساب سے ہے؟ سوم یہ کہ کیا چہار شنبہ واقعی ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن ہے؟ کیا یہ یہودیوں کا حساب تو نہیں کہ اتوار سے پہلا دن شروع کیا جاتا ہے کیونکہ انکے یہاں سبت کا دن چھٹی کا دن ہوتا ہے اور اسکے بعد پہلا دن اتوار ہوا اور چوتھا دن چہار شنبہ (بدھ) ہوا اسمیں مرزا صاحب نے حساب کی دو ٹھوکریں کھائیں۔ ماہ صفر کو چوتھا مہینہ کہا اور بدھ کو ہفتہ کا چوتھا دن۔

(۳) دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم "پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اسلئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا" یہ مرزا صاحب براہین احمدیہ اپنی دسہزار انعامی کتاب کے متعلق ذکر فرمارہے ہیں جسکی قیمتیں آپ نے پیشگی حاصل کر لیں تھیں اور پچاس حصوں کے وعدہ کو پانچ میں پورا کرنا

چاہتے ہیں۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ حضرت جی ایک شخص کو دینے ہوں پچاس روپیہ اور اوسکی بجائے دیدے وہ صرف پانچ روپیہ تو کیا حساب کے لحاظ سے وہ واقعی سبکدوش ہوگیا اور پھر لطف یہ کہ معاف تو کرنا تھا قرضخواہ کو اور یہاں یہ حساب لگاکر معاف کر رہا ہے قرضدار "ایں چہ بوالعجبی است"

یہ مشتے نمونہ از خروارے فن حساب میں مرزا صاحب کی پانچ غلطیاں ہوگئیں اور مرزا صاحب کے حساب سے کیونکہ پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے لہذا اسکو پچاس غلطیوں کی برابر سمجھنا چاہیے اور چونکہ پچاس اور پانچسو میں صرف ایک نقطہ ہی کا فرق ہے اسلئے اسکو پانچسو سمجھ لینا چاہیے وہلم جرًا۔

جغرافیہ (۱) اشتہار چندہ منارۃ المسیح ص ملحقہ خطبہ الہامیہ "قادیان جو ضلع گورداسپور میں ہے لاہور سے جنوب مغرب کی طرف ہے" شاید مرزا صاحب آئینہ میں بیٹھکر دیکھ رہے ہیں کہ قادیان لاہور سے جنوب و مغرب کی طرف نظر آرہا ہے ورنہ قادیان تو لاہور سے شمال مشرق میں ہے علاقہ پنجاب کے لوگ تو اس امر سے واقف ہیں لیکن شاید دوسرے علاقوں کے لوگ اس سے بے خبر ہوں اسلئے اطلاع دیدی ہے۔

(۲) اخبار الحکم ۲۹ جلد ۱۱-۱۷ اگست ۱۹۰۷ء کالم ۲ صنا زیر عنوان "حج کرنے کیوں نہیں جاتے" "ایک شخص نے عرض کی کہ مخالف مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب حج کو کیوں نہیں جاتے فرمایا یہ لوگ شرارت کے ساتھ ایسا اعتراض کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے صرف دو دن کا راستہ مدینہ اور مکہ میں تھا مگر آپ نے دس سال میں کوئی حج نہ کیا" دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا واقعی مکہ اور مدینہ میں دو دن کا ہی راستہ ہے وہ تو قریباً دس بارہ دن کا سفر ہے اگر آپ کہیں کہ آجکل لاری کے ذریعہ جلدی پہونچ جاتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ آپ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بات کر رہے ہیں نہ کہ آجکل کی اسی غلطی کو تاریخ و سیر میں بھی داخل کیا جا سکتا ہے۔ جغرافیہ کی ۲ عدد ٹھوکریں ہوئیں

تاریخ (۱) چشمہ معرفت ص۲۸۶ "تاریخ داں لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہوگئے تھے" یہ

بھی بالکل غلط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گیارہ لڑکے نہیں ہوئے تھے بلکہ لڑکے اور لڑکیاں ملا کر بھی گیارہ نہیں بن سکتے اگر مراد نواسے اور نواسے در نواسے لئے جاویں جیسے کہ بعض مرزائی علما کہا کرتے ہیں تو اوّل تو اسکی کوئی حد بندی ہو ہی نہیں سکتی دوم خود مرزا صاحب نزول مسیح میں لکھتے ہیں کہ امام حسین جو آپ کے نواسے ہیں وہ آپ کے بیٹے نہیں "

علاوہ ازیں مرزا صاحب کا یہ لفظ کہ "تاریخ داں لوگ جانتے ہیں" صاف بتلا رہا ہے کہ یہ واقعہ ایک مشہور واقعہ ہے - حالانکہ اسکا ثبوت تک بھی نہیں عجیب فنا فی الرسول کا مرتبہ حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد تک کا علم بھی نہیں -

(۲) ملفوظات احمدیہ ص۲۳۶ جلد اول "کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نوکر چار کی پیالی لایا جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپ کے سر پر گر پڑی آپ نے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا"

میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا حضرت امام شہید کے زمانہ میں چائے موجود تھی ؟ اور کیا امام حسین نے کبھی چائے پی تھی ؟ یہ ایک تاریخی امر ہے اسکا ثبوت مرزا صاحب اور انکی امت پر ہے -

(۳) ایام الصلح ص۱۴۸ "یہ کس قدر عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ دارقطنی میں آج سے گیارہ سو برس پہلے مندرج ہو کر تمام دنیا میں شائع ہو گئی" مرزا صاحب اپنے لئے رمضان کا کسوف وخسوف صداقت کی نشانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دارقطنی میں درج ہو کر آج سے گیارہ سو برس پہلے شائع ہو چکی ہے اسوقت فن حدیث کے طریق سے اس روایت پر بحث کرنے کا موقع نہیں صرف تاریخی طور پر دیکھنا ہے کہ ایام الصلح کے زمانہ تصنیف کے وقت تک کیا دارقطنی کی تالیف کو گیارہ سو برس ہوتے ہیں ؟ واقعہ یہ ہے کہ مصنف دارقطنی کی تاریخ ولادت ۳۰۶ھ ہے اور تاریخ وفات ۳۸۵ھ ہے لیکن ایام الصلح ۱۸۹۹ء میں تالیف ہو کر شائع ہوتی ہے اور ۱۸۹۹ء میں ہجری ۱۳۱۷ھ یا ۱۳۱۶ھ کے لگ بھگ ہو گا تو سنہ ولادت تو دارقطنی کا ۳۰۶ھ ہوا اور ایام الصلح کی تالیف کا ۱۳۱۶ھ یا ۱۳۱۷ھ قریباً

ہوا اور اگر مؤلف دارقطنی اپنے سنہ ولادت میں بھی کتاب کو تالیف کریں جب بھی گیارہ سو سال نہیں ہوتا اور یقیناً انہوں نے اپنے سنہ ولادت کے بعد تعلیم حاصل کرکے کتاب کو لکھا ہوگا جس سے پورے دس سو سال بھی ایام الصلح کی تالیف تک نہ ہونگے مرزا صاحب شاید یہ کہدیں کہ امام دارقطنی نے اپنی پیدائش سے قریباً سو سال قبل ہی کتاب تالیف کرکے شائع کردی ہو واللہ اعلم کیا معاملہ ہے۔

بہرحال مرزا صاحب سلطان القلم ہیں وہ حقیقت حال کو سمجھتے ہونگے۔

(۴) ہندوستان میں پادری مناظرین میں سے ایک مشہور آدمی ہوچکا ہے جسکا نام پادری فنڈر ہے جسکے مناظرے حضرت مولٰنا رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی سے اور ڈاکٹر وزیر محمد صاحب و مولٰنا آل حسن صاحب وغیرہ علماء سے ہوتے رہے ہیں اسکا اصلی نام تو پادری فنڈر ہے لیکن مرزا صاحب جو خود کو کسر صلیب کا واحد ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "کسر صلیب کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت کو دلائل اور براہین سے باطل کرنا" انہیں ابھی تک یہ پتہ نہیں کہ پادری فنڈر کا نام فنڈر را کیساتھ ہے یا فنڈل لام کے ساتھ ہے اپنی مختلف تصانیف میں پادری فنڈل لام سے ہی لکھا کرتے ہیں مثلاً چشمہ معرفت ص۲۳ و نور القرآن ص۱ اول حصہ ص۲۸ و اربعین ص۴ و ۵ و ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۴۷ وغیرہ۔ سب میں فنڈل لام کے ساتھ ہی لکھا ہے حالانکہ اسکا نام مولانا رحمت اللہ صاحب اپنی تصانیف میں مثلاً اظہار الحق۔ ازالۃ الشکوک۔ ازالہ اوہام۔ اعجاز عیسوی وغیرہ میں فنڈر را کے ساتھ لکھتے ہیں اور خود پادری فنڈر کی میزان الحق۔ حل الاشکال وغیرہ پر بھی فنڈر ہی لکھا ہوا ہے۔

(۵) دنیا کا مشہور امام صاحب بخاری جو صحیح بخاری شریف کے مؤلف ہیں انکا اسم گرامی محمد بن اسماعیل ہے یعنی انکا نام محمد ہے اور انکے والد مرحوم کا نام اسماعیل ہے لیکن ہمارے زمانہ کا مدعی نبوت و تجدید و تحدیث ابھی تک اسقدر بھی واقفیت نہیں رکھتا کہ انکا نام کیا ہے اپنی کتاب مشہور ازالہ اوہام میں کبھی تو محمد اسماعیل لکھدیتا ہے اور کبھی اسماعیل لکھدیتا ہے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ص۹۶ طبع اول" یاد رکھنا چاہیے کہ امام محمد اسماعیل صاحب" ص۹۶

ذریتِ شیطان کے کارنامے

(از جناب رہبر اعظمی مبارکپوری)

شرک و بدعت میں رموزِ عیش پنہاں دیکھ کر
رکھ دیا سرِ قبر پر راحت کا ساماں دیکھکر

عُرس کی رنگینیاں اور حسن کی تابانیاں
رنگ لاتی ہیں نگاہِ لطفِ جاناں دیکھکر

عالمِ صبر و سکوں میں حشر ہوتا ہے بپا
سجدہ گاہِ قبر پر زلفِ پریشاں دیکھکر

اضطراب آگیں نگاہِ شوق کی بیتابیاں
ڈھونڈتی ہیں لطفِ خلوت بزمِ امکاں دیکھکر

وجدِ مصنوعی فریب آمیز آتا ہی انھیں
طبلہ (ڈھولک) و طنبور پر دستِ غزلخواں دیکھکر

اک شکم کے واسطے اتنے مکائد الاماں
میں تڑپ اٹھتا ہوں اِن پیروں کے ارماں دیکھکر

کیوں نہ کہدوں قبر میں بھی "پیٹ" ہی کی فکر ہے
ہاں! وصیت نامۂ احمد رضا خاں دیکھکر

اِن سیہ بختوں کی بدبختی کا منظر دیکھنا
کفر کے فتوے لگاتے ہیں مسلماں دیکھکر

پردۂ ظلمت پڑا ہے چشمِ باطل کوش پر
خیرہ ہو جاتی ہیں آنکھیں نورِ ایماں دیکھکر

دیکھنا وہ بزمِ باطل میں قیامت آگئی
نظمِ رہبر دیکھکر "تنویر فرقاں" دیکھکر

رباعی

(ایضاً از جناب رہبر اعظمی)

تبدیلی سی تبدیلی ہے اللہ اللہ
ہو سجدہ مسلم بدرِ غیر اللہ

دن رات مزاروں سے ہے بخشش کی طلب
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

عہ خاں صاحب نے جو وصیت نامہ مرنے سے دو گھنٹہ پہلے تحریر فرمایا تھا اس کا ساتواں نمبر یہ ہے "اعزہ سے اگر بطیبِ خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیجدیا کریں، دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا شامی کباب، پراٹھے بالائی، فرنی، اردکی پھریری دال مع ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف۔" (وصایا شریف)

نظر و انتقاد

حق کی کسوٹی

ازجناب مولانا محمد ابراہیم صاحب احمد آباد گجرات

مولوی مختار احمد صاحب صدیقی میرٹھی نے (جو غالباً مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے خلیفہ بھی ہیں) مولانا محمد ابراہیم صاحب مصنف رسالہ ہذا سے مسائل متنازعہ مابین اہل سنت و اہل بدعت کے متعلق مناظرانہ انداز میں گیارہ سوال کئے تھے' اس رسالہ میں اُن کا مدلل جواب دیا گیا ہے اور گیارہ ہی سوال انسے بھی کئے گئے ہیں رسالہ باوجود اپنے اختصار کے نہایت جامع اور بہت مفید ہے اور اکثر اختلافی مسائل پر حاوی ہے' زبان سلیس اور سہل ہے قیمت ۱ر فی سیکڑہ ۱۰؎

ویدارتھ پرکاش

ازجناب پنڈت آتمانند صاحب ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور (پنجاب)

ناظرین الفرقان پنڈت جی موصوف سے ناواقف نہ ہونگے آپکا ایک معرکۃ الآرا مضمون "ویدوں میں تہذیب سوز تعلیم" الفرقان جلد ۱ نمبر ۴ میں شائع ہوا تھا جس سے سماجی دنیا میں ہلچل مچ گئی تھی وہ مضمون درحقیقت اس کتاب کا ایک مختصر سا نمونہ تھا اور یہ کتاب گویا اُن کا راس المال ہے اسمیں مختلف عنوانوں سے ویدک تعلیمات پر سیر حاصل بحث کیگئی ہے مثلاً "ویدیں الف لیلہ اور انوار سہیلی کی طرح فرضی کہانیاں ہیں اور اُنکے مصنف معمولی علم اور عقل والے رشی تھے۔" "ویدوں میں مخلوق پرستی کی تعلیم ہے۔" "ویدوں میں انسانی فطرت کے خلاف اور تہذیب سوز مضامین ہیں۔" "ویدوں میں ایک مرد کو کئی عورتوں کے ساتھ اور اسی طرح ایک عورت کو کئی مردوں سے نکاح کرنے کی تعلیم موجود ہے۔" انکے علاوہ بھی بہت سے قابل دید مضامین ہیں۔ کتاب ویدک تعلیمات کا آئینہ ہے جسمیں ویدک دھرم کے خط و خال اچھی طرح نظر آجاتے ہیں' مذہبی مباحثات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اچھا تحفہ ہے' کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی بھی اچھی ہے ضخامت ۴۴ صفحات قیمت ۸ مذکورہ بالا پتہ پر خود مصنف سے طلب فرمائی جائے۔

اسلام اور اقتصادیات

ازجناب مولانا عبدالباری نورالحسن صاحب بخاری قیمت ۲

اس رسالہ میں نصوص شرعیہ کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام دنیاوی ترقی سے مانع نہیں بلکہ اس نے حدود شریعت میں رہ کر دولت دنیا حاصل کرنے کی کامل آزادی دی ہے اور جس وقت ہمارے اسلاف نے اس آزادی سے جائز فائدہ اُٹھایا تو دنیا بھر کی دولتیں اُنکے قدموں کے نیچے تھیں' کسب مال بطریق حلال کی ترغیب دیتے ہوئے اس سلسلہ میں کچھ مفید تجاویز بھی لکھی ہیں اور اُن کوتاہیوں کا بھی ذکر کیا ہے جو اس ترقی کے لئے سنگ راہ بنی ہوئی ہیں بہرحال رسالہ قابل استفادہ اور مصنف کی مساعی قابل شکریہ ہیں۔

ملنے کا پتہ:- انجمن اسلامیہ سکھانی والا ضلع ڈیرہ غازی خاں (پنجاب)

؏ ملنے کا پتہ حاجی بدرالدین حسین الدین نظامی تاجر کتب پانچ پٹی احمد آباد (گجرات)

ردِّ بدعت کا مکمل میگزین

سیف یمانی کامل

(مصنفہ حضرت مدیر الفرقان دام فیضہ)

اس کتاب میں ان تمام مسائل پر فیصلہ کن اور زبردست بحث کی گئی ہے جو اہلسنت اور اہل بدعت میں مختلف فیہا ہیں اس موضوع پر ایسی جامع اور اتنی مدلل کتاب آجتک نہیں لکھی گئی بہت تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہیں بعد میں نہ مل سکے گی قیمت اصل ایکروپیہ رعایتی ۱۲ ر

صاعقۂ آسمانی حصہ اول

یہ مدیر الفرقان کے اس زبردست مناظرے کی روئداد ہے جو محرم ۱۳۴۷ھ میں رضاخانیوں کے شیخ الحدیث مولوی رحم الٰہی صاحب سے ہوا تھا قابل دید ہے قیمت پانچ آنہ ۵ ر رعایتی ۴ ر

صاعقۂ آسمانی حصہ دوم

یہ اس معرکۃ الآرا مناظرہ کی روئداد ہے جو تین دن متواتر صرف علم غیب پر مولوی حشمت علیصاحب سے ہوا تھا اس مناظرے میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدیر الفرقان نے غیبیہ عقیدہ کے رد میں ساٹھ دلائل پیش کئے تھے بینظیر چیز ہے قیمت ۷ ر رعایتی ۶ ر

بارقۂ آسمانی رضاخانیوں نے بھی مناظرہ سنبھل کی ایک روئداد گڑھ کے شائع کی تھی اس رسالہ میں اسپر قابل دید اور لاجواب تنقید کی گئی ہے قیمت ۳ ر رعایتی ۲ ر

مومن کی پہچان از روئے قرآن

جناب مدیر الفرقان کا مقبول عام رسالہ ہے جسمیں صرف قرآن حکیم سے توحید اسلامی کی حقیقت بیان کر کے موسن اور مشرک کا فرق بیان کیا گیا ہے پہلا اڈیشن ختم ہو چکا تھا یہ دوسرا اڈیشن ہے اس مرتبہ اسمیں فاضل مصنف کا ایک مضمون "فتنۂ قبور" اور شامل کر دیا گیا ہے ضخامت ۴۸ صفحات قیمت ۲ ر

ہدایات قادریہ ملقب بہ ہماری گیارہویں

اس رسالہ میں توحید و سنت کی حمایت اور شرک و بدعت کی مذمت میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی بیش عبارتیں نقل کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ممدوح کیسے زبردست موحد تھے کہ اگر وہ زمانہ حال کے قبر پرستوں کو دیکھتے تو یقیناً انکو مشرک قرار دیتے اور زمانہ حال کے یہ اہل بدعت ضرور بالضرور شیخ موصوف کو بھی وہابی کہتے قابل دید رسالہ ہے قیمت ۱۰ ر

کشف الافساد مولانا عین القضاۃ مرحوم کے رسالہ نہایت الارشاد کا جواب ہے اسمیں میلاد قیام وغیرہ کی مبسوط بحث ہے دلچسپ اور پر لطف کتاب ہے قیمت ۱۲ ر رعایتی ۱۱ ر

الشہاب الثاقب (از حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی دام فیضہم) خانصاحب بریلوی کے افتراآت کی تردید میں

حضرت شیخ الحدیث کی قابلِ دید تصنیف ہے، خانصاحب بریلوی کے ساتھ جو عجیب و غریب واقعات حرمین شریفین میں پیش آئے تھے وہ نہایت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں بے نظیر اور لاجواب کتاب ہے

التصدیقات معروف بہ المہند اسمیں حضرات علماء دیوبند کے عقائدِ حقہ کا مفصل بیان ہے اور بریلوی خانصاحب کے افتراآت کی پرزور اور مدلل تردید ہے آخر میں علماء حرمین شریفین اور علماء مصر و دمشق و شام کی تصدیقی تحریریں مع ترجمہ درج ہیں جسمیں اُن حضرات نے علماء دیوبند کے عقائد سے اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے اور اسکے خلاف کو گمراہی لکھا ہے قیمت ۶؍

اجدی المتعۃ والتعین اس رسالہ میں خانصاحب بریلوی کے اقرار سے انکا اور انکی ساری ذریت کا کفر ثابت کیا گیا ہے قیمت ۳؍ - الطامتہ الکبریٰ در حقیقت رضاخانی

توضیح البیان اس رسالہ میں حفظ الایمان کی مشہور عبارت کی لاجواب توضیح کی گئی ہے از حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ قیمت ۲؍

قطع الوتین خانصاحب بریلوی کے رد میں مولانا موصوف کا مشہور اور نایاب رسالہ ہے قیمت ۲؍

براہین قاطعہ میلاد، قیام میلاد، عرس، فاتحہ مروجہ اور تیجہ وغیرہ کی تحقیق میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحم کی مشہور ضخیم کتاب ہے قیمت اصل عہ رعایتی عہ

تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحم کی وہی معرکۃ الآرا کتاب ہے جسکی عبارتوں میں قطع برید اور خیانت کرکے بریلوی صاحب نے مولانا مرحوم پر کفر کا فتوے دیا ہے۔

حفظ الایمان حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کا مشہور رسالہ کم اب بسط البنان اور تغییر العنوان بھی اسکے ساتھ شامل کردیگئی ہے قیمت ا؍

اصلاح الرسوم پیدائش سے لیکر موت تک شادی یا غمی کی جو رسمیں مسلمانوں کی بدقسمتی سے انمیں رائج ہوگئی ہیں انکی اصلاح اور اسلامی زندگی کا نصاب اسمیں بتلایا گیا ہے قیمت ۸؍ رعایتی ۶؍

طریقہ مولد میلاد کا صحیح اور جائز طریقہ جس سے گھر میں رحمت اور برکت نازل ہو قیمت ا؍

فتاوی میلاد شریف میلاد فاتحہ وغیرہ کے متعلق اکابر علماء اسلام کا فتوے قیمت ۲؍

نصیحۃ المسلمین رد شرک و بدعت میں مولانا خرم علی صاحب مرحوم مغفور کا نہایت نفیس رسالہ ہے قیمت ۲؍

وہابی کی پہچان ملاحظہ فرمائیے اور خوب ہنسئے اور مصنف کو داد دیجیے قیمت ۰؍ - نار العضا قیمت ا؍

بریلوی کا نادان دوست - قیمت ۰؍

جمعہ المسلمین حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کی وہ متبرک کتاب جسکے ذریعہ متعارف ہونے کی تمنا خود حضرت مصنف مدظلہ نے کی ہے تمام مہمات دین کو حاوی ہے اور اگر مسلمان اسپر پورے طریقے سے عمل کریں تو یقین ہے کہ انکی دنیا اور دین دونو سنبھل جائیں قیمت ۶؍

اربعین حضرت مولانا سید محمد فخر الدین صاحب مرادآبادی کی بہترین تازہ تصنیف ہے جسمیں اسلامی عقائد آداب معاشرت معاملات وغیرہ جملہ ضروریات کے متعلق چالیس آئینہ رنگ چالیس حدیثیں جمع کی گئی ہیں اکابر علماء کرام کی رائے ہے کہ جناب مصنف نے دریا کو کوزہ میں بند کردیا ہے قیمت ۶؍

ملنے کا پتہ

دفتر الفرقان بریلی

معجزہ قرآن مجید

مؤلفہ جناب خانبہادر مولوی ادریس احمد صاحب
بی۔ ای۔ ایس (ریٹائرڈ)

حقانیت اسلام اور صداقت۔ رسالت و اعجاز قرآن کے موضوع پر اپنے رنگ کی سب سے پہلی کامیاب تصنیف ہے جسمیں مندرجہ ذیل مضامین پر نہایت دلکش انداز میں بحث کی گئی ہے؛

(۱) بائبل (توراۃ و انجیل وغیرہ صحف قدیمہ) کی حالت اور یہ کہ وہ اس زمانہ میں قابل اعتماد ہیں یا نہیں؟

(۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت

(۳) کلام الٰہی کی بے نظیر فصاحت و بلاغت

(۴) قرآن مجید کی بے مثل تاثیر

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امیت اور اعجاز قرآن۔

(۶) قرآن عزیز کی پیشین گوئیاں

(۷) قرآن مجید کی تعلیم و ہدایت

(۸) بعض وہ امور جو انسانی عقل کی دسترس سے باہر ہیں اور جہاں عقل کو اپنی عاجزی اور درماندگی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

غرض کتاب قابل دید ہے۔ علوم مشرقیہ و مغربیہ کے ماہرین نے اسکو بہت زیادہ پسند کیا ہے چھوٹی تقطیع کے ۱۴۰ صفحات پر ختم ہے کاغذ بہترین لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور قیمت صرف عہ

العقل والنقل از حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب دیوبندی

اسکو دیکھنے سے آپکو یقین کامل ہو جائیگا کہ اسلامی تعلیمات عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے بالکل موافق ہیں قیمت ۱ر

حجۃ الاسلام مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح (بانی دار العلوم دیوبند) اس میں اصول اسلام توحید و رسالت و حقانیت الہام وغیرہ کا ناقابل تردید عقلی ثبوت دیا گیا ہے قیمت ۹ر

انتصار الاسلام سوامی دیانند بانی آریہ سماج نے اسلام پر جو اعتراض کئے تھے انہیں سے نو کا نہایت محققانہ جواب از جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح، قیمت ۶ر

قبلہ نما انتصار الاسلام کا دوسرا حصہ جسمیں سوامی جی کے دسویں اعتراض کا نہایت تفصیلی جواب دیا گیا ہے اعتراض یہ تھا کہ مسلمان قبلہ کی طرف کو نماز پڑھتے ہیں یہ بت پرستی ہے قیمت ۱۲ر

الاسلام حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کی وہ معرکۃ الآرا تقریر جو آپنے حقانیت اسلام کے موضوع پر موتمر کے اجلاس منعقدہ مرادآباد میں فرمائی تھی اسکے مطالعہ سے ہر شخص کو یقین ہو جاتا ہے کہ دنیا میں صحیح اور نجات دلانیوالا مذہب صرف ایک اسلام ہے قیمت ۲ر

سلسلہ تاریخ الاسلام اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اور آپکی عزیز اولاد دیانت صداقت استقلال پختگی عزم قوت عمل وغیرہ وغیرہ جملہ اخلاق حسنہ میں تعلیمات اسلام کے سچے پیرو ہوں تو آپ ضرور بالضرور تاریخ اسلام کے حصے ملاحظہ فرمائیے پہلے حصہ میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی بیان کی گئی ہے۔ دوسرے حصہ میں مدنی زندگی اور تتمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

اخلاق فاضلہ روزانہ کے پروگرام - معاشرتی اور اقتصادی مجالس مقدسہ کے آداب وغیرہ وغیرہ نہایت سلیس زبان میں بڑی احتیاط کے ساتھ مستند طور پر سوال و جواب کی شکل میں ترتیب دئے گئے ہیں ہر مسلمان کے گھر میں کم از کم ایک جلد ضروری رہنے چاہیے قیمت حصہ اول حصہ دوم ۱۲ر

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ الاسلام سے پیشتر بچوں کو پڑھانے کے لئے یہ ایک لغات ہی مختصر مگر صحیح اور مستند - باحوالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ ہی جو حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مؤلف تاریخ الاسلام کی تازہ تصنیف ہی ہر ہر واقعہ علیحدہ سبق کی شکل میں بیان کیا گیا ہے - زبان کی لطافت - مضامین کی خوبی محض مطالعہ سے متعلق ہے سب سے اعلی خوبی یہ ہے کہ ہر واقعہ کے بعد اس نتیجہ اور پھر اوس پر آمادہ کرنے کے لئے سبق آموز جملے درج کئے گئے ہیں آخر میں اسلامی عقائد بھی سوال وجواب کی طرح درج ہیں - قیمت ۳ر

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی مدظلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت معتبر اور مستند سوانح عمری جسمیں وجود نوری سے لیکر وجود ظہوری یعنی ولادت شریف تک پھر وہاں سے نبوت اور ہجرت اور پھر وفات شریف تک کے حالات نہایت ذوق شوق کے ساتھ لکھے گئے ہیں جا بجا ذوقیہ اشعار بھی ہیں اخیر میں زیارت روضہ اقدس

کی بحث بھی ہے قیمت عہ

بلاغ مبین یعنی مکاتیب سید المرسلین

مصنفہ حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام خطوط اور فرامین کا مجموعہ جو آپنے مختلف اوقات میں بادشاہوں اور حکمرانوں کی دعوت اسلام کے سلسلہ میں بھیجے اور انکے متعلق مفصل تاریخی بحث بیش بہا تاریخی اور حدیثی تحقیقات بہت سے لاینحل اشکالات کے شافی جوابات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیس سالہ تبلیغی اسوۂ حسنہ تبلیغ اسلام کے سادہ اور خالص اسلامی اصول قرآن و حدیث کی روشنی میں اعلی کتابت طباعت خوشنما جدید طرز کا ٹائٹل و ختم نامہ مبارک کا فوٹو قیمت دو روپیہ

شمع رسالت کا پروانہ ابوذر غفاری

یہ وہ مقدس ذات ہی جسکے متعلق خدا کے سچے پیغمبر نے فرمایا تھا کہ "زمین نے ابوذر سے زیادہ سچے انسانکو اپنی پشت پر نہیں اٹھایا اور نہ کبھی آسمان نے اس سے زیادہ راستباز پر اپنا سایہ ڈالا" اس مقدس اور مجسمہ صداقت ہستی کی مبسوط سیرت رئیس التحریر سلطان القلم حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے لکھی ہے جو بلا مبالغہ دنیا کی اور سیرتوں سے ایسی ہی ممتاز ہے جیسے کہ حضرت ابوذر دوسرے انسانوں سے کتاب کیا ہے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ خدا اور اوسکے رسول کے اس سرگشتہ عاشق کی زندہ تصویر ہے جسمیں انکے بچپن سے لیکر وفات تک کے حالات بالخصوص عبادت ریاضت دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت جذب کی کیفیات تقوی اور خدا پرستی کے حیرت انگیز حالات اکو حاصل

بیحد سستا گویا بالکل مفت

نیا بہشتی زیور مدلل مع ہر سہ حواشی جدیدہ

معہ بہشتی گوہر تین ضخیم جلدیں ایک ہزار سے زیادہ صفحات اور قیمت صرف ڈھائی روپے عہ

اس مشہور عالم کتاب کا تعارف صرف اسقدر کافی ہے کہ یہ دین و دنیا کا مکمل نصاب اور مذہب اسلام کی نہایت جامع انسائیکلو پیڈیا ہے جسکو اب سے بہت پہلے مسلمانوں کی دینی و دنیوی اصلاح کیلئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ نے تیار کیا تھا مقبولیت کی یہ کیفیت ہے کہ لاکھوں نسخے اور سیکڑوں ایڈیشن اسکے نکل چکے ہیں دیگر زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے یہ اسکا بالکل تازہ ایڈیشن ہے جو پہلے تمام ایڈیشنوں سے زیادہ مکمل اور زیادہ مفید ہے اسمیں صرف مسائل کے حوالے ہی نہیں دئے گئے ہیں بلکہ فٹ نوٹ میں فقہ کی اصل کتابوں کی پوری پوری عبارتیں بھی درج کردی گئی ہیں جسکی وجہ سے اب یہ ایک مستقل اور مستند فتاوے کی کتاب ہوگئی ہے۔ بہت سے مسائل جنکا الجھاؤ صدیوں سے ختم نہیں ہوا تھا انکی پوری تحقیق اور تنقیح کردی گئی ہے۔ جہاں جہاں فقہ کی روایات میں اختلاف تھا وہاں مفتی بہ غیر مفتی بہ اور راجح مرجوح کی پوری تفصیل کردی گئی ہے۔ اس دفعہ مستند علماء کرام کی ایک جماعت نے اسکی تصحیح اور نظر ثانی کی ہے اب یہ اس قابل ہوگئی ہے کہ ہر عامی اور عالم اسکو اپنے پاس رکھے اور چونکہ ہر مسئلہ کی دلیل قرآن وحدیث یا کتب فقہ کے حوالے سے حاشیہ میں لکھدی گئی ہے اس لئے اب کسی مسئلہ پر اعتراض بھی نہیں ہوسکتا۔ پہلے جبکہ اتنی مکمل بھی نہ تھی اسکی قیمت ساٹھ روپیہ تھی لیکن اس اڈیشن کی قیمت صرف چار روپے رکھے گئے ہیں لیکن اس وقت دفتر الفرقان اپنی کچھ ضرورتیں پوری کرنے کیلئے اسکو صرف ڈھائی روپیہ میں دیگا جو اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ وقت کی قدر کیجئے اور فوراً فرمائش بھیجدیجئے۔ اور یقین کیجئے کہ ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئیگا۔ ایک نسخے سے زیادہ کی فرمائش کیساتھ کم از کم ایک روپیہ پیشگی آنا چاہیئے۔

الفرقان بالکل مُفت

بہشتی زیور کے دو نسخے بیکمشت خریدنے والے حضرات کو ایک سہ ماہی کیلئے اور چار نسخے خریدنے والوں کو ششماہی کے لئے اور چھ نسخے خریدنے والوں کو ایک سال کے لئے الفرقان مفت جاری کیا جائیگا اور بیکمشت آٹھ نسخے خریدنے والوں کو ایک سال کے لئے الفرقان اور ایک نسخہ بہشتی زیور کا ہدیہ پیش کیا جائیگا لیکن ان تمام صورتوں میں یہ شرط ہے کہ کل قیمت پیشگی وصول ہو جائے۔

نوٹ:۔ ایک ہزار میل تک ریلوے سے منگوانے میں فائدہ ہے۔ لہذا فرمائش کیساتھ ریلوے اسٹیشن کا نام اور اپنا مفصل پتہ صاف اور خوشخط اردو میں لکھئے۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ = منیجر الفرقان ۔ بریلی (یو۔پی)

رجسٹرڈ نمبر ۲۵۲۹

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

اللہ کے رستہ میں کون کون میری مدد کرے گا

میرا مقصد۔ دینِ الٰہی کی اِشاعت اور توحید و سنت کی حمایت وحِفاظت ہے میں چاہتا ہوں کہ تمام مُسلمان حقیقی معنی میں خدائے واحد کے پرستار ہو جائیں۔ میری تمنا ہے کہ مدنی آقا کا علمِ صداقت ہمیشہ سربلند رہے اُس کے دشمن نگوں سار ہوں میری آرزو ہے کہ دُنیا کے سارے انسان خدا کے اس ہاشمی محبوب کے قدموں سے وابستہ ہو کر دین و دنیا کی عزت حاصل کریں جو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا محسن ہے۔ ان پاکیزہ مقاصد کی کامیابی کیلئے میری ہر قسم کی اعانت بالخصوص توسیع اشاعت کی سعی کرنا ہر مُسلمان کا فرض ہے ؞

الفرقان

مولوی محمد منظور نعمانی پرنٹر پبلشر نے جامع پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا!!

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ

مُرتّبہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

روئداد مناظرہ بریلی

مسمی بہ

فتح بریلی کا دلکش نظارہ

یہ مرکز رضاخانیت بریلی کے اس معرکہ خیز مناظرہ کی روئداد ہے جو ۲۰ محرم ۱۳۵۴ھ سے ۲۳ محرم تک رضاخانیوں کے خاص قلعہ (مدرسہ جامعہ رضویہ بریلی) میں ہوا تھا - اہل سنت کی طرف جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی فاتح بریلی (مدیر الفرقان) مناظر تھے - اور رضاخانیوں کی طرف سے مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری مدرس مدرسہ مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی اس مناظرہ میں یوں تو بہت سے مختلف فیہ مسائل کی بحث آگئی ہے لیکن مسئلہ علم غیب اور حفظ الایمان (مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ) کی مشہور عبارت پر اتنی کافی روشنی پڑ گئی ہے کہ اسکے بعد کسی معاند کو بھی لب کشائی کی گنجایش نہیں رہتی - جو شخص اسکو ایک مرتبہ اول سے آخر تک سمجھ کر دیکھ لے وہ انشاء اللہ ہر رضاخانی کا ناطقہ بند کر سکتا ہے ۔

بانئ مناظرہ نے اہل سنت کے حقمیں نہایت زبردست فیصلہ دیا ہے وہ بھی آخر میں درج کر دیا گیا ہے - یہ روئداد اکیانوے صفحات پر ختم ہے - بعد میں ایک سولہ صفحہ کا مفید ضمیمہ اور لگایا ہے - قیمت ۸ جو حضرات مفت تقسیم کرنیکے لئے کم از کم چالیس نسخے طلب فرماویں اُنسے نصف قیمت لیجائیگی جو اسکی اصل لاگت ہے تاجرانِ کتب خط و کتابت کے ذریعہ سے معاملہ طے کر سکتے ہیں ۔

نوٹ :- فرمائش کے ساتھ اپنا مفصل پتہ اور ریلوے اسٹیشن کا نام اردو میں خوشخط لکھیے ۔

ملنے کا پتہ

دفتر الفرقان - بریلی - یو پی

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا

بڑی عالیشان ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے خاص بندہ پر فرقان نازل فرمایا کہ وہ تمام جہان کو ڈرانے والا ہو

چندہ سالانہ
کاغذ قسم اول ۲
قسم دوم ۲
نمونہ مفت

معاونین سے
صہ
ممالک غیر سے
للعہ

الفرقان

جلد ۲ | بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۵۴ھ | نمبر ۶

یہ علمی مذہبی اور تبلیغی رسالہ ہے جو ہر قمری مہینہ میں ایک دفعہ بریلی سے شائع ہوتا ہے

خط وکتابت کیوقت نمبر خریداری ضرور لکھیے اپنا پتہ نہایت صاف اور خوشخط تحریر فرمایئے۔

باسمہ سبحانہ حمداً وسلاماً

نگاہِ اوّلیں

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست

آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

ہمارے ناظرین کو یاد ہو گا کہ "ماہ گذشتہ کے الفرقان میں "معرکۃ القلم" کے جواب کے لئے ہم نے تین مہینے کی ایک آخری مہلت کا اور اعلان کیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھدیا تھا کہ

"مولوی حامد رضا خانصاحب کے علاوہ بھی ملت رضاخانیہ کے تمام ذمہ دار ارکان بالخصوص مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی، مولوی امجد علیصاحب اعظمی مولوی دیدار علی صاحب لاہوری، مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی، مولوی حشمت علیصاحب (وکیل جناب مولوی حامد رضا خانصاحب) کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ اگر وہ مولوی احمد رضا خانصاحب کے تکفیری فتوے "حسام الحرمین" کو صحیح سمجھتے ہوں تو معرکۃ القلم کا جواب دیں، اِن حضرات کی طرف سے جو جواب شایع ہو گا وہ ذمہ دارانہ سمجھا جائیگا اگر ماہ رجب تک اِن حضرات میں سے کسی نے جواب نہ دیا تو "حسام الحرمین" اور "معرکۃ القلم" ہی کو مناظرہ لاہور کے مسلمہ فریقین ثالثین کے سامنے پیش کر کے فیصلہ کی درخواست کیجائیگی اور یہ فیصلہ انشاء اللہ اِن اختلافات کا آخری فیصلہ ہو گا اگر مذکورہ بالا حضرات میں سے کوئی صاحب مہذب جواب لکھنے کے وعدہ پر "معرکۃ القلم" طلب فرمائیں تو وہ بھی اونکو بھیجا جا سکتا ہے"

الفرقان کا یہ نمبر جسمیں یہ اعلان کیا گیا تھا مذکورہ بالا تمام حضرات کے پاس بھیجا گیا تھا، خدا کا شکر ہے کہ ہماری یہ آخری پکار بیکار نہ گئی اور ۲۷ ر جمادی الاولیٰ کو مولوی حامد رضا خانصاحب کے وکیل جناب مولوی حشمت علیصاحب کی طرف سے ذیل کا خط موصول ہوا۔

$\frac{786}{92}$ "جناب مولوی منظور حسین صاحب سنبھلی ساقہ الحق الی صراطہ الجلی سلام علیکم کما علمنا

القرآن الحکیم پرچہ الفرقان ۵ جلد ۲ پرسوں وصول ہوا تھا فقیر چونکہ علیل تھا اسلئے جواب نہیں لکھ سکا آج خدا و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ والسلام نے شفا عطا فرمائی اور خط لکھنے کے قابل ہو سکا ہوں لہذا آپکی خواہش کو منظور کرتے ہوئے لکھتا ہوں کہ آپ اپنا مضمون ''معرکۃ القلم'' مکمل فقیر کے نام روانہ کردیں انشاء المولیٰ تعالیٰ تم شار رسول علیہ الصلاۃ والسلام اوسکی تسلی دہ و تشفی بخش خدمتگزاری و ناز برداری کردونگا بشرطیکہ آپ بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں والسلام علی اہل السلام۔ فقیر ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علیخاں قادری رضوی لکھنوی غفرلہ۔ شنبہ ۱۶۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ محلہ بھورے خاں۔ پیلی بھیت۔''

اس خط کے آنے پر ۲۲ جمادی الاولے کو ''معرکۃ القلم'' کامل بذریعہ رجسٹری پارسل مولویصاحب موصوف کی خدمت میں بھیجدیا گیا اوسکے ساتھ جو خط لکھا گیا ہو وہ بھی ذیل میں نقل کیا جاتا ہو۔

باسمہ سبحانہ حامداً و مصلیاً و مسلماً

جناب مولوی حشمت علیخانصاحب! وفقنا اللہ وایاکم لما یحب و یرضی بعد ما ہو المسنون گرامی نامہ مرقومہ ۱۶ جمادی الاولے ۱۷ کو موصول ہو گیا تھا ۱۸ کو ناچیز جمعیۃ العلماء صوبہ متحدہ کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے مراد آباد چلا گیا، وہاں سے واپس آنے پر آج ''معرکۃ القلم'' ارسال خدمت کر رہا ہوں، اگر جناب بنظر انصاف ملاحظہ فرمائینگے تو توقع ہو کہ انشاء اللہ تعالیٰ جواب لکھنے کی ضرورت ہی نہوگی، اور اگر جواب ہی لکھنا ہو تو صرف اتنی گذارش کرونگا کہ تہذیب اور متانت کا ضرور لحاظ رکھا جائے تاکہ میں اسکو الفرقان میں بلا کسی ترمیم کے شائع کرسکوں میری تمنا ہو کہ یہ تحریری مناظرہ تہذیب اور سنجیدگی کیساتھ انجام تک پہنچ جائے تاکہ عام ناظرین

عہ شاید لکھنؤ کی کوئی خاص صنف اس طرز نگارش کو بنظر استحسان دیکھتی ہو ورنہ شرفا اور بالخصوص اہل علم کے لئے یہ طرز کلام اور وہ بھی خاصکر مذہبیات میں کچھ زیبا نہیں، کیا میں امید رکھوں کہ آیندہ مولوی حشمت علیخانصاحب اس طرز تحریر سے معاف رکھینگے۔

بالخصوص نو تعلیم یافتہ جماعت کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ

"مولوی بازاری گالیاں بکتے ہیں"

اور قطع نظر اس سے بدکلامی فی نفسہ کوئی اچھی چیز بھی نہیں، میں انشاء اللہ تعالیٰ خود بھی اسکا پورا پورا لحاظ رکھونگا واللہ الموفق

اچھا ہو کہ آپ تھوڑا تھوڑا مضمون باقساط جلد ہی بھیجنا شروع کر دیں تاکہ جلد ہی اوسکی اشاعت بھی شروع ہو جائے اور ناظرین کو انتظار کی زیادہ تکلیف بھی اٹھانی نہ پڑے، آپکا خیر اندیش محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۵۵ھ

ناظرین کرام بھی دعا فرمائیں کہ یہ تحریری مناظرہ حسن و خوبی کیساتھ انجام تک پہونچ جائے اور چونکہ اس مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب کی حیثیت مولوی حامد رضا خانصاحب کے وکیل کی ہے اسلئے یہ ذمہ دارانہ اور فیصلہ کن مناظرہ ہوگا۔ اور اسی لئے مجھے یہ بھی توقع ہے کہ مولوی حشمت علی صاحب اپنے موکل مولوی حامد رضا خانصاحب کی ذمہ داریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے مبتذل اور بازاری طریق تخاطب سے ضرور احتراز فرمائیں گے، خدا کرے میری یہ امید ضائع نہ جائے، اگر مولوی حامد رضا خانصاحب بھی اس موقع پر اپنے وکیل صاحب کو کوئی خاص ہدایت فرما دیں تو اونکے حق میں ضرور بہتر ہوگا۔

مولوی حشمت علی صاحب کے جواب کے ساتھ ہی ہمارا جواب الجواب بھی انشاء اللہ شائع ہوا کریگا۔

نبوت اور بشریت مولوی حشمت علی صاحب اوائل ربیع الآخر میں "گیا" تشریف لے گئے تھے وہاں آپنے متعدد تقریریں فرمائیں اور علاوہ تکفیر و تو ہیب کے (کہ وہ تو روزمرہ کا معمولی مشغلہ ہے) آپ نے ایک نئی چیز وہاں یہ بیان فرمائی کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم "بشر" نہیں تھے، آپکو بشر کہنا کفر ہے بلکہ

نہ اگرچہ پنجاب کے بعض مبتدعین اس سے پہلے بھی حضور کی بشریت سے انکار کر چکے ہیں لیکن مجھے ابتک یہ معلوم نہ تھا کہ علماء بریلی بھی اس گمراہی میں مبتلا ہیں اس لئے میرے نزدیک مولوی حشمت علی صاحب علیہ ما علیہ کی طرف سے اس خیال کی اشاعت نئی چیز ہے

آپکی حقیقت نوری تھی اور آپ صرف انسانی شکل میں متشکل ہو کر آئے تھے جیساکہ فرشتے کبھی کبھی انسانی شکل میں آجاتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں حضرت جبرئیل کے متعلق ارشاد ہے کہ "فتمثل لھا بشرا سویا" وہ جناب مریم کے سامنے اچھے خاصے آدمی بنکر ظاہر ہوئے۔

بس ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شکل انسانی میں آئے تھے نہ یہ کہ آپ خود انسان تھے آپ نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کچھ عجیب غریب دلائل بھی بیان فرمائے۔ جب آپکی ان گمراہ کن تقریروں کا اثر عوام کے عقائد پر پڑنے لگا تو بعض مقامی علماء نے آپکو مناظرہ کا چیلنج دیدیا (جو چھپکر شائع بھی ہو چکا ہے) اوسوقت آپنے اوسکا کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا بلکہ نہایت دانشمندانہ خاموشی کے ساتھ آپ وہاں سے تشریف لے آئے لیکن آپکے عقیدت کیشوں نے یہ مشہور کیا کہ اسوقت مولویصاحب ایک فوری ضرورت سے کراچی تشریف لے گئے ہیں اور آپ اب ۲۰ جولائی کو صرف مناظرہ کے لئے "پھر گیا" تشریف لائیں گے۔[عـہ]

گیا کے اہلسنت نے اس ناچیز کو طلب فرمایا اور بالآخر مجھ کو جانا پڑا میں ۱۲ جولائی کو "گیا" پہونچا معلوم ہوا کہ مولوی حشمت علیصاحب تشریف نہیں لائے نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی خاص عذر پیش آگیا یا آپکے عقیدت کیشوں نے بغیر آپکے وعدہ کے یونہی غلط شہرت دیدی تھی بہرحال مناظرہ کی نوبت نہیں آئی اگرچہ اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے میں یہ طے کرکے گیا تھا کہ اگر مناظرہ ہوا تو ایک دو دن سے زیادہ نہ ٹھیرونگا لیکن مخدوم و محترم حضرت مولانا سید ولایت شاہ صاحب گیاوی (جو صوبہ بہار میں ہماری جماعت کے مغتنم بزرگوں میں سے ہیں) کی محبت اور بعض احباب کے اصرار نے مجبور کردیا اور وہاں پانچ چھ روز قیام کرنا پڑ گیا، اس عرصہ میں غالباً پانچ تقریریں کرنی پڑیں جنمیں سے ایک تقریر صرف مسئلہ بشریت پر تھی بعض احباب نے اوسکو قلمبند بھی فرمایا تھا اور اونکی خواہش تھی کہ اسکو الفرقان میں شائع کردیا جائے چنانچہ میں نے خود ہی کچھ ضروری اضافہ کرکے از سرنو اوسکو ترتیب دیدیا ہے جسکا تمہیدی حصہ الفرقان کی اس اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہے اور اسکے آخری حصہ میں مولوی حشمت علیصاحب کے دلائل سے بھی تعرض کیا گیا ہے واللہ الہادی الی سبیل الرشاد ۔ (صفحہ ۶ ضرور ملاحظہ فرمایئے ۔)

عـہ یہانتک کے کل واقعات گیا کے احباب سے معلوم ہوئے ہیں ۱۲

دُنیا کو اسلام سے کس طرح روکا گیا

(اثر خامہ استاذ العصر حضرت علامہ مولانا محمد اعزاز علیصاحب شیخ الادب و مفتی اعظم دار العلوم دیوبند)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ہمارے اس صاف و صریح دعوے کو جانچنے سے پہلے عرب کے عام طرز معاشرت کو معلوم کر لینا ضروری ہے انکے حالات، انکی معاشرت پر غائر نظر ڈالو تو معلوم ہو جاویگا کہ بیجا حمایت اونکی رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے تھی کسی جھگڑے میں شریک ہونے بچوں اور عورتوں کو لوٹنے، مردوں کو قتل کرنے کے لئے صرف یہی وجہ کافی تھی کہ ہمارے رشتہ دار ایسا کرتے ہیں اس سے کچھ بحث نہ تھی کہ ہمارے اقارب ظلم کر رہے ہیں یا مظلوم ہیں اور یہی وجہ تھی کہ جس شخص کے نسبی تعلقات زیادہ اور قوی ہوتے تھے اوسکی دھاک لوگوں پر بیٹھی ہوتی تھی، کیونکہ اوسکی ایک آواز پر اوسکی قوم کے تمام افراد جمع ہو کر اوسکی پشت پناہی کرتے تھے حق ناحق سے بحث ہی ہوتی تھی۔

یہ تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیمیا اثر نظر کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا کہ جب آپ نے ارشاد فرمایا کہ انصر اخاک ظالما او مظلوما اپنے بھائی کی امداد کیا کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم) تو یہی جماعت آپ کی صحبت کی برکت سے اس طرز کو اسقدر بھول چکی تھی کہ بعض حضرات نے اوسیوقت بطور شبہ کے آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اگر بھائی مظلوم ہو تو اوسکی مدد کرنی ضروری اور عقل کے موافق ہے لیکن اگر ظالم ہو تو اوسکی امداد کیونکر جائز ہو گی کیونکہ اوسکی امداد کے معنے تو یہ ہوئے کہ اوسکو اور زیادہ ظلم کا موقع دیا جاوے، جو کسیطرح جائز نہیں۔ آپنے فرمایا کہ ظالم بھائی کی امداد کا مطلب یہ نہیں کہ تم بھی ظلم کرنے میں اوسکے شریک بنجاؤ بلکہ ظالم بھائی کی امداد کرنے کی صورت یہ ہے کہ اوسکو اس شنیع حرکت سے بچا کر آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرو اور کسی نہ کسی تدبیر سے سمجھا بجھا کر ظلم سے اوسکو باز رکھو۔

اور فقط یہی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل مکہ نے آپ کے لئے کسی قسم کی اذیت کو چھوڑا ہی نہ تھا

یہ حضور ہی کا قلب مبارک تھا جسنے ان تمام اذیتوں کو غایت تحمل کے ساتھ برداشت کیا۔"

ابو لہب کے دو بیٹے عتبہ اور عتیبہ نامی تھے اوّل الذکر آپ کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے خاوند تھے اور موخر الذکر آپ کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم کے خاوند تھے۔ ابھی تک یہ دونوں صاحبزادیاں رخصت ہو کر خاوندوں کے گھر تک نہ پہونچی تھیں۔ ابو لہب نے اپنے بیٹے عتبہ سے کہا کہ اگر تو رقیہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو طلاق نہ دے تو مجھپر تیری صورت دیکھنی حرام ہے۔ عتبہ اسوقت تک مسلمان نہوے تھے فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ہیں۔ انہوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور آپکی صاحبزادی سے مفارقت کرلی۔ ابو لہب نے عتیبہ سے بھی یہی کہا اور اوسوقت کہا کہ شام کو جانے کے لئے قافلہ طیار تھا اس قافلہ کے ساتھ ابو لہب اور عتیبہ دونوں جانیوالے تھے۔ عتیبہ جو درحقیقت فرعون کا فرعون تھا کہنے لگا کہ ام کلثوم کی طلاق تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہمارے قلب کے موافق زیادہ اذیت کی چیز نہوگی۔ میں اونکے پاس جاتا ہوں اور جسطرح وہ ہمارے معبودوں کو بے محابا برا کہتے ہیں میں بھی اونکے رب کو اونکے سامنے برا کہونگا یہ کہکر آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ کلمات کفر کہے اور آپکی صاحبزادی کو آپکے سامنے طلاق دی اور (لعنت اوسپر کہ) اوسنے آپکے موتھ پر تھوک بھی دیا۔ آپ نے اس سبکا تحمل کیا اور فرمایا کہ اللّٰھم سلط علیہ کلبا من کلابك (اے اللہ اسکو عذاب دینے کے لئے اپنے پھاڑ کھانے والے جانوروں میں سے کسیکو مسلط کردے)۔ ابو طالب اسوقت موجود تھے انکو عتیبہ کی اس حرکت پر نہایت طیش تھا۔ مگر اسکے سوا کچھ نہ کر سکے کہ خود حضور ہی سے فرمایا کہ بھتیجے! اگر تم اس تحریک کو ترک کر دیتے تو کچھ مضائقہ نتھا۔

عتیبہ شاداں و فرحاں باپ کے پاس پہونچا اور اپنی کارگذاری سنائی اور اسکے بعد سفر شروع ہوا۔ یہ قافلہ ایک منزل پر جا کر ٹھہرا وہاں ایک خانقاہ تھی جسمیں ایک راہب مقیم تھا۔ قافلہ کو ٹھہرا ہوا دیکھ کر خانقاہ سے نکلا اور کہنے لگا کہ یہاں درندوں کی کثرت ہے اپنی حفاظت کے سامان اچھی طرح کرلینا ابو لہب نے رفقائے سفر سے کہا کہ تمکو معلوم ہے میں ایک شریف النسب شخص ہوں۔ تم سب پر میرے بہت سے حقوق ہیں رفقائے سفر نے کہا کہ بیشک! ابو لہب نے کہا کہ اس صورت میں مجکو تم سے یہ کہنا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

نے میرے بیٹے عتیبہ کے لئے بد دعا کی ہے اور مجھ کو اس دعا کی قبولیت کا خوف ہے کیونکہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعاؤں کو ہمیشہ قبول ہوتے ہوئے ہی دیکھا ہے تو آج کی رات تم ہماری امداد کرو۔ رفقائے سفر نے کہا کہ ہم آپکی امداد کے لئے ہر طرح حاضر ہیں ابو لہب نے کہا کہ تم سامنے والی خانقاہ کے پاس سارے سامان کا ڈھیر لگا دو اور اس ڈھیر پر میرے بیٹے عتیبہ کو لٹا دو اور اسکے آس پاس اپنے اپنے بچھونے کر کے سو رہو۔ اسکا نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر کوئی درندہ عتیبہ تک پہونچنا چاہے گا تو چونکہ تمہارے پاس ہی سے ہو کر گذر سکے گا اسلئے تمکو ضرور اوسکی آہٹ محسوس ہو گی اور ہم سب جاگ کر اوسکو دفع کر سکیں گے، چنانچہ سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ عتیبہ کو سامان کا ڈھیر لگا کر سب سے اونچے پر سُلایا۔ اسکے بعد اونٹوں کا ایک حلقہ اوسکے گرداگرد کر لیا اور پھر چاروں طرف اپنا حلقہ بنا کر سو رہے زیادہ رات گذرنے نہ پائی تھی کہ ایک شیر آیا اور اس شان سے آیا کہ سب کے چہرے سونگھ رہا تھا۔ ہر ایک کے چہرے کو سونگھ کر چھوڑ دیتا تھا۔ جب تمام رفقائے سفر کے چہرے سونگھ چکا تو چاروں طرف دیکھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ سب سے اوپر ایک آدمی لیٹا ہوا ہے یہ دیکھکر اپنی دُم کو موڑا اور ایک جست کی اور عتیبہ کے پاس جا پہونچا اور آن کی آن میں اوسکو چبا ڈالا۔

شیر تو اپنا کام کر کے روانہ ہوا قافلہ کے لوگ جاگ اوٹھے۔ عتیبہ اوسوقت دم توڑ رہا تھا اور ضعیف آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا کہ میں تو تم لوگوں سے پہلے ہی کہا کرتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ پورے ہو کر رہا کرتے ہیں۔

عتیبہ مر گیا۔ ابو لہب اس شقاوت کے باوجود کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں تو پہلے ہی سے جانتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بد دعا سے آجتک کوئی بچا ہی نہیں ہے ان واقعات سے آپ کو اون شقاوتوں کا حال معلوم ہو گیا ہو گا جو اہل مکہ کی طرف سے خدائی نور کو بجھانے کے لئے عمل میں لائی گئیں۔

مختصر یہ کہ حمیت جاہلیت اس قوم کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھے انکا بچہ بچہ عصبیت کے نشہ میں مدہوش تھا۔ ایسی صورت میں اگر اس دین قویم اور شریعت الٰہیہ کی مخالفت اہل مکہ نکرتے بلکہ جس جاں نثاری کے ساتھ اہل مدینہ نے اسکو قبول کیا اہل مکہ بھی اوسیطرح اسکو قبول کر لیتے

بوارق الغیب

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۲)

اللہ تعالیٰ بیشمار رحمتیں نازل فرمائے ہمارے اسلاف پر اونہوں نے امت کو اس فتنۂ افراط سے بچانے کے لئے جدوجہد کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اور جب کبھی اس مرض کا خطرہ محسوس کیا فوراً احتیاطی تدابیر اختیار کیں اگر خدانخواستہ وہ بھی اس معاملہ میں تساہل اور تغافل سے کام لیتے تو یقیناً آج امت مرحومہ کا وہی حال ہوتا جو دوسری امتوں کا ہو چکا ہے۔

اُف، وہ کیسا نازک وقت تھا کہ آقائے امت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم سے رحلت فرمائی، فرط حزن اور شدت غم سے بہت سے صحابہ کے ہوش وحواس جاتے رہے یہانتک کہ بعض جلیل القدر صحابہ کرام سرے سے وفات نبوی ہی کے منکر ہو گئے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ "اگر کوئی کہے گا کہ حضور کی وفات ہو گئی تو اوسکا سر قلم کر دیا جائیگا۔ افضل امت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ حال دیکھا فوراً مسجد نبوی میں تشریف لائے لوگونکو جمع کیا اور ممبر پر کھڑے ہو کر حمد وصلوٰۃ کے بعد اس طرح خطبہ دینا شروع کیا۔

من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حیٌّ لا یموت۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً وسیجزی اللہ الشاکرین۔ (بخاری)

لوگو! جو تم میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو اوسکو معلوم ہونا چاہیے کہ حضور وفات پا گئے اور جو خدائے واحد کے پرستار ہیں وہ یقین رکھیں کہ خدا ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اوسکو کبھی فنا نہیں، دیکھو! قرآن عزیز صاف صاف کہہ رہا ہے، محمد بس ایک رسول ہی تو ہیں، اونسے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں پس اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم (اونکے دین سے) لوٹ جاؤ گے؟ اور جو (اُلٹی سمت سے پھر کر) مرتد ہو جائے تو وہ خدا کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائیگا اور اللہ تعالیٰ شکر گذاروں کو اچھا بدلہ دیگا۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جسوقت حضرت ابوبکرؓ نے یہ خطبہ دیا ہے ہماری آنکھیں کھل گئیں اور ہمکو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

یہ کیا تھا؟ درحقیقت یہ بیان منصب ہی تھا جسکے ذریعہ سے حضرت صدیق اکبرؓ نے بہت سے گرتوں کو تھام لیا اور لوگوں کو بتلا دیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی خدا کی طرح دائمی اور ابدی نہیں، بلکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح آپ بھی وفات پا گئے۔

پس جسطرح حضرت صدیق اکبرؓ کے اس خطبہ کے متعلق اعداء صحابہ کا یہ کہنا کہ (معاذ اللہ) اسمیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپکے منصب عظیم کی تنقیص ہے" ایک کھلی شیطنت ہے، اسی طرح حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب محیط یا علم جمیع ماکان و مایکون کے انکار اور آپکی بشریت کے اثبات کی وجہ سے علماء اہلسنت کے متعلق اہل بدعت کا یہ پروپیگنڈا کہ معاذ اللہ یہ لوگ حضور کی توہین و تنقیص کرتے ہیں" ایک کھلی ضلالت بلکہ نہایت ذلیل شرارت ہے،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵

۱۸

حضور آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اوصاف اور واقعی کمالات کا انکار بیشک آپکی تنقیص اور انتہا درجہ کی بے ایمانی ہے، اور آپکی اہانت بلکہ آپکی شان اقدس میں ادنیٰ گستاخی کفر اور اشد کفر ہے لیکن تصریحات کتاب وسنت کے خلاف ارباب ضلالت آپکی ثنا میں جو افراط اور غلو کریں اوسکا رد و انکار عین ایمان اور فریضۂ اسلام ہے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے۔

یحمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ	ہر قرن کے عادل اور ثقہ لوگ اس علم دین کے حامل ہونگے
ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال	جو غالیوں کی تحریفات، اہل باطل کے غلط دعاوی اور
المبطلین وتاویل الجاہلین،	جاہلوں کی بیجا تاویلات کو اوس سے رد کرینگے،

(رواہ البیہقی فی المدخل مرسلا)

پس اہل بدعت کے غالیانہ عقائد کے استیصال کے لئے علماء اہلسنت کی جد و جہد اسی پیشینگوئی کی عملی تفسیر اور اسی ارشاد نبوی کی تعمیل ہے، اور یہ ناچیز اس موقع پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے علم غیب کے متعلق جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اوسکا منشا اور مقصد بھی صرف یہی ہے کہ اس بارہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی صحیح تعلیمات دنیا کو پہنچا دی جائیں اور ارباب ضلالت نے اسی باب میں جو غلو اور افراط کیا ہے اوس سے بھی امت کو آگاہ کر دیا جائے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل

منشاء نزاع کی تعیین

اس مسئلہ کے معروف و مشہور دو عنوان ہیں "علم غیب" اور "علم جمیع ماکان ومایکون" اور دونوں اپنی جگہ پر مبہم ہیں، چنانچہ لفظ "علم غیب" کے تقریباً بیس ۲۰ محامل خود فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خانصاحب نے اپنی کتاب "تمہید ایمان" میں بیان کئے ہیں اور اونکے علاوہ اور بھی معنے ہو سکتے ہیں جنہیں سے بعض کا اعتقاد سب کے نزدیک کفر ہے اور بعض کا سب کے نزدیک واجب اور ضروری، اور بعض کا مختلف فیہ، علیٰ ہذا "ماکان ومایکون" کے الفاظ بھی اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے دنیا اور آخرت کی تمام کائنات کو شامل ہیں حالانکہ سب مدعیان علم غیب بھی اس عموم کے قائل نہیں جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب مفصل معروض ہوگا۔

بہرحال یہ دونوں عنوان مبہم ہیں اور بیان مراد میں ناکافی اور ان عنوانوں کے اسی ابہام کی وجہ سے خود مدعیان علم غیب کے بیانات میں بھی تعارض اور تناقض ہو گیا۔

اونمیں[۱] سے بہت سے جاہل واعظ تو اپنے وعظوں میں بلا استثنا تمام غیوب کا علم حضور کے لئے ثابت کرتے ہیں[عہ]

بعض[۲] صرف ذات وصفات خداوندی کا استثنا کر دیتے ہیں۔

اور بعض[۳] تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ کے علم محیط کے مدعی ہیں[عہ]، اور جو زیادہ تجربہ کار اور ہوشیار ہیں وہ صرف ابتدائے آفرینش عالم سے قیامت تک کا علم محیط مانتے ہیں، چنانچہ مولوی احمد رضا خانصاحب جو اس طبقہ میں یقیناً علمی برتری رکھتے ہیں اونہوں نے جہاں کہیں اس مسئلہ کی تقریر فرمائی ہے وہاں ان دونوں حدوں کو بصراحت ذکر کر دیا ہے چنانچہ "انباء المصطفیٰ"، ص ۳ پر اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے "روز اول سے روز آخر تک کا سب ماکان ومایکون" اونہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ

عہ اسی طرح عوام معتقدین بھی عام طور پر یہی اعتقاد رکھتے ہیں ۱۲ عہ مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی غالباً اسی کے قائل ہیں ملاحظہ ہو

تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا"

نیز اسی انباء المصطفیٰ ص پر بھی اونھوں نے "ماکان و مایکون" کے ساتھ "الی یوم القیمۃ" کی قید لگا دی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ

ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ماکان ومایکون الی یوم القیمۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا

"جمیع مندرجات لوح محفوظ" درحقیقت "ماکان ومایکون" "الی یوم القیمۃ" ہی کی تفسیر ہے چنانچہ خود فاضل موصوف الدولۃ المکیۃ ص ۳۳ پر فرماتے ہیں۔

وقد بین صحاح الاحادیث ان اللوح مکتوب فیہ کل کائن من اول یوم الی الیوم الآخر بل الی دخول اھل الدارین منازلھم وھو المعبر عنہ بماکان ومایکون

اور یہ بات صحیح حدیثوں نے بیان کر دی ہے کہ لوح محفوظ میں تمام وہ باتیں لکھی ہوئی ہیں جو روز اول سے روز آخر تک ہونیوالی ہیں بلکہ اہل جنت کے داخلہ جنت اور اہل نار کے داخلہ نار تک کے واقعات لکھے ہوئے ہیں اور اسکو ماکان ومایکون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نیز اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

وقد علمت ان مقصودنا احاطۃ ماکان ومایکون المثبت فی اللوح المحفوظ وھو شیٔ متناہ

تمکو ہمارے پہلے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارا مقصد صرف اس ماکان ومایکون کا احاطہ ہی جو لوح محفوظ میں ثبت ہی اور وہ ایک محدود چیز ہے

بہرحال اونکا دعوے صرف قیامت تک کے علم محیط کا ہے اوسکے بعد آخرت میں جو کچھ ہونیوالا ہے اور جنت و دوزخ میں ابدالآباد تک جو کچھ ہوگا وہ اونکے اس اصطلاحی ماکان ومایکون سے خارج ہے اور اوسکے متعلق اونکا یہ دعوے نہیں کہ وہ سب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہے۔ چنانچہ یہی فاضل بریلوی الدولۃ المکیۃ ص ۲۷ پر بتصریح فرماتے ہیں۔

ومعلوم ان ماکان ومایکون بالمعنی المذکور کہ ماکان ومایکون بمعنے مذکور جو پوری تفصیل کے ساتھ فرداً

المثبت کلہ فرداً فرداً تفصیلا تماماً فی اللوح المحفوظ لیس الا الدنیا فان الاخرۃ بعد الیوم الاخر

فرداً لوح محفوظ میں ثبت ہے وہ صرف دنیا ہی ہے کیونکہ آخرت تو قیامت کے بعد ہے۔

فاضل بریلوی کی ان تمام تصریحات سے اونکا جو مسلک منقح ہوا وہ یہ ہے کہ "ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر ہنگامہ محشر (حساب وکتاب وغیرہ) کے اختتام یا بالفاظ دیگر داخلہ جنت ونار تک کے تمام واقعات جزئیہ وکلیہ دینیہ ودنیویہ کا علم تفصیلی محیط حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا"

اور ظاہر ہے کہ یہ مجموعہ محدود بین الحدین اور محصور بین الحاصرین ہے، آفرینش عالم سے پہلے حق تعالیٰ کی ذات اوسکی شیون وصفات اور اوسکے غیر متناہی جلوے موجود تھے اونکے متعلق ان حضرات کا یہ دعوےٰ نہیں ہے کہ ان سب کا علم محیط بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہی۔ علیٰ ہذا قیامت کے بعد جنت اور دوزخ باذن اللہ تعالیٰ ابدالآباد تک آباد رہینگی، نہ جنتی فنا ہونگے نہ جنت، نہ ناریوں کا خاتمہ ہوگا نہ نار کا۔ پس وہاں ابدالآباد تک جو کچھ ہوگا اوسکے متعلق بھی اونکا یہ دعوی نہیں ہے کہ وہ سب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہی، بلکہ اونکا دعوی جیسا کہ عرض کیا گیا، "صرف ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک کے معلومات کا ہے،

اسکے بعد ایک چیز اور تنقیح طلب رہجاتی ہے کہ وہ اس علم کا حصول حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کس وقت مانتے ہیں؟ اسمیں بھی مثبتین علم غیب نے عجیب خبط کیا ہے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور جسوقت شکم مادر میں تھے اوسوقت ہی آپکو یہ ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوچکا تھا چنانچہ قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی نے اپنی کتاب "انوار آفتاب صداقت[عہ]" کے صہ ۲۳۷ پر ایک مولودی روایت یہ نقل کی ہے کہ "حضور نے فرمایا کہ لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا حالانکہ میں شکم مادر میں تھا الخ،" اور پھر اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ

(۲)

عہ اس کتاب پر ہندوستان کے اکثر مشاہیر علماء اہل بدعت کی تقریظات ثبت ہیں چنانچہ مولوی احمد رضا خانصاحب نے بھی اوسپر ایک زوردار تقریظ لکھی ہے اور اسی لئے ہم نے اس کتاب کا ذکر بیان کردیا ہو ورنہ خود کتاب کے مصنف اس جماعت کے کوئی بڑے شخص نہیں ہیں اور ہم اس کتاب میں ہر کس وناکس کے خیالات سے تعرض نہیں کرینگے۔ ۱۲

اس سے ظاہر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے خلق سے علم غیب حاصل ہے۔ لوح محفوظ اونکے روبرو لکھی گئی شکم مادر ہی میں علم غیب حاصل تھا"

اور بعض دیگر حضرات کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ اس علم کان و مایکون کا حصول شب معراج میں مانتے ہیں مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کا غالباً یہی مسلک ہے جیسا کہ الکلمۃ العلیا صـ۴۲ وصـ۹۳ کی بعض نقول سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مولوی احمد رضا خانصاحب نے یہاں بھی نہایت ہوشیاری اور مناظرانہ دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے یہ دعوے کیا ہو کہ آپکو یہ علم (ما کان و مایکون) تدریجی طور پر آغاز نبوت سے بذریعہ قرآن پاک وقتاً فوقتاً عطا ہوتا رہا اور جس روز قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا اوسی دن اس علم کی تکمیل ہوئی چنانچہ فاضل موصوف انباء المصطفیٰ صـ۴ پر فرماتے ہیں۔

اور جبکہ یہ علم (علم ما کان و مایکون الی یوم القیمہ) قرآن عظیم کے تبیاناً لکل شئی" ہونے نے دیا اور پھر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو "لم نقصص علیك" یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے "لا تعلمھم" ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفوی کا نافی نہیں"

۲۲

نیز یہی فاضل الدولۃ المکیہ صـ۲۵ پر فرماتے ہیں۔

انّ تعلیم اللّٰہ تعالیٰ لہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان بالقرآن والقرآن نزل نجما نجما ولم یکن ینزل کل وقت فصدق البعض فی الاوقات وفی المعلومات جمیعاً"	کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی تعلیم قرآن کے ذریعہ سے تھی اور قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے وقتاً فوقتاً نازل ہوا ہے اور اوسکا نزول ہر وقت نہیں ہوتا تھا پس یہ کہنا صحیح ہو کہ خفتعالیٰ نے (آپکو) بعض علوم غیب بعض اوقات میں عطا فرمائے"

فاضل موصوف کی ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے کہ وہ اس علم ما کان و مایکون کی تکمیل نزول قرآن سے پہلے نہیں مانتے بلکہ بعد نزول قرآن اسکے مدعی ہیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت کی طرف سے ابتک جو آیات اور احادیث اہل بدعت کے اس غیبیہ

عقیدہ کے خلاف پیش کی گئی ہیں اونمیں سے اکثر کا جواب مولوی احمد رضا خانصاحب نے یہی دیا ہے کہ یہ تمامی نزول قرآن سے پہلے ہیں اور اوسوقت کے لئے ہم بھی اس علم محیط کے مدعی نہیں ملاحظہ ہو "الفیوض الملکیہ حواشی الدولۃ المکیۃ" از مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی

اس تمام تحقیق و تنقیح سے معلوم ہوا کہ عوام بتدعین اور اونکے جاہل واعظوں کو چھوڑ کر مدعیان علم غیب میں جو حضرات مذہبی اور علمی ذمہ داریاں رکھتے ہیں وہ خود تین قسم کے ہیں۔

(۱) ایک وہ جو پیدائش سے بھی پہلے شکم مادر ہی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "ماکان ومایکون"، یعنی جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم ثابت کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے وہ جو شب معراج میں اس علم کے حصول کے مدعی ہیں۔

(۳) تیسرے وہ جو بعد ختم نزول قرآن حضور کے لئے اس علم کی تکمیل مانتے ہیں۔

چونکہ تیسرا قول فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خانصاحب کا ہے اور وہ اس جماعت کے امام و مقتدی اور مجدد و پیشوا مانے جاتے ہیں اسلئے ہم اونہی کے مسلک کی طرف زیادہ توجہ کریں گے نیز اسی کے ردّ و ابطال سے پہلے دونو قول خود بخود باطل ہو جائینگے اسلئے بھی اونکی طرف براہ راست توجہ کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تاہم چونکہ یہاں مسئلہ کا استیعاب مقصود ہے اسلئے بالکل نظرانداز اونکو بھی نہیں کیا جائیگا واللہ الموفق

اسکے بعد ہم مختصر الفاظ میں اس مسئلہ کے متعلق اہل سنت کا نظریہ بھی پیش کرتے ہیں۔

اہلسنت کا عقیدہ

(الف) علم ذاتی اور علم محیط تفصیلی جو بلا استثناء تمام معلومات کو حاوی ہو خواص باری تعالیٰ سے ہے اوسمیں نہ کوئی رسول شریک ہے نہ غیر رسول اور اسپر فریقین کا اتفاق ہے چنانچہ فاضل بریلوی "الدولۃ المکیہ" کی نظر ثالث میں فرماتے ہیں۔

العلم الذاتی والمطلق المحیط التفصیلی مختص باللہ تعالٰے	علم ذاتی اور علم بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے

نیز اسی کی نظر خامس میں ہے۔

لا نقول بمساواة علم الله تعالیٰ ولا نحصولہ بالاستقلال ولا نثبت بعطاء الله تعالیٰ ایضاً الا البعض	ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطاء الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع ۔ خالص الاعتقاد صـ۲۳

بہر حال علم ذاتی اور علم محیط کلی تفصیلی کا کسی مخلوق کے لئے حاصل ہونا مسلمۂ فریقین ہے ۔

(ب) حق تعالیٰ کی عطا سے بذریعہ وحی یا الہام عالم شہادت کی طرح عالم غیب کی بھی بہت سی چیزیں حقتعالٰے کے مقرب بندونکو معلوم ہو جاتی ہیں ۔ اور اسمیں انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کا حصہ سب سے زیادہ ہے اور جماعت انبیاء میں بھی خاصکر سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اس کمال میں سب سے زیادہ بلند ہے اور آپ ہی حق تعالےٰ کے بعد " فوق کل ذی علم علیم " کے مصداق ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم وشرف وکرم ،

لیکن با اینہمہ یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ آپکو

" تمام ممکنات حاضرہ و غائبہ کا علم عطا فرما دیا گیا " (الکلمۃ العلیا صـ۳)

اور یہ عقیدہ بھی صحیح نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

" تمام ماکان و مایکون الٰے یوم القیٰمۃ کا علم حاصل تھا اور ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر جنت و نار کے داخلہ تک کا کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہیں (انباء المصطفیٰ ملخصاً)

کیونکہ بعض ماکان ومایکون کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہونا نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے اوس سے اختلاف کرنا محبت نہیں بلکہ بغاوت اور ضلالت ہے ۔

اہل سنت کے اس عقیدے کا جزو اول جو ثبوتی ہے وہ تو کسی دلیل کا محتاج نہیں اور نہ کسی مسلمان کو اوس سے انکار ہے ، لہذا یہاں ہماری بحث صرف سلبی جز پر ہوگی اور اسی پر ہم اپنی کتاب کے اس حصہ میں تین بابوں کے ماتحت دلائل پیش کرینگے والمسئول من الله تعالیٰ توفیق الصدق والصواب ۔ (باقی آیندہ)

۲۳۴

کارزار عقل اور اطاعت رسول

(۴)

گذشتہ سے پیوستہ

(از جناب مولنا محمد میاں صاحب دیوبندی)

مگر خدائے قدیر کی ہستی کا اعتراف کرنے کے بعد چند سوال اور پیدا ہوتے ہیں۔

مثلاً۔ اوسکی حقیقت کیا ہے؟ کیسا ہے؟

عقلائے زمانہ نے اس سوال کے جواب میں بھی بالاتفاق کہا کہ حقیقت اور چون و چرا کے ادراک سے اوسکی ذات بالاتر ہے اور مجازی عقل عاجز اور بالکل عاجز۔ بہرحال اگر ہماری عقل ان سوالوں کا جواب نہ دیسکے۔ اور ہمارا علم ان سوالات کے جوابات کی گنجایش نہ رکھے تو چنداں مضائقہ نہیں لیکن درحقیقت مشکل سوال یہ ہے کہ"

انسان کیوں پیدا کیا گیا؟ اسکو کیا کرنا چاہیے؟ اسکا سرانجام کیا ہوگا؟

بظاہر اسکو عالم مشاہدہ کی تمام کائنات پر بہت کچھ فوقیت حاصل ہے۔ یہ عقل۔ تہذیب تمدن کا مالک ہے۔ جبکہ آنکھوں سامنے کی ساری کائنات اس سے بے بہرہ ہے اور اسکے وجود سے کسی دوسری مخلوق کا کوئی خاص مفاد بھی وابستہ نہیں تو حضرت انسان کی اس شرافت و کرامت کو دیکھتے ہوئے۔ یہ سوال اور پیچیدہ ہوجاتا ہے کہ "وہ کیوں پیدا کیا گیا؟ اسکو کیا کرنا ہے؟ اسکا انجام کیا ہوگا؟

باریتعالے اور فرشتے کیوں نہیں دکھائی دیتے؟

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے مشاہدہ سے بالا۔ صرف ذات اقدس جل و علاہی ہے یا اوسکی مخلوقات میں کچھ چیزیں اور بھی ہیں جو ہمارے مشاہدہ میں نہیں آسکتیں۔

فی الحقیقت یہ سوال نہایت معقول ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شب پرہ کہدے کہ دنیا میں ایک

درخشندہ حقیقت بھی ہے جسکو آفتاب کہا جاتا ہے۔ مگر چونکہ بیری کمزور نظر اوسکی کرن کی برداشت نہیں کرسکتی اسلئے تو اوسکو دیکھنے سے عاجز ہے۔ اب اگر شپر حقیقت آفتاب کے ماننے پر مجبور ہے تو اوسکو کسطرح جائز نہ ہوگا کہ وہ اُن حقیقتوں اور ہستیوں کا انکار کردے جو آفتاب کے نور کے سامنے رہتی ہیں۔ مگر اندھیری میں نظر نہیں آتیں

آخر دنیا کے لاکھوں کروڑوں ذرات، چمکتا ہوا پانی اور اوسکے گرداگرد درخشندہ سراب آفتاب کی کرنوں کے سامنے تو وہ طمطراق رکھتے ہیں کہ بینائی کو خیرہ کردیں۔ مگر کیا رات کی تاریکی میں جب شب پر کی آنکھ اُجالا پاتی ہے تب بھی کوئی اِن چیزونکو بلا کسی روشنی کے دیکھ سکتا ہے۔ لیکن کیا شب پر کو حق ہے کہ وہ ان تمام واقعی چیزوں کا انکار کردے۔

ہاں یہ ایک حیرت انگیز معمہ ہے۔ کہ شب پر کی آنکھ نہ معلوم کس وضع کی ہے کہ تمام ذی روح مخلوق کی آنکھ سے بالکل الگ۔

عقلائے زمانہ کہتے ہیں اور ہم تجربہ کرتے ہیں کہ جب تک اجالا نہ ہو بینائی کام نہیں کرتی۔ ایک چیز بالکل سامنے ہے مگر ہم نہیں دیکھ سکتے کیونکہ روشنی نہیں جو بینائی کے فعل کے لئے شرط تھی۔ لیکن یہ شب پر کی آنکھ جب ہی دیکھتی ہے جب نور کا نام نہ ہو۔

بہرحال شب پر کی طرح اگر ہم جلوۂ ربانی کو نہ دیکھ سکیں۔ تو بہت ممکن ہے کہ اس کائنات میں ہمارے ہی آس پاس بہت سی چیزیں ایسی بھی ہوں جن کے مشاہدہ سے بھی ہماری نگاہ اسیطرح محروم ہو جیسے شب پر کی آنکھ ذرہ یا سراب۔ یا پانی کی چمک کے دیکھنے سے محروم رہتی ہے۔

(لطیفہ) اسوقت محسوس ہوا کہ فاقد البصیرت انسان کو شپر سے ایک خاص مشابہت ہے اور اوسکا اُلٹا لٹک کر حلق کے راستہ سے فضلات کو خارج کرنا سبق آموز آنکھ کے لئے انسان کی روحانی رجعت قہقرے کی تمثیل ہے کہ نور عقل سے مشرف ہونے کے باوجود پھر اسفل سافلین میں اوندھا ہوجاتا ہے۔ اور اس شرافت عظمیٰ کو اوسی راستہ سے واپس کردیتا ہے جس سے اوسکی عطا ہوئی تھی۔ معاذاللہ (غور کرد سورہ والتین کی تفسیر میں) مقصد یہ ہے کہ اصول فطرت تو

فاطر ہستی ہی کو معلوم ہیں۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ ہماری آنکھ کچھ ایسے اصول اور ایسے طرز پر بنائی گئی ہو کہ ہم بار بنانے کی مخلوقات میں سے خاص خاص قسموں کو دیکھ سکیں۔ اور اونکے ماسوا کو نہ دیکھ سکیں مثلاً بالفرض یہ اصول ہو کہ مخصوص مادہ سے بنی ہوئی چیز جسکا حجم بھی ہو جو ایک خاص فاصلہ پر ہو وہی نظر آئے اور اوسکے ماسوا کے دیکھنے سے ہم اسی طرح قاصر رہیں جیسے ہم بہت سی وہ چیزیں نہیں دیکھ سکتے جو خوردبین کے ذریعہ سے ہمارے قرب و جوار میں ہی نظر آجاتی ہیں۔

ٹھنڈے یا باسی کھانے میں یا خراب پانی میں کوئی کیڑا نظر نہیں آتا مگر خوردبین اگر ان ہی آنکھوں کے سامنے ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیکڑوں جراثیم موجود ہیں یہ ہی فضا جو ہمارے گرداگرد ہے ہمیں اوسمیں کوئی کیڑا نظر نہیں آتا مگر ڈاکٹر صاحبان خوردبین کے ذریعہ سے بتادیا کرتے ہیں کہ فضا مسموم ہوگئی دبا کا خطرہ ہے وغیرہ وغیرہ علیٰ ہذا ہمیں نہ کوئی فرشتہ نظر آتا ہے نہ کوئی جن دکھائی دیتا ہے لیکن جنکو خدا نے چشم حقیقت افروز عنایت فرمائی ہے وہ فرشتوں سے باتیں کرتے ہیں،

شیطانوں کو پکڑتے اور گرفتار کرتے ہیں۔ جنات کے مجمعوں میں جاکر تبلیغ کرتے ہیں۔ کیونکہ اونکے پاس ایک روحانی خوردبین موجود ہے جس سے وہ سب کچھ دیکھتے ہیں ہم اوس خوردبین سے محروم ہیں تو اونکے نظارہ سے بھی محروم۔

اور روح کے متعلق تو اگرچہ اب سے ایک صدی پیشتر تک یورپ شدت سے انکار کرتا تھا مگر آج امریکہ اور یورپ اسکا اسدرجہ معترف ہے کہ اوسکا دعوے ہے کہ ارواح سے بات چیت ہوتی ہے پکڑ کر اونکو بلایا جاسکتا ہے وغیرہ وغیرہ

الحاصل یہ سوال نہایت صحیح اور بالکل بجا ہے کہ ہمارے مشاہدہ سے بالا صرف ذات اقدس جل وعلا ہی ہے۔ یا اوسکی مخلوقات میں کچھ چیزیں اور بھی ہیں جو ہمارے مشاہدہ میں نہیں آسکتیں لطف یہ ہے کہ یہ ہر دو سوال ایسے عام ہیں کہ ہر خواندہ ناخواندہ جاہل اور عالم کو پیش آتے ہیں ہر ایک کی فلاح۔ بہبود۔ نجات اور ہلاکت کا انپر مدار ہے۔

لیکن جسقدر یہ سوال نہایت اہم اور نہایت ضروری ہیں۔ اسیقدر ہماری عقل انکے جواب دینے

سے قاصر اور عاجز۔

اور بفرض محال اگر عقل جواب دے بھی تو اولاً تو وہ قیاسی۔ موجب اطمینان و یقین نہیں۔
دوم یہ کہ اوسکے جواب کی تصدیق کے لئے سیکڑوں برس کے تجربات چاھئیں۔
اِس مدت میں پیدا ہونے اور مرنے والے انسان۔ آخر کس انجام کو پہونچیں۔
اور پھر لطف یہ کہ ماحول اور سوسائٹی کا تعصب۔ کب اسکی مہلت دے کہ کسی ایک عاقل
کی عقل کے آفریدہ اور پیدا کردہ جواب کو دوسرا شخص بھی مان لے۔

ضرورت رسالت

بلا شبہ۔ یہ دونوں سوال ہر ایک انسان کی توجہ کے سب سے زیادہ مستحق ہیں اور جسطرح حیات
دنیا کی بقا اور فلاح کے لئے اوسکو خاص خاص ذریعونکی تلاش ہوتی ہے۔
اسیطرح اور بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ وہ محتاج ہے کہ ابدی حیات کے متعلق صحیح واقفیت حاصل
کرے۔ اوسکی کامیابی کا راستہ ڈھونڈے اور اوسپر نہایت تیزی سے گام زن ہو۔
مگر افسوس ہماری عقل اِن سوالات کے جواب سے قاصر تھی۔ جو جواب اوسنے پیش کیا وہ غیر اطمینان
بخش تھا۔ غیر یقینی تھا۔
بلا شبہ انسان بہت بڑے خسران میں تھا۔ وہ ایک ورطہ ہلاکت میں تختہ بند تھا۔ وہ بحر ظلمات
کے طوفان میں مبتلا تھا۔ ہاتھ پیر مار رہا تھا مگر کوئی تنکا بھی یہاں ایسا نہ تھا جسکا سہارا حاصل کر سکے۔
کامیابی تو بہت بعد کی چیز تھی اوسکے ذرائع کی موہوم شکلیں بھی اگر تصور میں آتی تھیں۔۔۔۔۔۔
تو سیکڑوں۔ شکوک اور شبہات کے تلاطم اوس نقش بر آب کو فوراً ہی لہروں اور موجوں کی نذر کر دیا
کرتے تھے۔

خدایا تیرے قربان۔ تیری رحمت کاملہ کے قربان۔ ارحم الراحمین تیری رحمت کے صدقے۔ تیری شفقت
پر سو جان سے نثار۔ ہم اعتراف کرتے ہیں تیرا علم محیط ہے تو دانائے کل اور واقف کل ہے۔ تیرا علم
ازلی اور ابدی ہے۔ تیری حکمت قدیم۔ تیرا فضل ہر خورد و کلاں کو شامل۔ تیری قسم انسان خسران

میں تھا۔'' نقصان عظیم میں تھا۔ اگر تیرا فضل عمیم اوسکی طرف سبقت نہ کرتا۔

بلاشبہ تونے عہد الست کے دوران میں اپنی ربوبیت کا اعتراف کرانے کے بعد جنت کو دوزخ کو۔ ملائک کو۔ عرش وکرسی۔ عذاب وثواب۔ برزخ۔ اور ملاء اعلیٰ کو انسان کی نگاہ سے محجوب کرا دیا۔ خود اپنی ذات وراء الوراء نورجبت۔ اور صفات قدسیہ کے جلوونکو بھی۔ ہزاروں لاکھوں جلال وجبروت کی نورانی قناتوں میں چھپا لیا۔

تیری حکمت بالغہ۔ قدرت کاملہ۔ کے فرط کمال نے جملہ اغراض سے بے نیازی اور برتری کے ساتھ اوسی طرح جس طرح۔ تیری مخلوق کا عنفوان شباب۔ بلاکسی غرض کے محض تیرے وضع کردہ قانون فطرت کے بموجب ایک خاص جوبن۔ خاص ناز۔ خاص انداز۔ دلکش نزاکت۔ دلفریب رعنائی۔ دلربا کرشمے۔ ہوش ربا ادائیں۔ پیدا کر دیتا ہے۔

ہاں جسطرح شاعر کی قوت شعریہ۔ محض اوفناد طبع کے بموجب خود بخود شعر گوئی کی قوت کو آشکار کر دیا کرتی ہے۔

اور ہاں جسطرح آفتاب کا فطری نور۔ بلاکسی غرض کے محض تیری پیدا کردہ فطرت کے باعث نور بیزی کرتا ہے۔ چاند ضیا پاشی کرتا ہے۔ تارا چمکتا ہے۔ سمندر لہریں مارتا ہے۔ زمیں اپنی قوت نامیہ کے تقاضے کے بموجب تیری غیر متبدل سنت کے مطابق سبزے کی انوکھی چادر چہرے پر تانکر جھومتی ہے۔ اور جسطرح درخت اپنی بالیدگی پر بلاکسی ذاتی غرض کے صرف تیرے اصول خلق کے بموجب نازک پھولونکا زیور پہن لیتا ہے۔ قدرتی مشک سے معطر ہوتا ہے۔ دنیا کو مہکاتا ہے۔ پھر پھل لاتا ہے اور پھر جسطرح پھل بلاکسی غرض کے بلاکسی اپنے ذاتی فائدہ کے۔ محض کمال ظاہر کرنے کے لئے تیرے وضع کردہ نیچر کے بموجب اپنے اندر خاص ذائقہ لاتا ہے۔ خدایا اسیطرح۔ نہیں ان تمام تشبیہات سے بالاتر بلاکسی ذاتی منفعت۔ ذاتی غرض کے محض بتقاضائے کمال قدرت۔ یا کسی اور مصلحت اور حکمت کی بنا پر جس سے تو ہی واقف ہے (تیرا ناکارہ بندہ جو یہ مضمون لکھ رہا ہے اوس سے واقف نہیں) تونے یہ چاہا کہ جسطرح ایک ایسی مخلوق پیدا کرے جو مادہ شر سے پاک ہو جسکو ملائکہ کہا جائے۔

ایک ایسی مخلوق پیدا کرے جو مادہ شر سے بھری ہوئی ہو۔ اوسکو شیاطین کہا جائے ایک مخزن راحت وعیش بنائے جسکا نام جنت ہو۔ ایک خزانہ رنج والم بنائے جسکا نام دوزخ ہو۔ وغیرہ وغیرہ اسیطرح ایک ایسی مخلوق پیدا کرے۔ جو مجموعہ ہو خیر وشر کا اوسکا نام انسان ہو۔ پھر اوسکو اپنا خلیفہ بناکر عالم سفلی میں بھیجے۔ اور ملاء اعلیٰ کی تمام کائنات کو اوس سے مخفی رکھکر۔ اوسکو تحصیل کمالات کا موقعہ دے۔

اگر وہ کمالات خیر حاصل کرے تو ہمیشہ کے لئے مخزن راحت وعیش یعنی جنت میں اوسکو ٹھکانا دیا جائے۔ ورنہ دوزخ یا اعراف میں اوسکو رکھے۔ مختصر یہ کہ انسان کو خیر وشر کی طاقت عطا فرما کر دار امتحان۔ دار ابتلا۔ یعنی دنیا میں بھیجا

توخداوندا تیری قدرت کاملہ۔ رحمت عامہ نے جسطرح اوسکو عقل کا نور عنایت فرما دیا تھا اوس سے زائد احسان اوسپر یہ کیا کہ اوسکی تربیت رسالت اور نبوت کے سایہ میں کی۔

ربوبیت اور رسالت کے عہد بیشک تو نے جسطرح اپنی خدائی اپنی ربوبیت پر عہد لیا تھا۔ اسی طرح تو نے انبیا علیہم السلام کی رسالت اور نبوت پر بھی عہد لے لیا تھا۔ ہماری روحوں نے آجتک ان دونوں عہدوں کو فراموش نہیں کیا،

ہاں البتہ عقل کے غرور نے ہماری آنکھ پر ایک چشمہ چڑھا دیا۔ جسکے شیشے سوسائٹی کے چکنے رنگ سے بالکل چکیٹ ہو گئے تھے۔

اس چشمے نے بعضوں کی نگاہ کو تو بالکل ہی اندھا کر دیا۔ کیونکہ فرط غرور کے باعث اونکی عینک کے شیشے پہلے ہی سے ردی ہو گئے تھے۔ جنکو سوسائٹی کی چکنی رنگت نے بالکل ہی بیکار کر دیا۔

بعض لوگ وہ ہیں کہ اونکے چشمے کے آئینے پہلے سے تو خراب نہیں۔ البتہ سوسائٹی کی چکنی رنگت کے باعث اونکو دھندلا نظر آتا ہے۔ کچھ کا کچھ سمجھتے ہیں۔

چنانچہ جسطرح انسان کچھ قدرتی طور پر تیری خدائی کا اعتراف کرتا ہے۔ اسی طرح خداوندا وہ رسالت کا بھی معترف ہے۔ اوسکی روح نے اوسکو فراموش نہیں کیا۔ مگر صرف آئینے کی چکناہٹ اور زنگ کے باعث

کبھی سمجھا کہ نبی کے جامے ہیں تو خود آگیا۔ کبھی خیال کیا کہ نبی ریفارمر ہے۔ اسنے نبی اور ڈاکٹر یا حکیم میں کوئی فرق نہ محسوس کیا نبی کو افلاطون۔ بطلیموس۔ ارسطو۔ نیوٹن وغیرہ سے ممتاز نہ کر سکا۔

کسی کا چشمہ ایسا خراب ہوا کہ رسول کو معاذ اللہ انسانیت ہی سے الگ کر دیا کہنے لگا کہ رسول کو بشر مت کہو۔ وغیرہ وغیرہ

بہر حال ایسی ہستیوں کا اعتراف سب کو ہے۔ جو خدا کی طرف سے خدا کا پیغام لیکر آئیں اگرچہ اونکی شخصیت اور حیثیت میں لوگوں نے ٹھوکریں کھائیں ہوں۔

انسانیت اور رسالت کے ارتقائی مراتب

مختصر یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ازل ہی سے انسان کے دو پیچیدہ سوالوں کا حل کرنے کے لئے ایک سلسلہ قائم فرما دیا تھا جسکا نام رسالت اور نبوت ہے۔

پھر جبکہ انسان سے عالم بالا کی جملہ کائنات کو محجوب رکھتے ہوئے مرضی الٰہی یہ تھی کہ انسان کسب کمالات کرے تو لامحالہ حکمت الٰہی نے یہ رتبہ علیا انسان ہی کو عطا فرمایا۔

اس فریضۂ عظمیٰ کی ادائیگی کے لئے فرشتوں کو منتخب نہ فرمایا گیا۔ کیونکہ پھر ایمان بالغیب نہ رہتا علاوہ ازیں ایکو جہ یہ بھی تھی کہ رسول یا نبی نہیں بلکہ ہر ایک مبلغ کے لئے سب سے پہلے اصولی چیز یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کا مزاج شناس ہو جنہیں تبلیغ کر رہا ہے ملائک اول تو مادۂ فکر سے خالی تھے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں ناکامیاب ہو چکے تھے۔

علاوہ اسکے انسان کے مزاج شناس نہ تھے۔ اِن سب سے بڑھکر یہ کہ ضرورت ہے کہ انسان کی اون جملہ امور میں اصلاح کیجائے جو اوسکو اس زندگی میں پیش آتے ہیں۔ فرشتے اس سے یقیناً قاصر تھے۔ یقیناً وہ انسان تک خداوندی احکام کسی صورت سے پونہچا دیتے۔

لیکن جن چیزوں کا تعلق بالخصوص انسانی مادہ سے ہوتا اُن پر عمل کرکے دکھانے سے یقیناً قاصر تھے مزید براں سلطانی فرامین اصول کی تعلیم دیا کرتے ہیں اونکے کلام میں تفصیلات نہیں ہوتیں۔

کچھ فطرت اس ہی طرح واقع ہوئی ہے کہ جیسے ذات سلطان ہر ایک کی دسترس سے بالا ہوتی ہے ایسے ہی سلطانی کلام بھی ہر ایک کی مالیدگی سے بالاتر ہوتا ہے۔

فرشتے جب مادی اُمور کی کیفیت ہی سے ناواقف ہوتے تو احکم الحاکمین کے سلطانی کلام کی تفصیلات سے بھی یقیناً عاجز رہتے۔

مثلاً کھانا پینا یا سلسلہ نکاح وہ چیزیں ہیں جو حیوانی مادہ سے ہی مخصوص ہیں۔ ان امور کے متعلق جو کچھ ارشادات ہوتے اونکی ادائیگی میں اول تو فرشتوں کی مثال محض گراموفون جیسی ہوتی۔ جیسا بھر دیا گیا ویسا سنا دیا گیا۔ تفصیلات کا احساس ہی نہیں۔ غور و فکر کی استعداد فطری طور پر انسان سے ناقص علاوہ ازیں ان اُمور پر عمل کر کے دکھانا اونسے محال تھا۔ ادھر طبیعت انسانی ہر چیز میں نمونہ کی خواہاں۔ (باقی آیندہ)

دعوت عمل

(از جناب مولانا ضیاء الحسن صاحب ضیاء لدھیانوی)

مسلماں دل سے گر سچا مسلماں ہو نہیں سکتا　　تو پھر وہ مستحق فضل یزداں ہو نہیں سکتا
اگر کامل کتاب اللہ پہ ایماں ہو نہیں سکتا　　تو محشر میں کوئی بخشش کا ساماں ہو نہیں سکتا
جو حبل اللہ کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑے گا　　وہ کفرستانِ عالم میں پریشاں ہو نہیں سکتا
کیا ہے دولتِ ایماں نے جسکا قلب مستغنی　　زمانے میں کبھی وہ تنگ داماں ہو نہیں سکتا
اگر ملت کے فرزندوں کی ذہنیت ہی مردہ　　نجات ملت بیضا کا ساماں ہو نہیں سکتا
ضرورت ہے کہ برقِ قلب مسلم جوش میں آئے　　چراغِ دیں بجز اسکے فروزاں ہو نہیں سکتا

بنائے خضر رہ گر روشنی تعلیم قرآں کی
ضیا کے سامنے باطل درخشاں ہو نہیں سکتا

تاریخ میلاد

(۵) گذشتہ سے پیوستہ

یہ تو زمانہ گذشتہ کی مجالس میلاد کا خاکہ تھا، اب ذرا زمانہ موجودہ کی مجالس میلاد کا بھی نقشہ ملاحظہ ہو۔ نفس ذکر ولادت جو پہلے عام اور مطلق تھا اسکو اخیر چھٹی صدی یا شروع ساتویں صدی ہجری میں مقید کیا گیا جیساکہ مولوی عبدالسمیع صاحب نے لکھا ہے کہ

"یہ ذکر پاک بسکہ موجب فرحت و سرور تھا اسمیں بعض سامان سرور مثل زینت مجلس اور استعمال بخور و عطریات اور اطعام طعام و شیرینی و اجتماع اخوان و خلان بھی داخل اور شامل ہو گئے" انوار ص ۱۵۳

"اس عمل کو تخصیص دیگئی ساتھ مہینہ مبارک ربیع الاول کے ہر چند وہ تذکرہ روال اسما تو قدیم سے یعنی وقت صحابہ سے چلا آتا تھا لیکن یہ سامان فرحت و سرور کرنا اور اسکو بھی مخصوص شہر ربیع الاول کے ساتھ اور اسمیں بھی خاص وہی بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں۔ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ سات سو برس سے مولد شریف نکلا ہے اسکے یہ معنیٰ کہ بعض خصوصیات کے ساتھ اتنے دنوں سے ہے۔" ایضاً صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰۔

اضافہ اور ترقی کی یوں ابتدا ہوئی جسکا سلسلہ برابر جاری رہا، اور اب چودھویں صدی ہجری میں اسکی تکمیل ہوئی مجلس میلاد کا رواج غالباً افغانستان میں نہیں ہے اور دیگر ممالک کا حال معلوم نہیں، عرب میں بھی اب سلطان ابن سعود کے وقت میں پتہ نہیں کہ مولود ہوتا ہے یا نہیں اور ہوتا ہے تو کیونکر، ہاں اسقدر پہلے معلوم ہے کہ ہوتا تھا اور اتنی سادگی و بے تکلفی سے ہوتا تھا کہ آج ہندوستان میں اگر کوئی ویسا مولود کرے تو وہ یقیناً وہابی کہا جائے گا۔ وہاں کے مولود کی بابتہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ نے لکھا ہے کہ

"شیرینی کبھی اثنائے مولد خوانی میں اور کبھی بعد مولد خوانی کے تقسیم ہوتی ہے" مجموعہ فتاوے ج ۱ ص ۳۳۹

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ نے اپنے وعظ "شکر النعمہ بذکر رحمۃ الرحمۃ" میں اسکی حکایت یوں کی ہے کہ

"اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ہندوستان کے لوگونکو اہل عرب کے فعل سے استناد کرنیکا کوئی حق بھی نہیں کیونکہ وہ لوگ ان قیود کے اس قدر پابند نہیں ہیں، اگر اتفاق سے مجمع ہوگیا تو مجمع میں ذکر رسول ہوگیا اور کہیں مجمع کی بھی قید نہیں، دو چار آدمی کھانا کھانے بیٹھے جی چاہا کہ حضور کا ذکر سنیں ایکدوسرے سے کہتا ہے یا مولانا المولد الصغیر یعنی مختصر طور پر حضور کا ذکر میلاد تو سنا دو، اس نے مولد مختصر سنا دیا پھر کھانا شروع کردیا اگر مجمع میں میلاد کا ذکر ہوا تو مٹھائی وغیرہ کے وہ ایسے پابند نہیں، ایک شخص مٹھائی تقسیم کرنے اٹھتا ہے جہانتک تقسیم ہوگئی بانٹ دی جب ختم ہوگئی صاف کہدیا خلاص کہ بس جا و ختم ہوگئی، نہ صاحب خانہ کو اسکا خیال ہوتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے میری ناک کٹے گی، نہ ان لوگوں کو کچھ خیال ہوتا ہے جنکو مٹھائی نہیں ملی کہ دیکھو ہم مٹھائی سے رہگئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجمع صرف ذکر رسول کے لیئے اکھٹا ہوا تھا مگر خوش طبعی کے لیئے مٹھائی بھی تقسیم ہوگئی، یہ نہیں کہ مجمع کی علت غائی صرف مٹھائی ملنا ہو جیسا کہ ہندوستان میں ہے کہ صاحب خانہ جب دیکھتا ہے کہ لوگ بہت جمع ہوگئے اور مٹھائی کم ہے تو فوراً ایک آدمی کو مٹھائی کے لیئے چلتا کرتا ہے اور مولود خواں سے اشارہ سے کہدیتے ہیں کہ ذرا کوئی غزل گائی شروع کردو ابھی مٹھائی نہیں آئی، اب مولود تو ختم ہو چکا تھا مگر مٹھائی کے واسطے گلا پھاڑ پھاڑ کر مولود خواں صاحب غزلیں گا رہے ہیں جس سے سننے والے بھی سمجھ جاتے ہیں کہ یہ سارا جوش وخروش مٹھائی کے اشتیاق میں ہے اور جہاں وہ مٹھائی آئی سارا جوش ختم ہوا۔ بھلا ان لوگونکو اہل عرب کے فعل سے استناد کرتے ہوئے شرم نہیں آتی، وہ اللہ کے بندے مٹھائی کے واسطے مجلس میں جمع نہیں ہوتے نہ صاحب خانہ ہی کو اسکا اہتمام ہوتا ہے نہ آنیوالوں کو اسکا خیال ہوتا ہے الخ۔" صفحہ ۹

۳۳

یہ سادگی و بے تکلفی نہ پہلے سلطان اربل کی مجلس مولد میں تھی، نہ اب ہندوستان کی محفل مولد میں ہے بلکہ سچ پوچھیے تو بیہودہ تخصیصات اور تکلفات میں ہندوستان کی مجلسیں سلطان اربل کی مجلسوں پر بھی فوقیت لے گئیں۔ یہ سچ ہے ایک وقت وہ بھی تھا جیسے علامہ ابن جوزی نے لکھا ہی کہ

"(ترجمہ) اہل حرمین و مصر و یمن و شام اور عرب کے مشرقی مغربی شہروں کے آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مولد میں جمع ہوتے ماہ ربیع الاول کا چاند دیکھکر خوشیاں مناتے ہیں غسل کرکے اچھے کپڑے پہنتے ہیں طرح طرح کی زینتیں کرتے ہیں اور خوشبو لگاتے ہیں اور نہایت خوشی سے فقراء پر صدقہ کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مولد شریف سننے کے لئے اہتمام بلیغ کرتے ہیں الخ" درالمنظم صہ ۸۵

یا مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحنے خود اپنا سالانہ معمول بیان فرمایا ہی کہ

"باقی ماندہ مجلس مولود شریف پس حالش این ست کہ بتاریخ دوازدہم شہر ربیع الاول ہمیں کہ مردم موافق معمول سابق فراہم شدند و در خواندن درود مشغول گشتند فقیر می آید اوّلا بعضے از احادیث فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مذکور میشود بعد ازاں ذکر ولادت باسعادت و نبذے از حال رضاع و حلیہ شریف و بعضے از آثار کہ درین اوان بظہور آمد بمعرض بیان می آید پستر بر ماحضر از طعام یا شیرینی فاتحہ خواندہ تقسیم آن بحاضرین مجلس میشود و علاوہ برآں زیارت موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز معمول قدیم است"

منقول از درالمنظم صہ ۸۹

لیکن امام ابوشامہ، حافظ ابن حجر، علامہ جلال الدین سیوطی، ملا علی قاری، حافظ سخاوی، ابن جزری، شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہ یا یہ ہر دو بزرگوار اگر آج موجود ہوتے اور ہندوستان کی عام مجالس میلاد میں اپنی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے جسے ہم نے یا اوروں نے بچشم خود دیکھا ہے تو وہ یقیناً وہی کہتے جسکی بدولت ویسے ہی وہابی کہے جاتے جیسے مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی نے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

کو رسالہ البیا قوتہ الواسطہ میں وہابیوں کا آقا، پیشوا، خداوند دولت وغیرہ وغیرہ اور مولانا فضل رسول صاحب بدایونی نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو رسالہ بوارق محمدیہ صہ ۳۲ میں وہابیت کا بیج بونے والا، شاہ عبدالعزیز صاحب رح کو اسکا چھپانے والا، مولانا اسمٰعیل شہید رح کو اسمیں پانی دینے والا فرمایا ہے۔

ہندوستان میں اکثر جگہ کی مجلسیں میں نے جتنا دیکھا ہے اگر سب کا حال لکھوں تو ایک دفتر ہو جائے۔ لہذا میں اپنا و نیز دوسرونکا بس اتنا مشاہدہ پیش کرتا ہوں جو اسکی عام ہیئت کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے کافی ہوگا۔

سنہ ۱۹۱۹ء میں جبکہ میں بمبئی میں مقیم تھا وہاں تین قسم کا مولود دیکھا۔ ایک اعلیٰ درجہ کا جو اپنی زینت و شوکت کے اعتبار سے نہ صرف حدّ اسراف میں داخل ہوتا ہے بلکہ اسکی ظاہری زینت اور غیر شرعی حیثیت کو دیکھکر نعوذ باللہ ہنود کی مشرکانہ تقریب کا دھوکا ہوتا ہے۔ دوسرا اوسط درجہ کا جو بناوٹ و سجاوٹ میں اعلیٰ درجہ سے کچھ کم ہوتا ہے تیسرا ادنیٰ درجہ کا جو عام طور پر اکثر روزانہ گلی کوچوں میں ہوا کرتا ہے۔ یہ عجیب قسم کا مضحکہ خیز مولود ہوتا ہے، شام ہی سے سڑک کے ایکطرف پٹری پر ایک تخت اور اسکے چاروں طرف معمولی درجہ کا مختصر سا فرش بچھ جاتا ہے، بعد مغرب پڑھنے والو کی متعدد جوڑیاں آجاتی ہیں جو تخت پر بیٹھکر باہم مقابلہ کرتی ہیں، وسط چوکی پر لالٹین اور سامنے غزل کی کوئی مطبوعہ کتاب یا قلمی بیاض ہوتی ہے اور ایکدوسرے کے بالمقابل بیٹھکر اس انداز سے غزلخوانی کرتے ہیں کہ سننے والیکو بجز آواز کے مضمونکا بالکل پتہ نہیں چلتا، بس معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پاگل ہے جو مہمل الفاظ الاپ رہا ہے، چند سامعین ادھر اودھر بیقاعدہ بیٹھے لیٹے باتیں کرتے رہتے ہیں اور قاری اور سامعین وہیں چا نوشی کرتے اور بے تکلف بیڑی بھی پیتے جاتے ہیں۔

غیر جگہ کے ہم جیسے نو وارد آتے جاتے دیکھکر ہرگز نہیں تمیز کر سکتے کہ یہ مولود کی مجلس ہے، خدا خدا کرکے نصف شب یا آخری رات میں جب قیام کرتے ہیں اور اسمیں یا نبی سلام علیک کی صدا بلند ہوتی ہے تو آس پاس کے سوتے آدمی آنکھیں ملتے ہوئے آگر دست بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر بعد تقسیم

شب میں یہ مشغلہ ختم ہوجاتا ہے اور اب مولود خواں گھر جاکر ایسے سوتے ہیں کہ فجر کی نماز بھی کھا جاتے ہیں نیز عموماً اونکی ظاہری حالت ایسی ہوتی ہے کہ کوئی اونہیں دیکھکر مسلمان بھی نہیں کہہ سکتا جب قاری کا یہ حال ہوتا ہے تو بیچارے سامعین کا خدا ہی حافظ ہے۔

مدرسہ قرآنیہ واقع جامع مسجد جونپور میں عرصہ ہوا جبکہ میں قرآن حفظ کرتا تھا جامع مسجد میں جو طولاً وعرضاً تقریباً جامع مسجد دہلی کی برابر ہے، ایکمرتبہ مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رامپوری مدرس مدرسہ حنفیہ جونپور کے زیرانتظام واہتمام بڑے دھوم دھام سے مولود ہوا تھا، اندر باہر پوری مسجد کو غالباً ایک لاکھ سے زیادہ چراغوں سے اسطرح زینت دیگئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا یہ پتھر کی عالیشان شاہی عمارت چراغوں ہی کی بنی ہوئی ہے، سامعین سے زیادہ تماش بین تھے بہت مجمع تھا، مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم نے بیان فرمایا، قیام کیا مگر سلام وہیں کے چند اور مولود خوانوں نے باہم آواز ملاکر پڑھا تھا۔ ختم کے بعد یاد نہیں کہ کیا چیز تقسیم ہوئی تھی مگر اتنا ضرور خیال ہے کہ وصولی حصہ کے لیے پرلطف کشمکش تھی مولانا ہدایت اللہ خانصاحب مرحوم مدرسہ حنفیہ میں خود بھی سال میں کئی بار مولود کرتے تھے، مگر ان میں سے ربیع الاول کے دو مولود خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ایک مولود شب ولادت کے ابتدائی حصہ میں کرتے تھے، چراغاں حد اسراف تک ہوتا تھا۔ بیان میں ذکر ولادت وغیرہ کے ساتھ بعض دفعہ میں نے ردّ وہابیہ سنا۔ دوسرا مولود پچھلی رات کو صبح صادق یعنی عین ولادت کے وقت مولانا نامعلوم کس خاص عقیدہ کے ماتحت کرتے تھے، اسوقت خاص مجمع ہوتا تھا اسمیں پہلی رات کے مولود کی طرح نہ چراغاں ہوتا تھا نہ اتنا شور و غل۔ مولانا پہلی رات کے مولود کی طرح رجب میں رجبی بھی بڑی دھوم سے کرتے تھے، بعد کو عشرہ محرم میں شیعوں کے مقابلہ میں عیدگاہ میں سنیونکی علیحدہ مجلس بھی کرنے لگے تھے، انکے بعد بھی ان مجالس کا سلسلہ جاری ہے، چنانچہ اسی زمانہ میں ایکمرتبہ رجبی میں اور ایک مرتبہ عشرہ محرم میں مجھے بھی بیان کرنیکا اتفاق ہوا ہے، لیکن پچھلی رات کی مجلس مولد شاید مولانا مرحوم ہی کی جدت تھی اور غالباً انہیں کے دم کے ساتھ جونپور میں وہ بھی ختم ہوگئی۔

جونپور ہی کا ابھی حال کا واقعہ ہے کہ کئی سال تک بارہ ربیع الاول کو اسطرح مولود ہوتا تھا کہ اسکے

کارکن ہفتوں پہلے اسکی تیاری میں مصروف ہوجاتے تھے، تاریخ معینہ پر دنکو شہر کے ایک خاص مقام سے باجے گاجے کے ساتھ بایں شان جلوس نکلتا تھا کہ قطار بقطار بہت سے "کیف خلقت" (اونٹ) ہوتے تھے، جتنی انجمنیں ہوتیں سب کی طرف سے الگ الگ ایک ایک جماعت اپنی اپنی امتیازی شان کے ساتھ خاص خاص انداز سے شعر خوانی کرتی تھی، چھوٹے بڑے بہت سے جھنڈے اور جھنڈیاں بھی ہوتی تھیں، ساتھ خلقت کا ہجوم ہوتا تھا، راستہ میں بعض لوگ سبیل محرم کی طرح شربت بھی پلاتے تھے، اسروز شہر میں عجب ہلچل ہوتی اور لوگوں کو یہ کوشش بھی کرتے دیکھا کہ رنڈیاں تک اپنے ہاں چراغاں کر کے اظہار فرحت و سرور کریں، وہ جلوس اسی دھوم دھام سے قریب عشا اس مقام پر پہونچتا جہاں مجلس میلاد کا انتظام ہوتا پھر مولود ہوتا، غرض یہ میلہ اسطرح مجلس مولد پر ختم ہوتا تھا۔ اب کسی وجہ سے جلوس تو نہیں نکلتا مگر مولود ہوتا ہے وہ بھی وہاں نہیں جہاں پہلے ہوتا تھا بلکہ مسجد اٹالہ میں ہوتا ہے اور انجمنوں کی طرف سے چار یاری نظمیں بھی وہیں پڑھی جاتی ہیں، یہیں اسی سلسلہ میں ایکمرتبہ مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی بھی مولود پڑھنے آئے تھے، میں نے دیکھا بڑا مجمع تھا اول نظمیں پڑھی گئیں لوگ جمے رہے، پھر انکا بیان ہوا لیکن انکے بیان میں رفتہ رفتہ لوگ اُٹھنے لگے اور اخیر میں بہت کم لوگ رہگئے درحقیقت یہ قصور اُن حامیان میلاد کا ہے جنہوں نے میلاد کے نام پر لوگوں کا ذوق خراب کر دیا ہے اور وہ اب بجائے وعظ اور مضامین صحیحہ کے گانے کے شائق ہو گئے ہیں"۔

ابن جزری نے کہا تھا کہ نصارے کی عید میلاد مسیح کے مقابلہ میں مسلمانوں کو بھی عید میلاد نبی کرنا چاہیے مولوی عبدالسمیع صاحب کے قول کے مطابق ملوک مصر و اندلس و مغرب نے ایسا کر ہی ڈالا اور میں نے جونپور میں جلوس والا مولود شیعوں کے مقابلہ میں اور مرزاپور میں ہنود کے جنم اسٹمی کے مقابلہ میں مجلس بھی مولود ہوتے دیکھا ہے۔

مرزاپور ہی کا واقعہ ہے کہ خاص بھرت ملاپ کے دن ایک محلہ میں مولود تھا، مقام مولود کو اہل محلہ نے اس طرح غیر شرعی طریقہ سے سجایا تھا کہ میرے ایک دوست عبدالحی خاں (حامی میلاد) جب اُدھر سے گذرے تو انہیں دیکھکر جنم اسٹمی کا شبہ ہوا مگر دریافت کرنے پر ان کو پتہ چلا کہ مولود کی تیاری ہو

کانوں پر ہاتھ رکھکر نہایت افسوس و ندامت کیساتھ وہ مجھ سے کہنے لگے کہ دیکھئے، اِن مسلمانوں نے ہندوؤں کے جنم اسٹمی کو بھی مات کر دیا۔

حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی نے "وعظ النور" میں فرمایا ہے کہ "بعض لوگ محض اسلئے مولود کراتے ہیں کہ اسکی بدولت کسی تقریب میں رونق ہو جاویگی چنانچہ کانپور میں ایک صاحب نے اپنے لڑکے کی شادی کی اور اسمیں ناچ کرانا چاہا لیکن چونکہ بعض احباب اِن کے ایسے بھی تھے کہ وہ ناچ میں شریک ہونا پسند نہ کرتے اس ضرورت سے رونق مجلس پوری کرنے کو اُنہوں نے مولود بھی کرایا چنانچہ پہلے مولود ہوا اور اگلے دن اسی جگہ رنڈی کا ناچ ہوا" صہ ۸۹

مجلس میلاد جب ایجاد ہوئی تھی اسوقت میلاد خواں غالباً مرد ہی ہوتے تھے اور مرد ہی مجلس مولد بھی کرتے تھے، آجکل کی طرح نہ جاہل مولود پڑھتے تھے، نہ وہ مولود خوانی کو بطور پیشہ کرتے تھے، اور مولود شریف بھی آٹھویں یا بارہویں ربیع الاول کو ہوتا تھا مگر اب اسمیں یہ ترقی ہوئی کہ، عورتیں بھی مولود پڑھنے اور کرنے لگیں۔ مولود خوانی کو پیشہ بنا لیا گیا، ربیع الاول کی اور تاریخوں، نیز دیگر مہینوں میں مولود ہونے لگا، ہاں آٹھویں کو نہیں، صرف بارہویں کو اظہار اعتقاد اور دھوم دھام کے لئے عموماً مخصوص کر لیا گیا اور اب تو اس تاریخ میں رسم میلاد کو کہیں یوم النبی، کہیں عید میلاد النبی کے نام سے عالمگیر عید بنانے کی بھی کوشش ہونے لگی ہے۔

قادیانیوں نے اسمیں ایک اور جدت کی ہے کہ کئی سال سے ہر سال کسی انگریزی مہینہ کی خاص تاریخ میں اسکو سیرۃ النبی کے نام سے عام رواج دینا شروع کیا ہے اور عموماً مسلمان اس قادیانی تحریک کو قبول بھی کرنے لگے ہیں، چنانچہ بلیا کے جلسہ سیرۃ النبی میں ایک مرتبہ میں بھی بیان کرنے گیا تھا، اس کے بعد ہی غور کرنے پر سمجھ میں آگیا کہ اس پردہ میں منکر ختم نبوت فرقہ قادیانی، اہل اسلام میں اپنے کو ہر دلعزیز بنا کر اپنا باطل مذہب پھیلانا چاہتا ہے تو ایسے جلسوں میں جانا بند کر دیا۔

خدا کا شکر ہے کہ میرا خیال صحیح نکلا اور واقعہ کشمیر نے اس راز کو طشت از بام کر دیا۔ خصوصًا پنجاب کے مسلمان چوکنے ہو کر قادیانی اثر سے سیرۃ النبی کے جلسوں کو پاک کرنے کی کوشش کرنے لگے دیگر صوبوں کے مسلمانوں کو بھی خدا ایسی توفیق دے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ نے بھی انہیں سے بعض باتوں کو بیان فرمایا ہے چنانچہ وہ اپنے وعظ السرور میں فرماتے ہیں۔

"ہم نے یہاں تک دیکھا ہے کہ ہندوؤں کے یہاں اور رنڈیوں کے یہاں مروّج مولد شریف ہوتا ہے" صـ۱۸

"میرے پاس ضلع رہتک سے ایک صاحب کا خط آیا اسمیں لکھا تھا کہ یہاں ایک بی بی ہیں جنکا نام بوبو ہے . . . یہاں وہ بی بی مولد شریف پڑھتی ہیں اور انکا کچھ نذرانہ بھی مقرر ہے اور ایک نئی بات یہ ہے کہ عید بقر عید کی نماز بھی عورتوں کو پڑھاتی ہیں" صـ۲۰

"چند روز سے اسمیں ایک اور ترقی ہوئی ہے کہ اس دن عید منانے لگے ہیں اور اسکا نام رکھا ہے عید میلاد النبی" صـ۲۹

"افسوس ہے کہ بعض مقامات پر محض عید میلاد النبی کے منانے کو مٹھائی کیواسطے چھ سو روپیہ کا چندہ ہوا . . . پھر غضب یہ کہ اس چھ سو روپیہ کو مٹھائی میں بھی صرف نہیں کیا بلکہ اس سے مسجد کو سجایا گیا جسمیں بیان تھا اور سجایا بھی ہندوؤں کے طرز پر اسمیں ایک چھتر بنایا گیا جھاڑ لٹکائے گئے بہر حال اس مسجد کو ایسا بنایا جیسا معلوم ہو کہ کسی ہندو نے اپنے گھر کو سجایا ہے" وعظ النور صـ۳۹

غور فرمایا جائے کہ اسکو اسلام کی فطری سادگی سے کیا نسبت ہے؟ کیا یہ مجالس جنمیں اغیار کی تقریبوں کی نقل اُتاری جائے اور جن سے اغیار کی تہذیب کو ترقی ہو خدا اور اسکے رسول کی رضامندی کا باعث ہو سکتی ہیں ہمارا تو خیال ہے کہ ان مجالس سے ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیحد توہین ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)

خطیب جامع مسجد بمبئی کا خوشگوار اعلان

میں نے غلطی سے کفر کے فتوے پر دستخط کر دئے

میں اس افسوسناک غلطی پر خدائے غفور و رحیم کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں

"یہ ایک حقیقت ہے کہ جس جگہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق ہوتا ہے وہاں جعلی مولویوں اور پیشہ ور واعظوں کی دال نہیں گلتی اسی لئے اپنے نذرانے سیدھے کرنے کے واسطے یہ لوگ پہلے مسلمانوں میں مذہب کے نام پر پھوٹ ڈلواتے ہیں، اونکو بکروں اور مینڈھوں کی طرح لڑاتے ہیں اور اس سر پھٹول اور جوتے پیزار کے بعد اپنی جیبیں گرم کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جس جگہ ان پیشہ وروں کا گذر ہوتا ہے ناممکن ہے کہ وہاں جنگ و جدال نہو، کچھ دنوں سے اس قماش کے چند مذہبی تاجروں نے "بمبئی" کو جولانگاہ بنا رکھا تھا، اور یہ لوگ گلے پھاڑ پھاڑ کر ہندوستان کے اکابر علماء اسلام کو "کافر"، "مرتد" بنا رہے تھے تاکہ مسلمان اُن حضرات سے بیزار ہو کر ہمارے حلقۂ عقیدت میں داخل ہو جائیں اور پھر نذرانے کچھ اچھی مقدار میں وصول ہونے لگیں، جب ان مولوی نما مفسدوں کی شرارتیں حد سے گذر گئیں اور جاہل مسلمان انکے پروپاگنڈے سے متاثر ہو کر باہم دست بگریباں ہونے لگے اور دو ایک جگہ جوتہ پیزار بلکہ سر پھٹول تک نوبت پہونچ گئی تو مجبوراً اسلامی اخبارات کو بھی ادھر متوجہ ہونا پڑا اور اونہوں نے مسلمانوں کو خانہ جنگی سے بچانے کے لئے ان مذہبی تاجروں اور دینی رہزنوں کے خلاف مضامین لکھنے شروع کئے اور انکی اس کفر ارزانی کے خلاف جہاد شروع کیا بمبئی کے مسلم پریس کی اس آواز کے جواب میں ان لوگوں نے بمبئی کے چند علماء کے نام سے ایک اشتہار بعنوان "**بمبئی کے مقتدر و مشاہیر علماء کرام اہلسنت دامت برکاتہم کا متفق علیہ فرمان واجب الاذعان**"، شائع کیا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ علماء دیوبند وغیرہ کو کافر کہنے میں صرف "مولوی حشمت علی صاحب" یا علماء بریلی ہی منفرد نہیں بلکہ ہم لوگ

بھی اونکو کافر کہتے ہیں" چونکہ اس فتوائے کفر سے لاکھوں کروروں مسلمان بلکہ مسلمانوں کے رہنما بلکہ وہ اکابر امت جو اسلام کے مایہ ناز فرزند ہیں وہ سب کافر مرتد ٹھیرتے تھے اور مسلمانوں کی وحدت ملی پر اس سے ایک کاری ضرب لگتی تھی اسلئے اعداء اسلام اور دشمنان اہلسنت نے بھی اسکی اشاعت میں کافی حصہ لیا چنانچہ میں نے بھی یہ فتوے لکھنؤ کے مشہور شیعہ اخبار "الواعظ" میں دیکھا تھا، اس کفر نیز اعلان پر منجملہ دیگر حضرات کے "جناب مولٰنا غلام محمد صاحب خطیب جامع مسجد بمبئی (دامت مکارمہم) کے بھی دستخط تھے لیکن گذشتہ مہینے جناب موصوف نے اسکے متعلق ایک مفصل بیان شائع فرمایا ہے جسمیں آپنے ان رہنمایان ملت کی تکفیر سے کامل بیزاری ظاہر فرمائی ہے اور فتوی کفر کی تصدیق کرنیمیں آپسے جو ایک نادانستہ غلطی ہوگئی اوسکا اعتراف کرتے ہوئے حق تعالے سے اوسکی مغفرت چاہی ہے۔ ہم ناظرین الفرقان کی آگاہی کے لئے اخبار "ہلال جدید" "بمبئی" سے آپکا وہ حقیقت افروز بیان بجنسہ نقل کرتے ہیں دعا ہے کہ حق تعالے تمام مسلمانوں کو ایسی ہی حق کیشی اور صداقت پرستی کی توفیق دے معصیت سے بری صرف حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں لیکن گناہ پر اصرار شیطان کی خصلت اور توبہ و انابت حضرت آدمؑ کی سنت ہے۔

ہم جناب خطیب صاحب ممدوح کو اونکی اس دینی صداقت اور اخلاقی جرأت پر تہِ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں،

(اسکے بعد قارئین کرام خطیب صاحب کا حق پرور بیان ملاحظہ فرمائیں)

(مدیر)

الحمد للہ نحمدہٗ ونستغفرہ ونتوب الیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا وحبیبنا وشفیعنا ومولانا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین ۞ اما بعد چندروز پیشتر ایک اشتہار بعنوان "بمبئی

کے مقتدر و مشاہیر علماء کرام اہلسنت دامت برکاتہم کا متفق علیہ فرمان واجب الاذعان المسلمانان اہلسنت بھو ساری محلہ بمبئی نمبر ۳ کی جانب سے شائع ہوا تھا۔ اسی اعلان پر دستخط کنندگان میں سے ایک (احقر العباد غلام محمد خطیب) بھی تھا لہذا میں اس مضمون کے ذریعہ جمیع مسلمانان بمبئی کی خدمت میں بحضور قلب و بصدق لسان اعلان کرتا ہوں کہ فرمان موصوف پر دستخط کرنے سے پیشتر میں نے ان تصانیف میں سے جنکا حوالہ اشتہار مذکور میں دیا گیا ہے کسی ایک کا بھی مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انکے اسماء سے بھی ناواقف تھا۔ کسی ادنےٰ سے ادنےٰ یا اعلیٰ سے اعلیٰ تصنیف پر اُسے بغیر دیکھے بغیر پڑھے بے سمجھے بوجھے اسکی موافقت یا مخالفت میں حکم دینا یا اسکے متعلق دوسروں کے دئے ہوئے فیصلہ کی تصدیق میں دستخط کرنا ایک ایسی غلطی ہے جسکا کسی ذی علم و فہم سے تو درکنار ایک عامی سے بھی اس کا وقوع بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں اس غلطی کا مرتکب ہوا۔ فلاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

فرمان موصوف پر میرے دستخط کی وقعت و اہمیت میرے اس اعتراف خطا کے بعد کیا ہو سکتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے کسی شخص کی تقریر یا تحریر پر غائبانہ بلا تحقیق و بغیر مطالعہ کرنے اور سمجھنے کے کسی قسم کا حکم لگانا یا تصدیق کرنا (جیسا کہ میں نے فرمان موصوف میں حوالہ دیے گئے فتوے اور رسائل کے متعلق پیش کردہ فیصلوں کی تصدیق میں دستخط کرنے میں کیا ہے) ایک اصولی غلطی ہے جسکے اعتراف کرنے میں میری غرض یہ ہے کہ (۱) میں جمیع مسلمانان بمبئی کو اعلان کر دوں کہ فرمان موصوف پر میرا کیا ہوا اپنا دستخط بالکل مہمل بیکار اور بے وقعت ہے (۲) برادران ملت و خواص و عوام مسلمین کی خدمت میں باادب التماس کرتا ہوں کہ آپ میں سے جس کسی نے میری طرح کسی شخص کے متعلق اس قسم کی خطا کا ارتکاب کیا ہو وہ بھی میری طرح اپنی خطا کا اعتراف کرلے کہ اعتراف جرم و رجوع الی الحق شیوہ مسلم ہے (۳) یہ تحریر آئندہ مجھ جیسے ہر غافل کے لئے تازیانہ عبرت ہو تاکہ وہ اسطرح عجلت و بیقدمی سے کام لیکر اپنے آپ کو ندامت و پشیمانی میں نہ ڈالے کہ من نکردم شما حذر بکنید

اس اصولی غلطی کا احساس ہوتے ہی میں بہت نادم و پشیمان ہوا اور اسکے بعد خدا صمد نقتا دے مبارکہ

حسام الحرمین مسمی بہ فوائد فتاوی کا خلاصہ و دیگر فتاوے علماء اہلسنت و جماعت ہند در تصدیق حسام الحرمین کا جواز اول تا آخر الصوارم الهندیہ علی مکر شیاطین الدیوبندیہ میں جمع ہیں بغور مطالعہ کیا فتاوے موصوفہ میں علمائے دیوبند کی جن عبارتوں پر کفر و ارتداد کے فتوے دیے گئے ہیں۔ وہ عبارتیں چونکہ انکی تصانیف کے مختلف مقامات سے لی گئی ہیں اور بلا ربط ماقبل و مابعد بغیر سیاق و سباق کے نقل کی گئی ہیں اسلئے بغرض تحقیق اِن کتابوں کی اصل عبارتوں کو مسلسل پڑھ لیا۔ پھر اس رسالہ کا بھی مطالعہ کیا جو عربی میں المہند علی المفند و التصدیقات لدفع التلبیسات کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور جسکے اردو ترجمہ کا حصہ مسمی بہ عقائد علمائے دیوبند اور علمائے حرمین کی تصدیقات معہ فوائد مفیدہ اردو میں بھی چھپ چکا ہے اِن تمام کو بغور دیکھا۔

متذکرہ بالا فتاوے کتب و رسائل کو پڑھنے اور بقدر استطاعت و استعداد فہم و ادراک جو مجھے اللہ جل شانہ کی طرف سے مقسوم ہے حتی الامکان بخلوص دل امانت و دیانتداری سے مطالعہ کرنے کے بعد میں جن نتائج پر پہونچا وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ (۱) حضرت مولانا رشید احمد صاحب (گنگوہی) قدس سرہ العزیز ہرگز یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ" اللہ واحد قدوس جل جلالہ معاذ اللہ جھوٹا ہے" بلکہ خود حضرت موصوف ایسا عقیدہ رکھنے والیکو اسی طرح کافر و مرتد سمجھتے تھے جس طرح ہر کلمہ گو سمجھتا ہے (۲) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (انبیٹھی) رحمۃ اللہ علیہ کا ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا کہ" ابلیس ملعون اور ملک الموت علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کو معاذ اللہ حضور عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع علم ہے" بلکہ آپ ایسے شخص کو جو شیطان علیہ اللعن یا کسی مخلوق کو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عالم قرار دیتا ہی ایسے ہی کافر و مرتد و ملعون جانتے تھے جسطرح امت محمدیہ کا ہر فرد جانتا ہی (۳) حضرت مولانا مولوی شاہ اشرفعلی صاحب (تھانوی) مدظلہ کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ حضور اعلم الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے پیارے رب تبارک وتعالی نے غیبوں کا جو علم بخشا اسمیں حضور کی کچھ خصوصیت نہیں ایسا علم غیب تو بچوں پاگلوں سب جانوروں تمام چارپایوں کو حاصل ہے" بلکہ آپکا عقیدہ جناب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیۃ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ (۴) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب (نانوتوی) قدس سرہ العزیز کا حاشا وکلا یہ عقیدہ نہ تھا کہ "حضور خاتم الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جدید نبی کا پیدا ہونا ختم نبوت کے منافی نہیں یعنی حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں" بلکہ آپ نے اپنی دقت نظر سے اپنے رسالہ التحذیر الناس میں ثابت کیا ہے کہ سرور عالم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جیسے باعتبار زمانہ خاتم النبیین ہیں اسطرح بالذات بھی خاتم النبیین ہیں،

اسی سلسلہ میں قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مقتدائے علماء، وارث الانبیاء والمرسلین حضرت مولانا شاہ کرامت علی صاحب جونپوری رحمت اللہ علیہ (مصنف کتاب مفتاح الجنۃ) کی وہ عبارت بھی نظر سے گذری جسمیں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سنی حنفی ہیں (ملاحظہ ہو کتاب ذخیرہ کرامات مصنفہ مولانا شاہ کرامت علی جونپوری حصہ ۲۲۹، صفحہ ۲۳)، نیز اعلیٰ حضرت مرشد العرب والعجم مولانا المحترم الحاج حافظ امداد اللہ شاہ چشتی الفاروقی مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کے والانامہ کی نقل بھی دیکھی جسمیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۰ھ میں مکہ معظمہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ فقیر کی جانب سے مشتہر کرا دو کہ مولوی رشید احمد صاحب (گنگوہی)، عالم ربانی و فاضل حقانی ہیں سلف صالحین کے نمونہ ہیں جامع بین الشریعۃ والطریقۃ ہیں میں صاف کہتا ہوں کہ جو شخص مولویصاحب کو برا کہتا ہے وہ میرا دل دکھاتا ہے میرے دو بازو ہیں ایک مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم (نانوتوی) دوسرے مولوی رشید احمد صاحب (گنگوہی)، ایک جو باقی ہے اسے بھی نظر لگاتے ہیں میرا اور مولویصاحب کا ایک عقیدہ ہے میں بھی بدعات کو برا سمجھتا ہوں جو مولوی صاحب کا امور دینیہ میں مخالف ہے وہ میرا مخالف ہے۔ اور خدا اور رسولؐ کا مخالف ہے الخ (الشہاب الثاقب)، نیز حضرت مولانا شاہ تجمل حسین صاحب بہاری خلیفہ حضرت قبلۂ عالم مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحؒ اپنی کتاب کمالات رحمانی

میں صفحہ ۱۲۳ پر لکھتے ہیں۔ "اب بیعت کا جو عزم ہوا کہ مجھ کو عقیدت و غلامی حضرت مولٰنا محمد قاسم صاحب (نانوتوی) سے تھی آپ (یعنی حضرت مولانا فضل رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ) کو کشف سے معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت مولانا یعنی (مولانا محمد قاسم) کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں انکو ولایت ہو گئی اور مولانا رشید احمد صاحب (گنگوہی) قدس سرہٗ العزیز کی بھی تعریف کی کہ انکے قلب میں ایک نور الٰہی ہے جسکو ولایت کہتے ہیں حضرت مولانا مونگیری (یعنی حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا گنج مرادآبادی) نے بھی اسی روایت کی تصدیق کی ہے۔"

اخیر میں مشائخ و علماء کرام کی شان میں کی ہوئی افسوسناک غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے فتویٰ کفر و ارتداد وغیرہ جو اس بنیادی خطا کا نتیجہ تھے اپنے خدائے غفور و رحیم کی بارگاہ میں کی ہوئی توبہ کا اعلان کرتا ہوں اور آیت قرآنی انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ ثم یتوبون من قریب فاولٰئک یتوب اللہ علیہم وکان اللہ علیما حکیما" (یعنی توبہ جسکا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو انہی کی ہے جو جہالت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں سو ایسوں پر تو خدا تعالیٰ توجہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اور حکمت والے ہیں) کے صدقے اور رجوع الی الحق کے وسیلہ سے اللہ جل شانہ کے لطف و کرم و عفو و مغفرت کی امید رکھتا ہوں وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

اعتراف خطا و توبہ ما نزتب علیہ کے اس اعلان کو رجوع الی الحق والصواب کے اس اسوۂ حسنہ اور درس عبرت کے اس صحیفہ کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ یعنی اے ہمارے پروردگار عالم ہمکو بخشدے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے اُن بھائیونکو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والونکی طرف سے کینہ ہونے دیجیے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں)۔ الراجی الی عفوربہ الکریم

غلام محمد خطیب جامع مسجد بمبئی۔ ۲۰ ربیع الاول ۵۷ھ

نبوّت اور بشریت

حضرات انبیاء علیہم السلام کا وجود چونکہ ایسی خصوصیات کا جامع اور اُن کمالات کا حامل ہوتا ہے جو عام انسانوں میں نہیں پائے جاتے اسلئے منصب نبوت کے بارے میں قوموں نے بہت سی ٹھوکریں کھائی ہیں، چنانچہ قدیم ہندی اقوام کا نظریہ تو اس بارے میں یہ رہا کہ خدا خود انسانی شکل میں اگر اپنی مخلوق کی ہدایت کرتا ہے" اور اسی لئے یہ لوگ اپنے رہنماؤں (کرشن، رام چندر وغیرہ) کو اوتار یعنی خدا کا ایک محسوس اور مجسم ظہور مانتے ہیں اور اونکا خیال ہے کہ درحقیقت یہ خدا ہی کی ہستی تھی جسنے حسب موقع مختلف شکلوں میں ظہور کیا تھا، قریب قریب یہی نظریہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بہت سے عیسائیوں کا بھی ہے، اونمیں سے اکثر حضرت مسیح کو خدا کا مجسم اور محسوس ظہور مانتے ہیں، اسی لئے "تجسّد باری" (خدا کا مجسّم ہونا) اونکا ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، جو مناظروں اور مباحثوں میں برابر زیر بحث رہتا ہے، قرآن کریم نے نصاریٰ کی اس گمراہی کو اونکے کفر کا موجب قرار دیا ہے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم قل فمن یملک من اللہ شیئاً ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا (مائدہ)

ضرور بالضرور وہ لوگ کافر ہوگئے جو کہتے ہیں کہ مسیح بن مریم ہی خدا ہے اے رسول آپ کہیئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم اور اونکی والدہ مریم کو اور جتنے بھی اس زمین پر آباد ہیں اون سب کو ہلاک کرنا چاہیے تو کوئی شخص ایسا ہے جو خدا تعالیٰ سے ان سبکو ذرا بھی بچا سکے (کوئی بھی نہیں پس جبکہ دوسری مخلوق کی طرح حضرت مسیح بھی حکم خداوندی کے سامنے مجبور ہیں تو پھر اونکو خدا کہنا کتنی سنگین گمراہی ہے"

ایک دوسری جگہ نصاریٰ کی اس گمراہی کے ازالہ کے لئے یہ بھی فرمایا گیا کہ

کانا یاکلان الطعام (مائدہ) حضرت مسیح اور اُنکی والدہ مریم صدیقہ میں بھی لوازم بشریت کھانا

پینا وغیرہ پائے جاتے تھے پھر وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟"

بہر حال بعض گمراہ قوموں کا ایک نظریہ تو یہ تھا کہ اونہوں نے اپنے رہنماؤں کو اوطار (یعنی خدا کا ایک مجسم اور محسوس ظہور) مانا لیکن چونکہ یہ خیال نہایت صریح البطلان تھا کہ "قادر مطلق اور سب سے بے نیاز خدا اپنی مجبور اور محتاج مخلوق کے قالب میں عاجزی اور احتیاج کا پیکر محسوس بنکر آئے" اسلئے قرآن حکیم نے اسکے ابطال کی طرف کچھ زیادہ توجہ نہیں فرمائی اور صرف معدودے چند جگہ اسکا رد فرمایا گیا اور بہت سی دوسری گمراہ قوموں نے یہ سمجھا کہ رسول اگرچہ خود خدا نہو لیکن اوسکو انسانیت اور بشریت سے ضرور بالاتر ہونا چاہیے اوسمیں انسانی خواہشات اور بشری عادات بالکل نہوں وہ کھاتا پیتا نہو زمین و آسمان اوسکے تصرف و اختیار میں ہوں اور وہ سب کچھ کر سکے جو ایک انسان سے ممکن نہو بہر حال اونہوں نے نبوت و رسالت کو انسانیت اور بشریت سے بالاتر سمجھا اور اسی لئے جب حضرات انبیا علیہم السلام (جو درحقیقت انسان ہی تھے) ہدایت و ارشاد کے لئے مبعوث ہوئے تو اس قسم کے گمراہوں نے اسی بنا پر اونکی اطاعت سے انکار کر دیا اور صاف طور پر یہی کہا کہ "تم تو ہم ہی جیسے ایک انسان ہو ہماری طرح کھاتے پیتے ہو انسانی ضرورتیں رکھتے ہو پھر بھلا تم رسول کیونکر ہو سکتے ہو؟"

چنانچہ جب بعد نا حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے اور آپنے اپنی قوم کو اپنی نبوت و رسالت سے آشنا کراتے ہوئے ہدایت کا کام شروع کیا تو اونکی گمراہ قوم نے بھی یہی کہا کہ " **لوگو!**

ما ھذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم ولو شاء اللہ لانزل ملئکۃ (مومنون) — یہ تو تمہارے ہی جیسے ایک انسان ہیں (رسول وسول کچھ نہیں بس اس بہانہ سے) تمہارے اوپر اپنی برتری چاہتے ہیں اور اگر درحقیقت خدا کو رسول بھیجنا ہی ہوتا تو وہ فرشتوں کو رسول بنا کر بھیج دیتا"

پھر اسی رکوع میں چند ہی آیتوں کے بعد مذکور ہے کہ جب طوفان نوح کے بعد از سر نو دنیا آباد ہوئی تو ہم نے اونکی ہدایت کے لئے ایک اور پیغمبر کو بھیجا اونکی نادان اور گمراہ قوم نے بھی یہی کہا کہ **لوگو**

ما ھذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منہ — یہ تو تمہاری ہی طرح ایک انسان ہیں جو تم کھاتے ہو وہی

ویشرب مما تشربون ۵

چیزیں یہ بھی کھاتے ہیں اور جو تم پیتے ہو وہی یہ بھی پیتے ہیں پھر بھلا یہ رسول کیسے ہوسکتے ہیں)

پھر زمانہ مابعد میں بھی جب جب خدا کے پیغمبر ہدایت کا پیغام لے کر آئے تو گمراہوں نے اونکی اطاعت سے انکار بھی اسی بنیاد پر کیا کہ "تم تو ہم جیسے ایک انسان ہو پھر رسالت کیسی؟ سورۂ ابراہیم میں بعض انبیاء سابقینؑ اور اونکی قوموں کا یہ مکالمہ نقل کیا گیا ہے۔

قالوا ان انتم الا بشر مثلنا تریدون ان تصدونا عما کان یعبد اٰباؤنا فاتونا بسلطان مبین ۵ قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ وما کان ان ناتی بسلطان الا باذن اللہ ۵

اون کافروں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح ایک بشر ہو تم چاہتے ہو کہ ہمکو اون دیوتاؤں سے روکدو جنکی پوجا ہمارے باپ دادے کیا کرتے تھے پس ہمکو کوئی کھلا معجزہ دکھلاؤ اونکے ان پیغمبروں نے اونسے کہا کہ (بیشک) ہم تمہاری ہی طرح بشر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسپر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے (اور اوسکو اپنی پیغمبری کے لئے منتخب فرمالیتا ہے سو ہمکو بھی خدا نے اپنے فضل سے منصب نبوت عطا فرمایا ہے) اور یہ بات ہمارے اختیار کی نہیں کہ ہم کوئی معجزہ دکھلاسکیں بغیر خدا کے حکم کے

اسی طرح سورۂ "تغابن" میں زمانہ قدیم کی بعض کافر قوموں کے کفر کی وجہ یہی بتلائی گئی ہے کہ وہ یہ بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہوئے کہ انسان بھی رسول ہوسکتا ہے۔

ذالک بانہ کانت تاتیھم رسلھم بالبینات فقالوا ابشر یھدوننا فکفروا وتولوا واستغنی اللہ واللہ غنی حمید ۵

اونکے اس کفر کا باعث یہ ہوا کہ اونکے پاس اونکے پیغمبر روشن دلائل لیکر آئے تو اون کورنجتوں نے کہا۔ کیا بشر ہماری ہدایت کریں گے؟ پس اونہوں نے اس گمراہی کی وجہ سے اپنے اون رسولوں کا انکار کردیا اور اونسے روگردانی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے اونکی پروا نہ کی اور وہ تو بڑا بے نیاز اور ہر حال میں قابل حمد وثنا ہے۔

بہرحال زمانہ قدیم سے بہت سی گمراہ قوموں کا یہی نظریہ رہا کہ نبوت اور بشریت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں اور رسول کبھی بشر نہیں ہو سکتا، یہانتک کہ جس وقت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو کفار مکہ نے آپکا انکار بھی اسی بنیاد پر کیا کہ آپ ہم ہی جیسے بشر ہیں پھر بھلا خدا کے رسول کیسے ہو سکتے ہیں، اگر خدا کو رسول بھیجنا ہوتا تو وہ کسی فرشتے کو بھیجتا چنانچہ سورہ بنی اسرائیل میں کفار مکہ کی اسی گمراہی کا ذکر اسطرح کیا گیا ہے۔

وما منع الناس ان یومنوا اذ جاءھم الھدیٰ الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولاً	اور جب انکے پاس ہماری ہدایت پونہچی تو اوسوقت اونکو ایمان لانے سے صرف یہی چیز مانع ہوئی کہنے لگے کیا خدانے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے (یہ بات تو عقل میں نہیں آتی)

اور کبھی ان کافروں نے اپنے خبث باطن کا اظہار اسطرح کیا

مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق	واہ یہ کیسے رسول ہیں کہ کھاتے پیتے ہیں اور اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے بازاروں میں پھرتے ہیں

گویا ان گمراہوں کے نزدیک کھانا پینا اور اپنی حوائج ضروریہ کے لئے بازار جانا شان رسالت کے خلاف تھا اور اونکے نزدیک ضروری تھا کہ رسول کھاتا پیتا نہو اور کسی ضرورت سے دوچار نہو بلکہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے وہ گمراہ رسول کے لیے یہ بھی ضروری سمجھتے تھے کہ وہ زمین و آسمان اور ساری کائنات پر تصرف کا مجاز ہو اور وہ سب کچھ کر سکے کوئی چیز اوسکے اختیار سے باہر نہو اور اسی بناپر اون گمراہوں نے صاف صاف کہدیا کہ

وقالوا لن نومن لک حتیٰ تفجر لنا من الارض ینبوعا ۵ او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانھر خللھا تفجیراً ۵ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملئکۃ قبیلاً ۵	جناب، ہم آپ پر اوسوقت تک ایمان نہیں لائینگے جبتک کہ (آپ مندرجہ ذیل چیزیں ہمکو کرکے نہ دکھادیں، آپ) مکہ کی زمین سے کوئی چشمہ جاری کردیں، یا خاص آپ کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر اوس باغ کے درمیان میں جگہ جگہ آپ بہت سی نہریں نکالدیں، یا جیسا

اویکون لک بیت من زخرف او ترقیٰ فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتیٰ تنزل علینا کتباً نقرءہ (بنی اسرائیل)	آپ کہا کرتے ہیں آسمان کے ٹکڑے ہم پر گرا دیں، یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکھڑا کریں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر ہو یا آپ آسمان پر ہمارے سامنے چڑھ جاویں اور ہم تو آپکے آسمان پر چڑھنے کو بھی کبھی باور نکریں جبتک کہ آپ وہاں سے ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لاویں جسکو ہم پڑھ بھی لیں (غرض جبتک کہ آپ ہکو یہ تمام باتیں پوری کرکے نہ دکھاویں ہم اُسوقت تک آپ کو ہرگز رسول

بہرحال ان گمراہوں کے تخیل میں نبی اور رسول کے لئے ضروری تھا کہ وہ یہ تمام اختیارات رکھتا ہو اور اونکی اس گمراہی کی اصل واساس یہی تھی کہ وہ نبوت و رسالت کو انسانیت اور بشریت سے بالا سمجھتے تھے اسی لئے اونکے اس مطالبے کے جواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف یہ کہلوایا گیا کہ

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا (بنی اسرائیل)	میرا پروردگار (تمام عیب کی باتوں اور ساری کمزوریوں سے پاک اور مبرا ہے، میں تو بس ایک انسان پیغمبر ہوںعہ (باقی دارد)

عہ اب سے قریباً دو برس پہلے جبکہ میرا قیام لکھنؤ میں تھا ایک فاضل نومسلم سے ملاقات ہوئی میں نے اونسے دریافت کیا کہ آپکو کس چیز نے " اسلام" پر مائل کیا اونہوں نے جواب دیا کہ قرآن کے مطالعہ نے پھر میں نے سوال کیا کہ سب سے پہلے کس آیت نے آپکے دلمیں اسلام کی محبت پیدا کی اونہوں نے فرمایا کہ میں ناقدانہ نظر سے قرآن کا مطالعہ کیا کرتا تھا اوس دوران میں میری نظر سے یہ آیت گذری قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولاً " بس اسی وقت میرے دلمیں یہ بات پڑی کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے رسول ہیں کیونکہ کوئی جعلساز اور جھوٹا مدعی نبوت اپنے مخالفین کے مطالبات کے جواب میں صاف طور پر کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جن باتوں کا تم مجھ سے مطالبہ کرتے ہو وہ میرے قبضہ اور اختیار میں نہیں ہیں میں تو بس ایک انسان پیغمبر ہوں "

ایسی بے لاگ بات صرف ایک راستباز اور سچا انسان ہی کہہ سکتا ہے جھوٹا ہمیشہ اپنا بھرم قائم رکھنے کے لئے دور از کار دلیلیں کریگا زمین و آسمان کے قلابے ملائیگا لیکن کبھی یہ اقرار نہیں کریگا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ افسوس جس چیز کو دیکھکر غیر مسلم اسلام پر شیفتہ ہوتے ہیں آج بہت سے مدعیان اسلام اوسیکو کفر اور بے دینی سمجھتے ہیں ۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؛

مجلس میلاد

(از جناب مولوی محمد ذکاء اللہ خانصاحب پیٹارڈ کلکٹر مقیم جان ریلی)

(۲) سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الفرقان بابت ماہ ربیع الثانی

(افسوس ہے کہ اس مرتبہ ہم اس مضمون کے لیے بہت تھوڑی جگہ دیسکے ہیں آیندہ انشاءاللہ اسکی تلافی کردیجائیگی)

اس مضمونکی پہلی قسط کے آخر میں فاضل مضمون نگار نے "اصلاح الرسوم" کے حوالہ سے حکیم الامۃ حضرت مولینا اشرفعلیصاحب تھانوی (دامت برکاتہم) کی ایک عبارت نقل کی تھی جسمیں حضرت ممدوح نے میلاد کی وہ صورت لکھی ہے جو بلا اختلاف جائز بلکہ مستحب اور سنت ہے اور مضمون نگار صاحب کا اوسپر یہ اعتراض تھا کہ اوس صورت میں ذکر ولادت قریب قریب ناممکن الوقوع ہوجاتا ہے اسکے بعد اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں" (مدیر)

لوگونکا اتفاقاً جمع ہوجانا یا کسی مباح ضرورت سے بلایا جانا، یا یہ کہ اجتماع سماع وعظ و احکام الہی کے لیے ہونا اور اوسمیں واعظ یا مقرر صاحب کا اتفاقاً ذکر ولادت و دیگر اخلاق و شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما دینا" یہ سب اسقدر اتفاقات کا جمع کرنا ہی کہ یہ بالکل ممکن ہی کہ یہ سب اتفاقات کبھی جمع ہی نہوں[1]، کیونکہ اگر واعظ صاحب باوجود اسکے کہ اجتماع سماع وعظ کے لئے ہوا ہو پہلے سے

---

[1] ہاں فلاسفہ کا امکان عقلی تو بیشک ہی لیکن اسی طرح یہ بھی ممکن ہی کہ یہ اتفاقات ہر روز بلکہ ہر لحہ جمع ہوجایا کریں اور جن حضرات کو علماء اہلسنت کے مواعظ میں شرکت کا موقع ملتا ہے وہ شہادت دیسکتے ہیں کہ یہ اتفاقات بکثرت جمع ہوتے رہتے ہیں اور ونکو جانے دیجیے خود حضرت حکیم الامۃ (دامت برکاتہم) کے اون مواعظ کی تعداد بہت کافی ہی جو انہیں اتفاقات کے ساتھ ہوئے ہیں اور اونمیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ اور آپکی مبارک زندگی ہی کا بیان کیا گیا ہی، جنمیں سے بعض کتابی شکل میں "ثلج الصدور" کے مجموعہ میں شائع بھی ہوچکے ہیں، علاوہ ازیں یہ ایک تاریخی حقیقت ہی (جو فریقین کو مسلم ہی، کہ چھٹی صدی ہجری تک ایسے ہی اتفاقات کے اجتماع سے دوسرے اذکار حسنہ کی طرح ذکر ولادت طیبہ بھی ہوا کرتا تھا، خاص اس نام سے مجلس کا انعقاد بعد کی پیداوار ہے، پس ذکر ولادت کی جو صورت چھٹی

ارادہ کرکے آئینگے کہ ہیں اس اجتماع میں ذکر ولادت ضرور کرونگا تو غالباً مولانا کے نزدیک اوسکا ایسا کرنا اوس صورت جواز میں داخل نہیں ہوگا جو مولانا نے بیان فرمائی ہے[۵۲] مولانا کی صورت جواز کے مطابق ممکن ہے کہ ایک شخص کی عمر طبعی کے دوران میں اوسکو ایک دو مرتبہ ذکر ولادت باسعادت حضور پرنور کے سننے کا اتفاق ہوجاوے، اور بالکل ممکن ہے کہ دوسرا شخص اس اتفاقی تذکرہ سے ساری عمر محروم رہے[۵۳] - لہذا غور طلب یہ امر ہے کہ کیا یہ صورت جواز تشنہ کامان اذکار نبوی کی پیاس کو بجھا سکتی ہے اور اونکی دلی تسکین اور تسلی کا باعث ہو سکتی ہے[۵۴]؟ کہا جاتا ہے کہ جب دوسرے ذرائع سے ذکر ولادت و ذکر دیگر اخلاق و شمائل حضور سرور کائنات عاشقان رسول[ص] کو سنایا جا سکتا ہے تو پھر انعقاد مجلس میلاد کی کیا ضرورت ہے؟ اور ایسی صورت میں انعقاد مجلس کیونکر نا جائز نہوا، اگر مہربانی کرکے بتلایا جاوے کہ وہ کونسے دوسرے ذرائع ہیں[۵۵]؟ اگر جو صورت مولانا اشرف علی صاحب نے بیان فرمائی ہے یہی واحد صورت جواز کی ہے، تو ذکر ولادت و ذکر دیگر اخلاق و شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احیاناً و اتفاقاً ہی وقوع پذیر ہو سکتا ہے، جس کے سننے کا کچھ لوگوں کو بخت و اتفاق سے موقعہ

برس تک عالم اسلامی میں معمول رہی ہے اور آجتک اُن بلاد اسلامیہ اور اُن جماعتوں میں رائج ہے جو اس رسمی میلاد کی پابند نہیں اوسکو ناممکن الوقوع یا نادر الوقوع کہدینا بعید از انصاف ہی نہیں بلکہ ایک ایسی بے محل جسارت ہو جو ایک محقق کے لیے کسی طرح زیبا نہیں، ۱۲ مدیر

[۵۲] حضرت مولانا (دامت برکاتہم) کی جو عبارت فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون کی پہلی قسط میں نقل کی ہے ناظرین با انصاف اوسکو بغور ملاحظہ فرمائیں، کیا اوس میں اسکا کوئی خفیف سا اشارہ بھی ہے؟ ہم نے بار بار غائر نظر سے اوس عبارت کا مطالعہ کیا ہمارے نزدیک مضمون نگار صاحب کا یہ تخیل محض اونکی واہمہ کی خلاقی کا نتیجہ ہے ورنہ مولانا کی عبارت میں، اس بدگمانی کے لئے کوئی گنجایش نہیں۔

[۵۳] کیا اس رسمی میلاد کے ایجاد سے پہلے چھٹی صدی ہجری تک کے تمام مسلمان (صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین، (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) یہ سب کے سب ذکر ولادت باسعادت سے محروم اور تشنہ کام ہی رہے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون ۵

[ص] صلی اللہ علیہ وسلم،

ملجاوے اور دوسرونکو کبھی بھی موقعہ نہ ملے؛ یہ امر بھی توجہ کے قابل ہے کہ جو بزرگ انعقاد مجلس میلاد کے خلاف ہیں اونہوں نے کونسے دوسرے مواقع بہم پہونچائے ہیں جنپر عوام ذکر خیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سُن سکتے ہیں، او حضور کے اخلاق و شمائل کے بیان سے سبق آموز ہو سکتے ہیں اگر ایسا نہیں کیا ہے تو کیا یہ کہنا بیجا ہوگا کہ جو بزرگ انعقاد مجلس میلاد کے مخالف ہیں وہ عوام کو عملاً اسکا موقع ہی نہیں دیتے کہ وہ حضور کے حالات ولادت و دیگر اخلاق و شمائل سے وقوف حاصلکر کے اونکو اپنے لئے شمع ہدایت بنا سکیں

سے بیشک سلف صالحین کا جو طریقہ تھا وہی ایمان والونکی روح کے لئے باعث راحت و طمانینت ہو سکتا ہے اور اوسمیں اس رسمی میلاد سے کہیں زیادہ سامان سکون ہے البتہ جذبہ صادق اور ذوق اتباع سنت کی ضرورت ہے اور بدقسمتی سے اوسکی کمی ہے ۱۲

شہ وہی قدیمی ذرائع جو اس رسمی میلاد کی ایجاد سے پہلے چھٹی صدی ہجری تک تمام عالم اسلامی میں رائج تھے اور جنکے ذریعے سے اب بھی دوسرے اُمور دین مثلاً توحید، رسالت، معجزات، تعلیمات، صوم و صلوٰۃ، حج زکوٰۃ، آداب و اخلاق، وغیرہ وغیرہ کی تبلیغ ہوتی ہے، (یعنی درس و تدریس، تصنیف تالیف، مواعظ خطبات وغیرہ وغیرہ) عجیب منطق ہے کہ یہ ذرائع توحید و رسالت اور دیگر مہمات دین کی تبلیغ کے لئے تو کافی ہیں اور ذکر ولادت کے لئے ناکافی، حالانکہ پہلے چھ سو برس تک اوسکے لئے بھی کافی تھے، فیا للعجب ۱۲

سے ظاہر ہے کہ ابھی تک بیان توحید، بیان رسالت، بیان احکام شریعت وغیرہ وغیرہ کے لئے رسمی میلاد کی طرح خاص خاص مجلسیں ایجاد نہیں ہوئی ہیں بلکہ اِن تمام اذکار کی صورت وہی ہے جو آغاز اسلام میں تھی (یعنی اتفاقی طور پر کسی مجلس میں کسی چیز کا ذکر ہو جاتا ہے کسی میں کسی دوسری چیز کا اور نہ اِن اذکار کے لیے رسمی میلاد کی طرح کوئی خاص وضع مقرر ہے) بلکہ یہ تمام اذکار اپنے اطلاق پر باقی ہیں، تو کیا امت اِن اذکار سے بالکل محروم ہے؟ اور اگر محروم نہیں ہے (اور یقیناً محروم نہیں ہے) تو پھر اس رسمی میلاد کے نہونے کی صورت میں یہ کیوں لازم آتا ہے کہ دنیا اس ذکر ہی سے محروم ہو جائے جبکہ دوسرے قدیمی ذرائع باقی بھی رہیں،

سے اس رسمی مجلس میلاد سے اختلاف کرنے والے سخت درجہ کے قدامت پسند اور تیرہ سو برس کی پرانی لکیر کے فقیر ہیں وہ اونہی قدیمی ذرائع کو کافی سمجھتے ہیں جو ایجاد میلاد سے پہلے چھٹی صدی ہجری تک امت میں رائج تھے جنکی تفصیل

ذکر ولادت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کی تبلیغ بھی کرتے ہیں، تو ایسی حالت میں انکے متعلق یہ کہنا کہ یہ لوگ عوام کو ذکر ولادت سننے کا موقع

درسِ حیات (نظم)

جہاں میں اب ضعیف کا کسی طرح گذر نہیں
جو چاہتا ہے زندگی، تو پہلے نوجوان بن

منور اپنی روح کر ضیاء لا الٰہ سے
عمل کی پھر زبان سے، خدا کا ترجمان بن

تو سیکھ اپنوں کے لئے زمین کی فتادگی
مواجہت میں غیر کے، بلند آسمان بن

خدا کے دوستوں سے تو ملاطفت سے پیش آ
مگر عدوِ حق کے حق میں قہرِ بے امان بن

غلام ساز طائفہ پہ برق و رعد بن کے گر
مگر غلاموں کے لئے تو رحمت و امان بن

خدا کی راہ میں خودی کو یکقلم مٹا دے تو
وہ بے نشان ہے اگر تو تو بھی بے نشان بن

گر ہو شانِ خالدؓ تو شانِ بوذریؓ بھی ہو
علیؓ کی ذوالفقار بن، عمرؓ کی تو زبان بن

ترقیوں کے راستے، نہیں ہیں تجھ پہ منکشف
حصول زر کی ہو ہوس تو "پیر قادیان" بن

(محشر حسینی)

مرزا قادیانی کی علمی قابلیت

گذشتہ سے پیوستہ

(از حضرت علامہ مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ)

ناظرین کرام "حساب" "جغرافیہ" "تاریخ" کے متعلق تو مرزا صاحب کے معلومات کی سیر کر چکے اب دوسرے علوم و فنون کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ (مدیر)

علم الصرف۔ (۱) انجام آتھم ص۲۶۲ "ان لفظ التخت کان فی الاصل طیۃ ومعناہ ما کان تحت القدم وحاذی الفوق جھۃ ثم بدل الطاء بالتاء والیاء بالحاء بکثرۃ الاستعمال ونظائرہ کثیرۃ" یعنی تخت کا لفظ طیۃ سے مشتق ہے طاء کو تاء سے اور یاء کو حاء سے کثرت استعمال کی وجہ بدل دیا گیا اس تھوڑی سی عبارت میں مرزا صاحب نے متواتر تین ٹھوکریں کھائی ہیں (۱) تخت کا لفظ طیۃ سے مشتق ہے (۲) طاء کو تاء سے بدل دیا گیا (۳) یاء کو حاء سے بدل دیا گیا پہلی غلطی علم لغت کی ہے۔ لغت میں مرزا صاحب کہیں یہ نہیں دکھا سکیں گے۔ دوسری اور تیسری غلطی علم صرف کی ہے کیونکہ صرف میں کہیں کوئی قاعدہ نہیں کہ طاء کو تاء سے بدل دیا جاوے یا یاء کو حاء سے بدل دیا جاوے۔ اس میں علم صرف کی دو غلطیاں ہوئیں۔ اور ایک علم لغت کی (۲) ملفوظات احمدیہ جلد دوم ص۳۳ "ھدی للمتقین تو اتقاء جو افتعال کے باب پر ہے اور یہ باب تکلف کے لئے آیا کرتا ہے" ایسے ہی ملفوظات احمدیہ حصہ اول ص۱۵۳ پر بھی ہے لیکن اسمیں بھی یہ مدعی نبوت صریح غلطی کھا رہا ہے۔ علم صرف میں ابواب کے خواص بیان کئے جاتے ہیں لیکن باب افتعال کا تکلف کے لئے آنا صرف کی کسی کتاب میں مذکور نہیں بلکہ تکلف باب تفعل کی خاصیت ہے مرزا صاحب کی علم صرف کی ایک غلطی ہوئی اور پہلی دونوں مل کر مجموعہ تین غلطیاں ہو گئیں۔

علم نحو (۱) تحفہ گولڑویہ طبع اول ص۴۵ "علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ "توفی" کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اسجگہ توفی کے معنے مارنے اور روح قبض کرنیکے آتے ہیں

مرزا صاحب پنجابی نبی کی علم نحو کی ٹھوکر ہے اور اسمیں دو غلطیاں کی ہیں ایک تو حوالہ غلط ہے علم نحو کا کوئی ایسا قاعدہ کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ علم نحو کو ایسے امور سے کوئی تعلق ہی نہیں علم نحو میں تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کلمہ کے آخر میں کونسی حرکت پڑھنی ہوگی اُسے اس قسم کے امور سے کوئی تعلق نہیں جو مرزا صاحب بیان کر رہے ہیں یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس سے نحو میر جیسی ابتدائی کتاب پڑھنے والا بھی واقف ہوگا اور مرزا صاحب کے معجزہ علمی پر مہر تصدیق ثبت کریگا۔ علم نحو کی پنجابی نبی کی دو غلطیاں ہوئیں۔

علم معانی۔ تریاق القلوب حاشیہ صا۳۵ "کیونکہ اس آیۃ کریمہ میں لف ونشر مرتب ہی پہلے وفات کا وعدہ ہے پھر رفع کا پھر تطہیر کا پھر یہ کہ خداوند تعالے انکے متبعین کو ہر ایک پہلو سے غلبہ بخش کر مخالفوں کو قیامت تک ذلیل کرتا رہیگا"

یہ قلم روانی مرزاجی کی آیت "**یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی**" الآیۃ کے متعلق ہے علماء حضرات جانتے ہیں کہ لف ونشر مرتب اور لف ونشر غیر مرتب یہ علم معانی کے فن بدیع کا مسئلہ ہے اور جو لف ونشر مرتب فن بدیع میں بیان کیا گیا ہے اسکا نام ونشان اس کریمہ میں نہیں یہاں اگر تو سلطان القلم نے شیخ عبدالقاہر جرجانی اور علامہ زمخشری کو بھی مات ہی کر دیا انکی ارواح قبر میں مرزاجی کو داد دے رہی ہونگی۔ یہ علم معانی کی نہایت جاہلانہ غلطی ہے۔

علم طب (۱) حمامۃ البشریٰ ص۳ے "وقد اتفق الحکماء علی ان اعدل اصناف الناس سکان خط الاستواء"، یعنی حکماء کا اتفاق ہے کہ سب انسانوں سے زیادہ معتدل طبع والے انسان خط استواء کے رہنے والے ہیں۔ یہ امر حکماء پر پوشیدہ نہیں کہ اسمیں اطباء کا اختلاف ہے کہ معتدل طبیعت والے کون لوگ ہیں البتہ ایک جماعت اطباء کا یہ بھی خیال ہے کہ خط استوا کے رہنے والے معتدل طبیعت والے ہیں لیکن یہ کوئی اتفاقی اور اجماعی مسئلہ نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے اجماع واتفاق کے دعوے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ چند ایک اشخاص یا کسی ایک جماعت کا قول آپ کو اپنے مفید مدعا ملجائے بس وہ اجماع ہوگیا، بلکہ بعض مواقع پر تو آپ بلا کسی سند کے محض اپنی خیال

آرائیوں سے بھی اجماع تراش لیتے ہیں، چنانچہ آپ نے اپنی کتابوں میں بہت سی جگہ یہ دعوے کیا ہے کہ "وفات مسیح پر تمام صحابہ نے اجماع کیا ہے" حالانکہ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر ساری امت مرزا کوشش کرے تو صحیح سند سے نہیں ثابت کر سکتی کہ کسی ایک صحابی کا عقیدہ بھی وفات مسیح کا تھا بہرحال یہ مرزا صاحب کی علم طب کی غلطی تھی جو آپ نے سبقاً سبقاً اپنے ابا جان سے پڑھا تھا،

علم فقہ (۱) چشمۂ معرفت ص۲۷۵ پر فرماتے ہیں "جب عورت بذریعہ حاکم وقت کے طلاق لے لیتی ہے تو اسلامی اصطلاح میں اسکا نام خلع ہے"۔ کوئی قادیان کے بہشتی مقبرہ پر جاکر مرزاجی کی روح سے پوچھے کہ یہ اصطلاح کس کتاب میں لکھی ہے؟ شریعت اسلامیہ میں خلع تو اسکو کہتے ہیں کہ عورت کچھ مال دیکر اپنے خاوند سے آزادی حاصل کرے اسمیں حکم حاکم وغیرہ کی کوئی شرط نہیں یہ ایک غلطی علم فقہ کی ہوئی اور چونکہ یہ مسئلہ قرآن مجید میں منصوص ہے اسلئے مرزاجی کی قرآن سے ناواقفیت بھی اس سے معلوم ہو گی"

اصول حدیث (۱) ایام الصلح ص۲۱ پر فرماتے ہیں "محدثین کا یہ اصول مانا ہوا ہے کہ کسی حدیث کی پیشگوئی پوری ہو جاوے تو گو وہ حدیث موضوع ہی ہو پوری ہونے کے بعد وہ صحیح تسلیم ہو گی"، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے محدثین کیا معنے کسی ایک محدث نے بھی ایسا نہیں لکھا، مرزا صاحب جسطرح بے دریغ اپنے اضغاث احلام کو خدائی الہام بنا دیتے ہیں اسیطرح اپنے قیاسات اور خیالات کو جماعتوں کی طرف منسوب کرنے سے بھی نہیں شرماتے"۔ جی چاہتا ہے کہ لگے ہاتھوں آپکے اس قسم کے من گھڑت اجماعیات کی دو چار مثالیں اور بھی بتلاتا جاؤں "ایک تو یہی جو اسوقت عرض کی (دوم) وہ جو علم طب میں سے بیان کی (سوم) حمامة البشریٰ ص۵۶ "جاء فی البخاری عن ابن عباس فی تفسیر آیۃ یا عیسیٰ انی متوفیک ممیتک وما خالفه فی هذا التفسیر احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی ابن عباس نے متوفیک کا معنے ممیتک کیا ہے اور صحابہ میں سے کسی نے اسکی مخالفت نہیں کی گویا مرزا صاحب یہ دعوی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وفات مسیح گویا صحابہ کے اجماع سے ثابت ہو گئی لیکن یہ بالکل غلط ہے کوئی اس اجماع کا ثبوت تک نہیں

(چہارم) حمامۃ البشریٰ صفحہ ۵۶ "وقد اتفق القوم علی انہا وقعت بترتیب یوجد فی الآیۃ" یعنی قوم کا اتفاق ہے کہ آیۃ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی اس آیت میں جو چار وعدے ہیں وہ باتفاق قوم بالترتیب واقع ہوئے ہیں اور آنجناب متوفی کا معنے بھی وفات دینے والا لے رہے ہیں کوئی اُنسے پوچھے کہ جب اس جگہ توفی کا معنے بالاتفاق موت ہی ہے اور چاروں وعدے باتفاق قوم بالترتیب واقع ہوئے ہیں تو پھر دنیا کے مسلمان آپ کے اختراعی مسالہ وفات مسیح میں مخالف کیوں ہوگئے؟ واقعہ یہ ہے کہ متوفیک کا معنے ممیتک کرنیوالے صحابہ میں سے ایک ابن عباس ہیں جنکی روایت کی سند بھی ابھی قابل بحث ہے مگر اسوقت تک وفات مسیح کے وہ بھی قائل نہیں بلکہ تفسیروں میں انکا قول صاف طور پر موجود ہے "ای بعد النزول من السماء" یعنی وفات تجھ کو دونگا لیکن آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کے بعد "متوفیک" کے معنے "ممیتک" کرنے والے صرف ایک حضرت ابن عباس ہی ملے تھے لیکن حیات مسیح کے متعلق اونکا عقیدہ بھی وہی ہے جو تمام امت کا ہے اور وہ خود تصریح فرما رہے ہیں کہ "متوفیک" کا وعدہ اخیر میں جا کر واقع ہوگا، پس مواعید اربعہ کی ترتیب کے منکر اوّل تو حضرت ابن عباس ہی ہوگئے پھر مرزا صاحب کے اتفاق کا دعوے کہاں صحیح رہا؟ ہاں اگر آیت کے معنی یہ کریں کہ ای مسیح یہود تجھ کو نہیں مار سکتے بلکہ میں تیری عمر کو پورا کرونگا یعنی جسقدر طویل عمر تیری مقدر ہو چکی ہے وہ پوری کیجائے گی اور سردست میں تجھ کو اپنی طرف آسمان پر اُٹھا لونگا الخ تو واقعی ترتیب محفوظ رہے گی، لیکن مرزا جی تو نہ معلوم کہاں کے زمیں آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔

(پنجم) حمامۃ البشریٰ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں "وقد ذہب حزب کثیر من الاولین و الآخرین الی ہذا المعنی وقد اتفقوا علی ان معنی التوفی فی ہذہ الکریمۃ ہو الاماتۃ" یعنی پہلوں اور پچھلوں کی بہت بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ "توفی" کے معنے مارنے کے ہیں اور سب نے اتفاق کیا ہے کہ اس آیت "یا عیسی انی متوفیک" میں توفی مارنے ہی کے معنے میں ہے،

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب کا یہ کلام خود ہی متعارض اور متناقض ہے شروع میں تو آپنے

اکثریت بلکہ صرف کثرت کا دعویٰ کیا ہے اور اخیر میں اتفاق اور اجماع کا یہ چودھویں صدی کے اس نبی کی حاضر حواسی ہے، اور قطع نظر اس سے یہ اتفاق اور اجماع کا دعوے محض سفید جھوٹ ہے، یہ مرزا صاحب کے چند ادعائی اجماعوں کے نمونے ہیں اگر خدا نے توفیق دی تو کسی فرصت میں مرزا اور امت مرزا کے اس دعوے پر مستقل طور پر بحث کرونگا کہ "وفات مسیح پر صحابہ کا اجماع ہے" اور انشاء اللہ تعالےٰ مرزاجی کے اقوال سے ہی اسکی دھجیاں بکھیر دونگا واللہ الموفق

علم حدیث (۱) انجام آتھم ص۱۲۹ میں فرماتے ہیں "وما جاء فی الحدیث لفظ النزول من السماء" یعنی حضرت مسیح کے متعلق حدیث میں کہیں یہ لفظ نہیں آیا کہ وہ آسمان سے اترینگے" حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور فن حدیث سے مرزا صاحب کی جہالت ہے کنز العمال میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مرفوعاً روایت موجود ہے کہ ینزل عیسی بن مریم من السماء الخ اور یہ حدیث خود مرزا صاحب نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ ص۳۸ و ص۸۹ میں دو دفعہ ذکر کی ہے لیکن کمال تحریف یہ کی حدیث کے باقی الفاظ تو نقل کر دئے لیکن من السماء کا لفظ چھوڑ گئے کسقدر یہ تحریف ہی ع چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ خود حدیث کو نقل کرنا اور اسمیں سے کاٹ چھانٹ کرکے لفظ اڑا دینا اور پھر دعوے کرنا کہ یہ لفظ کسی حدیث میں نہیں یہ کہنے کا بھی کسی کا حق نہیں کہ کنز العمال کی حدیث مرفوع ابن عباس والی صحیح نہیں کیونکہ مرزاجی خود اُس سے استدلال کر رہے ہیں اگر صحیح نہ ہوتی تو استدلال کیوں کرتے ہاں یہ کھلی تحریف کر گئے کہ من السماء کا لفظ قصداً چھوڑ گئے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ سے بھی مرفوعاً روایت موجود ہے جسمیں نزول من السماء کا لفظ ہے۔

پھر کمال پر کمال یہ کیا کہ جس جگہ آسمان سے نزول کا لفظ تھا اسکو تو قصداً چھوڑ گئے اور جس جگہ موجود نہ تھا وہاں اپنی طرف سے لکھدیا مثلاً صحیح مسلم میں نزول من السماء کا لفظ نہ تھا مگر مرزاجی نے خود اسمیں ٹھونسنے کی ناجائز کوشش کی لکھتے ہیں "صحیح مسلم کی حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اترینگے تو آپکا لباس زرد رنگ کا ہوگا" ازالہ اوہام طبع اول ص۸۱ "حجج الکرامۃ میں ابن واطیل وغیرہ سے روایت لکھی ہے کہ مسیح عصر کے وقت آسمان پر سے نازل ہوگا۔ ابن واطیل کا اصل قول

جو سرچشمۂ نبوت سے لیا گیا ہے "تحفہ گولڑویہ صہ ۱۸۲" یہ الٹی گنگا مرزاجی کے ہاں ہی چلتی ہے کہ جس حدیث میں آسمان سے نازل ہونا مذکور تھا وہاں سے کاٹ دیا اور جس حدیث میں ذکر نہ تھا وہاں درج کر دیا قربان جایئے اس قابلیت اور دیانت پر اعاذنا اللہ من ذلک۔

علم التفسیر (۱) تحفہ گولڑویہ صہ ۳۳ و ایام الصلح صہ ۶۲) الناس کا لفظ بمعنے دجال معہود بھی آتا ہے پھر اور معنے کرنا معصیت ہے چنانچہ قرآن شریف کے ایک اور مقام میں الناس کے معنے دجال ہی لکھا ہے اور وہ یہ ہے لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس" اس آیۃ میں مرزاجی کے خیال میں الناس سے مراد دجال معہود ہے اور اسکا خلاف کرنیوالا گناہگار عاصی ٹھہرتا ہے۔ لیکن میں دریافت کرتا ہوں کہ اگر خلق الناس میں خلق مصدر فاعل کی طرف مضاف ہے جیسے مرزا کا خیال ہے تو پھر لخلق السموات و والارض میں خلق مصدر بھی فاعل کیطرف مضاف ہوگا اور معنے یہ ہوگا کہ زمین و آسمان بھی خالق ہیں اور اگر لخلق السموات والارض میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے جیسے کہ صحیح بھی ہے تو پھر خلق الناس میں کیوں نہ تسلیم کیا جاوے کہ اضافت مفعول کیطرف ہے اور الناس سے مراد عام انسان ہوں نہ کہ دجال معہود۔

(۲) ست بچن صہ ۱۴۳ "لم یلد" کا لفظ جسکے یہ معنے ہیں کہ خدا کسی کا بیٹا نہیں کسی کا جنایا ہوا نہیں" معلوم ہوا کہ پنجاب کے نبوت کے مدعی کو سورہ اخلاص کے معنے بھی معلوم نہیں جس سے مسلمان کا بچہ بچہ واقف ہے لم یلد کا صحیح معنے یہ ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں یعنی خدا کسی کا والد نہیں اور مرزاجی معنے کرتے ہیں کہ خدا کسی کا بیٹا نہیں یعنی خدا کا کوئی والد نہیں۔ (باقی آیندہ)

مغلظات مرزا از جناب مولنا نور محمد خانصاحب مبلغ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

متنبی پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی کو گالیاں دینے میں بھی خاص کمال حاصل تھا اس رسالہ میں مرزا صاحب کی اون تمام مرصّع گالیوں کو بترتیب حروف تہجی جمع کر دیا گیا ہے اسکے مطالعہ کے بعد مرزا صاحب کی تہذیب اونکے اخلاق اور اونکا کیرکٹر معلوم کرنے کے لئے کسی اور کتاب کے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہوگی کتاب لائق مطالعہ اور فاضل مؤلف کی محنت قابل شکریہ ہے ۲۰×۲۶ سائز کے ۲۷ صفحات پر ختم ہے قیمت ۵ ر

نظر و انتقاد

انجمن خدام الدین لاہور کا طبع کردہ قرآن مجید

انجمن خدام الدین لاہور اس آخری دور میں دین الٰہی کی جو ٹھوس اور خاموش خدمات انجام دیرہی ہے ناظرین الفرقان اوس سے ناآشنا نہیں ہیں، اسکی انہی زریں خدمات میں سے وہ قرآن مجید بھی ہے جو اوسنے حال ہی میں چھاپا ہے، بین السطور میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رح کا وہ قدیم ترجمہ ہے جسکو اہل علم امام التراجم کہتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے۔ حاشیہ پر شاہ صاحب موصوف کے فوائد موضح قرآن اور حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری مدظلہ کے تازہ افادات ہیں جنمیں مولانا موصوف نے اپنے خاص رنگ میں مندرجہ ذیل چیزونکو ضبط فرمایا ہے (۱) ہر سورت کا ایک جامع عنوان، (۲) ہر رکوع کا خلاصہ (۳) ربط آیات (۴) بعض مواقع پر واقعات جزئیہ سے قواعد کلیہ کے لطیف استنباط طباعت نہایت اعلیٰ کرائی گئی ہے۔

چار قسم کے کاغذ پر چھپا ہے اور اسی لحاظ سے قیمتوں میں بھی تفاوت ہے۔

قسم خاص ارٹ پیپر ہدیہ مجلد عہ/ قسم اوّل غیر مجلد للعہ/ قسم دوم غیر مجلد ہے/ قسم سوم غیر مجلد عہ/

تفسیر قرآن مؤلفہ پادری جے۔ علی بخش صاحب گوالمنڈی لاہور قیمت عہ/

اسکا حصہ اول اسوقت پیش نظر ہے اسمیں صرف مکی سورتونکی تفسیر ہے اور وہ بھی اوس ترتیب سے جسکو فاضل مؤلف نے نزول کی ترتیب سمجھا ہے، پادری صاحب نے یہ تفسیر صحف قدیمہ کی روشنی میں لکھی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن شریف میں وہی ہے جو بائبل میں ہے اگرچہ اسکے نباہنے کے لئے اونکو بڑی مشکلات پیش آئی ہیں اور بعض مقامات پر آیات قرآنی میں نہایت غلط تاویلوں سے کام لینا پڑا ہے اور کہیں کہیں آیات قرآنیہ کو ایسے معانی پر محمول کرنا پڑا ہے جنکی نظم قرآن میں کسیطرح گنجایش نہیں۔ لیکن پھر بھی آنکی محنت ضرور قابل ستائش ہے اور ایک ناقد بصیر منصف مزاج کے لئے اس تفسیر کے مطالعہ کے بعد قرآن عزیز کے اس دعوے کی تصدیق آسان ہوجاتی ہے کہ "وہ کتب سماویہ کا مصدق و مہیمن اور اہل کتاب کے باہمی اختلافات کے لئے آخری حکم ہے" اہل علم بالخصوص مبلغین اور مناظرین کے لئے تیقظ اور تنقید کے ساتھ اسکا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں۔

(نوٹ) ریویو کیلئے بہت سے رسائل اور کتابیں آئی ہوئی ہیں عدم گنجایش کی وجہ سے ابتک انپر ریویو نہیں کیا جاسکا انشاءاللہ آیندہ اشاعت میں سبکا ذکر

دعوت نظر

(از جناب محشر حسینی رفیق ادارہ الفرقان)

بڑی سرگرمیوں سے کام شیطاں نے لیا آخر
یہ دیکھو کیسی رونق آگئی بازار بدعت میں

جدھر دیکھو ادھر قائم سماع و رقص کی محفل
کمی اب کونسی باقی رہی سامان عشرت میں

ہوا کرتی ہے بزم عرس بھی اب دید کے قابل
جہاں ہوتی نہیں تخصیص کوئی "مرد و عورت" میں

فرشتوں کیطرح معصوم صورت ہیں ادھر سارے
ادھر کچھ برق پیکر ہستیاں پریوں کی صورت میں

ادھر تو سامعہ افروز ہیں قوال کی تانیں
ادھر ہیں غرق سب نظارۂ خوباں کی لذت میں

نیاز و ناز بھی آپس میں ہے کچھ سلسلہ جنباں
نظر آتے ہیں جلوے خلوت رنگیں کے جلوت میں

مجاور کے مزے ہیں نقد نذرانے چڑھاوے میں
وہ دیکھو چادروں پر چادریں چڑھتی ہیں منت میں

زن و زر مفت میں یوں مل نہیں سکتے کہیں شاید
منافع ان گنت ہوتے ہیں قبروں کی تجارت میں

〰〰〰

انھیں دعوی بھی ہے سرکار عالم سے محبت کا
یہ ہیں کرتوت سردار دو عالم کی محبت میں

شریعت پر عمل کرنا انہیں دشوار ہوا ہے
انھیں زحمت نظر آتی ہے پابندی سنت میں

انھیں گو واسطہ بالکل نہیں قرآن و سنت سے
کیا کرتے ہیں لیکن رخنہ اندازی شریعت میں

نظر آتا نہیں شاید انھیں انجام کا خاکہ
فسحقاً کا خطاب ان کے نہ ہو جائے قیامت میں

مجھے انکی جسارت سے گماں ہوتا ہے یہ محشر
کہ ان تربت پرستوں کو نہیں جانا ہے جنت میں

(محشر حسینی)

(دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا)

(بقیہ صفحہ ۸)

تو جو معاندقلوب آج اسلام کی اشاعت کے طریقوں کو کسی نہ کسی طرح مذموم قرار دینے کی سعی کرتے رہتے ہیں کیا وہ آج ڈنکے کی چوٹ یہ نہ کہتے کہ چونکہ عرب کا ایک قبیلہ عصبیت کی شراب سے سرشار تھا اسلئے جب مکہ کے ایک فرد نے ایک آواز بلند کی اوسکے اقارب نے اپنی قدیمی روایات عصبیت کی بناپر اوسکا ساتھ دیا اور جب اسلام کو یہ قوت حاصل ہوگئی تو اس طاقت کے ذریعہ سے اسلام نے مکہ سے باہر قدم نکالا اور اطراف وجوانب میں پھیل گیا۔

حکمت الٰہیہ نے اس شبہ کو زائل کرنے کے لیئے اول اُن اقارب سے مخالفت کرائی جو اپنے قریب کی ہاں میں ہاں ملانے کو ہر بات میں تیار رہتے تھے اور جب اسلام نظر بظاہر اسباب بالکل بے یار ومددگار ہوگیا تو اوسکی عمدگی پر اغیار کو فدا کیا تاکہ مبصر اور منصف اس کہنے پر مجبور ہوجاوے کہ اسلامی تعلیمات کا حسن ہی عالم کو مسخر کرنیکا باعث ہے۔ ظاہری قوت وشوکت اوسکے ساتھ بالکل نہ تھی۔ (باقی آئندہ)

ضروری گذارشات

اس نمبر پر الفرقان جلد دوم کی پہلی ششماہی ختم ہوگئی جن حضرات کے پاس رجب سالگذشتہ سے الفرقان جارہا ہے انکا حساب اس نمبر پر ختم ہوجائیگا براہ کرم وہ احباب آئندہ کے لئے اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر ممنون فرمائیں یا وی پی کی اجازت دیں۔ ورنہ آئندہ سے انکے نام پرچہ روانہ نہ ہوگا اور بغیر انکی اجازت کے وی پی بھی نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ دفتر الفرقان اس سلسلے میں بہت کافی نقصان برداشت کرچکا ہے۔

غریب طلبہ کو خوشخبری

صوبہ بہار کے ایک بزرگ کی طرف سے الفرقان کی اعانت میں مبلغ پندرہ روپئے وصول ہوئے ہیں۔ اور الفرقان کے ایک قدیمی معاون کی طرف سے ایکروپیہ اور ایک دوست کی طرف سے چار روپئے یہ بیس روپئے بھی حسب سابق بیس غریب طالبعلموں پر تقسیم کئے جائینگے۔ جو صاحب اس سے حصہ لینا چاہیں وہ صرف ایکروپیہ بھیجکر ایکسال کے لئے الفرقان قسم دوم اور ڈیڑھ روپیہ بھیجکر قسم اول جاری کراسکتے ہیں۔ مہتمم مدرسہ یا مدرس اول کی تصدیق ضروری ہے۔

(منیجر الفرقان بریلی)

ردِّ بدعت کا مکمل میگزین

سیف یمانی کامل

(مصنفہ حضرت مدیر الفرقان دام فیضہٗ)

اس کتاب میں ان تمام مسائل پر فیصلہ کن اور زبردست بحث کیگئی ہے جو اہلسنت اور اہل بدعت میں مختلف فیہا ہیں اس موضوع پر ایسی جامع اور اتنی مدلل کتاب آجتک نہیں لکھی گئی بہت تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہیں بعد میں نہ مل سکے گی قیمت اصل ایکروپیہ ۱۲ رعایتی ۱۲ ر

صاعقہ آسمانی حصہ اوّل

یہ مدیر الفرقان کے اس زبردست مناظرے کی روئداد ہے جو محرم ۱۳۴۷ھ میں رضاخانیوں کے شیخ الحدیث مولوی رحم الٰہی صاحب سے ہوا تھا۔ قابل دید ہے۔ قیمت ۵ ر رعایتی ۴ ر

صاعقہ آسمانی حصہ دوم

یہ اُس معرکۃ الآرا مناظرہ کی روئداد ہے جو تین دن متواتر صرف علم غیب پر مولوی حشمت علی صاحب سے ہوا تھا۔ اس مناظرے میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدیر الفرقان نے غیبیہ عقیدہ کے رد میں ساٹھ دلائل پیش کئے تھے بنظیر چیز ہے قیمت ۸ ر رعایتی قیمت ۶ ر

بارقہ آسمانی۔ رضاخانیوں نے بھی مناظرہ سنبھل کی ایک روئداد گڑھ کے شائع کی تھی اس رسالہ میں اسپر قابل دید اور لاجواب تنقید کیگئی ہے قیمت ۳ ر رعایتی قیمت ۲ ر

مومن کی پہچان از روئے قرآن

جناب مدیر الفرقان کا مقبول عام رسالہ ہے جسمیں صرف قرآن حکیم سے توحید اسلامی کی حقیقت بیان کرکے مومن اور مشرک کا فرق بیان کیا گیا ہے پہلا اڈیشن ختم ہوچکا تھا یہ دوسرا اڈیشن ہے اسکا مرتبہ اسمیں فاضل مصنف کا ایک مضمون (دو) فقرہ قبور اور شامل کردیا گیا ہے ضخامت ۴۸ صفحات قیمت ۲ ر

ہدایات قادریہ ملقب بہ ہماری گیارھویں

اس رسالہ میں توحید و سنت کی حمایت اور شرک و بدعت کی مذمت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی بیش عبارتیں نقل کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ممدوح کیسے زبردست موحد تھے کہ اگر وہ زمانہ حال کے قبر پرستوں کو دیکھتے تو یقیناً انکو مشرک قرار دیتے اور زمانہ حال کے یہ اہل بدعت ضرور بالضرور شیخ موصوف کو بھی وہابی کہتے - قابل دید رسالہ ہے قیمت ۱ ر

کشف الافساد

مولانا عین القضاۃ مرحوم کے رسالہ نہایت الارشاد کا جواب ہے، اسمیں میلاد قیام وغیرہ کی مبسوط بحث ہے دلچسپ اور پر لطف کتاب ہے قیمت ۲ ر رعایتی ۱ ر

الشہاب الثاقب

(از حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی دام فیضہم) خانصاحب بریلوی کے افترآت کی تردید میں حضرت شیخ الحدیث کی قابل دید تصنیف ہے خانصاحب بریلوی کے ساتھ جو عجیب و غریب واقعات حرمین شریفین میں پیش آئے وہ نہایت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں

بےنظیر اور لاجواب کتاب ہے قیمت اصلی ۸ رعایتی ۶

التصدیقات معروف بہ المہند اسمیں حضرات علماء دیوبند کے عقائد حقہ کا مفصل بیان اور بریلوی صاحب کے افترآت کی پرزور اور مدلل تردید ہے آخر میں علماء حرمین شریفین اور علماء مصر و دمشق و شام کی تصدیقی تحریریں معہ ترجمہ درج ہیں جسمیں اُن حضرات نے علماء دیوبند کے عقائد سے اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے اور اسکے خلاف کو گمراہی لکھا ہے قیمت ۶

ادعی التشنعہ والتشعبین اس رسالہ میں خانصاحب بریلوی کے اقرار سے انکا اور انکی ساری ذریت کا کفر ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۳

توضیح البیان اس رسالہ میں حفظ الایمان کی مشہور عبارت کی لاجواب توضیح کی گئی ہے از حضرت مولانا مرتضی حسن صاحب مدظلہ قیمت ۲

قطع الوتین خانصاحب بریلوی کے رد میں مولانا موصوف کا مشہور اور نایاب رسالہ ہے قیمت ۲

براہین قاطعہ میلاد، قیام میلاد، عرس، فاتحہ مروجہ اور تیجہ وغیرہ کی تحقیق میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح کی مشہور ضخیم کتاب ہے قیمت اصل عہ رعایتی عہ

تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کی یہ وہی معرکۃ الآرا کتاب ہے جسکی عبارتوں میں قطع برید اور خیانت کرکے بریلوی صاحب نے مولانا مرحوم پر کفر کا فتوے دیا ہے۔

حفظ الایمان حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کا مشہور رسالہ ہے اب بسط البنان، اور تغییر العنوان بھی اسکے ساتھ شامل کردیگئی ہیں قیمت ۱

اصلاح الرسوم پیدائش سے لیکر موت تک شادی یا غمی کی جو رسمیں مسلمانوں کی بدقسمتی سے انمیں رائج ہوگئی ہیں انکی اصلاح اور اسلامی زندگی کا نصاب اسمیں بتلایا گیا ہے قیمت ۶ رعایتی ۵

طریقۂ مولد میلاد کا صحیح اور جائز طریقہ جس سے گھر میں رحمت اور برکت نازل ہو قیمت ۱

فتاوی میلاد شریف میلاد فاتحہ وغیرہ کے متعلق اکابر علماء اسلام کا فتویٰ قیمت ۱

نصیحۃ المسلمین رد شرک و بدعت میں مولانا خرم علی صاحب مرحوم مغفور کا نہایت نفیس رسالہ ہے قیمت ۲

وہابی کی پہچان ملاحظہ فرمایئے اور خوب ہنسیے اور مصنف کو داد دیجیے۔ قیمت ۱

بریلوی کا نادان دوست۔ قیمت ۱

نار التفضل قیمت ۱

الطامۃ الکبرے درحقیقت رضاخانیوں کے لیے قیامت کبرے ہے قیمت ۱

جلوۃ المسلمین حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کی وہ متبرک کتاب جسکے ذریعہ مغفرت ہونیکی تمنا خود حضرت مصنف مدظلہ نے کی ہے تمام مہمات دین کو حاوی ہے اور اگر مسلمان اسپر پورے طریقہ سے عمل کریں تو یقین ہے کہ انکی دنیا اور دین دونو سنبھل جائیں قیمت ۶

اربعین حضرت مولانا سید محمد فخر الدین صاحب مرادآبادی کی بہترین تازہ تصنیف ہے جسمیں اسلامی عقائد، آداب معاشرت۔ معاملات وغیرہ جملہ ضروریات کے متعلق چالیس آیتیں اور چالیس حدیثیں جمع کی گئی ہیں اکابر علماء کرام کی رائے ہے کہ جناب مصنف نے دریا کو کوزہ میں بند کردیا ہے قیمت ۶

ملنے کا پتہ

دفتر الفرقان بریلی

معجزہ قرآن مجید

مؤلفہ جناب خانبہادر مولوی ادریس احمد صاحب
بی-ای-ایس (ریٹائرڈ)

حقانیت اسلام اور صداقت - رسالت و اعجاز قرآن
کے موضوع پر اپنے رنگ کی سب سے پہلی کامیاب
تصنیف ہے جسمیں مندرجہ ذیل مضامین پر نہایت دلکش
انداز میں بحث کی گئی ہے،

(۱) بائبل (تورات و انجیل وغیرہ صحف قدیمہ) کی حالت
اور یہ کہ وہ اس زمانہ میں قابل اعتماد ہیں یا نہیں،
(۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت
(۳) کلام الٰہی کی بے نظیر فصاحت و بلاغت
(۴) قرآن مجید کی بے مثل تاثیر
(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امیت اور اعجاز
قرآن -
(۶) قرآن عزیز کی پیشین گوئیاں
(۷) قرآن مجید کی تعلیم وہدایت
(۸) بعض وہ امور جو انسانی عقل کی دسترس سے باہر
ہیں اور جہاں عقل کو اپنی عاجزی اور درماندگی کا اعتراف
کرنا پڑتا ہے -

غرض کتاب قابل دید ہے علوم مشرقیہ و مغربیہ کے
ماہرین نے اسکو بہت زیادہ پسند کیا ہے چھوٹی تقطیع کے
۱۲۴ صفحات پر ختم ہے کاغذ بہترین لکھائی چھپائی دیدہ زیب

العقل والنقل از حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب دیوبندی
اسکو دیکھنے سے اسکو یقین کامل ہوجائیگا کہ اسلامی تعلیمات
عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے بالکل موافق ہیں قیمت ۱ر

حجۃ الاسلام مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ
(بانی دار العلوم دیوبند) اس میں اصول اسلام توحید و رسالت
نبابت الہام وغیرہ کا ناقابل تردید عقلی ثبوت دیا گیا ہے قیمت ۸ر

انتصار الاسلام سوامی دیانند بانی آریہ سماج نے اسلام
پر دس اعتراض کئے تھے انہیں سے نو کا نہایت محققانہ جواب
(از جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح قیمت ۶ر

قبلہ نما انتصار الاسلام کا دوسرا حصہ جسمیں سوامی جی کے
دسویں اعتراض کا نہایت تفصیلی جواب دیا گیا ہے اعتراض
یہ تھا کہ مسلمان قبلہ کی طرف کو نماز پڑھتے ہیں یہ بت پرستی ہے قیمت

الاسلام حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی
دیوبندی کی وہ معرکۃ الآرا تقریر جو آپ نے حقانیت اسلام
کے موضوع پر موتمر کے اجلاس منعقدہ مرادآباد میں فرمائی تھی
اسکے مطالعہ سے ہر شخص کو یقین ہوجاتا ہے کہ دنیا میں صحیح
اور نجات دلانیوالا مذہب صرف ایک اسلام ہے قیمت ۴ر

سلسلہ تاریخ الاسلام اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اور
آپکی عزیز اولاد دیانت صداقت استقلال پختگی عزم قوت عمل
وغیرہ وغیرہ جملہ اخلاق حسنہ میں تعلیمات اسلام کے سچے
پیرو ہوں تو آپ ضرور بالضرور تاریخ اسلام کے حصے ملاحظہ
فرمائیے پہلے حصہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی
بیان کی گئی ہے - دوسرے حصے میں مدنی زندگی
اور تتمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

اخلاق فاضلہ روزانہ کے پروگرام - معاشرتی اور اقتصادی مجالس مقدسہ کے آداب وغیرہ وغیرہ نہایت سلیس زبان میں بڑی احتیاط کے ساتھ مستند طور پر سوال وجواب کی شکل میں ترتیب دئے گئے ہیں ہر مسلمان کے گھر میں کم از کم ایک جلد ضروری رہنی چاہیے قیمت حصہ اول دوم ۱۲

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ الاسلام سے پیشتر بچوں کو پڑھانے کے لئے یہ ایک نہایت ہی مختصر مگر صحیح اور مستند - باحوالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ ہے جو حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مؤلف تاریخ الاسلام کی تازہ تصنیف ہے ہر واقعہ علیحدہ سبق کی شکل میں بیان کیا گیا ہے - زبان کی لطافت - مضامین کی خوبی محض مطالعہ سے متعلق ہے سب سے اعلیٰ خوبی یہ ہے کہ ہر واقعہ کے بعد اس نتیجہ اور پھر اوس پر آمادہ کرنے کے لئے سبق آموز جملے درج کئے گئے ہیں آخر میں اسلامی عقائد بھی سوال وجواب کی طرح درج ہیں - قیمت ۳

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت معتبر اور مستند سوانح عمری جسمیں وجود نوری سے لیکر وجود ظہوری یعنی ولادت شریف تک پھر وہاں سے نبوت اور ہجرت اور پھر وفات شریف تک کے حالات نہایت ذوق شوق کے ساتھ لکھے گئے ہیں جابجا ذوقیہ اشعار بھی ہیں اخیر میں زیارت روضہ اقدس کی بحث بھی ہے قیمت عہ

بلاغ مبین یعنی مکاتیب سید المرسلین

(مصنفہ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام خطوط اور فرامین کا مجموعہ جو آپ نے مختلف اوقات میں بادشاہوں اور حکمرانوں کے دعوت اسلام کے سلسلہ میں بھیجے اور انکے متعلق مفصل تاریخی بحث بیش بہا تاریخی اور حدیثی تحقیقات بہت سے لاینحل اشکالات کے شافی جوابات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیش بہا تبلیغی اسوہ حسنہ تبلیغ اسلام کے سادہ اور خالص اسلامی اصول قرآن و حدیث کی روشنی میں اعلیٰ کتابت وطباعت خوشنما جدید طرز کا ٹائیٹل بدو اصلی نامہ مبارک کا فوٹو قیمت دو روپیہ

شمع رسالت کا پروانہ ابوذر غفاریؓ

یہ وہ مقدس ذات ہے جسکے متعلق خدا کے سچے پیغمبر نے فرمایا تھا کہ "زمین نے ابوذر سے زیادہ سچے انسانکو اپنی پشت پر نہیں اٹھایا اور نہ کبھی آسمان نے اس سے زیادہ راستباز پر اپنا سایہ ڈالا" اس مقدس اور مجسمہ صداقت ہستی کی بہترین سیرت رئیس التحریر سلطان القلم حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے لکھی ہے جو بلا مبالغہ دنیا کی اور سیرتوں سے ایسی ہی ممتاز ہے جیسے کہ حضرت ابوذر دوسرے انسانوں سے کتاب کیا ہے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور اسکے رسول کے اس سرگشتہ عاشق کی زندہ تصویر ہے جسمیں انکے بچپن سے لیکر وفات تک کے حالات بالخصوص عبادت، ریاضت دین اسلام کی تبلیغ واشاعت جذب کی کیفیات تقویٰ اور خدا پرستی کے حیرت انگیز حالات، آپکو صاف صاف

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۵۰۵

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

اللہ کے رستہ میں کون کون میری مدد کرے گا

میرا مقصد۔ دینِ الٰہی کی اشاعت اور توحید و سنت کی حمایت وحفاظت ہے میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان حقیقی معنی میں خدائے واحد کے پرستار ہو جائیں۔ میری تمنا ہے کہ مدنی آقا کا علمِ صداقت ہمیشہ سربلند رہے اُس کے دشمن نگوں سار ہوں میری آرزو ہے کہ دُنیا کے سارے انسان خدا کے اس ہاشمی محبوب کے قدموں سے وابستہ ہو کر دین و دنیا کی عزت حاصل کریں جو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا محسن ہے۔ ان پاکیزہ مقاصد کی کامیابی کیلئے میری ہر قسم کی اعانت بالخصوص توسیع اشاعت کی سعی کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

الفرقان

مولوی محمد منظور نعمانی پرنٹر پبلشر نے جامع پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ

الفرقان

(بریلی)

مُرتَّبہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

روئداد مناظرہ بریلی

مسمی بہ

فتح بریلی کا دلکش نظارہ

یہ مرکز رضاخانیت بریلی کے اس معرکہ خیز مناظرہ کی روئداد ہے جو ۲۰ محرم ۱۳۵۴ھ سے ۲۳ محرم تک رضاخانیوں کے خاص قلعہ (مدرسہ جامعہ رضویہ بریلی) میں ہوا تھا۔ اہل سنت کی طرف جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی فاتح بریلی (مدیر الفرقان) مناظر تھے۔ اور رضاخانیوں کی طرف سے مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری مدرس مدرسہ مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی اس مناظرہ میں یوں تو بہت سے مختلف فیہ مسائل کی بحث آگئی ہے لیکن مسئلہ علم غیب اور حفظ الایمان (مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ) کی مشہور عبارت پر اتنی کافی روشنی پڑ گئی ہے کہ اسکے بعد کسی معاند کو بھی لب کشائی کی گنجائش نہیں رہتی۔ جو شخص اسکو ایک مرتبہ اول سے آخر تک سمجھ کر دیکھ لے وہ انشاء اللہ ہر رضاخانی کا ناطقہ بند کر سکتا ہے۔

بانی مناظرہ نے اہل سنت کے حق میں نہایت زبردست فیصلہ دیا ہے وہ بھی آخر میں درج کردیا گیا ہے۔ یہ روئداد ایکسو بیس (۱۲۰) صفحات پر ختم ہے۔ بعد میں ایک سولہ صفحہ کا مفید ضمیمہ اور لگایا ہے۔ قیمت ۸؍ جو حضرات مفت تقسیم کرنیکے لئے کم از کم چالیس (۴۰) نسخے طلب فرمادیں اُنسے نصف قیمت لیجائیگی جو اسکی اصل لاگت ہے تاجرانِ کتب خط و کتابت کے ذریعہ سے معاملہ طے کرسکتے ہیں۔

نوٹ:۔ فرمائش کے ساتھ اپنا مفصل پتہ اور ریلوے اسٹیشن کا نام اردو میں خوشخط لکھئے۔

ملنے کا پتہ

دفتر الفرقان۔ بریلی۔ یوپی

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعلمین نذیراہ

بڑی عالی شان ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے خاص بندہ پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لئے نذیر ہو

الفرقان

چندہ سالانہ
کاغذ قسم اول سے
قسم دوم ۱عہ/
نمونہ مفت

معاونین سے
صہ/
ممالک غیر سے
للعہ/

جلد ۲ | بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۵۴ھ | نمبر ۷

یہ علمی مذہبی اور تبلیغی رسالہ ہے جو ہر قمری مہینہ میں ایک دفعہ بریلی سے شائع ہوتا ہے

نوٹ کر لیجئے

(۱) مدیر سے جس خاص رعایت کا اعلان بیس طلبہ کے لئے ماہ گذشتہ کے الفرقان میں کیا گیا تھا وہ تعداد پوری ہوگئی اب کوئی صاحب اوسکی امید نہ رکھیں۔

(۲) جن حضرات کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے اونکے اسماء گرامی صفحہ ۱۵ و ۱۶ وصفحہ ۱۷ پر درج ہیں اگر آپکا نام بھی اوسی فہرست میں ہو تو فوراً آئندہ کے لئے چندہ روانہ فرما کر ممنون فرمایئے، (ناظم الفرقان)

باسمہ سبحانہ حمداً و سلاماً

نگاہِ اوّلیں

حضرت حق جلّ مجدہٗ کی عنایت و رحمت سے الفرقان جلد دوم کی پہلی ششماہی ختم ہوگئی" اور اب دوسری ششماہی کا پہلا نمبر حضرات ناظرین کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔

شروع سال میں جدید و قدیم خریداروں سے جو روپیہ وصول ہوا اور اوسکے بعد سے ابتک جو کچھ آیا اوسنے اسوقت" تک کفایت کی اور الحمد للہ کہ یہ ششماہی پورے اطمینان کے ساتھ گذر گئی فللہ الحمد۔ ناظرین کرام دعا فرمائیں کہ حقتعالی مستقبل بھی ایسی ہی عافیت سے گذار دے، لیکن اس عالم اسباب میں اسکی صورت صرف یہی ہے کہ الفرقان کے ہمدرد اوسکی توسیع اشاعت کے لئے پھر ایک دفعہ سعی فرمائیں۔ جو احباب الفرقان سے خصوصی محبت رکھتے ہیں اگر وہ ہی صرف ایک ایک خریدار فراہم کرنے کی کوشش کریں تو بعونہ تعالی مستقبل کا مسئلہ بآسانی حل ہو سکتا ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب کی طرف سے "معرکۃ القلم کے جواب کی ابھی کوئی قسط موصول نہیں ہوئی ہے ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں اور آج پھر عرض کرتے ہیں کہ اسکی ضرورت نہیں کہ وہ کل "معرکۃ القلم" کا جواب ایک ہی دفعہ ارسال فرمائیں بلکہ جتنا جتنا تیار ہوتا جائے وہ بھیجتے جائیں، اسطرح اوسکی اشاعت میں بھی سہولت ہوگی اور اگر ابھی اوسمیں کچھ دیر ہے تو اوسی سے مطلع فرمائیں تاکہ ہم اور ہمارے ناظرین انتظار ہی کی تکلیف سے بچ جائیں امید کہ مولویصاحب بہت جلد صورت حالات سے مطلع فرما کر مطمئن فرمائینگے ع

ہوتا ہے اژدحام تمنا اسی قدر
ہوتی ہے جتنی دیر وصولِ جواب میں

یاد رکھیے! بعض مجبوریوں کی وجہ سے شعبان و رمضان کے دونوں نمبر ایک ساتھ ہی شروع رمضان میں حاضر ہونگے۔

الفرقان سے خطاب

(از جناب محشر حسینی رفیق ادارۂ الفرقان)

اب تو ہر چار سو مشہور ہوا جاتا ہے — مثل افسانۂ منصور ہوا جاتا ہے

شعلۂ نور سرِ طور ہوا جاتا ہے — یہ جہاں نور سے معمور ہوا جاتا ہے

دل ترے جلووں سے مسرور ہوا جاتا ہے — خود ترا جلوہ بھی مغرور ہوا جاتا ہے

کیا دل آویز ہے موجِ مئے عرفاں تیری — رند تو دیکھ کے مخمور ہوا جاتا ہے

ضو فشانی کا یہ عالم ہے کہ اللہ اللہ — ظلمت آلود سماں دور ہوا جاتا ہے

تجھ کو ایماں کی ہی طاقتِ غیبی حاصل — کفر بھی سامنے کافور ہوا جاتا ہے

دیکھ کر حجتِ حق دشمنِ دیں بھی آخر — سر جھکانے ہی پہ مجبور ہوا جاتا ہے

دی ہے اس شان سے واللہ اذانِ توحید — لشکرِ ابلیس کا مفرور ہوا جاتا ہے

فاتحہ پڑھ لیں مری قبر پہ میرے بندے — لوحِ بدعت پہ یہ مسطور ہوا جاتا ہے

زندہ باد اے مرے فرقان کہ تیرے دم سے — دم بدم خوش دلِ رنجور ہوا جاتا ہے

"محشر"

عبارت حفظ الایمان کے عنوانیں

ایک اور ترمیم

اب سے کچھ دنوں پہلے ایک تعلیم یافتہ نوجوان (جو رضا خانی علما کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر حضرت حکیم الامتہ مدظلہ العالی کے متعلق بہت بُرے خیالات رکھتے تھے) مناظرہ بریلی کی روئداد کے کچھ حصہ کا مطالعہ کرنے کے بعد میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔

میں نے آج رات میں مناظرہ بریلی کی روئداد کا مطالعہ کیا اوسکے اکثر مضامین سمجھ میں آگئے لیکن ایک شبہ باقی ہے اگر اجازت ہو تو عرض کردوں۔

میں - فرمائیے کیا ہے؟

وہ - آپ نے حفظ الایمان کی عبارت کا جو مطلب بریلی کے مناظرہ میں بیان کیا ہے اوسکا تمام تر مدار اسپر ہے کہ اس عبارت میں مولٰنا اشرفعلی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار میں کلام نہیں فرمارہے بلکہ آپکی ذات مقدسہ پر لفظ ''عالم الغیب'' کے اطلاق میں بحث کررہے ہیں یہی ہے نا؟

میں - جی ہاں میرا یہی دعویٰ ہے۔

وہ - بس یہی بات سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ اس عبارت کا سب سے پہلا فقرہ یہ ہے کہ ''پھر یہ کہ آپکی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو الخ'' اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ مولٰنا اشرفعلی صاحب حکم علمِ غیب کو باطل کرنا چاہتے ہیں نہ کہ اطلاق عالم الغیب کو،

میں - جناب غور فرمائیں حکمِ علم غیب سے یہاں اطلاقِ عالم الغیب ہی مراد ہے۔

وہ - یہ کیونکر ہو سکتا ہے حکم اور اطلاق میں تو فرق ہے۔

میں - ارباب فنون کی مخصوص اصطلاح کے اعتبار سے اگرچہ حکم اور اطلاق میں فرق ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ عام محاورات میں بھی اہل فن کی اوس اصطلاح کا لحاظ رکھا جائے۔

لہذا عام محاورات میں حکم بولکر اطلاق مراد لیا جا سکتا ہے عہ اور اگر ضابطہ ہی کی توجیہ درکار ہو تو وہ بھی اسطرح کیجا سکتی ہے کہ حکم از روئے لغت اطلاق کو مستلزم ہے یعنی جہاں حکم اصطلاحی کا تحقق ہو وہاں لغۃً اطلاق ضرور صحیح ہو گا پس اس لزوم لغوی کے علاقہ کی وجہ سے بھی حکم بولکر اطلاق مراد لے سکتے ہیں اور چونکہ حفظ الایمان کی عبارت میں سیاق و سباق کے قرائن اسپر دال ہیں عہ اس لئے یہی احتمال متعین ہے اور پھر جبکہ مصنف حفظ الایمان حضرت مولانا تھانوی مدظلہ نے "بسط البنان" عہ میں خود ہی اپنی یہ مراد ظاہر بھی فرما دی تو اب حکم سے اطلاق مراد لینا اور بھی ضروری

عہ اسکی ایک عام نظیر یہ ہو کہ کلمہ نحویوں کی اصطلاح میں ایک خاص قسم لفظ کو کہتے ہیں اور اہل منطق کی اصطلاح میں دوسری قسم کے لفظ کو اور عام محاورات میں اوسکا استعمال ان دونوں اصطلاحوں سے آزاد ہے علیٰ ہذا "فاعل" نحویوں کی اصطلاح میں کچھ اور ہے اور عام استعمال میں کچھ اور الیٰ غیر ذالک من الامثلۃ ۔ ۱۲ منہ غفرلہ

عہ حفظ الایمان کی متنازع فیہ عبارت سے پہلے یہ چند فقرے موجود ہیں جو صاف بتلا رہے ہیں کہ وہاں اطلاق عالم الغیب کی بحث ہے نہ کہ مقدار علم غیب کی (۱) تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونیکی وجہ سے ناجائز ہو گا" (۲) اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہو گا" (۳) اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق و رازق وغیرہما کا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہو گا کیونکہ آپ ایجاد و بقاء عالم کے سبب ہیں (۴) جسطرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل سے جائز ہو گا۔ اسیطرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی الخ۔ ان چاروں فقروں سے صاف معلوم ہو رہا ہو کہ مولٰنا کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہی نیز متنازعہ فیہ عبارت کا آخری فقرہ جو حضرت مولٰنا کی دلیل کا الزامی نتیجہ ہے کہ

"تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"

اس سے بھی صاف صریح طور پر معلوم ہو جاتا ہو کہ مولٰنا کا کلام صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے پس سیاق و سباق کے یہ قرینے ہیں جو مجبور کر رہے ہیں کہ حکم علم غیب سے اطلاق عالم الغیب ہی مراد لیا جاوے ۱۲ منہ

عہ بسط البنان صفحہ ۱۲ پر حضرت مولٰنا مدظلہٗ عبارت حفظ الایمان کی توضیح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں "اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہی حق تعالٰی کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے مگر اس کے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعوے پر دو دلیلیں قائم کی ہیں وہ عبارت (جسپر اعتراض ہے)، دوسری دلیل کی ہی جو اس لفظ سے شروع ہوتی ہے۔ "پھر یہ کہ آپکی ذات مقدسہ پر"، مطلب یہ ہے کہ آپکی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، محض اس بنا پر

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

ہو گیا اور دوسرا احتمال باقی ہی نہ رہا میری اس گذارش پر کچھ دیر غور فرمانے کے بعد اونہوں نے اپنا دلی اطمینان ظاہر کیا اور فرمایا کہ اب مجھ کو حفظ الایمان کی عبارت پر بحمد اللہ کوئی شبہ نہیں رہا، لیکن میرا ایک مشورہ یہ ہے کہ جسطرح مولنا اشرفعلی صاحب نے اس عبارت کے آخری حصہ کا عنوان بدلدیا ہے اسیطرح اگر وہ اس پہلے فقرہ میں بھی حکم کے بجائے اطلاق ہی کردیں تو اچھا ہو اور ہم جیسے ناواقفوں کو بھی پھر دھوکا نہو۔

میں نے عرض کیا کہ میرے نزدیک آپکا یہ مشورہ صحیح ہے اور انشاء اللہ میں اسکو کسی وقت حضرت مولنا (دامت برکاتہم) کی خدمت میں عرض کرونگا۔

اس واقعہ سے تقریباً دو مہینے کے بعد وسط جمادی الآخرہ میں یہ خاکسار حضرت حکیم الامۃ مدظلہم العالی کے آستانہ عالیہ کی حاضری سے مشرف ہوا اور ان نوجوان کے اس مشورہ کا ذکر کیا حضرت والا نے اسکو پسند فرمایا اور حفظ الایمان کے اس فقرہ کے عنوان کو اسطرح بدلدیا۔

"پھر یہ کہ آپکی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو الخ"

اور اس حقیر خادم کو اس ترمیم کے اعلان کی اجازت مرحمت فرمائی"، لہذا یہ ناچیز حضرت ممدوح کی طرف سے اس ترمیم کا اعلان کرتا ہے، ساتھ ہی اہل مطابع سے درخواست ہے کہ آیندہ حفظ الایمان کو وہ اسی ترمیم کے ساتھ چھاپیں۔

آخر میں مسلمانوں سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ اللہ کے واسطے اللہ والوں کے ساتھ انصاف کریں اہل اللہ سے عداوت باعث ہلاکت ہے۔

اے اللہ! مسلمانوں کو انصاف اور حق بینی کی توفیق دے۔ اور اہل باطل کے فتنہ سے بچا۔

انك علی کل شئ قدیر ہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵) کہ آپکو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں آپکو عالم الغیب کہنا اگر صحیح ہو الخ"، اس عبارت میں مصنف حفظ الایمان مدظلہ العالی نے خود ہی تصریح فرمادی ہے کہ حکم علم غیب سے میری مراد اطلاق عالم الغیب ہے اور یہی ہمارا دعوے ہے فللہ الحمد ۱۲ منہ

دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا

(از خامہ استاذ العصر حضرت علامہ مولنا محمد اعزاز علی صاحب شیخ الادب و مفتی اعظم دار العلوم دیوبند)

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس سلسلے میں کہ اہل مکہ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں نہ قرابت کی پرواہ کی نہ محاسن اخلاق کی رعایت کی ایک حیرت انگیز اور نمونہ عبرت واقعہ کو پیش کرنا بھی بے موقع نہیں ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم خدام فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسجد حرام میں تھے۔ حضور نماز میں مشغول تھے۔ ابوجہل بھی وہاں موجود تھا اوسنے اس حالت میں آپ کو مشغول دیکھکر اپنے ہمراہی قریش کی جماعت سے کہا کہ "تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ یہ شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کر رہا ہے۔ کئی دن ہوئے کہ قریش نے اونٹوں کو ذبح کیا تھا اونکی نجاست پڑی ہوئی ہوگی۔ تم میں کسیکو اسقدر جرأت ہے کہ اونٹونکی اس متعفن نجاست کو اوٹھاکر اس شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیٹھ پر اوسوقت رکھدے جبکہ یہ سجدے میں ہو" یہ سنکر مشرکین عرب میں سے ایک بہیمہ صفت انسان اوٹھا اور اس گندی اور متعفن نجاست کو لاکر پشت مبارک پر اوسوقت رکھا جبکہ آپ سربسجود تھے۔

یہ حرکت عقل و انسانیت سے اگرچہ زائد از حد بعید تھی لیکن ان بہائم صفت اور انسان صورت نورد جاہل کے لئے تماشا بنگئی۔ اور بلا استثنا انیں سے ہر ایک قہقہے لگانے لگا۔ حتیٰ کہ بعض بعض تو ہنسی کو ضبط نکر سکنے کی وجہ سے دوسروں پر گرے پڑتے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس زمانہ میں اسقدر بے بس تھے کہ ہم میں سے کسیکو یہ ہمت نہوتی تھی کہ اس نجاست کو آپ کی پشت مبارک سے پھینککر اونکے رنگ میں بھنگ کردیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس حالت میں سجدہ سے سر نہ اوٹھایا۔ یہانتک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر گوشہ سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسکی اطلاع ہوئی وہ فوراً تشریف

لائیں اور اس نجاست کو آپ کی پشت مبارک پر سے پھینکا۔ اور مشرکین قریش کی اس جماعت کو بہت زیادہ سخت و سست کہا۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سجدے سے سر اوٹھا کر نماز کا قیام کیا اور بحالت قیام خاندان مضر کے لئے عموماً اور ابوجہل۔ عتبہ بن ربیعہ۔ عقبہ بن ابی معیط۔ امیہ بن خلف۔ شیبہ بن ربیعہ ولید بن عتبہ[1] کے لئے خصوصاً نام لے کر بد دعا کی۔

انسانیت سے گذری ہوئی اس حرکت نے جس فرح و طرب میں ان لوگونکو غرق کر دیا تھا اوس فرحت کو نہ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وقار اور خشوع روک سکا نہ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی ملامت۔ لیکن جب آپ نے نماز میں مذکورہ بالا طریقہ پر دعا فرمائی تو سب کے سب ساکت محض ہو گئے اور بد دعا کی ہیبت سب پر طاری ہو گئی۔ کیونکہ وہ آپ کی دعا کے تجربہ کار تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کفار قریش میں سے اسوقت جن جن کے لئے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بد دعا فرمائی تھی میں نے اُن سبکو جنگ بدر کے خاتمہ پر دیکھا کہ یہ سب کے سب ایک گڑھے میں مرے ہوئے اوپر تلے پڑے ہوئے تھے۔

اس مختصر سے واقعہ سے اوس برتاوے کا نمونہ سامنے آگیا ہوگا جو روزانہ آپ کے ساتھ کیا جاتا تھا

ف مجھ کو اس واقعہ کے متعلق چند امور جنکا تعلق علمی تحقیقات سے ہے عرض کرنے ہیں۔

(اول) معیار علمی پر جانچنے والے کو یہ واقعہ سنکر سب سے اول جو شبہ پیش آسکتا ہے وہ یہ ہے کہ کپڑے اور بدن کا پاک ہونا نماز کی صحت کی شرط ہے اگر ایک شخص نے نماز شروع کی لیکن نماز ختم نکرنے پایا تھا کہ بدن یا کپڑا ناپاک ہو گیا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

---

[1] اس لفظ میں کتب تواریخ میں (ع ت ب ہ) ہیں۔ مسلم کی روایت میں (ع ق ب ہ) عقبہ ہے۔ محدثین کا اتفاق ہے کہ اس نام کو عقبہ کہنے میں کسی راوی سے غلطی ہو گئی ہے کیونکہ ولید بن عقبہ کے متعلق اہل سیر کی دو رائیں ہیں ایک یہ کہ وہ اسوقت پیدا ہی نہیں ہوا تھا دوسرے یہ کہ پیدا تو ہو گیا تھا مگر بہت ہی کمسن تھا ۱۲ منہ

پس جب نجاست آپکی پشت مبارک پر رکھدی گئی تو یہ جسم اطہر بھی حامل نجاست ہوگیا اور لباس مبارک بھی ظاہری نجاست سے ملوث ہوگیا پس شرعاً یہ نماز کیونکر صحیح کہی جاسکتی ہی اس شبہ کے ازالہ کے لئے کتب فقہیہ اور حدیث کی ورق گردانی کرنے سے بہت کچھ تحقیق مسائل کی سامنے آجاتی ہے اسوقت ہمارا موضوع اِن مسائل کی تحقیق نہیں ہے اس لئے ہم فقط اسقدر رکھکر اس شبہ کو زائل کئے دیتے ہیں کہ چونکہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکا علم ہی نتھا کہ پشت مبارک پر کیا چیز رکھی گئی ہے اسلئے آپ اس نماز میں مشغول رہے اور اس روایت میں غور کرنے کے بعد ایک لفظ بھی ایسا نہ ملیگا جس سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ آپ کو اس نجاست کا علم تھا۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے سجدہ سے سر اوٹھاکر بحالت قیام بددعا فرمائی ہے لیکن مواہب کی ایک روایت میں الفاظ اسکے مخالف ہیں کیونکہ اوسکے الفاظ یہ ہیں فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ قال اللھم علیک بقریش الخ یعنی جب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز سے فارغ ہوچکے تب آپ نے بددعا فرمائی یہ دونوں روایتیں بظاہر بددعا کے وقت کی تعیین میں متعارض ہیں۔ کیونکہ جس روایت کو ہم نے اوّلاً بیان کیا ہے اوس میں بددعا کا وقت قیام صلوۃ ہے اور مواہب کی روایت سے بعد از فراغ نماز معلوم ہوتا ہے۔

اس شبہ کو کتنا ہی وقیع کیوں نہ قرار دیا جاوے لیکن حقیقت میں یہ شبہ بہت ہی ضعیف ہے کیونکہ نہ تو پہلی روایت میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہی کہ نماز ہی کی حالت میں بددعا کی نماز کے بعد بددعا نہیں کی اسیطرح دوسری روایت میں بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ نماز کے بعد ہی بددعا کی نماز کے وسط میں نہیں کی تو بلا کسی قسم کی تاویل کے یہ کہا جاسکتا ہی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز میں بھی بددعا فرمائی اور نماز کے بعد بھی۔ لیکن ایک راوی نے ایک وقت کی بددعا کو بیان کیا اور دوسرے راوی نے دوسرے وقت کی بددعا کو۔ اس صورت میں بہت سے

بہت اگر کہا جا سکتا ہے تو یہ کہ دونوں راویوں میں سے کسی نے دونوں وقتوں کی بددعا کا ذکر نہیں کیا
مگر میرے نزدیک راوی کا یہ کوئی فریضہ ہی نہیں ہے کہ واقعہ کو من اولہا الی آخرہا بالتفصیل بیان کرے
تیسرا شبہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بددعا کے متعلق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)
کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔ اور اسکا ظہور اسطرح ہوا ہے کہ متعدد مواقع پر آپ کو
جسمانی سخت سے سخت ایذائیں پہونچائی گئی ہیں خود تو بددعا کیا کرتے۔ بعض مرتبہ تو جبکہ آپ کے
جاں نثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے درخواست کی کہ اگر آپ انتقام نہیں لیتے ہیں تو نہ لیں
لیکن ان خبیث النفس انسانوں اور ناپاک روحوں کے لئے بددعا تو کردیں تو آپ نے اس درخواست
درخواست کو بھی رد کردیا۔

جب آپ حلم اور تحمل کے اس مرتبہ پر پہونچ چکے تھے کہ نہ خود بددعا کرتے تھے نہ جاں نثار صحابہ کی
درخواست متعلقہ بددعا منظور فرماتے تھے تو نماز کی یہ ایذا آپ کو اس حد تک کیوں گراں گذری
جسکی وجہ سے بغیر کسی کی درخواست کے ایک دفعہ نہیں بلکہ تحقیق سابق کے موافق دو دفعہ بددعا
کی اور جہانتک ہماری تفتیش ہماری استطاعت ہمکو پہونچاتی ہے وہ یہی ہے کہ اس اذیت کا درجہ
جسمانی بعض اذیتوں سے بہت ہی کم تھا۔

اسکا جواب یہ ہے کہ جسطرح دنیا کی تمام چیزیں متناہی ہوتی ہیں حلم بھی متناہی ہے اور جسطرح ہر چیز
کی ایک حد ہوتی ہے حلم کی بھی ایک حد ہے۔ ایک شخص کو اگرچہ کتنا ہی زیادہ حلیم اور متحمل مان
لو لیکن پھر بھی کسی درجہ میں وہ حلم و تحمل سے باہر ضرور ہو جاویگا۔ جواب کی توضیح کے لئے ذرا غور
فرمایئے کہ آگ کے ذریعہ سے پانی میں جو بھاپ پیدا کیجاتی ہے خواہ وہ کتنی ہی گرم کیوں نہو لیکن
نہایت ہی نرم ہے۔ معمولی ہوا بلکہ مونھ کی پھونک سے ادھر سے اودھر اور اودھر سے ادھر ہو جاتی
ہے۔ اسکی طبعی حرکت یہ ہے کہ نیچے سے اوپر کو چلے اگر کسی دیگچی میں پانی بھر کر اوسکے نیچے آگ جلاؤ
اور بھاپ کو روکنے کے لئے دیگچی کو کسی رکابی سے ڈھک دو تو دیکھو گے کہ بھاپ نے حرکت طبعی سے
روکے جانے کے بعد وزنی رکابی کا مقابلہ کیا اور باوجود حد سے زیادہ نرم ہونے کے دیگچی پر ڈھکے

ہوئے برتن کو دیگچی پر سے پھینکنے کی سعی کی - بلکہ یہی آگ سے پانی میں پیدا کی ہوئی بھاپ جب ریل کے انجن میں محبوس کر دیجاتی ہے اور اوسکو اپنی حرکت طبعی سے روک دیا جاتا ہے تو وہ آن کی آن میں ریل اور ریل کے مسافروں اور اُنکے ہزاروں من سامانوں کو جسکا مجموعی وزن لاکھوں من تک پہونچ جاتا ہے کہیں سے کہیں گھسیٹ کر لیجاتی ہے - اگر اس نرم بھاپ کو اُسکی حرکت طبعی سے روکا نجاتا تو وہ نکلنے کی کوشش میں ناکام ہو کر اسقدر سخت نہو جاتی - یا مثلاً زمین سے اوٹھنے والے انجرات ہی کو دیکھو کسقدر ہلکے اور نرم ہوتے ہیں کہ نرم سے نرم ہوا جدھر چاہتی ہے لیجاتی ہے لیکن جب اتنی اونچائی پر پہونچ جاتے ہیں کہ اوسکے بعد وہ اپنی طبعی حرکت سے روک دیئے جاتے ہیں تو اونکی سختی کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ بادلوں کے ٹکڑوں کا تصادم شور قیامت برپا کر دیتا ہے - انکے تصادم سے بجلی پیدا ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا فضائے آسمانی میں پہاڑوں کی ٹکر ہو رہی ہے اور آگ لگی ہوئی ہے -

یہ دو مثالیں اس امر کو ذہن نشین کرنے کے لئے کافی ہیں کہ نرم سے نرم چیز کو بھی جب اوسکی حرکت طبعی سے روک دیا جاتا ہے تو وہ سخت ہو جاتی ہے اور سختی سے مقابلہ کرتی ہے

اسکے بعد دوسری جانب نظر ڈالیے تو معلوم ہو جائیگا کہ کمال عقل کا مقتضے یہ ہے کہ توجہ الی اللہ ہو منعم حقیقی نے ہر انسان کو کمال عقل سے سرفراز فرمایا ہے اسلئے اسکی طبعی حرکت توجہ الی اللہ ہی ہے اور جو جسقدر کامل العقل ہے اوسیقدر متوجہ الی اللہ ہے - لیکن جسطرح بعض افراد انسانی کے کمال عقل کو صغر نے مغلوب کر دیا ہے اور بوجہ صغیر السن ہونے کے توجہ الی اللہ کے درجہ کو حاصل نکر سکا بعض کے کمال عقل کو جنوں نے مغلوب کر دیا اسیواسطے دیوانے اور پاگل توجہ الی اللہ کے شرف کو حاصل نہ کر سکے -- اسیطرح شہوات جسمانی میں انہماک اور لذائذ فانیہ میں استغراق کا اثر بھی یہی ہے کہ وہ کمال عقل کے اس مقتضے (توجہ الی اللہ) پر غالب آجاتا ہے اور جسطرح دیگچی کی تھوڑی سی بھاپ پر وزنی رکابی غالب آجاتی ہے اور ذراسی بھاپ کی تحریک وزنی رکابی پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے -

اسیطرح اس تھوڑے سے کمال عقل کو جسکو بڑھانا آیات ارضیہ وسماویہ میں غور کرنے پر موقوف تھا

جسمانی لذائذ میں انہماک مغلوب کر دیتا ہے۔ اور سب سے زیادہ او رقوی کفر اور شرک ہے جو شرعاً انسان کو بہائم کے ساتھ لاحق کر دیتا ہے اور کمال عقل سے بالکل ہی خارج کر دیتا ہے۔

یہ خیال نہ کیا جاوے کہ کفار کی جماعت دنیا کے نظام اور تحصیل جاہ و اموال میں روز و شب کامیاب ہوتی رہتی ہے پھر اسکے ان شاندار کارناموں کے بعد انکو کمال عقل سے معرا کیوں کہا جاتا ہے۔ اسلئے کہ نہ صرف میرے نزدیک بلکہ ہر اوس شخص کے نزدیک جسکو خدا نے فہم و فراست دی ہے یہی صحیح ہے کہ محسن اور منعم کے احسانات اور اوسکی نعمتوں کا کفر حالی ہو یا مقالی کمال عقل بلکہ انسانیت ہی کے خلاف ہے اور کیا یہ غلط ہے کہ کلب؎ معلّم کا مالک کسی شکار پر بسم اللہ کہکر کتے کو چھوڑ دے تو بعض شرائط کے ساتھ اوسکا شکار کیا ہوا جانور حلال ہوتا ہے لیکن وہ انسان جسنے الٰہ حق کے سامنے سر جھکانے سے اعراض کیا۔ ہاتھ سے تراشی ہوئی پتھر کی مورتوں کو پوجا دریاؤں اور درختوں کی عبادت کی جانوروں کو خدائی کے درجہ تک پہونچایا یا اس قابل بھی نہ سمجھا گیا کہ اگر وہ خود خدا کا نام لے کر کسی جانور کو ذبح کرے تو وہ حلال سمجھا جاوے۔ غور تو کرو شرع نے انسان کو معبود حقیقی سے تمرد کرنے کی کیا سزا دی شکار کرنیوالا کلب معلم ہے وہ شکار کرتے وقت خود خدا کا نام نہیں لیتا ہے بلکہ اوسکا مالک خدا کا نام لیکر حلال جانور کو ذبح کرتا ہے اور بنص صاحب شرع اوسکو حرام کہا جاتا ہے کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل ہے کہ اسلام نے معاہدے کی پابندی کی سخت تاکیدوں اور معاہدے کے خلاف اُن کی جان اُنکے مال۔ اونکی آبرو پر دست درازی کرنے کی شدید ممانعتوں کے باوجود حرمت و حلّت کے مسائل میں کافر سے خلعت انسانیت کو بالکل ہی چھین لیا اور کلب معلم کو ترجیح دی یہ فرق کیوں ہوا صرف اسلئے کہ کلب معلم نے اپنے مالک مجازی کی اطاعت میں اپنے اصلی انداز کو کہ جانور کو چیر پھاڑ کر خود کھا جاوے بالکل ترک کر دیا وہ شکار کرتا ہے اور صحیح و سالم اپنے مالک کے سامنے لاکر رکھدیتا ہے لیکن انسانیت کے ساتھ کمال عقل کا دعوی کرنیوالے انسان نے اپنے حقیقی مالک کی مخالفت میں اپنی عقل کو بھی زائل کر دیا اسی کی یہ سزا ملی کہ پتھروں کی عبادت اس سے کرائی گئی۔ ندی نالوں کے سامنے اسکا سر جھکایا

؎ وہ کتا جسکو شکار کی صحیح تعلیم دی گئی ہو ۱۲

گیا۔ کوے جیسے کریہ الصوت والصوت جانور کی تعظیم اس سے کرائی گئی۔ بندر جیسی حسن میں بے نظیر صورت کو اسنے قابل تعظیم سمجھا اور خداوند عالم محفوظ رکھے کہ اعضائے انسانی کی تصویر تک کی پوجا اس عقل و ہوش والے انسان سے کرائی گئی۔ سچ ہے

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت　　　بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

میرے عرض کرنے کا خلاصہ صرف اسقدر ہے کہ میں کفار کو اسلامی حیثیت سے مذہبی معاملے میں کمال عقل سے بالکل ہی دور سمجھتا ہوں۔ اور جب بات یہ ٹھیری کہ کمال عقل کا مقتضے توجہ الے اللہ ہے تو جس شخص میں توجہ الی اللہ زیادہ ہوگی وہی زیادہ کامل العقل ہوگا پس انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اس تقتضائے عقلی میں سب سے فائق ہونے کی بنا پر سب سے زیادہ کامل العقل ہیں اسلئے انکا اصلی شغلہ توجہ لے اللہ ہے اور جن لوگونکا اصلی شغلہ توجہ لے اللہ ہوگا وہ خلوت گزینی اور اعتزال عن الخلق ہی کو پسند کریں گے۔ اصلاح امت کی طرف اونکی اصلی توجہ نہوگی میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ اصلاح امت اور دعوت اسلام کے بالکل تارک ہونگے۔ بلکہ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اونکی اپنی طبیعت کا مقتضا تو یہی ہوگا کہ وہ استغراق فی اللہ کے مدارج طے کریں مگر چونکہ وہ محبوب حقیقی کی طرف سے تبلیغ احکام کے مامور قرار دئے گئے ہیں اسلئے وہ امتثالاً للامر ادھر بھی متوجہ ہوتے ہیں۔ اور تبلیغ احکام اور دعوت اسلام کے تمام فرائض و وظائف اسطرح ادا کرتے ہیں کہ بعضوں سے "لعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا" کہا جاتا ہے۔

اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ ہر کامل العقل کی طبعی چیز توجہ الی اللہ ہے۔ اور چونکہ کمال عقل میں انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سب سے زیادہ فائق ہیں اسواسطے اونکی توجہ الے اللہ بھی سب سے زیادہ کامل ہوگی گویا کہ طبیعت ثانیہ بنگئی ہوگی اور فخر عالم صلی اللہ اس مرتبہ عبدیت میں سب سے زیادہ سرفراز ہیں اسلئے آپ کی توجہ الی اللہ یقیناً اس درجہ پر ہوگی کہ اسکو آپ کی طبعی حرکت کہا جا سکتا ہے۔

اور نماز مراتب توجہ الی اللہ میں سے ایک قوی مرتبہ ہے تو نماز آپ کے لئے بدرجہ اتم حرکت طبعی ہے اور اسیکو حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک الفاظ بتار ہے ہیں کہ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ -

اور مثالیں دیکر میں یہ واضح کرچکا ہوں کہ سخت چیزوں کا تو ذکر ہی کیا اگر کسی نرم سے نرم چیز کو بھی اوسکی حرکت طبعی سے روکنے کی سعی کیجاتی ہے تو وہ سخت سے سخت غیر متوقع کام کر گذرتی ہے پس تبلیغ احکام و دعوت اسلام میں جو کچھ جسمانی یا روحانی تکالیف آپ کو پہونچائی گئیں اون سب کا تحمل آپ نے کیا - حتی کہ منافقین خذلہم اللہ نے آپ کی محبوب ترین بی بی (حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا) پر زنا کی تہمت رکھی اور حضور کو اس سے سخت ایذا پہونچی لیکن آپنے بددعا اسپر بھی نفرمائی - ہاں جب آپ کو آپکی حرکت طبعی (توجہ الی اللہ یا نماز) سے روکا گیا اسمیں رخنہ اندازی کی گئی تو اس حلم مجسم میں سختی پیدا ہوگئی اور مجیب الدعوات کے دربار میں اپنی اس مظلومیت کی تصویر پیش کی اور درخواست کی کہ ان کفار کی بہیمیت اب اس درجہ پر پہونچگئی ہے کہ مجھ کو میری اصلی لذت اور طبعی حرکت سے بھی روکتے ہیں تو اب تو اپنا قہر نازل کر اس دربار سے تو کسی معمولی سے معمولی شخص کی دعا بھی مردود نہیں ہوتی - اجیب دعوۃ الداع اوسکی شان ہے (آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی داستان مظلومیت کا غیر مسموع ہونا تو کوئی معنے ہی نہ رکھتا تھا - یہ دعا قبول ہوئی اور اسطرح قبول ہوئی کہ سب نے اسکا مشاہدہ کیا - اور یہ تمرد اور طغیان کے پیکر مجسم ہزاروں ذلتوں اور رسوائیوں کے ساتھ بدر کے ایک گڑھے میں پڑے ہوئے دیکھے گئے -

یہ ہے حال اون لوگونکا جو بے حقیقت اور چند روزہ طاقتوں پر مغرور ہو کر خدا کی طاقتوں سے ٹکرانا چاہتے اور مزاحمت کرتے ہیں -

---

خوشخبری آیندہ سے مستقل طور پر الفرقان میں فکاہات کا ایک خاص پر لطف سلسلہ شروع ہوگا عجیب وغریب مواد ہاتھ آیا ہے - (ناظم الفرقان)

حضرات مندرجہ ذیل توجہ فرمائیں

آپکی مدت خریداری ختم ہوگئی

جن حضرات کی خریداری رجب سالگذشتہ سے شروع ہوئی تھی اونکا حساب جمادی الآخرہ پر ختم ہوگیا اور اجمالی یاددہانی کے باوجود اون حضرات کی طرف سے آئندہ کے متعلق کوئی اطلاع نہیں آئی لہذا مکرر یاددہانی کے لئے ذیل میں اونکے اسماء گرامی مع نمبر خریداری درج کئے جاتے ہیں براہ کرم وہ بہت جلد سال آئندہ کے لئے اپنا چندہ روانہ فرماکر ممنون فرمائیں اگر یکم شعبان تک اونکا چندہ نہ آیا تو شعبان کا پرچہ اون حضرات کی خدمت میں نہیں پہنچیگا اور سمجھ لیا جائیگا کہ وہ الفرقان کی سرپرستی سے دستکش ہوگئے حالانکہ اسوقت الفرقان اُنکی سرپرستی کا ویسا ہی محتاج ہے جیسا سال گذشتہ تھا ہم آپکو یقین دلاتے ہیں کہ جسدن الفرقان سرمایہ کی طرف سے بے نیاز ہوکر اطمینان کی زندگی میں قدم رکھیگا ہم خود ہی آپکے تشکر و امتنان کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کردینگے لیکن للہ اسوقت الفرقان کی طرف سے مونھ نہ موڑیئے کم از کم اوس منزل تک اوسکو پہنچادیجیے کہ وہ پھر اطمینان کے ساتھ کام کرنے لگے۔

امید ہے کہ میرے ان تھوڑے سے الفاظ کو آپ کافی سمجھیں گے۔ والسلام (ناظم دفتر الفرقان بریلی)

جناب مولنا عبدالرحمن صاحب وزیرآباد عہ ۵۸۱

جناب عبدالعلیم صاحب مانڈلے (برما) عہ ۳۸۵

جناب سکریٹری صاحب انجمن حفاظت الاسلام تاراپور عہ ۵۲۱

جناب مولوی قاری عبدالحق صاحب نواکھالی عہ ۵۱۶

جناب سکریٹری صاحب مسلم لائبریری دہا میور عہ ۵۱۵

جناب مولنا عزیزالدین صاحب فیرس لین کلکتہ عہ ۵۱۴

جناب مولنا عبدالحلیم صاحب افغانی تنسر عہ ۵۱۱

جناب مولنا عبدالعزیز صاحب منڈی پی ضلع لاہور عہ ۴۵۶

جناب منیر احمد صاحب رائے پور (سی پی) عہ ۴۵۱

جناب مولوی سید احمد صاحب کلم ضلع عثمان آباد عہ ۴۴۲

جناب شبیر علی صاحب کلم " عہ ۴۴۳

جناب حکیم حسن الدین صاحب چاک بچے عہ ۳۶۷

جناب مولوی سید جعفر علی صاحب ہیروں عہ ۵۶۱

جناب حاجی امداد حسین صاحب سانڈی عہ ۵۶۲

جناب شیخ محمد یعقوب صاحب کلاہ مرچنٹ سانڈی عہ ۵۶۳

جناب سعید احمد صاحب طالبعلم میرپور خاص عہ ۵۶۴

جناب مولوی خلیل الرحمن صاحب نواپورہ متو عہ ۵۶۷

جناب مولنا سید محمد سعید شاہ صاحب منڈوال عہ ۵۷۹

جناب مولوی فضل الٰہی صاحب طالبعلم گوجرانوالہ عہ ۵۸۳

جناب ہیڈ ماسٹر صاحب اسلامیہ ہائی اسکول گوجرانوالہ عہ ۵۸۶

جناب صمد صاحب درس کمیٹی گوجرانوالہ عہ ۵۸۹

جناب رشید الرحمن صاحب بجنور عہ ۵۹۰

جناب مولنا عبدالغنی صاحب بارہ بنکی عہ ۵۹۱

جناب چودھری احمد خانصاحب جیلیانوالہ عہ ۵۹۲

جناب محمد یعقوب صاحب کلکتہ عہ ۵۹۳

جناب مولوی حفیظ اللہ صاحب مبارکپور عہ ۵۹۴

جناب عبداللہ صاحب ولد محمد شفیع صاحب مبارکپور عہ ۵۹۵

جناب صوفی خلیل احمد صاحب کلکتہ عہ ۵۹۹

جناب محمد یوسف صاحب عزیز مالیگاؤں عہ ۶۰۰
جناب مولنا ضیاء الدین صاحب فاضل الہیات لاہور عہ ۶۰۱
جناب منشی محمد دین صاحب گوجرانوالہ عہ ۶۰۲
جناب مولوی حبیب اللہ صاحب ساہووالہ عہ ۶۰۳
جناب مولوی حافظ فقیر محمد صاحب ساکن "کھوکرکے" عہ ۶۰۴
جناب صدر صاحب جمعیۃ الطلبہ گوجرانوالہ عہ ۶۰۵
جناب مولنا اصحاب الدین صاحب امرتسر عہ ۶۱۱
جناب شرف الدین صاحب امرتسر عہ ۶۱۲
جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب لاہور عہ ۶۱۳
جناب حاجی رحیم بخش صاحب بگسر عہ ۶۱۴
جناب مولوی شہاب الدین صاحب دھنوتہ عہ ۶۱۶
جناب عبد الرحمن ولد طیب سردار صاحب مبارکپور عہ ۶۱۷
جناب منشی چراغ دین صاحب گوجرانوالہ عہ ۶۱۸
جناب علی حامد صاحب رئیس اعظم محمد آباد گوہنہ عہ ۶۲۰
جناب منشی محمد عباس خاں صاحب فتحپور تال نرجا عہ ۶۲۴
جناب محمد رحمت اللہ صاحب دلبد پور عہ ۶۲۵
جناب مہتاب دین غلام رسول صاحبان گوجرانوالہ عہ ۶۲۶
جناب مولوی محمد عالم صاحب گوجرانوالہ عہ ۶۲۷
جناب فیروز الدین صاحب ٹھیکیدار لاہور عہ ۶۳۰
جناب مولوی علی محمد صاحب مالٹری عہ ۶۳۵
جناب مولوی امیر حسین صاحب غوری ہستان [illegible] عہ ۶۳۹
جناب رحیم بخش صاحب ستری اجمی بج عہ ۶۴۰
جناب نذیر احمد صاحب پی پارسی عہ ۶۴۱

یہانتک اون حضرات کے اسماء گرامی تھے جنکی خریداری گذشتہ مہینے ختم ہو چکی ہی صفحہ ۴۷ پر اون حضرات کے اسماء گرامی درج ہیں جنکی خریداری شعبان سے شروع ہوئی تھی اور اب رجب کے اس پرچہ پر اونکی مدت خریداری بھی ختم ہو گئی لہذا اون حضرات سے بھی درخواست ہے کہ وہ یکم شعبان تک سال آیندہ کے لئے اپنا چندہ بھیجکر ممنون فرمائیں بلکہ اسوقت الفرقان کی جو مالی مشکلات ہیں اونکا تقاضا یہ ہے کہ جن حضرات کو ہمپر اعتماد ہو وہ اسی وقت آیندہ سال یعنی ۵۵ھ کا پورا چندہ بھی ارسال فرما دیں گویا بجائے ایکسال کے چندہ کے ڈیڑھ سال کا عطا فرما کر ممنون فرمادیں اس سے الفرقان کی مالی مشکلات کا فوری حل ہو جائیگا اور آپ حضرات ۵۵ھ کے اختتام تک کے لئے مطمئن ہو جائینگے اور ہمکو حسابات میں سہولت ہوگی۔

جن بعض خاص احباب کے ذمہ میں دفتر الفرقان کا پچھلا حساب ہے وہ بھی اسوقت ادا فرما کر ممنون فرمائیں شعبان کے پہلے ہفتہ میں دفتر الفرقان کو ایک بڑی رقم ادا کرنی ہی۔

(ناظم الفرقان)

بوارق الغیب ۳ گذشتہ سے پیوستہ

باب اوّل

قرآنی دلائل و براہین

قرآن مجید خدا کا وہ مکمل اور آخری پیغام ہے جو قیامت تک کے لئے بنی آدم کی ہدایت و رہنمائی کا کفیل بن کر آیا ہے اس کے نازل کرنے والے حکیم و خبیر نے خود اسی کے دیباچہ میں اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

الم ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدیً للمتقین — یہ کتاب مقدس، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے متقیوں کے لئے سراپا ہدایت ہے۔

ایک دوسری جگہ اس کا منشاء نزول یہ بتلایا گیا ہے۔

کتاب انزلناہ لتخرج بہ من الظلمت الی النور — یہ مقدس کتاب ہے اس کو ہم نے اسلئے نازل کیا ہے کہ تم اسکے ذریعے لوگوں کو تاریکیوں سے نکالکر روشنی میں لاؤ۔

ایک اور موقع پر اس کی تنزیل کا مقصد یہ بیان فرمایا گیا ہے۔ کہ

وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدیً ورحمۃ لقوم یومنون ٥ — (اے رسول) ہمنے تم پر اپنی یہ کتاب اسی لئے نازل کی ہے کہ تم اُن حقائق کو کھول دو جنہیں لوگوں کا اختلاف ہے (اور ہماری یہ کتاب تو) سراپا ہدایت اور رحمت ہے ماننے والی قوم کیلئے

پس اب قرآن ہی وہ کلام ربانی اور صحیفہ آسمانی ہے جو ہمارے تمام اختلافات و نزاعات کا ناطق فیصلہ دے سکتا ہے اور اسی پر اب اہل زمین کی نجات کا مدار ہے اور وہی ہدایت کا مخزن اور مرکز ہے اُس کے لانے والے مقدس پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) نے صاف الفاظ میں اعلان کرے دیا،

من ابتغی الھدیٰ فی غیرہ اضلہ اللہ وھو حبل اللہ المتین وھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم (الحدیث) — جسنے قرآن کو چھوڑ کر کہیں اور ہدایت تلاش کی وہ گمراہ ہو جائیگا قرآن خدا کا مضبوط اور مستحکم عہد ہے، اسمیں حکمت والی نصیحت ہے، اور وہی صراطِ مستقیم اور راہ نجات ہے۔

پس اگر آج امت مسلمہ کے کسی فرد کو کسی مسئلہ میں تردد ہو تو چاہیے کہ سب سے پہلے اُس کا حل قرآن پاک سے تلاش کیا جائے، پھر اگر خدا کی اس مقدس کتاب سے ہماری سوال کا کوئی جواب مل جائے (خواہ وہ اشارۃً کنایۃً ہی کیوں نہو) تو اسی پر ایمان و اعتقاد کی بنیاد رکھدی جائیگی اس کا جو فیصلہ ہے وہ خالق ارض و سما کا فیصلہ ہے اور اس سے سرتابی انسان کی انتہائی شقاوت ہے۔

انہ لقول فصل وما ھو بالھزل ۵ وہ قول فاصل اور فارق بین الحق والباطل ہے وہ کوئی ہنسی دل لگی نہیں ہے

بہر حال انسان کی سعادت یہی ہے کہ وہ اپنے اعتقادات اور نظریات کو قرآن کے ماتحت کردے اور اُس کے ہر ہر اشارے پر سو جان سے قربان ہونے کے لئے تیار رہے، نہ یہ کہ اُس کو اپنا محکوم بنائے اور اُس کی تصریحات کو اپنے اعتقادات کے موافق بنانے کے لئے اس میں ملحدانہ تحریفیں اور رکیک تاویلیں کرے کہ یہ اہل ہوئی اور مغضوبین کا دستور ہے۔

پس اگر ہمارا ایمان سالم ہے تو ہمارے لئے قرآن حکیم کا ایک ہلکا اشارہ ہی کافی ہونا چاہئے لیکن اللہ علام الغیوب ہی خوب جانتا ہے کہ کون چیز زیادہ اہم ہے؟ اور کون مسئلہ توضیح و تشریح کا زیادہ محتاج ہے؟ وہ جانتا تھا کہ کسی وقت امت میں "علم غیب" کا یہ فتنہ بھی اُٹھے گا اس لئے اُسنے اپنی مقدس کتاب میں اسکے متعلق نہایت صاف اور واضح تصریحات فرمائیں اور اس بارہ میں بیان و تبیان کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا، حتیٰ کہ ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر اہل بدعت کے رسائل اور اُنکے صریح اقوال و دعاوی ہمارے سامنے نہوتے تو بخدا ہم کو یہ یقین آنا بھی مشکل تھا کہ کوئی شخص قرآن پر ایمان رکھنے اور اس کو خدائی کتاب اور الہامی صحیفہ ماننے کے بعد ایسا اعتقاد بھی رکھ سکتا ہے ۵

ہر گز م باور نمی آید ز روئے اعتقاد ایں ہمہ ہا گفتن و دین پیمبر داشتن

لیکن جس طرح معتزلہ اور مرجیہ، خوارج اور روافض نے ایمان بالقرآن کے ادعا کے ساتھ قرآن سے بغاوت کی اسی طرح اس مسئلہ میں بھی ایک گروہ نے تصریحات قرآن سے بے پرواہ ہو کر اپنے اوہام و ظنون کا اتباع کیا

اور اپنے دل کو سمجھانے کے لئے نصوص قرآنیہ میں معنوی تحریفیں بھی کرلیں اور ان کو اپنے حسب منشا معانی پر ڈھال بھی لیا۔ لیکن درحقیقت اُن کا یہ فریب خود اپنے نفسوں کے ساتھ ہے ومایخدعون الا انفسھم ومایشعرون۔ جن لوگوں نے دانستہ قرآن حکیم سے بغاوت کی اُن کا معاملہ تو ہم خدا کے سپرد کرتے ہیں لیکن جو بھولے بھالے مسلمان ان مبتدعین کے دامِ فریب میں آگئے ہیں اور اپنی ناواقفی کی وجہ سے اس غیبیہ عقیدہ کو موافق تعلیم اسلام سمجھنے لگے ہیں اُن کے سامنے ہم اس مسئلہ کا ناطق فیصلہ پہلے قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں (بعد ازاں جیساکہ عرض کیا جاچکا ہے احادیث نبویہ و آثار صحابہ و اقوال سلف سے بھی اس مسئلہ پر سیر حاصل روشنی ڈالی جائیگی)

اگرچہ ہم عرض کرچکے ہیں کہ ایمان والوں کی تسلی اور تشفی کے لئے قرآن عزیز کی ایک آیت بلکہ اُس کا ایک ہلکا سا اشارہ ہی کافی ہے لیکن چونکہ یہاں مسئلہ کا استیعاب اور پورے طور سے اہل باطل پر اتمام حجت مقصود ہے اس لئے انشاءاللہ تعالیٰ اس جگہ ہم اس مسئلہ کے متعلق قرآن کریم سے اتنا وافر ثبوت پیش کریں گے کہ اس سے پہلے کسی ایسے اختلافی مسئلہ کا ایسا ثبوت پیش نہ کیا گیا ہوگا۔

واللہ ولی التوفیق وبیدہٖ ازمۃ التحقیق

ایک شبہ کا جواب۔ ممکن ہے یہاں کسی سادہ لوح کو یہ شبہ ہو کہ مدعیان علم غیب بھی قرآنی آیات ہی پیش کرتے ہیں اور اُن کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں یہی قرآنی تعلیم ہے پھر یہ کس طرح معلوم ہو کہ فریقین میں کس کا کہنا صحیح اور کس کا غلط ہے اسلئے ہم پہلے ہی عرض کردینا چاہتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیشہ سے قرآن پاک اہل باطل کا بھی تختۂ مشق رہا ہے معتزلہ اور خوارج نے بھی اپنے معتقدات کے ثبوت میں قرآنی آیات پیش کیں اور نواصب و روافض نے بھی اسی قرآن کی آیتوں سے استشہاد کیا اور آج قادیانی اور چکڑالوی بھی اسی استناد کا دم بھرتے ہیں، لیکن ہم کامل وثوق اور پورے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر فہم صحیح اور نظر انصاف ہو تو قرآن مجید میں اہل باطل کے مزعومات کے لئے کوئی گنجائش نہیں وہ (ہندوؤں کے مجہول المعنے ویدوں کی طرح) ساکت و صامت نہیں بلکہ وہ ناطق کتاب ہے اسکی شان ہے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ

تنزیل من حکیم حمید۔ لیکن ہاں اس شقاوت اور بدبختی کا کوئی علاج نہیں کہ کوئی ناخدا ترس اُس کے معانی میں کتربیونت کرکے اُس سے اپنا غلط دعوی ثابت کرنا چاہے اور بیچاری عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کہدے کہ ھذا من عند اللہ (یہ خدا کا حکم ہے)۔

لیکن پھر بھی تلاش اور جستجو کرنے والے کے لئے حق و باطل اور صحیح و سقم میں امتیاز کچھ زیادہ مشکل نہیں خدا رحمتیں نازل فرمائے ہمارے اسلاف متقدمین پر وہ امت کو ان پرخطر وادیوں سے بچانے کے لئے ایسے اصول بھی ضبط فرما گئے ہیں جن سے معلوم ہوسکے کہ قرآن کی تفسیر کونسی قابل قبول ہے اور کون سی قابل رد۔

یوں تو اس موضوع پر مستقل اور مبسوط کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن یہاں ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے عمدۃ المفسرین حافظ الحدیث علامہ عماد الدین ابن کثیر دمشقی کے ایک کلام کا اقتباس پیش کرتے ہیں علامہ موصوف اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

فان قال قائل فما احسن طرق التفسیر فالجواب ان اصح الطریق فی ذالک ان یفسر القراٰن بالقراٰن فما اجمل فی مکان فانہ قد بسط فی موضع اٰخر فان اعیاک ذالک فعلیک بالسنۃ فانھا شارحۃ للقراٰن وموضحۃ لہ۔ . . . .

وحینئذ اذا لم نجد التفسیر فی القراٰن ولا فی السنۃ رجعنا فی ذالک الی اقوال الصحابۃ فانھم ادری بذالک لما شاھدوا من القرائن والاحوال التی اختصوا بھا ولما لھم من الفھم التام والعلم الصحیح والعمل الصالح لاسیما علماءھم وکبراءھم کالائمۃ الاربعۃ الخلفاء الراشدین والائمۃ المھتدین المھدیین وعبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنھم۔ . . . .

ومنھم الحبر البحر عبد اللہ بن عباس ابن عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وترجمان القراٰن ببرکۃ دعاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لہ حیث قال اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل الخ تفسیر ابن کثیر جلد اول ص۳ و ۵

علامہ موصوف کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) تفسیر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی سے تلاش کیجائے کیونکہ اس کلام الٰہی میں اگر ایک مسئلہ کو کسی جگہ اجمال کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہی تو اکثر دوسری جگہ اسکی تفصیل بھی کردی گئی ہے (چنانچہ بعض علماء متقدمین و متاخرین نے تفسیر القرآن بالقرآن کے موضوع پر مستقل اور ضخیم کتابیں تصنیف فرمائی ہیں خود حافظ ابن کثیر کا بھی یہ دستور ہے کہ وہ پہلے آیات قرآنی کی شرح دوسری آیات سے کرتے ہیں اور اس چیز نے بھی اُنکی تفسیر کو دوسری تفاسیر کے مقابلہ میں زیادہ ممتاز کر دیا ہے)

(۲) اگر کسی آیت کی تفسیر ہم خود قرآن سے نہ نکال سکیں تو حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کیونکہ وہ قرآن کی تشریح اور توضیح کرتی ہے اور قرآن مجید میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ بتلائی گئی ہے کہ۔

یعلمھم الکتاب والحکمۃ   آپ کتاب اللہ اور امور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم   ہمنے آپ پر قرآن کو نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کیواسطے اس چیز کو بیان کردیں جو انکی ہدایت کیلئے نازل کیگئی ہی

بہر حال قرآن کریم میں اس حقیقت کا بار بار اعلان کیا گیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کتاب الٰہی کے معلم اور مبین ہیں۔ پس اگر کسی آیت کی تفسیر خود آپ سے ثابت ہو جائے تو وہ ضرور واجب القبول ہے۔

(۳) اور اگر بفرض ہم اس کوشش میں بھی ناکام رہیں اور کسی آیت کی تفسیر ہم کو نہ قرآن میں ملے نہ احادیث نبویہ میں تو پھر ہم کو اقوال صحابہ دیکھنے چاہئیں۔ پس تیسرے درجہ میں وہ تفسیر قابل وثوق اور قابل اعتماد ہوگی جو کسی صحابی سے ثابت ہو جاوے بالخصوص وہ صحابہ کرام جو قرآن فہمی میں خصوصیت رکھتے تھے جیسے کہ حضرات خلفاء راشدین و حضرت عبداللہ ابن مسعود و عبداللہ ابن عباس و ابی بن کعب و معاذ ابن جبل و سالم و زید ابن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پس اگر ان حضرات سے

کسی آیت کی تفسیر ثابت ہو جاوے تو وہ بھی حضور کی تفسیر کے بعد قابل اعتماد ہے کیونکہ ان حضرات نے قرآن مجید کو سبقاً سبقاً رسولخدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھا تھا اور جس ماحول میں قرآن مجید کا نزول ہوا وہ ان حضرات کی آنکھوں کے سامنے تھا اور یہ حضرات اُن وقائع سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے جن کے بارہ میں قرآن مجید نازل ہوتا تھا۔ اسی کے ساتھ ان کو حق تعالیٰ نے دین اور احکام دین کے سمجھنے کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا کیونکہ انھیں کے ذریعہ سے اقطار عالم میں دین الٰہی کی تبلیغ ہونے والی تھی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جماعت کے متعلق کسقدر جامع کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔

کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوبًا واعمقھا علمًا واقلھا تکلفًا اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوھم علی اثرھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم۔

یہ حضرات امت کے افضل ترین افراد تھے اُنکے دل نہایت پاکیزہ اُن کا علم نہایت گہرا تکلف اور بناوٹ سے بہت دور تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے نبی اکرم کی صحبت اور اپنے دین کی خدمت کے لئے پسند کیا تھا۔ پس اُنکی فضیلت پہچانو اور اُنکے نقشِ قدم پر چلو اور جہانتک ہو سکے اُنکے اخلاق اور اُنکی طرز زندگی کو اختیار کرو کیونکہ وہ ہدایت اور صراطِ مستقیم پر گامزن تھے۔

بہرحال تیسرے درجہ میں وہ تفسیر معتبر ہے جو صحابہ کرام سے ثابت ہو اور یہ تینوں درجے جمہور امت کے متفق علیہ ہیں۔ انکے بعد حضرات تابعین کی تفسیر کے متعلق علماء میں اختلاف ہوا ہے جس کا فیصلہ حافظ ابن کثیر نے ذیل کے الفاظ میں کیا ہے۔

اما اذا اجمعوا علی الشئ فلا یرتاب فی کونہ حجۃ فان اختلفوا فلا یکون قول بعضھم حجۃ علی قول بعض ولا علی من بعدھم ویرجع فی ذلک الی لغۃ القرآن والسنۃ او عموم لغۃ العرب واقوال الصحابۃ فی ذلک۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مفسرین تابعین کسی آیت کی تفسیر میں متحد اور متفق ہو جاویں تو وہی صحیح اور

قابل قبول ہے ورنہ قواعد عربیت اور دیگر دلائل سے کسی ایک قول کو ترجیح دیجاوی۔

اس کے بعد، پانچواں درجہ اُن ائمہ کی تفاسیر کا ہے جنھوں نے اسی میدان کی سیاحت میں اپنی عمریں ختم کردیں اور مذکورہ بالا چاروں اصول کو پیش نظر رکھکر قرآن پاک کی تفسیریں لکھیں پس اگر یہ حضرات کسی تفسیر پر متفق ہو جاویں تو صحابہ و تابعین کی تفاسیر کے بعد وہ بھی قابل قبول ہو گی اور بصورت اختلاف دلائل سے کسی ایک کو ترجیح دیجاویگی۔

اس قسم کی تفسیروں میں سے مندرجۂ ذیل کتابیں اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔

تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر لباب التاویل (خازن)، تفسیر مدارک، تفسیر ابوالسعود، تفسیر کبیر، تفسیر سراج منیر، تفسیر بیضاوی، تفسیر جلالین، تفسیر جامع البیان، تفسیر روح المعانی، تفسیر نیشاپوری۔

آیات کی تفاسیر میں جو احادیث یا اقوال صحابہ و تابعین نقل کئے جائیں گے وہ اکثر و بیشتر "درمنثور" "کنز العمال" "مسند احمد" "فتح الباری" یا دیگر کتب متداولہ حدیث و شروح حدیث سے ماخوذ ہونگے۔

حاصل کلام یہ کہ

طالبان تحقیق کے لئے قرآن پاک کی صحیح تفسیر معلوم کرنے کے یہ پانچ اصول ہیں جنکی صحت اور مقبولیت کسی دلیل کی بھی محتاج نہیں اور آیات قرآنیہ سے ہمارا استدلال بھی انہی اصول کے ماتحت ہوگا ہم جس آیت کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرینگے اُس کی تفسیر بھی اپنی طرف سے نہیں کرینگے بلکہ اس کام کے لئے بھی حتی الامکان قران حکیم اور احادیث نبی کریم و ارشادات صحابہ و تابعین و اقوال ائمہ مفسرین ہی نقل کرینگے بہر حال ہماری حیثیت صرف ناقل اور ترجمان کی ہوگی اور ہم محض مؤلف ہونگے نہ کہ مصنف ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت ہمہ می گویم

اسکے بعد ہم اصل مقصد کیطرف متوجہ ہوتے ہیں اور مسئلہ علم غیب کے متعلق قرآن مجید کے ناطق فیصلے اپنے

ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

پہلی آیت اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ۝ سورہ طٰہ رکوع ۱۔

قرآن مجید کے پہلے مترجم حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔

"بدرستیکہ قیامت آیندہ است میخواہم کہ پنہان دارم آں وقت را تا جزا دہند ہر تنے را با نچہ می کند"

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ترجمہ قرآن فتح الرحمن میں فرماتے ہیں۔

"ہر آئینہ قیامت آمدنی است میخواہم کہ پنہاں دارم وقت آنرا تا جزا دادہ شود ہر شخصی بمقابلہ آنچہ می کند"

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی رح اپنے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

"قیامت مقرر آنی ہے میں چھپا رکھتا ہوں اس کو کہ بدلہ ملے ہر جی کو جو وہ کماتا ہے"۔

حضرات علمائے معتبرین کے یہ وہ تراجم ہیں جو دنیائے اسلام میں اعتماد اور مقبولیت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں ان سب ترجموں کا حاصل یہ ہے کہ قانون جزا و سزا کے بروئے کار آنیکے لئے قیامت ایکدن ضرور آنی ہے۔ اور ہم اس کے وقت خاص کو مخفی ہی رکھنا چاہتے ہیں"۔

اس آیت سے صراحتہً معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا ارادہ ہو چکا ہے کہ قیامت کے وقت خاص کو تمام بندوں سے مخفی رکھا جائے اور کسیکو اطلاع نہ دی جائے۔

پھر قرآن مجید میں قریباً پندرہ سولہ مقامات پر مختلف انداز میں اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ قیامت کے وقت کا علم حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے" پس وہ تمام آیتیں اس آیت کریمہ کی مفسر ہیں اور اسی لئے عمدۃ المفسرین حافظ ابن کثیر نے (جو حتی الوسع تفسیر القرآن بالقرآن کا عملی التزام رکھتے ہیں) اس آیت کی تفسیر میں انہیں سے بعض آیات درج بھی کی ہیں لیکن چونکہ ہم ان تمام آیات کریمہ کو آیندہ مستقل طور پر استدلال میں پیش کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں اسلئے یہاں درج کرنا ضروری نہیں سمجھتے ناظرین یہ بات اپنے خیال میں رکھیں کہ آیندہ نمبر وں میں علم قیامت کے متعلق جسقدر آیات پیش کیجائینگی وہ سب ایک دوسرے کیلئے مفسر ہونگی۔ علیٰ ہذا جو احادیث ان آیات کریمہ کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں انکو بھی ہم ان تمام آیات کے پیش کرنیکے بعد اخیر ہی میں درج کریں گے سر دست آیۃ مذکورۃ الصدر کے متعلق حضرات صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین کے زرین اقوال ملاحظہ ہوں۔ (باقی آیندہ)

تاریخ میلاد

گذشتہ سے پیوستہ

نیز یہی حضرت مولانا اشرفعلیصاحب تھانوی مدظلہ اس نوایجاد عید میلاد النبی کے متعلق وعظ الظہور میں فرماتے ہیں

"جن لوگوں نے عید میلاد النبی تراشی ہے انہوں نے بیان ولادت شریف میں یہاں تک بے ادبی کی ہے کہ صبح صادق کیوقت وہ بیان ہوا سواسطے کہ حضور کی ولادت شریف اسی وقت ہوئی ہے اور ایک گہوارہ لٹکایا گیا غرض پوری نقل بنائی گئی" ص ۲۷ و ۲۸

پھر بایں الفاظ اندیشہ ظاہر فرمایا ہے کہ

"اگر یہی نقل ہے تو خدا خیر کرے ایک عورت کو بھی لادینگے اور کہدینگے کہ چلایا کرے" ص ۲۸

افسوس ہے کہ مولانا کا یہ اندیشہ ایک حد تک صحیح نکلا۔ چنانچہ مولوی عبدالخالق خانصاحب رائے بریلوی نے رسالہ فتح الموحد حصہ اول میں خود اپنا مشاہدہ لکھا ہے کہ

"ملک بنگال کے ضلع دیناجپور میں ایک مقام پر میں نے سنا کہ یہاں بارہویں ربیع الاول کی شب کو ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مولود ہوتا ہے اور یہ یہ سامان کیا جاتا ہے نئے طرز کا مولود سنکر میں بھی چلا گیا کہ دیکھوں یہ باتیں کہاں تک سچ ہیں غرض جاکر دیکھا کہ صدہا قندیلیں روشن ہیں اور بہت بڑا مجمع ہے، وسط محفل میں ایک مسہری کھڑی ہے جسپر نہایت پر تکلف پردہ پڑا ہے اور صدہا ہار پھولوں کے ہر چہار طرف لٹک رہے ہیں، مسہری سے ملی ہوئی ایک بلند چوکی ہے اسپر ایک نوجوان مولود خواں صاحب رونق افروز ہیں جنکے داہنے بائیں دو کم سن لڑکے خوش گلو بطور بازو آواز ملا ملا کر کچھ پڑھ رہے ہیں اور ایک شخص قریب بیٹھا ہوا مردنگ بجا رہا ہے، گو مجمع زیادہ تھا مگر کوشش سے مجھ کو چوکی و مسہری کے برابر جگہ

ملگئی (غلام امام شہید کے)، پورے بروگ (برہا بروگ سے تڑپت جیبو الخ) کو ختم کرکے
ذکر ولادت شروع کیا جیسے ہی زبان سے یہ شعر نکلا

اٹھو تعظیم کو سب وقت میلاد پیمبر ہے ۔ یہاں تشریف فرما خود شفیع روز محشر ہے

بجز میرے سب اہل محفل دست بستہ کھڑے ہو گئے اور پردہ کے اندر سے بچہ کے رونے
کی سی آواز آئی، مجھے سخت حیرت ہوئی کہ رب العالمین یہ کیا ماجرا ہے، بیٹھے بیٹھے
آہستہ پردہ کا ایک گوشہ اٹھا کر میں نے دیکھا تو اندر کوئی آٹھ دس برس کا ایک
لڑکا زنانی ساری سرخ رنگ پہنے رو بقبلہ بیٹھا ہے۔ بعد ختم محفل خود میں نے کہا
کہ ایسا مولد ہم نے اپنی طرف نہیں سنا کہ جسمیں راگ و باجا و مسہری ہوتی ہو الخ"
صفحہ ۸۶ و ۸۷

دیکھئے! مجلس مولد نے بلحاظ ہیئت، سابق سے اب کتنی ترقی کی ہے، اگر یہی رفتار رہی تو آیندہ
ابھی نمعلوم اور کیا کیا ترقی ہوگی۔ جن لوگوں نے مروجہ مجلس مولد کی حقیقت بیان کی ہے انکی
بیان کردہ حقیقت کے سامنے اب کی مجلس مولد کی ہیئت کو رکھئے اور انصاف سے کہیے،
کچھ بھی مناسبت ہے؟

بلحاظ مشابہت شروع سے ابتک لوگوں نے قولاً اور فعلاً ہر طرح مجلس مولد کو دوسری
چیزوں سے تشبیہ دی ہے۔ مثلاً

قولاً۔ نصاریٰ کی عید میلاد مسیح کے مقابلہ میں مجلس مولد کرنے کی بابت ابن جزری اور انکی تائید
میں مولوی عبد السمیع صاحب کے منقولہ بالا کلام کا حاصل اس کے سوا اور کیا ہے کہ جسطرح
نصاریٰ دھوم دھام سے ہر سال عید میلاد مسیح مناتے ہیں، اسیطرح ہم بھی تزک و احتشام سے
سالانہ عید میلاد حضور کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اسطرح اثباتاً تشبیہ بالنصاریٰ کی ابتدا ابن جزری
نے کی تھی اور اب اسکی تکمیل مولوی عبد السمیع صاحب نے فرمائی، حالانکہ ہر دو بزرگ مجوز مجلس مولد
ہیں اور مخالفین مجلس مولد نے نفیاً تشبیہ دی ہے، جیسے۔

جناب مولانا مفتی سید محمد اشرف صاحب لکھنوی نے اپنے فتوے میں لکھا ہے کہ

"چوں در بلاد ہند مشرکین جشن محفل سرور منعقد کنند و امراء توران و ایران و کفار ترک در تاریخ میلاد بزرگان خود جشن نمایند درین دیار محفل میلاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم در تاریخ میلاد نمودن تشبیہ است الخ" از فتح الموحد ص ۸۶

مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رح نے فتوے میں قیام مولد کی بابتہ فرمایا ہے کہ

"یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادۃ میں تشریف لائی اوسکی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اسوجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپکی ولادت کا ٹھیرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اوس قوم سے بڑھکر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں، ان کے یہاں کوئی قید نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں اور اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھیرا کر حقیقت کا معاملہ اوسکے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہ شرع میں حرام ہے لہذا اسوجہ سے یہ قیام حرام ہوا اور موجب تشابہ کفار یا فساق کا ٹھیرا" از براہین قاطعہ ص ۱۴۱

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ نے وعظ شکر النعمہ بذکر رحمۃ الرحمہ میں فرمایا ہے کہ

"ہندوستان کے مولود کی مثال تو شیعوں کی مجلس حسین کی ہے۔ لکھنؤ میں محرم کے مہینہ میں جابجا مجلس حسین ہوتی ہے، ایک شیعی شخص نے ایک سنی وکیل صاحب سے کہا کہ آپ مجلس حسین میں شریک نہیں ہوتے؟ انھوں نے کہا کہ مجلس حسین تو میں نے آجتک یہاں کہیں ہوتے ہوئے سنی نہیں، اسنے کہا واہ صاحب لکھنؤ میں خدا جھوٹ نہ بلاوے روزانہ پچاس جگہ تو مجلس حسین آجکل محرم میں ہوتی ہے، ان وکیل صاحب

نے کہا کہ صاحب میں نے تو کہیں بھی مجلس حسین نہیں سنی اور اگر آپ کو میرا اعتبار نہو تو تھوڑی دیر آپ یہاں تشریف رکھیے ابھی معلوم ہو جائیگا۔ تھوڑی دیر میں ایک شخص دعوت دینے آیا کہ فلاں صاحب کے یہاں آج مجلس ہے، وکیل صاحب نے پوچھا کہ بھائی کاہے کی اسنے کہا فیرینی کی۔ اسکے بعد دوسرا شخص آیا کہ فلاں رئیس صاحب کے یہاں رات کو مجلس ہے، انہوں نے پوچھا کہ میاں کاہے کی مجلس ہے، اُسنے کہا شیرمال کی، تیسرا آیا اسنے کہا شیرینی کی۔ وکیل صاحب نے اُن صاحب سے کہا کہ آپنے سُن لیا امام حسین کا تو کہیں بھی ذکر نہیں، کہیں شیرمال کی مجلس ہے، کہیں فیرینی کی ہے، کہیں شیرینی کی ہے۔ امام حسین کی مجلس ہوتی تو بھلا ایسی بات تھی کہ میں شریک نہوتا۔ وہ دوسرے صاحب کہنے لگے کہ میاں تم تو بڑے مذاقی آدمی ہو غرض یہی حال آجکل ہماری مجالس میلاد کا ہے کہ اکثر مٹھائی کی بدولت مجمع ہو جاتا ہے، اگر مٹھائی نہ تقسیم ہو تو نہ کوئی پڑھے اور نہ کوئی سننے آوے، خدا کو بھی دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ ہم ذکر رسول کر رہے ہیں۔" صـ ۹

مولوی عبد السلام صاحب ندوی نے، مضمون "بدعت" میں تغیر مذہبی کے سبب، اختلاط مذاہب کے ذیل میں بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، مثالاً لکھا ہے کہ

"مثلاً مولود کے موقع پر یا رمضان کے زمانہ میں چراغاں کرنا اب تقریباً ایک مذہبی شعار ہو گیا ہے لیکن درحقیقت اسکا ایک دقیق سبب ہے، اس قسم کی روشنی کی ابتدا برامکہ کے زمانہ میں ہوئی، اس زمانہ میں شعبان کی پندرہویں شب کو ایک بندعانہ نماز پڑھی جاتی تھی جسکو الفیہ کہتے تھے اور اسکے لئے نہایت اہتمام کیا جاتا تھا، برامکہ پہلے مجوسی مذہب رکھتے تھے اور آگ مجوس کا معبود ہے، اس بنا پر انہوں نے قدیم مذہب کی محبت سے اس موقع پر آگ کو روشنی اور چراغاں کی صورت میں اسلام کا بھی ایک شعار قرار دیا" پرچہ الندوہ جلد ۸ نمبر ۱ صـ ۸ بابت نومبر سنہ ۱۹۱۱ء

۴۴

انہیں سے مولانا رشید احمد صاحب رح کی تشبیہ پر مجوزین میلاد آجتک بہت خفا ہیں چنانچہ مولوی عبدالسمیع صاحب انوار ساطعہ میں علامہ ابن جزری کیطرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

"خلاصہ یہ کہ امام القراء والمحدثین علامہ ابن جزری اور جمیع اہل سنت والجماعت کا مشرب نہایت صاف اور تشبیہات کفریہ سے بالکل پاک ہے ہاں یہ حضرات ایسی تشبیہات جنم کنہیا وغیرہ کی محفل پاک کی نسبت پیدا کر کے کچھ اپنی عاقبت بخیر ہونے کا سامان کر رہے ہیں، اگرچہ مجھکو اکثر مبتدعین کی تکفیر میں سکوت ہے۔ ہاں البتہ بعض اہل علم تحریر فرماتے ہیں کہ ایسی تشبیہ دینے اور محفل ذکر پاک سید الابرار کو اس قسم کی اہانت اور استخفار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے" صـ ۱۷۱

لیکن میرے خیال میں تشبہ بالنصاریٰ، تشبہ بالیہود، تشبہ بالروافض، تشبہ بالمجوس سب کی جب ایک حقیقت تشبہ بالکفار ہے تو علامہ ابن جزری کو بری کرنا اور مولانا رشید احمد صاحب کو کافر بنانا بعید از انصاف ہے۔ بلکہ سچ پوچھیے تو ثبوت کا پہلو علامہ ابن جزری اور خود مولوی عبدالسمیع صاحب ہی کیطرف ہے، مولانا رشید احمد صاحب کی طرف نفی کا پہلو ہے، وہ بھی خود بعض مجوزین مولد کے نارواعمل کی بنا پر ہے اور ظاہر ہے کہ ناپاک نسبت پیدا کرنے، اہانت و استخفار کرنے کا جرم ثبوت و عمل میں ہوگا نہ کہ نفی و منع میں۔

فعلاً مولوی عبدالسمیع صاحب کے قول کے مطابق ملوک مصر و اندلس و مغربی نے ابتدا کی اور انتہا اہل ہند کی قسمت میں لکھی تھی چنانچہ ہیئت میلاد میں انکی مجلس مولد کی صورت و کیفیت دیکھیے جسمیں درحقیقت اغیار کی تقریبات کا پورا پورا خاکہ موجود ہے پس اگر اسکے فاعل کی بدولت ایسی مجلس کو ہنود کے سانگ کنہیا یا روافض کے نقل شہادت اہل بیت سے کوئی مشابہ کہدے تو اسمیں فاعل کا قصور ہے نہ کہ تشبیہ دینے والے کا اگر مولود کرنیوالوں کا یہی رنگ رہا تو وہ آیندہ اور بھی نہ معلوم کس کس چیز سے مجلس مولود کو مشابہ کہنے کا موقعہ پیدا کرینگے اور اس ترقی کی کیا حد ہوگی؟ خدا ہی کو خوب معلوم ہے۔

۸۵

بلحاظ بانی مجلس یعنی مولود کرنے والوں کے لحاظ سے مجلس میلاد میں تغیر و تبدل اور ترقی و تنزل شروع میں لوگ تنہا بلا شرکت غیری مولود کرتے تھے مگر اب تو لوگ چندہ سے بھی کرنے لگے ہیں، مردوں کے علاوہ عورتیں حتی کہ رنڈیاں تک مولود کرتی ہیں، پرانے مجوزین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مولود کرنے والے حاضرین کو کھانا بھی کھلاتے تھے، فقراء و مساکین کو صدقہ و خیرات بھی دیتے تھے لیکن اس زمانہ میں عموماً اطعام طعام و خیر خیرات کا پتہ نہیں، ہاں صرف شیرینی تقسیم کرنے کی رسم جاری ہے اور اب مولود کرنے والوں کے ذمہ مٹھائی کا ٹیکس ایسا واجب الادا ہے کہ بلا مٹھائی کے مولود کرنا مشکل ہے۔ وہ غریب چاہے خود فاقہ مست ہو اور اُسے قرض ہی لینا پڑے مگر رواج عام اور شرما حضوری کا ناس ہو کہ اسکی بدولت مٹھائی ضرور تقسیم کرنا ہی دولت مندوں کو دیکھا ہے کہ دیگر دینی ضروری کام درپیش ہیں لیکن وہ اسکی پروا نہیں کرتے اور بڑے دھوم سے مولود کرکے مٹھائی تقسیم کرتے ہیں۔

۴۶ مولوی عبد السمیع صاحب نے انوار ساطعہ صفحہ ۱ میں مجلس مولد کے لئے آداب و تعظیم ذکر ولادت مع بعض صفات و معجزات و خرق عادات وغیرہ کو اصل اور فرش، خیمہ، شامیانہ، منبر، چوکی، وغیرہ آراستہ کرنے۔ کھڑے ہو کر درود یا مدح پڑھنے۔ کھانا کھلانے، شیرینی بانٹنے، بخور سلگانے، عطر ملنے کو عوارض قرار دیکر لکھا ہے کہ اگر ذکر ولادت نہ ہو اور صرف اس کے امور ملحقہ عارضہ ہوں تو وہ مجلس مولد ہی نہیں جسکا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ذکر ولادت کو بلا اسکے عوارض کے مولود کہا جائے لیکن آج اس کے لئے کون تیار ہوگا جبکہ خود مولوی عبد السمیع صاحب کا یہ حال ہے کہ صفحہ ۲۱۵ پر قیام کے متعلق اعتراضات کے جواب میں ان عوارضات کو لوازم آداب کہکر صاف لکھدیا کہ

"جہاں جمیع لوازم آداب منفی ہیں وہاں یہ بھی نہوا تو کیا حرج ہے خالی قیام کیا بچار کریگا"

یہ عوارضات جب آداب کے لوازم اور قیام کے موقوف علیہ ہیں تو اب انکی اہمیت میں کون شبہ کر سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مفلوک الحال، اہل و عیال والے آدمی چاہتے ہیں مگر ذکر ولادت کے عوارضات، آداب کے لوازمات، قیام کے موقوف علیہ فرش، روشنی، عطر، بخور،

شیرنی وغیرہ میں چونکہ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ مجلس مولد نہیں کر سکتے :۔

بلحاظ مولود خواں معلوم نہیں کہ عمر بن محمد موجد کے ہاں موصل والی مجلس مولد میں میلاد خواں کون اور کس حیثیت کے تھے۔ ہاں سلطان اربل کے ہاں مجلس میں اتنا پتہ چلتا ہے کہ مولود خواں علامہ ابن المفضل کی طرح صاحب تقویٰ تو نہ تھے لیکن عالم تھے اور ابتدا میں پڑھنے والے اہل علم نیز مرد ہوتے تھے، وہ مولود بطور پیشہ نہیں پڑھتے تھے لیکن بعد کو خصوصاً ہندوستان کے مولود خوانوں نے میلاد خوانی کے ہر شعبہ میں خوب ترقی کی چنانچہ گیارہویں صدی ہجری کا واقعہ ہے جسے خود مولوی عبد السمیع صاحب نے نقل کیا ہے کہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح متوفی ۱۰۳۴ھ کے زمانہ میں

"کسی نے تالی بجا بجا کر اور قواعد موسیقی و نغمات کی رعایت سے مولد شریف پڑھا تھا" انوار ساطعہ صہ ۲۵۴

اور اب اس زمانہ میں تو اس ترقی کی حد ہو گئی۔ میلاد خوانی کے لئے عموماً نہ متشرع صورت ہے نہ علم کی حاجت ہے، نہ مرد کی خصوصیت ہے، نہ خلوص کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والوں کی صورت اور سیرت اکثر خلاف شریعت نظر آتی ہے، کسی کے سر پر انگلش فیشن بال ہیں۔ کسی کی مونچھیں بڑی ہیں، کسی کی داڑھی صاف ہے، کوئی بے نمازی ہے، کوئی تارک جماعت ہے، کوئی تاڑی پیتا ہے کوئی شرابی ہے، کوئی زانی ہے، کوئی جواری ہے۔ غرض طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ مگر وہ ہیں کہ مجلس میلاد میں بڑے شان و تبختر سے تخت پر متمکن ہیں اور گلا پھاڑ پھاڑ کر سامعین کو خوش کر رہے ہیں۔

جہل کا یہ عالم ہے کہ نہ عربی آتی ہے، نہ فارسی۔ پس مولود خوانی کے لئے اردو دانی کافی ہے، وہ بھی نثر میں، ورنہ نظم میں تو اردو دانی کی بھی حاجت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک نہیں، صدہا ہزارہا جاہل بلکہ اجہل مولود خواں مسند میلاد خوانی پر فخر کرتے نظر آتے ہیں اور ہندوستان کی مجالس میلاد میں جہاں دیکھیے، مسند پر یہی رونق افروز ہیں۔ انہیں سے بعض تو مولوی نما جاہل ہوتے ہیں کہ عالمانہ

۴۷

شان سے تخت یا ممبر پر بیٹھکر اول کوئی آیت یا حدیث پڑھتے ہیں، پھر ان کو نہ اس کے ترجمہ سے مطلب نہ تفسیر سے غرض، بس بے تعلق بیان شروع کر دیتے ہیں جسمیں دور از کار باتوں، موضوع روایتوں، غلط حکایتوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، اگر کسی نے اپنی خبط بے ربط تقریر میں مصلحین امت کو وہابی کافر مردود ملعون وغیرہ کہکر گالی بھی دیدی تو پھر کیا کہنا، عوام سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا ڈبل مولانا ہے ابھی حال کا واقعہ ہے مرزاپور میں خان بہادر مصطفےٰ خاں کے لڑکے حکیم الدین خاں نے ۲۸ نومبر سنہ ۱۹۳۳ء کو بڑے دھوم سے میلاد کیا اکہ آباد سے مولوی ولایت حسین صاحب کو پڑھنے کے لئے بلوایا اول انکے صاجزادے نے بیان کیا بعد قیام مولوی ولایت حسین صاحب بیٹھے چند منٹ میں صرف یہ بیان کرکے اُتر آئے کہ " وہابی بھی عجب الٹی کھوپڑی کے ہوتے ہیں جو میلاد کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دیتے ہیں " اللہ اکبر، ایکہزار روپیہ خرچ کرکے بانی محفل اور سامعین نے مولویصاحب سے صرف یہ سُنا جو نہ کوئی آیت تھی نہ حدیث نہ فقہ کا کوئی مسئلہ۔

۴۸　ان مولوی نما جاہلوں میں سے کوئی مجذوب بنکر مولود پڑھکر دعوت کھاکر فیس وصول کرتا ہے اور بیان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے مرزاپور میں خان بہادر مصطفےٰ خاں کے ہاں بنارس کے رحیم شاہ مجذوب نے اتفاق سے مولود پڑھا، الم نشرح کی تفسیر میں شق صدر کی وجہ بیان کی کہ حضور صلعم کے آبا واجداد کافر تھے، اس پشتینی اثر سے آپ کے قلب میں جو زنگ کفر و شرک تھا اسکو دھوکر مٹانے کے لئے فرشتوں نے آپکا سینہ چاک کیا تھا۔ میں نے یہ سنا اور خون کا گھونٹ پی کر رہگیا۔

یہ لوگ عموماً مجلس کا رنگ دیکھتے ہیں، شریعت کے مطابق نہیں بلکہ بانی مجلس و حاضرین محفل جیسے ہوتے ہیں انکی مرضی کے موافق بیان کرتے ہیں۔ یہاں اونہیں خان بہادر کے ہاں ایک بدایونی مولانا نے مولود پڑھا، سامعین میں کچھ شیعہ اور انکے ایک بنارسی مولوی بھی تھے جنہیں خوش کرنے کے لئے مولانا نے شروع سے آخر تک شیعوں ہی کا صدہا بار درود پڑھا اور صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کا رقت آمیز تذکرہ کیا وہ بھی اسقدر غلط مبالغہ آمیز کہ پس پشت ایک بنارسی شیعہ مولوی نے بھی تکذیب کی۔　　(باقی آیندہ)

کارزار عقل اور اطاعت رسول

(از جناب مولٰنا محمد میاں صاحب دیوبندی)

گذشتہ سے پیوستہ

اس موقعہ پر ایک لطیف ترین بحث یہ بھی ہے کہ فرشتوں سے انسان کسطرح مضامین یا کلام کو اخذ کرتا ہے؟ کاتب حروف کو اگر فرشتوں سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اسکے متعلق بھی کچھ بحث کرتا۔ لیکن چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ البتہ یہ ضرور معلوم ہے کہ افضل الانبیاء سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اپنی تمام رفعت وعظمت کے یعنی مرتبہ نبوت میں بالاترین سیادت کے ہوتے ہوئے اور باوجود اسکے کہ ابتدائے عمر میں شق صدر کے ذریعہ مخصوص انوار سے سینہ مبارک مملو کر دیا گیا تھا۔ اور خلقی کثافتیں نکالکر الگ کر دی گئی تھیں لیکن جب پہلی مرتبہ جبرئیل علیہ السلام سے ہمکلامی ہوئی تو حضور نے واپس ہوکر حضرت خدیجہ سے کہا تھا۔ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ بہر حال اس ہی ایک واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فرشتونکو تبلیغ کے لئے یا انسان بننا پڑتا یا انسان کو فرشتہ بننا پڑتا۔

خدائے قدیر کی حکمت بالغہ نے ایک ایسا سلسلہ قائم فرمایا جو اگرچہ اپنے شرف رتبہ میں ملائکہ سے بھی اعلیٰ اور بالا تھا۔ لیکن اپنی پیدایش میں انسانوں میں داخل تھا تاکہ اوس جانب سے بآسانی حاصل کرلے اور اس جانب بآسانی پہونچا دے۔

انما انا قاسم واللّٰہ یعطی

بہر حال یہ ایک مخصوص لطف الٰہی تھا کہ انسان ہی کو منصب رسالت کے لئے منتخب کیا گیا۔

ارتقاء نبوت خداوندا تیری حکمت بالغہ کا کسطرح اعتراف کریں یا تیری رحمت کاملہ کی کسطرح مدح کریں۔ یقیناً ہم تیری ثنا سے قاصر ہیں۔ تیری توصیف سے عاجز۔ تیری رحمت نے جب عالم انسانی کی طرف چشم الطاف منصرف فرماکر اوسکو سلسلہ نبوت سے مشرف فرمایا تو پھر انسانی بضاعت کی

کمزوری کا پوری طرح لحاظ فرماتے ہوئے اوسکو تعلیمات کا اعلیٰ مرتبہ پہلی دفعہ میں نہیں مرحمت فرمایا گیا کیونکہ وہ ناقص تھا۔ وہ عاجز تھا۔ وہ ظلوم وجہول تھا۔ وہ قاصر تھا۔ وہ اون تعلیمات کی برداشت سے عاجز رہتا۔ وہ اونکو پوری طرح سمجھ بھی نہ سکتا آخر کسطرح ممکن ہے کہ ایک مبتدی درجہ فاضل یا ایم۔ اے کی تعلیم کو سمجھ سکے۔

بلکہ جسطرح انسان کی فطرت ارتقائی ہے۔ نہیں جسطرح اس دنیا کی تمام چیزیں ارتقائی ہیں۔ اسیطرح سلسلہ رسالت و نبوت کو بھی ارتقائی رکھا۔

اور پھر جسطرح ہر ارتقا کی ایک آخری حد ہے اسیطرح سلسلہ رسالت کی بھی ایک آخری حد متعین فرمادی۔ تاکہ انسان اپنی استعداد کے بموجب کمال اعظم سے بہرہ اندوز ہوسکے چنانچہ دنیا میں جو ابو البشر ہو کر آیا وہی سب سے پہلا نبی تھا۔ یعنی سیدنا حضرت آدم علیہ السلام تمام آدمیوں کے باپ بھی ہیں اور سب سے پہلے نبی بھی۔

لیکن آپکی تعلیم صرف اون چیزوں سے متعلق تھی جنپر انسان کی زندگی کا مدار ہے کیونکہ ابتک انسان کو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ وہ اپنی زندگی کسطرح باقی رکھ سکتا ہے۔ اور اپنی خوراک خدا کی زمین کے مخفی خزانوں سے کسطرح حاصل کرسکتا ہے۔ غرض یہ نبوت کا پہلا درجہ تھا جسطرح انسان کی ترقی کی پہلی سیڑھی یہی تھی اسکے بعد کچھ اپنے ذاتی فکر و شعور سے کچھ انبیا علیہم السلام کی تعلیمات سے ترقی کے مراتب پر صعود کرتا رہا جسطرح صنعت و حرفت میں دن بدن ترقی ہوتی رہی۔ اسیطرح اوسکے علوم اوسکے تجربات میں بھی دن بدن اضافہ ہوتا رہا۔ اور ہاں اسیطرح مادہ شر کا فطری غرور بھی عقل پر غالب ہو ہو کر نئی نئی کجروی اور گمراہی پیدا کرتا رہا۔

اور اس ہی نسبت کے بموجب حسب ضرورت انبیاء علیہم السلام آتے رہے اور تعلیم پیش کرتے رہے جو انسانی حالات اور انسانی استعداد کے مناسب تھی۔ حتیٰ کہ وہ زمانہ آیا کہ جب انسان کے علوم اوس معراج پر پہونچگئے کہ اوسکے بعد آج تک اونمیں اضافہ نہیں ہوسکا۔ ارسطو۔ افلاطون بطلیموس جالینوس۔ بقراط۔ سقراط وغیرہ وغیرہ عقلا اور فلاسفہ جنکے علوم اور افکار پر آج دنیا کی تمام ترقیات

کا مدار ہے اور جنکے مقولے اور تصنیفات آج نہایت عزت اور منزلت کے ساتھ اکسفورڈ اور کیمبرج کالج میں پڑہائے جاتے ہیں اور جنکے ایک ایک نظرئے کی تشریح میں بڑے بڑے ماہرین سائنس انگریز پروفیسر گھنٹوں لیکچر دیکر اپنی قابلیت کا اظہار کرتے ہیں۔

وہ دنیا میں پیدا ہو کر اپنی علوم حوالہ پسماندگاں کرتے ہوئے رخصت ہو چکے اور حتیٰ کہ وہ زمانہ آیا کہ انسان کی آبادی جو کبھی دنیا کے ایک کنارہ پر تھی۔ اب وہ زمین کے ہر گوشے میں پہونچ گئی تھی۔ سلسلہ رسل و رسائل اگرچہ موجودہ دور کی طرح تیز اور سریع نہ تھا۔ لیکن۔ تجارتی یا سیاسی تعلقات میں تمام دنیا کی آبادی ایک دوسرے سے منسلک ہو گئی تھی۔

طبی تجربات سائینسی اور فلسفی معلومات اوس حد کو پہونچ گئے تھے جنکے متعلق حکما یونان کے قصے زبان زد ہیں۔ تمدن کے ارتقا کا اندازہ اون انکشافات سے ہوتا ہے جو آثار قدیمہ کی تفتیش کے سلسلہ میں یوماً فیوماً دنیا کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ فراعنہ مصر کی قبریں۔ مصر کے اہرام۔ اور قاہرہ کی بلند پایہ عمارتیں۔ کسرے انوشروان کا قصر خورنق۔ دمشق اور یروشلم۔ قسطنطنیہ وغیرہ کی عجیب و غریب تعمیرات۔ آجتک بے نظیر فن انجنیرنگ کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔ اسی طرح صنعت و حرفت میں جو کمال اہل ایشیا نے حاصل کیا تھا، اگر یورپ کے بنئے اوس سے اوس زمانہ میں واقف ہو جاتے۔ تو یقیناً برق و اسٹیم نہ سہی تو اس جیسی دوسری طاقتوں کی گرم بازاری اوس زمانہ میں بھی ایسی ہی ہو جاتی جو آجکل ہے۔

بہرحال تاریخ داں حضرات کے نزدیک یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دور حاضر کی جملہ ترقیات اگرچہ اسطرح سے رواج یافتہ نہوئی تھیں لیکن انکے اصول اور مبادی دنیا کے سامنے اپنے پورے مالہ و ماعلیہ کے ساتھ آچکے تھے۔ اور آج جو کچھ ہے وہ ان ہی اصول کا برگ و بار ہے۔

بلاشبہ جس قدر بھی غور و خوض کیا جائے اور نظر انصاف سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو جائیگی کہ اصولی طور پر انسان کی استعداد اپنے پایۂ کمال کو پہونچ چکی تھی اور وہ اپنے کمال کی آخری حد حاصل کر چکی تھی اور پھر جو کچھ آج کیا جا رہا ہے وہ اوسکی اشاعت اور اوسکے تجربات

کی وسعت ہو ممکن ہو کوئی صاحب احقر کی گذارش کو کوتاہ فہمی پر محمول کریں مگر حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ عقلا اور فلاسفہ کی تحقیقات سے واقفیت کے بعد یہی کہا جاسکتا ہو۔ اہل یورپ کے پاس صرف صنعت ہے جسکا تعلق مشاہدات اور تجربات سے ہے۔ باقی عقلی علوم جنکا تعلق محض غور و فکر سے ہے اس سے وہ عاری ہیں اور سراسر محروم اور اوسکے ثبوت کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ الٰہیات کے حقائق سے اہل یورپ بالکل ناواقف ہیں اور اگر واقف ہیں تو قدیم فلاسفہ کے مقابلہ میں اوسکو دسویں بیسویں کی نسبت بھی نہیں بلاشبہ الٰہیات کے بارے میں جسقدر کاوش اہل ایشیانے کی۔ یورپ اوسکی گرد کو بھی نہیں پہونچا۔ ہاں صنعت و حرفت میں بیشک کمال حاصل کیا۔ مگر یہ وہ کمال ہے۔ جسکا تعلق تجربات سے ہے عقلیات سے نہیں۔ ہمارے دیہات کے بڑھئی لوہار بھی باوجود بے قدری اور بے علمی کے نئی نئی چیزیں بناتے رہتے ہیں مقصود تحریر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پیشتر انسان اپنی عقل کامل کر چکا تھا۔ استعداد مکمل ہو چکی تھی اور صلاحیت اپنی آخری حد پر پہونچ چکی تھی۔ دنیاوی علم اپنی انتہائی معراج تک صعود کر چکا تھا۔

لیکن یہ سب کچھ دنیاوی علوم کے متعلق تھا۔ اخروی علوم میں عقل کی پرواز اور بلند سے بلند پرواز بھی۔ کوئی یقینی اور فیصلہ کن انکشاف حاصل نہ کر سکتی تھی۔

چنانچہ مذکورہ بالا سوالات کے جواب میں ابتک وہی سرگردانی تھی جو اس سے پہلے۔

ہاں یہ ضرور تھا کہ پہلے سادہ لوح افراد انسانی کے خیالات اور سوالات بھی سادہ تھے شکوک و شبہات بھی سادہ لیکن اب وفور علم کے باعث جملہ شکوک و شبہات منطق و فلسفہ کی پیچیدگیوں سے اور بھی زیادہ پیچیدہ ہو گئے تھے۔

(باقی آیندہ)

ہدایات

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیجیے۔

فرمایش کتب کے ساتھ ریلوے اسٹیشن اور ڈاکخانہ کا نام صاف لکھیے۔

نبوت اور بشریت

(گذشتہ سے پیوستہ)

بہرحال انبیاء علیہم السلام کے متعلق قدیم زمانے سے گمراہ قوموں کا ایک خیال یہ بھی رہا ہے کہ اونکو بشر نہونا چاہیے اور چونکہ یہ تخیل زیادہ عام رہا ہے اور خود مشرکین عرب بھی (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق کے اولین مخاطب تھے) اسی گمراہی میں مبتلا تھے اور اونہوں نے اسی بنیاد پر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت سے انکار کیا تھا اس لئے قرآن حکیم میں اس باطل عقیدہ کا رد خاص اہتمام سے فرمایا گیا چنانچہ سورہ بنی اسرائیل (کی مذکورۃ الصدر آیتوں) میں جہاں یہ مذکور ہے کہ "ان لوگوں (اہل عرب) کو ایمان لانے سے صرف یہی خیال مانع ہوا کہ" رسول بشر نہیں ہوسکتا" (بلکہ اوسکو فرشتہ ہونا چاہیے) وہیں اونکے اس غلط تخیل کا رد نہایت پر حکمت انداز میں اسطرح فرمایا گیا ہے کہ

قل لو کان فی الارض ملٰئکۃ	اے رسول آپ فرما دیجیے کہ اگر زمین پر (بجائے انسانوں کے)
یمشون مطمئنین لنزلنا	فرشتے آباد ہوتے تو ہم اُن میں فرشتہ ہی کو رسول بنا کر
علیہم ملکا رسولا ۵	بھیجتے۔

گویا اونکو بتلا دیا گیا کہ نبی اور رسول کے لئے اسکی ضرورت ہے کہ وہ اسی قوم کی جنس سے ہو جسکی ہدایت کے لئے وہ مبعوث ہوا ہے تاکہ اونکے اعمال و عواطف اور اونکے احساسات کو سمجھ سکے اسکے بغیر ہدایت کی تکمیل ناممکن ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے اکثر گناہوں کا تعلق قوت شہویہ اور قوت غضبیہ سے ہے اب جو بھی انسانوں کا ہادی بنکر آئے اوسکے لئے ضروری ہے کہ وہ ان قوتوں کے مہیجات اور مسکنات سے پوری طرح واقف ہو تاکہ اونپر صحیح کنٹرول کر سکے۔ ملائکہ کے اندر سرے سے ان قوی ہی کا وجود نہیں پھر وہ اونپر کنٹرول کسطرح کر سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں ہادی کے لئے اسکی بھی ضرورت ہے کہ وہ قوم کے سامنے جو تعلیمات پیش کرے ساتھ ہی اونپر عمل کر کے بھی دکھائے اسکے بغیر عام انسانونکی کامل رہنمائی نہیں ہوسکتی اور فرشتے اکثر احکام الٰہی کا عملی نمونہ پیش کرنے سے قاصر رہتے آداب معاشرت، سیاست مدن، تدبیر منزل بیع وشرا وغیرہ معاملات عورت و مرد کے باہمی تعلقات وغیرہ کے متعلق وہ صرف احکام تو پہنچا دیتے لیکن اونپر عمل کر کے دکھانا درکنار انہیں سے بہت سی چیزوں حقیقت کے ادراک سے بھی عاجز رہتے تو مقصد رسالت ہی ناکام رہتا نیز فرائض نبوت کی انجام دہی کے لئے اسکی سخت ضرورت ہے کہ قوم نبی وقت سے مانوس ہوسکے اور باہمی انس جیسا وہ ہم جنسو نیں ہوسکتا ہے وہ مختلف اجناس کے افراد میں ناممکن ہی یہی وجہ ہے کہ ملائکہ عام طور پر انسانی شکل میں متشکل ہو کر ہی حضرات انبیاء علیہم السلام کو خدا کا پیغام پہنچاتے ہیں تاکہ من وجہ مجانست متحقق ہو جائے جو افادہ اور استفادہ کے لئے ایک حد تک ضروری ہے اور غالباً اسی لئے سورۂ "انعام" میں فرمایا گیا ہے کہ اگر بفرض فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجا جاتا (جیسا ان گمراہوں کا خیال ہے) تو وہ بھی عام انسانوں کی تعلیم اور تفہیم کے لئے انسانی شکل ہی میں آتا تو اوس صورت میں بھی یہ کور دماغ یہی شبہ کرتے اور کہتے کہ یہ تو ہم ہی جیسا انسان ہے یہ رسول کیسے ہوسکتا ہے؟

ولو جعلنا ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم ما کانوا یلبسون ۵ (سورۂ انعام)

بہر حال قرآن کریم نے اس گمراہانہ نظریے کا رد نہایت اہتمام کیساتھ فرمایا اور جب جب منکرین رسالت کی طرف سے یہ شبہ پیش کیا گیا تو اوسکے جواب میں خود صاحب رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ اعلان کرا دیا گیا کہ

قل انما انا بشر مثلکم — بس میں تو تمہیں جیسا ایک انسان ہوں

(کہف) (حم سجدہ)

اور کبھی آپ کو حکم ہوا کہ آپ صاف صاف ان لوگوں سے کہدیجئے کہ

میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے — قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ

خزانے ہیں اور نہ مجھے علم غیب کا دعوے ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک
ہے اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں (انعام)

اور کبھی اس حقیقت کا اظہار آپ سے اسطرح کرایا گیا کہ

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا آپ اعلان فرما دیجیے کہ میرا خدا تمام عیبوں اور کمزوریوں
(بنی اسرائیل) سے پاک ہے میں تو بس ایک انسان پیغمبر ہوں

اور اسی مغالطہ کے رفع کرنے کے لئے کبھی آپ کو حکم ہوا کہ آپ قل ما کنت بدعا
ان لوگوں کو بتلا دیجیے کہ (جیسے پہلے پیغمبر انسان تھے میں بھی انسان من الرسل الآیہ
ہوں) میں کوئی نرالا پیغمبر نہیں ہوں (احقاف)

اور اسی مغالطہ کی اصلاح کے لئے کبھی یہ فرمایا گیا کہ اے رسول! وما ارسلنا من قبلک
تم سے پہلے بھی ہم نے اپنی پیغام رسانی کے لئے انسانوں ہی کو الا رجالا نوحی الیھم من
چنا تھا اور اُنکی طرف بھی ہم اسی طرح وحی بھیجتے تھے (غرض انسانی اھل القری (یوسف)
نبوت کوئی نئی اور نرالی چیز نہیں) اور اگر اسمیں کسیکو شبہ ہو تو وہ اہل کتاب وما ارسلنا من قبلک
سے پوچھ سکتا ہے (وہ بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکیں گے الا رجالا نوحی الیھم
کہ پہلے دنیا میں جو پیغمبر آئے تھے وہ سب بھی انسان اور بشر ہی تھے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم
لا تعلمون ۵ (نحل)

اور جب ان بدبختوں نے حضور کے کھانے پینے اور اپنی ضروریات سے بازار جانے کو خلاف نبوت
ورسالت کہا تو قرآن کریم نے یہ بھی بتلایا کہ

اگلے رسول بھی اسی طرح کھاتے پیتے اور اپنی ضروریات سے وما ارسلنا قبلک من المرسلین
بازار میں جاتے تھے لہذا اس چیز کو بھی منافی رسالت سمجھنا محض الا انھم لیاکلون الطعام و
تمہاری حماقت ہے یمشون فی الاسواق (الفرقان)

بہرحال قرآن عزیز نے اس مسئلہ کی تبیین و تشریح میں کوئی دقیقہ نچھوڑا اور بار بار اسکی توضیح و تصریح

فرمائی کہ نبوت اور بشریت میں منافات نہیں یہ خیال غلط اور سراسر غلط ہے کہ رسول کو بشریت سے بالاتر ہونا چاہیے بلکہ حکمت کا مقتضا یہی ہے کہ انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے انسان ہی رسول بنکر آئے اسکے بغیر منشاء رسالت ہی کی تکمیل نہیں ہو سکتی اور اسیواسطے ہم نے زمانہ ماضی میں بھی بنی آدم کی ہدایت کے لئے انسانوں ہی کو رسول بناکر بھیجا ہے بلکہ قرآن پاک تو بنی آدم پر خدا کا یہ خاص احسان بتلاتا ہے کہ اوسنے تمہاری جنس سے تم ہی جیسے انسان کو رسول بناکر بھیجا جس سے اگر ایک طرف تمہاری جنس کا درجہ بلند ہوا تو دوسری طرف تمکو اس جنسی رشتہ کی وجہ سے فیض حاصل کرنا آسان ہوگیا۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم ٥ (سورہ توبہ)

اے لوگو! تمہارے پاس ہمارے ایک ایسے رسول آئے ہیں جو تمہاری ہی جنس سے ہیں یعنی تم ہی میں کے ایک بشر ہیں۔ اونکو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے اور وہ تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند ہیں بالخصوص ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم (آل عمران)

یقیناً اللہ نے بڑا احسان کیا مسلمانوں پر کہ اونمیں ایک رسول اونہیں میں سے بھیجا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم الایہ (جمعہ)

اوس رحیم و کریم خدا نے عرب کے بن پڑھے لوگوں میں اونہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا

اور درحقیقت بنی آدم پر حق تعالیٰ کا یہ ایک عظیم الشان انعام ہے کہ اوسنے اونکی ہدایت کے لئے اونہی میں سے انبیا و رسل کا انتخاب فرمایا۔ اگر خدانخواستہ وہ اس کام کے لئے فرشتوں کو منتخب کرتا تو نہ تو انسانیت کا درجہ اتنا بلند ہوتا اور نہ انسان کی ہدایت ہی پایۂ تکمیل کو پہونچتی۔ مگر حیرت ہے

کہ ان تصریحات اور تشریحات کے بعد بھی عرب کے وہ گمراہ اپنے اس گمراہانہ تخیل سے نہ ہٹے اور یہی کہتے رہے کہ "بشر تو رسول نہیں ہو سکتا" اور اسی لئے وہ بدقسمت داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے،

مگر اوس سے زیادہ موجب حیرت بلکہ قابل عبرت یہ چیز ہے کہ عصر حاضر کے بعض مدعیان اسلام جو قرآن عزیز کو کتاب الٰہی بھی تسلیم کرتے ہیں وہ بھی آج اس مغالطہ میں مبتلا ہیں اور کھلے لفظوں میں وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار کر رہے ہیں اون کور دماغوں کے نزدیک حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنا کفر ہے فیا للعجب

اگرچہ ہمارے اتنے بیان سے بھی مسئلہ بحمداللہ کافی سے زیادہ واضح ہو چکا ہے مگر خدا نے توفیق دی تو آیندہ ہم قرآن و حدیث کی تصریحات اور اسلاف امت کے ارشادات سے اس مسئلہ پر اور روشنی ڈالینگے۔

اصلی دین اور جعلی دین

(از حضرت نامی بلیاوی)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریقۂ دعوت وطرز تبلیغ سے آپ ناواقف نہونگے، اگر آپ نے ادنیٰ تدبر و تفکر کے ساتھ کبھی ایک بار بھی قرآن پاک کا مطالعہ کیا ہے تو اون مبارک نفوس کے یہ کلمات قدسیہ آپ کے کانوں میں گونج رہے ہونگے کہ

و ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علیٰ رب العلمین (شعراء)

اے قوم! میں تم سے اپنی تعلیم کا، اپنے وعظ کا، دعوت الی الحق کا کوئی معاوضہ کوئی بدلہ نہیں طلب کرتا ہوں میرا اجر تو بس خدائے قدوس کے ذمہ ہے۔

اس مقدس گروہ کے ہر فرد نے توحید و عبادت خداوندی کا وعظ کہنے کے بعد اس امر کا اظہار ضروری سمجھا کہ اس تبلیغ و دعوت کی تہ میں کوئی دنیاوی غرض مضمر نہیں ہے بلکہ صرف دنیا و آخرت کا پروردگار مقصود ہے، انسانوں کا مال و متاع، اونکا ملک و خزانہ، اونکی تعریفیں اور شکریے مطلوب نہیں بلکہ رضوان الٰہی و خوشنودی خداوند متعال پیش نظر ہے۔ اور وہی ہماری ساری امیدوں اور آرزوئوں کا مرکز ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے اس بصیرت افروز بیان نے الٰہی مذہب کی حقیقت دنیا کے سامنے رکھدی ہے، اور دین کے اصلی سنگ بنیاد کی طرف عام افکار کے لئے ایک شاہراہ کھول دی ہے اس سے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ انبیاء و رسل کی بعثت کی غرض، مذہب کا مقصود حقیقی، دین کے تمام اصول و فروع کی غایت اصلی صرف خدا ہے۔ اور محض خدا، اور وہ تمام امور جو خدا اور اوسکے بندوں کے درمیان روک بنجائیں، اور اونکی روحانیت اور اوسکے مرکز اصلی کے درمیان سدراہ ہوجائیں یا وہ تمام اعمال و افعال جنسے خدا مقصود نہو کسی طرح مذہب کے اہم یا غیر اہم اجزا نہیں قرار پاسکتے مقدس مذہب کے صحیح اور سچے نمونے خود انبیاء کرام

علیہم السلام ہیں اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ" کا نعرہ دلربا انکی پاک زبانوں سے آپکے کانوں تک پہنچ چکا ہے۔ اسکے علاوہ آپ ہر نبی کی پاک سیرت کا مطالعہ کر جائیں، ان طاہر و برگزیدہ ہستیونکی حیات میں آپ ترفہ، راحت طلبی، عیش پسندی، اطعمہ لذیذہ کی طلب، لباسہائے فاخرہ کی خواہش کا نام و نشان بھی نہ پائیں گے۔ بلکہ آپکو ہر نبی کی زندگی جفاکشی، سادگی، جدّوجہد کا مرقعہ نظر آئے گی۔ دنیا کی بزرگترین نعمت یعنی سلطنت و حکومت بھی اونکے ہاتھوں میں ہوگی تو اوسکی غرض بھی انابت الی اللہ کے سوا اور کچھ نہوگی، یاد کیجیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے فرمان کو جب انہوں نے اپنی بے نظیر حکومت و تصرف کا ایک حیرت انگیز نمونہ دیکھا تو بیساختہ بول اُٹھے۔

هذا من فضل ربي ليبلوني أأشكر ام اكفر یہ میرے پروردگار کا احسان ہی اور میرا امتحان کہ میں اوسکی شکرگذاری کرتا ہوں یا ناشکری،

(سورہ نمل)

خود سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی حیات طیبہ کو اپنے سامنے رکھیے۔ آپکے عرش سے زیادہ بلند مرتبے کو ملاحظہ کیجیے اور دنیاوی زندگی دیکھیے، سرور کونین ہیں، بادشاہ ہردوسرا ہیں، مگر اوڑھنے کو ایک کملی، سونے کے لئے ٹاٹ، سرہانے چھال بھرا ہوا تکیہ دو دو مہینے تک گھر کے چولہے سرد رہے اناج نہونے کیوجہ سے کھجور اور پانی پر گذارا کیا، ساری عمر جو کی روٹی بھی دو وقت متواتر پیٹ بھر کے نہیں کھائی،

اسکے بعد خلفاء راشدین و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کا مطالعہ کیجیے جنکی زندگیوں پر حضور کی حیات طیبہ پورے طور سے پرتو افگن ہوئی تھی، یہاں بھی آپکو جوش عمل، جہاد فی سبیل اللہ، یاد الٰہی میں بےچینی و اضطراب، صراط نبوت پر مستعدی سے گامزنی کے علاوہ اور کچھ نہ ملیگا یہاں بھی نہ لباسوں کی پرواہ ہے، نہ دسترخوانوں کی فکر ہے، نہ مجلسی تکلفات ہیں، نہ دربار آرائیاں ہیں۔ آہ انکا کتنا صحیح اور مکمل نقشہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان جامع الفاظ میں کھینچا ہے۔

افضل هذه الامة ابرها قلوبا و اعمقها وہ اس امت کے افضل ترین افراد تھے اونکے قلوب نہایت

علماً و اقلها تکلفا — پاکیزہ اونکا علم نہایت گہرا سادگی کے مجسمے تکلفات دنیویہ سے دور رہنے والے تھے

اس حقیقت کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اگر کبھی اِن مقدس ہستیوں کے قلوب میں تکلفات دنیویہ ولذائذ و نعم فانیہ و راحت جسمانیہ کا خیال بھی آیا تو غیرت خداوندی گوارا نکرتی تھی کہ یہ جمال محمدی کے دیوانے، شمع احمدی کے پروانے اور صراط خداوندی پر بے خودانہ انداز سے چلنے والے ذرا دیر کے لیے بھی اس راستہ سے الگ ہوجائیں، یا اونکے عشق و محبت کا رخ دنیا کی طرف ہو۔ عشق وگداز کی موجوں میں ذرا سکون ہوا کہ خدا نے صدائے محبت سے پھر اونمیں حرکت پیدا کر دی اپنی خستگی و ناتوانی دیکھکر ذرا سستا لینے کو جی چاہا کہ اللہ نے تذکیر کر کے اونمیں پہلے سے زیادہ توانائی اور چستی پیدا کر دی۔ پڑھیے

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون ۵	کیا وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل ذکر الٰہی اور وحی حق کے لئے جھک جاویں اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہو جاویں جنکو پہلے کتاب الٰہی دی گئی تھی پھر اپنر مدت دراز گذر گئی پھر انکے دل سخت ہوگئے۔ اور بہت سے تو اونمیں سے کافر ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

ولا تلقوا بایدکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین ۵	اور (جہاد فی سبیل اللہ سے دستکش ہوکر) اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو اور اچھے کام کئے جاؤ خدا نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے

ساتھ ہی ان آیات کریمہ کا شان نزول بھی ملاحظہ فرمایئے تاکہ حقیقت مستور نرہے۔

صحابہ کرام کے علاوہ بھی تمام اساتین امت، مجتہدین عظام، اولیا و شہداء کرام، پر نظر ڈالیے یہ لوگ صحیح معنے میں دین و مذہب کے پیشوا ہیں انہیں سے ہر ایک کی عزت و عظمت کا دارمدار یاد خدا، رغبت الی اللہ، اہتمام آخرت، مجاہدہ نفس پر ہے ہم اونکی مجلسوں کو اونکے خورونوش

کو اونکے لباسونکو انکے سامان رہایش کو تمام تکلفات اور رنگینیوں سے خالی پائیں گے،
مگر اللہ برا کرے ہوائے نفس کا کہ اوسنے اپنے مرغوبات و خواہشات کو "بدعت حسنہ" کا برقعہ پہنا کر
دین فطرت میں اسطرح داخل کردیا کہ عیاذاً باللہ اوسکی سادگی دنیا کی نظروں سے محجوب ہوگئی اصل
دین جو تکلفات اور نفسانی خواہشات سے بالکل خالی تھا آج اوسمیں ان مصنوعی مشائخ اور نقلی صوفیوں
کی دراندازی کے طفیل میں لباسہائے فاخرہ اور اطعمہ لذیذہ کا ایک طویل باب موجود ہے،
اب ان پیروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ خوب زرق برق ریشمی یا ریشمی نما لباس پہنیں، کمر یا کی
ایک لمبی سی تسبیح (یا مالا) کے چار چار چکر اونکے گلو میں پڑے ہوں اور انہیں سے بعض گمراہ تو رنگین
ساڑھی پہننے کو بھی تصوف کا لازم سمجھتے ہیں اور انکے نزدیک اس زنانی وضع میں رہنا بھی تقرب
الٰہی کا ذریعہ ہے، اور کچھ بدنصیب سر پر چوٹی بھی رکھتے ہیں ہاتھوں میں چوڑیاں اور کانوں میں بالیاں بھی
بھی پہنتے ہیں اور یہ عورت بننا ہی اونکے نزدیک ولایت کی تکمیل ہے حالانکہ داعی اسلام صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں کی نقالی کریں اور نیز لعنت ہی اُن عورتوں
پر جو مردوں کی سی شکل وصورت بنائیں"

بہرحال شریعت کی نظر میں جو لعنتی کام ہیں وہی ان بدبختوں کے نزدیک ولایت اور قرب الٰہی
کے وسائل ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون یہ تو ان جعلی پیروں کے لباس اور وضع کا اجمالی خاکہ
تھا اب ذرا کھانے کے باب میں بھی انکی مزعومہ بدعات حسنہ کا مطالعہ کیجیے،
شریعت الٰہیہ نے صدقے یا تکمیل ثواب کے لئے کسی خاص قسم کے کھانے کی تخصیص نہیں کی تھی
بلکہ اجازت تھی کہ جو بھی میسر ہو اللہ کی راہ میں دو، حتی کہ جب حضور سے بعض لوگوں نے سوال
کیا کہ ہم خدا کی راہ میں کیا دیں تو اسکے جواب میں صرف مصارف خیر بتلا کر یہ تنبیہ کردی گئی کہ یہ
بات پوچھنے کی نہیں ہے کہ کیا دیا جائے؟ بلکہ یہ پوچھو کہ کسکو دیا جائے - اور بار بار اس حقیقت
کا اعلان کیا گیا کہ جو بھی قلیل و کثیر، عظیم و حقیر تم اللہ کے راستہ میں خرچ کروگے وہ مقبول ہوگا اور

تکو اوسکا اچھا بدلہ دیا جائیگا چنانچہ فرمایا گیا

وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون — جو مال بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے اوسکا بدلہ تکو بھرپور دیا جائیگا اور تمہارے حق میں کوئی کمی نہیں ہوگی

وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم ۝ — اور جو مال بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے اللہ اوسکو خوب جانتا ہے۔

لیکن اِن شکم پروروں جنہوں نے اسمیں عجیب عجیب ایجادیں کیں محرم میں کھانے کے لئے کھچڑا اور اشتا اور پینے کے لئے شربت اسی شکم شریف کا تقاضا پورا کرنے کے لئے شب برات کا حلوا اور عید کی سوئیاں نکالی گئیں، سیدنا امام جعفر صادق اور شاہ جلال الدین بخاری کے نام پر شکر میدہ خستہ پوریوں کے کونڈے ایجاد کئے گئے۔ اور حضرت سیدۃ النساءؓ کے نام نامی پر بیبی جی کی صحنک نکلی پھر جب اِن ایجادات سے بھی نفس امّارہ کی خواہش پوری نہوئی تو کہیں کسی بزرگ کے نام پر ہنڈیاں ایجاد ہوئیں اور کسی بزرگ کے نام پر بوٹی روٹی پھر کسی دل چلے نے شیخ سدو کا بکرا نکالا تو کسی دوسرے بڑے پیٹ والے نے سید احمد کبیر کی گائے، معلوم نہیں ابھی کسی بزرگ کے نام پر بھینسے اور ہاتھی کا چڑھاوا بھی شروع ہوا ہے یا نہیں، مگر اس نئی شریعت کے باب الاطعمہ کی تکمیل ازل سے غالباً اس طبقہ کے مجدد اعظم کے لئے مقدر تھی جنہوں نے اپنے وصیت نامہ میں تنہا اپنی فاتحہ کے لئے کامل ایک درجن لذیذ اور نفیس کھانوں کی فہرست دیکر اس کمی کو ہمیشہ کے لئے پورا کر دیا۔

اب اس وصیت کی رو سے مجدد صاحب کی فاتحہ میں اِن بارہ چیزوں کا ہونا ضروری ہے

دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا۔ شامی کباب۔ پراٹھے۔ اور بالائی، فیرنی، اُرد کی پھریری دال مع ادرک دلوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی۔ انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف ’’ وصایا شریف صہ ۹ مطبوعہ حسنی پریس بریلی

واضح رہے کہ مجدد صاحب کا یہی وہ چٹ پٹا مگر نفلی ’’دین‘‘ ہے جسکے متعلق آپنے اپنے اسی وصیت نامہ

میں فرمایا ہے کہ

میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اوسپر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہوگا

بھلا جس دین کا دسترخوان یکجز لگا نہیں بلکہ بارہ رنگا ہو اوسکی اولویت و برتریت اور پھر اوسکی فرضیت

میں کیا شبہ؟ اور ارباب ذوق و شوق بھلا کیوں اوسمیں جوق جوق نہ داخل ہوں ایسے سعادتمند

تو یقیناً کم ہیں جو دنیا کی ان مرغوبات سے صرف نعمہائے آخرت کی امید پر دستکش ہو جانے کو تیار ہوں

علاوہ ازیں نقد اور ادھار کا بھی ایک کھلا فرق ہے،

مگر ایمان والے جانتے ہیں کہ دنیا اور اوسکی ساری نعمتیں فانی ہیں دوام اور پائیداری صرف آخرت

اور اوسکی نعمتوں کو ہے۔ بل توثرون الحیوٰۃ الدنیا والاٰخرۃ خیر و ابقیٰ ٥ (نامی بلیاوی)

آپ کی مدت خریداری بھی ختم ہوگئی

ذیل میں اون حضرات کے اسمائے گرامی درج ہیں جنکی خریداری شعبان ۱۳۵۳ھ سے شروع ہوئی تھی

اور اس نمبر پر اونکا حساب ختم ہوگیا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ الفرقان کیساتھ آپکا رشتہ آئندہ بھی قائم رہیگا

جناب آلہ دین وزیر علی صاحب بیکانیر ۶۲۱
جناب مولوی قاری فتح محمد صاحب پانی پت ۶۲۲
جناب مولوی محمد حسین صاحب جودھپوری دارالعلوم دیوبند ۶۲۳
جناب شاکر حسین صاحب الہ آباد ۶۲۸
انجمن طلباء جالندھر شہر ۶۳۱
جناب احمد میاں صاحب ڈھوک کاسب ۶۳۲
جناب محمد اشرف صاحب نوشہرہ درکان ۶۳۳
جناب حاجی عبدالرزاق صاحب موضع ممنارہ ۶۳۴
جناب عبدالحفیظ صاحب نقشہ بند مبارکپور ۶۳۶
جناب مولوی محمد یونس صاحب موضع سریان ۶۳۷
جناب عبدالحی و حاجی نعمت اللہ صاحبان مبارکپور ۶۳۹
جناب حکیم برکت علی صاحب مغلپورہ ۶۴۱
جناب شفاعت علیصاحب موضع ہرتی ۶۴۳
جناب مولوی محمد اسحق صاحب غازیپور ۶۴۴

جناب پیر عبدالحق صاحب صدیقی موضع سراوان ۶۴۵
جناب حکیم غلام حیدر صاحب سیتاپور ۶۴۶
جناب بابو جمال الدین صاحب مغلپورہ ۶۴۷
جناب حاجی سلامت اللہ عبدالعلیم صاحبان کانپور ۶۵۰
جناب منشی محمد اسمٰعیل عیسیٰ بھائی جی بیروچ ۶۵۲
جناب مولوی حبیب اللہ صاحب موضع پیر جھنڈا سندھ ۶۵۳
جناب نظام الدین صاحب خلیفہ مبارکپور ۶۵۶
جناب حکیم محمد ابراہیم صاحب صمصانی بانوٹہ ۶۵۷
جناب مہتمم صاحب کنز العلوم ٹانڈہ ۶۶۰
جناب محمد ادریس صاحب نومسلم دارالعلوم دیوبند ۶۶۱
جناب مولوی عبدالحق صاحب نصر کوٹ سندھ ۶۶۲
جناب محمد حنیف صاحب باڑی بھگوان گونڈہ ۶۶۳
جناب مولوی محمد بشیر صاحب عین العلم ٹانڈہ ۶۶۸

بیشک کسی مکفر المسلمین کی امارت ملت کے ساتھ خطرناک کھیل ہے

راولپنڈی کے ایک اجتماع نے اپنی مخصوص اغراض کو پورا کرنے کے لئے ایک خاص سازش کے ماتحت جناب پیر جماعت علیشاہ صاحب علی پوری کو امیر ملت بنایا، چونکہ ہمارے نزدیک یہ انتخاب نادرست اور ملت اسلامیہ کے لئے ضرر رساں تھا اسلئے ہم نے بلا خوف لومۃ لائم اوسکے خلاف آواز بلند کی، ہم کو پہلے سے یقین تھا کہ اس اعلاء کلمۃ الحق کے صلہ میں ہمکو پیر صاحب کے مریدوں اور اون تمام اخبار نویسوں کی طرف سے جنہوں نے اسوقت پیر صاحب کو آلہ کار بنایا ہے خوب گالیاں ملینگی تنگ نظری اور فرقہ پروری کے طعنے دیئے جائینگے اور وہ سب کچھ کیا جائیگا جو ایسے مواقع پر کہا جایا کرتا ہے۔ لیکن الحمد للہ ان خطرات کے پیش نظر ہوتے ہوئے بھی ہم نے اظہار حق کا فریضہ ادا کیا اور خدا شاہد ہے کہ اوسمیں ہماری نیت بخیر تھی ہم ملت کو ایک آنیوالے زبردست خطرے سے بچانا چاہتے تھے۔ ہمارے اختلاف کی بنیاد صرف اس چیز پر تھی کہ پیر صاحب موصوف ایک کٹر قسم کے مکفر ہیں اونکے فتوے سے ہندوستان کے نوے فیصدی سے زیادہ مسلمان، بلکہ اونکے حلقۂ ارادت کو چھوڑ کر تقریباً سب ہی مسلمان کافر مرتد اور گردن زدنی ہیں اون سب کی اولاد غیر ثابت النسب (اولاد زنا) اور محروم الارث ہے'۔ اور جو شخص مسلمانوں کے سواد اعظم کو اس بیدردی سے کافر بنائے وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ اسکو امیر ملت تسلیم کیا جائے۔

اسی بنیاد پر ہمنے پیر صاحب سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنی امارت منوانے سے پہلے اس عالمگیر تکفیر سے بیزاری کا اعلان کردیں، انصاف والی دنیا غور کرے کیا ہمارا یہ مطالبہ بیجا تھا، ہم نے پیر صاحب سے یہ نہیں کہا کہ آپ علم غیب عرس فاتحہ کے مسائل میں ہمارے ہم آہنگ ہوجائیں، ہم نے یہ بھی نہیں کہا کہ آپ گیارھویں کرنا، قوالی سننا چھوڑ دیں بلکہ ہمارا مظلومانہ مطالبہ صرف یہ تھا کہ

"آپ اس عالمگیر تکفیر سے بیزاری کا اعلان کردیں

اگر دنیا سے عدل و انصاف کا خاتمہ نہیں ہوگیا ہے تو للہ بتلایا جائے کہ جو حضرات اس بے پناہ تکفیر کے باوجود پیر صاحب کو روادار اور فراخدل کہرہے اور اونکو امیر ملت بنانا چاہتے ہیں۔ کیا اونکو حق پہنچتا ہے کہ وہ ہمارے اس مظلومانہ مطالبہ پر ہمکو متعصب تنگ نظر، اور فرقہ پرور کہیں؟ معلوم نہیں ان بزرگوں کے نزدیک تعصب اور تنگ نظری کس چیز کا نام ہی، ایک شخص اپنے چند نفر مریدوں کے سوا قریبًا سارے مسلمانوں کو کافر مرتد کہے، اونکو واجب القتل قرار دے بلکہ اونمیں سے ایک ایک کے قتل کرنے میں ہزار ہزار کافروں کے قتل کرنے سے زیادہ ثواب بتلائے، اونکی اولاد کو کھلے لفظوں میں اولاد حرام قرار دے، وہ تو اونکے نزدیک روادار اور وسیع النظر ہے (کیونکہ وہ اونکا آلہ کار بنا ہوا ہے) اور اگر کوئی مظلوم پیر صاحب کی تیغ تکفیر کا گھائل صرف اتنا کہے کہ چونکہ پیر صاحب مسلمانوں کو کافر بتلاتے ہیں اسلئے اونکی امارت قابل تسلیم نہیں تو وہ صرف اس مظلومانہ احتجاج کی وجہ سے متعصب، تنگ نظر، اور فرقہ پرور، کہلانے کا مستحق ہو۔

انصاف، انصاف، اے اہل انصاف، انصاف،

اسوقت تک اشتہارات و اخبارات میں جو مضامین ہمارے اس احتجاج کے خلاف شائع ہوئے ہیں افسوس ہے کہ اونمیں افتراپردازیوں اور دشنام طرازیوں کے سوا کچھ بھی نہیں، کاش یہ حضرات گالیاں دینے اور جذبات ابھارنے کے بجائے معقولیت کے ساتھ کوئی بات لکھتے اور اگر ہمارا یہ احتجاج اور مطالبہ غلط تھا تو اوسکو دلائل سے غلط ثابت کرتے تو ضرور ہم اونکی رہنمائی کے ممنون ہوتے اور اگر اونکی بات قابل قبول ہوتی تو انشاء اللہ ہم کو اوسکے قبول کرنے سے ہرگز عار مانع نہوتی (جو معقول بات بھی دلائل کی روشنی میں ہمارے سامنے آئیگی ہم ہمیشہ اوسکو تسلیم کرنے کے لئے جھکیں گے۔ ناحق پر اصرار اور قبول حق سے استنکاف و استکبار ہمارے نزدیک بدترین شقاوت اور انتہائی دناءت ہے،

سه مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی سے جو فتویٰ "حسام الحرمین" علماء دیوبند وغیرہ کی تکفیر میں مرتب کرایا تھا (دیکھو تتمہ ...) علماء دیوبند کے متعلق لکھا گیا ہے کہ ان میں سے ایک کافر کو مارنے میں ہزار کافروں کے مارنے سے زیادہ ثواب ہے، پیر جماعت علیشاہ صاحب بھی اس فتوے سے متفق ہیں بلکہ اوسکے زبردست حامی ہیں

رہا یہ کہ پیر صاحب کے مرید ہزاروں یا لاکھوں ہیں، یا یہ کہ راولپنڈی کانفرنس میں ایک کثیر جماعت نے اونکی امارت کو تسلیم کرلیا ہے تو صرف یہ چیز اونکی امارت کے جواز کے لئے کافی وجہ نہیں ہو سکتی یہاں سوال کسی فرد یا کسی جماعت کے فعل کا نہیں ہے بلکہ اصول کا ہے اور قابل غور صرف یہ ہے کہ کیا ایک ایسا اکثر مکفر جو ہندوستان کے اکثر مایۂ فخر علماء اسلام بلکہ اکثر اسلامی آبادی کو کافر مرتد جہنمی کہے اونمیں سے ایک ایک کے قتل کرنے میں ہزار ہزار کافروں کے قتل کے برابر ثواب بتلائے کیا وہ اس لائق ہے کہ اسکو امیر ملت مانا جائے۔؟

جو حضرات اس امارت کے حامی ہیں وہ اگر صاف گوئی کے جوہر سے محروم نہیں ہیں تو کھلکر اصول پر گفتگو کریں یا تو صاف یہ کہیں کہ ہاں ہمارے نزدیک ایسا شخص بھی امیر ملت ہو سکتا ہے، یا اسکے خلاف اعلان کرکے اپنی صداقت اور اخلاقی جرأت کا ثبوت دیں،

اور اگر صرف مریدین اور مبایعین کی کثرت ہی کسی کی امارت کے جواز کے لئے کافی وجہ ہے تو پھر اس اصول پر مرزا محمود بھی امارت کا اہل ہے کیونکہ اوسکے مبایعین کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہے بلکہ اوسکی جماعت میں جو غیر معمولی تنظیمی طاقت ہے اوسکا علم ہر مخالف اور موافق کو ہے بہر حال کسی کے مریدونکی کثرت ہر گز اوسکی امارت کی مجوز نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اسکا مدار اہلیت اور استحقاق پر ہے۔ اسلیئے میں کہتا ہوں کہ اگر پیر جماعت علیشاہ صاحب کا ایک شخص بھی مرید نہوتا اور ایک شخص نے بھی اونکے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہوتی، لیکن اونکا دامن مسلمانونکی تکفیر سے ملوث نہوتا اور اونکے اندر وہ اوصاف ہوتے جو ایک امیر ملت میں ہونے چاہییں تو وہ ضرور امارت کے مستحق ہوتے اور سب سے پہلے راقم الحروف اونسے بیعت کرتا، اور عام مسلمانوں کو اونکی بیعت کی دعوت دیتا، لیکن جبکہ اونمیں وہ اوصاف نہیں ہیں اور اونکے فتوائے تکفیر سے لاکھوں بلکہ کروروں مسلمان گھائل ہیں اور اونکے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگین ہیں تو وہ ہر گز امارت کے قابل نہیں، چاہے اُنکے مرید ایک لاکھ کی بجائے دس لاکھ ہوں اور چاہے راولپنڈی جیسی دس

۵ حدیث شریف میں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا اوسکے قتل کردینے کی برابر ہو (دیکھو بخاری شریف) ۱۲

کا نفرنسیں اونکو امیر منتخب کرلیں، صداقت بہرحال صداقت ہے خواہ اسکا ساتھ کوئی بھی نہ دے
اور غلطی بہرحال غلطی ہے خواہ اوسمیں ایک عالم مبتلا ہو جائے حق کی کسوٹی اوسکے حامیوں کی کثرت
نہیں ہے بلکہ عنداللہ اوسکی مقبولیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ حق ہے، خواہ اوسکے علمبردار
تھوڑے ہی ہوں، اور باطل عنداللہ مبغوض اور مردود ہی ہے خواہ کثرت کسی غلط فہمی کی وجہ سے
اوس سے وابستہ ہو جائے بہرحال پوری بصیرت اور کامل غور و فکر کیساتھ آج بھی ہم یہی کہتے ہیں
اور بآواز بلند کہتے ہیں کہ پیر صاحب جیسے

کٹر مکفر کی امارت ملت کے ساتھ خطرناک کھیل ہے

هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلاً

کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں اکابر ملت نے اونکی امارت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور اس سلسلہ میں اور تو اور حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند و حضرت مولنا احمد سعید صاحب ناظم جمعیت علماء ہند کے اسماء گرامی بھی لئے جاتے ہیں حالانکہ یہ ایسا دروغ بے فروغ ہے جس سے شریف انسان کو شرمانا چاہیے، بیں پوری اطلاع اور کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اسوقت تک حضرت مفتی صاحب یا حضرت ناظم صاحب مدظلہما نے من حیث الجماعۃ یا ذاتی طور پر کوئی بیان ایسا نہیں دیا جسمیں پیر جماعت علیشاہ صاحب کی حیثیت امارت کو تسلیم کیا گیا ہو، جمعیۃ علماء ہند کا ترجمان اخبار "**الجمعیۃ**" دہلی بالالتزام میرے مطالعہ سے گذرتا ہے اوسمیں بھی اس قسم کی کوئی اطلاع شائع نہیں ہوئی پھر نہ معلوم یہ لوگ کیوں مواخذہ خداوندی سے بیخوف ہو کر ایسی خلاف واقع چیزیں شائع کرتے ہیں۔

كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا

رہا یہ کہ مولنا ظفر علیخانصاحب نے اونکی بیعت کی ہے مجھے معلوم نہیں اسمیں کہانتک صداقت ہے لیکن اگر یہ صحیح بھی ہو تب بھی ہم بلا خوف لومۃ لائم مولنا سے بھی عرض کرینگے کہ اگر آپ نے کسی وقتی مصلحت سے ایسا کیا ہے تو ہمالیہ کی برابر غلطی کی ہے، کل تک جو شخص آپکے نزدیک اپنے

چند ہزار مرید ونکی رہنمائی کے قابل نہ تھا اور اوسکی پیری آپ کے نزدیک قابل اعتراض تھی وہ دفعتہً
ساری ملت اسلامیہ کی ہدایت نہیں بلکہ امارت کے قابل کیوں ہوگیا؟ اوسکے علم، اوسکی قابلیت،
اوسکی ذہنیت میں اپنے ان چند دنو نمیں کیا انقلاب دیکھا؟ کیا انہوں نے اپنے تکفیری فتووں سے
رجوع کرلیا؟ کیا اونکی حکومت پرستارانہ ذہنیت بدلگئی؟ اگر انمیں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی
اور یقیناً نہیں ہوئی اور اب بھی وہ وہی پیر جماعت علی شاہ صاحب ہیں جو کل تک تھے تو وہ
آج کیوں اس لائق ہوگئے کہ ساری ملت اسلامیہ کی باگ اونکے بیباک ہاتھونمیں دیدی جائے؟
مولنٰا! یہ سوال زمیندار اور احرار کا نہیں ہے، حبیب الرحمٰن اور ظفر علیخاں کے اقتدار کا بھی نہیں
ہے بلکہ سوال ملت کے مفاد اور مضار کا ہے، آپ غور فرمائیں۔

انکے بریدی وباکے پہونسنی؟

وسوف تری اذا انکشف الغبار　　افرس تحت رجلک ام حمار

ہمکو پیر جماعت علیشاہ صاحب سے کوئی ذاتی رنجش نہیں ہے اونکی ذات سے ہم کو کوئی نقصان
بھی نہیں پہنچا لیکن ہاں اونکی تکفیری سرگرمیوں سے ہم اپنے اندر ایک دکھ محسوس کرتے ہیں، اور
تاوقتیکہ وہ اپنے ان تکفیری فتووں سے رجوع کا اعلان نہ کریں (جنکی روسے ملت اسلامیہ کا
سواد اعظم کافر ٹھیرتا ہے) ہمارے نزدیک ہرگز اونکی امارت قابل تسلیم نہیں گو آج مولنٰا ظفر علیخاں
صاحب کسی مصلحت سے اس امارت سے متفق ہوں یا اس بارہ میں ساکت ہوں لیکن ہم کو
یقین ہے کہ جب ان زعماء پنجاب کی موجودہ کشمکش ختم ہوجائیگی اوسدن خود مولنٰا ظفر علیخانصاحب
اور اون جیسے دوسرے حضرات بھی یہی کہینگے جو آج ہم کہہ رہے ہیں لیکن اونکا اوسدن کا
انفعال اسوقت کے نقصان کی تلافی نہیں کرسکیگا۔

فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ واللہ بصیر بالعباد

پس آج ہم مکرر اس کیفیت کا اعلان کرتے ہیں اور جناب پیر جماعت علیشاہ صاحب سے پھر
مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی تکفیر سے بیزاری کا اعلان کریں اور یقین رکھیں کہ جب تک وہ

ایسا نکرینگے اسلامیان ہند کا سواد اعظم اونکی اس امارت کے خلاف رہیگا،

ایک ضروری انتباہ

واضح رہی کہ ہمارے اس احتجاج اور مطالبہ کا تعلق صرف مکفر المسلمین پیر جماعت علیشاہ صاحب کی امارت سے ہے رہا مسجد شہید گنج کے استخلاص کا معاملہ اوسکے متعلق ہمارا عقیدہ ہی کہ وہ مسلمانوں کا مذہبی اور دینی فریضہ ہے اور جو جماعت بھی اوس سلسلہ میں کوئی مناسب اقدام کرے (خواہ وہ پیر صاحب کی جماعت ہو یا مجلس اتحاد ملی یا مجلس احرار اسلام) مسلمان اوسکے ساتھ ہر ممکن اور جائز تعاون کریں کہ یہ سب کا مشترکہ فریضہ ہے)

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ہ

تتمہ یہ مضمون یہانتک لکھکر ختم کیا جا چکا تھا کہ پیر صاحب کی امارت کے بعض حامیوں کی طرف سے اس مضمون کے خطوط آئے کہ پیر صاحب کو امیر مطلق نہیں بنایا گیا ہے بلکہ صرف مسجد شہید گنج کے استخلاص کے مسئلہ میں اونکی قیادت تسلیم کی گئی ہے اسلئے اونکی امارت ایسی اہم نہیں ہی جس سے اس شد و مد سے اختلاف کرنے کی ضرورت ہو،

اسکے جواب میں ان ناصحین مشفقین سے سر دست ہم صرف اسقدر عرض کرتے ہیں کہ اگر اصلیت یہی ہے تو پھر پیر صاحب کو "امیر ملت اسلامیہ" مشہور کر کے کیوں دنیا کو دھوکا دیا جا رہا ہی اس حقیقت کا اعلان کیوں نہیں کر دیا جاتا تاکہ اصل پوزیشن واضح ہو جائے اور دنیا سمجھ لے کہ پیر صاحب کی حیثیت امیر ملت کی نہیں بلکہ اونکو صرف "قضیہ مسجد شہید گنج کا ڈکٹیٹر بنایا گیا ہی" کیا ہم توقع کریں کہ خود امیر صاحب یا امیر ساز حضرات اسکے متعلق کوئی صاف اور غیر مبہم بیان دیکر اپنی پوزیشن واضح کرینگے؟

بعض حضرات نے ہم سے یہ بھی دریافت فرمایا ہی کہ پیر صاحب نے علماء دیوبند اور اونکے ماننے والوں کو کافر کہاں لکھا ہی اونسے جواباً گذارش ہی کہ وہ "فتادی حسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" ملاحظہ فرمائیں۔ علاوہ ازیں پیر صاحب کو خود اس تکفیر سے انکار بھی نہیں اور آج بھی اونسے دریافت کیا جا سکتا ہی ہمکو توقع ہی کہ

ہو کافروں کے قتل کی برابر ثواب ہے" اس ملعون فتوے کے متعلق پیر جماعت علی شاہ صاحب نے لکھا ہی کہ یہ فتادی حق ہیں اہل اسلام کو اوسکا ماننا اور اوسکے مطابق عمل کرنا ضروری ہی" الصوارم الہندیہ صفحہ ۱۸ مطبوعہ نعیمی پریس مراد آباد

زمانہ حال کے پیر و مرشد

(از جناب رہبر اعظمی مبارکپوری)

اُنھیں مذہب سے کیا غرض ہے وہ اور ہی گل کھلا رہے ہیں
لڑکے قوموں کو مال اونکا حرام بیٹھے جو کھا رہے ہیں

کہاں گئی قوم کی وہ عزت کہاں گئی دین کی وہ شوکت
اُنھیں پرائی پڑی ہے کس کی وہ حلوے مانڈے اُڑا رہے ہیں

کبھی ہیں "اسٹیج" پر نمایاں کبھی ہیں میخانہ میں خراماں
کبھی ہیں واعظ کبھی ہیں شیطاں عجب تماشے دکھا رہے ہیں

کبھی ہیں مسجد میں سربسجدہ کبھی ہیں تربت کے وہ مجاور
کبھی تو تسبیح ہاتھ میں ہے کبھی وہ "ڈھولک" بجا رہے ہیں

کہاں کا قرآں کہاں کی سنت اُنھیں نہیں پیٹ ہی سے فرصت
ہمیشہ بیٹھے کباب شامی" پراٹھے" حلوے" اُڑا رہے ہیں

وہ عرس رنگیں کی جلوتوں میں مزے اُڑاتے ہیں خلوتوں کے
کسی کی چشم کرم کے صدقے وہ خوب آنکھیں ملا رہے ہیں

وہ باپ دادا کی سُنتوں کو فروغ دُنیا میں دے رہے ہیں
مگر حبیب خدا کی سنت کو ہائے ظالم مٹا رہے ہیں

بنا ئینگے غیر مسلمونکو وہ کون مونھ سے بھلا مُسلماں
مکفر المسلمین" بنکر جو سب کو کافر بنا رہے ہیں

وہ دیکھنے میں تو ہیں مسلماں، مگر ہیں افعال مُشرکانہ
نعوذ باللہ، نعوذ باللہ، مزار پر سر جھکا رہے ہیں

ہزار لعنت ہو دشمنانِ طریق سنت پہ یا الٰہی
مزار اسلاف پر ہمارے غضب ہے "رنڈی" نچا رہے ہیں

جو آنکھ ہی پر پڑے ہیں پردے تو پھر ہدایت بھلا ہو کیسے
اگرچہ ہم لاکھ اُنکو رہبر سراغ منزل بتا رہے ہیں

نظر و انتقاد

فاران بجنور قیمت سالانہ ہے، ششماہی عہ ۱۲، ضخامت ۸۰ صفحات

یہ علمی مذہبی اور ادبی ماہوار رسالہ ہے جو ماہ اپریل سنہ رواں سے بجنور سے نکل رہا ہے اب اسکی زمام ادارت جناب مولٰنا محمد عثمان صاحب فارقلیط سابق معاون مدیر "الجمعیۃ" دہلی کے ہاتھوں میں ہے خدا کرے کہ "فاران" اور "فارقلیط" کا یہ جدید تعلق ان دونوں ناموں کے قدیم تناسب کی یاد تازہ کردے اور "فاران" ہی سے پھر دنیا میں انجیل کے فارقلیط کا فرقانی پیغام بلند ہو۔ ابتک فاران کے جو نمبر ہماری نظر سے گذرے ہیں وہ بھی علمی اور ادبی حیثیت سے ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں اور آیندہ کے لئے اس سے بہت زیادہ توقعات ہیں۔

اشرف العلوم سہارنپور یہ خالص مذہبی ماہوار رسالہ ہے جو مولٰنا ظہور الحسن صاحب کسولوی کی ادارت میں کتبخانہ امداد الغربا سہارنپور سے بتیں سو صفحات پر شائع ہوتا ہے گویا اس رسالہ کا ہر نمبر ایک ضخیم کتاب ہے قیمت سالانہ ہے، روپیہ

اسکا اصل مقصد حکیم الامت محی السنت حضرت مولٰنا شاہ اشرفعلی صاحب تھانوی (دامت برکاتہم) کے مواعظ قدسیہ اور ملفوظات طیبہ کا شائع کرنا ہے اس تعارف کے بعد اسکے متعلق صرف اتنا عرض کردینا کافی ہوگا کہ جسکو اپنی عاقبت درست کرنی ہو اور جو اس دنیاوی زندگی میں خدا کو راضی کرنا چاہے اوسکے لئے اسمیں سب کچھ ہے "کل الصید فی جوف الفرا"

مسلمان دور جدید یہ ایک قدیمی مشہور پندرہ روزہ مذہبی اخبار ہے جو عرصہ دراز سے سوہدرا ضلع گوجرانوالہ سے شائع ہو رہا ہے، حال ہی میں اسکی ظاہری و معنوی حیثیت میں خاص ترقی دیدی گئی ہے اب سائز بھی پہلے سے بڑا ہے صفحات کا بھی اضافہ کردیا گیا ہے مضامین کا معیار بھی بلند ہوگیا ہے اگر یہی رفتار رہی تو انشاء اللہ اچھی مقبولیت حاصل کریگا چندہ سالانہ دو روپئے۔

حیات نبویہ مؤلفہ جناب مولٰنا محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی ضخامت ۱۵۲ صفحات سائز ۲۰×۲۶/۸ کاغذ عمدہ کتابت طباعت اعلیٰ قیمت ۱۲ ملنے کا پتہ حافظ مسعود احمد صدیقی

مہو چھاؤنی مالوہ

یہ (حیات نبویہ) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی متوسط درجہ کی سیرت ہے نہ بہت طویل نہ زیادہ مختصر حیات طیبہ کے تمام ضروری گوشوں پر حاوی ہے بعض جگہ اہل بدعت اور کہیں کہیں مغربیت زدہ طبقہ کے خیالات پر بھی پرلطف ریمارک کیا ہے۔

سرور کائنات ازجناب مولوی ضیاء الحسن صاحب ضیاؔ لدھیانوی چھوٹا سائز ۴۲ صفحے

یہ سیرت نبوی پر نہایت مختصر رسالہ ہو اسکا ابتدائی حصہ زیر عنوان "دنیا کے مصلح اعظم کی ولادت" ربیع الثانی کے الفرقان میں چھپ چکا ہے زبان اور طرز بیان کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے، مولوی ضیاء الحسن صاحب ابھی بالکل نئے جوان ہیں اور تصنیف کے میدان میں غالباً یہ اونکا پہلا قدم ہے اسکو دیکھکر آیندہ کے لئے آپ سے بہت زیادہ توقعات ہیں، رسالہ پر قیمت درج نہیں لیکن غالباً ۲ر سے زیادہ نہوگی ملنے کا پتہ میاں نور محمد صاحب محلہ چھاؤنی لدھیانہ (پنجاب)

اسلام اور سائنیس جدید سائنس کی ضرورت پر جناب مولوی ذکاء اللہ خانصاحب ریٹائرڈ کلکٹر مقیم حال بریلی کا یہ ایک مضمون ہے جو حال ہی میں بعض اخبارات میں بھی شائع ہوچکا ہے، اسمیں فاضل موصوف نے سائنس کی ضرورت پر بحث کی ہو اور علماء عصر کو اس طرف خاص توجہ دلائی ہے، ہمارے نزدیک سائنس کی صرف تحصیل و تعلم کے جواز میں کسی کو کلام نہوگا اور یہ خیال بھی ہمارے نزدیک درست نہیں کہ سائنس کا محض سیکھنا انسان کو ملحد بنا دیتا ہے بلکہ الحاد یا دینی بے قیدی درحقیقت اوس ماحول اور سوسائٹی کے اثرات ہیں جنمیں عام طور پر طالبین علوم مغربیہ کو مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ بہرحال سائنس بحیثیت اسکے کہ وہ ایک علم ہی (اور اوسکے ذریعہ سے مظاہر قدرت کے متعلق جدید اکتشافات بقدر طاقت بشریہ حاصل کئے جاتے ہیں) اوسکے سیکھنے سے کسی کو بھی اختلاف نہوگا، لیکن یہ خیال بھی ہمارے نزدیک صحیح نہیں کہ صرف سائنس کا علم حاصل کرلینے سے مسلمان، دنیا کی دوسری ترقی یافتہ اقوام کے دوش بدوش چل سکیگا، درحقیقت جب تک مسلمان غلام اور اوسکی ذہنیت غلامانہ ہی وہ دنیا کے میدان مسابقت میں صرف اِن جدید اکتشافات کی علمی سیر سے دوسری آزاد اور خود مختار قوموں کا مقابلہ نہیں کرسکتا

ردِّ بدعت کا مکمل میگزین

سیف یمانی کامل

(مصنفہ حضرت مدیر الفرقان دام فیضہ)

اس کتاب میں ان تمام مسائل پر فیصلہ کن اور زبردست بحث کی گئی ہے جو اہلسنت اور اہل بدعت میں مختلف فیہا ہیں اس موضوع پر ایسی جامع اور اتنی مدلل کتاب آجتک نہیں لکھی گئی بہت تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہیں بعد میں نہ مل سکے گی قیمت اصل ایک روپیہ رعایتی ۱۲؍

صاعقہ آسمانی حصہ اوّل

یہ مدیر الفرقان کے اس زبردست مناظرے کی روئداد ہے جو محرم ۱۳۵۲ھ میں رضاخانیوں کے شیخ الحدیث مولوی رحم الٰہی صاحب سے ہوا تھا قابل دید ہے قیمت پانچ آنہ ۵؍ رعایتی ۴؍

صاعقہ آسمانی حصہ دوم

یہ اس معرکۃ الآرا مناظرہ کی روئداد ہے جو تین دن متواتر صرف علم غیب پر مولوی حشمت علی صاحب سے ہوا تھا اس مناظرے میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدیر الفرقان نے علمیہ عقیدہ کے رد میں ساٹھ دلائل پیش کئے تھے بےنظیر چیز ہے قیمت ۷؍ رعایتی ۶؍

بارقہ آسمانی رضاخانیوں نے بھی مناظرہ سنبھل کی ایک روئداد گڑھ کے شائع کی تھی اس رسالہ میں اسپر قابل دید اور لاجواب تنقید کی گئی ہے قیمت ۲؍ رعایتی ۲؍

مومن کی پہچان از روئے قرآن

جناب مدیر الفرقان کا مقبول عام رسالہ ہے جسمیں صرف قرآن حکیم سے توحید اسلامی کی حقیقت بیان کرکے مومن اور مشرک کا فرق بیان کیا گیا ہے پہلا اڈیشن ختم ہوچکا تھا یہ دوسرا اڈیشن ہے اس مرتبہ اسمیں فاضل مصنف کا ایک مضمون «فتنۂ قبور» اور شامل کردیا گیا ہے ضخامت ۴۸ صفحات قیمت ۲؍

ہدایات قادریہ ملقب بہ ہماری گیارہویں

اس رسالہ میں توحید و سنت کی حمایت اور شرک و بدعت کی مذمت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی بیش عبارتیں نقل کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ممدوح کیسے زبردست موحد تھے کہ اگر وہ زمانہ حال کے قبر پرستوں کو دیکھتے تو یقیناً انکو مشرک قرار دیتے اور زمانہ حال کے یہ اہل بدعت ضرور بالضرور شیخ موصوف کو وہابی کہتے قابل دید رسالہ ہے قیمت ۱؍

کشف الافساد مولانا عین القضاۃ مرحوم کے رسالہ نہایت الارشاد کا جواب ہے اسمیں میلاد قیام وغیرہ کی مبسوط بحث ہے دلچسپ اور پرلطف کتاب ہے قیمت ۳؍ رعایتی ۱؍

الشہاب الثاقب (از حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی دام فیضہم) خانصاحب بریلوی کے افتراآت کی تردید میں

حضرت شیخ الحدیث کی قابل دید تصنیف ہے، خانصاحب بریلوی کے ساتھ جو عجیب و غریب واقعات حرمین شریفین میں پیش آئے وہ نہایت تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں بے نظیر اور لاجواب کتاب ہے

التصدیقات معروف بہ المہند اسمیں حضرت علماء دیوبند کے عقائد حقہ کا مفصل بیان ہے اور بریلوی صاحب کے افتراآت کی پرزور اور مدلل تردید ہے آخر میں علماء حرمین شریفین اور علماء مصر و دمشق و شام کی تصدیقی تحریریں مع ترجمہ درج ہیں جسمیں اُن حضرات نے علماء دیوبند کے عقائد سے اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے اور اسکے خلاف کو گمراہی لکھا ہے قیمت ۶ر

اجلی المتعہ والمستعین اس رسالہ میں خانصاحب بریلوی کے اقرار سے اُنکا اور اُنکی ساری ذریت کا کفر ثابت کیا گیا ہے قیمت ۳ر ۔ الطامۃ الکبریٰ در حقیقت رضا خانیوں

توضیح البیان اس رسالہ میں حفظ الایمان کی مشہور عبارت کی لاجواب توضیح کی گئی ہے از حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ قیمت ۲ر

قطع الوتین خانصاحب بریلوی کے رد میں مولانا موصوف کا مشہور اور نایاب رسالہ ہے قیمت ۲ر

براہین قاطعہ میلاد، قیام میلاد، عرس، فاتحہ مروجہ اور تیجہ وغیرہ کی تحقیق میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح کی مشہور ضخیم کتاب ہے قیمت اصل عہ ر عایتی عہ ر

تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کی وہی معرکۃ الآرا کتاب ہے جسکی عبارتوں میں قطع برید اور خیانت کرکے بریلوی صاحب نے مولانا مرحوم پر کفر کا فتوے دیا ہے۔

حفظ الایمان حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کا مشہور رسالہ کم اب بسط البنان اور تغیر العنوان بھی اسکے ساتھ شامل کردیگئی ہے قیمت ۱ر

اصلاح الرسوم پیدائش سے لیکر موت تک شادی یا غمی کی جو رسمیں مسلمانوں کی بدقسمتی سے انمیں رائج ہوگئی ہیں اُنکی اصلاح اور اسلامی زندگی کا نصاب اسمیں بتلایا گیا ہی قیمت ۱۲ر رعایتی

طریقہ مولد میلاد کا صحیح اور جائز طریقہ جس سے گھر میں رحمت اور برکت نازل ہو قیمت ۱ر

فتاویٰ میلاد شریف میلاد فاتحہ وغیرہ کے متعلق اکابر علماء اسلام کا فتوے قیمت ۲ر

نصیحۃ المسلمین رد شرک و بدعت میں مولانا خرم علی صاحب مرحوم مغفور کا نہایت نفیس رسالہ ہے قیمت ۲ر

وہابی کی پہچان ملاحظہ فرمایئے اور خوب ہنسیے اور مصنف کو داد دیجیے قیمت ۰ر ۔ نار العضا قیمت ۱ر

بریلوی کا نادان دوست ۔ قیمت ۰ر

جزاء المسلمین حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کی وہ متبرک کتاب جسکے ذریعہ منکشف ہونے کی بنا خود حضرت مصنف مدظلہ نے کی ہی تمام مہمات دین کو حاوی ہی اور اگر مسلمان اسپر پورے طریقہ سے عمل کریں تو یقین ہے کہ اُنکی دنیا اور دین دونو سنبھل جائیں قیمت ۲ر

اربعین حضرت مولانا سید محمد فخر الدین صاحب مراد آبادی کی بہترین تازہ تصنیف ہی جسمیں اسلامی عقائد آداب معاشرت معاملات وغیرہ جملہ ضروریات کے متعلق چالیس آیتیں اور چالیس حدیثیں جمع کی گئی ہیں اکابر علماء کرام کی رائے ہی کہ جناب مصنف نے دریا کو کوزہ میں بند کردیا ہے قیمت ۶ر

ملنے کا پتہ

دفتر الفرقان بریلی

معجزہ قرآن مجید

مؤلفہ جناب خانبہادر مولوی ادریس احمد صاحب
بی۔ ای۔ ایس (ریٹائرڈ)

حقانیت اسلام اور صداقت۔ رسالت و اعجاز قرآن کے موضوع پر اپنے رنگ کی سب سے پہلی کامیاب تصنیف ہے جسمیں مندرجہ ذیل مضامین پر نہایت دلکش انداز میں بحث کی گئی ہے؛

(۱) بائبل (تورات و انجیل وغیرہ صحف قدیمہ) کی حالت اور یہ کہ وہ اس زمانہ میں قابل اعتماد ہیں یا نہیں؟
(۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت
(۳) کلام الٰہی کی بے نظیر فصاحت و بلاغت
(۴) قرآن مجید کی بے مثل تاثیر
(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امیت اور اعجاز قرآن۔
(۶) قرآن عزیز کی پیشین گوئیاں
(۷) قرآن مجید کی تعلیم و ہدایت
(۸) بعض وہ امور جو انسانی عقل کی دسترس سے باہر ہیں اور جہاں عقل کو اپنی عاجزی اور درماندگی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

غرض کتاب قابل دید ہے۔ علوم مشرقیہ و مغربیہ کے ماہرین نے اسکو بہت زیادہ پسند کیا ہے چھوٹی تقطیع کے ۲۴۰ صفحات پر ختم ہے کاغذ بہترین لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور قیمت صرف عہ

العقل والنقل از حضرت علامہ مولنا شبیر احمد صاحب دیوبندی اسکو دیکھنے سے آپکو یقین کامل ہو جائیگا کہ اسلامی تعلیمات عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے بالکل موافق ہیں قیمت ۱ر

حجۃ الاسلام مصنفہ حضرت مولنا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح (بانی دار العلوم دیوبند) اس میں اصول اسلام توحید رسالت نیابت الہام وغیرہ کا نا قابل تردید عقلی ثبوت دیا گیا ہے قیمت ۶ر

انتصار الاسلام سوامی دیانندجی بانی آریہ سماج نے اسلام پر دس اعتراض کئے تھے انہیں سے نو کا نہایت محققانہ جواب از جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح، قیمت ۶ر

قبلہ نما انتصار الاسلام کا دوسرا حصہ جسمیں سوامی جی کے دسویں اعتراض کا نہایت تفصیلی جواب دیا گیا ہے اعتراض یہ تھا کہ مسلمان قبلہ کی طرف کو نماز پڑھتے ہیں یہ بت پرستی ہی ہے قیمت ۱۲ر

الاسلام حضرت علامہ مولنا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کی وہ معرکۃ الآرا تقریر جو آپنے حقانیت اسلام کے موضوع پر موتمر کے اجلاس منعقدہ مرادآباد میں فرمائی تھی اسکے مطالعہ سے ہر شخص کو یقین ہو جاتا ہے کہ دنیا میں صحیح اور نجات دلانیوالا مذہب صرف ایک اسلام ہی ہے قیمت ۴ر

سلسلہ تاریخ الاسلام اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اور آپکی عزیز اولاد دیانت صداقت استقلال پختگی عزم قوت عمل وغیرہ وغیرہ جملہ اخلاق حسنہ میں تعلیمات اسلام کے سچے پیرو ہوں تو آپ ضرور بالضرور تاریخ اسلام کے حصے ملاحظہ فرمائیے پہلے حصہ میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی بیان کی گئی ہے۔ دوسرے حصہ میں مدنی زندگی اور تتمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

اخلاق فاضلہ روزانہ کے پروگرام - معاشرتی اور اقتصادی
مجالس مقدسہ کے آداب وغیرہ وغیرہ نہایت سلیس
زبان میں بڑی احتیاط کے ساتھ مستند طور پر سوال و
جواب کی شکل میں ترتیب دئے گئے ہیں ہر مسلمان کے
گھر میں کم از کم ایک جلد ضرور رہنی چاہیے قیمت حصہ اول
حصہ دوم ۱۲؍

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ الاسلام سے پیشتر بچوں کو پڑھانے کے لئے یہ ایک نہایت
ہی مختصر مگر صحیح اور مستند - با حوالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی سیرت مقدسہ ہے جو حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب
مؤلف تاریخ الاسلام کی تازہ تصنیف ہے ہر واقعہ علیحدہ
سبق کی شکل میں بیان کیا گیا ہے - زبان کی لطافت -
مضامین کی خوبی محض مطالعہ سے متعلق ہے سب سے اعلیٰ خوبی
یہ ہے کہ ہر واقعہ کے بعد اس سے نتیجہ اور پھر اس پر آمادہ کرنے
کے لئے سبق آموز جملے درج کئے گئے ہیں آخر میں اسلامی عقائد
بھی سوال وجواب کی طرح درج ہیں - قیمت ۳؍

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
مدظلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت معتبر اور مستند
سوانح عمری جس میں وجود نوری سے لیکر وجود ظہوری یعنی
ولادت شریف تک پھر وہاں سے نبوت اور ہجرت اور
پھر وفات شریف تک کے حالات نہایت ذوق شوق کے
ساتھ لکھے گئے ہیں جابجا ذوقیہ اشعار بھی ہیں اخیر میں زیارت روضہ اقدس

کی بحث بھی ہے قیمت عہ؍

بلاغ مبین یعنی مکاتیب سید المرسلین

مصنفہ حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام خطوط اور فرامین کا مجموعہ جو آپ نے
مختلف اوقات میں بادشاہوں اور حکمرانوں کی دعوت اسلام
کے سلسلہ میں بھیجے اور انکے متعلق مفصل تاریخی بحث جس میں بہا
تاریخی اور حدیثی تحقیقات بہت سے لاینحل اشکالات کے شافی
جوابات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیس سالہ تبلیغی اسوہ حسنہ
تبلیغ اسلام کے سادہ اور خالص اسلامی اصول قرآن و حدیث کی
روشنی میں اعلیٰ کتابت طباعت خوشنما جدید طرز کا ٹائٹل و اصلی نامہ
مبارک کا فوٹو قیمت دو روپیہ

شمع رسالت کا پروانہ ابو ذر غفاری

یہ وہ مقدس ذات ہے جسکے متعلق خدا کے سچے پیغمبر نے فرمایا تھا
کہ "زمین نے ابو ذر سے زیادہ سچے انسانکو اپنی پشت پر نہیں اٹھایا
اور نہ کبھی آسمان نے اس سے زیادہ راستباز پر اپنا سایہ ڈالا"
اس مقدس اور مجسمہ صداقت ہستی کی مبسوط سیرت رئیس التحریر
سلطان القلم حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے لکھی ہے
جو بلا مبالغہ دنیا کی اور سیرتوں سے ایسی ہی ممتاز ہے جیسے
کہ حضرت ابو ذر دوسرے انسانوں سے کتاب کیا ہے مطالعہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور اسکے رسول کے اس سرگشتہ عاشق
کی زندہ تصویر ہے جس میں انکے بچپن سے لیکر وفات تک کے حالات
بالخصوص عبادت، ریاضت دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت جذب
کی کیفیات تقویٰ اور خدا پرستی کے حیرت انگیز حالات آپکو صاف صاف

ملنے کا پتہ - دفتر الفرقان بریلی یوپی -

رجسٹرڈ نمبر ۲۵۰۵ ل

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

اللہ کے رستہ میں کون میری مدد کرے گا

میرا مقصد۔ دین الٰہی کی اشاعت اور توحید و سنت کی حمایت و حفاظت ہے میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان حقیقی معنی میں خدائے واحد کے پرستار ہو جائیں میری تمنا ہے کہ مدنی آقا کا علم صداقت ہمیشہ سربلند رہے اس کے دشمن نگوں سار ہوں میری آرزو ہے کہ دنیا کے سارے انسان خدا کے اس ہاشمی محبوب کے قدموں سے وابستہ ہو کر دین و دنیا کی عزت حاصل کریں جو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا محسن ہے۔ ان پاکیزہ مقاصد کی کامیابی کیلئے میری ہر قسم کی اعانت بالخصوص توسیع اشاعت کی سعی کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

الفرقان

مولوی محمد منظور نعمانی پرنٹر پبلشر نے جامع پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا!!!

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ

الفرقان
(بریلی)

مُرتّبہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

بڑی عالیشان ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے خاص بندہ پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان کے لئے نذیر ہو

چندہ سالانہ
کاغذ قسم اول ۳ سے
قسم دوم ۲ر۸

معاونین سے ۵ر
ممالک غیر سے للعہ
نمونہ مفت

جریدہ ماہوار

الفرقان بریلی

جلد ۲ — نمبر ۹
بابتہ ماہ شعبان و رمضان ۱۳۵۴ھ

عرض حال

اگر آپ کو الفرقان سے محبت ہے تو اسکو ضرور دیکھ لیجئے

"الفرقان" کی مالی حالت کا اجمالی تذکرہ گذشتہ نمبر میں کیا جا چکا ہے، مگر افسوس ہے کہ احباب نے کوئی خاص توجہ نہیں فرمائی کیا میں یہ سمجھوں کہ خدانخواستہ الفرقان کیساتھ آپکی ہمدردی اور دلچسپی کم ہو گئی؟ حالانکہ اُسکی خدمات جہاں تک میرا اندازہ ہے سابق سے کم استحقاق نہیں رکھتیں۔ جبتک اسطرف سے اطمینان رہا، میں نے آپکو کوئی تکلیف دینی مناسب نہیں سمجھی اور نہ اسطرف کوئی خاص توجہ دلائی لیکن اب (جبکہ سرمایہ کی پریشانیوں نے اُس اطمینان کو اضطراب سے بدل دیا) میں آپ سے کچھ کہنے پر مجبور ہوں اور صرف اتنا کہکر خاموش ہوجانا چاہتا ہوں کہ جو نمبر اس وقت آپ کے زیر نظر ہے اُس کیلئے میں نے دو سو ۲۰۰ روپیہ قرض لیا ہے جب یہ تیار ہو کر آپکی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ اس کے بعد سال کے اختتام میں تین مہینہ اور باقی ہیں جن کیلئے کم از کم ساڑھے چار سو ۴۵۰ روپیہ کی ضرورت ہوگی، اس وقت آپکے الفرقان کا ماہوار صرفہ ڈیڑھ سو ۱۵۰ روپیہ کے قریب ہے، قریباً سو ۱۰۰ روپیہ ہر مہینے رسالہ کی تیاری پر صرف ہوتے ہیں اور کم و بیش پچیس ۲۵ روپیہ ماہوار رسالہ کی روانگی اور دفتر کی ضروری خط و کتابت کے سلسلہ میں ڈاک پر صرف ہوجاتے ہیں دس ۱۰ روپیہ چپراسی کی تنخواہ ہے اور ساڑھے سات ۷½ روپیہ مکان کا کرایہ یہ تو مستقل مصارف ہیں، ان کے علاوہ بھی وقتی اور ہنگامی ضرورتوں پر کچھ صرف کرنا پڑجاتا ہے۔ دفتری تحریر کا اکثر کام مجبوراً میں خود ہی کرتا ہوں اگر ایک محرر مستقل طور پر رکھا جاتا تو کم از کم پندرہ روپیہ ماہوار اسکو بھی دیا جاتا، مگر صرف سرمایہ کی کمی کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جاسکا حالانکہ اسکی وجہ سے میں ہمیشہ کام سے مغلوب رہتا ہوں اور انتہائی تن دہی اور سرگردانی کے باوجود کام اپنے وقت پر انجام نہیں دیسکتا، نیز الفرقان کی اشاعت اور احباب کے ضروری خطوط کے جواب میں دیر سویر بھی اسی وجہ سے ہوتی ہے۔

یہ سب کچھ میں شکوہ شکایت کے طور پر نہیں لکھ رہا ہوں بلکہ اسکی غرض صرف یہی ہے کہ میرے احباب کو

معلوم ہو جائے کہ الفرقان کن مشکلات میں چلایا جارہا ہے، تاکہ دو چار رزگی دیر سو بریدہ مجھکو معذور سمجھیں اور لمبے لمبے عتاب نامے لکھنے کی تکلیف سے بچ جائیں ۔ ورنہ میں اپنی جگہ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے اتنا کام لے رہا ہے ؎

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

بہر حال دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ مجھے اس سے زیادہ کام کرنیکی توفیق دے اور الفرقان کی موجودہ مشکلات کو اپنے فضل و کرم سے حل فرمائے، لیکن بظاہر اسباب اسکی صورت یہی ہوگی کہ آپ حضرات اسکی طرف توجہ فرمائیں کیونکہ قدرت اس عالم اسباب میں اپنے کام بندوں ہی کے ہاتھوں انجام دلاتی ہے۔

پس اگر الفرقان کے سب ہمدرد اسوقت کوشش کر کے صرف دو دو روپیہ بھی دفتر الفرقان کو بھجوا دیں تو یہ مشکلیں حل ہو سکتی ہیں، اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ خدانخواستہ الفرقان کیلئے آپ کوئی چندہ کریں کہ اس کو تو میں کسی حال میں روا نہیں رکھتا، بلکہ اسکی آسان اور جائز صورت یہ ہے کہ تمام خریدار اس کیلئے ایک ایک جدید خریدار مہیا کر دیں یا کم از کم دو روپیہ کی کتابیں دفتر الفرقان سے طلب فرمالیں یا کسی دوسرے کو اسپر آمادہ کر دیں، اسی لئے ماہ رمضان تک کا ایک رعایتی اعلان بھی اس نمبر میں شائع کیا جارہا ہے اور دفتر میں جو کتابیں بالفعل موجود ہیں اُن سب کی فہرست بھی درج کیجارہی ہے۔

اگر اسوقت آپ کتابیں خریدیں تو آپکو خاص کفایت بھی ہوگی اور دفتر الفرقان کو بھی بروقت امداد پہنچ جائیگی اور جبکہ آپ کی نیت جائز طریقہ سے ایک دینی رسالہ کی امداد ہوگی تو انشاءاللہ تو اب آخرت بھی ہاتھ سے نہ جائیگا

ارباب خیر کیلئے اچھا موقع

علی ہٰذا جو حضرات مدِ خیر سے طلباء یا غرباء کے نام الفرقان جاری کرانا چاہیں اُن کیلئے بھی یہ موقعہ اچھا ہے کہ حسب ارشاد نبوی ماہ رمضان میں نفل عبادت کا ثواب فرض کی برابر اور ایک فرض کا ستر فرضوں کی برابر ملتا ہے۔ وفی ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۔

آخر میں اس عرض معروض کو بس اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے اللہ اپنے نیک اور مخلص بندوں کے دلوں میں الفرقان کی ہمدردی اور محبت پیدا فرمادے فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیہ

(مدیر)

الفرقان

از جناب مولانا عبدالرؤف صاحب قاسمی مدرس مدرسہ اشاعت العلوم بریلی

خدا کرے تری خدمت قبول الفرقان
علم اٹھایا ہے سنت کا تو نے الفرقان

تو صبر و شکر کا وہ پیکر مجسم ہے
جو حق و صدق پہ ثابت رہا ہو الفرقان

بجا ہے ناز کریں جتنا ہو سکے تجھ پر
کہ ہمکو خیر سراپا ملا تو الفرقان

ترے وجود سے باطل میں کھلبلی پھیلی
جدا جدا ہوئے لیل و نہار الفرقان

ہلا دیں تو نے جڑیں کفر و شرک و بدعت کی
خدا رکھے تجھے تا دیر باقی الفرقان

کرے ہے فرق تو سنت میں اور بدعت میں
اسی لئے ترا رکھا ہی نام الفرقان

جو آجتک تھے سرافراز فرقۂ باطل
کئے ہوئے ہیں سر اپنا نگوں سب الفرقان

کھٹکتا خار رہے چشم میں عدو کی تو
ملے نہ راحت و آرام اس کو الفرقان

خدا کی شان بریلی میں پا کے نشو و نما
گھٹائیں شرک کی چھانٹی ہیں تو نے الفرقان

الٰہی ولولہ مسلم کے دلمیں ایسی ڈال
کہ سمجھے میری بقا ہی بقائے الفرقان

الٰہی عمر میں ہو اسکی خیر اور برکت
کہ آب و تاب سے نکلا کرے یہ الفرقان

اسیر کی یہ دعا ہی خدا کرے پوری
ترے مضامیں نہ فنا ہوں الفرقان

نگاہِ اوّلین

بریلی میں جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب کی آمد

جمعیت علماء کانپور کے اجلاس منعقدہ بدایوں کی صدارت سے فارغ ہونے کے بعد پیر صاحب موصوف نے بریلی کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا اور الحمد للہ کہ آپکی آمد سے ہمکو غیر معمولی فائدہ پہنچا کیونکہ پیر صاحب کے متعلق ہم جو کچھ لوگوں کو بتلانا چاہتے تھے پیر صاحب خود یہاں آکر اپنی زبان اور عمل سے اس سب کا پورا پورا یقین لوگوں کو دلا گئے۔ ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

اب بہت سے وہ آزاد خیال حضرات جو پیر صاحب کی امارت کے خلاف ہمارے احتجاج کو صرف تنگ نظری اور فرقہ پرستی پر محمول کر رہے تھے پیر صاحب کے معاملہ میں ہم سے زیادہ تنگ نظر ہو رہے ہیں اور آج اُن کو اعتراف ہے کہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

چنانچہ ہمارے ایک ایسے ہی قدیمی کرمفرما دوست جناب علاؤالدین صاحب مست بی اے جو اسی امارت کے قضیہ کی وجہ سے ہم سے ناراض بھی ہو گئے تھے، اب پیر صاحب موصوف کی تقریر کی برکت سے بالکل ہمارے ہمنوا ہو گئے۔ اور اس کے متعلق آپکا ایک مفصل بیان بھی الفرقان کے اسی نمبر میں اشاعت پذیر ہو رہا ہے مسلمان اسکو دیکھکر عبرت حاصل کریں اور راولپنڈی کانفرنس کی حسن انتخاب کی داد دیں۔

اللہ! اللہ!! ملت کی کشتی کے ناخدا وہ ہیں جن کو کافر، ملعون، حرامی حرامزادہ کے سوا شاید کوئی سبق یاد ہی نہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط

جس چودھویں صدی کے نبی مرزا غلام احمد جیسے شیریں زبان ہوں اگر اسکے امیر بھی ایسے ہی مہذب اور سنجیدہ ہوں تو کیا تعجب ہے، معلوم ہوتا ہے کہ قیامت اب بہت ہی قریب ہے

صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی ہے۔

اذا وسد الامر الیٰ غیر اھلہٖ فانتظروا الساعۃ (اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام) جب کاموں کی باگ نا اہلوں کے ہاتھوں میں دی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔

جناب مولوی حشمت علی صاحب کا مکتوب گرامی

۹ رجب کو جب ہم جودھ پور کے طویل سفر کیلئے پابرکاب تھا "معرکۃ القلم" کے جواب کے متعلق مولوی صاحب موصوف کا مکتوب گرامی موصول ہوا جو بعینہٖ معہ جواب کے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۷۸۶
۹۲

جناب مولوی منظور صاحب سنبھلی۔ ساقہ الی صراط الحق الملک العلی۔ حسب تعلیم قرآن عظیم، سلام علیکم۔ پرچہ الفرقان نمبر ۶ جلد ۲ وصول ہوا۔ میں نے بعونہ تعالیٰ ثم بعون حبیبہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپکے معرکۃ القلم "کا جواب لکھنا شروع کر دیا ہے، مگر از انجاکہ بتوفیقہ تعالیٰ و بفضل حبیبہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام اعانت سنت و اماتت لامذہبیت کیلئے اپنے احباب اہلسنت کے اصرار بسیار پر متواتر تبلیغی سفروں میں معروف رہنا پڑتا ہے۔ اسلئے ممکن بلکہ اغلب ہے کہ تکمیل جواب میں تعویق ہو۔ آپ نے صحیح لکھا ہے کہ اگر جناب بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں گے تو جواب لکھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ بحمدہٖ تعالیٰ میں نے بنظر انصاف دیکھا تو واقعی جواب کی ضرورت قطعاً محسوس نہ ہوئی[1]، اسلئے کہ اسمیں اکثر وہی پرانی باتیں ہیں جو مبلغین ملت دیوبندیہ مولوی مرتضیٰ حسین صاحب دربھنگی، و مولوی حسین احمد صاحب فیض آبادی و مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی اپنی تقریروں، تحریروں، میں پیش کر چکے اور رسائل مبارکہ وقعات السنان والموت الاحمر و مباحثہ کچھوچھہ مقدسہ والعضوب السنیہ وغیرہا۔ تصانیف علمائے اہلسنت میں اُن کی بارہا رد کئے جا چکے[2] انہیں مردود

[1] اسکا جواب خود معرکۃ القلم کے اوراق ہیں ۱۲

[2] "دل کے بہلانیکو غالب یہ خیال اچھا ہے" ورنہ حقیقت حال ہمکو اور آپکو دونوں کو معلوم ہے ۱۲ نعمانی عفرلہٗ

کو آپ نے بعنوانات مختلفہ لکھدیا ہے البتہ دو چار مسئلے ضرور آپکی سعی و کوشش کا نتیجہ ہیں۔ (جنکی بنا پر دیوبندی صاحبوں بالخصوص حکیم الامۃ الدیوبندیہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کیطرف سے آپ یقیناً مستحق شکریہ ہیں ۱۲ منہ) جنکا کشف و ایضاح اہلِ علم و عقل کے نزدیک کچھ دشوار نہیں، مگر چونکہ بعض عوام کے پریشان ہو جانے کا احتمال ہے اس لئے اسکا جواب لکھنا ضروری نہیں تو استحباب و استحسان سے بھی خالی نہیں[1]۔ بہر حال انشاء اللہ مولیٰ تعالیٰ ثم شاءِ حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد تکمیل و تبیض اخبار پر بہار "الفقیہ" امرتسر میں جو اسوقت ہندوستان بھر کے سنی مسلمانوں کا واحد ترجمان ہے قسطوار اشاعت کیلئے بھیجدوں گا اور اسکا انتظام کر دونگا کہ جسقدر پرچوں میں آپ کا رد شائع ہو وہ سب پرچے آپکی خدمت میں روانہ کئے جاتے رہیں[2]۔

اس پرچہ الفرقان میں اپنی نسبت یہ افترائے شدید بھی دیکھا کہ میں نے گیا میں بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر نہیں تھے، آپکو بشر کہنا کفر ہے۔ معاذ اللہ من ھذا الکفر المھین لعنۃ اللہ علی قائلہ وجمیع اعداء الدین۔ آمین۔ شہر گیا کے مختلف جلسوں میں فقیر نے اس عنوان پر بیان کئے تھے کہ حضور اقدس[3] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً بشر ہیں مگر ایسے جیسا بلا تشبیہ پتھروں میں لعل بے بہا ہوتا ہے۔ جو شخص حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بشر ہونے سے انکار کرے یا اسمیں شک رکھے (کما قالت المتصوفۃ الملاحدۃ) وہ بھی کافر و مرتد[4] ہے۔ اسی طرح جو شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا جیسا بشر بتائے کما قالت الجکڑ[5] الویۃ یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کی بنا پر حضور کی تعظیم بڑے

---

[1] این ہم غنیمت است، اگلوں نے تو قرآن حکیم کو بھی "اساطیر الاولین" کہکر ناقابل اعتنا قرار دیدیا تھا۔ ۱۲ نعمانی غفرلہ

[2] اس عنایت کی ضرورت نہیں کیونکہ "الفقیہ" مبادلہ کے طور پر دفتر الفرقان میں آتا ہے ۱۲ نعمانی غفرلہ۔

[3] جلی قلم سے جو عبارت لکھی ہوئی ہے اسپر ہمارا بھی صاد ہے ۱۲ نعمانی غفرلہ۔

[4] گیا کے رضا خانی اور پنجاب کے نوری کفر کر اس فتوے کو دیدۂ عبرت سے دیکھیں اور گوش ہوش سے سُنیں یہ کوئی دیوبندی وہابی نہیں کہہ رہا بلکہ خود مولوی حشمت علی صاحب فرما رہے ہیں۔ ۱۲ نعمانی غفرلہ

[5] یہاں پہنچکر الفرقان کے نئے کاتب منشی معراج النبی صاحب امروہوی نے مجھ سے سوال کیا کہ۔ کیا عربی میں بھی چ اور ڑ استعمال ہوتی ہے افسوس ہے کہ میں اسکا کوئی تشفی بخش جواب نہ دیسکا ۱۲ نعمانی غفرلہ

بھائی کی سی بتائے کما قالت الدیوبندیہ وہ بھی اسلام سے خارج اور مستحق نار ابد ہو
آپ تو اس فقیر سے صلح و آشتی کیساتھ گفتگو پر آمادہ ہوئے ہیں پھر میرے متعلق ایسا ناپاک
افترا اسکو بغیر مجھ سے تحقیق کئے الفرقان میں شائع کر دینا کیا صلح و آشتی کا مقتضا ہے، آپ نے
مجھ نصیحت لکھی ہے کہ تہذیب و متانت کا ضرور لحاظ رکھا جائے۔ کاش آپ بھی "معرکۃ القلم"
لکھنے میں اس نصیحت کا لحاظ رکھتے تو بہتر ہوتا مگر شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ آپ خود بھی اپنے
آپ کو لم تقولون ما لا تفعلون کا مخاطب تصور نہیں کرتے اور اگر "معرکۃ القلم"
کا طرز بیان آپکے نزدیک ایسا ہی ہے جسمیں تہذیب و متانت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے تو مجھکو اطلاع دیجئے
تاکہ اس کا جواب بھی اُسی کی زبان میں لکھوں، اُمید کہ میرا یہ خط بے کم و کاست الفرقان کے
آئندہ نمبر میں شائع فرما دیں گے اور اُسکا ایک نسخہ مجھے بھی روانہ کر دیں گے۔ والسلام
علیٰ اھل الاسلام۔

فقیر ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علیخاں قادری رضوی لکھنوی عفرلہٗ
یکشنبہ ۶ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ محلہ بھورے خاں پیلی بھیت

میرا جواب

بسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

عنایت فرمائے بندہ جناب مولوی حشمت علی صاحب! وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ
بعد ما ھو المسنون۔ طرز خطاب کی ایک گونہ تبدیلی سے مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ ہماری اور
آپکی ذہنیتوں کی اصلاح فرمائے اور ہم سب کو احسان فی العمل کی توفیق دے۔ اب اپنے گرامی نامہ
کا جواب نمبروار ملاحظہ فرمائیے

(۱) جواب میں تاخیر کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں آپ بالکل اطمینان سے تحریر فرمائیں البتہ اس کے
متعلق ضروری گذارش یہ ہے کہ میں نے اپنے مضمون میں بحمدہ تعالیٰ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تکفیری

بحث مندرجہ "حسام الحرمین" کا کوئی پہلو اور کوئی گوشہ تشنہ بحث نہیں چھوڑا ہے۔ جناب بھی میرے مضمون کے تمام اجزا کیطرف توجہ فرمائیں۔ بالخصوص جن مقدمات اور مسلمات سے میں نے کام لیا ہے اُن میں سے ہر ایک کے متعلق نفیاً یا اثباتاً اپنی رائے ضرور ظاہر فرمائیں، بنیادی مقدمات یا بحث کے دیگر اہم اجزاء سے اغماض کر کے زوائد اور خارج از بحث چیزوں میں مغالطہ دہی کی کوشش کرنا (جیسا کہ ان مباحث میں اس سے پہلے بھی کیا گیا ہے۔ یا حال ہی میں آپ کے کسی دوست "جمال الملۃ والدین" نے سیف یمانی کے جواب میں کیا ہے) درحقیقت جواب سے عاجزی کی دلیل ہے، آپ کے اعلیٰ حضرت مولنٰا احمد رضا خانصاحب نے کتاب "انوار آفتاب صداقت" پر تقریظ لکھتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے۔

"سخت بے انصافی ہوگی اگر کہیں کہیں سے کچھ زوائد یا لوازل[ف] لیکر اپنے آپے سے باہر ہو کر اعتراض کریں اور اُس کا نام جواب رکھیں بلکہ کل کلام سے گفتگو کرتا ہوں تو عہدہ برآ ہوں وانی لھم ذالک"

بہر حال جو جواب دیا جائے اسمیں بحث کے اطراف و جوانب کو ملحوظ رکھا جائے ورنہ جن مقدمات سے آپ سکوت کریں گے وہ مسلم سمجھے جائیں گے اور اگر "الموت الاحمر" وغیرہ کی طرح صرف سوالات ہی پر اکتفا کرنے کا ارادہ ہو تو ہر سوال کے متعلق یہ بھی واضح فرما دیا جائے کہ وہ میرے کس مقدمہ پر وارد ہوتا ہے جن سوالات میں اسکو ظاہر نہیں کیا جاویگا وہ خارج از بحث اور ناقابل التفات سمجھے جاویں گے۔

(۲) جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ جواب تکمیل و تبیض کے بعد اشاعت کیلئے اخبار "الفقیہ" امرتسر کو بھیجدیا جائیگا۔ مجھے اس رائے سے کوئی اختلاف نہیں لیکن اس صورت میں ضروری ہوگا کہ پہلے "الفقیہ" ہی میں میرا مضمون "معرکۃ القلم" اور آپکے جواب کے بعد جواب الجواب بھی لفظاً بہ لفظ شائع ہوں تا کہ ناظرین الفقیہ تصویر کے دونوں رخ دیکھکر کامل بصیرت کیساتھ رائے قائم کر سکیں۔ لہٰذا آنجناب فوراً ہی حکیم معراج الدین صاحب مدیر "الفقیہ" کو تحریر فرما دیں کہ وہ ابھی سے "معرکۃ القلم" قسطوار شائع کرنا شروع کردیں، میں اُمید کرتا ہوں کہ جبتک آپکا جواب تیار ہوگا اُس وقت تک "معرکۃ القلم" الفقیہ میں پورا شائع ہو جائیگا۔

[ف] الحمد للہ حق پرستوں کو ایسی تائید کیلئے زوائد یا لوازل کی ضرورت نہیں ہوتی خانصاحب کو اسلئے یہ لفظ لکھنے پڑے کہ انوار آفتاب صداقت ہی اُنکے نزدیک بھی زوائد لاحد لوازل کی بھرتی ہے ۱۲

بہر حال یہ نہایت ضروری ہے کہ جس اخبار یا رسالے میں ایک فریق کا مضمون شائع ہوا اسی میں دوسرے فریق کا بھی (جسطرح کہ تقریری مناظروں میں ایک ہی جگہ اور ایک ہی مجمع کے سامنے دونوں فریق تقریر کرتے ہیں۔)

اور جو اخبار یا رسالہ فریقین کے مضمون شائع کرنے پر تیار نہ ہو، اُسکو ہرگز کوئی فریق اپنا مضمون نہ دے اور اگر کسی فریق نے ایسا کیا اور کسی ایسے اخبار یا رسالے میں اپنا مضمون شائع کرایا جو دونوں فریقوں کا مضمون شائع کرنے پر آمادہ نہو تو سمجھا جائیگا کہ وہ خود اپنی کمزوری محسوس کرتا ہی اور اُسکا ضمیر خود شکست خوردہ ہے اور وہ اپنے مخالف کی دلائل کو مضبوط اور لاجواب سمجھتا ہی اور محض اپنے مریدوں اور معتقدوں میں ظاہری بھرم قائم رکھنے کے لئے اپنے ضمیر کے خلاف خامہ فرسائی کر رہا ہے۔ بہر حال اگر کسی فریق نے ایسا کیا تو فیصلہ ثالثی سے پہلے یہ اُسکی مسلمہ شکست ہوگی اور اُسکو کم ازکم اسقدر تحریری اعتراف کرنا پڑیگا کہ۔

"میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت کے لوگ میرے مخالف کی دلائل سے آشنا ہوں"

بہر حال اگر "الفقیہ" میرے اور آپکے دونوں کے مضامین کو بلاکم وکاست چھاپنے کیلئے تیار ہو تو ضرور آپ اپنا جوابی مضمون اُسکو دیں اور مجھے مطلع فرمائیں تاکہ میں "معرکۃ القلم" اُن کو بھی برائے اشاعت بھیجدوں اور وہ ابھی سے اُسکی اشاعت شروع کردیں۔ اور اگر ادارہ الفقیہ اس کے لئے تیار نہو تو آپ ہرگز اسکو مضمون نہ دیں بلکہ کسی ایسے اخبار یا رسالہ کا انتخاب فرمائیں جو اس کے لئے آمادہ ہو سکے۔ اور اگر آپ کو اپنوں میں کوئی ایسا فراخدل نہ ملے تو آپ کا اور آپکی ساری جماعت کا خادم "الفرقان" تو اس کیلئے حاضر ہی ہے، وہ آپکے مضمون کو بھی بلاکم وکاست شائع کریگا۔ اور اس صورت میں (جبکہ فریقین کے مضامین صرف الفرقان ہی میں شائع ہوں) جبتک کہ مناظرہ کا یہ سلسلہ جاری رہیگا آپکی اور مولانا حامد رضا خانصاحب و مولانا نعیم الدین صاحب کے نام الفرقان مستقل طور پر مفت جاری رہیگا اور اُن کے علاوہ اپنی جماعت کے جسقدر حضرات کے نام بھی آپ الفرقان جاری کرانا چاہیں گے آپکی تصدیق اور سفارش پر ان سب کے نام اختتام

مناظرۂ تک الفرقان صرف نصف قیمت پر جاری کیا جا سکے گا ۔

مولوی صاحب! میں دوستی کا مدعی نہیں، مگر ہاں یہ ضرور کہونگا کہ مجھ سا وفادار اور قدر دان حریف ملنا دشوار ہے، کاش آپ مجھے پہچانیں ۔

(۳) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے متعلق آپ نے جو تصریح فرمائی ہے اُس سے ایک گونہ مسرت ہوئی ۔ تمام اہل ایمان کا یہی عقیدہ ہے، ہمارے بزرگوں کا پرانا اور مشہور مقولہ ہے ۔

"بشرٌ لا کسائر البشر بل کالیاقوت بین الحجر" وقال بعضھم "بشرٌ من البشر کالیاقوت بین الحجر"، والمآل واحدٌ ۔

بہرحال حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفس بشریت اور اُسمیں دوسرے بنی آدم کے ساتھ مطلق مثلیت منصوص قرآن ہے جسکا انکار بیشک کفر ہے، علیٰ ہذا فضائل وکمالات کے اعتبار سے تمام مخلوق پر آپکی برتری، اور اس لحاظ سے سب سے مثلیت کی نفی یہ بھی اصولِ دین میں سے ہے ۔ اور اسکا انکار بھی بیشک منافی اسلام اور منافض ایمان ہے ۔ اور اگر کوئی بدنصیب چکڑالویوں کی طرح حضور کے خصائص وفضائل عصمت، وجوبِ اطاعت وغیرہ کا انکار کرتے ہوئے حضور کو بس اپنا جیسا بشر کہے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اسی طرح اگر کسی بدبخت کا یہ خیال ہو کہ چونکہ حضور ہم ہی جیسے بشر ہیں اسلئے آپکی تعظیم بھی بس اتنی ہی ہونی چاہئے جتنی کہ ایک چھوٹا بھائی اپنے بڑے نسبی بھائی کی کرتا ہے تو وہ بھی ہمارے نزدیک کافر ومرتد ہے ۔

بعض علمائے حجاز نے علمائے دیوبند کے عقائد کے متعلق جو سوالات کئے تھے ان میں سترھواں[۱۷] سوال یہ تھا ۔

ھل تقولون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یفضل علینا الا کفضل الاخ الاکبر علی الاخ الاصغر لا غیر وھل کتب احد منکم ھذا المضمون فی کتاب — کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بس ہم پر ایسی فضیلت ہے جیسی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے اور کیا تم نے کسی کتاب میں یہ مضمون لکھا ہے ۔

اس سوال کا جواب حضرات علماء دیوبند کیطرف سے یہ دیا گیا۔

لیس احد منا ولا من اسلافنا الکرام معتقدا بھذا البتۃ ولا نظن شخصا من ضعفاء الایمان ایضا یتفوہ بمثل ھذہ الخرافات ومن یقل ان النبی علیہ السلام لیس لہ فضل علینا الا کما یفضل الاخ الاکبر علی الاصغر فنعتقد فی حقہ انہ خارج عن دائرۃ الایمان وقد صرحت تصانیف جمیع الاکابر من اسلافنا بخلاف ذالک وقد بینوا وحرروا وجوہ فضائلہ واحسانتہ علیہ السلام علینا معشر الامۃ بوجوہ عدیدۃ بحیث لا یمکن اثبات مثل بعض تلک الوجوہ لشخص من الخلائق فضلا عن جملتھا وان افتری احد مثل ھذہ الخرافات الواھیۃ علینا او علی السلاف فانہ لا اصل لہ ولا ینبغی ان یلتفت الیہ اصلا فان کونہ علیہ السلام افضل البشر قاطبۃ واشرف الخلق کافۃ وسیادتہ علیہ السلام علی المرسلین جمیعا وامامتہ النبیین من الامور القطعیۃ التی لا یمکن لادنی مسلم ان یتردد فیہ اصلا الخ

ہم میں اور ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے اور ہمارے خیال میں کوئی ضعیف ایمان والا بھی ایسی خرافات زبان سے نہیں نکال سکتا اور جو اسکا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے اور ہمارے تمام گذشتہ اکابر کی تصنیفات میں اس عقیدہ واہیہ کا خلاف مصرح ہے اور وہ حضرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات اور وجوہ فضائل تمام امت پر اسقدر بتصریح بیان کر چکے اور لکھ چکے ہیں کہ سب تو کیا ان میں سے کچھ بھی مخلوق میں سے کسی شخص کیلئے ثابت نہیں ہو سکتے اگر کوئی شخص ایسے واہیات کا ہمارے اور ہمارے بزرگوں پر بہتان باندھے وہ بے اصل ہے اور اسکی طرف توجہ بھی مناسب نہیں اسلئے کہ حضرت کا افضل البشر اور تمامی مخلوقات سے اشرف اور جمیع پیغمبروں کا سردار اور سارے نبیوں کا امام ہونا ایسا قطعی امر ہے جسمیں ادنیٰ مسلمان بھی تردد نہیں کر سکتا۔ الخ۔

ملاحظہ ہو التصدیقات مؤلفہ حضرت مولٰنا خلیل احمد صاحب رح ومصدقہ جمیع اکابر علماء دیوبند

یہ تو اپنے عقیدہ کا اظہار تھا لیکن اگر آپ کا اشارہ تقویۃ الایمان کی معہود عبارت کیطرف ہے تو اس کا اجمالی جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ جبکہ وہ عبارت بلکہ حضرت شہید مرحوم کی تمام عبارتیں آپ کے اعلحضرت فاضل

بریلوی کے نزدیک موجب کفر نہیں اور وہ صحیح محامل پر بھی محمول ہوسکتی ہیں (ملاحظہ ہو الموت الاحمر) تو آپ اعلیحضرت کو مسلمان مانتے ہوئے کیونکر اُن پر کفر کا قطعی حکم لگا سکتے ہیں۔ اور اگر اپنے اعلیحضرت کے اس بیان سے آپکو اتفاق ہو تو پھر منتظر رہئے، انشاءاللہ وہ وقت بھی آئیگا جبکہ "معرکۃ القلم" ہی کے سلسلہ میں حضرت شہید کی عبارات پر بھی روشنی ڈالی جائیگی۔ واللہ الموفق۔

رہا گیا کا معاملہ اور اس سلسلہ میں آپکی شکایت۔ اُس کا جواب یہ ہے کہ گیا کے حضرات نے مجھ سے بلا اختلاف یہی نقل کیا تھا کہ "آپ نے اپنی تقریروں میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار فرمایا۔ بلکہ بشریت کے اعتقاد کو کفر اور موجب اہانت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتلایا اور اسی لئے اُن حضرات نے مجھ سے اس موضوع پر تقریر کرنے کی فرمائش کی۔ پھر اس سلسلہ میں آپکے جو دلائل اُنہوں نے مجھ سے نقل کئے، اُنہوں نے کسی تاویل کی بھی گنجائش نہیں چھوڑی۔ مثلاً اُنہی حضرات نے مجھ سے آپکی یہ دلیل نقل کی۔ کہ۔

"بشریت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے وہ دنیا میں سب سے پہلے بشر تھے اور بشریت اُنہی کی اولاد کیساتھ مخصوص ہے۔ اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ اقدس چونکہ حضرت آدم سے ہزارہا سال پیشتر سے تھا اسلئے آپ بشر نہیں ہوسکتے۔"

نیز انھیں لوگوں نے مجھے آپکی وہ تاویلات بھی سُنائیں جو آپنے "انما انا بشر مثلکم" وغیرہ آیات قرآنیہ میں کی تھیں اور جو شخص بشریت کا منکر نہ ہو وہ ان تاویلات کو یقیناً تحریف سمجھیگا، اور اُسکو قرآن پر ایسا ظلم کرنے کی کبھی ضرورت نہ ہوگی، اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ ان چیزوں کے سُن لینے کے بعد حسن ظن کیلئے کیا گنجائش باقی تھی۔ البتہ اب صلح و آشتی کا مقتضی یہ ہے کہ میں آپکے اس انکاری بیان کے بعد اپنے دلی اطمینان کا اظہار کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد آپ کے متعلق اس معاملہ میں شک و شبہ کو بھی جائز نہیں سمجھتا، باینہمہ یہ عرض کرونگا کہ گیا میں آپکی تقریروں کا عام طور پر یہی مطلب سمجھا گیا اور میں نے آپکی جماعت کے بعض افراد سے بشریت کا صاف صریح انکار سُنا، مجھے توقع ہے کہ آئندہ اگر جناب گیا تشریف لے جائیں گے تو اسکی تلافی کی ضرور کوشش فرمائیں گے۔

(۴) بیشک میری یہ انتہائی خواہش ہے کہ یہ مناظرہ متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اختتام کو پہنچ جائے پس اگر آپ کے نزدیک معرکۃ القلم کا لہجہ سخت ہے اور اُسکی کچھ عبارتیں آپ کیلئے دل آزار ہیں تو آپ بے تکلف اُن تمام عبارتوں کی فہرست بحوالہ صفحہ و سطر لکھکر ارسال فرمادیجئے۔ میں انشاء اللہ آپ سے دلیل پوچھے بغیر اُن کے الفاظ بدل دونگا۔ اور آئندہ ایڈیشن میں (جو جلدی ہی انشاء اللہ تیار ہوگا۔) پہلی عبارتوں کو نہیں رکھونگا۔ آپ اس معاملہ میں ہرگز میری رعایت نہ کریں۔

میری دلی خواہش ہے کہ مذہبی مکالمات میں کبھی کوئی لفظ میری زبان و قلم سے سخت نہ نکلے۔ اس کے خلاف اگر کہیں مجھ سے ہوتا ہے تو میں خود اسکو اپنی کمزوری سمجھتا ہوں میرا ایمان تو اس قرآن پاک پر ہے جسکی تعلیم یہ ہے۔

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم ، — اور تم مشرکین کے معبودانِ باطل کو بھی گالیاں مت دو (ورنہ) پھر وہ اپنی جہالت کیوجہ سے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرنیلگیں گے

میں جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہوں اور جسکی غلامی کو وسیلۂ نجات سمجھتا ہوں اُس کا ارشاد ہے۔

علیک بالرفق وایاک والعنف والفحش — تم نرمی کو لازم پکڑو اور سخت کلامی اور فحش گوئی سے بچو

نیز آپ کا ارشاد ہے۔

ان اللہ یبغض الفاحش البذی (کنز العمال صفحہ ۱۲۲ ج ۲) — اللہ تعالیٰ فحش گو، بد کلام کو مبغوض رکھتا ہے۔

پس اگر مجھ سے سخت کلامی ہو جائے اور کوئی دل آزار کلمہ میری زبان یا قلم سے نکل جائے تو میں اُس سے رجوع کر کے امکانی مکافات کرنا باعثِ عار نہیں بلکہ سرمایۂ عزت سمجھتا ہوں۔

وما ابرء نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء

ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

جواب طلب باتوں کے جواب سے مطلع فرما کر ممنون فرمایئے۔ والسلام علی اہل الاسلام

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ مدیر الفرقان (بریلی)

حسابِ دوستاں

جن حضرات کی خریداری کا حساب جمادی الاخری، یا رجب پر ختم ہو چکا ہے، اُن کے اسمائے گرامی الفرقان کے گذشتہ نمبر میں درج کئے گئے تھے اور اُن سے درخواست کیگئی تھی کہ وہ آئندہ کیلئے اپنا چندہ بھیجکر ممنون فرمائیں مگر افسوس ہے کہ باستثناء دو تین احباب کے کسی صاحب نے توجہ نہیں فرمائی نہ آئندہ کیلئے خریداری ہی سے انکار کیا - آج پھر اُن سے وہی درخواست کیجاتی ہے اور اگر کسی وجہ سے وہ آئندہ خریدار رہنے سے معذور ہیں تو براہ کرم اسی کی اطلاع دیکر ممنون فرمائیں

(۲)

آج اُن حضرات کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جنکی خریداری رمضان سالگذشتہ سے شروع ہوئی تھی اور اس نمبر پر اُنکا حساب ختم ہو گیا براہ کرم وہ بھی آئندہ کیلئے اپنا چندہ روانہ فرماکر ممنون فرمائیں - اور اگر کسی وجہ سے آئندہ خریداری باقی رکھنی منظور نہ ہو تو ایک اطلاعی کارڈ ضرور لکھدیں ورنہ شوال کا پرچہ ان سب حضرات کیخدمتمیں وی پی کیا جاویگا جسکا وصول فرمانا اُن کا اخلاقی فریضہ ہوگا - یقین فرمائیے کہ ہمارا ارادہ وی پی کرنیکا ہرگز نہ تھا - مگر الفرقان کے مالی مسئلہ نے بالکل ہی مجبور کر دیا ہے - "والمجبور معذورٌ"

جناب رحمت اللہ عنایت اللہ صاحبان چاقو ساز وزیر آباد ع ۵۸۰

جناب مولوی محمد داؤد صاحب فاروقی امرتسر ع ۶۱۰

جناب مہتمم صاحب جامع العلوم جین پور ع ۶۴۸

جناب مولوی محمد صالح صاحب سنگھیر اسورتی سوتھ افریقہ ع ۶۵۴

جناب محمود صاحب طالب علم فیض العلوم ابراہیم پور ع ۶۴۹

جناب محمد یعقوب صاحب طالب العلم منبع العلوم خیر آباد ع ۶۶۴

جناب محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر مبارکپور ع ۶۶۵

جناب میاں ضیاء اللہ صاحب موضع ولیدپور ع ۶۶۹

جناب مولوی عبد الحلیم صاحب موضع ولیدپور ع ۶۶۶

جناب مولوی شکر اللہ صاحب طالب العلم فیض العلوم ابراہیم پور ع ۶۶۸

جناب حاجی محمد صابر صاحب موضع بہیرہ ع ۶۶۹

جناب مولوی عبد الرشید صاحب موضع بھیرہ ع ۶۷۰

جناب مولوی عبدالسلام صاحب طالبعلم مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور ع ۶۷۲
جناب شیخ برکت اللہ صاحب سوداگر لکھنؤ ع ۶۷۵
جناب رحمت اللہ صاحب پرانی بستی مبارکپور ع ۶۷۶
جناب محمد سلیمان صاحب جکر ضلع لدھیانہ ع ۶۷۷
جناب حاجی الٰہی و محمد حسن صاحب تاجر کرانہ محمد آباد ع ۶۷۹
جناب ملک آفتاب احمد خانصاحب شاہجہاں پور ع ۶۸۱
جناب حکیم عبدالکریم صاحب ضلع بھڑوچ ع ۶۸۲
جناب عبدالحمید صاحب جودھپور ع ۶۸۳
جناب عبدالمجید عبدالرحمٰن صاحبان جودھپور ع ۶۸۴
جناب غلام قادر صاحب جودھپور ع ۶۸۵
جناب محمد باری صاحب جودھپور ع ۶۸۶
جناب بنگ محمد صاحب طالبعلم جودھپور ع ۶۸۷
جناب محمد اسمٰعیل صاحب ولد عصمت اللہ صاحب ادری ع ۶۸۸
جناب محمد عبدالمجید صاحب متعلم کوٹلی الہ آباد ع ۶۹۰
جناب مولوی نذیر احمد صاحب خیرآباد ع ۶۹۱
عالیجناب راجہ خلیل خانصاحب ریاست انٹ شاہجہاں پور ع ۶۹۳

مقامی احباب

میں سے اکثر حضرات کا سال رواں کا چندہ بار بار توجہ دلانے کے باوجود ابھی تک وصول نہیں ہوا ہے۔ ماہ رمضان مبارک میں اُنکی خدمت میں دفتر کا آدمی پہنچے گا، براہ کرم ادا فرما کر ممنون فرمائیں۔

جو حضرات اخیر ماہ رمضان تک ادا نفرمائیں گے شوال کا پرچہ مجبوراً انکو وی پی کر دیا جائیگا جسکی وجہ سے اُن پر ۵ ؍ کا مزید بار پڑیگا۔

آج مجبور ہو کر یہ آخری اطلاع دی جارہی ہے۔

مینجر الفرقان

دُنیا کو اسلام سے کس طرح روشناس کیا گیا

از خامۂ استاذ العصر حضرت علامہ مولانا محمد اعزاز علی صاحب شیخ الادب والفقہ دارالعلوم دیوبند

گذشتہ سے پیوستہ

اس قسم کے ذلیل اور حدود انسانیت سے گذر جانیوالے برتاوے فقط فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کیلئے مخصوص نہ تھے، بلکہ جاں نثار صحابہ بھی ان اذیتوں کے ہدف تھے، اور کفار کیجانب سے اپنی وسعت تک اسمیں دریغ کرنا ممکن ہی نہ تھا ۔ اگر اختصار کیساتھ ان اذیتوں کا حال معلوم کرنا ہو جو جب کہ جاں نثاروں کو پہنچائی جاتی تھیں تو علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی کے ان مختصر مگر جامع الفاظ پر غور کیجئے۔

لما عرفت قریش ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد عز کفوا عن بعض ما کانوا ینالون منہ صلی اللہ علیہ وسلم واقبلوا علی بعض اصحابہ بالاذیۃ سیما المستضعفین منہم الذین لا جوار لہم فان کل قبیلۃ عدت علی من اسلم منہا تعذبہ وتفتنہ عن دینہ بالحبس والضرب والجوع والعطش وغیر ذلک حتی ان الواحد منہم ما یقدر ان یستوی جالسًا من شدۃ الضرب الذی کان بہ وکان ابو جہل یحرضہم علی ذلک وکان اذا سمع بان رجلا اسلم ولہ شرف ومنعۃ جاء الیہ

کفار قریش کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے مسلمان ہو جانیکی وجہ سے) محمد (روحی و روح ابی و امی فداہ) کی بیچارگی اب اس درجہ کی نہیں جس درجہ کی پہلے تھی تو اُنکی ایذا دہی میں بھی کچھ کمی آگئی، مگر جسقدر ایذا دہی میں آپ کیلئے کمی ہوئی اُس سے اضعاف مضاعف صحابہ پر مظالم توڑے جانے لگے ۔ اور اُن مساکین صحابہ کا تو حال ہی کیا پوچھنا ہے جو کہ بے والی وارث تھے، ہر خاندان نے اپنے میں سے مسلمان ہو جانے والوں پر ظلم و ستم کرنے شروع کر دیئے تھے کسی کو قید، کسی کو مار پیٹ اور کسی کو ناقابل برداشت بھوک و پیاس وغیرہ کی تکلیفیں دیکر اسلام سے روکتے تھے، اس ناقابل برداشت سزا کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ ان مظلومین میں سے بعض تو سیدھے بیٹھ بھی نہ سکتے تھے کیونکہ مار پیٹ کے زخموں کیوجہ سے نڈھال تھے، ابوجہل کا حال یہ تھا کہ ظالموں کو ان حرکات خبیثہ پر اور زیادہ اکساتا تھا ۔ اور جب کسی عزت والے جتھے دار کے اسلام کی خبر ملتی تھی

دونجه وقال له ليغلبن رائك و ليضعفن شرفك وان كان تاجراً قال والله لتكسدن تجارتك و يهلك مالك وان كان ضعيفا اغرى به حتى ان منهم من فتن عن دينه ورجع الى الشرك كالحارث بن ربيعة بن الاسود وابى قيس بن الوليد بن المغيرة وعلى بن امية بن خلف والعاص بن منبه بن الحجاج وكل هؤلاء قتلوا على كفرهم يوم بدر -

تو اُس کے پاس آکر اُسکو زجر و توبیخ کرتا تھا کہ مسلمان ہو جانے کے بعد تمہاری رائے کی کوئی وقعت باقی نہ رہیگی، لوگوں کے دلوں سے تمہاری عظمت جاتی رہیگی اور اگر دیکھتا کہ مسلمان ہونے کا ارادہ کرنیوالا سوداگر ہے تو اُس سے کہتا تھا .... کہ خدا کی قسم مسلمان ہونے کے بعد تم دیوالیہ ہو جاؤ گے، کوڑی بھی پاس نہ رہیگی - اور اگر دیکھتا تھا کہ یہ شخص کمزور ہے تو بدمعاشوں کو اُبھار اُکسا دیتا تھا، ان بہیمانہ افعال کا نتیجہ بعض کے حق میں نہایت مضر ثابت ہوا کیونکہ اُنکو اپنے ہاتھوں سے اسلام کی دولت کھو دینی پڑی اور شرک کو اختیار کرنا پڑا، اس بدقسمت جماعت کے بعض افراد یہ ہیں حارث بن ربیعہ، ابوقیس بن ولید، علی بن اُمیہ، عاص بن منبہ یہ سب آخر وقت تک کافر ہی رہے اور بحالت کفر جنگ بدر میں مارے گئے -

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آنے والے ذیل کے واقعہ کو غور سے سُنئے اور قیاس کیجئے کہ جب اس جامع فضائل ذات کیساتھ اس قسم کے معاملات کئے جاتے تھے تو دوسرے مساکین کا کیا حال ہوگا -

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اُن لوگوں میں نہ تھے کہ جنکا مکہ مکرمہ میں سہارا ہی نہ تھا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرب کے اُس قبیلہ (بنی تیم) کے ایک فرد تھے جو عرب کے قبائل میں متفقہ طور پر معزز قبیلہ تھا اور جس کے کسی ایک فرد کو ہاتھ لگانا، یا تیز نگاہ سے دیکھنا ناقابل عفو جرم تھا اور صرف یہ انتساب ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے لباس عزت نہ تھا، بلکہ اُن کے مالی احسانات اور کسبی فضائل کا بھی ہر شخص معترف تھا -

اس سید العرب کے فضائل کو ملحوظِ خاطر رکھکر ذیل کے واقعہ کو غور سے سنو اور اسلام کی عظمت اور مخالفین اسلام کی عداوت معلوم کرو -

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کچھ اسطرح عام ہو گئی تھی کہ دوسروں کو تبلیغ تو بجائے خود

احکم الحاکمین کی عبادت کرنی بھی دشوار تھی اسی لئے ایکمرتبہ جبکہ حضور دار ارقم میں تشریف فرما تھے اور تقریباً اڑتیس آدمیوں کی مختصر سی جماعت اسلام سے مستفیض ہو چکی تھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بالحاح و اصرار گزارش کی کہ مسجد حرام میں نماز ادا کی جاوے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہماری جماعت بہت تھوڑی ہے، مکہ میں بچہ بچہ دشمن اور خون کا پیاسا ہے، لیکن صدیق اکبرؓ کی یہ درخواست بالآخر منظور ہی ہوئی اور سر فروشان اسلام کی یہ مختصر جماعت مسجد حرام کیطرف چلی، کفار مکہ اس انداز کیساتھ اس مجمع کو بیت اللہ کیطرف جاتے ہوئے دیکھکر سمجھ گئے کہ آج یہ جماعت ؎

بجرم عشق توام میکشند و عوغائیست تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

کا منظر پیش کریگی، اس لئے ان بہائم بصفت انسان صورت تصویروں میں سے جس جس کو اطلاع ملتی گئی اس مجمع کے ساتھ ہوتا گیا جسوقت یہ مجمع مسجد حرام میں داخل ہوا ہے تو اشرار اور مفسدین کی کافی جماعت بھی ہمراہ تھی۔

بجز صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساری جماعت مسجد حرام میں بیٹھ گئی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسنون طریقہ پر بحالت قیام تقریر کرنی شروع کی اور علی الاعلان دعوت اسلام کو کفار مکہ پر پیش کیا۔ مشرکین مکہ اس امر کو کیونکر برداشت کر سکتے تھے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی توحید اس اعلان عام کیساتھ کیجائے۔ غیظ و غضب کیحالت میں نہ صرف صدیق اکبرؓ پر بلکہ مسلمانوں کے اس تمام مجمع پر ٹوٹ پڑے اور صرف مار پیٹ ہی نہ کی بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنے اپنے قدموں سے کچلا اور سخت مجروح کیا، بنی تیم کے خاندان کو خبر پہنچی تو ان کا ہجوم بجلی کیطرح مسجد حرام میں آپہنچا، مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھا کہ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا خاندان آگیا تو وہ ان کو چھوڑ کر عجلت کیساتھ علیحدہ ہو گئے۔ صدیق اکبرؓ کا یہ خاندان صدیق اکبرؓ کی حمایت کے لئے فقط اس وجہ سے آیا تھا کہ صدیق اکبرؓ انھیں میں سے تھے ورنہ کفر اور اسلام کی وسیع خلیج ان میں بھی حائل تھی۔

خاندانی لوگوں نے انکو کپڑوں میں لپیٹ کر ان کے گھر تک پہنچایا اور کسی کو انکی موت میں ذرا سا بھی شک نہ تھا۔ یہ سکے بعد پھر مسجد حرام میں واپس آئے اور علی الاعلان کہا کہ خدا کی قسم! اگر ابو بکرؓ مر گئے تو

ہم اسکا بدلہ اسطرح نہ لیں گے کہ تم میں سے کسی چھوٹے یا معمولی شخص کو قتل کرکے اپنا دل ٹھنڈا کرلیں، یاد رکھو کہ ہم اُن کے بدلے میں عتبہ کو قتل کریں گے، اس اعلان کے بعد پھر صدیق اکبرؓ کے پاس واپس ہوئے مگر صدیق اکبرؓ اس حالت میں تھے کہ بنی تیم میں سے ہر ایک شخص اُنکو آوازیں دیتا تھا اور وہ جواب نہ دیتے تھے بلکہ کئی دفعہ صدیق اکبر کے والد ابو قحافہؓ نے درد بھری آواز میں پکارا لیکن صدیق اکبر جواب نہ دے سکے، اسی حالت میں سارا دن گذر گیا، شام ہو رہی تھی کہ صدیق اکبرؓ نے آنکھ کھولی اور سب سے اوّل جو کلمہ زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ

ما فعل رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔

آپ کے خاندان کے لوگ کافر ہی تھے اس دریافت حال کی قدر اُنکو کیا تھی، اُنہوں نے ملامت کرنی شروع کردی، مگر صدیق اکبرؓ کی یہ محبت ایسی نہ تھی کہ جو ان ملامتوں سے کم ہوتی، وہ حضور کا حال دریافت کرتے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے اور جب آنکھ کھلتی تھی حضور ہی کا حال دریافت کرتے تھے، بالآخر صدیق اکبرؓ کی والدہ نے قسم کھا کر کہا کہ ہم تو تمہارے زخموں کیوجہ سے اسقدر سراسیمہ تھے کہ ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان ہی نہ رہا اور نہ اس وقت تک معلوم ہے کہ وہ کس حالت میں ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے والدہ کو مہربان پا کر بہت زیادہ خوشامد کے لہجہ میں اُن سے کہا کہ تم تکلیف کرکے اُم جمیل (یہ حضرت عمرؓ بن خطاب کی بہن اور خطاب کی بیٹی ہیں) کے پاس چلی جاؤ اور اُن سے جاکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کرو۔

اُم جمیل کے پاس بھیجکر حالت دریافت کرانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمان ہو چکی تھیں، مگر بجز خاص خاص لوگوں کے اُن کے اسلام کا حال کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی والدہ اپنے لخت جگر کی اس تشویش کو دیکھکر اُم جمیل کے پاس پہنچیں اور اُن سے کہا کہ ابو بکرؓ محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال دریافت کر رہے ہیں۔ اُم جمیل (رضی اللہ عنہا) چونکہ اپنے اسلام کو ظاہر کرنا نہ چاہتی تھیں فوراً بولیں کہ میں کیا جانوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں اور ابو بکرؓ کون؟ مجھ کو نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال معلوم ہے نہ ابو بکرؓ کو جانتی ہوں کہ کون ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ

کی والدہ تو یہ صاف جواب سن کر خاموش ہوگئیں لیکن اُم جمیلؓ نے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اُن سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلوں، اُنہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔ چنانچہ اُم جمیلؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی والدہ کیساتھ اُن کے مکان پر پہنچیں اور اس سلسلہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس بھی پہنچگئیں، دیکھا تو وہ بیہوش پڑے ہوئے ہیں، حضرت صدیق اکبرؓ کی یہ حالتِ زار دیکھکر اُم جمیل سے نہ رہا گیا۔ اور بے اختیار بلند آواز سے کہنے لگیں، وہ کہ بہت زیادہ بدکار اور ناشائستہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے تمہارا یہ حال کیا ہے۔ اور مجھ کو خدا کی عادل ذات سے یقین ہے کہ ان شریروں سے اسکا بدلہ ضرور لیگا۔ یہ آواز سنکر حضرت صدیقِ اکبرؓ نے آنکھیں کھولدیں اور اُم جمیلؓ کو موجود دیکھکر دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ اُم جمیلؓ نے فوراً آہستہ سے کہا کہ تم مجھ سے کیسی بات دریافت کر رہے ہو۔ کیا یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ تمہاری ماں سُن رہی ہیں، صدیق اکبرؓ نے اُن کو یقین دلایا کہ تم ان کا خوف نہ کرو، اگرچہ مسلمان نہیں ہیں مگر میری محبت کی وجہ سے افشائے راز نہ کریں گی۔ اُم جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب اطمینان ہوگیا تو اُنہوں نے دبی زبان سے کہدیا کہ صحیح وسالم ہیں، صدیق اکبرؓ نے دریافت کیا کہ حضور اس وقت کہاں تشریف فرما ہیں، اُنہوں نے جواب دیا کہ دارِ ارقم میں۔ صدیق اکبرؓ نے زخموں کے اس اشتداد ہی کی حالت میں کہا کہ قسم خدا کی ابھی میں کھانا کھاؤں، نہ پانی پیوں، جبتک کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپکو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی والدہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس قسم کو سن کر یقین کر لیا کہ ابوبکرؓ اب اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کریں گے مگر اس شورش کے وقت یہ ممکن بھی نہ تھا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو حضور کی خدمت میں پہنچا دیا جاوے۔ مجبوراً اس وقت تک لیجانے کا ارادہ نہ کیا جبوقت تک کہ لوگوں کے سو جانے کا یقین نہ ہوگیا، رات کا کافی حصہ گذر چکا تھا کہ میں نے ابوبکرؓ کو اُٹھایا، ابوبکرؓ زخموں سے نڈھال ہو رہے تھے، مجھکو سہارا دیکر چلنے لگے اور اسی طرح بمشکل تمام میں نے اُنکو حضور کی خدمت میں پہنچایا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب اپنے جاں نثار کو اس حالت میں آتا ہوا دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ اور یہی حالت تمام جماعت کی ہوئی، صدیق اکبرؓ اگرچہ زخموں سے نڈھال ہو رہے تھے۔ صبح سے بے آب ودانہ تھے

لیکن اس کو کیونکر دیکھ سکتے تھے کہ اپنے ایک غلام کی حالت سے مولیٰ اور آقا کو تکلیف پہنچے فوراً بولے کہ میرے چہرہ پر تو کچھ تکلیف ضرور ہے، اس کے سوا مجھکو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ ہاں! اس وقت میری والدہ میرے ساتھ ہیں کیا عجب ہے کہ غفور رحیم انکو آپکے طفیل میں نارِ دوزخ سے نجات عطا فرما دے، آپ نے اسی وقت صدیق اکبرؓ کی والدہ کیلئے دُعائے اسلام کی اور صدیق اکبرؓ کے سامنے ہی اُنکو سمجھایا، صدیق اکبرؓ کی والدہ اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔

یہ واقعہ اگرچہ حضرت صدیق اکبرؓ کی جان نثاری کے واقعات میں سے ایک مختصر سا واقعہ ہے، مگر غور کرنے بعد ایک ذی ہوش انسان کو اس سے بہت فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگرچہ ایمانی قوت اور کلمۂ حق کی تبلیغ یا اشاعتِ اسلام کے شوق نے مجبور کیا کہ وہ علی الاعلان توحید کا اظہار کریں، اگر مسجد حرام میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تقریر کرنے کیلئے خود ہی کھڑے ہوئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ حضور کے ادب کا دعویٰ کرنے والے یقیناً خالص الکذب ہیں۔ تو کیا یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے معاذ اللہ سوءِ ادب سے کام لیا کہ آپکی موجودگی میں خود تقریر کرنے کھڑے ہو گئے، گویا صدیق اکبرؓ مُعلم تھے اور تمام سامعین جمیں خود فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہ نفسِ نفیس داخل تھے متعلم معلوم ہوتے تھے یہ صحیح ہے کہ بعض مرتبہ کسی شخص سے ایسا فعل صادر ہوتا ہے جسکو حَسَن بھی کہا جا سکتا ہے اور قبیح بھی، لیکن حسن اور قبح کی تعیین قرائن سے کیجاتی ہے یا اُسکے سابق اور لاحق اعمال و افعال سے اگر قرائن یا اُس کے دوسرے افعال حسن ہونے کی شہادت دیتے ہیں تو اُس فعل کو یقیناً مستحسن کہا جانا چاہئے، لیکن اگر قرائن سے شہادت قبیح ہونے کی ہو تو یقیناً فعل قبیح ہونا چاہئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جان نثاری سے کون واقف نہیں، کون نہیں جانتا کہ صدیق اکبرؓ کو آپؐ کی غلامی پر ہفت اقلیم کی سلطنت سے زیادہ فخر تھا، آپ کا یہ طرزِ عمل شپرہ چشموں سے مخفی ہو تو ہوا کرے لیکن روزِ روشن میں رات کے وجود کو نہ ماننے والے کیا اس سے واقف نہیں ہیں کہ حضورؐ کی غلامی صدیق اکبرؓ کے لئے باعثِ ہزار فخر تھی۔ اسوقت ہماری گذارش کا یہ موضوع نہیں ورنہ اسپر مفصل بحث

کیجاتی تاہم مالایدرک کلہ لایترک کلہ کے موافق اس مختصر سے واقعہ کیطرف اشارہ کرنا نامناسب نہیں ہے کہ جب سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا وطن اصلی (مکہ مکرمہ) چھوڑ کر اور سیکڑوں جانکاہ تکالیف اٹھانے کے بعد داخل مدینہ ہوئے تو چونکہ اہل مدینہ میں چند نفوس کے سوا بقیہ انصار آپکو پہچانتے نہ تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ سادگی اور بے تکلفی کیوجہ سے آقا اور غلام میں کوئی مابہ الفرق نہ تھا اسلئے اہل مدینہ میں یہ تشویش تھی کہ ان دو مسافروں میں سے آقا کون ہے اور غلام کون؟ لیکن اس استفسار سے خود انکا ادب دوسری جانب حضورؐ کا وقار مانع تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اسکا احساس ہوگیا کہ اہل مدینہ ابتک خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہچاننے سے قاصر ہیں، اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کچھ دھوپ کی گرمی کا اثر ہے ذرا اٹھے اور کپڑا لیکر دھوپ سے بچانے کے لیے سایہ کیا اس خادمانہ سلوک کو دیکھکر اہل مدینہ پہچان گئے کہ سلطان عالم یہ ہیں اور اُن کے خادم یہ ہیں۔ اس مختصر سے واقعہ نے بتادیا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو ذرا سی دیر کیلئے بھی یہ اشتباہ پسند نہ تھا کہ آقا کو غلام سمجھ لیا جاوے، ہمارا مطلب یہی تھا کہ اس فعل کو اگرچہ بشایہ سوء ادب کیا جاسکتا ہی لیکن چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہر حرکت و سکون اُن کے غایۃ ادب پر قطعی دلیل ہے اسلئے اس کو سوءادب کہنا خالی از حماقت نہیں، صدیق اکبرؓ کی ذات وہ گرامی قدر ذات تھی جسکو حضورؐ کی موجودگی میں بلا ضرورت بات کرنے میں بھی شرم دامنگیر ہوتی تھی، پھر اس جرأت کی کوئی وجہ دوسری ہی ہوگی جس نے اس اقدام پر مجبور کیا کہ حضورؐ کی موجودگی میں ابوبکرؓ خطیب ہوں اور حضورؐ سامع۔

اگر صحابہ کرامؓ کی عداوت نے قلب کو ظلمتکدہ نہیں بنادیا ہی تو تھوڑے سے غور کے بعد معلوم ہوسکتا ہی کہ یہ اقدام اسلئے نہ تھا کہ نعوذ باللہ صدیق اکبرؓ کے دلمیں حضورؐ پر تفضیل کا وسوسہ مستولی ہوگیا تھا، بلکہ وہ جانتے تھے کہ اس علانیہ تبلیغ میں کیا کیا ایذائیں پہنچینگی، اور مشرکین مکہ کسطرح پیش آوینگے اسلئے انہوں نے ان مصیبتوں کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا اور مشرکین مکہ کی تمام ایذاؤں کو اپنے سر لیا، حقیقت یہ ہے کہ جاں نثاری اور فدائیت کی جذبہ نے انکو اس اقدام پر مجبور کیا تھا ورنہ ایمان لانے کے بعد تو انانیت و کبر کے تمام پردے صدیق اکبرؓ چاک کرچکے تھے۔

اس کیساتھ ہی اسپر بھی غور کرو کہ جب زخموں سے چور چور ہوکر مکان پہنچے اور طویل زمانہ گذرنے کے بعد ہوش آیا تو سب سے پہلے حضورؐ ہی کا حال پوچھا اور بار بار پوچھا، ہی اپنی طبیعت کو جانچو تو معلوم ہوگا کہ ایسے سخت وقت میں صرف اپنا انسان اپنی جگر گوشوں اور اعزہ و اقارب کو بھی بھول جاتا ہی چہ جائیکہ دوسرے لوگ۔ یہ فدائیت اسوقت تک انسان میں آ ہی نہیں سکتی جبتک کہ وہ کسی کی محبت میں بالکل فنا نہ ہوگیا ہو۔ جب صدیق اکبرؓ کو حالت معلوم نہ ہوسکی تو انہوں نے کھانے پینے کی قسم کھالی (یعنی مقاطعہ جوعی کرلیا) اور جبتک حضورؐ کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے اسوقت تک چین نہ آیا۔ اسکے ساتھ ہی اس اذعان سے بھی چشم پوشی نہ کرنی چاہیے کہ اسحالت میں بھی اگر حضورؐ سے استدعا کی تو والدہ کے اسلام کی۔

(باقی آئندہ)

جذباتِ سعید

از جناب مولٰنا مولوی محمد سعید صاحب مدرس بیت العلوم سرائمیر ضلع اعظم گڈھ

ناگہاں از خوابِ نوشیں من شدم بیدار دوش | یک ندائی غیب از راہ القضا آمد بگوش
اینکہ خواہی در جہاں باشی بمقصد ہمکنار | ہر بلا را چوں دوائے تلخ از ہمت بنوش
نیز اگر خواہی کہ یزداں بر تو رحمت آورد | در مداراتِ قلوبِ نوعِ انسانی بکوش
زندگی اندر ترازوئے شریعت وزن کن | کار با اندازہ آں کن کہ میگوید سروش
نامبارک آنکہ دیں را از پے دنیا باخت | روحِ مذہب از وجودش ہر دمی اندر خروش
مبتدع آنکس کہ رنگِ دیں دہد اغراض را | ای مسلماناں حذر از صحبتِ ملت فروش
قادیانی ہم رضاخانی است در تخریبِ دیں | آریہ ہم بہرِ ایں فتنہ شدہ زنار پوش
حملۂ اہلِ ضلالت کرد در دیں رخنہا | حیف مسلم تا کے از خوابِ گرانِ نا بہوش
دہ خدا در ہمتِ مولائی نعمانی اثر | تا کہ پیش نعرۂ حقش بود باطل خموش
جرعۂ توحید اگر داری ہوس از من شنو | باش در تائیدِ الفرقان وزیں بادہ بنوش
مسلکِ اہلِ ہدایت ہر کہ دارد آرزو | گو کہ الفرقان بخواں یا از کسی او را نیوش

برمقاصدِ تو دعا دارد سعیدِ بے نوا!
بادۂ حق دادہ باش ای ساقئ ساغر بدوش

آیت مذکورہ کے متعلق

حضرات صحابہؓ و تابعینؒ و دیگر ائمہ مفسرین کے ارشادات

بقیہ لامت سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے اس دعوی میں یقیناً صادق ہیں کہ

والله الذی لا اله غیره ما انزلت سورة من کتاب الله الا انا اعلم این انزلت ولا انزلت آیة من کتاب الله الا وانا اعلم فیما انزلت ولو اعلم احدا اعلم منی بکتاب الله تبلغه الابل لرکبت الیه ۔ (صحیح البخاری)

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں، قرآن کی کوئی سورت ایسی نازل نہیں ہوئی جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی ہے اور نہ کوئی ایسی آیت کتاب اللہ میں ہے جس کے متعلق مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کس معاملہ میں نازل ہوئی ہے، اور اگر کسی ایسے شخص کا مجھے علم ہوتا جو کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ عالم ہوتا اور میں اونٹ پر سوار ہو کر بھی ان تک پہنچ سکتا تو ضرور میں اونٹوں پر ہی وہاں کا سفر طے کر کے انکی خدمت میں پہنچتا۔

اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے علم قرآن پر اسقدر اعتماد فرمایا کہ معلمین قرآن کی فہرست میں سب سے پہلے انہی کا نام لیا۔ اور امت کو ان سے قرآن حاصل کرنے کی ترغیب دی چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

خذوا القرآن من اربعة عبد الله بن مسعودؓ وسالم، ومعاذ وابی بن کعبؓ ۔ (رواه البخاری)

علم قرآن حاصل کرو عبداللہ بن مسعود سے اور سالم سے اور معاذ سے ۔ اور ابی بن کعب سے ۔

بہر حال وہ عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو علم قرآن میں ان خصوصیات کے حامل تھے ان کی قرأت ہی اس آیہ کریمہ میں یہ منقول ہے۔

(۱) ان الساعة آتیة اکاد اخفیها من نفسی۔ درمنثور صفحہ ۲۹۴ ج ۴، ابن کثیر صفحہ ۲۳۹ ج ۶ وجامع البیان صفحہ ۲۵۹

اور اس قرأت کے ناقلین ساتھ ہی اسکی توضیح و تشریح بھی بایں الفاظ نقل کرتے ہیں۔

(۲) یقول اکتمها من الخلائق حتی لو استطعت ان اکتمها من نفسی لفعلت، درمنثور صفحہ ۲۹۴ ج ۴ وابن کثیر صفحہ ۲۳۹ ج ۶ ـ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (قیامت یقیناً آنیوالی ہے۔) میں اس کو پوشیدہ رکھونگا تمام مخلوقات سے حتی کہ اگر میں اسکو اپنے سے بھی مخفی رکھ سکتا تو ضرور ایسا کر لیتا۔

(۳) اور اقرأ امت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (کہ وہ بھی علم قران میں دیگر صحابہ کرام پر خاص فوقیت رکھتے تھے اور انکو بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قران کی اجازت دی تھی) انکی قرأت بھی اس آیۃ میں وہی ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے ملاحظہ ہو درمنثور و ابن کثیر و جامع البیان -

اور بنا بر قول محقق اس قسم کی قرأت شاذہ کا اقل درجہ یہ ہے کہ انکو (مدرج فی الحدیث کی طرح) تفسیر سمجھا جائے عـہ پس کم از کم یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ تعالی اعنہما) کے نزدیک اس آیۃ کا مفہوم وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا -

اور حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی اعنہ، جنکے لئے خاص طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن فہمی کی دعا فرمائی تھی انہوں نے بھی اس آیت کی تفسیر انہی الفاظ میں کی ہے -

(۴) "قال اکاد اخفیہا من نفسی" رواہ ابن جریر بسندہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس - تفسیر ابن جریر ج ۱۶ صفحہ ۹۸

والیضاً - رواہ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن المنذر، و ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ درمنثور ج ۴ صفحہ ۲۹۴

بہر حال ان تینوں جلیل القدر صحابیوں کے نزدیک جنہوں نے علم قران براہ راست صاحب قران صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ -

"حق تعالی قیامت کے وقت کو بحدیکہ مخفی رکھنا چاہتا ہے حتی کہ اگر ممکن ہوتا تو وہ اسکو اپنے سے بھی مخفی رکھتا - پھر بھلا وہ اسکی اطلاع کسی مخلوق کو کیوں دینے لگا ہے -

ایک شبہ کا ازالہ ممکن ہے کسی سطحی النظر ناقص الفکر کو اس جگہ یہ شبہ ہو کہ کسی شئے کا حق تعالی اسے مخفی رہنا امر محال ہے تو پھر اس آیت کی تفسیر میں "اکاد اخفیہا من نفسی"، کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے" اس لئے ہم اس موقعہ پر امام المفسرین حافظ الحدیث ابو جعفر ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کلام نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو امام موصوف نے اسی شبہ کے ازالہ کیلئے ارقام فرمایا ہے وہو ہذا -

اما وجہ صحۃ القول فی ذلک فھو ان اللہ تعالی ذکرہ خاطب بالقرآن العرب علی مایعرفونہ من کلامھم وجری بہ خطابھم بینھم فلما کان معروفاً

عـہ کما فی الاتقان للسیوطی صفحہ ۷۹ و ۸۰ ج ۱ -

فی کلامھم ان یقول احدھم اذا اراد المبالغۃ فی الخبر عن اخفائہ شیئاً ھو لہ مسر قد کدت ان اخفی ھذا الامر عن نفسی من شدۃ استسراری بہ ولو قدرت اخفیہ عن نفسی" خاطبھم علی حسب ما قد جری بہ استعمالھم فی ذالک من الکلام بینھم وما قد عرفوھم فی منطقھم، تفسیر ابن جریر صفحہ ۹۹ ج ۶

امام ممدوح کے اس جواب کا حاصل صرف یہ ہے کہ

چونکہ اہلِ عرب کا یہ دستور تھا کہ جب وہ کسی چیز کو زیادہ مخفی رکھنا چاہتے تھے تو مبالغہ کے طور پر کہا کرتے تھے "قد کدت ان اخفی ھذا الامر عن نفسی" قریب ہے کہ چھپالوں میں اس بات کو اپنے نفس سے بھی۔ پس چونکہ قرآن بھی اُنہی کی زبان اور اُنہی کے محاورات میں نازل ہوا اسلئے اُنہی کے محاورے کے مطابق شدتِ ارادۂ اخفاء کو یہاں اس عنوان سے تعبیر کر دیا گیا ہے اور حاصل آیۂ کریمہ کا صرف یہ ہے کہ

"حق تعالیٰ اپنے سوا کسی دوسرے کو قیامت کا وقت بتلانا نہیں چاہتا"

اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعہ پر اسی آیت کی تفسیر میں صرف یہ الفاظ بھی فرمائے ہیں۔

(۵) "ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا" یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ "میں اپنے سوا کسی کو اُس یقول لا اظھر علیھا احداً غیری" (قیامت کے وقت) کی اطلاع نہ دونگا۔

رواہ ابن جریر بسندہ عن علی بن طلحۃ عن ابن عباس (تفسیر ابن جریر صفحہ ۹۸ ج ۱۶[12]) ۔ واخرجہ ایضاً ابن ابی حاتم کما فی الدر المنثور صفحہ ۲۹۴ ج ۴[13] وابن کثیر صفحہ ۲۲۹ ج ۶[14] ۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی اسی آیت کی تفسیر میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔

(۶) "ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا" قال لا تاتیکم الا بغتۃ" (یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ) قیامت تمہر اچانک اور بیخبری ہی میں قائم ہو جائیگی"۔ رواہ ابن جریر بسندہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تفسیر ابن جریر[15] صفحہ ۹۸ ج ۱۶

اگرچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ان دونو تفسیروں کے الفاظ اُنکی پہلی تفسیر سے مختلف ہیں مگر

درحقیقت یہ اختلاف صرف الفاظ اور تعبیر کا ہے معنون اور مطلب سب کا ایک ہی ہے یعنی یہ کہ -

"اللہ تعالیٰ قیامت کے وقت خاص کو سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اور کسی کو اُس سے خبردار کرنا نہیں چاہتا"

حضرت قتادہ نے (جو طبقۂ تابعین میں امام تفسیر ہیں) اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے -

"اکاد[۷] اخفیہا" وھی فی بعض القراءت اکاد اخفیہا من نفسی ولعمری لقد اخفاھا اللہ من الملٰئکۃ المقربین ومن الانبیاء المرسلین ط

اس آیۃ میں ایک قرات یہ بھی ہے "اکاد اخفیہا من نفسی" اور میری جان کے مالک کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کو مخفی ہی رکھا ہے، ملٰئکہ مقربین اور انبیاء مرسلین سے (یعنی کسی پر بھی اسکو ظاہر نہیں کیا ہے)

اخرجہ ابن جریر بسندہ عن سعید عن قتادۃ (تفسیر ابن جریر[۱۶] صفحہ ۹۸ ج ۱۶) - واخرجہ ایضاً عبد الرزاق وابن المنذر وابن ابی حاتم (درمنثور[۱۷] صفحہ ۲۹۴ ج ۴) وابن کثیر[۱۸] صفحہ ۲۲۹ ج ۶

اور سدی کبیر رضی اللہ عنہ (کہ وہ بھی ائمہ تابعین مفسرین میں سے ہیں) اس آیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں -

لیس[۸] من اھل السمٰوت والارض احد الا وقد اخفی اللہ عنہ علم الساعۃ

زمین و آسمان میں جسقدر بھی مخلوق ہے (یعنی جن و انس و فرشتے) ان سب سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے -

اخرجہ ابن ابی حاتم عن السدی (درمنثور[۱۹] صفحہ ۲۹۴ ج ۴ وابن کثیر[۲۰] صفحہ ۲۲۹)

علیٰ ہذا طبقۂ تابعین کے دیگر مفسرین مثلاً "مجاہد[۹]، وابوصالح[۱۰]، وسعید بن جبیر[۱۱]" وغیرہ حضرات سے بھی اس آیۃ کی تفسیر میں "اکاد اخفیہا من نفسی" ہی مروی ہے (کما فی تفسیر ابن کثیر[۲۱] صفحہ ۲۲۹ ج ۶ مجملاً - وفی تفسیر ابن جریر[۲۲] صفحہ ۹۹ ج ۱۶ مفصلاً) - اور چونکہ عامہ صحابہ و تابعین نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے - اسلئے بعد کے ائمہ مفسرین نے بھی اسکو ترجیح دی ہے چنانچہ امام ابوجعفر ابن جریر طبری اسی آیت کی تفسیر میں کلام فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں

(۱۲) یقول تعالیٰ ذکرہ ان الساعۃ التی یبعث فیھا الخلائق من قبورھم لموقف القیٰمۃ جائیۃ اکاد اخفیھا، فعلی ضم الالف من اخفیھا قراءۃ (اَکَادُ اُخْفِیْھَا)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ خاص گھڑی جسمیں تمام مخلوقات کو قبروں سے میدانِ قیامت کیلئے اُٹھایا جائیگا، آنے والی ہے پس الف کے پیش کیساتھ تمام اسلامی

جمیع قرّاء امصار الاسلام بمعنی اکاد أُخفیها من نفسی لئلا یطلع علیها احد وبذالك جاء تاویل اکثر اهل العلم الخ

تفسیر ابن جریر صفحہ ۹۶ ج ۲۳

شہروں کے قرا کی قرات ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ " میں قیامت کی اُس خاص گھڑی کو قریب ہے کہ اپنے آپ سے بھی پوشیدہ کرلوں۔ تاکہ اسکی اطلاع کسی کو نہو جائے اور اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ اکثر اہل علم (صحابہ وتابعین وغیرہم) نے۔

پھر اخیر میں اس تفسیر کی تائید مزید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(۱۳) وانما اخترنا هذا القول من الاقوال لموافقة اهل العلم من الصحابة والتابعین اذ کنّا لا نستجیز الخلاف علیهم فی ما استفاض القول به منهم وجاء عنهم مجیئاً یقطع العذر۔

تفسیر ابن جریر طبری صفحہ ۹۹ ج ۲۳

اور اختیار کیا ہمنے دوسرے اقوال کے مقابلہ میں اس قول کو علما وفقہا صحابہ وتابعین کی موافقت کے واسطے اسلئے کہ ہم جائز نہیں سمجھتے اُن سے اختلاف کرنا اُس چیز میں جو اُن سے شہرت کیساتھ منقول ہو اور ایسے روشن ثبوت کیساتھ ہم تک پہنچی ہو۔ جس کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے۔

اور اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، وحضرت عبداللہ بن عباس، ومجاہد، و ابوصالح، وسدی وقتادہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے مذکورہ بالا روایات نقل کرنے کے بعد قرآن کریم سے انکی تائید پیش کرکے دوسرے اقوال کے مقابلہ میں اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

(۱۴) وهذا کقوله تعالی لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا الله وما یشعرون ایان یبعثون ۔ وقال تعالی ثقلت فی السموٰت والارض لا تاتیکم الا بغتة ۔ ای ثقل علمها علی اهل السموٰت والارض۔

تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۳ ج ۲۵

اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اُس فرمان کیطرح ہے کہ " زمین و آسمان کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا سوی اللہ کے اور اُن کو خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ دوسری جگہ اسی قیامت کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ بھاری ہے آسمانوں اور زمین میں وہ تم پر اچانک آئیگی یعنی اُس کا علم بھاری ہے آسمانوں اور زمین والوں پر۔

گویا حافظ علیہ الرحمہ نے کتاب مبین کی روشنی میں متعین کرکے بتلادیا کہ آیت کی صحیح اور راجح تفسیر وہی ہے جو اوپر صحابہ کرام وتابعین عظام سے منقول ہوئی اور قرآن عزیز بھی اسی کا موید ہے۔

اور امام محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود البغویؒ نے بھی اپنی تفسیر معالم التنزیل میں اسی تفسیر کو اکثر مفسرین کا

قول قرار دیکر ترجیح دی ہے چنانچہ فرماتے ہیں ۔

(۱۵) واکثر المفسرین قالو معناہ "اکاد اخفیہا" من نفسی وکذالک ہو فی مصحف ابیّ بن کعب وفی مصحف عبد اللہ بن مسعود "اکاد اخفیہا من نفسی فکیف یعلمہا مخلوق" وفی بعض القرأۃ "فکیف اظہرہا لکم" وذکر ذالک علی عادۃ العرب اذا بالغوا فی کتمان الشئ یقولون کتمت سرک من نفسی ای اخفیتہ غایۃ الاخفاء واللہ تعالیٰ لا یخفی علیہ شئ

اور اکثر مفسرین نے اس آیۃ کی تفسیر "اکاد اخفیہا من نفسی" سے کی ہے اور حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں تو یہ آیۃ اسی طرح یعنی من نفسی کے لفظ کیساتھ لکھی ہوئی ہے اور حضرت ابن مسعود کی مصحف میں اس کیساتھ "فکیف یعلمہا مخلوق" کے الفاظ بھی ہیں ۔ اور ایک قراۃ میں "فکیف اظہرہا لکم" ہے اور یہ چیز اہل عرب کی عادت کے مطابق ذکر کیگئی ہے وہ جب کسی چیز کا زیادہ اخفا کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں نے تمہاری راز کو اپنے دل سے بھی چھپالیا ہے یعنی اسکو بہت زیادہ پوشیدہ رکھا ہے (ورنہ) اللہ تعالیٰ سے کوئی

تفسیر معالم التنزیل برحاشیہ خازن مصری صفحہ ۲۱۵ ج ۴ [۲۶]

اور علامہ علی بن محمد بن ابراہیم المعروف بہ خازن نے بھی اپنی تفسیر "لباب التاویل" میں اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے چنانچہ ارقام فرماتے ہیں ۔

(۱۶) ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیہا، قال اکثر المفسرین اکاد اخفیہا من نفسی فکیف یعلمہا مخلوق وکیف اظہرہا لکم ذکر ذالک علی عادۃ العرب اذا بالغوا فی الکتمان للشئ یقولون کتمت سرک فی نفسی ای اخفیتہ غایۃ الاخفاء واللہ تعالیٰ لا یخفی علیہ شئ (تفسیر خازن صفحہ ۲۱۵ ج ۴) [۲۷]

اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیۃ کے معنی یہ ہیں کہ "قیامت کی گھڑی آنیوالی ہی قریب ہے کہ میں اسکو اپنے سے بھی چھپالوں پھر کسی مخلوق کو تو اسکا علم بھلا کیونکر ہو سکتا ہے اور کیوں میں تمکو بتلانے لگا ہوں" یہ بات اہل عرب کے محاورہ کے مطابق کہی گئی ہے جب وہ کسی بات کو بہت زیادہ چھپاتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ "میں نے تمہاری راز کو اپنے آپ سے بھی پوشیدہ رکھا ہے یعنی بیحد چھپایا ہے (ورنہ) حق تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہو سکتی

اور خطیب شربینی کی تفسیر السراج المنیر میں بھی اس موقعہ پر بعینہ یہی خازن کی عبارت مرقوم ہے ۔ سراج منیر [۲۸] مطبوعہ ہند صفحہ ۴۵۲ ج ۲ ۔ اور علامہ معین بن صفی اپنی مختصر مگر نہایت جامع اور معتبر تفسیر "جامع البیان" میں فرماتے ہیں ۔

(۱۷) اکاد اخفیہا "من نفسی ای وقتہا فہو مبالغۃ ۔ قریب ہے کہ میں (قیامت کی) اس گھڑی کو چھپا ڈالوں

فی الاخفاء۔ تفسیر جامع البیان[۲۹] صفحہ ۲۵۹ اپنے نفس سے بس یہ مبالغہ ہے (تعبیر) اخفاء میں۔

یہاں تک جسقدر صحابہ و تابعین و دیگر ائمہ مفسرین کے اسمائے گرامی آئے وہ سب حضرات سورۂ طٰہٰ کی اس آیۃ کی تفسیر "اکاد اخفیھا من نفسی" سے کرتے ہیں اور اُن کے نزدیک یہ مبالغہ فی الاخفاء کی ایک بلیغ ترین تعبیر ہے اور ان تمام حضرات کے نزدیک آیت کا مفہوم یہی ہے کہ

"حق تعالیٰ قیامت کی گھڑی کو بہت زیادہ مخفی رکھنا چاہتا ہے (حتیٰ کہ اگر ممکن ہوتا تو اپنے سے بھی اسکو پوشیدہ رکھتا) پھر بھلا کسی دوسرے کو تو کیوں اس کا علم دینے لگا ہے"

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین کے کچھ اور بھی اقوال ہیں اور وہ بھی ہمارے مؤید ہیں، مگر چونکہ ثبوت اور قوت کے لحاظ سے وہ اس پائے کے نہیں، اسلئے یہاں ہم صرف اجمالاً انکا ذکر کرتے ہیں۔

منجملہ ان کے ایک قول یہ ہے کہ "اکاد" ارید کے معنی میں ہے۔ اس صورت میں آیۃ کا مطلب یہ ہوگا کہ

"قیامت کی گھڑی آنیوالی ہے میں اسکو پوشیدہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور کسی کو بتلانا نہیں چاہتا"

اخفش[۲۸] نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (کمافی المعالم[۳۰] صفحہ ۲۱۵ ج ۴ - والمدارک[۳۱] صفحہ ۳۹ ج ۳) اور ابو مسلم اصفہانی[۱۹] کا قول بھی یہی ہے (کمافی السراج المنیر[۳۲] صفحہ ۴۵۲ ج ۲ والکبیر[۳۳] صفحہ ۱۵ ج ۶) اور بیضاوی[۳۰] نے بھی اپنی تفسیر میں سب سے پہلے اسی قول کو نقل کیا ہے (بیضاوی[۳۴] صفحہ ۳۲ ج ۲) اور علامہ معین[۲۱] بن صفی نے بھی اس قول کو بطور احتمال کے نقل کیا ہے (جامع البیان[۳۵] صفحہ ۲۵۹)

اور حضرت حسن بصری سے نقل کیا جاتا ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا

(۲۲) ان اکاد من اللہ واجب فمعنی قولہ اکاد اخفیھا ای انا اخفیھا عن الخلق (السراج[۳۶] منیر صفحہ ۲۵۲ و کبیر[۳۷] صفحہ ۱۵ ج ۶)

حضرت حسن کی اس تفسیر کی بنا پر بھی آیۃ کا مفاد یہی ہوگا۔ کہ "قیامت کے وقت کو اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے مخفی رکھیگا"

(۲۳) بعض مفسرین نے "اکاد" کو محض صلہ مانا ہے اُنکے نزدیک بھی آیۃ کا مفاد یہی ہے احکاہ البغوی فی المعالم[۳۸] صفحہ ۲۱۵ والنسفی فی المدارک[۳۹] صفحہ ۳۹ والخطیب الشربینی فی سراج المنیر[۴۰] صفحہ ۲۵۲، والفخر الرازی فی الکبیر[۴۱] صفحہ ۱۵ من غیر ان یعزوہ الی شخص معین

نیز ایک تفسیر اس آیۃ کی یہ بھی کی گئی ہے۔ (اکاد اخفیھا) ای اقرب[۲۴] ان اخفیھا فلا اقول ھی آتیۃ لفرط ارادتی اخفاءھا، (حکاہ البیضاوی فی تفسیرہ[۴۲] صفحہ ۳۲ والنسفی فی المدارک[۴۳] صفحہ ۳۹ والمعین بن صفی فی جامع البیان[۴۴] صفحہ ۲۵۹) اس تفسیر کی بنا پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ "حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں قیامت کو اسقدر راز

میں رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر مصالح کا اقتضا ہوتا تو میں اُس کے آنیکی بھی خبر نہ دیتا۔"

اور "اکاد اخفیہا" کی ایک تفسیر "اکاد اظہرہا" سے بھی کیگئی ہے عـ۵ (حکاہ البیضاوی صفحہ ۳۲ ج ۲ والرازی صفحہ ۱۵ ج ۶ والمعین بن صفی صفحہ ۲۵۹) اور اس صورت میں آیتہ کا مطلب یہ ہوگا کہ "قیامت قریب آنیوالی ہے۔ میں عنقریب ہی اُسکو ظاہر کرونگا یعنی وہ جلدی ہی آئیگی"۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ دوسرے موقعہ پر فرمایا گیا ہے۔ "اقتربت الساعۃ" قیامت قریب آگئی یا فرمایا گیا ہے۔ "اقترب للناس حسابہم" لوگو کے حساب کتاب کا وقت قریب آگیا۔"

مگر یہ آخری تفسیر بہت ہی مرجوح ہے کیونکہ اخفا کے معروف معنی پوشیدہ رکھنے کے ہی ہیں، اور اظہار کے معنی میں اسکا استعمال محاوراتِ عرب سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ پس یہ آخری قول نہایت کمزور بلکہ بقول امام ابن جریر طبری بالکل ہی بے بنیاد ہے عـ۵ مگر تاہم ہماری مدعا کے مخالف نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہ اُس سے ساکت ہے۔

لیکن بہرحال سب سے پہلی اُس تفسیر کی بنا پر جو اکابر صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین کی اختیار کردہ ہے اور اسکے بعد والی چاروں تفسیروں کی رو سے آیتہ کا مفاد یہی ہے کہ

"حق تعالیٰ قیامت کی خاص گھڑی کا علم اپنے سوا کسی کو ہرگز نہیں دینا چاہتا۔ اور نہ دیگا"۔

پس اس آیتہ میں نہ ذاتی اور عطائی کی تاویل ہی چل سکتی ہے اور نہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس آیتہ کے نزول کے بعد قیامت کے وقت کا علم بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا گیا تھا بلکہ ایسا کہنا اس آیتہ کریمہ کی تکذیب ہوگی۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔　　　(باقی آئندہ)

عـ۵ علی ان الہمزۃ للسلب ۱۲

عـ۵ اس موقعہ پر امام موصوف کا کلام یہ ہے۔

"ان المعروف من معنی الاخفاء فی کلام العرب الستر یقال قد اخفیت الشیٔ اذا سترتہ وان الذین وجہوا معناہ الی الاظہار اعتمدوا علی بیت لامرء القیس ابن عابد الکندی حدثت عن معمر بن المثنی انہ قال انشدنیہ ابو الخطاب عن اہلہ فی بلدہ ؎ فان تدفنوا الداء لا نخفہ ؛ وان تبعثوا الحرب لا نقعد۔ بضم النون من لا نخفہ ومعناہ نظہرہ فکان اعتمادہم فی توجیہ الاخفاء الی الاظہار علی ما ذکر من سماعہم ہذا البیت علی ما وصفت من ضم النون من نخفہ وقد انشدنی الثقۃ عن الفراء "فان تدفنوا الداء لا نخفہ" بفتح النون من نخفہ خفیۃ اخفیہ وہو اولی بالصواب لانہ المعروف من کلام العرب انتہی بقدر الحاجۃ۔ تفسیر طبری صفحہ ۹۹ ج ۱۶۔

کارزارِ عقل اور اطاعتِ رسولؐ

(از جناب مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی)

گذشتہ سے پیوستہ

رسالتِ کبریٰ اور وحی اعظم بلا شبہ ضرورت تھی کہ ایک آخری مرتبہ ان لاینحل سوالات کو قدرت کی جانب سے حل کر دیا جائے، مشکل ترین ہموں کی گتھی ہمیشہ کیلئے کھولدی جائے، ایک ایسا کلام، ایک ایسا قانون، ایک ایسا علم، ایک ایسا پیغام اولادِ آدمؑ اور با استعداد اولاد آدم کو عنایت فرما دیا جائے جو پیچیدہ سوالات کی شرح ہو، سچی اور صادق تفصیل ہو، اور نہ صرف یہ دو سوال بلکہ جملہ ضروری اُمور کے متعلق جامعیت میں انتہائی ہو۔ کمال میں آخری ہو، بتیان لکل شئے ہو، شکوک وشبہات کی تاریکیوں لئے نور ہو۔ لغی وضلال کی گھاٹیوں میں ہادی اکبر ہو، وہ سرچشمہ ہدیٰ ہو، خزانہ معرفت ہو، کائناتِ ارضی کی طرح ایک فطری خزانہ ہو، جو حسبِ ضرورت انسان کی ضرورت کو پورا کرے اور کرتا رہے،

اور ہاں ضرورت تھی کہ جیسے انسان اپنی استعداد کے ارتقائی مراحل کو طے کر چکا، اصول علم کی ترقیات میں چوٹی کی سطح پر پہنچگیا اور آئندہ نسلوں کیلئے صرف یہ رہ گیا کہ اُسکی تفصیلات معلوم کریں گذشتہ معلومات پر تجربہ کریں، مشاہدات میں لاکر اُنکی اشاعت کریں۔ اسی طرح وہ قانون، وہ پیغام، وہ علم، جو اسپر عرش سے نازل ہو اتم ہو، اکمل ہو، جامع ہو، حاوی ہو، آخری ہو، انتہائی ہو، جب بنی نوع انسان اُسکو حاصل کر چکے تو ہمیشہ کیلئے وحی سے بے نیاز ہو جائے وہ اسمیں غور کرے اور حسب ضرورت تفصیلات معلوم کرے اور اُسکو سوچے سمجھے تجربات میں لائے مشاہدات کرے اور کرائے اور ہر قسم کی فلاح سے بہرہ اندوز ہو جائے۔

اور ہاں اُسکا معلم ایک ایسا قدسی نفس ہو جو انبیا کی صف میں اکمل ہو، انسانیت کا متمم اعظم ہو، آخری مکمل ہو، اُس کی سیرتِ قدسیہ کا ہر جزء انسانیتِ کاملہ کا درسِ عظیم ہو، اخلاق کا سب سے

اعلیٰ نمونہ ہو، وہ اُس سلطانی قانون، خداوندی پیغام، شاہنشاہی فرمان اور تمام بادشاہوں کے بادشاہ احکم الحاکمین کے منشور گرامی کی وہ تفصیلات پیش کر دے جو انسان کی تمام ضرورتوں کو حاوی ہوں وہ اصول سمجھا دے جو جملہ فروعات کو لئے معلم ہوں اور موجودہ اصطلاح کے بموجب وہ ڈیٹلس پیش کر دے جو جملہ بائی لاز کے لئے کافی اور حاوی ہو۔ اور جس جگہ بھی سلطانی کلام کے فہم میں انسانی عقل کے لڑکھڑا جانے کا خطرہ ہو وہ اسکو ایسا واضح کر دے کہ تزلزل کا احتمال ختم ہو جائے۔ اِلّا یہ کہ انسان خود ہی اندھا بنے۔

اور ہاں نہ صرف یہ کہ تفصیلات سمجھا دے بلکہ اپنی گفتار سے، اپنے انداز سے، اپنے اعمال سے، اپنے اخلاق سے، اپنے واقعات سے، اپنے معاملات سے، وہ ان تمام احکام کے عملی نمونے پیش کرکے، انسان کی سامنے، مراد کو واضح اور روشن کرتے ہوئے یہ دکھاوے کہ جو تم کو بتایا گیا وہ انسانی طاقت سے بالا نہیں تکلیف مالایطاق نہیں بلکہ یسیر ہے، آسان ہے، سہل الحصول ہے ہر شخص کیلئے ممکن ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا نُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ

الہ العالمین ہم تیرا شکر نہیں ادا کر سکتے۔ تیری مدح سرائی سے ہماری زبان قاصر ہے، بلاشبہ تو ہر مدح کا مستحق ہے۔ یقیناً تو اُن اوصاف کا مستحق ہے جو تو نے اپنے لئے بیان فرمائیں۔

بلاشبہ تو نے انسان پر احسانِ عظیم فرمایا، انسانیت کو اپنے لطف سے نوازا، بلاشبہ تو نے ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا جو تمام کائنات میں اکمل تھا، تمام انسانوں میں بالا و برتر، تمام انبیاء میں اعلیٰ و افضل، جسکا ہر نفس تیرے انوار کا مہبط، جسکا ہر وصف تیری تجلیات کا مورد۔ جسکی تعلیم انسانی ضرورتوں کو پوری طرح جامع تھی۔ جسکی تلقین جسطرح دینیات کو حاوی تھی اسی طرح سیاسیات، اقتصادیات، معاشیات کو جامع تھی۔

بلاشبہ وہ افضل الرسل تھا، خاتم الانبیاء تھا، رحمۃ للعالمین تھا، مہبطِ نور تھا، خود نور تھا معلمِ نور تھا، ہادی تھا، ہجی تھا۔ تو نے اُسکو یقیناً ایسا پیغام عنایت فرمایا جو ھُدًی لِّلنَّاسِ ہے تبیان لکلِّ شئے ہے۔ خطا اور لغزش سے پاک ہے، محفوظ ہے تغیر و تبدل سے منزہ ہے

وہ نور ہے تاریکی سے بالا، ظلمت سے بعید، باطل سے محفوظ،

وحی اعظم کی جامعیت — خدا وندا جسطرح تو نے جب انسان کو اس خاکدانِ ارضی میں بھیجا تو اس کے گرداگرد بہت سے قدرتی خزانے بھی پیدا کر دیئے جن سے وہ بقدرِ ضرورت حصہ لے اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرے۔ اُس کے پاؤں تلے جو زمین ہے، جو تودۂ خاک ہے، اُس ہی کو جیسا کہ اُسکی استراحت کے لئے فرش بنایا، اُونچی اونچی تعمیروں اور عالیشان محلات کیلئے سطح مستوی اُسپر رونما کی۔ اسی طرح اُسکی خوراک، پوشاک، تحفظ، تجارت کا خزانہ بھی بنا دیا۔
اُسکو کھیتی کرنا سکھایا، تاکہ اُس سے وہ غلہ پیدا کرے، ترکاریاں اور پھل اُسمیں سے نکالی نمک مرچ ہلدی دھنیا، سب کچھ اُسی میں سے نکالکر اپنے سالن کو لذیذ کرے۔ وہ روئی اسی میں سے نکالے اور پوشاک بنالے، وہ اسی ہی زمین سے تانبا پیتل نکالکر ضرورت کے برتن بنالے، لوہا نکالکر اپنے تحفظ کے لئے باس شدید اور مدافعت کی قوت حاصل کرلے، اس ہی زمین سے سونا چاندی، ہیرا جواہر نکالکر مبادلہ کی سہولتیں ہیا کرلے، تجارت کو فروغ دے مدنیت کو دو بالا کرے۔

اُس کے گرداگرد ہوا کا خزانہ بنایا، زمین کی رگوں میں خون کی بجائے میٹھا اور ٹھنڈا پانی بھر دیا تاکہ وہ اسبابِ حیات پیدا کرلے۔ اس سے بہت دور مگر نہایت مفید ایک کرہ پیدا کیا جسکو ہم آفتاب کہتے ہیں، اُسکو بہت کچھ گرم کر دیا اور تحقیقاتِ جدیدہ کے بموجب اُسکو آگ کا کرہ بنا دیا، اُسکی کرنیں زمین پر پھینکی، تاکہ انسان اُنکی حرارت سے، آگ، گرمی، برق، اسٹیم وغیرہ وغیرہ پیدا کرکے اپنے کھانوں کو پکائے، ہوا اور پانی کی سردی کو دور کرے، بجلی کے سیکڑوں آلات بناکر اپنے ترقی یافتہ تمدنی کاروبار کے آلات مہیا کرلے، اسٹیم کے انجن موٹر بناکر سیکڑوں میل کی مسافت کو ایک دم میں طے کرلے، جو کام ہزاروں ہاتھوں کے کرنے کا ہو دو چار ہاتھوں کے ذریعہ سے اُسکو انجام دے، غرض سیکڑوں منافع، ہزاروں فوائد کے خزانے اُسکے گرداگرد پیدا کرکے اُسکو طاقت بخشی کہ وہ اُن سے ضرورتوں کو پورا کرے۔

اسی طرح تو نے اے خدا ایک خزانہ ہدی، معدنِ ارشاد انسان کو بخشدیا، تاکہ پھر آنے

والی ضرورت کے وقت وہ اس خزانہ کی طرف رجوع کرے اور تیرا فیصلہ، تیرا ارشاد، تیرا ایما معلوم کرکے اپنی کامیابی اور فلاح حاصل کرے۔

بیشک ہر چیز کی تشریحات اُسمیں ہیں مگر جسطرح کائناتِ ارضی کا مکمل خزانہ ارض ہے اسی طرح یقیناً کائناتِ روحانی کا مکمل خزانہ تیرا کلام پاک ہے جس کا نام قرآن مجید ہے فرقانِ حمید ہے جو ھدی للناس ہے جو تبیان لکل شے ہے۔

اگر زمین خزانہ ہے جملہ خوراک، پوشاک، سونا، چاندی، اور جملہ قیمتی معدنیات کا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ آفتاب خزانہ ہے اُس حرارت کا جو پھلوں کو پکاتی ہے، جسکی زمین سے ٹکرانے والی کرنیں انسان کے خون میں جولانی پیدا کرتی ہیں۔ پہاڑوں کے جگر میں لعل بدخشان پیدا کرتی ہیں، آسمان میں رہنے والے تاروں کو نور بخشتی ہیں، سمندروں سے مانسون اُٹھاتی ہیں اور پھر بادلوں کو برساکر زمین کی رگوں کی تشنہ لبی دور کرتی ہیں۔ تو بلاشبہ قرآن پاک خزانہ ہے روحانی خوراک کا، روحانی پوشاک کا نہیں انسانی حیات کے ارتقائی جواہر کا، وہ روحِ انسانی کو گرپاتا ہے فطرت کے سمندر سے مانسون بناکر تشنۂ ہدایت انسان پر رشد وہدیٰ کے بادل برساتا ہے، گندہ جراثیم سے روحِ انسان کو محفوظ رکھتا ہے اور جسمِ انسانی کے اس سمندر میں عقل کے جوہر کو لعل بدخشاں بناتا ہے۔ ظلمات، ضلالت کی بدلیوں کو چھانٹتا ہے، عقل کی تابانی کو نکھارتا ہے، گلشن تمدن کے نونہالوں کو بالیدگی بخشتا ہے اور پھر اُن کے نشو ونما کو عنفوان شباب کی حرارت بخشتا ہے۔

بلا شبہ وہ دولتِ کبریٰ ہے، نعمتِ عظمیٰ ہے، دینِ مکمل ہے، احسانِ متمم ہے، وثیقۂ ہدایت ہے۔ رضائے الٰہی کی دستاویز ہے۔

خداوندا تیری قسم، جبل عرفات جبل بشرے ہے، طور بشارت ہے، فاران تکمیل ہے، سینا انعام ہے، مائدۂ ہدیٰ کا دشت بنہ ہے، میں سچ عرض کر رہا ہوں، فطرتِ انسان اسکی طرف دوڑ رہی ہے، والہانہ دوڑ رہی ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ وہاں ایک آواز سُنی تھی، فرشتۂ رحمت کی ایک صدا

سُنی تھی۔ آجتک فطرت اُس سے پُر کیف ہے، انسانیت صیحہ وقفِ وجد و طرب ہے۔ وہ آواز کیا تھی؟ وہ صدا یہ تھی الیوم اکملت لکم دینکم آج دین مکمل کر دیا۔ نعمت پوری کر دی تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ یہ تھی وہ صدا جس کے اشتیاق میں انسان ابتدائے آفرینش سے سرگرداں تھا۔ نبوت جسکی جویا تھی، رسالت جسکو ہر منزل پر تلاش کر رہی تھی۔

۹ رذی الحجہ ۱۰ھ کو انسانی اشتیاق اپنے مطلوب سے بہرہ اندوز ہوا، نبوت اپنی جستجو میں کامیاب ہوئی اور رسالت نے گوہرِ مقصود پا لیا، انسان ابد الآباد تک کے لئے مطمئن ہو گیا، نبوت کامیابی کے ساتھ رخصت ہو گئی، رسالت نے خاکدانِ ارضی کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہا، کیونکہ جس مقصد کیلئے اُس کا ورود ہوا تھا وہ اسکو مِل گیا، اگر وہ مقصود نہ ہوتا تو کہاں رسالت کی پاک طینت اور کہاں خاکدانِ ارضی کا یہ تلوث۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔

کلام الٰہی اور ابدی حفاظت

آفتاب کی کرنیں صبح ہوتے ہی تمہاری آنکھوں سے دوچار ہوتی ہیں، تم تمام دن اُن کو زمین پر بکھرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ نور کی بارش صبح سے شام تک ہوتی ہے، تم نے غور کیا یہ آفتاب قدرت کا کتنا بڑا نورانی میگزین ہے۔

زمین تمہارے پاؤں کے نیچے ہے تم نے دیکھا قدرت کا کتنا بڑا خزانہ ہے۔ ہوا کا ذخیرہ تمہارے گرداگرد ہے، سمندروں کی قدرتی حوضوں میں پانی کے متلاطم خزانے بکھرے پڑے ہیں مگر تم نے ان خزانوں کا کوئی پاسبان دیکھا، کوئی سنتری اُن کے گرداگرد ہے؟۔ پھر کیا یہ قدرتی خزانے ختم ہو گئے، کیا اُن پر کسی نے ڈاکہ ڈالا۔ کوئی چور یہاں نظر آتا ہے۔؟

نہیں کچھ نہیں، قدرت اُنکی محافظ ہے، کیا مجال ہے کوئی اسطرف نظر بھی اُٹھائے، نظر در کنار کسی کے وہم میں بھی یہ جسارت نہیں ہوتی کہ آفتاب کے قیمتی ہیرہ کا ایک کنارہ نور توڑ لائے۔

دیکھو آؤ قدرت کا ایک عجیب کرشمہ دکھاؤں، عقل تو بھی آ ایک لطیفہ سناؤں۔

جسطرح قدرت کے تمام خزانے انسانی دستبرد سے بالاتر ہیں قدرت خود اُنکی محافظ ہے

کوئی اُن میں تبدیلی نہیں کر سکتا، اُن کی عمومیت کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اسی طرح یہ خزانہ ہُدیٰ بھی محفوظ ہے۔ قدرت نے اعلان کر دیا کہ مخلوقات کی دست برد سے بالا اور بالا ہے۔ قدرت کی تمام خزانوں کی طرح یہ بھی محفوظ ہے، چوروں، ڈاکوؤں، قزاقوں سے مامون ہے۔

دیکھو قدرت کا مالک فرماتا ہے

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ	باطل نہ اُسکے سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ وہ غالب قہار مستحق ستائش (خدا) کا نازل فرمودہ منشور ہے۔
انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون	ہم ہی نے اس ذکر مبارک کو نازل کیا، ہم ہی اس کے محافظ ہیں

مضمون کافی سے زیادہ طویل ہوگیا، بات سے بات نکلتے ہوئے سلسلۂ کلام یہاں تک پہنچا مگر اب بھی محتاج تکمیل ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل مباحث بھی اس مضمون کی تکمیل کیلئے ضروری ہیں۔

رسالت اور معجزہ کا تعلق، مدارِ رسالت، تعلیم قرآن، عجائباتِ قرآن، اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجتہاد۔ طبیعت تو چاہتی ہے کہ اس ہی دھلہ میں ان تمام مباحث پر بقدر استعداد خامہ فرسائی کر کے فراغت حاصل کر لی جائے۔ مگر افسوس کہ مشاغل کی کثرت نے مہلت نہیں دی، مشاغل بھی کچھ ایسے نہیں جنکو فخریہ ذکر کیا جا سکے۔ با کارم و بیکار رم کا متناقص جملہ احقر کے حسب حال ہے۔ اگر جناب محترم مولانا محمد منظور صاحب کی خشم آلود تحریر اور پھر ملاقات کے وقت تیز تیز نگاہوں کا خوف نہ ہوتا تو شاید اتنی تحریر بھی نہ لکھی جاتی۔

بہر حال توفیقِ الٰہی نے جسقدر امداد فرمائی اسی قدر خدمت کر دی گئی۔ آئندہ توفیق الٰہی شاملِ حال ہے تو بہت ممکن ہے کہ بقیہ مباحث پر بھی عرضداشت کا موقعہ مِل جائے۔

وما توفیقی الا باللہِ علیہ توکلت والیہ انیب

والسلام

سچا ایمان کسے کہتے ہیں؟

(از قلم جناب مولانا سید محب الحق صاحب حسینی محترم رفیق ادارہ الفرقان۔)

یہ سچ ہے کہ مسلمان بڑھتے جارہے ہیں اُنکی مردم شماری میں یوماً فیوماً اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ لیکن کتنے ہیں جو ایمان کی حقیقت سے واقف ہیں اور کتنے ہیں جنہوں نے اپنے ایمانوں کا جائزہ لیا ہی ہیں سچ کہتا ہوں یقین کرو اسلام کا بلند الفاظ اور بلیغ انداز میں دعوی کرنے والے تمکو بہتیرے ملیں گے مگر بہت کم ایسے ہیں جنکا ادعائے ایمان شرمندہ معنی ہو۔

آج ایمان کی کوئی وقعت نہیں کوئی قدر و قیمت نہیں، ایمان کیساتھ کھیل کیا جاتا ہے، ایمان بازیچۂ اطفال ہے، جو زمانہ کی گردشوں سے پیہم قلابازیاں کھایا کرتا ہے۔ ہوا کا ہر جھونکا اُسکی بنیادیں ہلا دیتا ہے۔ ابروئے باطل کی ہر جنبش اسمیں تزلزل پیدا کر دیتی ہے۔ اور ہر ادنی سے ادنی مخالف طاقت سے مرعوب ہو جاتا ہے۔

ایمان سکّہائے سیمیں کا غلام ہے، ایمان ایک محکوم ہے، جسپر مال و دولت کی حکمرانی ہے، اُسپر مستبد حکومتوں اور فرعونی طاقتوں کا اقتدار ہے، جس کے ہاتھ میں قوت ہے زور ہے، وہ ایمان کا تنہا مالک ہے، جس کے ہاتھ میں زمام سلطنت ہے اُس کا ایمان پر غلبہ و تسلط ہے۔ از بسکہ اس زمانہ میں ایمان ایک مفلوج طاقت کا نام ہے جو فراعنہ اور نمارده کے زیر حکومت ہے۔ لیکن در حقیقت یہ ایمان نہیں بلکہ ایمان کیساتھ ایک مذاق ہے، اور تمسخر جو ان حالتوں کے باوجود کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ اور رسول پر ایمان ہے۔ وہ جھوٹ بکتے ہیں اور نہ محض یہ کہ وہ جھوٹے ہیں بلکہ ایمان باللہ کے ساتھ استہزا کرتے ہیں۔

کون ہے جو فرعون کے نام سے واقف نہیں، اور کس کے سامنے اُس کے کارنامے موجود نہیں ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ فرعون ایک مستبد حکمران تھا، اُسکو اپنی قوت پر غیر معمولی گھمنڈ تھا۔ اور

اپنی بے پناہ طاقت پر غرور، دُنیا اُس کے ظلم وجور سے بھر گئی تھی اور اُسکی جفا کاریوں سے کائنات کا ہر ہر ذرہ کانپ رہا تھا معصوم بچوں کا بلادھڑک خون بہانے والا فرعون، وہ فرعون کہ جس کے دبدبۂ حکومت اور شوکتِ سلطنت کا نشہ خود اس کے دماغ پر اسقدر غالب آیا کہ اسکی بدمست جباریت نے حدود اللہ سے تعدی اختیار کی اور وہ بغیر کسی خوف کے دعویٰ کر بیٹھا۔ انا ربکم الاعلیٰ

فرعون کا یہ وہ دعویٰ ہے جس سے اُسکی پُرغرور ذہنیت کا انکشاف ہوتا ہے، اُسکے تخیلات کی دُنیا سامنے آجاتی ہے، یقیناً ایسا ہی ہوا کہ طنطنۂ حکومت، نشۂ دولت اور دبدبۂ سلطنت نے اُسکے اُتھلے دماغ کو چلادیا اور (خاک بدہنش) وہ یہ بول اُٹھا کہ "خدا میں ہوں"

تمہارے سامنے جب اس طاغوتی حکومت اور فرعونی سلطنت کا خاکہ آگیا تو پھر اب تم تھوڑی دیر کیلئے اُس ستیز گاہ میں آجاؤ جہاں مادیت اور روحانیت کی معرکہ آرائی ہونے والی ہے۔

یہی مغرور فرعون ہے جو اپنے ساحروں کی معیت میں آیا ہے، بلکہ یوں سمجھو کہ میدان مقابلہ میں مادیت کا سیلاب اُمنڈ کر آگیا ہے، اور دُنیا اس خوفناک جنگ کے نتائج پر آنکھ لگائے بیٹھی ہے۔ اُدھر عظمت وجلال رکھنے والا ایک اولوالعزم پیغمبر ہے۔ جو تنِ تنہا ہے، لیکن زمینوں اور آسمانوں کو ایک اشارہ پر بجانے والی قوت اُسکی پشت پناہی کر رہی ہے۔

بالآخر دونوں طاقتیں آپسمیں ٹکرائیں، فرعون کے جادوگروں نے اپنی طلسم کاریوں اور شعبدہ بازیوں سے ایک حیرت انگیز عالم برپا کر دیا۔ جدہر دیکھو اُدہر ایک خوفناک سانپ پھنکارے مار رہا ہے۔

حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پائے ثبات واستقلال پر یہ ضرب لگائی گئی تاکہ وہ ڈگمگا جائیں لیکن فتح وشکست دینے والے آقا نے حضرت موسیٰ کو تھام لیا، آسمانوں سے ندا آئی لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔ خوف کو دل میں جگہ نہ دو یقیناً تمہاری فتح ہے حضرت موسیٰ کا دل جب اطمینان وسکینت سے اچھی طرح لبریز ہوچکا تو اپنا عصا زمین پر ڈالدیا کہ یونہی ربِ کونین کا حکم تھا۔

عصا زمین پر گرتا ہے اور فوراً اژدر جونخوار کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس اعجازی اژدہے نے حریف کو لرزہ براندام کر دیا اُن کے ہوش و حواس جاتے رہے اور فہم و خرد نے جواب دیدیا۔

آخر کار جب فرعونی ساحروں کو ہوش آیا اور اُنہوں نے دیکھا کہ ہماری تمام سیمیائی بنیادیں غارت ہو گئیں۔

تو وہ سربسجود ہو کر بے اختیار بول اُٹھے کہ ہم موسیٰ و ہارون　　فالقی السحرۃ سجدا قالوا
کے (بتلائے ہوئے) رب پر ایمان لائے۔　　آمنا برب ھارون و موسیٰ۔

جنگ تمام ہو چکی اقبال و فیروزمندی نے حقانیت کے قدم چومے، روحانیت کو سرخروئی و سربلندی نصیب ہوئی حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تاجِ کامرانی سے سرفراز فرمایا گیا، باطل کو شرمناک شکست اور ذلت آمیز پسپائی ہوئی، فرعون بُری طرح روسیاہ ہوا۔ اُس کے وقار کو سخت صدمہ پہنچا اور اسکی مصنوعی خدائیت کو اس سے وہ زبردست دھکا لگا کہ تاب نہ لا سکا۔ اپنی جماعت کے ایمان کا حیرت انگیز نظارہ کر کے اُسکا جگر پھٹ گیا اور دل پاش پاش ہو گیا اپنے غیظ و غضب کی طغیانیوں میں آپے سے باہر ہو رہا تھا، خدائی تو درکنار اگر فی الواقع اُس کے پاس درندوں کی سی بھی کوئی معمولی قوت ہوتی تو وہ ان ایمان لانے والوں کو چباڈالتا۔ لیکن مجبور تھا غصہ میں بُت بنا کھڑا تھا، اُسکا سُرخ چہرہ غصہ سے تمتما اُٹھا اور نہایت گرجتی ہوئی آواز میں بولا کہ

تم لوگ بغیر میری اجازت کے موسیٰ پر ایمان لائے ہو اس کا　　قال آمنتم لہ قبل ان اذن لکم الآیۃ
نتیجہ بھگتو گے۔ میں ابھی تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کر تمہیں سولیوں
پر لٹکوا دونگا۔ اور پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کسکا عذاب سخت　　(طٰہٰ)
اور دیرپا ہوتا ہے۔

چودھویں صدی کے مسلمانو! غور کرو، ایک عظیم الشان طاقت آمادہ جور و جفا ہے، ظلم و عدوان پر کمربستہ ہے یقیناً وہ یہ کہہ سکتی ہے کہ ان ایمان لانے والوں کے پُرزے پُرزے اُڑا دے بلکہ وہ ان چند بے یار و مددگار انسان کے شیرازۂ ہستی کو بکھیرنے پر آستین بکف ہے۔

اگر اس زمانہ کا مسلمان ہوتا تو کبھی وہ فرعون کی تہدید و توبیخ کی تاب نہ لا سکتا تھا اور ایمان کو
بالائے طاق رکھکر حکومتِ وقت کی دہلیز پر سر ٹیک دیتا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آجکل کا ایمان خریدنے
کے لئے ان تہدیدات کی بھی ضرورت نہیں، زمانہ حال کے بہت سے مدعیان تو معمولی سے لالچ پر
ایمان قربان کرنے کے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں، اور آج ایمان کی قدر باپ کی موروثی جائداد کے
برابر بھی نہیں رہی۔

مگر قربان جایئے اُنپر کہ جو ابھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ہیں جنکی زبانوں سے ابھی محض ایکبار
یہ صدا نکلی ہے کہ "ہم رب موسیٰ و ہارون پر ایمان لائے"، لیکن اللہ اللہ اُن کا جذبۂ ایمان کتنا پائدار
ہے اور اُن کا دعویٰ کسقدر اٹل کہ دُنیا الٹی گھوم جائے مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ٹلتے۔

زمین اُنھیں اپنی پشت پر اُٹھائے ہوئے ہے آسمان دیکھ رہا ہے کہ وہ نہتے انسان ہیں۔ اُن
کے پاس کوئی طاقت نہیں، قوت نہیں، زور نہیں، کچھ نہیں، اور حتی کہ یہ بھی نہیں کہ وہ فرعون کے
ہلاکت پاش تیر و تفنگ اور خون آشام شمشیروں اور خنجروں کے مقابلہ میں اپنا ہاتھ تک اُٹھا سکیں
مگر ہاں اُن کے پاس ایک مخفی قوت ہے، ایک باطنی طاقت ہے جس کے مقابلہ میں کائنات
کی زبردست سے زبردست طاقتیں بھی ہتھیار ڈالدیتی ہیں، اسی زور پر اُن کو پورا بھروسہ تھا اور
کامل اطمینان۔ اُنکی نظروں میں بھی فرعون کی قوت قاہرہ تھی اور وہ بھی حکومت کے غیظ و جلال کا
پورا پورا اندازہ کر رہے تھے لیکن اس کے باوجود بھی اُنہوں نے فرعون کی ساری دھمکیوں کے جواب
میں کیا تو صرف یہ کہا

اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا ہم اپنے رب پر ایمان لا چکے۔

گویا اُن کے نزدیک ایمان کے یہ معنی تھے کہ ایمان کے مقابلہ میں دُنیا کی ساری طاقتیں، ساری
حکومتیں، دُنیا کے سارے زور ہیچ ہیں اور بالکل ہیچ، ایمان کے مقابلہ میں اُنکی کوئی وقعت نہیں
ہم ایمان لا چکے "یعنی ہم مسلمان ہیں" اس کے یہ معنی ہیں کہ اب ہم کو دنیاوی لذتوں کی حسرت
نہیں۔ فانی نعمتوں کی آرزو نہیں۔ اپنی شان و شوکت کا لحاظ نہیں، اپنے جاہ و جلال کا پاس نہیں

اپنے مال و دولت کا خیال نہیں، بال بچوں کی پروا نہیں اور حتیٰ کہ اپنی محبوب ترین جان کا بھی کوئی خوف نہیں اور اسی لئے بلا دہڑک کہدیا کہ۔

فاقض ما انت قاض، انما تقضی مجھکو جو کچھ کرنا ہے (دل کھولکر) کر ڈال (زیادہ سے زیادہ) تو یہ کریگا هذه الحیٰوة الدنیا انا آمنا بربنا کہ ہماری اس دنیاوی زندگی کو ختم کردیگا (لیکن اب اسکی کیا پروا) کہ ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے۔

مسلمانوں آنکھیں کھولو اور دیکھو ایسے بات کے سچے اور کام کے پکے ہوتے ہیں اور ایسے دل گردے والے ہوتے ہیں جنہیں مسلمان اور ایماندار کہا جاتا ہے۔ کاش تم بھی سچے مسلمان اور پکے ایماندار بن جاتے۔

رباعیات

(از جناب ضیاء [illegible])

اللہ کے بندوں سے فقط ڈرتے ہیں — اللہ کے رستے میں کہاں مرتے ہیں
قرآن کی عظمت ہو دلوں میں شاید — لیکن عمل اب اُسپہ نہیں کرتے ہیں

جو بات بھی اپنی وہ بھلائی ہمنے — سیکھی ہے زمانہ کی بُرائی ہمنے
تقلید میں پڑکر ترے ہاتھوں فیشن — اسلاف کی عزت بھی گنوائی ہمنے

دعویٰ ہے زباں سے کہ مسلماں ہوں میں — ہے ناز مجھے صاحب عرفاں ہوں میں
افعال پہ اپنے جو نظر کرتا ہوں! — تو دل میں خود ہی پشیماں ہوں میں

مُنہ شیوۂ اسلام سے موڑا ہمنے — اللہ کے احکام کو چھوڑا ہمنے
کچھ بھی نہ رہیں یاد ازل کی باتیں — جو عہد کیا تھا اُسی توڑا ہمنے

درسِ عمل

از جناب محشر حسینی بلیاوی

سیکھ لے نادان مُسلم گرمجوشی سیکھ لے / چھوڑ کر ملّت فروشی سرفروشی سیکھ لے
چل عمل کے میکدہ میں بادہ نوشی سیکھ لے / شور و غوغا چھوڑ اندازِ خموشی سیکھ لے

سیکھ لے او مُسلمِ نادان جلدی سیکھ لے
چھوڑ دے غفلت پرستی ہوشمندی سیکھ لے

تو موحّد ہے اگر کثرت پرستی چھوڑ دے / بُت پرستی چھوڑ دی تربت پرستی چھوڑ دے
خواب سے بیدار ہو غفلت پرستی چھوڑ دے / پیروِ توحید بن بدعت پرستی چھوڑ دے

تجھ پہ شرک کا گماں ہوتا ہے تیرے کام سے
ملّتِ بیضا کو شرم آتی ہے تیرے نام سے

دیکھ تو اغیار کو خوش بختِ دوران بن گئے / ناقۂ لیلائے عظمت کے حُدی خوان بن گئے
رہ گیا بزدل تو ہی وہ مردِ میدان بن گئے / رزمگہ میں آج وہ شیرِ نیستان بن گئے

جب شعارِ کفر کی سیلاب میں تو بہہ گیا
انتم الاعلون کا سب عہد و پیمان رہ گیا

اپنی پہلی زندگی سے کیا نہیں تو با خبر / مشرق و مغرب پہ تھا چھایا ہوا تیرا اثر
تیری نظروں پر جمی رہتی تھی دُنیا کی نظر! / رُخ پلٹ جاتا جہان کا تو پلٹ دیتا جدھر

تیرے قدموں کی دھمک سے کانپ اُٹھتی تھی زمین
تیرے حملوں سے لرز اُٹھتا تھا خود چرخِ بریں

ساری دُنیا سو رہی تھی اور تو بیدار تھا / ہاں تنِ تنہا صداقت کا علمبردار تھا

کتنی غیرت تجھ میں تھی اور کس قدر خود دار تھا ۔۔۔ حق کی خاطر سے تو زحمت کشِ پیکار تھا

تیری ہمت معرکہ آرا تھی خونخواروں کیساتھ

تیرے بازو کھیلتے تھے تیز تلواروں کیساتھ

زندگی اس شان سے دنیا میں کی تو نے بسر ۔۔۔ گویا ہاتھوں میں ترے تھا انتظامِ خشک و تر

فرش پر تیرے قدم تھے عرش پر تیری نظر! ۔۔۔ زیب دیتا طرۂ کشور کشائی تیرے سر

کس بلا کی طاقتِ توحید تیرے ہاتھ تھی

کائناتِ فتح و نصرت تیرے دم کیساتھ تھی

ہاں مگر باقی نہیں اب تجھ میں آثارِ حیات ۔۔۔ ایک بھی تجھ میں نہیں سرگرمِ پیکارِ حیات

بھول بیٹھا اسطرح سے آج اسرارِ حیات ۔۔۔ ہو گیا ہے یکقلم محروم انوارِ حیات

نام کو تجھ میں نہیں ہے اضطرابِ زندگی!

حکمراں ہے تیرے ہر گوشہ پہ خوابِ زندگی!

جو پڑھاتا تھا زمانہ بھر کو وحدت کا سبق ۔۔۔ جو دیا کرتا تھا عالم کو امامت کا سبق

جس سے حاصل کرتی دنیا اوجِ عظمت کا سبق ۔۔۔ اب وہی دینے لگا ہے شرک و بدعت کا سبق

جسکا ہر نغمہ تھا عالمگیر وحدت کا پیام!

منتشر کرنے پہ ہے تیار ملت کا نظام

کیا کہے تیرا کوئی حالِ زبونِ زندگی ۔۔۔ کچھ نہیں باقی رگوں میں تیری خونِ زندگی

موت سے بدتر ہے مستر وہ سکونِ زندگی ۔۔۔ جو نہیں ہے محرمِ ذوقِ جنونِ زندگی

"بتکدے ویران کر ڈالے تھے جسکے نام نے"

"ہائے اب وہ غزنوی جھکتا ہے بت کے سامنے"

مرزا قادیانی کی علمی قابلیت

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو الفرقان بابتہ جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ

از حضرت علامہ مولٰنا محمد چراغ ..... صاحب گجرانوالہ پنجاب

ناظرین کرام! حساب، جغرافیہ، تاریخ، صرف، نحو، معانی، طب، فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر وغیرہ کے متعلق تو مرزا صاحب کے معلومات کی سیر کر چکے اب دوسرے علوم و فنون کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ (مدیر)

علم اللغت

(۱) نسیم دعوت صفحہ ۲۳ "عربی میں آدمی کو انسان کہتے ہیں یعنی جس میں دو انس ہیں ایک انس خدا کی اور ایک انس بنی نوع کی" ہم صرف اتنا حوالہ مانگتے ہیں کہ کونسی لغت کی کتاب میں انسان کے معنی دو انس کے کئے گئے ہیں نیز اس صورت میں تو پھر انسان بالکسر نہ پڑھنا چاہئے بلکہ اُنسان بالضم پڑھنا ہوگا

(۲) تعلیم اسلام یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۳۸ "خنزیر کا لفظ خنز اور ار سے مرکب ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ میں اسکو فاسد اور خراب دیکھتا ہوں" کس کتاب میں یہ تشریح کیگئی ہے اور کس نے یہ لکھا ہے کہ خنزیر کا لفظ خنز اور ار سے مرکب ہے۔ کیا تاج العروس میں ہے یا لسان العرب میں کیا صحاح میں یا کسی اور کتاب میں۔

(۳) تعلیم اسلام یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۳۸ "برزخ عربی لفظ ہے جو مرکب ہے زخ اور بر سے جس کے یہ معنی ہیں کہ طریق کسب اعمال ختم ہو گیا" یہ بھی کسی کتاب میں نہیں اور پھر اگر اصل میں زخ اور بر سے مرکب تھا تو "زخبر" ہونا چاہئے تھا نہ کہ برزخ یہ اُلٹی ترکیب کیسے ہوگئی۔

(۴) تعلیم اسلام یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۳۷ "زنجبیل دو لفظوں سے مرکب ہے یعنی زناء اور جبل سے، اور زنا و لغت عرب میں اوپر چڑھنے کو کہتے ہیں اور جبل پہاڑ کو، اس کے ترکیبی معنی یہ ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ گیا" سوال یہ ہے کہ زنجبیل کی ترکیب زناء اور جبل سے کس نے لکھی ہے اور پھر یہ ترکیب زنجبیل کی کیسے پیدا ہوگئی، اس سے زناجبل ہونا چاہئے تھا نہ کہ زنجبیل۔

(۵) ملفوظات احمدیہ حصہ اول صفحہ ۲۱۷ میں شہید کی تشریح کرتے ہوئے گویا ہوئے ہیں۔ "یہ لفظ شہد سے بھی نکلا ہے .... وہ شہد کیطرح ایک شیرینی اور حلاوت پاتے ہیں" یہ مرزاجی کی عربی کی قابلیت کی کافی شہادت ہے آپ کے نزدیک شہید کا لفظ شہد سے مشتق ہے، ہم صرف اسکا ثبوت دریافت کرتے ہیں کہ کس لغوی نے یہ اشتقاق اور تشریح لکھی ہے کیونکہ خود مرزاجی کو تو لغت میں دخل دینے کا حق نہیں، ہاں شاید مرزاجی کے اختراعی لغت میں موجود ہو جیسے مرزاجی نے "انجام آتھم" صفحہ ۲۵۵ حاشیہ میں لکھا ہے کہ میں نے نئی عربی بنائی ہے۔" ومنها الفاظ كادنها وفنت وبوعلت من الاتراب وهيل عليها الزوائد كهيل التراب وانا الغر فيها اليوم كرجال تكلموا في الاجدات"

علم العقائد

(۱) تریاق القلوب صفحہ ۱۵۲ ایڈیشن دوم "اولیاء اللہ اور رسول اور نبی جن پر خدا کا رحم اور فضل ہوتا ہے اور خدا انکو اپنی طرف کھینچتا ہے وہ دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو دوسروں کی اصلاح کیلئے مامور نہیں ہوتے"، علم عقائد میں تو یہ مسئلہ تسلیم شدہ ہے کہ ہر نبی اور ہر رسول لوگوں کی اصلاح کے لئے تبلیغی ڈیوٹی لیکر دنیا میں آیا کرتے ہیں اور قرآن مجید میں بھی ہے وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله یعنی دنیا میں رسول آتے ہی اسلئے ہیں کہ دنیا انکی اطاعت کرکے اپنی اصلاح کرلے۔ اور مرزاجی نے بھی ازالۂ اوہام۔ بہ سلسلہ تصنیفات صفحہ ۳۳۱ میں خود اس آیۃ کو نقل کرکے یہی ثابت کیا ہے کہ انبیاء دنیا میں مطاع ہوکر آتے ہیں نہ کہ مطیع ہوکر۔ پس ثابت ہوا کہ مرزاجی علم عقائد سے بھی ناواقف، علم قرآن سے بھی ناواقف، خود اپنی تحریرات سے بھی نابلد ہیں، انکو معلوم نہیں کہ پہلے میں کیا لکھ چکا ہوں اور اب کیا لکھ رہا ہوں۔

(۲) سرمہ چشم آریہ کا حاشیہ صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶ مطبوعہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور میں جو مرزاجی نے گوہر افشانی کی ہے اسکو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ جسکا ماحصل یہ ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ اپنی مثل پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور اپنے فنا کرنے پر قادر ہے۔ تو گویا خدا تعالیٰ اور اسکا شریک دونوں ممکن بالذات ہوگئے کیونکہ تحت القدرۃ وہی چیز ہوتی ہے جو ممکن بالذات ہو۔ عبارت مرزاجی کی یہ ہے۔

"دوسرا اعتراض کا کہ تقریر مذکورہ بالا سے خدا تعالیٰ کا اپنی مثل بنانے پر قادر ہونا لازم آتا ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ قدرتِ الٰہی صرف ان چیزوں کی طرف رجوع کرتی ہے جو اسکی صفاتِ ازلیہ ابدیہ کے منافی و مخالف نہ ہوں، بیشک یہ بات تو صحیح اور ہر طرح سے مدلل اور معقول ہے کہ جس چیز کا علم خدائے تعالیٰ کو کامل ہو اُس چیز کو اگر چاہے تو پیدا بھی کر سکتا ہے لیکن یہ بات ہرگز صحیح اور ضروری نہیں کہ جن باتوں کے کرنے پر وہ قادر ہو ان سب باتوں کو بلا لحاظ اپنی صفاتِ کمالیہ کے کرکے بھی دکھا دے .... ایسا ہی اُسکی قدرت اسطرف رجوع نہیں کرتی کہ وہ اپنے تئیں ہلاک کرے۔ کیونکہ یہ محض اُسکی صفتِ حیاتِ ازلی ابدی کے منافی ہے پس اسی طرح سمجھ لینا چاہئیے کہ وہ اپنا جیسا خدا بھی نہیں بناتا۔ کیونکہ اسکی صفتِ احدیت اور بے مثیل و مانند ہونے کی جو ازلی ابدی طور پر اسمیں پائی جاتی ہے، اسطرف توجہ کرنے سے اُسکو روکتی ہے۔ پس ذرا آنکھ کھولکر سمجھ لینا چاہئیے کہ ایک کام کرنے سے عاجز ہونا اور بات ہے لیکن باوجود قدرت کے بلحاظ صفاتِ کمالیہ امر منافی صفات کیطرف توجہ نہ کرنا یہ اور بات ہے"

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنی مثل بنانے پر قادر تو ہے اور اپنے فنا کرنے سے عاجز تو نہیں لیکن یہ دونوں باتیں وہ کرتا نہیں، دائرہ امکان میں تو ہیں لیکن حیزِ فعلیت میں نہیں لاتا پس دونوں باتیں ممکن بالذات ہوئیں۔

(۳) چشمۂ معرفت صفحہ ۱۶۰ "پس خدا تعالیٰ کی صفاتِ قدیمہ کے لحاظ سے مخلوق کا وجود نوعی طور پر قدیم ماننا پڑتا ہے نہ شخصی طور پر، یعنی مخلوق کی نوع قدیم سے چلی آتی ہے ایک نوع کے بعد دوسری نوع خدا پیدا کرتا چلا آیا ہے سو اسی طرح ہم ایمان رکھتے ہیں اور یہی قرآن شریف نے ہمیں سکھایا ہے۔ ...... اور خدا تعالیٰ کی قدیم صفات پر نظر کرکے مخلوق کیلئے قدامتِ نوعی ضروری ہے، مگر قدامتِ شخصی ضروری نہیں"

اسی طرح چشمۂ معرفت صفحہ ۲۶۰ و صفحہ ۲۶۳ و صفحہ ۲۷ میں بھی قدمِ نوعی کا قائل ہے۔ اور یہ مسئلہ اسلامی عقائد کے بالکل خلاف ہے، ہاں فلاسفہ یونان کا یہ مذہب ہے اور اسی کے قریب ہندؤں کا مذہب ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے چشمۂ معرفت کے خلاف ملفوظاتِ احمدیہ حصہ اوّل صفحہ ۱۳۲ میں کہا ہے کہ۔ "نوعی قدم کا میں ہرگز ہرگز قائل نہیں ہوں"

(باقی آئندہ)

اسی طرح وہیں (مرزا پور میں خان بہادر مصطفےٰ خاں صاحب کے یہاں) ایکمرتبہ صوبہ بہار کے ایک مشہور شاہ صاحب نے مولود پڑھا اور شیعوں سے اپنے حسن بیان کی داد حاصل کرنے کیلئے سارے میلاد میں برابر حضرت علی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی بڑے القاب و آداب کیساتھ فضیلت بیان کرتے رہے اور دیگر صحابۂ کرام میں سے صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا محض بہ لفظ "عمر" نام لیا وہ بھی بیانِ فضیلت کیلئے نہیں بلکہ ضمن واقعہ میں نام آگیا تھا۔

ایسے لوگ جب فضیلت بیان کرنے لگتے ہیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تک بنا دیتے ہیں۔ جون پور میں ایک جگہ وہیں کے مشہور مولود خواں کو میں نے سنا کہ مولود پڑھنے بیٹھے تو حضور صلعم کی فضیلت میں آپکو عالم الغیب بتاتے ہوئے وہابیوں کو گالی دیتے جاتے اور حضور صلعم کا جب نام لیتے تو کہتے تھے "خدا کے محبوب علام الغیوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم"۔ مجھے ان کی اس جرأت پر بڑی حیرت ہوئی کہ ایک عالم الغیب سے دو عالم الغیب تو بنائے ہی تھے، اب ان لوگوں نے علام الغیوب بھی دو بنا ڈالے بس دلمیں لاحول پڑھکر رہ گیا۔

بعض ایسے کورے ہوتے ہیں کہ اُنہیں اُردو بھی نہیں آتی لیکن اردو رسالوں کا ایک بستہ لیکر مجلس میں بڑے شوق کیساتھ مولود پڑھنے بیٹھ جاتے ہیں بعض تنہا پڑھتے ہیں، بعض شعر و اشعار پڑھنے والے چند آدمیوں کیساتھ ملکر آواز ملاتے ہیں۔ بعض جگہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ملکر پڑھنے والی متعدد جوڑیاں جمع ہوجاتی ہیں پھر آپسمیں خوب مقابلہ کی ٹھیرتی ہے، اگر کسی کو پڑھنے کا موقعہ نہ ملا تو جامہ سے باہر ہوجاتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا ہے کہ آواز نہ پڑنے کے خیال سے بعض شوقین خوش آواز شراب پی کر مولود پڑھنے آئے ہیں۔ یہ بھی سنا ہے کہ کہیں پڑھتے پڑھتے تھک گئے تو جاکر تاڑی پیتے ہیں اور آکر پھر آواز ملانے لگتے ہیں۔ ان میں سے کوئی اپنے کو مداحِ نبی کہتا ہے کسی نے دروازہ پر مداحِ رسول لکھ رکھا ہے، انا للہ۔

خلوص کی یہ حالت ہے کہ بنتے تو ہیں شاہ، مجذوب، محب نبی، عاشقِ رسول، مداحِ نبی، مداحِ رسول لیکن مولود خوانی کو پیشہ بنا رکھا ہے، تنہا پڑھنے والے تو بلا شرکت غیرے اجرت پاتے ہیں، اور ٹولی والے آپسمیں تقسیم کر لیتے ہیں، بعض پہلے سے مولود کی پڑھوائی طے کر لیتے ہیں، بعض طے نہیں کرتے مگر مزدوری

سے کے اُمیدوار رہتے ہیں، یہ بھی دیکھا ہے کہ نہ ملنے یا کم ملنے پر تقاضہ کرتے ہیں، یہ لوگ اپنا پیشہ چمکانے کی غرض سے سارے ہندوستان کا اپنے آپ کو کبھی طوطی مشہور کرتے ہیں کبھی بلبل کہتے ہیں، کبھی قمری بنتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان کا کرشمہ دیکھنا ہو تو ربیع الاوّل یا محرم کے شروع عشرہ میں بمبئی جائیے اور دیکھیے کہ اس موسم میں برساتی مینڈکوں کی طرح یہ کس کثرت سے وہاں اُبل پڑتے ہیں۔

ان پیشہ وروں کو میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ بعض نے رنڈی کے ہاں مولود پڑھا اور پڑھوائی میں مجرا سنا، بازپرس پر وہابی کہکر خاموش کر دیا گیا، کاش مولود خوانی کی اُجرت اور مٹھائی بند ہو جاتی تو پیشہ ور میلاد خوانوں کے دعوی محبت و عشق رسول کا پتہ چل جاتا، غرض مجلس مولود نے مولود خوانوں کے لحاظ سے چودھویں صدی ہجری میں کافی ترقی کی ہے اور اُمید ہے کہ آئندہ ابھی اور ترقی ہوگی۔

بلحاظ سامعین معلوم نہیں عمر بن محمد موصلی کی مجلس میں کون اور کس حیثیت، اور کس قسم کے لوگ شریک تھے سلطان اربل کی مجلس کی بابت مولوی عبد السمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں بحوالہ سبط ابن الجوزی لکھا ہے۔ (کان یحضر عندہ فی المولد اعیان العلماء والصوفیہ، صفحہ ۱۶۲) کہ بڑے بڑے علماء اور مشایخ صوفیہ مولد شریف میں حاضر ہوتے تھے، اور بحوالہ دفیات الاعیان لابن خلکان ہیئت میلاد کی ذیل میں لکھ چکے ہو کر علماء وصوفیہ کے علاوہ واعظین، حفاظ، شعرا، اور گانے بجانے، رقص کرنے والے بھی ہوتے تھے، امرآء وغرباء، فوجی وغیرہ مزید براں۔ اور اب اس زمانہ میں تو عجیب حالت ہے جسکی مولوی عبد السمیع صاحب کو بھی شکایت ہے کہ (زمانہ سلف میں جو محفلیں ہوتی تھیں اُن میں لکھا ہے کہ یحضر فیہ اعیان العلماء ومشایخ الطریقۃ ویکون فیہ اجتماع الصالحین اور اس زمانہ میں آدمیوں کی صلاحیت اور عشق الٰہی اور تقوی اور اجتناب مناہی کا حال معلوم انوار صفحہ ۲۰۸) سچ ہے جہاں دیکھئے مجالس میلاد میں علماء مشایخ صلحا کے بجائے عموماً عوام کالانعام ہی کا مجمع نظر آتا ہے بعض جگہ مردوں سے زیادہ عورتیں جمع ہوتی ہیں۔

ان میں سے کوئی نکتہ چینی کیلئے کوئی نئی بات سُننے کیلئے، کوئی طرز بیان دیکھنے کیلئے، کوئی خوش آواز سمجھکر گانا سُننے کیلئے آتا ہے، کوئی اسلئے آتا ہے کہ وہ میرے ہاں مولد میں آئے تھے مجھے بھی جانا

چاہیئے بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ کھانے کی طرح حاضری مجلس مولود کیلئے تحریری یا زبانی فہرست مرتب ہوتی ہے، اسی لئے بعض لوگ دعوت نہ پہنچنے پر نہیں بھی جاتے اور شکایت کرتے ہیں بعض انتظام اہتمام دھوم دھام دیکھنے کیلئے آتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ زیادہ تر لوگ مٹھائی کے لالچ سے ہجوم کرتے ہیں یہ لوگ عموماً قریب ختم پہنچتے ہیں، ان کو اسکی کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ مولود کرنیوالا امیر ہے یا غریب مٹھائی حلال روپیہ کی ہے یا حرام کی، مقام میلاد شریف کے ہاں ہے یا رذیل مثلاً رنڈی وغیرہ کے ہاں، مٹھائی عزت سے ملیگی یا ذلت سے غرض کچھ ہو مگر ان کو مٹھائی سے مطلب ہے، عورتیں الگ بچہ لئے دوسرے حصہ کی منتظر بیٹھی رہتی ہیں، جن کے ساتھ کئی بچے ہوتے ہیں وہ خوب حصہ وصول کرتی ہیں - نوخیز لڑکوں کے علاوہ جو مرد بھی دو چار بار حصہ حاصل کرنے میں مشاق ہوتے ہیں وہ مزے میں رہتے ہیں - مرزاپور میں حکیم الدین خاں کے ہاں تقریباً ایکہزار روپیہ کا خرچ میلاد میں ہوا تھا اسمیں شیشے کی تشتریوں میں حلوہ سوہن کی ٹکیاں تقسیم ہوئی تھیں، ختم پر دیکھا گیا کہ ثقہ صورت بھی دو دو چار چار حصہ لینے سے نہ چوکے اور سینکڑوں آدمیوں کے اچھے جوتے الگ غائب ہوئے، سامعین زمین پر لیکن طوائفیں الگ گول کمرہ میں گدے دار کرسیوں اور کوچ پر بیٹھی تھیں -

کہیں جگہ ایک ہی وقت میں مولود ہو تو جہاں مٹھائی زیادہ ملنے کی امید ہوتی ہے وہاں زیادہ اور جہاں کم ملنے کی امید ہوتی ہے وہاں کم جاتے ہیں - حصہ کم یا بالکل نہ ملنے پر میں نے یہ بھی سنا کہ واپسی میں وہ لوگ بانی مجلس اور تقسیم کنندہ کو خوب خوب صلواتیں سناتے جاتے ہیں - اگر مولود کرنے والے مٹھائی تقسیم کرنا بند کردیں تو پھر دیکھئے کہ مجلس مولود شریف میں کتنے عاشقان رسول حاضر ہوتے ہیں، اسمیں کچھ شک نہیں کہ مروجہ مجلس مولود نے سامعین وحاضرین کے اعتبار سے بھی کافی ترقی کی ہے -

بلحاظ کتب میلاد

پہلے کئی بار لکھا جاچکا ہے کہ مولود کی پہلی کتاب اول عربی میں ابن دحیہ اندلسی نے ۶۰۴ھ میں لکھی تھی جبکہ سلطان اربل سے انہیں ایکہزار اشرفیاں انعام میں ملی تھیں پھر بعد کو بہتوں نے عربی، فارسی، ترکی، اردو وغیرہ دیگر زبانوں میں بھی مولود کی بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف و تالیف کیں، مولوی عبدالسمیع صاحب بھی انوار ساطعہ میں لکھتے ہیں -

دوئیں اسی طرح وہ جو روایتیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ شریف کے بابتہ اور وقائع میلاد

و رضاع وغیرہ کی بابتہ صحابہ میں متفرق منتشر تھیں ایک وقت وہ آیا کہ محدثین کے دل میں آیا اُن کو
ایک جگہ جمع کردیتے تب محدثین نے اُنکو جمع کیا وہ رسالے بن گئے، سیکڑوں رسائل میلادیہ تصنیف
ہوگئے ازاں جملہ مولد شریف حافظ شمس الدین محدث دمشقی کا ہے مورد الصادی فی مولد الهادی
اور لکھا محمد بن عثمان لولوی دمشقی نے الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم اور لکھا امام القراء
والمحدثین ابن جوزی نے عرف التعریف فی مولد الشریف اور لکھا مجدالدین صاحب قاموس
نے نفحات العنبریہ فی مولد خیر البریہ، سب کا نام لکھنا طول کو پہنچاتا ہے، غرضکہ علامہ
سخاوی اور ابن حجر وغیرہ محدثین ہر کسی نے شریک ہونا اس خیر میں اور جمع کر دینا اس قسم کی روایات
ایک الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظماً ونثراً اپنی مایہ سعادت سمجھا - اور پڑھے جانے لگے وہ
رسائل محافل میں - پھر فارسی زبانوں نے فارسی زبان میں اور بلاد رومیہ میں ترکی زبان میں اور
ہندوستان میں ہندی زبان میں ترجمہ ہوکر پڑھے جانے لگے - " صفحہ ۱۵۲

لیکن مولوی صاحب شاید یہ لکھنا بھول گئے کہ اسکی ابتداء عالموں نے کی تھی اور انتہا جاہلوں پر ہوئی، شروع
میں روایات ضعیفہ کم درجہ ہوتی تھیں اور اب ضعیف بلکہ موضوع روایتوں کی بھرمار ہے، نہ یقین آئے تو
مولود سعیدی، مولود سعدی، مولود شہیدی وغیرہ رسائل میلادیہ ملاحظہ ہوں -

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مکرمی مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کو کہ اُنہوں نے سیرت النبی جلد سوم
طبع دوم میں "معجزات نبوی کیمتعلق غیر مستند روایات" کے ذیل میں اسپر خوب بحث کی ہے اور صفحہ ۶۷۵
سے ۷۱ تک تقریباً ان تمام روایتوں کی اچھی طرح پردہ دری کی ہے جن سے مولود کے یہ اردو رسائل
معمور ہیں اور جنہیں جاہل مولودخواں شوق سے پڑھتے اور عوام ذوق سے سنتے ہیں ہاں ان رسائل میلادیہ
ومعراجیہ میں ان سے بھی زیادہ جھوٹی بلکہ شرمناک روایتیں موجود ہیں، اُنھیں نقل کرنا فضول ہے، رسائل
عام ہیں جسکا جی چاہے دیکھکر تصدیق کرلے -

وہ تو نثر کی ترقی کا حال تھا اور نظم میں ترقی کا یہ عالم ہے کہ ایمان ذار کیلئے، نعوذ باللہ پڑھنے کے
سوا کوئی چارہ نہیں - یہ چوتھی صدی ہجری کا واقعہ ہے جو موضوعات علی قاری مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۳ میں

منقول ہے کہ ایکمرتبہ بغداد میں کسی واعظ نے حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضور صلعم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھائیگا، امام ابن جریر طبریؒ نے سنا تو برہم ہوکر اپنے دروازہ پر لکھدیا "خدا کا کوئی ہمنشیں نہیں" اس پر عوام نے برافروختہ ہوکر امام موصوف کے مکان پر اتنی سنگباری کی کہ دیوار تک چھپ گئی لیکن آج میلاد اور معراج کی مجلسوں میں جس مولود خوان کو دیکھئے مولود سعدی، مولود سعیدی، گلدستۂ معراج کا یہ شعر ؎

خدا رخ سے پردہ اٹھاتا ہے آج ‌ ‌ محمد کو جلوہ دکھاتا ہے آج

دکھاتا ہے کیا مرتبہ قرب کا ‌ ‌ کہ زانو سے زانو ملاتا ہے آج

پڑھکر روزانہ حضور صلعم کو خدا کا ہمنشیں بناتا ہے اور کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، یہ تو حضور صلعم کو نہایت بدتمیزی کیساتھ خدا کا ہمنشین بنانے کا شعر تھا اب حضور صلعم کو خدا بنانے کا بھی شعر سن لیجئے۔

جون پور کے ایک مولود خواں کو بارہا مجلس میلاد میں یہ شعر پڑھتے ہوئے میں نے سنا ہے ۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر ‌ ‌ اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر

اسی طرح مولود شہیدی کے مصنف غلام امام شہید نے بھی حضور صلعم کو مخمس میں خدا بنایا ہے اور مولود خوان اسکو اکثر پڑھا کرتے ہیں، مخمس کا وہ خاص شعر یہ ہے ۔

فرماتا ہے تجھ سے خدا دل میں رکھیو یہ خودی ‌ ‌ تیری نگین طبع پہ میری حقیقت ہے کھدی

جب عین وحدت کی صفت خالق نے اپنی تجھکو دی ‌ ‌ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری،

انہیں شہیدی صاحب کا یہ ترجیع بند بھی ملاحظہ ہو جسے مولود خواں جھوم جھوم کر بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

قد رعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن ‌ ‌ سرمگیں آنکھ غضب نازبھری وہ چتون

وہ عمامہ کی سجاوٹ وہ جبین روشن ‌ ‌ اور وہ مکھڑے کی تجلی وہ بیاض گردن

وہ قبائے عربی اور وہ پنجابی دامن ‌ ‌ دلربا یانہ وہ رفتار وہ بیساختہ پن

مردہ بھی دیکھے تو کر چاک گریبان کفن ‌ ‌ اٹھ چلے قبر سے بیتاب زبان پر یہ سخن

مرحبا سید مکی مدنی العربی دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہٗ نے التبلیغ کے تیسرے وعظ شکر النعمۃ کے صفحہ ۵ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ

"کسی شاعر نے آپکی نعت لکھنے کے لئے خیالی بیاہی تیار کی ہے تو اس کیلئے دیدۂ یعقوب علیہ السلام کو کھرل بنایا ہے استغفر اللہ، یعقوب علیہ السلام کی شان میں کسقدر گستاخی کی ہے کسی دوسرے شاعر نے اس کا خوب جواب دیا ہے۔

ابھی اس آنکھ کو ڈالے کوئی پتھر سے کچل نظر آتا ہے جسے دیدۂ یعقوب کھرل

توبہ ہے یوں ہو کہیں چشم نبی مستعمل کوئی تشبیہ نہ تھی اور منصیب اجہل

پھر صفحہ ۱۹ پر لکھا ہے کہ "امیر خسرو کی غزل جو کسی محبوب مجازی کی شان میں ہے تضمین کر کرا کے اسکو حضور کی نعت میں پڑھتے ہیں جسمیں یہ مصرع بھی ہے۔ ع

اے نرگسِ زیبائے تو آوردہ رسمِ کافری

اسی طرح اور لوگوں کے بھی بہت سے اشعار ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

شب و روز اُن کے صاحبزادوں کا گہوارہ جنباں تھا عجب ذی ہب باد تھا روح الامیں کو بھی خوشامد کا

پئے تسکینِ خاطر صورتِ پیراہنِ یوسف محمدؐ کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا

طوافِ کعبہ مشتاق زیارت کو بہانہ ہے کوئی ڈھب چاہئے آخر رقیبوں کی خوشامد کا

بر آسمانِ چہارم مسیح بیمار است تبسم تو برائے علاج درکار است

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے جو کچھ مجھے لینا ہے لیلونگا محمدؐ سے

بعض مجوزین بھی اس شکایت میں میرے ہم زبان ہیں، مثلاً حافظ عبد اللہ صاحب کانپوری مرحوم نے مجموعہ مولود شریف میں تحریر کیا ہے۔

"اب اس زمانہ کے شاعر بڑی بے ادبی اور نہایت گستاخی کرتے ہیں اپنے اشعار کے اندر کہیں بت کہیں مستِ شراب کہیں چہ دا ہا کہتے ہیں اور حضور کی آنکھوں کو غضب اور جادو گر اور شوخ

ص ۵ وہ شعر مجھ آمد دیو طاحظہ ہو۔

اور کافر بتاتے ہیں اور کوئی مبارک حضور کو کنہیا کہتا ہے ...... کوئی کہتا ہے خدا تو محمد ہوا اور محمدؐ خدا ہوگیا، خدا بدن ہوگیا اور محمد جان ہو گئے، کوئی خدا کو دولہا اور محمد کو دلہن سے تشبیہ دیتا ہے۔ کوئی محمدؐ کو بعینہ خدا بناتا ہے، کوئی کہتا ہے مجھکو اللہ میاں نے بدولت گناہ کرنے کے بخشا کوئی کہتا ہے میں تو محمد کا عاشق ہوں اور خدا کا رقیب ہوں" صفحہ ۵۹

اور حاشیہ میں لکھا ہے۔

لبعض شعرائے بے ادب نے آپکی شان مبارک میں مثل لفظ جاناں و ہوشربا و ستمگر باندھا ہے کسی نے رہزن، سفاک، غارتگر، جلاد، برہمن۔ خدا کی پناہ کیا بیباکی ہے، شعر درست ہوجائے ایمان رہے یا جائے کچھ پروا نہیں اور غضب تو یہ ہے کہ جن اشعار میں یہ لفظ ہیں اُنکو مولود خوان پڑھا کرتے ہیں"۔

"دیکھو حضرت خضرؑ اور جبرئیل امین اور یعقوبؑ و موسیٰؑ کی شعراء نے کیسے کیسے الفاظ تحقیر و بے ادبی کے اپنے شعر میں کہے ہیں کوئی کہتا ہے ع حضرت خضرؑ ذرا عشق میں مرکر دیکھیں تو"، کوئی کہتا ہے کہ حضور کی نعت لکھنے کے واسطے ؎

روشنائی بھی بنا لیجے اگر ہے منظور　　　پھر نہیں ملنے کا جبریلؑ امیں سا مزدور

پیسنے کیلئے ہو دیدۂ یعقوبؑ کھرل

بعض نسخہ میں ہے ع دیدۂ حضرت موسیٰ پُر انوار کھرل؛ خدا کی پناہ ایسی حمد و نعت کو کہ جسمیں انبیاء کی نسبت بے ادبی اور استخفاف شان لازم آوے خاک ثواب ہوگا بلکہ یہ تو گناہ کبیرہ ہے اور قائل ایسی الفاظ کا بیشک کافر ہوجاتا ہے ...... کیا عرض کیا جائے مولود شریف کی جس کتاب کو دیکھیے بجز چار پانچ رسالوں کے سب میں کچھ نہ کچھ سقم اور جائے اعتراض موجود ہے مثلاً مولود شریف جدید مؤلفہ صوفی بیان معراج شریف میں یہ اشعار موجود ہیں جنکو اکثر مولود خوان پڑھا کرتے ہیں۔

دیوانہ زلف تھا سلیماں　　　اور عشق میں مو بمو پریشان

یونس بھی جو منتظر کھڑا تھا　　　مچھلی کیطرح تڑپ رہا تھا

ف چنانچہ مولود کی مشہور کتاب شمع لاہوت بزم ملکوت کے صفحہ ۲۳ پر ہے ؎ خبر لیجیو موری علی جی کی بھیا، کالی کملی والے کنہیا۔

تھا تشنہ لبی سے خضرؑ بیتاب	دیدار سے ہوگیا وہ سیراب
اور نوحؑ غریق بحرِ غم	دیکھ اس کو ہوا خوشی سے توام
یعقوبؑ کو جو دیا دکھائی	بینائی چشم پھر کے آئی
یوسفؑ جو کھڑا تھا منتظر سے	دیکھا اُسے چاہ کی نظر سے

مقام غور ہے کہ یہ الفاظ ادنیٰ بزرگ کی نسبت نکالنا بے ادبی ہے کہ کھڑا ہوا تھا اور تڑپ رہا تھا چہ جائے کہ انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ جو مورد وحی الٰہی اور تمام جہان سے افضل ہیں۔ الخ صفحہ ۵۹ و ۶۰

چودھویں صدی ہجری میں مولود کی برکت سے لغت گوئی کا یہ مختصر نمونہ ہے جسمیں خدا کی توہین، فرشتوں کی توہین، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین، دیگر انبیاء علیہم السلام کی توہین صاف موجود ہے۔ اسطرح مجلسِ میلاد نے بہ لحاظ کتبِ میلاد نثراً و نظماً پہلے سے اب بہت کچھ ترقی کی ہے، علماء کے سکوت، مولود خوانوں کے جہل، سامعین کی بدمذاقی کا اگر یہی حال رہا تو آئندہ خدا جانے کیا کیا ترقی ہوگی۔

بلحاظ استدلال

خوب یاد رہے کہ احکام شرعیہ جن ادلہ شرعیہ سے ثابت ہوتے ہیں وہ صرف چار ہیں، قرآن، حدیث، اجماع، قیاس، جیسا کہ کتبِ اصول میں مصرح اور عند الفریقین مسلم ہے، اب سنو کہ مروجہ مجلس مولد کے جواز پر مجوزین میلاد نے سابق زمانہ میں بھی استدلال کیا تھا اور زمانہ حال میں بھی استدلال کرتے ہیں، زمانہ سابق میں عمر بن محمد موصلی موجد اور سلطان اربل مروج کے وقت میں معلوم نہیں جائز کہنے والوں نے کس چیز سے استدلال کیا تھا۔ لیکن علامہ ابوشامہ کے قول (ومن احسن البدع ما ابتدع فی زماننا ہذا الخ) سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ قرآن، حدیث، اجماع سے استدلال نہ کیا ہوگا۔ ہاں بعد کو علامہ جلال الدین سیوطی رح نے بجواب علامہ تاج الدین فاکہانی حسن المقصد میں صاف لکھا کہ۔

لیس فیہ نص ولکن فیہ قیاس — جواز مولد میں نص نہیں، صرف قیاس ہے

اور قیاس بھی کس کا؟ ائمہ مجتہدین کا نہیں بلکہ بعض علماء غیر مجتہدین کا قیاس ہے جنیں سے حافظ ابن حجر عسقلانی

اور علامہ جلال الدین سیوطی کا سب سے پہلے نام لیا جاتا ہے اور ان ہر دو بزرگوں کا شمار مجتہدین میں نہیں بلکہ محدثین میں ہے۔ مجوزین میں مشہور ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے جواز مجلس مولد پر حدیث صوم عاشورہ سے بطور قیاس استدلال کیا ہے لیکن اس استدلال کو علامہ جلال الدین سیوطی نے حافظ ابن حجرؒ متوفی ۸۵۲ھ کی طرف اور علامہ زرقانی نے ابن رجب متوفی ۷۹۵ھ کی طرف منسوب کیا ہے، نہ معلوم سیوطی کا قول صحیح ہے یا زرقانی کا اور لطف یہ کہ اس استدلال کا پتہ بجز ناقلین کے نہ ابن حجرؒ کی کتابوں میں ہے، نہ ابن رجب کی تصانیف میں، ہاں علامہ جلال الدین سیوطی نے خود جو بطور قیاس استدلال کیا وہ اُن کی کتاب میں موجود ہے، جسکی بابتہ اُنہوں نے لکھا ہے (لیس فیہ نص ولکن فیہ قیاس علی الاصلین) کہ ثبوت مجلس مولد میں نص نہیں، صرف قیاس ہے دو اصلوں پر۔ اسمیں سے ایک اصل تو وہی ابن حجر والی حدیث صوم عاشورہ ہے، دوسری اصل جو علامہ سیوطی نے تلاش کر کے نکالی وہ حدیث عقیقہ ہے۔ لیکن اس قیاس و استدلال کی صحت میں بھی علماء کو کلام ہے۔ چنانچہ مولنا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ نے براہین قاطعہ میں اسپر کافی بحث کی ہے۔

یہ تو قدیم متدلین کا حال تھا کہ ابن حجر نے ابتدا کی اور علامہ سیوطی نے اسپر ایک اصل کا اضافہ کیا پھر متاخرین مجوزین نے بھی کچھ ترقی دی، چنانچہ الدر المنظم میں مولنا سلامت اللہ صاحب کا قول منقول ہے وہ حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی کا کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں (و راقم الحروف بر دو اصل دیگر ظفر یافتہ) پھر دونوں اصلوں کو لکھا ہے، اصل اوّل میں حدیث صوم یوم الاثنین سے اور اصل دوم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے قیاس کیا ہے جسمیں آیہ تکمیل دین کے یوم نزول کو عید بنانے کے متعلق کسی یہودی نے خلیفۂ دوم رضؓ سے گفتگو کی ہے، میرے خیال میں حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی کے قیاس کی صحت سے مولانا سلامت اللہ صاحب کے قیاس کی صحت زیادہ مشتبہ ہے لیکن اسوقت میری حیثیت مناظر کی نہیں بلکہ مورخ کی ہے، لہٰذا میں حدِ تاریخ سے آگے قدم رکھنا نہیں چاہتا، غرض اب تک محض قیاس غیر مجتہد پر قناعت تھی، صرف اصلوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ لیکن مولوی عبد السمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں جہاں لکھا ہے کہ سلطان اربل کے وقت میں مجتہدین فی المسائل موجود تھے۔ بعض اُن میں سے اپنے اوپر تقلید ائمہ کی

واجب نہ جانتے تھے" وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ۔

"اس وقت جمیع علماء نے سوائے شیخ تاج الدین کے محفل مولد شریف کو مع اطعام طعام وتعیین یوم میلاد وغیرہ جائز رکھا پس ان خصوصیات کی اسناد بھی مجتہدین تک پہنچ گئی" صفحہ ۱۴۲

اس طرح مولوی صاحب نے مروجہ مجلس مولود کو ثابت کرنے کیلئے غیر مجتہد سے اوپر مجتہد فی المسائل بلکہ مجتہد مطلق تک ترقی کرنے کی کوشش کی یعنی قیاس غیر مجتہد پر قیاس مجتہد کا اضافہ کیا، مجوزین کی کتابیں دیکھئے اور انکی وہ دلیلیں ملاحظہ فرمائیے جو بغرض رد مخالفین انکی کتابوں میں منقول ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے اجماع، بلکہ حدیث اور قرآن تک سے بھی مروجہ مجلس مولد کو ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ غور فرمائیے، امام المجوزین علامہ سیوطی تو فرمائیں لیس فیہ نص اور اب کے مجوزین ادلہ اربعہ شرعیہ پیش کرتے ہیں، پس اسمیں کچھ شک نہیں کہ مروجہ مجلس مولد نے بلحاظ استدلال بھی سابق سے حال میں کافی ترقی کی ہے۔

بلحاظ عقیدہ

مروجہ مجلس مولد کے متعلق متعدد عقیدے ہیں بعض کو مختصراً لکھتا ہوں۔

(۱) عقیدہ۔ مجلس میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں"

مجلس میلاد جب ایجاد ہوئی اسوقت یہ عقیدہ کسی کا نہ تھا، پھر معلوم نہیں اس عقیدہ کی ابتدا کب ہوئی۔ مگر ہاں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی عبارت سے جو بحث قیام میں نقل ہوگی اتنا پتہ چلتا ہے کہ نویں صدی ہجری میں اس عقیدہ کا وجود تھا اور متاخرین مجوزین میں سے مکہ میں مولانا محمد بن یحیی الحنبلی مفتی حنابلہ کے کلام سے (اسے بھی بحث قیام میں نقل کرونگا۔) معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہی خیال تھا، مولوی عبدالسمیع صاحب انوار ساطعہ، مولوی محمد اعظم صاحب فتح الودود وغیرہ کی تحریر سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ اور اب ہندوستان کے جہلا میں یہ عقیدہ عام ہو رہا ہے۔

مجھے اس وقت اس سے بحث نہیں کہ یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط، لیکن معتقدین سے اتنی شکایت ضرور ہے جو وہ منکرین کے مقابلہ میں کہدیا کرتے ہیں۔ کہ خدا نے جب شیطان کو اتنی قوت دی ہے کہ وہ آن واحد میں دور و نزدیک کئی جگہ پہنچ جاتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی

اس قوت کا ہونا اور ایک وقت میں اکثر جگہ مجالس میلاد میں پہنچنا کونسی بڑی بات ہے؟ میں کہتا ہوں اس سے قطع نظر کہ یہ دلیل کیسی لچر، پوچ اور کمزور ...... ہے، یہ امر سخت قابل افسوس ہے کہ محبوبِ خدا کی ذاتِ اقدس کو مردودِ خدا لعین کی نجس ذات پر قیاس کیا جاتا ہے، یہ بڑی جرأت ہے اس سے توبہ کرنا چاہئے۔

(۲) عقیدہ کہ "مجلس میلاد سے خیر و برکت ہوتی ہے" اسمیں کوئی شک نہیں کہ بالاتفاق آپ کے دیگر اذکار کیطرح آپ کا نفس ذکر ولادت بھی موجب خیر و برکت ہے لیکن یہ کہ مروجہ مجلس مولد بھی باعثِ خیر و برکت ہے۔ غالباً ایجاد میلاد کے وقت یہ خیال کسی کا نہ تھا، پھر معلوم نہیں اسکی ابتداء کب ہوئی؟ ہاں محدث ابن جوزی نے اپنے رسالہ مولد شریف میں لکھا ہے کہ مجلس میلاد کرنے والے

ینالون بذلک اجراً جزیلاً و فوزاً عظیماً	
و مما جرب عن ذلک انہ وجد فی	اس سے اجر جزیل اور فوز عظیم کو پہنچتے ہیں اور تجربہ کے
ذالک العام کثرۃ الخیر و البرکۃ مع	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مولد کی برکت سے اس سال میں
السلامۃ و العافیۃ و سعۃ الرزق و	کثرتِ خیر و برکت و سلامت و عافیت فراخی رزق و زیادتی
ازدیاد المال والاولاد و الاحفاد	مال و اولاد اور شہروں میں امن و امان اور گھروں میں سکون
و دوام الامن فی البلاد و الامصار	قرار پایا جاتا ہے، یہ برکت مولد شریف نبی کریم
و السکون و القرار فی البیوت	صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ ....
و الدار ببرکۃ مولد النبی صلے	
اللہ علیہ وسلم (منقول از	
الدر المنظم صفحہ ۸۵ و ۸۶)	

شمس الدین ابن جزری مقری نے بھی لکھا ہے کہ

المجرب من خواصہ انہ امان تام فی ذلک العام	عمل مولد کے مجرب خواص سے یہی ہے کہ اس سال بلاؤں
و بشری بتعجیل نیل ما ینبغی و یرام (ایضاً صفحہ ۸)	سے امن و امان رہتا ہے اور مقصود کے جلد حاصل ہونے کی بشارت ملتی ہے

۵ یہ قیاس مولوی عبدالسمیع صاحب مجوزِ مجالسِ میلاد کا ہے۔ ملاحظہ ہو انوار ساطعہ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے شائد اسی بنیاد پر ماثبت بالسنۃ میں فرمایا ہے کہ مولد شریف کے سبب سے ان پر برکت عامہ ظاہر ہوتی ہے اور خواص مولد سے مجرب خاصہ ہے کہ اس تمام سال میں امن و امان رہتا ہے اور حصول مقصود کے واسطے ایک بشارت ہے "۔ صفہ ۷۹

غرض یہ خیال ابن جوزی اور ابن جزری کیوقت میں موجود تھا، پھر رفتہ رفتہ یہ خیال عام ہوتا گیا حتی کہ اب بعض مجوزین نے اسی بنا پر مجلس مولود کو حصول مقاصد کیلئے دیگر اعمال کیطرح مستقل طور پر ایک عمل کہنا شروع کر دیا چنانچہ مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں صاف لکھا ہے کہ۔

جو کوئی یہ محفل کریگا بلاؤں سے نجات اور حصول مرادات کا ثمرہ پائیگا اپنے اخلاص کے موافق یعنی عام عامی طور پر اور خواص خاص طور پر نفع اٹھائیں گے "۔ صفہ ۲۰۹

پھر مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ کے رسالہ قول جمیل سے حصول امر دنیاوی کیلئے کھیعص اور حمعسق کا عمل جسے ثواب عقاب سے کچھ تعلق نہیں نقل کرکے لکھا ہے کہ۔

"پس اسی طرح مولد شریف ایک عمل ہے واسطے حصول خیر و برکت وغیرہ کے چنانچہ ابوسعید نورانی و سخاوی و علی قاری وغیرہم نے اس عمل کرنے سے برکات کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کہ حصول منافع دینی و دنیوی کیلئے اس عمل کو بہت اہل اسلام بلاد اسلامیہ میں کرتے ہیں "۔ صفہ ۲۱۶

یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ محض اسی خیال سے مجلس میلاد کرتے ہیں کہ سال بھر تک خیر و برکت رہیگی۔ بلکہ خیر و برکت کے معنی سمجھنے میں لوگوں نے اس حد تک ترقی کی ہے کہ مولنا اشرف علی صاحب نے وعظ النور میں فرمایا ہے کہ

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کو ضد نہیں ہے مگر وہ اسلئے مولود کرتے ہیں کہ سال بھر تک برکت رہیگی، رشوت لیں گے تو اسکا وبال نہ ہوگا حتی کہ رنڈیاں تک مولود کراتی ہیں جنکو کچھ بھی مناسبت دینی اعمال سے نہیں ہے "۔ صفہ ۸۹

(۳) عقیدہ کہ:- مولود سے عذاب میں کمی ہوتی ہے "

اس عقیدہ کی بھی ابتدا کا حال معلوم نہیں، لیکن اس کا ماخذ غالباً ابولہب کے تخفیفِ عذاب کا

واقعہ ہے کہ جب حضور صلعم تولد ہوئے تو اس خوشی میں آپؐ کے چچا ابولہب نے ثوبیہ لونڈی کو آزاد کر دیا تھا، اور مرنے کے بعد ابولہب نے کسی سے خواب میں بیان کیا کہ اس خوشی کا یہ ثمرہ ملا کہ مجھ پر دوشنبہ کے دن عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اس واقعہ کو ابن جزری نے عرف التعریف بالمولد الشریف میں، ابن ناصر الدین دمشقی نے مورد الصادی فی المولد الہادی میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں، اسی طرح اور لوگوں نے بھی بیان کیا ہے اور اب تو یہ روایت عام طور پر مولود کے اردو رسائل تک میں درج ہو کر گھر گھر پھیل گئی ہے۔

غالباً اسی بنیاد پر ابن البطاح نے فتوے میں لکھا ہے۔ کہ

وتقلیل حظ جہنم من اعدائہ الفرح بولادتہ صلے اللہ علیہ وسلم (درالنظم صفحہ ۳) آپ کی پیدائش کی خوشی تخفیف عذاب کا باعث ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے بعد نقل واقعہ ابولہب مدارج النبوت میں فرمایا کہ۔

"و دریں جا سند است مر اہل موالید را کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور کنند و بذل اموال نمائند یعنی ابولہب کہ کافر بود و قرآن بمذمت وے نازل شدہ چوں بسرور میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بذل شیر جاریہ وے بجہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملو است بمحبت و سرور و بذل مال در طریق وے چہ باشد"

غرض ماخذ قدیم اور اتنا اہتمام بالشان ہے کہ بخاری شریف میں مذکور ہے لیکن نہ قرآن کی آیت ہی نہ رسول کی حدیث ہے، نہ صحابہ کا اثر ہے، بس زیادہ سے زیادہ ایک صحابی کا خواب، اور خواب میں کافر کا قول ہے۔

بہر حال ابن جزری، ابن ناصر الدین، شیخ دہلوی وغیرہ کے زمانہ میں اس عقیدہ کا وجود تھا اور اب تو بہت سے لوگ محض اس عقیدہ سے بھی مروجہ مجلس مولود کرتے ہیں۔ کہ اس سے ابولہب کی طرح ہمارے اوپر بھی عذاب میں تخفیف ہو گی۔

(۴) عقیدہ کہ مولود سے ثواب ملتا ہے"۔

واضح رہے کہ بندوں کے افعال اعمال کے متعلق احکام خداوندی کی آٹھ قسمیں ہیں، فرض، واجب، سنت، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، مباح " انہیں سے ثواب کا تعلق فرض، واجب، سنت، مستحب سے ہے، اور عذاب وعتاب کا تعلق حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی سے ہوتا ہے۔ مباح سے نہ ثواب ہوتا ہے نہ عذاب، جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سنیئے! مروجہ مجلس مولد جو ایک عمل ہے، اگر اس سے ثواب ملتا ہے تو وہ مستحب ہوگا یا سنت ہوگا، یا واجب ہوگا یا فرض ہوگا ورنہ اس سے ثواب کا تعلق کیونکر ہو سکتا ہے۔؟

اب دیکھنا چاہئے کہ مجوزین میلاد، مروجہ مجلس مولود سے کس درجہ ثواب کی توقع رکھتے ہیں؟ زمانۂ سابق میں عمر بن محمد موجد کے متعلق تو معلوم نہیں ہاں سلطان اربل مروج کی بابتہ مولوی محمد اعظم صاحب نے فتح الودود میں لکھا ہے کہ وہ "موجب اپنی بخشائش و برکت کا جانتا تھا" اس سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ ثواب سمجھتا تھا، لیکن معلوم نہیں کس درجہ کا ثواب سمجھتا تھا۔ پھر بعد کو جن لوگوں نے مروجہ مجلس مولد کے جواز پر کتابیں لکھی ہیں انمیں ان لوگوں نے عموماً بدعت حسنہ، ملحق بالسنۃ، مندوب، مستحب وغیرہ الفاظ کا استعمال کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مجلس مولد سے ایسے ثواب کی اُمید رکھتے تھے کہ کریں تو ثواب ہے اور نہ کریں تو کچھ عذاب نہیں۔ علماء کو اس امید ثواب میں بھی کلام تھا جو عنقریب مذکور ہوگا۔ لیکن فی زماننا اہل مولود نے اس قسم کے ثواب پر قناعت نہ کی اور اپنے قدیم مجوزین کی اُمید ثواب پر بھی ترقی کی۔ مثلاً مولوی محمد اعظم صاحب نے فتح الودود میں جواز مولد میں بعض علماء کے اقوال نقل کر کے لکھا ہے۔

"پس ان اقوال علمائے علام و فقہائے کرام سے محفل میلاد کا مندوب و مستحسن ہونا کمال خوبی سے ثابت ہوتا ہے اور بسبب ہونے اتفاق و اجماع جمہور علماء و مذاہب اربعہ حرمین شریفین و اکثر علمائے بلاد اسلام کے اس عمل مولود شریف کو ضرور ترین سمجھنا چاہئے کیونکہ اتباع جمہور علماء کی، واجبات سے ہے اور مخالفت بعض اشخاص کی مانع انعقاد اجماع نہیں ہو سکتی" صفحہ ۴

اور اس کا پتہ اُن الفاظ سے بھی چلتا ہے جو مجوزین ترک مروجہ مجلس مولد پر مخالفین کے حق میں استعمال

کرتے ہیں۔ اس کے لئے مولٰنا احمد رضا خانصاحب بریلوی اور اُن کے ہم خیالوں کے رسائل دیکھئے۔ مجالس میلاد میں جا کر مولود خوانوں کی زبانی سُنئے۔ ایک نیم مولوی مولود خواں کو یہ شعر پڑھتے ہیں نے سنا ہے۔ ؎

خاک ہو جائیں وہابی جل کر لیکن ہم رضا دم میں جب تک دم ہے ذکر اُن کا سناتے جائینگے

اس سے بڑھکر مولوی عبدالخالق خانصاحب نے فتح الموحد صفحہ ۱۹۵ پر کسی کا یہ شعر نقل فرمایا ہے ؎

مولود میں جو کہتے ہیں مت شریک ہو دین سے وہ نکل گئے کفر میں اُن کو شک نہیں

ف: مولود کیا ہوا ہیں جو الخ

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس مولد کو فرض ہی سمجھا جانے لگا ہے، بس مروجہ مجلس مولود نے بلحاظ عقیدہ بھی سابق سے اب کافی ترقی کر لی ہے۔

لکھنے کے لائق ابھی بعض باتیں اس سلسلہ میں اور بھی تھیں، مثلاً مولود محبت رسول کی علامت ہے ——— مولود سے محبت رسول بڑھتی ہے، مولود حنفی ہونے کی نشانی ہے وغیرہ۔ مگر بخوفِ طوالت اسے نظر انداز کرتا ہوں۔

بلحاظ اختلاف

شروع میں جب یہ معلوم ہو چکا کہ ذکر ولادت مع القید کا نام مروجہ مجلس مولد ہے اور قید دو ہیں ایک حرام دوسری مباح، تو اب یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مروجہ مجلس مولود میں قید حرام ہوگی یا محض قید مباح۔ اگر اسمیں حرام قیود ہوں تو وہ مجلس بالاتفاق ناجائز ہے چنانچہ مخالفین میں سے مولٰنا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ نے اصلاح الرسوم میں پہلی صورت کے بعد اسی کو دوسری صورت قرار دیکر لکھا ہے کہ

"دوسری صورت، وہ محفل میلاد جسمیں قیود غیر مشروعہ موجود ہوں جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح و معصیت ہیں مثلاً روایاتِ موضوعہ خلاف واقعہ بیان کیجاویں یا خوشرو و خوش الحان لڑکے اسمیں غزلخوانی کریں، یا بار رشوت یا سود وغیرہ کا حرام مال اسمیں خرچ کیا جاوے، یا حد ضرورت سے زیادہ اسمیں روشنی فرش و آرائشِ مکان وغیرہ کا تکلف کیا جاوے۔ یا لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام بہت مبالغہ سے کیا جاوے کہ اسقدر اہتمام نماز و جماعت و وعظ کیلئے بھی نہ ہوتا ہو ـــ یا نثر یا نظم میں حضرت حق تعالیٰ شانہ یا حضرات انبیاء علیہم السلام، یا حضرات

ملائکہ علیہم السلام کی توہین و گستاخی صراحۃً یا اشارۃً کیجاوے۔ یا اس مجمع میں جانے سے نماز باجماعت فوت ہوجاوے یا وقت تنگ ہوجاوے یا اسکا قوی احتمال ہو۔ یا بانی مجلس کی نیت شہرت اور تفاخر کی ہو۔ یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں حاضر و ناظر جانا جاوے۔ یا اور کوئی امر اسی قسم کا خلاف شرع اسمیں پایا جاوے۔ یہ وہ صورت ہے جو اکثر عوام وجہلا میں شائع و ذائع ہے۔ اور شرعًا بالکل ناجائز و گناہ ہے۔"

مجوزین میں سے مولٰنا عبدالحیٔ صاحب الہ آبادی مہاجر مکی مرحوم نے رسالہ الدر المنظم میں لکھا ہے کہ۔

"جاننا چاہیے کہ اگر یہ عمل مولود شریف بہ تعین و تخصیص روز ہو یا بلاتعین و تخصیص روز ہو مگر اسمیں ادخال محرمات و منکرات ہو تو تمام اکابر علماء محققین متفق ہیں اس بات پر کہ انعقاد مجلس مولود شریف بادخال محرمات و منکرات شرعیہ ناجائز ہے۔ اسطرح کی مجلس کرنیکو وہ بھی ہنیں تجویز فرماتے ہیں۔ بلکہ اسطرح کی مجلس کرنے کو منع فرماتے ہیں، سو اسمیں تمام علما و محققین متفق ہیں نزاع و اختلاف اسمیں کوئی نہیں" صفحہ (باقی آئندہ)

معجزۂ قرآن مجید

مؤلفہ جناب خانبہادر مولوی ادریس احمد صاحب مرحوم بی، اے، ایس (ریٹائرڈ)

حقانیت اسلام، اور صداقت، رسالت و اعجاز قرآن کے موضوع پر اپنے رنگ کی سب سے پہلی کامیاب تصنیف ہے جسمیں مندرجہ ذیل مضامین پر نہایت دلکش انداز میں بحث کیگئی ہے۔

(۱) بائبل (تورات و انجیل وغیرہ صحف قدیمہ) کی حالت اور یہ کہ وہ اس زمانہ میں قابل اعتماد ہیں کہ نہیں، (۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت (۳) کلام الٰہی کی بےنظیر فصاحت و بلاغت (۴) قرآن مجید کی تمثیل تاثیر (۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امیت اور اعجاز قرآن (۶) قرآن عزیز کی پیشنگوئیاں (۷) قرآن مجید کی تعلیم و ہدایت (۸) بعض وہ امور جو انسانی دسترس سے باہر ہیں اور جہاں عقل کو اپنی درماندگی و عاجزی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

غرض کتاب قابل دید ہے، علوم مشرقیہ و مغربیہ کے ماہرین نے اسکو بہت زیادہ پسند کیا چھوٹی تقطیع کے ۲۸۰ صفحات پر ختم ہے کاغذ بہترین، لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور قیمت صرف عہ رعایتی ۱۵ شوال تک ۱۲؍

مجلس میلاد

(۳)

از جناب خانبہادر مولوی ذکاء اللہ خانصاحب ریٹائرڈ کلکٹر مقیم جالندھر

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو الفرقان بابتہ جمادی الآخری ۱۳۵۴ھ

اس مضمون کی دو قسطیں پہلے شائع ہو چکی ہیں، یہ تیسری قسط ہے اس کے بعد صرف ایک قسط اور باقی ہے جو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں ہدیۂ ناظرین ہو گی اسی کیساتھ ہم اپنی رائے بھی کسی قدر تفصیل سے عرض کریں گے

(مدیر)

مسلمانوں میں ایک عمل عقد مجلس میلاد جاری ہے اگر ان مجالس میں جو کچھ ہوتا ہے وہ محض خیر ہی پر مشتمل ہے تو کسی بنا پر اس مجلس اور اس کے انعقاد کو ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا، اگر ان مجالس میں خیر بھی ہے اور شر بھی تو بھی یہ دیکھنا ہے کہ خیر کا پلہ بھاری ہے یا شر کا؟ اور جو لوگ ان مجالس میں شرکت کرتے ہیں انکو اخلاق کے لحاظ سے اور نیز اعتقاد کے لحاظ سے فی الجملہ فائدہ پہنچتا ہے یا نقصان؟ اور عام مسلمانوں کو جو واجب طور پر اپنے رسول کریم سے شغف و محبت ہے اُسمیں ان مجالس کے ذریعہ سے زیادتی ہوتی ہے یا کمی؟ اگر ان سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو یقیناً یہ مجالس، مجالس خیر ہیں اور ان کا انعقاد محض جائز ہی نہیں بلکہ ہماری موجودہ ضروریات کیلئے ضروری بھی ہے[۱] - ہاں اگر ان مجالس میں سے بعض ایسی ہیں کہ ان میں شر کا پلہ بمقابلہ

---

[۱] فاضل مضمون نگار کے اس نظریہ کے متعلق ہم پہلی قسط کے حواشی میں کسی قدر تفصیل سے اظہار خیال کر چکے ہیں اور بتلا چکے ہیں کہ کسی چیز کے ضروری یا غیر ضروری ہونیکا فیصلہ اس قسم کی قیاس آرائیوں سے نہیں ہوتا بلکہ اسکا مدار کسی اور چیز پر ہے اور دنیائے اسلام میں آجتک جسقدر بدعات جاری ہوئی ہیں اُن کے متعلق یہی دعوے کئے گئے ہیں کہ یہ محض خیر ہی یا اُن میں خیر کا پلہ بھاری ہے اور اُن کے مفاد و مصالح پر دفتر کے دفتر لکھے گئے ہیں، دور حاضر کی جاری اور ساری بدعت "تعزیہ داری" کے حامیوں سے پوچھئے وہ اسمیں کسقدر مصالح بتلاتے ہیں، اُنکا خیال ہے کہ اگر تعزیہ داری دنیا سے اُٹھ جائے تو لوگ اہلبیتؑ کو

خیر کے بھاری ہے تو ضرور اُن سے احتراز لازم ہے [۵۲]۔ اگر مسلمانوں میں کوئی عمل مباح جاری و ساری ہوگیا ہے اور اس عمل مباح میں امتداد زمانہ کی وجہ سے خیر کیساتھ کچھ شر بھی شامل ہوگیا تو علمائے دین کا یہ فرض ہے کہ اسکی اصلاح کریں نہ کہ بیخ کنی [۵۳]۔ کسی ایسے عمل کی جو اسوقت مسلمانوں میں جاری و ساری ہے بیخ کنی کرنے سے پہلے علما کیلئے لازم ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ ہم اس عمل کی بجائے اس سے بہتر کوئی دوسرا عمل جاری و ساری کر سکتے ہیں اگر کر سکتے ہیں تو...... اس دوسرے بہتر عمل کا اجراء شروع کر دیں اور اپنی تمام قوت اُسکے اجراء پر صرف کر دیں۔ اگر وہ دراصل پہلے عمل سے بہتر اور مفید تر ہے تو یہ دوسرا عمل پہلے عمل کو ضرور نیست و نابود کر دیگا [۵۴]۔ نیز یہ بات دیکھنے کے قابل ہے کہ عوام میں جو جذبات مجالس میلاد کے

کو بھول جائیں گے اور کوئی اُن کیلئے صدقہ و خیرات بھی نہیں کریگا، یہ ہر سال کی تعزیہ داری ہی محبتِ اہلبیت کے جذبہ کو تازہ رکھتی ہے۔ رہا یہ کہ اس رسمی میلاد سے مسلمانوں کے اعتقادات اور اعمال کی اصلاح ہوئی یا کچھ ضرر پہنچا؟ اسکا صحیح اندازہ اُن لوگوں کیساتھ اختلاط سے ہو سکتا ہے جو اس کے پابند ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مضمون نگار کے سامنے وہ اعتقادی اور عملی مفاسد بالکل نہیں ہیں جو اس رسمی میلاد کی وجہ سے عوام میں پھیل چکے ہیں۔ ہم فاضل مضمون نگار سے درخواست کرینگے کہ وہ اسکے لئے حضرت مولٰنا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہٗ اور حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں جو اسی مسئلہ میلاد کے متعلق ہوئی تھی اور جو "تذکرۃ الرشید" میں شائع ہو چکی ہے بلکہ اگر صرف اصلاح الرسوم کی فصل "مولد" کو بھی (جو "طریقۂ مولد" کے نام سے علیحدہ بھی چھپ چکی ہے) بغور اور بنظرِ انصاف ملاحظہ فرما لیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگا۔ نیز فاضل مضمون نگار کی یہی منطقی تقریر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُس فتوے میں بھی جاری ہو سکیگی جو آگے درج کیا جا رہا ہے تو کیا جناب والا اُنکو بھی مانع من الخیر کہنے کی جرأت کریں گے۔ ۱۲

[۵۲] ہندوستان میں عام طور پر جو میلاد کی مجلسیں ہوتی ہیں اُنمیں نوّے ۹۰ فیصدی سے زیادہ وہی ہیں جنکے متعلق فاضل مضمون نگار جیسے حضرات کو بھی اعتراف کرنا پڑیگا کہ انمیں شر کا پلہ بھاری ہے، لیکن جہاں تک ہمکو معلوم ہے فاضل مضمون نگار کو خود بھی اِن مجالس میں جانیکا کم اتفاق ہوتا ہے۔ ورنہ یقین ہے کہ آپ یہ مضمون لکھنے کی تکلیف ہی گوارا نہ فرماتے۔ ۱۲

[۵۳] نفس ذکر ولادت دیگر اذکار حسنہ کیطرح ایک فعل حسن تھا چھٹی صدی ہجری کے بعد سے اُسمیں کچھ تقییدات و تخصیصات کا اضافہ کرکے اُسکو رسمی میلاد کے قالب میں ڈھالا گیا، جو علمائے کرام اس کے مخالف ہیں وہ سرے سے ذکرِ ولادت کے منکر نہیں

انعقاد کا محرک ہوتا ہے وہ رسول کریم کیساتھ عقیدت اور محبت کا جذبہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو علماء کا جو عوام کے ہادی ہیں یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس جذبہ کے نشو ونما اور ازدیاد کے سامان بہم پہنچائیں[۵] نہ کہ

بلکہ رسمی میلاد کی اصلاح کر کے نفس ذکر ولادت کو وہ اسی قدیمی نہج پر لانا چاہتے ہیں جس پر وہ قرنِ اول میں تھا، ہمارے نزدیک اس سے زیادہ اُنکا کوئی جرم نہیں -۱۲

[۵] شریعت نے جس طرح امر بالمعروف کو ضروری قرار دیا ہے اسی طرح نہی عن المنکر کو بھی، پس یہ خیال کہ صرف معروف کے اجراء اور اشاعت پر اکتفا کیا جائے منکر اُس کے مقابل خود بخود نیست و نابود ہو جائیگا قرآنی حکمتِ عملی کے خلاف ہے۔ قرآنِ حکیم نے اُمتِ مسلمہ کا لائحہ عمل یہ مقرر کیا ہے۔

ولتکن منکم اُمۃ یدعون الی الخیر، ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ○ تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو دُنیا کو بھلائی کی طرف بُلائے اچھے کاموں کو نافذ کرے اور بُری باتوں کو روکے۔

لہٰذا افسوس ہے کہ فاضل مضمون نگار کا یہ مشورہ بھی غالباً اُن حضرات کیلئے قابلِ قبول نہ ہوگا جو دیانۃً اس رسمی میلاد کو احداث فی الدین اور منکر سمجھتے ہیں۔ ص

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی حدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی

[۵] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کی تبلیغ اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی نشر و اشاعت جذبۂ عقیدت و محبت کے ازدیاد کا بہترین ذریعہ ہے جو آغازِ اسلام سے جاری ہے، اسکو رسمی میلاد میں محدود کرنا اور یہ سمجھنا کہ اگر رسمی میلاد دُنیا میں نہ رہے تو مسلمان اپنے مقدس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھول جائیں گے اور آپکی عقیدت و محبت کا جو جذبہ اُن میں اب موجود ہے وہ باقی نہ رہیگا، انتہا درجہ کی غلط فہمی ہے، کیا آجکل کا کوئی مولودی مسلمان یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ صہیبؓ، و بلالؓ، ابوذرؓ و عمارؓ، حسن بصریؒ و سفیان ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ، جنیدؒ و شبلیؒ، شیخ جیلانیؒ و خواجہ اجمیریؒ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ان سب سے زیادہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے؟ حالانکہ ان بزرگوں نے کبھی اس مجلس میلاد کا نام بھی نہ سنا تھا کیونکہ وہ ان حضرات کے زمانہ میں ایجاد ہی نہیں ہوئی تھی، پس جبکہ یہ مشاہدہ ہمارے سامنے موجود ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ مجلس میلاد کے نہ ہونے کی صورت میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام

اُس کے سقوط اور فنا کے، علماء کا کام ہے وہ دال علی الخیر ہیں نہ کہ مانع من الخیر، اور اگر ایک مجلس میلاد
میں جو کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے وہ محض خیر ہی خیر ہے تو جو شخص ایسی مجلس میلاد کے انعقاد سے مانع ہوتا ہے، مانع
من الخیر کہلانیکا ضرور مستوجب ہے۔ خداوند جل وعلیٰ نے اپنے حبیب پاک کے مراتب کا اسقدر خیال رکھا ہے کہ
کہ حضور پر درود و سلام بھیجنا فریضۂ نماز کا ایک جز قرار دیا ہے جب یہ صورت ہے تو کسی مجلس کا انعقاد جسمیں حضور
کے شمائل و فضائل اخلاق و عادات کا روایات صحیحہ کے مطابق ذکر و بیان ہو، کیونکر اُس رب العزت کی
ناخوشنودی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اور اگر ایسی مجلس کا انعقاد رب العزت کی ناخوشنودی کا باعث

کی محبت و عقیدت کا ایمانی جذبہ کمزور یا فنا ہو جائیگا ۱۲ ۵۶ علمائے اُمت کیلئے جسطرح داعی الی الخیر اور آمر بالمعروف
ہونا ضروری ہے، اسی طرح ناہی عن المنکر بھی، اور یہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ جو علمائے کرام اس رسمی مجلس میلاد سے منع کرتے
ہیں وہ درحقیقت اسکو احداث فی الدین اور منکر سمجھتے ہیں لیکن نفس ذکر ولادت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (جبکہ وہ سلف
صالحین کے قدیم طریقہ پر ہو) اسکو وہ حضرات دوسرے اذکار حسنہ کی طرح موجب برکت اور باعث رحمت کہتے ہیں اور اُسکا سلفی
قدیمی مستحسن طریقہ لوگوں کو بتلا کر اُسکی دعوت بھی دیتے ہیں، لیکن بااینہمہ صرف رسمی مجلس میلاد سے منع کرنیکی وجہ سے وہ
آپ کے نزدیک مانع من الخیر کہلانے کے مستحق ہیں، یہ ایک ایسی سنگین جسارت ہے جو ایک ایسے شخص کیلئے کسی طرح
زیبا نہیں جو اپنے کو دنیا کے سامنے ایک محاکم یا طالب تحقیق کی حیثیت سے پیش کر رہا ہو۔ ۱۲

۵۷ مجھے حیرت ہے کہ آپ جیسا ذی علم اور صاحب فہم شخص کیوں اتنے سنگین مغالطہ میں ہے، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی عالی مرتبی اور آپ کے ذکر خیر کی برتری سے کسی کو انکار ہے؟ جو علماء کرام رسمی میلاد کے منکر ہیں وہ بار بار اپنی تقریروں
اور تحریروں میں یہ تصریح فرما چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات آپکی نبوت و رسالت، احکام و اقوال
بلکہ آپ کے عمومی احوال، نشست و برخاست، رفتار، گفتار بلکہ آپکی سواری کے گدھے کے پسینہ و پیشاب کا ذکر بھی اگر
بنیت خیر ہو تو عبادت اور موجب رحمت ہے، بہر حال اُن کا اختلاف صرف رسمی میلاد سے ہے نہ کہ ذکر ولادت کی ہر
مجلس سے۔ اور اگر ذکر خوشی کی ہر مجلس سے اُنہیں اختلاف ہوتا تو حضرت مولانا تھانوی مدظلہ محفل میلاد کی اُس
پہلی صورت کو جو آپ خود اُن کی کتاب سے نقل فرما چکے ہیں کیوں مستحب اور سنت فرماتے، اور کیوں علمائے دیوبند
مواعظ و خطبات میں یہ ذکر خیر کرتے۔ بہر حال حضرات علمائے کرام صرف رسمی میلاد کو بدعت اور ممنوع کہتے ہیں۔

نہیں ہو سکتا تو یہ انعقاد ضرور جائز ہے اور اس کیخلاف حکم دینا غلط اور باطل۔ یہ کلیہ کہ اگر ہم کوئی مباح کام بھی کرنا چاہیں اور اُس مباح کام کرنے کیلئے وقتاً فوقتاً ہم کو کسی اجتماع یا انعقاد مجلس کی ضرورت ہو تو یہ اجتماع یا انعقاد مجلس اُسوقت تک جائز ہوگا جبتک کہ ہم اس اجتماع یا انعقاد مجلس کو

نہ کہ ہر اُس مجلس کو جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت یا آپؐ کے دیگر احوال واشغال، فضائل و شمائل کا ذکر خیر ہو، اور ان دونوں چیزوں میں فرق سمجھنے کیلئے تو کسی بڑی قابلیت کی ضرورت ہی نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ نماز افضل عبادات ہے لیکن زمانۂ قدیم میں جب بعض جدت پسندوں نے "صلوٰۃ الرغائب" اور "صلوٰۃ الفیہ" جیسی نئی نئی نمازیں ایجاد کیں تو علماء دین نے بے لاگ انکو بدعت و معصیت ٹھہرایا حالانکہ ان نمازوں میں رکوع، سجدہ قیام وقعود سب کچھ کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید بھی اسی طرح پڑھا جاتا تھا اور یہی تمام ارکان ادا کئے جاتے تھے، اُن فقہاء کرام میں سے کسی کو یہ منطق نہ سوجھی کہ نماز جیسی عبادت جسمیں قرآن مجید کی تلاوت اور حق تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس تمجید تحمید اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہے وہ کیونکر رب العزت کی ناخوشی و نارضامندی کا باعث ہو سکتی ہے

اور فرض کیجئے کہ اگر آج بھی کوئی جدت پسند یہ کہے کہ شریعت نے مسلمانوں کیلئے صرف دو عیدیں مقرر کیں - ایک عید الفطر دوسری عید الاضحیٰ، لیکن اسوقت مسلمانوں میں ... جذبۂ حبِ نبیؐ کے ازدیاد کیلئے ضرورت ہے کہ مسلمان حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی تقریب میں ایک تیسری عید بارہ ۱۲ ربیع الاول کو اور منایا کریں اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح اس جدید عید میں بھی غسل کریں، اچھے کپڑے پہنیں خوشبو لگائیں اور سارے مسلمان عید گاہ میں جمع ہو کر بطور شکر نعمت دو رکعت نماز جماعت سے ادا کریں - تو کیا یہ تجویز اور تحریک صحیح ہوگی؟ اور کیا آپکے مذکورہ بالا قیاس کی بنا پر اسکے متعلق بھی یہی کیا جائیگا - کہ -

"چونکہ اس عید میلاد میں خدا کی نعمت "رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کا شکر یہ ادا کیا جاتا ہی اور نماز پڑھی جاتی ہے جو افضل عبادات ہے اور اُس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی جذبۂ محبت میں اضافہ ہوتا ہے، لہذا یہ تیسری عید نہ صرف جائز بلکہ ہماری موجودہ ضروریات کے لحاظ سے ضروری بھی ہے"

حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اصولِ اسلام اور مقاصدِ دین سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہوگا وہ کبھی اس قسم کی تحریکات کی اجازت نہیں دیسکتا اور اگر سلف صالحین نے ایسی باتوں کی اجازت دی ہوتی تو یقین کیجئے کہ آج

سلف سے یعنی صحابہ و تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ سے ثابت نہ کر سکیں، اصولاً غلط ہے۔ اور مسلمانوں کی ترقی میں سدِ راہ ثابت ہوا ہے، کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو اختیار کلی نہ ہو کہ ہر زمانہ میں حسب ضرورت کسی مباح امر کا اجراء کر سکیں۔ گو وہ امر سلف میں ہوا یا نہ ہو[ف ۸] اور اس مباح امر کے اجراء میں کسی سند کی تلاش کرنا غیر ضروری ہی نہیں بلکہ مانع ترقی ہے[ف ۹]۔ کیونکہ سند کی تلاش میں مسئلہ کے مختلف فیہ ہونیکا قوی خدشہ ہے اور ایسی صورت میں اس مباح امر کے اجرا کی کوشش مسلمانوں میں ایک نئی بنائے اختلاف پیدا کرکے بجائے ترقی کے اُن کے تنزل کا باعث ہوگی[ف ۱۰]۔ لہٰذا علماء کرام کی خدمت میں گذارش ہے

مذہب مقدس کی وہی گت بنی ہوتی جو اگلے دینوں کی ہو چکی ہے۔

درحقیقت ہماری تمام دینی ضروریات کا احساس ہم سے کہیں زیادہ ہمارے پیغمبر فداہ امی وابی وروحی قلبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں اُن پر نازل ہوں کہ وہ ہماری ساری دینی ضرورتیں پوری فرما گئے اور ہم کو دین کے بارے میں کسی ایجاد و اختراع کا محتاج نہ چھوڑا۔ صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ و علیٰ آلہ وذریتہ وجزاء باحسن ماجزی بہ نبیاً عن امتہ۔

ف ۸۔ بیشک مسلمان ہر مباح کے کرنے کے مجاز ہیں، لیکن اُنکو یہ حق کسی طرح حاصل نہیں کہ کسی مباح کو اپنی طرف سے کسی خاص صورت میں مقید کرکے جاری کریں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی وہ اپنی ایجاد کردہ تقییدات کا پابند بنائیں۔ اور جو اُنکا ہمنوا نہ ہو اُسکو خطاکار اور گمراہ سمجھیں۔ کہ یہ حدود اللہ سے کھلی تعدی ہے ۱۲

ف ۹۔ ہمارے نزدیک مسلمان کی ترقی کا مفہوم یہ ہے کہ وہ قیود شریعت کا زیادہ سے زیادہ پابند ہو۔ سہ

قدم بڑھاؤ ترقی کرو ضرور دلے ۔۔۔ رہے رسول کے قدموں پہ سر خدا کے لئے

ف ۱۰۔ محترم مضمون نگار کے اس سارے مضمون میں یہ خط کشیدہ دو سطریں بہت ہی زیادہ قابل تعجب ہیں اور کسی صاحب فہم و ذکا کے قلم سے ان الفاظ کا نکلنا یقیناً موجب حیرت ہے۔ گویا آپ کا منشا یہ ہے کہ علماء کرام (جنکی حیثیت حکومت الٰہیہ کی پولیس کی ہے۔) حدود شریعت سے لوگوں کی تعدی اور آئین مذہب کی خلاف ورزی اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور خاموش رہیں اور بدعات و محدثات کے کسی مروج سے سند کا بھی مطالبہ نہ کریں۔ کیونکہ اسمیں اختلاف

کہ وہ علی الاعلان اس بات کا فتویٰ دیدیں کہ کسی مباح کام کرنے کیلئے یا اگر ایسے کام کرنے کیلئے کسی اجتماع یا انعقادِ مجلس کی ضرورت ہو تو ایسے اجتماع یا انعقاد مجلس کیلئے کسی سند کی تلاش کی اصلا ضرورت[۱۱] نہیں ہے

کا اندیشہ ہے، گویا بالفاظ دیگر، باہمی اختلاف کے موہوم خطرہ کیوجہ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا دروازہ ہی بند کر دیا جائے۔

پھر کسقدر سنگین مغالطہ ہے کہ سند کے تلاش کرنے سے اختلاف پیدا ہو جائیگا، حالانکہ زہوں کا اختلاف اسی سے پیدا ہوتا ہے کہ ہر شخص مذہبی معاملات میں اپنے کو مطلق العنان سمجھنے لگے، اگر سب فرادِ امت اپنے کو ایک قانون کا پابند سمجھیں اور بلا کسی شرعی سند کے مذہبیات میں کوئی قدم نہ اٹھائیں تو کبھی کوئی اختلاف پیدا نہو ولنعم ما قیل ؎

از یکے گو وز ہمہ یکسوئے باش　　　یک دل و یک قبلہ و یک روئے باش

[۱۱] - ہر مباح کام کرنیکی علماء کیطرف سے عام اجازت ہی اور اسکے لئے حسب ضرورت لوگوں کا اجتماع یا مجلس کا انعقاد بھی مطلقاً ممنوع نہیں (جسطرح کہ عام طور پر مواعظ وغیرہ میں ہوتا ہی) البتہ اگر کوئی مباح بلکہ مستحب فعل بھی اہل ہویٰ کی زیادتیوں کیوجہ سے بدعت کی شکل اختیار کرلے تو وہ بھی ممنوع ہو جاتا ہی ——— فقیہ الامت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے اطلاع دی کہ فلاں مسجد میں بعد مغرب ایک جماعت بیٹھتی ہے اور ان میں سے ایک شخص کہتا ہی کہ اتنی دفعہ ” اللہ اکبر “ کہو اتنی دفعہ سبحان اللہ کہو، اتنی دفعہ ” الحمد للہ “ کہو، چنانچہ حاضرین جماعت ایساہی کرتے ہیں" حضرت موصوف وہاں تشریف لائے اور ذاکرین کی اُس جماعت کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا۔

انا عبد اللّٰہ بن مسعود فو الذی لا الٰہ غیرہٗ میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور خادم) عبد اللہ بن مسعود لقد جئتم ببدعۃ ظلماً او لقد فقتم علی اصحاب　　　ہوں، خدائے وحدہٗ لا شریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ) تم نے یہ نہایت محمد علیہ السلام علماً۔　　　تاریک بدعت کی ہے یا تم علم میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑھ گئے ہو کہ ایسی اعمال بجا لاتی ہو جنکا علم بھی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہی

مجالس الابرار - المجلس الثامن عشر صفحہ ۱۳۳

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان مبارک ہمارے آجکل کے بہت سی اختلافی مسائل کیلئے قول فیصل ہی، یہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ترین صحابی اور درسگاہ نبوت کے سند یافتہ مفتی ہیں انہی کے متعلق آنحضرت کا ارشاد ہے ما قال لکم ابن ام عبد فصدقوہ - جو تم کو ابن مسعود بتائیں اسکو ماخوذ اور ان کے کہے کی تصدیق کرو -!

پس ہمارے لئے بارگاہ نبوت کے اس مستند مفتی کا فتویٰ ہی بس ہی ـ و کفی بہ ولیاً مرشداً -　　　(باقی آئندہ)

ذکرِ حبیبؐ !

(از جناب عابد معروفی فاضل دیوبند)

ہمدموا آؤ شہِ ابرار کی باتیں کریں
دل سے ہم کونین کے سردار کی باتیں کریں

باعثِ تکوینِ عالم جس کی عالی ذات ہو
اس شہِ لولاک کے اسرار کی باتیں کریں

چھوڑ دیں اب عارضِ گلنارِ جاناں کی بحث
احمدِ مختارؐ کے رخسار کی باتیں کریں

ذکر کرنا ہے خطا مشکِ ختن کا سربسر
آؤ اب اس زلفِ عنبربار کی باتیں کریں

پھر نوائے شوق سے چھیڑیں ربابِ سرخوشی
پھر ہم اپنے سازِ دل کے تار کی باتیں کریں

وہ لبِ لعلیں سے دُرافشانی فرماتے رہیں
اور ہم اس چشمِ گوہربار کی باتیں کریں

عابدِ شیدائی بلبل کو مبارک ذکرِ گل
آؤ ہم اس نیّرِ انوار کی باتیں کریں

الا اللہ

(۱۰)

از جناب مولنا محب الحق صاحب حسینی رفیق ادارہ الفرقان بریلی

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو الفرقان بابتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ

یہ تحفظات تو حضور نے اپنی ذاتِ گرامی کے متعلق فرمائے لیکن اس کے علاوہ بھی جو چیزیں توحید الٰہی کے راستہ میں حائل ہو سکتی تھیں اور جو تخیلات انسان کیلئے شرک کے محرک ہو سکتے تھے اُس کا بھی آپ نے پورا پورا استیصال فرما دیا، اس سلسلہ میں انسان کی سب سے زیادہ خطرناک گمراہی یہ تھی کہ وہ خدا کے سوا کسی اور کو بھی اپنے نفع و ضرر کا مالک و مختار اور اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھے، کیونکہ یہی غلط عقیدہ ضلالت کا وہ سنگِ بنیاد ہے جسکی وجہ سے محروم البصیرت انسان غیر اللہ کی پرستش کرتا ہے اور آستانۂ خداوندی کو چھوڑ کر دوسری چوکھٹوں پر جبیں سائی کرنے لگتا ہے ورنہ انسان اپنی سرشت کے لحاظ سے اتنا سرکش اور مغرور واقع ہوا ہے کہ وہ بےغرض کسی کے سامنے سر نیچا کرنا بھی نہیں چاہتا چہ جائیکہ وہ کسی کی پوجا کرے

وہ اگر بتوں اور دیوتاؤں کو پوجتا ہے تو صرف اسلئے کہ وہ اُنکو حاجت روا سمجھتا ہے، وہ اگر دریاؤں اور درختوں کے سامنے جھکتا ہے تو صرف اس خیال سے کہ اُس سے اُسکی زندگی تر و تازہ رہیگی، وہ پیروں شہیدوں کی نذریں مانتا ہے تو صرف اس امید پر کہ وہ اُسکی مرادیں پوری کر دینگے، وہ شیخ سدو یا بھوانی دیوی کی بھینٹ چڑھاتا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ وہ گمراہ اپنی کامیابی اور کامرانی انہیں میں سمجھتا ہے، اور وہ اگر قبروں کو سجدے کرتا ہے، اُن پر چراغاں کرتا ہے، مزاروں پر چادر یا گل چڑھاتا ہے تو صرف اس غلط اعتقاد کی وجہ سے کہ یہ صاحبِ مزار بزرگ ہی گوہر مقصود سے اُس کا دامن بھر دینگے۔

الغرض انسان اگر شرک کا مرتکب ہوتا ہے تو صرف کسی نفع کی طمع میں، یا کسی ضرر کے خوف سے۔ ورنہ اگر اُس کو یہ یقین ہو جائے کہ نفع و ضرر کی کنجی بس خدا ہی کے قدرت والے

ہاتھوں میں ہے اور وہی رحمت و کلفت اور منفعت و مضرت کے خزانوں کا تنہا مالک ہے اور بلا اسکی مرضی کے نہ مجھے کوئی ذرہ برابر راحت پہنچ سکتی ہے، نہ شمہ برابر تکلیف تو یقین ہے کہ وہ کبھی بھی شرک کی نجاست سے آلودہ ہو، اور تذلل و التعبد کیساتھ وہ کسی مخلوق کے آگے بھی سر نہ جھکائے، بہرحال شرک اور مخلوق پرستی کی جڑ بنیاد درحقیقت یہی نفع و ضرر کا اعتقاد ہے پس گمراہی کی اس اصل و اساس کو بیخ و بن سے اکھاڑنے، اور طاغوت پرستی کے تمام راستے بند کرنے کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ذریعہ دنیا کو خدا کا یہ پیغام سنایا اور بار بار سنایا کہ۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ " اللہ تعالیٰ بندوں پر جو رحمت نازل کرنا چاہے اسکو کوئی روکنے والا نہیں اور جس نعمت کو وہ روک لے پھر اسکو کوئی دینے والا نہیں

کبھی اسی حقیقت کے اعلان و اعلام کے لئے آپکی زبان وحی ترجمان پر خدا نے یہ جلال و جبروت سے لبریز کلمات جاری فرمائے۔

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ط

اگر وہ قادر و قہار تم کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو پھر اسکو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے، اور اگر وہ تمکو کسی نعمت سے نوازنا چاہے تو پھر اسکی بخشش کو کوئی طاقت روک بھی نہیں سکتی

اور کبھی توحید کی اس اصل و اساس کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے دنیائے شرک و کفر کو اذنِ عام (عمومی چیلنج) دیا گیا کہ۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ط (سورہ بنی اسرائیل)

(اے رسول آپ ان سے کہئے) کہ جنکو تم خدا کے سوا (نفع و ضرر کا مختار) سمجھتے ہو ذرا تم ان کو پکارو تو سہی۔ وہ تو تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ ٹالدینے کا، وہ تو خود ہی خدا کا تقرب (اور اسکی خوشنودی) حاصل کرنے کے لئے ذریعہ کی جستجو کرتے ہیں (یعنی یہ خدا کے نیک بندے تو خود ہی اسکی بندگی کرکے اسکا تقرب حاصل کرتے ہیں) اور اسکی رحمت کے امیدوار ہیں اور اسکے عذاب سے خائف رہتے ہیں۔ بیشک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی قابل ہے۔

اور کبھی اسی تبلیغ کا اعادہ اسطرح فرمایا گیا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ

اے رسول آپ (ان مشرکوں سے) فرمایئے کہ جنکو تم خدا کے سوا اپنا حامی سمجھتے ہو انکو پکارو، وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں اور نہ انکی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے۔

اور کبھی اسی حقیقت کے چہرہ سے یہ کہکر نقاب اٹھایا گیا۔

والذين تدعون من دونه لا يستطيعون نصركم ولا انفسهم ينصرون

اور خدا کے علاوہ جنکو تم (اپنی حاجت روائی کیلئے) پکارتے ہو وہ تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کرسکتے اور نہ اپنی ہی مدد کرسکتے ہیں

اور کہیں صاف الفاظ میں ارشاد فرمادیا گیا

ان الذين تدعون من دون الله عباد امثالكم خدا کے علاوہ جنکو تم پکارتے ہو وہ تو تمہاری ہی طرح بندے ہیں

اور اسی بنا پر تہدید آمیز اور جبروتی حکم بھی سنادیا گیا۔

ولا تدع من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك فان فعلت فانك اذا من الظلمين

اور تم خدا کے سوا اُن کو مت پکارو (اور اُنکی مت عبادت کرو) جو نہ تمکو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر اور اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہوجاؤگے

ان ارشادات نے درحقیقت مخلوق پرستی کی جڑیں کاٹ دیں اور شرک کے تمام راستے بند کردیئے اگر ایک شخص کو بالیقین معلوم ہوجائے کہ ہر قسم کے نفع و ضرر کا مالک و مختار بس خدا ہی ہے اور صرف اسی کے قدرت والے ہاتھوں میں میری صلاح و فلاح ہے اور اسمیں کسی دوسری طاقت کو کوئی دخل نہیں اور اس اسلامی تعلیم پر وہ سچے دل سے ایمان لے آئے کہ

لو جهد العباد ان ينفعوك بشيء لم يقضه الله لك لم يقدروا عليه ولو جهد العباد ان يضروك بشيء لم يقضه الله عليك لم يقدروا

اگر سارے بندے ملکر مجھے کوئی ایسا نفع پہنچانا چاہیں جو خدا نے میرے لئے مقدر نہیں کیا تو وہ ہرگز نہیں پہنچا سکتے اور اگر سب ملکر مجھ کو کوئی ایسا نقصان دینا چاہیں جو خدا نے میرے لئے مقدر نہیں کیا تو وہ ہرگز میرا بال بھی بیکا نہیں کرسکتے۔ (ترمذی شریف)

پس اس القان اور اذعان کے بعد ناممکن ہے کہ وہ شخص شرک کی لعنت میں گرفتار ہو۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں اور الحمد للہ علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ صرف یہی ایک تعلیم شرک کی رگوں کے کاٹنے کے لئے کافی تھی - اور اگر آقائے اُمت اس سلسلہ میں اُمت کو صرف ایک ہی سبق دیجاتے تو تبلیغ توحید کا حق بڑی حد تک ادا ہو جاتا، مگر ہمارے ماں باپ اور ہماری جان قربان ہو اُمت کے اس محسنِ اعظم پر جس نے اُمت کی سادگی اور بھولے پن پر رحم فرماتے ہوئے اسی قدر پر اکتفا نہیں فرمایا - بلکہ جو چیزیں کبھی منجر الی الشرک ہو سکتی تھیں یا جن اعمال سے شرک کا وہم و گمان بھی ہو سکتا تھا اُنکی بھی صاف صاف نہی فرمادی اور اسطرح مبادی اور موہماتِ شرک کا بھی انسداد فرمادیا -

اس سلسلہ میں احادیثِ ذیل خاص طور پر قابلِ غور ہیں -

(۱) عن عقبة بن عامرٍ مرفوعاً من تعلّق تميمةً فلا اتمّ الله له و من تعلق ودعةً فلا ودع الله له وفی روایة من تعلق تمیمةً فقد اشرك (رواہ احمد)

(۲) عن عمران بن حصین انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم رأى رجلًا بیدہٖ حلقة من صفر فقال ما ھذا؟ قال من الواھنة قال انزعھا فانھا لا تزیدك الّا وھنًا ولو متّ وھی علیك ما افلحت

(۳) عن رویفع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رویفع لعل الحیٰوة ستطول بك فاخبر الناس ان من عقد لحیتہ او تقلد وترًا او استنجی برجیع دابة او عظم فان محمدًا بری منہ -

ان روایات میں دفع مرض کیلئے، کانسی، پیتل کا کڑا پہننے کو یا گلے میں ایسے فلیتے ڈالنے منکا لٹکانے، یا تانت باندھنے کو جو شرک اور اللہ اور رسول کی ناراضی و بیزاری کا سبب بتلایا گیا ہے، اُسکی وجہ یہی ہے کہ جاہل ان چیزوں کی تاثیر کا خیال کر کے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

ایکدفعہ رات کو کچھ بارش ہوئی صبح کو بعد نماز فجر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"تمہارے پروردگار (جل وعلا شانہٗ) نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض نے ایمان کے ساتھ صبح کی ہے اور بعض نے کفر کی حالت میں۔

فاما من قال مطرنا بفضل اللہ و رحمتہ فذالک مومن بی وکافر بالکوکب واما من قال مطرنا بنوء کذا و کذا فذالک کافر بی و مومن بالکواکب۔

سو جنہوں نے رات کی بارش کے متعلق کہا کہ ہم پر یہ بارش خدا کے فضل وکرم سے ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لائے اور ستاروں کی تاثیرات کے منکر ہوئے اور جنہوں نے کہا کہ ہم پر یہ بارش فلاں نچھتر کی وجہ سے ہوئی ہے انہوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں کی تاثیرات پر وہ ایمان لائے۔

اس حدیث قدسی میں جن لوگوں کو کافر گردانا گیا ہے انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ "فلاں ستارہ نے پانی برسایا"، بلکہ صرف یہ کہا تھا کہ "مطرنا بنوء کذا"، فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی، گویا انہوں نے نچھتر کو بارش کا سبب مانا تھا، مگر اُنکی اس خطا کو کفر سے متعبیر کیا گیا جس سے بادنیٰ تامل معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام اپنے پیرووں کو اُن راستوں سے بھی بچانا چاہتا ہے جو کبھی شرک تک منتہی ہو سکتے ہوں۔ اور اسی لئے وہ ایسی تعبیرات اور اطلاقات کو بھی برداشت نہیں کرتا جو کسی درجہ میں بھی توحید خالص کے خلاف ہوں۔ چنانچہ غلاموں، اور لونڈیوں کو "عبدی و امتی" کہنے سے حضور آقائے اُمت نے ممانعت فرمادی اور ارشاد فرمایا۔

لا یقل احدکم عبدی و امتی ولیقل فتای غلامی وفتاتی

تم میں سے کوئی (اپنے غلام اور اپنی کنیز کو) "عبدی و امتی" کے الفاظ سے نہ پکارے بلکہ غلام اور لونڈی وغیرہ کہا کرے"

اور اسی لئے آپ نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے بھی قطعاً ممانعت کی ہے کہ یہ بھی منجر الی الشرک ہے

بلکہ ایک حدیث میں صاف یہی فرمایا من حلف بغیر اللہ فقد اشرک جسے غیر کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا ۔

درحقیقت ان تمام مناہی کا مقصد صرف یہی ہے کہ اُمت کسی وقت مبتلائے شرک نہو جائے ۔ اور اگر غور فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قبروں کو پختہ اور بلند بنانے، اُنپر عمارتیں کھڑی کرنے اُن پر چراغان کرنے، اُن کو پُر رونق بنانے سے جو سخت ممانعتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ بھی اسی لئے ہیں کہ یہی چیزیں قبر پرستی کا باعث بنجاتی ہیں ۔

آج عرس کے نام سے جن قبروں پر میلے لگائے جاتے ہیں، چادریں چڑھائی جاتی ہیں سجدے کئے جاتے ہیں وہ سب وہی ہیں جنپر اونچی اونچی عمارتیں ہیں، روشن قندیلیں ہیں جنکو ہر قسم کے سامان زینت سے مزین اور آراستہ کیا گیا ہے ورنہ اللہ کی وسیع زمین میں صحابہ و تابعین شہداء و صالحین کی ہزاروں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں قبریں ہیں لیکن وہاں کوئی شور و شر نہیں ۔ نہ وہاں قوالوں کی تانیں ہیں، نہ باجوں کی چیخ و پکار، نہ طوائفوں کا ناچ مجرا ہے، نہ سجدہ نہ طواف، نہ چادر نہ گاگر، نہ مرغا نہ بکرا ۔ نہ گل نہ شمع ۔ ع

نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

بہر حال اُن قبروں پر سکون ہے ۔ خدا کی رحمت برستی ہے ۔ رحمت کے فرشتوں کو بھگانے کیلئے وہاں شیطانی نغمے بلند نہیں ہوتے، کیوں صرف اسلئے کہ وہ قبریں طریق سنت پر ہیں، اُنپر قبے نہیں بنائے گئے، چراغ روشن نہیں کئے گئے ۔ اُن کو کسی دوسری قسم کے سامانِ آرائش سے بھی آراستہ نہیں کیا گیا ۔

بہر حال قبروں کے متعلق شریعت میں جو یہ احکام تھے اُن کا منشا بھی اغلباً مبادی و موہمات شرک ہی سے روکنا تھا ۔ واللہ اعلم

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپکے لائے ہوئے الٰہی پیغامات میں ابھی بہت سے ایسے احکام موجود ہیں جنکا میں اجمالی تذکرہ بھی نہیں کر سکا ہوں اور وہ بھی استحکام توحید و استیصال شرک

ہی کے باب سے تعلق رکھتے ہیں لیکن جسقدر حصہ میں نے نقل کیا ہے اُس سے بھی ہر صاحب بصیرت یقین کر سکتا ہے کہ خدا کے اس آخری پیغامبر اور توحید الہی کے اس آخری ناشر اصلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقی توحید کے پھیلانے اور شرک و مبادی شرک کے مٹانے کیلئے کسقدر زبردست جہاد فرمایا ہے اور جن چیزوں میں شرک کا ذرا بھی شائبہ ہو سکتا تھا اُن سے بچنے کے لئے اپنی اُمت کو کتنی سخت تاکیدیں فرمائی ہیں ۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ جزاءً یکون لحقہ اداءً ولعنائہ کفاءً

مگر آہ! آہ! ثم آہ! علیٰ ما فرطتم فی جنب اللہ ، !

کسقدر بدنصیب اور سیاہ بخت ہو وہ اُمت جو اپنے رؤف و رحیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام احکامات وارشادات سے بے پرواہ ہوکر شرک کے سمندروں میں غوطے لگا رہی ہے اور اگلی اُمتوں میں جو جو شرک ہوئے تھے اُن سب کی یادگار اس اُمت میں موجود ہے ۔

صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال

لتر کبن سنن من کان قبلکم ، الحدیث : تم اگلی گمراہ اُمتوں کے قدم بقدم چلنے رہو گے ،،

اس سچی اور صادق پیشگوئی کے مطابق آج آپکو مدعیان اسلام میں ایک بڑی تعداد اُنکی بھی ملیگی جو علم غیب اور علم محیط میں خدا کے بہت سے شریک مانتے ہیں ، اور یہ وہی اشتراک فی الصفات ہے جو مشرکین عرب میں پایا جاتا تھا ۔ آج آپکو اسی اُمت مسلمہ میں ایسے بھی بہت سے گمراہ ملیں گے جو بزرگان دین کی ارواح مقدسہ کو کارخانۂ عالم میں متصرف سمجھتے ہیں ، بیٹا بیٹی دینا ، کاروبار میں نفع عطا کرنا ، تندرست کو بیمار بیمار کو شفایاب کرنا اُنکے قبضہ و اختیار میں جانتے ہیں اور اسی لئے یہ بدبخت اپنی ہر حاجت اُنہی سے طلب کرتے ہیں اور ہر مصیبت میں اُنہی کو پکارتے ہیں ، اُنہی کے نام کی دُہائی دیتے ہیں حالانکہ یہی وہ اشتراک فی الافعال اور اشتراک فی التصرف ہے جو مشرکین عرب کا سب سے بڑا جرم تھا بلکہ قرآن عزیز شہادت دیتا ہے کہ امور مہمہ اور مصائب عظمیٰ میں عرب کے وہ سخت مشرک بھی اپنے سب دیوتاؤں کو بھول جاتے تھے اور صرف خدا کو یاد کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ کچھ سخت مشکلیں ایسی بھی ہیں کہ اُنکو خدا ہی آسان کر سکتا ہے چنانچہ قرآن کہتا ہے ۔

واذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین ٥ — جب وہ دریائی سفر میں کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اخلاص کے ساتھ بس خدا ہی کو پکارتے ہیں۔

واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ ٥ — (اے مشرکو!) جب تم کو دریائی سفر میں (طوفان وغیرہ کی) مصیبت پہنچتی ہے تو تم خدا کے سوا تمام دیوتاؤں کو بھول جاتے ہو۔

لیکن اپنے آپکو مسلمان اور موحد کہنے والوں میں ایسے بدبخت بہت سے ہیں جو دریا کی موجوں اور سمندر کے تلاطم خیز تھپیڑوں میں بھی یہی پکارتے ہیں۔ ؎

بگرداب بلا افتاد کشتی — مدد کن یا معین الدین چشتیؒ

علاوہ ازیں مشرکین عرب اپنے دیوتاؤں سے صرف دنیاوی نعمتیں طلب کرتے تھے لیکن یہ گمراہ آخرت کے خزانوں کا مالک ومختار بھی بزرگان دین ہی کو سمجھتے ہیں اور اُنکا ہر وقت کا وظیفہ یہ ہے۔ ؎

امداد کن امداد کن از بحر غم آزاد کن — در دین و دنیا شاد کن، یا شیخ عبد القادرؒ

کفار عرب اگر اپنا نام "عبد العزیٰ" اور "عبد المسیح" رکھتے تھے تو آج بہت سی باغیان ... توحید آپکو عبد الغوث اور عبد المصطفیٰ (اور عبد الرضا) نام رکھنے والے بھی ملیں گے حالانکہ قرآن گواہ ہے کہ اللہ کے کسی پیغمبر نے (نہ حضرت مسیح بن مریم نے اور نہ آقائے کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ اس مقدس گروہ کے کسی اور فرد نے) کبھی بھی اپنی امتوں کو یہ تعلیم نہیں دی۔ کہ

کونوا عبادا لی من دون اللہ — خدا کے سوا ہمارے بندے بنجاؤ۔

بلکہ اُن سب کی متحدہ اور متفقہ تعلیم یہی تھی۔ کہ

کونوا ربانیین — بس اللہ والے ہوجاؤ

مگر بدنصیب اُمت نے انبیا ورسل کی اس متحدہ ومتفقہ تعلیم کے مقابلہ میں بھی علم بغاوت بلند کیا اور خدا کے سوا دوسروں سے بھی عبدیت کا رشتہ جوڑنا شروع کردیا، اور مسیح کے پرستاروں نے "عبد المسیح" وغیرہ نام رکھکر قانون الٰہی سے جو بغاوت کی تھی اُسی کے جراثیم آج اُمت اسلامیہ میں بھی پھیل رہے ہیں۔ اور حضرت محمدؐ ومسیحؑ کے رب کی قسم کہ اگر "عبد المسیح" نام رکھنا توحید کی بغاوت ہے تو یقیناً "عبد المصطفیٰ" نام رکھنا بھی

توحید کا ایک گونہ مقابلہ ہے۔ اور افسوس ہے کہ ان دشمنانِ توحید نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے غرض ہر حال میں خدا کے نام کی بجائے دوسروں ہی کا نام لینا شروع کر دیا ہے اور اب اُن کا ہر وقت کا وظیفہ "یا اللہ" کے بجائے "یا علی مشکلکشا" اور "یا غوث" رہ گیا ہے۔ کیا ان حالات میں کوئی قوم فلاح پا سکتی ہے؟ هیهات هیهات لما توعدون اور کاش یہ گمراہ اسی پر بس کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ جسطرح مشرکین قدیم نے غیر اللہ کی عبادت کی انہوں نے بھی اُسکی پوری پوری نقل اُتاری، آپ دیکھیں گے کہ ان مسلم نما مشرکوں میں بہت سے ایسے ہیں جنکو محراب مسجد میں سر رکھنے کی عمر بھر توفیق نہیں ہوتی لیکن مزار شریف پر سجدہ ضرور کر لیتے ہیں وہ اگرچہ طواف کعبہ اور حج بیت اللہ سے محروم ہیں لیکن پیر صاحب کے روضہ کا طواف قضا نہیں ہوتا، وہ اللہ کے نام پر کبھی قربانی نہ کریں لیکن پیر صاحب کے نام کا مرغا یا بکرا ضرور چڑھا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام اشراک فی العبادت کی جزئیات ہیں۔ اور یہی وہ جرم عظیم ہے جسکی وجہ سے کفار عرب مشرک ٹھیرائے گئے اور اگر اس طاغوت پرستی کے باوجود بھی کوئی شخص مشرک نہیں ہوتا اور موحد ہی رہتا ہے۔ تو یقین کرو کہ ابو جہل اور ابو لہب اور اُن کے تمام ہم مشرب بھی مشرک نہیں ہو سکتے کہ اُن کا کوئی شرک اس سے بڑھا ہوا نہیں تھا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں اور علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ۔

"قسم اللہ کی اگر یہ سب کچھ شرک نہیں ہے تو پھر شرک کی کوئی موجود حقیقت نہیں۔ اور اگر یہ کفر نہیں ہے تو دنیا میں کفر کا کوئی فرد بھی موجود نہیں"

اس موقعہ پر جو کچھ میں نے کہنے کا ارادہ کیا تھا میں اُس سے زیادہ کہہ چکا اس کے بعد بس خدا کی شدید گرفت اور اُس کا سخت عذاب ہی۔ اب آخر میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ اے اسلام کے فرزندو! شرک کی نجاست سے بچو، کہ یہ اپنی ہستی پر تمہارا سب سے بڑا ظلم ہے۔ اور یہی وہ ننگ ہلاکت ہے جو کتنی ہی قوموں کے شیرازۂ ہستی کو پراگندہ کر چکا ہے۔ اسی جرم عظیم کے باعث قوم نوح طوفان کی نذر ہوئی، اسی شقاوت کی پاداش میں قوم عاد تیز و تند آندھیوں سے ہلاک کیگئی اور اسی بغاوت کی سزا میں قوم لوط پر کنکروں اور پتھروں کی بارش ہوئی اور اسی ضلالت کے باعث فرعون اور فرعونیوں کو غرقاب کیا گیا پھر کیا تم گمان کرتے ہو کہ ان مشرکانہ حرکات کے باوجود کوئی فلاح پا سکو گے؟ کیا تمہارے لئے امم ماضیہ کے ان عبرتناک واقعات اور زندگی بخش الہیات میں کوئی نصیحت نہیں؟ ان هٰذہ تذکرة فمن شاء اتخذ الیٰ ربہ سبیلا - عبدالرحمٰن پانی پتی غفرلہ

ابتداع اور فریضۂ تبلیغ

از جناب مولانا ابوالحسن صاحب غازی پوری

ماضی

کہتے ہیں تھا قرونِ گزشتہ میں یہ طریق
اسلام دوستی ہی میں کوشاں تھے سب فریق

حنفی ہو شافعی ہو، کہ ہو حنبلی کوئی
یا کوئی اپنے آپ کو کہتا ہو مالکی،

احقاقِ حق کے واسطے لڑتے تھے سب کے سب
کرتے تھے علمِ دین کی خدمت بصد ادب

اسلام انکے وقت میں پھولا، پھلا، بڑھا
تھا منزلِ مراد پہ جو بھی قدم اٹھا

حال

بدقسمتی سے اب وہ زمانہ ہوا قریب
آپس میں لڑ رہے ہیں مسلمان بدنصیب

ایسی نزاع ہے کہ خدا کی پناہ ہے
اجماع امر خیر پہ گویا گناہ ہے

ہر فرقۂ جدید کی کوشش ہی بس یہی
اسکی ہی بات، بات ہو اچھی ہو یا بُری

برپا ہے ایسا فتنہ کہ مشکل ہے اب پناہ
کیوں ملتِ عزیز کی حالت نہ ہو تباہ

انہماک فی البدعات

ہر مبتدع ہے فکر میں اسکی لگا ہوا
یعنی مٹا دے نام بھی باقی رہا سہا

اسکی بلا سے دین کی اُڑ جائیں دھجیاں
پر اسکی بدعتوں میں کمی ہو نہ کچھ عیاں

ہو تعزیوں میں ختم محرم کے روز و شب
توہینِ حق کا نام ہو اسلام؟ یا عجب

جبتی رسوم بد ہیں ادا ہوں وہ شوق سے
پر سنتِ رسول پہ گردن نہ جھک سکے

عرسوں میں بزرگوں کی کرو ایسی بدعتیں
شرمائے جس سے کفر نہ شرم آئے پر ہمیں
پر لطف صحبتیں ہیں عجب اک ہجوم ہے
پیرانِ باصفا کی مزاروں پہ یہ دہوم ہے
کھانے نئے مزے کے ہیں رقص و سرود بھی
سامانِ عیش جمع ہیں اور کھیل کود بھی
مفتوح ہیں ہر ایک پہ منت کے راستے
آتے ہیں دور دور سے شرکت کی واسطے

تبلیغی مشکلات

جو شخص کل امور میں سنت سے کام لے
بدنام اسکو کردو وہابی کے نام سے
بدعات کی برائی کرے گر کوئی بیان
تم دشمنی پہ آؤ اتر ہو کے اک زبان!
ہر لحجہ کجروی ہی کو تم اپنی راہ دو!
اصلاحِ حال ہو تو پھر کسطرح سے ہو
احیاءِ دینِ حق میں جو کوشاں ہیں راتدن
منزل ہے انکے سامنے بے انتہا کٹھن

جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب کے حقائق و معارف

کیا یہی ہمارے امیر ہیں؟

از جناب علاؤ الدین صاحب مست بی اے

این چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم — ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان — طوق زرین ہمہ در گردن خر می بینم

الفرقان کے ناظرین مجھے بھولے نہ ہوں گے۔ گذشتہ سال الفرقان میں کئی مضمون میرے شائع ہو چکے ہیں لیکن جب سے میرے محترم اور کرمفرما دوست مولٰنا سید محب الحق صاحب حسینی مختار (معاون مدیر الفرقان) بریلی سے تشریف لے گئے۔ اُس وقت سے دفتر الفرقان میں میری آمد رفت بھی کم ہو گئی بلکہ جہان تک یاد آتا ہے اس دس مہینہ کے عرصہ میں شاید ایک ہی دفعہ وہاں کی حاضری کا اتفاق ہوا ہے۔ لیکن الفرقان کے محترم مدیر جناب مولٰنا محمد منظور صاحب نعمانی سے میرے قلبی تعلقات ضرور باقی رہے۔ یہاں تک کہ جب مسجد شہید گنج کے استخلاص کیلئے راولپنڈی کانفرنس نے، جناب حضرت پیر سید جماعت علیشاہ صاحب کو امیر ملت منتخب کیا اور مولٰنا محمد منظور صاحب نے اُن کی امارت کے خلاف الفرقان کے ایک ضمیمہ میں احتجاج کیا تو مجھکو مولٰنا کا یہ اقدام نہایت ناپسند معلوم ہوا اور میں نے سمجھا کہ مولٰنا کا دل رواداری کے جذبات سے بالکل خالی ہے اور وہ اپنے اس اقدام سے ملت کے مفادِ عمومی کو خانہ جنگی پر قربان کر رہے ہیں۔ اور اسی وجہ سے میرے قلب میں مولانا کی وہ عزت اور عظمت نہ رہی جو اس سے پہلے تھی۔ مگر اب پیر صاحب موصوف کی بریلی تشریف آوری کے بعد مجھے ندامت کیساتھ اعتراف کرنا پڑا کہ میں غلطی پر تھا اور اسکی وجہ پیر صاحب کی حیثیت اور شخصیت سے ناواقفی تھی۔

واقعہ یہ ہوا کہ جب اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ جمعیت العلماء کانپور کے اجلاس بداؤں

کی صدارت حضرت پیر صاحب فرمائیں گے تو صرف پیر صاحب کی زیارت اور ملاقات کے خیال سے میرا قصد بدایوں جانے کا ہوا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ جناب ممدوح اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد بریلی کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمائیں گے۔ تو میں نے بدایوں کا ارادہ ترک کر دیا اور اس مبارک ساعت کا انتظار کرنے لگا جبکہ حضرت بریلی رونق افروز ہوں، یہاں تک کہ وہ روز سعید بھی آگیا۔ رات ہی کو شہر کے تمام حصوں میں اعلان ہوگیا کہ صبح ۸ بجے حضرت پیر صاحب اسٹیشن بریلی پر نزول اجلال فرمائیں گے تمام مسلمان وہاں پہنچکر آپ کا استقبال کریں۔ میں صبح ہی سراپا شوق اور مجسمہ انتظار بن کر اسٹیشن پہنچگیا تا آنکہ شاہجہانپور سے وہ ٹرین آئی جسمیں پیر صاحب کو تشریف لانا تھا مسلمانوں کے جم غفیر نے (جو تقریباً دو ڈھائی سو آدمیوں پر مشتمل تھا) پرجوش استقبال کیا اور جلوس کے ساتھ آپکو لایا گیا۔

اس موقعہ پر یہ عرض کر دینا بھی بیجا نہ ہوگا کہ "جمعیۃ الاحناف بریلی" اور بعض دیگر حضرات نے اس موقعہ پر پیر صاحب کے خلاف جو اشتہاری مظاہرہ کیا اور یکے بعد دیگرے اس سلسلہ میں جو چار پانچ اشتہار شائع کئے اُن سے بھی مجھکو سخت رنج پہنچا اور اُس اشتہار کا قلق اب بھی باقی ہے۔ جسمیں سیاہ جھنڈیوں کا نقشہ دیکر پیر صاحب سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا گیا تھا کہ یہ حرکت کسی حال میں بھی جائز قرار نہیں دی جاسکتی خواہ پیر صاحب اپنی ذات کے اعتبار سے کیسے ہی کیوں نہوں

بہر حال پیر صاحب کی آمد پر موافق و مخالف دونو قسم کے مظاہرے ہوئے پھر بذریعہ پوسٹر اعلان کیا گیا کہ بعد نماز جمعہ عیدگاہ میں عام جلسہ ہوگا اور حضرت پیر صاحب تقریر فرمائیں گے اور آلہ جہیر الصوت (ریڈیو) کا بھی انتظام کیا جائیگا، تاہم احتیاطاً میں وقت سے بہت پہلے عیدگاہ پہنچگیا تاکہ اسٹیج کے قریب جگہ ملجائے۔ نماز جمعہ کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ ریڈیو وغیرہ کچھ نہیں تھا اور نہ اسکی ضرورت تھی کیونکہ اجتماع غیر معمولی نہ تھا، تاہم بہت خاصہ تھا۔ میرا خیال ہے کہ حاضرین کی تعداد چار ہزار سے کم نہوگی۔ نماز کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی، پہلے جیلانی میاں (مولانا حامد رضا خانصاحب کے صاحبزادہ صاحب) نے پیر صاحب کا خیر مقدم کرتے ہوئے جلسہ کی غرض و غایت

پر مختصر روشنی ڈالی، بعد ازاں مولانا عبد القدیر صاحب بدایونی کھڑے ہوئے اور آپ نے مخالفانہ اشتہاری مظاہرہ پر رنج و افسوس کا اظہار فرمانے کے بعد جلسہ کا پروگرام اسطرح بیان فرمایا کہ پہلے بعض علماء کرام مسائل حاضرہ پر تقریر فرمائیں گے۔ اس کے بعد کچھ ضروری ریزولیوشن پاس کئے جائیں گے۔ اور آخر میں حضرت پیر صاحب قبلہ کی تقریر ہوگی۔ مولانا عبد القدیر صاحب یہ کہکر پوری طرح بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت پیر صاحب کھڑے ہوگئے اور آپ نے فرمایا کہ جو کچھ مجھ کو کہنا ہے میں پہلے ہی کہے دیتا ہوں۔

میں سمجھا کہ حضرت پیر صاحب جوش سے بیتاب ہیں اور اسی لئے خلاف پروگرام آپکی سبقت ہے۔ آپکی تقریر یقیناً جوشیلی ہوگی جو مسلمانوں کے اندر کوئی نئی زندگی پیدا کر دیگی لیکن افسوس کہ۔

ع خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

آپ نے کھڑے ہوتے ہی وہابیوں، دیوبندیوں کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا اور وہ بھی اسقدر آبرو باختہ طریقہ سے جو کسی شریف اور تعلیم یافتہ انسان کیلئے مناسب نہیں آپنے فرمایا۔

"بھائیو! میں ایک مسئلہ بیان کر دوں، اچھی بات کان میں پڑی رہتی ہے تو کبھی کام ہی آجاتی ہے۔ یہ ملعون کہتے ہیں کہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام آجائے وہ حرام ہو جاتی ہے۔ اور فقیر کہتا ہی کہ جبتک کسی چیز پر غیر اللہ کا نام نہ آئے وہ حلال ہی نہیں ہوسکتی۔ اگر ان وہابیوں سے پوچھا جائے کہ تم کس کے نطفہ سے ہو؟ تمہاری ماں کسکی جورو ہے؟ تو وہ اپنے باپ کا نام بتادیں گے اور اگر وہ اپنے کسی خاص باپ کا نام نہ بتادیں گے تو حرامی سمجھے جائینگے۔ تو دیکھو یہ خود جبتک حلالی نہیں ہوسکتے جبتک کہ غیر اللہ کا نام بیچ میں نہ آوے"

اسی قسم کی بیہودہ اور ناگفتہ بہ مثالوں سے اس مسئلہ کی توضیح فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اچھا ایک مسئلہ اور سن لو! وہ بھی کبھی کام دیگا۔ یہ کمبخت کہتے ہیں کہ حضورؐ کو معراج جسمانی نہیں ہوئی اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ جسم کا خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ نیچے کو آئیگا چونکہ وہ بوجھل ہوتا ہے، وہ اوپر نہیں ٹھہر سکتا۔ ان کم بختوں سے پوچھو کہ تمہارے باپ کا نطفہ تمہاری ماں کے رحم میں

کیسے ٹھیر گیا وہ نیچے کو کیوں نہیں نکل پڑا؟ اس مسئلہ کو بھی ایسی ہی اور مثالیں پیش کر کے واضح کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اچھا بھئی ایک اور بات ایسی ہی اور سنادوں میاں یہ باتیں کان میں پڑی رہتی ہیں تو کام آتی ہیں تو سنو! یہ کمبخت وہابی حضورؐ کو بشر کہتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ خدا نے قرآن میں آپ کو بشر کہا ہے، اُن سے کہو خدا نے کہا تو کہا تم کہنے والے کون ہو؟ لاہور میں ایک شخص نور محمد تھا، وہ خود بھی صاحب اولاد تھا اور اُسکا باپ بھی زندہ تھا تو اُسکا باپ اپنی عادت کے موافق اُسکو یوں پکارا کرتا تھا "ابے او نور محمد! ابے او نور محمد!!" ایک دن نور محمد کے لڑکے نے بھی دادا کی دیکھا دیکھی اپنے باپ کو یوں پکارنا شروع کیا "ابے او نور محمد! ابے او نور محمد!" تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ جو لڑکا باپ کو ایسا کہتا ہے وہ حرامی ہوتا ہے۔ ایسے ہی جو لوگ خدا کی دیکھا دیکھی حضورؐ کو بشر کہتے ہیں وہ بھی حرامزادے ہیں

یہ تھا اُس تقریر کا مختصر سا نمونہ جو جناب امیر ملت نے مسلمانان بریلی کے سامنے فرمائی، آخر میں جب آپ تقریر ختم کر کے بیٹھنے لگے تو آپکے ایک رفیق نے توجہ دلائی کہ حضور کچھ مسجد شہید گنج کے متعلق بھی تو آپ نے نہایت مختصر الفاظ میں اُسکا بھی تذکرہ کیا لیکن اس سے بہت کم جتنا کہ اخبار میں طبقہ کو معلوم ہے۔

آپکے بعد مولوی مظہر الدین صاحب اڈیٹر الامان نے مسائل حاضرہ کے متعلق کچھ تقریر فرمائی۔ اور کچھ رزولیوشن پاس ہوئے۔ اور اگلے روز کیلئے مرزائی مسجد میں پیر صاحب کی تقریر کا اعلان ہوا اگرچہ آجکی تقریر سنکر کافی کوفت ہوئی تھی، مگر میں نے خیال کیا کہ شاید کل کی تقریر میں پیر صاحب اسکی مکافات کریں۔ اور مسائل حاضرہ پر کوئی خاص روشنی ڈالیں۔ اسلئے میں اگلے روز بھر گیا، مگر اُس روز بھی یہی ملفوظات طیبہ سننے میں آئے اور ایک عجیب و غریب نیا لطیفہ یہ بھی سُنا کہ "یہ وہابی ملعون کہتے ہیں کہ حضورؐ کو علم غیب نہیں تھا میں کہتا ہوں کہ حضورؐ تو حضورؐ آپ کے غلاموں بلکہ غلاموں کے بلی کتوں کو علم غیب ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک بلی پلی تھی اُسکو بھی علم غیب تھا، ایک دن بعض خادموں نے عرض کیا کہ حضور کے یہاں کسی روز زیادہ مہمان آجاتے ہیں اور کسی روز کم جسکی وجہ سے وقت پر کھانا پکانے میں دقت ہوتی ہے۔ اگر پہلے سے معلوم ہو جایا کرے تو اچھا ہو۔

٭ ان پیر جی صاحب کو مثال بھی یہی رکھی تھی جسمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کی اسقدر بے حرمتی ہو۔ کیا دار التکفیر بریلی میں کوئی مفتی زندہ ہے ۱۲ مصحح۔

آپ نے فرمایا کہ ہماری یہ بلی تمکو بتلا دیا کریگی، اُنہوں نے کہا حضور یہ کسطرح ؟ فرمایا کہ یہ جسقدر پھیرے کیا کیا کرے بس سمجھ لیا کرو کہ اتنے ہی مہمان آئیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا ۔

افسوس ابھی تک تو انبیا علیہم السلام کے علم غیب میں بحث تھی اب شاید بلی کتوں کے علم غیب پر مناظرے ہوا کریں گے ۔ خدا مسلمانوں پر رحم کرے ۔ بہر حال مجھ کو امیر ملت سے جو فیض حاصل ہوا وہ یہی تھا ۔ ان تقریروں کے سننے کے بعد میں نے اپنے نفس پر ملامت کی اور یقین ہو گیا کہ مولنا محمد منظور صاحب مدیر الفرقان ہی کی رائے صحیح ہے ۔ مجھے حیرت ہوئی کہ راولپنڈی کانفرنس کے شرکاء نے کیا دیکھکر پیر صاحب موصوف کا انتخاب کیا تھا ۔ درحقیقت قصور کسی کا نہیں ہماری بدنصیبی اور بداعمالی ہی ع شامت اعمال ما صورت نادر گرفت ،، جس سرزمین پر امام الہند ابو الکلام آزاد، ڈاکٹر انصاری، مولنا ظفر علی خان، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، اور مفتی کفایت اللہ جیسے علماء و زعماء موجود ہوں وہاں ایسے امیر کا انتخاب اگر ملت کی بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے ۔

جو اخبار نویس اپنی اغراض کیلئے اُس امارت کی ہر حال میں حمایت کرنا ضروری جانتے ہیں، اُن سے مجھے کچھ کہنا نہیں لیکن جن اخبارات کا نصب العین صداقت کی حمایت ہے (جیسے مدینہ، مجاہد الجمیعۃ، ہند جدید، خلافت، وغیرہ ـــ) وہ خدا کے لئے اسطرف متوجہ ہوں، ورنہ اس امارت کے طفیل میں خود مسلمانوں میں ایک خوفناک حرب العقائد کے تازہ ہو جانے کا خطرہ ہے ۔ وہ اگر ہمارے بیانات یا عام نامہ نگاروں کی رپورٹوں پر اعتماد نہ کریں تو اُن کا فرض ہے کہ اپنے معتمد نمائندہ کو اُن کیساتھ کر دیں، دو چار ہی تقریریں سُننے کے بعد کم از کم اسکا اندازہ ضرور ہو جائیگا کہ ان بزرگوار کو اس کے سوا شاید کوئی دوسرا سبق یاد ہی نہیں ہے ۔

خداوندا ! مسلمانوں کی حالتِ زار پر رحم فرما اور اُن کو توفیق دے کہ یہ راہزنوں اور رہنماؤں میں تمیز کر سکیں ۔

رُوئداد مباحثہ سماج بریلی

۲۶ راکتوبر سے یکم نومبر تک آریہ سماج بریلی کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں انجمن اشاعت السنہ بریلی اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی اور مولٰنا محمد منظور صاحب نعمانی (مدیر الفرقان بریلی) کو خاص طور پر مناظرہ کی دعوت دی گئی، مولٰنا ممدوح نے اسکو منظور فرمالیا اور انجمن اشاعت السنہ نے بھی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مولٰنا موصوف ہی کو اپنا نمائندہ قرار دیا چنانچہ یکم نومبر ۱۹۳۵ء کو بروز جمعہ ساڑھے آٹھ بجے صبح سے ساڑھے گیارہ بجے تک نہایت خوشگوار اسپرٹ کیساتھ مناظرہ جاری رہا۔ آریہ سماج کیطرف سے اُن کے مشہور مناظر پنڈت رامچندر جی دہلوی نے گفتگو فرمائی۔ ڈیڑھ گھنٹہ "الہام وید" کے موضوع پر گفتگو ہوئی اور اتنے ہی وقت مسئلہ تناسخ پر۔

ہم کو کھلے دل سے اعتراف ہے کہ پنڈت جی کی گفتگو بھی نہایت مہذب اور سنجیدہ تھی، مگر ساتھ ہی اس کا افسوس بھی ہے کہ دوسرے سماجی مناظرین کی طرح آپکی تقریر بھی اکثر سوال سے غیر متعلق ہوتی تھی، لیکن آپ اپنی کہنہ مشقی اور جودتِ بیان سے حاضرین بالخصوص اپنی قوم کو یہ یقین دلانیکی پوری کوشش فرماتے تھے کہ میں اصل سوال ہی کا جواب دے رہا ہوں۔ اور اس خاص فن میں آپکو دوسرے سماجی مناظرین پر یقیناً خصوصی تفوق حاصل ہے۔

ہم ناظرین الفرقان کو اپنے لُطف میں شریک کرنے کیلئے اس مناظرہ کی مکمل کیفیت پیش کرتے ہیں چونکہ فریقین کی بعض تقریروں میں مکرر باتیں بھی آجاتی تھیں اسلئے تقریروں کی تعداد کا التزام تو غیر مفید طوالت کا باعث ہوگا۔ لہذا ہم تقریروں کی تعداد کا لحاظ کئے بغیر اسکی پوری کوشش کریں گے کہ کسی فریق کی کوئی بات ذکر سے نہ رہجائے۔ خدا ہم کو انصاف اور حق کوشی کی توفیق دے۔

خاکسار

نائب ناظم انجمن اشاعت السُنہ بریلی

آغازِ مناظرہ

پہلی بحث الہام وید

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی آریہ سماج کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وید ہی الہامی کتاب ہے اور تمام انسانوں کو اُسکا ماننا اور اسکی ہدایت کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے

لیکن ہمارے نزدیک بلکہ ہر عاقل اور منصف کے نزدیک بچند وجوہ اسکو الہامی کتاب یا خدائی ہدایت نامہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ فاضل مخاطب اور حاضرین جلسہ غور سے سنیں۔

الہامی کتاب کی حیثیت شہنشاہی قانون کی ہوتی ہے اور اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ مخلوق کے پاس ایسے ذریعہ سے پہنچے جو قابل اعتبار ہو۔ اگر اس جلسہ میں سے کوئی معمولی سا شخص کھڑا ہو کر کہنے لگے کہ ”کمشنر صاحب بریلی نے مناظرہ بند کرنیکا حکم دیا ہے، لہذا مناظرہ ختم کردیا جائے“، تو جبتک کہ یہ معلوم نہ ہوجائے کہ وہ شخص حکومت کا خاص نمائندہ ہے اُس وقت تک اُسکی بات کی کوئی پروا نہیں کی جائیگی۔ کیونکہ کمشنر صاحب کمتعلق سب کو یہ معلوم ہے کہ وہ ہر کس و ناکس کے ذریعہ اپنا حکم نہیں بھیجا کرتے بلکہ اُن کو جو حکم نافذ کرنا ہوتا ہے وہ باضابطہ اُسکو اپنے کسی معتمد کے ذریعہ ہم تک پہنچایا کرتے ہیں۔

اسی طرح خداوند تعالیٰ جو قانون بندوں کیلئے بھیجتا ہے وہ ہر کس و ناکس کے ذریعہ سے نہیں بھیجدیتا، بلکہ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایسی شخصیت کے ذریعہ سے بھیجا جائے جو اعتماد و اعتبار کے لائق ہو جسکی سچائی اور امانت داری لوگوں کو معلوم ہو، یہ ایک کھلا ہوا عقلی اصول ہے، بلکہ الہامی کتاب کیلئے یہ اولین شرط ہے اور اس سے سماج کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔

مگر وید بھگوان میں یہی پہلی شرط مفقود ہے، کیونکہ از روئے وید ابھی تک یہ طے نہیں کہ ویدوں کے ملہم انسان تھے یا کچھ اور ——— اس موقع پر ویدوں میں بقول سوامی جی مہاراج (دیکھو گوید آدی بھاش بھومکا، صفحہ ۲۶) صرف یہ چار لفظ ملتے ہیں ”اگنی، وایو، آدتھ، انگرا“

اور از روے لغت یہ چاروں لفظ غیر ذی شعور اور ہمیں عناصر کے نام ہیں اور سوامی دیانند جی مہاراج کو بھی یہ تسلیم ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ غیر ذی شعور چیزوں پر الہام کا ظہور نہیں ہوسکتا، اسلئے یہ ماننا پڑیگا کہ یہاں ان لفظوں کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ چار رشی مراد ہیں۔ چنانچہ سوامی جی نے رگوید ادی بھاشی بھومکا صفحہ ۲۷ پر جہاں یہ لکھا ہے کہ ویدوں کا الہام "اگنی، وایو، ادتیہ، انگرا" پر ہوا وہاں خود ہی یہ سوال پیدا کیا ہے۔

سوال وے تو گیان سے علیحدہ جڑ ہیں (یعنی علم سے خالی اور بیجان چیزیں ہیں) پھر انپر الہام کیا معنی؟ پھر خود ہی سوامی جی نے اسکا جواب ان الفاظ میں دیا ہے۔

جواب۔ وے آغاز آفرینش میں جسم والے انسان ہوئے ہیں، کیونکہ جڑ میں گیان کا ظہور ناممکن ہے اور جہاں لغوی معنی ناممکن ہوتے ہیں وہاں اصطلاحی معنی لئے جاتے ہیں، مثلاً اگر کوئی نیک سچا آدمی کسی دوسرے سے کہے کہ مچان پکارتے ہیں" تو اُس جگہ جانا جاتا ہے کہ مچانوں پر بیٹھے ہوئے انسان پکار رہے ہیں۔ اسی طرح یہاں پر بھی جاننا چاہیئے کہ علم کے ظہور کا امکان انسان کے اندر ہی ہوسکتا ہے"

سوامی جی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اُن کے پاس "اگنی، وایو" وغیرہ کے انسان ہونیکی بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ غیر ذی شعور پر الہام کا ظہور نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ یہ دلیل نہایت کمزور ہے ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جسطرح گراموفون کے غیر ذی شعور ریکارڈوں سے الفاظ ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح پرمیشور نے غیر ذی علم عناصر کے ذریعہ سے اپنا کلام لوگوں کو سنایا، بہرحال سوامی جی کے پاس بھی سوائے اس خیالی اٹکل کے اور کوئی دلیل "اگنی وایو" وغیرہ کے انسان ہونیکی نہیں ورنہ اگر ویدوں میں اسکی کوئی تصریح ہوتی تو وہ ضرور اسکو پیش کرتے اور اس طرح کے خیالی گھوڑے دوڑانیکی اُن کو ضرورت نہ ہوتی۔ علاوہ ازیں اگر تسلیم کرلیا جائے کہ وید کے ملہم انسان تھے تو ابھی تک انکی شخصیتیں متعین نہیں۔ سماجی حضرات چار ویدوں کا الہام چار رشیوں پر مانتے ہیں اور پورانک لوگ ویدوں کا ملہم چار مُنہ والے برہما کو بتلاتے ہیں۔ اور قدیم ہندوؤں کا عام طور پر یہی خیال تھا اور اب بھی سماج کے چند ہزار یا لاکھ دو لاکھ ممبروں کے سوا تمام ہندو چونکہ برہما ہی کو ویدوں کا ملہم

سمجھتے ہیں اور بعضوں نے ویدوں کا بنانے والا ویاس جی کو مانا ہے اور پھر خواہ چار رشیوں کو مانا جائے یا چار منہ والے (عجیب المخلوقات) برہما جی کو یا ویاس جی کو۔ بہرحال زندگی سب کی تاریکی میں ہے اور وید بھی نہیں بتلاتا کہ یہ لوگ کیسے کیرکٹر کے تھے، اُن کے اندر وہ اوصاف موجود تھے یا نہیں جو خدا کے پیغامبروں میں ہونی ضروری ہیں۔ اور نہ اُن کے چال چلن کے متعلق وید سے باہر ہی کوئی کافی شہادت ملتی ہے پس جو کتاب اسقدر تاریکی میں ہو اور جس کے متعلق یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ کسی انسان پر اُتری ہے یا غیر انسان پر، اور اگر انسان پر آئی ہے تو کیسے؟ چار رشیوں پر یا برہما جی یا ویاس جی پر اور اس کے لانیوالے کیسے آدمی تھے، ایسی کتاب پر یقین لانے اور اُسپر عمل کرنے کے ہم کسی طرح مکلّف نہیں ہوسکتے اور اگر پرمیشور شکوک و شبہات کی یہ آہنی دیوار یں کھڑی کر دینے کے باوجود بھی ہم سے اسکو الہامی کتاب منوانا چاہے تو یہ یقیناً حکمت کے خلاف ہوگا اور انسانوں پر پرمیشور کی ایک زیادتی ہوگی۔ اور پرمیشور کی مقدس ہستی کے متعلق تو ایسا گمان کیا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا لامحالہ یہی کہنا پڑیگا کہ وید اندریں حالات الہامی کتاب نہیں ہوسکتے۔

پنڈت رامچندر جی دہلوی

مولوی صاحب کا اعتراض میں نے سمجھا۔ اصل بات یہ ہے کہ مولوی صاحب سنسکرت زبان سے واقف نہیں ہیں ورنہ آپکو یہ شبہات پیدا ہی نہ ہوتے۔ مولوی صاحب! جسطرح عربی فارسی وغیرہ اور زبانوں میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں اسی طرح سنسکرت میں بھی بعض لفظوں کے متعدد معانی آتے ہیں پس اسی اصول پر "اگنی وآیو، آدتیہ، انگرا" عناصر کو بھی کہتے ہیں اور یہی رشیوں کے بھی نام ہیں۔ آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنکا نام اگنی ہے، اور یہ بات کلام کے موقع سے معلوم ہوجاتی ہے کہ یہاں کونسے معنی مراد ہیں اور اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ حق خدا کا بھی نام ہے اور حق ایک اخبار بھی نکلتا تھا تو اگر کوئی شخص کہے کہ حق چھپ گیا یا حق پھٹ گیا تو کیسی کو یہ گمان ہوسکتا ہے کہ خدا چھپ گیا یا خدا پھٹ گیا، بس جیسے کہ یہاں یہ سمجھا جاتا ہے کہ حق اخبار چھپ گیا یا پھٹ گیا ویسے ہی جب ویدوں میں یہ بتلایا گیا کہ اگنی، وآیو، آدتیہ، انگرا، پر ویدوں کا الہام ہوا تو خودبخود یہ سمجھ لیا جائیگا کہ یہ رشیوں کے

نام ہیں کیونکہ بیجان عناصر پر الہام نہیں ہوتا۔

اور برہما کسی شخص خاص کا نام نہیں بلکہ وہ صفت ہے اور چونکہ کا یہ مطلب نہیں کہ فی الواقع اُس کے چار مُنہ تھے کیونکہ یہ تو بالکل خلافِ عقل ہے آجتک ایسا کوئی بھی آدمی نہیں دیکھا گیا جسکے چار منہ ہوں بلکہ جسطرح سات زبانوں کے جاننے والے کو ہفت زبان کہدیتے ہیں، اسی طرح جس شخص نے چاروں ویدوں کا علم رشیوں سے حاصل کیا تھا اُسکو چونکہ برہما لکہدیا گیا ہے۔

منو سمرتی جسکو پورانک لوگ بھی مانتے ہیں اسمیں بھی ویدوں کا ظہور اگنی، وآیو، وغیرہ رشیوں سے لکھا ہے نہ خود برہما جی سے تو یہ غلط ہے کہ برہما جی یا ویاس جی پر ویدوں کا الہام ہوا ہو بلکہ انہوں نے ویدوں کو رشیوں سے حاصل کیا تھا لہذا آپ کا اعتراض صحیح نہیں۔

(پنڈت جی نے اپنی اس تقریر میں اپنی تائید کیلئے جو وید منتر پڑھے تھے افسوس ہے کہ ہم اپنی ناواقفی کی بنا پر یہاں انکو درج نہیں کر سکے، لیکن ساری تقریر کا خلاصہ صرف اسی قدر تھا۔)

(مرتب روداد)

مولنا صاحب پنڈت جی! مجھے تو آپکے ساتھ بہت زیادہ حسنِ ظن تھا مگر افسوس کہ وہ غلط ثابت ہوا، ہے میرے اعتراض کی بنیاد یہ تھی کہ از روئے وید اگنی وایو وغیرہ کا انسان ہونا ثابت نہیں بلکہ یہ صرف سوامی جی کی ایک اٹکل ہے۔ آپ نے اسکا جواب یہ دیا کہ اگنی وغیرہ کے معانی عناصر کے بھی آتے ہیں اور وہ رشیوں کے نام بھی ہیں، اور سمجھانے کیلئے آپ نے "حق" کی مثال بھی دی ہے

ف۱ ہم نے مناظرہ کے بعد منو سمرتی کو دیکھا تو اُسمیں یہ ملا کہ "پھر پربھو یعنی برہمانے ... یگیہ سدہ ہونے کیلئے اگن سے رگوید اور وایو سے یجر وید اور سورج سے سام وید کو نکالا۔ منو سمرتی صفحہ"

ناظرین بالانصاف غور فرمائیں اس سے تو پورانک نظریہ کی کھلی تائید ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ مذہبی نمائندے بھی ایسی مغالطہ انگیزی سے کام لیتے ہوئے نہیں شرماتے۔ ۱۲ مدیر

کہ وہ خدا کا نام بھی ہے اور اس ہی نام سے ایک اخبار بھی نکلتا تھا۔ حالانکہ یہ آپکا مغالطہ ہے کیونکہ لفظ "حق" کے متعلق تو یہ معلوم ہے کہ وہ اخبار کا نام بھی ہے، لیکن اگنیؔ و آیوؔ وغیرہ کے متعلق اسکی کوئی دلیل نہیں کہ یہ انسانوں کے بھی نام ہیں، بلکہ یہ صرف آپکی اور سوامی جی کی اٹکل ہے، اور وہ بھی صرف اس بنیاد پر کہ خدا کے کلام کا ظہور غیر ذی شعور پر نہیں ہو سکتا گویا صرف اسی مجبوری سے آپ اُنکا انسان ہونا مان رہے ہیں کہ عناصر پر خدا کے کلام کا ظہور آپکی سمجھ میں نہیں آتا ورنہ ویدوں میں اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں ہے۔ اور وہ عقلی وجہ بھی بالکل کمزور ہے اسلئے کہ جب ایک انسان گراموں کے بیجان ریکارڈ کے ذریعہ سے دوسروں کو اپنا کلام سنا سکتا ہے، سینماؤں میں تصویروں کو گویا دکھلا سکتا ہے تو اگر پرمیشور غیر ذی شعور عناصر کے ذریعہ سے دُنیا کو اپنا کلام سنائے تو عقلاً اسمیں کوئی استحالہ نہیں۔

بہرحال میرا یہ اعتراض بدستور باقی رہا کہ ازروئے وید اگنیؔ وایوؔ آدتیہ، انگرا، کا انسان ہونا بھی تک معلوم نہیں بلکہ وہ سوامی جی کا محض عقلی خیال ہے اور وہ بھی نہایت کمزور۔

۶ دوسری بحث یہ تھی کہ ملہمین وید کو اگر انسان ہی فرض کر لیا جائے تب بھی خود حاملانِ وید میں اُنکی شخصیتوں کے متعلق اختلاف ہے، آپ حضرات چار رشیوں کو وید کا ملہم مانتے ہیں اور قدیم ہندو (پورانک) برہما جی کو اور بعضوں کا خیال ویاس جی کے متعلق ہے۔

اس کے جواب میں آپ نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ برہما جی درحقیقت ان رشیوں کے شاگرد ہیں اور اُنہوں نے وید کا علم انہی رشیوں سے حاصل کیا تھا" یہ جواب بھی غیر متعلق ہے اور اصل بحث سے خارج مجھے اس سے کچھ بحث نہیں کہ برہما جی کون تھے؟ بلکہ میرا اعتراض صرف یہ ہے کہ حاملان وید میں بھی ملہمین وید کی شخصیت کے متعلق شدید اختلاف ہے اور آپ خود بھی اس اختلاف کا انکار نہیں کر سکتے، خود سوامی جی مہاراج نے اس اختلاف کا ذکر رگوید آدی بھاش بھومکا صفحہ ۳۶ پر کیا ہے۔ پس آپ نے جو جواب دیا ہے وہ درحقیقت پورانکوں کو دینے کا ہے میں تو صرف اختلاف کا ناقل ہوں اور آپ حضرات کا یہ اختلاف ہی میرے اس دعوی کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ وید کی تاریخ تاریکی میں ہے، اگر ملہمین وید کے متعلق خود وید میں کوئی صاف اور کھلی ہوئی تصریح ہوتی یا تواتر سے معلوم ہوتا کہ فلاں پر وید کا نزول ہوا

تو آج حاملین وید میں یہ اختلاف نہ ہوتا جسطرح کہ قرآن مجید کے متعلق آج کوئی ایسا اختلاف نہیں بلکہ مسلمانوں کی طرح غیر مسلم بھی اسکا پورا پورا یقین رکھتے ہیں کہ اس کتاب (قرآن مجید) کو الہام کے دعوی کے ساتھ دنیا کے سامنے داعی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا اور درحقیقت جو چیز تواتر کے ساتھ منقول ہوا اسمیں کبھی کوئی اختلاف ہو ہی نہیں سکتا پس الہام وید کے متعلق آپ لوگوں کا یہ اختلاف اسکی زبردست دلیل ہے کہ یہ مسئلہ پہلے ہی سے تاریکی میں رہا ہے

تیسرا اعتراض میرا یہ تھا کہ بحث سابق سے قطع نظر کرکے وید کا ملہم خواہ بقول سماج، اگنی، وایو آدتھ، انگرا، کو مانا جائے یا عام ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق برہما جی کو یا ویاس جی کو۔ بہر حال ان سب کی زندگی کے حالات نامعلوم ہیں اور نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس کیرکٹر اور کیسے چال چلن کے انسان تھے۔ اگر ویدوں میں اس کے متعلق کچھ ذکر ہو تو آپ فرمائیں۔ میرا دعوی ہے کہ وید اس بارے میں بالکل خاموش ہیں بلکہ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، ویدوں سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ انسان بھی تھے یا نہیں کیرکٹر تو بعد کی چیز ہے۔

پنڈت جی مولوی صاحب میں آپکو بتلا چکا کہ اگنی، وایو، آدتھ، انگرا، یہ درحقیقت رشیوں کے نام ہیں اور اُن کے معنی عناصر کے بھی آتے ہیں اور ہر زبان میں آپکو ایسے لفظ ملیں گے جو کئی کئی معنی کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ برہما جی کو ویدوں کا ملہم بتلاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، اور سب پورانک بھی اس کے قائل نہیں بلکہ اُن میں سے بعض ایسا سمجھتے ہیں۔ اور میں نے بھی منوجی کے قول سے ثابت کیا تھا کہ ویدوں کا الہام اگنی، وایو وغیرہ رشیوں پر ہوا تھا نہ کہ برہما جی پر، اور ہمارے پرانک بھائی بھی منوجی کو مانتے ہیں، آپ اُن سے پوچھ سکتے ہیں، تو آپ کے پہلے دو سوالوں کا جواب تو بالکل کافی ہوگیا آپ سمجھنے کی کوشش فرمائیے۔

رہا آپ کا تیسرا اعتراض اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک ویدوں میں رشیوں کا مفصل حال تو موجود نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ وید الہامی کتاب ہے وہ کوئی تاریخی کتاب یا رشیوں کی سوانحعمری نہیں ہے، بلکہ ہمارا اصول تو یہ ہے کہ الہامی کتاب میں تاریخ ہو ہی نہیں سکتی۔

لہٰذا آپکی یہ بات تو بالکل صحیح ہے کہ ویدوں میں رشیوں کی زندگی کا حال نہیں لکھا گیا ہے لیکن یہ اصول بتلایا گیا ہے کہ الہام نیک سیرت اور پاک باطن لوگوں پر ہوتا ہے (اس موقعہ پر پنڈت جی نے کوئی وید منتر بھی پڑھا تھا۔) پس جب ویدوں میں یہ اصول بتلا دیا گیا تو کسی تفصیل کی ضرورت نہیں رہی، اس سے معلوم ہوگیا کہ جن رشیوں پر ویدوں کا الہام ہوا وہ پاک باطن اور نیک سیرت تھے اور اتنے ہی کی ضرورت ہے۔ بس یہ آپ کے تیسرے اعتراض کا جواب ہے۔

مولانا صاحب آپنے پہلے دو اعتراضوں کے جواب میں اپنی پہلی ہی تقریر کو پھر دُہرایا ہے حالانکہ میں اُسکا کافی رد کرچکا ہوں اب مجبوری پھر اسکی مزید توضیح کرتا ہوں۔ سُنئے۔

میرا پہلا سوال صرف یہ ہے کہ از روئے وید "اگنی وایو وغیرہ کا انسان ہونا ثابت نہیں بلکہ یہ صرف سوامی جی کا اپنا قیاس ہے، اسکا جواب صرف یہی ہوسکتا ہے کہ وید سے آپ اسکا ثبوت دیں کہ وہ انسان تھے۔ آپ ابتک اسکا ثبوت نہ دیسکے اور نہ دیسکتے ہیں ورنہ اگر کہیں وید میں یہ تصریح ہوتی تو سوامی جی بھومکا میں اس کو ضرور پیش کرتے صرف عقلی گھوڑے نہ دوڑاتے۔ اُنکو تو اعتراف ہے کہ ہم نے صرف عقل سے مجبور ہوکر مجازی طور پر یہ مانا ہے کہ "اگنی، وایو" وغیرہ انسان تھے (دیکھو بھومکا صفحہ ۲۶ و ۲۷)

اور میں بتلا چکا کہ پنڈت جی کا وہ عقلی قیاس بھی نہایت کمزور ہے۔

دوسرا اعتراض میرا یہ تھا کہ خود حاملانِ وید میں ملہمین کے متعلق سخت اختلاف ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے اسمرتیہ پھر منوجی کے قول کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ اُس سے اختلاف کی نفی نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ ایک خیال کی تائید ہوتی ہے اور مجھے اس سے بحث نہیں کہ صحیح بات کیا ہی میرا مقصد تو یہ ہے کہ خود آپ لوگوں کا یہ اختلاف وید کے غیر الہامی ہونے کی دلیل ہے۔

اسمرتیہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ سب پرانک بھی ایسا نہیں مانتے، مجھے اس سے بھی بحث نہیں کہ سب مانتے ہیں یا بعض۔ میرا مقصد تو یہ ہے کہ حاملانِ وید کی ایک بڑی جماعت برہماجی کو وید کا مُلہم جانتی ہے، بلکہ سوامی جی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے ہندوؤں کا عام عقیدہ یہی ہے کہ

وید برہما جی پر نازل ہوئے ہیں نہ کہ چار رشیوں پر، اور یہاں کے قدیم باشندوں کے کان بھی اس آواز سے آشنا نہ تھے کہ ویدوں کا الہام اگنی، وایو، آدیتہ، انگرا، پر ہوا چنانچہ بھومکا صفحہ ۳ پر ہے کہ:-

"یہ امر کہ چار وید چار رشیوں پر نازل ہوئے آج آریہ ستھان کے لئے ایک اچنبھے کی سی بات معلوم ہوتی"

سوامی جی کی اس عبارت کے ہوتے ہوئے سماج اور پورانکوں کے اس اختلاف کو یہ کہکر ہلکا نہیں کیا جا سکتا کہ "سب پرانک بھی اس کے قائل نہیں ہیں کہ ویدوں کا ظہور برہما جی سے ہوا" بہرحال میرے دونوں پہلے سوال بدستور باقی ہیں۔

تیسرے سوال کے جواب میں تو آپ نے غضب ہی ڈھا دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "ویدوں میں ان رشیوں کے حالات تو مذکور نہیں لیکن اصولاً یہ بتلا دیا گیا ہے کہ "الہام نیک سیرت اور پاک باطن انسانوں پر ہوتا ہے" اس سے تو میرا سوال اور قوی ہو گیا گویا اب آپ نے اس اصول کو وید کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ ہر کس و ناکس پر الہام نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے نیک سیرت اور پاک باطن ہونا شرط ہے۔ اب ہم "اگنی، وایو، وغیرہ کو جب اس معیار پر پرکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسے تھے یا نہیں۔ تو وید سے کچھ جواب نہیں ملتا۔ بلکہ آپ نے کھلے الفاظ میں اقرار فرما لیا کہ وید اس بارے میں ساکت ہیں۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے کہ اُن میں رشیوں کے حالات لکھے ہوں اور آپ نے ابھی یہ بھی فرمایا کہ "الہامی کتاب میں تاریخی باتیں نہیں ہوتیں"، اب میرا اعتراض اور بھی پختہ ہو گیا سُنئے! وید کے مُلہموں کے متعلق وید میں اگر کوئی شہادت نہو تو وید اسلئے الہامی کتاب نہیں کہ اُن کے مُلہم مجہول الحال ہیں اور اگر ہو تو وید اس واسطے الہامی کتاب نہیں ہو سکتی کہ اُسمیں تاریخ واتہاس ہے۔ بہرحال اب وید کسی حال میں بھی الہامی کتاب نہیں ہو سکتی۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ اُن کے حالات دوسری تاریخی کتابوں میں موجود ہیں، سو اوّل تو یہ غلط ہے کیونکہ جس زمانہ میں آپ ان رشیوں کا وجود مانتے ہیں اُس وقت کے حالات کہیں بھی محفوظ نہیں اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگنی، وایو، آدتیہ، انگرا کے متعلق کوئی بھی قابل قبول تاریخی شہادت موجود نہیں۔ اور اگر بفرض مان بھی لیا جاوے تو بہرحال وہ پرمیشور کی شہادت نہیں بلکہ

انسانوں کی شہادت ہے۔ اور سوامی جی رگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۹۷ پر فرماتے ہیں کہ۔

"سوائے پرمیشور کے اور کسی کا قول صحیح اور سچا نہیں ہوسکتا"

بس پرمیشور کے سوا کسی کی شہادت بھی صحیح اور قابلِ قبول نہیں ہوسکتی۔ اب میرا یہ دعویٰ پُرزور طریقہ پر ثابت ہوگیا کہ وید کے ملہمین "اگنی، وایو، آدتیہ، انگرا مجہول الحال ہیں، اُن کی زندگی کے حالات، اُنکا چال چلن تاریکی میں ہے اور میں ثابت کرچکا ہوں کہ الہامی کتاب کیلئے یہ ضروری ہے کہ اسکا لانیوالا قابلِ اعتبار اور لائقِ اعتماد ہو۔ صداقت اور امانت کے اوصاف سے متصف ہو۔ اور چونکہ وید اس معیار پر پورا نہیں اُترتا اسلئے وہ الہامی بھی نہیں ہوسکتا اور یہی میرا مدعا تھا۔

پنڈت جی (پنڈت جی نے مولٰنا کے پہلے دو تو سوالوں کے متعلق تو پھر اُسی جواب کا اعادہ فرمایا جو اس سے پہلے دے چکے تھے اور تیسرے سوال کے متعلق مندرجہ ذیل تقریر فرمائی)

"مولٰنا میں عرض کرچکا کہ ویدوں میں تاریخ اور اتہاس نہیں ہے اور نہ الہامی کتاب کا یہ کام ہے کہ وہ لوگوں کے حالاتِ زندگی بیان کرے اور نہ اسکی ضرورت ہے۔ بس آپ کا یہ مطالبہ ہی صحیح نہیں کہ ویدوں میں رشیوں کے حالات اور اُن کے کیرکٹر کا بیان ہونا چاہئے، اس کام کیلئے دوسری کتابیں ہیں اور ان میں ان رشیوں کے حالات لکھے ہوئے ہیں کہ یہ نیک چلن اور پاک باطن تھے۔

علاوہ اس کے میں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ کسی کتاب کے الہامی ہونے کیلئے ہرگز اسکی ضرورت نہیں کہ اُس کے ملہم کا کیرکٹر اور چال چلن معلوم ہو، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر دُنیا سے وہ کتابیں نابید ہوجائیں جنمیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالاتِ زندگی لکھے گئے ہیں تو کیا آپ قرآن کے الہامی ہونے سے انکار کردیں گے، بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ کسی کتاب کے صحیفہ خداوندی ہونے کو اُس کے لانیوالے کے حالاتِ زندگی سے کوئی تعلق نہیں، اگر کوئی معمولی شخص بلکہ فرض کیجئے کہ کوئی چور بدمعاش کہیں سے ترنجی لائے اور فرض کرلیجئے کہ چرا کر لائے۔ تو کیا اُس شخص کے چور اور بدچلن ہونے کی وجہ سے اُس ترنجی کے خدا کی بنائی ہوئی ترنجی ہونے میں کچھ شک ہوجائیگا۔ ترنجی ہر حال میں ترنجی ہے، خواہ اُسکا لانیوالا کوئی اچھے چال چلن کا انسان ہو یا بُرے چلن کا بدمعاش ہو۔

اس کے بعد میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر بقول آپ کے ملہم کیلئے دیانتدار اور اچھے کیرکٹر کا ہونا ضروری ہوگا تو الہام بیکار ثابت ہوجائیگا، مثلاً آپ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وحی آنے سے پہلے ہی نہایت دیانت دار اور راستباز تھے اور اُنکی اخلاقی حالت نہایت بہتر تھی۔ میں پوچھتا ہوں کہ پھر الہام کی کیا ضرورت رہی، الہام تو اسی لئے ہوتا ہے کہ انسانوں کو سچائی، خدا ترسی اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی جاوے۔ اور جب یہ تمام باتیں آپ کے نزدیک بغیر الہام کے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) میں موجود تھیں تو پھر الہام کی کیا ضرورت رہی لہٰذا آپ کے اس اصول پر تو الہام ہی بیکار ثابت ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اصول ہی غلط ہے۔

مولنا صاحب پنڈت جی نے اس مرتبہ بھی میرے پہلے دونوں سوالوں کے متعلق وہی فرمایا ہے جو آپ اس سے پہلے بھی کئی بار فرما چکے ہیں اور جسکا جواب الجواب بھی کئی بار دیا جا چکا ہے۔

اب میں بار بار اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا، البتہ حاضرین بالخصوص تعلیم یافتہ سماجی دوستوں سے عرض کرونگا کہ وہ انصاف اور حق پرستی کو دلمیں جگہ دیکر فیصلہ فرمائیں۔

اور تیسرے سوال کے متعلق تو پنڈت جی نے اس مرتبہ عجیب و غریب تقریر فرمائی ہیں، سب سے پہلے تو آپ نے مکرر یہ اعتراف فرمایا ہے کہ ویدوں میں رشیوں کے حالات کیمتعلق کوئی شہادت موجود نہیں البتہ تاریخی کتابوں میں اُنکی پاک باطنی اور نیک چلنی کی شہادت موجود ہے۔ میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ جن تاریخی کتابوں کے متعلق آپ دعویٰ فرمارہے ہیں کہ ان میں رشیوں کے حالات لکھے ہوئے ہیں وہ تاریخی حیثیت سے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اور نہ ان کی اس شہادت کی کوئی وقعت ہے کیونکہ وہ اس زمانہ کی نہیں جو آپ کے نزدیک ان رشیوں کا ہے۔ بلکہ وہ اس سے ہزاروں برس بعد کی ہیں اور انہیں کسی ایسے شخص کی شہادت بھی درج نہیں جس نے بچشم خود ان رشیوں کو دیکھا ہو۔ بس اُنکی حیثیت سنے سنائے افسانوں کی سی ہے۔ حالانکہ اس کے لئے متواتر شہادت چاہیئے تاکہ عام لوگوں کو علم یقینی ہوسکے۔ الہذا آپ کا صرف یہ فرمادینا کہ ہماری تاریخی کتابوں میں چاروں رشیوں کی نیک چلنی کی شہادت موجود ہے میرے اعتراض کو دفع کرنے کے لئے کافی نہیں۔ علاوہ ازیں میں سوامی جی مہم

وہ کے قول سے ثابت کرچکا ہوں کہ پرمیشور کے سوا کسی کا قول صحیح اور سچا نہیں ہوتا، تو اسلئے بھی ویدکی علاوہ دوسری

کتابوں کی شہادت قابل اعتبار نہیں۔

نیز اس مرتبہ آپ نے میرے اعتراض سے تنگ آکر ایک نیا راستہ یہ اختیار کیا ہے کہ "الہامی کتاب کیلئے ایسی ضرورت ہی نہیں کہ اس کے ملہم کا راستباز اور نیک چلن ہونا معلوم ہو، حالانکہ ابھی تک خود آپ اس اصول کو تسلیم کر رہے تھے اور اب آپ اس سے صاف انکار فرما رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہی کہ ضرورت اور مجبوری ان کہنی کہلوا لیتی ہے۔

اس سلسلہ میں آپ نے مجھ سے ایک سوال یہ کیا ہے کہ "اگر دنیا سے وہ کتابیں فنا ہو جائیں جنمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی موجود ہیں تو کیا قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار کر دیا جائیگا" اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ خود قرآن مجید ہی میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و دیانت، راستبازی و پاکبازی کی زبردست شہادتیں موجود ہیں لہٰذا جبتک دنیا میں قرآن عزیز کا وجود ہی اسوقت تک حضور کی سیرت بھی موجود رہیگی، وہ وید کیطرح اس معاملہ میں خاموش نہیں ہے بلکہ وہ اپنے لانیوالے کی صداقت و ثقاہت خود بیان کرتا ہے، علاوہ ازیں اگر بفرض محال اسمیں حضور کی زندگی کیمتعلق کوئی شہادت نہ ہوتی اور کسی دوسرے قابل اعتبار ذریعہ سے بھی حضور کی زندگی کے حالات ہم کو نہ معلوم ہو سکتے اور ویدوں کے رشیوں کی طرح آپکی شخصیت نامعلوم ہوتی تو یقیناً ہم قرآن پر ایمان لانے کے مکلف نہوتے اور نہ خداوند کریم اس اندھیری کے عالم میں قرآن پر ایمان نہ لانے پر ہم کو سزا دیتا۔

پنڈت جی نے اسی سلسلہ میں اسمرتبہ ایک مثال ترئی کی بھی دی ہے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ کتاب الٰہی کی حیثیت شہنشاہی قانون کی ہے نہ کدو اور ترئی کی، جناب والا! کدو کا کدو اور ترئی کا ترئی ہونا ہمارے مشاہدے سے معلوم ہو جاتا ہے اسمیں اس چور یا بدمعاش کے کہنے کو کوئی دخل نہیں، بخلاف الہامی کتاب کے مسئلہ کے کہ اسکی تصدیق کا بڑا تعلق لانیوالے کے کیرکٹر اور اسکی امانت و صداقت سے ہے مجھے تعجب ہے کہ آپ وید کو کدو اور ترئی کے برابر سمجھتے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو آپکو اپنے رشیوں سے جیسی عقیدت ہوگی ظاہر ہے۔

اسمرتبہ ایک عجیب و غریب بات آپنے یہ بھی فرمائی ہے کہ "اگر الہام سے پہلے ملہم کا دیانتدار اور نیک کردار ہونا ضروری مانا جائیگا تو الہام بیکار ثابت ہوگا" حقیقت یہ آپکا صریح مغالطہ ہے سنئے! اللہ تعالیٰ علیم کل اور حکیم مطلق

ہے وہ جس کے ذریعہ سے اپنا پیغام ہدایت پہنچانا چاہتا ہے اُسکی ساخت پرداخت خاص طریقہ سے کرتا ہے اور ابتدا ہی سے بُری باتوں سے اُسکی شخصی زندگی کی حفاظت کرتا ہے۔ تاکہ لوگوں کی نظروں میں اس کا اعتبار و وقار قائم ہو جائے پھر عمومی ہدایت کیلئے اُسپر وحی نازل کرتا ہے۔

یہاں تک تو آپکی تقریر کا جواب تھا اب گذارش ہے براہ کرم خلطِ مبحث کرنیکی سعی نہ فرمائیے، بلکہ بحث کو موضوع ہی میں محدود رکھئے، یہ میں ثابت کرچکا ہوں کہ الہامی کتاب کیلئے ضروری ہے کہ اُسکے لانیوالے کا حال مجہول اور مستور نہو بلکہ دُنیا اُن کے کیرکٹر سے واقف ہو اور میرا دعویٰ ہے کہ اگنیؔ وایوؔ، آدتیہؔ، انگراؔ، کی زندگی بالکل تاریکی میں ہے، ویدوں کے متعلق تو آپکو بھی اعتراف ہے کہ وہ اس بارے میں خاموش ہیں لیکن آپ فرماتے ہیں کہ دوسری تاریخی کتابوں میں اُنکا حال لکھا ہوا ہے۔ اسپر میرا یہ اعتراض ہے کہ وہ متواتر نہیں جس سے یقینی علم حاصل ہو سکے بلکہ تاریخی حیثیت سے بھی قابلِ اعتبار نہیں بلکہ اُسکی حیثیت محض افسانوں کی ہے، براہِ کرم آئندہ آپ اسی کے جواب کیطرف توجہ فرمائیں۔

١٣

اس کے بعد ایک نیا اعتراض میں اور پیش کرتا ہوں سُنئے! یہ ایک بدیہی بات ہے کہ الہامی کتاب ایسی زبان میں ہو جسکو کم از کم ملہم ضرور سمجھتے ہوں مگر ویدوں کے متعلق سوامی دیانند جی مہاراج نے اعتراف کیا ہے کہ جب رشیوں پر وید نازل ہوئے تو انہوں نے اس کے معنی نہیں سمجھے تھے بلکہ جب بعد میں انہوں نے سمادہی کی (یعنی مراقبہ کیا) تو انہوں نے اس الہام کو سمجھا؛ ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۶۹

پس جبکہ بقول سوامی جی ویدوں کی زبان سے رشی بھی نا آشنا تھے تو وید الہامی کتاب نہیں ہو سکتے اور نہ خدا کے متعلق یہ بدگمانی کی جاسکتی ہے کہ وہ رشیوں سے ایسی زبان میں بات کرے جس سے وہ ناواقف ہوں ورنہ صادق آئیگا کہ ع زبانِ یارِ من تُرکی و من تُرکی نمیدانم۔

پنڈت جی مجھے افسوس ہے کہ میں ہر چند مولانا کے سوال کا جواب دیتا ہوں مگر پھر بھی مولانا کو شکایت ہی کہ میں خارج از بحث باتیں کرتا ہوں اب آپ غور ہی نفرمائیں تو میرا کیا قصور ہے۔ خیر اب میں پھر عرض کرتا ہوں ذرا غور سے سنئے!

آپ نے پہلا سوال یہ کیا تھا کہ اگنیؔ، وایوؔ، آدتیہؔ انگراؔ کا انسان ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ عناصر کے نام ہیں

ہیں نے اسکا جواب آپکو دیدیا کہ یہ عناصر کے بھی نام ہیں اور یہی رشیوں کے بھی نام ہیں، جسطرح عربی زبان میں شمس سورج کو بھی کہتے ہیں اور "شمس" ایک رسالہ کا بھی نام ہے اور بعض آدمیوں کا نام بھی شمس ہوتا ہے اور موقع اور محل سے ایک معنی متعین ہوجاتے ہیں، جیسے صبح کے وقت کوئی کہے کہ "شمس" نکل آیا تو مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ سورج نکل آیا، اور اگر کوئی کہے کہ میں نے شمس پڑھا تو یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ "شمس" نام کا رسالہ پڑھا۔ اور اگر کوئی کہے کہ آج "شمس" سے میری بات چیت ہوئی تھی، تو مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ "شمس" نام کے آدمی سے بات ہوئی تھی تو ایسے ہی اگرچہ "اگنی، وایو، آدتھ، انگرا" کے معنی عناصر کے بھی ہیں اور رشیوں کے نام بھی ہیں، مگر جب ویدوں میں یہ بتلایا گیا کہ "اگنی، وایو، آدتھ، انگرا" سے ویدوں کا ظہور ہوا تو یہی سمجھا جائیگا کہ ان ناموں کے رشیوں پر ویدوں کا الہام ہوا اور انہوں ہی نے ویدوں کا پرچار کیا۔ کیونکہ بیجان اور غیر ذی شعور عناصر سے ویدوں کا ظہور نہیں ہوسکتا یہ ایک بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ جسکو ہر ایک معمولی شخص بھی سمجھ سکتا ہے۔

۱۲ دوسرا سوال آپ نے برہماجی کے متعلق کیا تھا ہیں عرض کرچکا کہ جو لوگ برہماجی کو ویدوں کا ملہم جانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ لیکن سماج کا یہ عقیدہ نہیں، سماج کے نزدیک ویدوں کا الہام چار رشیوں پر ہوا ہے۔

تیسرا سوال آپکا رشیوں کے چال چلن اور حالات زندگی کے متعلق تھا، ہیں اسکا بھی جواب دے چکا کہ ویدوں میں اصولی طور پر یہ بتلایا گیا ہے کہ الہام نیک سیرت اور پاک باطن لوگوں پر ہوتا ہے، لیکن نام بنام لوگوں کے شخصی حالات اور پرائیوٹ زندگی کا ذکر ویدوں میں نہیں ہے، البتہ دوسری تاریخی کتابوں میں رشیوں کا حال بھی لکھا ہوا ہے کہ وہ نہایت نیک چلن اور پاکباز تھے۔

آپ نے جو سوامی جی کی عبارت پڑھی ہے کہ "سوائے پرمیشور کے اور کسی کا قول صحیح نہیں ہوتا"۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ انسانوں کی کوئی بات بھی ٹھیک نہیں ہوتی، اگر میں کہوں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں تو کیا یہ بھی صحیح نہیں ہوگا ——— بلکہ سوامی جی کا مطلب یہ ہوگا کہ پرمیشور کے خلاف جو کوئی بات کہے وہ صحیح نہیں ہوسکتی۔

آپ نے ایک بات یہ بھی کہی ہے کہ ملہم کے متعلق تواتر ہونا چاہئے معمولی شہادت کافی نہیں۔

ہیں عرض کرتا ہوں کہ جسکو آپ تواتر کہتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں، اگر بہت سے آدمی دن کو رات کہنے لگیں تو کیا اس تواتر کی وجہ سے اُنکی بات مان لی جائیگی اور اگر ایک آدمی دن کو دن کہے تو اُسکی بات نہیں مانی جائیگی، مولانا صاحب! تواتر کی حیثیت بس رجسٹر کی خانہ پُری کی ہے جس نے ہوشیاری سے خانہ پُری کر لی اُس نے تواتر بنا لیا، ورنہ تواتر سے بھی اصل یقین نہیں ہو سکتا، میں آپکے اعتراضات کا کافی جواب دے چکا اب آپ دوسری بحث شروع فرمائیں تو اچھا ہو۔

مولانا صاحب پنڈت جی نے اپنے نزدیک تو شاید میرے سب سوالوں کا جواب دیدیا لیکن پنڈت جی ناراض نہ ہوں۔ درحقیقت میرے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں ہوا ہے، فاضل مخاطب اور تمام حاضرین جلسہ ذرا توجہ سے سُنیں، میرے پہلے سوال کے جواب میں آپنے پھر یہ فرمایا ہے کہ "اگنی، وایو، آدتھ، انگرا، یہ رشیوں کے نام بھی ہیں، حالانکہ میرا اعتراض یہی ہے کہ اس بات کا آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے، یہ محض آپکا اور آپ کے سوامی جی کا قیاس ہے، حالانکہ لغت اور تاریخی واقعات کیلئے منقولی ثبوت چاہئے۔ آپ نے شمس کی جو مثال دی ہے وہ بالکل بے محل ہے کیونکہ شمس کے متعلق تو یہ معلوم اور مسلم ہے کہ وہ سورج کے معنی میں بھی آتا ہے اور رسالہ کا نام بھی ہے، اور انسانوں کا نام بھی ہوتا ہے مگر اگنی، وایو، وغیرہ رشیوں کے نام ہونا کہیں سے ثابت نہیں ہوتا اور خود وید میں بھی اُسکی تصریح نہیں۔

دوسرے سوال کے جواب میں آپ نے اسمرتبہ بھی یہی فرمایا ہے کہ جو لوگ برہما جی کو ویدوں کا ملہم بتلاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، حالانکہ میں عرض کر چکا کہ مجھے غلط اور صحیح سے بحث ہی نہیں میرا اعتراض تو صرف یہ ہے کہ ملہمین وید کی شخصیت کے متعلق خود وید کو ماننے والوں کا یہ اختلاف اسکی دلیل ہے کہ وید کی تاریخ تاریکی میں ہے اور اسکے ملہم کا نام بھی تواتر سے ثابت نہیں، کیونکہ جو بات تواتر سے معلوم ہو اسمیں اختلاف نہیں ہوا کرتا، اور ایسی گمنام اور مجہول الحال کتاب جسکے لانے والے کا نام اور حال تواتر سے معلوم نہ ہو وہ کبھی الہامی نہیں ہو سکتی۔

میرا تیسرا سوال اُن رشیوں کی لائف کے متعلق ہے جنکو سماج وید کا ملہم بتلاتی ہے، اسکا تو آپ بار بار اعتراف فرما چکے کہ وید میں اُنکا حال مذکور نہیں، مگر اسی کیساتھ آپ فرماتے ہیں کہ دوسری تاریخی کتابوں میں

۱۵

اُن کے حالات لکھے ہوئے ہیں۔ اس پر میں نے دو اعتراض کئے تھے ایک یہ کہ چونکہ بقول سوامی جی "پرمیشور کے سوا کسی دوسرے کا قول صحیح نہیں ہوتا" اسلئے تاریخی کتابوں کی وہ شہادت جو پرمیشور کی نہیں بلکہ منشیوں (انسانوں) کی ہے قابلِ قبول نہیں، اور دوسرا یہ کہ اُن تاریخوں کی حیثیت سُنے سُنائے افسانوں سے زیادہ نہیں حالانکہ ملہم کی نیک چلنی اور راستبازی کا علم یقینی ہونا چاہئے اور وہ تواتر ہی سے ہو سکتا ہے۔

آپ نے پہلی بات کے جواب میں تو یہ فرمایا ہے کہ سوامی جی کا مطلب یہ نہیں بلکہ وہ ہوگا، حالانکہ سوامی جی کے الفاظ میں آپ کی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اب آپ پہلے سوامی جی سے فیصلہ کریں اسکے بعد مجھ سے کچھ فرمائیں۔

اور میرے دوسرے اعتراض کے جواب میں تو آپ نے کمال ہی کر دیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ "تواتر کوئی چیز نہیں اور اسکی حیثیت رجسٹر کی خانہ پُری کی سی ہے"۔ آپ کی زبان سے یہ الفاظ نہ نکلتے تو اچھا تھا۔ مجھے تعجب ہے کہ ابھی تک آپ تواتر کی حقیقت سے بھی واقف نہیں ورنہ اسکی اہمیت سے اسطرح انکار نہ فرماتے۔ میرے محترم! تواتر کی تعریف یہ ہے کہ کسی واقعہ کے نقل کرنیوالے اتنی کثرت سے ہوں کہ اُنکے متعلق اتفاقی طور پر یا سازش کرکے جھوٹ بولنے کا شبہ بھی نہ ہو سکے۔

جیسے یہ بات کہ ہندوستان میں بنارس نام کا ایک شہر ہے تواتر سے ثابت ہے اور جن لوگوں نے بنارس کو نہیں دیکھا وہ بھی اسکا کامل یقین رکھتے ہیں کہ بنارس ایک شہر ضرور ہے کیونکہ انہوں نے مختلف اوقات اور مختلف صحبتوں میں مختلف لوگوں سے اسکو سُنا ہے اور اُنکے ذہن میں کبھی یہ شبہ نہیں ہوتا کہ یہ تمام لوگ شاید اتفاق کرکے یونہی جھوٹ مشہور کر رہے ہیں۔ جناب کا یہ فرمانا کہ تواتر سے بھی علم یقینی حاصل نہیں ہوتا اور اُسکی حیثیت رجسٹر کی خانہ پُری کی ہے بالکل غلط ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ تواتر سے انکار کرنیکے بعد دُنیا کا کوئی مذہب بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور تو اور خود بانیانِ مذاہب کا وجود بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ آج تواتر کے سوا اس بات کی کوئی یقینی دلیل موجود نہیں کہ سوامی دیانند نام کے کوئی سوامی جی بھی دنیا میں گذرے ہیں بہرحال آپکا یہ فرمانا کہ تواتر کوئی چیز نہیں یقیناً تعجب انگیز ہے۔ پس میرے تینوں اعتراضات بدستور ہیں۔ چوتھا سوال یعنی وید کی زبان کے متعلق کیا تھا اُسکے متعلق آپنے ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ اب کوئی اعتراض باقی نہیں رہا۔ (باقی آئندہ)

حیرت انگیز رعایت

صرف پندرہ شوال تک کیلئے

رمضان المبارک اور عید الفطر کی تقریب میں نیز الفرقان کی مالی مشکلات پر قابو پانے کیلئے کتب مندرجہ فہرست ہذا اسوقت نہایت ارزاں قیمت پر دی جائینگی، آپ بھی ۱۵ شوال تک فرمائش بھیجکر فائدہ اٹھائیے، آپکو قیمتوں میں خاص کفایت ہوگی اور اس بہانہ سے الفرقان جیسے مذہبی رسالہ کی بروقت امداد کا ثواب علیحدہ ملیگا۔

رعایت پر رعایت اس مدت میں جو صاحب پانچ روپے کی کتابیں منگوائیں گے انکو روئداد مناظرہ بریلی، بارقہ آسمانی، اسلامی توحید، ہدایات قادریہ (جنکی کل قیمت الجمہ ہوتی ہے) مفت ہدیۃً پیش کیجائینگی اور دس روپے کی کتابیں خریدنے والے حضرات کو ایکسال کیلئے الفرقان مفت جاری کیا جائیگا، اور بیس روپے کی کتابیں خریدنے والے حضرات کو ایکسال کیلئے الفرقان اور ایک نسخہ بہشتی زیور کا بھی بطور ہدیہ پیش کیا جائیگا۔ مگر ان تمام صورتوں میں یہ شرط ہے کہ کچھ قیمت پیشگی وصول ہو جائے۔

نوٹ:۔ محصولڈاک بذمہ خریدار لیکن اگر کوئی صاحب کل کتب مندرجہ فہرست طلب فرمائیں تو محصول معاف

بعض کتابیں تھوڑی تعداد میں ہیں، لہذا فرمائش بھیجنے میں عجلت سے کام لیجئے

اپنا پتہ اور قریبی ریلوے اسٹیشن کا نام خوشخط اور صاف لکھئے

حمائل شریف مترجم حقانی مع خلاصہ بیان القرآن

یہ حمائل وہی ہے جو اب سے کئی سال پہلے تیار ہوئی تھی، زیر متن حضرت مولٰنا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کا ترجمہ اور حاشیہ پر حضرت ممدوح کی مشہور تفسیر بیان القرآن کا نہایت مکمل خلاصہ چڑھا ہوا ہے جسکے متعلق وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ جسقدر قرآن مجید اور حمائلیں اب تک محشی طبع ہوئی ہیں اُن میں کوئی بھی اتنی مفید، اتنی جامع اور ایسی سہل الفہم نہیں ہے، اس کے مطالعہ کے بعد قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں رہتی، حسب موقع مخالفین اسلام کے شبہات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں جو مختصر ہونیکے باوجود نہایت کافی شافی ہیں۔

ہدیہ اصلی غیر مجلد عہ۔ رعایتی صرف ۱۵ شوال تک کیلئے عہ مجلد پانچ عہ مجلد چرمی عہ

ضروری نوٹ واضح رہے کہ اس حمائل میں چند صفحات کی چھپائی کچھ ناصاف ہے اسی وجہ سے اسکا ہدیہ صرف عہ ہے۔ ورنہ بازار کے موجودہ نرخ میں اسکا ہدیہ پانچ روپیہ بھی بہت کم تھا۔ تاہم ایسا کوئی صفحہ نہیں ہے جو پڑھا نہ جا سکتا ہو۔ اور بہرحال ہماری رعایتی قیمت عہ ہیں آپ اسکو منگوا کر انشاء اللہ ضرور خوش ہونگے

پانچ ترجموں والا قرآن مجید مجلد۔ قیمت رعایتی صرف ۳۰ روپے

رد بدعت کا مکمل میگزین

معرکۃ القلم ، الا اللہ ، سنتہ ضروریہ

یہ تینوں مضمون جنکا شائقین نہایت بے چینی سے انتظار فرما رہے تھے کتابی شکل میں بھی تیار ہوگئے مگر اس وقت اُنکی صرف ڈھائی ڈھائی سو کاپیاں تیار کرائی گئی ہیں اگر اس وقت آپ نے فرمائش بھیجنے میں عجلت نہ کی تو ممکن ہے کہ دوسرے اڈیشن کا انتظار کرنا پڑے —— ان تینوں کتابوں کے متعلق اجمالاً اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ جسکے پاس یہ نہوں اُسکو الفرقان جلد اول کے نہونے کا کچھ زیادہ غم نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ تینوں مضمون ہی جلد اول کی خاص مضامین ہیں۔ تفصیلی حال ذیل میں ملاحظہ ہو۔

معرکۃ القلم ملقب بہ فیصلہ کن مناظرہ

مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی کے تکفیری فتوے "حسام الحرمین" کے رد میں جناب مدیر الفرقان کا یہ وہی معرکۃ الآرا بیان ہے جو جناب موصوف نے لاہور کے فیصلہ کن مناظرہ کیلئے قلمبند فرمایا تھا۔ مگر چونکہ فریق ثانی مولٰنا حامد رضا خانصاحب اور اُن کے رفقا نے اس مناظرہ سے فرار کیا ؏ اور مناظرہ نہ ہوسکا اس لئے بعد میں یہ مضمون قسط وار الفرقان میں شائع کیا گیا۔ اور مولوی حامد رضا خانصاحب سے خصوصاً اور دیگر تمام رضا خانی ذمہ دار علماء سے عموماً جواب کا مطالبہ کیا گیا لیکن شدید تقاضوں کے باوجود بھی تقریباً ڈیڑھ سال تک سب خاموش رہے، اب مولٰنا حامد رضا خانصاحب کے وکیل مولوی حشمت علی صاحب نے جواب لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ دیکھئے کبتک جواب خطوط آکہیں شائع ہوتا ہے۔ یہاں ہم اس "معرکۃ القلم" کے تعارف میں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ اسمیں روز روشن کیطرح ثابت کردیا گیا ہے کہ مولوی احمد رضا خانصاحب کا تکفیری فتوی غلط، باطل، خلاف دیانت و امانت اور سراسر جہالت یا محض عناد پر مبنی ہے — یہ پورا مضمون الفرقان جلد اول میں شائع ہوچکا ہے۔ اگر آپکے پاس الفرقان کی پہلی جلد مکمل نہ ہو تو اسکو ضرور منگوا لیجئے۔ تاکہ آئندہ آپ مولوی حشمت علی صاحب کی جو آور مدیر الفرقان کی جواب الجواب کو پوری طرح سمجھ سکیں ورنہ یقیناً بے لطفی رہیگی، ضخامت ۱۲۰ صفحے قیمت اصلی ۸ ر رعایتی ۶ ر

ع اس واقعہ کی تفصیل بھی اس معرکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوسکیگی ۱۲

ردبدعت کی مشہور ومعروف مفید کتابیں

پھر اس قیمت پر نہ مل سکیں گی

روئداد مناظرہ بریلی اس کا حال ناظرین الفرقان کو خوب معلوم ہے پھر معلوم کرنا ہو تو رسالہ ہذا کے ٹائیٹل کا دوسرا صفحہ ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت اصلی ۸ ر رعایتی ۵ ر

صاعقہ آسمانی نمبر ۱ مدیر الفرقان اور رضاخانیوں کے شیخ الحدیث مولوی رحم الٰہی صاحب کے ایک زبردست مناظرہ کی مکمل روئداد مفصل حال الفرقان میں بارہا لکھا جا چکا ہے۔ قیمت اصلی ۵ ر رعایتی ۳ ر

صاعقہ آسمانی نمبر ۲ مدیر الفرقان اور مولوی حشمت علی صاحب رضاخانی کے ایک معرکہ خیز مناظرہ کی روئداد رضاخانیوں کے غلبیہ عقیدہ کی پرزور تردید اہلسنت کی تائید میں آیات واحادیث اقوال سلف کا انبار قیمت اصلی ۷ ر رعایتی ۵ ر

بارقہ آسمانی صاعقہ آسمانی حصہ دوم کا قابل دید ضمیمہ رضاخانی مولویوں کی جہالت حماقت اور دروغ بیانی کا صاف شفاف آئینہ رضاخانی دلائل پر لاجواب تنقید قیمت اصلی ۳ ر رعایتی ۲ ر

آئینہ رضاخانیت رضاخانیوں کی پچاس افترا پردازیاں کفریات اور ان سے ایک سو پانچ مناظرانہ سوالات قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ۱ ر

الشہاب الثاقب خانصاحب بریلوی کی تردید میں شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحب کا لاجواب رسالہ۔ قیمت اصلی ۸ ر رعایتی ۵ ر

التصدیقات خانصاحب بریلوی کے افترآت کی تردید میں مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا مشہور رسالہ ہے قیمت ۶ ر رعایتی ۴ ر

توضیح البیان خانصاحب بریلوی کی تردید میں مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کا مشہور رسالہ ہے قیمت اصلی ۲ ر رعایتی ۱ ر

تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی وہ کتاب ہے جس پر خانصاحب بریلوی نے کفر کا فتویٰ دیا تھا قیمت رعایتی ۲ ر

تکمیل العرفان یہ حفظ الایمان کی شرح ہے جس کے مطالعہ سے رضاخانیوں کے سب شبہات کافور ہو جاتے ہیں قیمت ۳ ر رعایتی ۲ ر

تنشیط الآذان اذان خطبہ کے اندرون مسجد مشروع ہونے کے ثبوت میں مولانا خلیل احمد صاحب کا رسالہ ہے جو بہت ہی کامیاب ہو چکا ہے قیمت ۲ ر رعایتی ۱ ر

براہین قاطعہ میلاد، قیام میلاد، عرس، فاتحہ مروجہ، تیجہ، دسواں وغیرہ بدعات مروجہ کی تحقیق میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی مشہور ومعروف مبسوط تصنیف ہے قیمت اصلی عہ ر رعایتی ۲ عہ

ردِ مرزائیت کا مکمل میگزین

یہ کتابیں دیکھکر ہر معمولی اردو داں مرزائیوں سے کامیاب مناظرہ کر سکتا ہے

حقیقتِ مرزائیت مولانا عبد الکریم صاحب مناظر مباہلہ (جو ایک عرصہ تک مرزائی کمپنی کے گھر رہے ہیں) نہ صرف مرزائیت بلکہ مرزا محمود خلیفہ قادیان کے بھی گھر کے بھیدی ہیں مگر اب آپکا وجود مرزائیت کیلئے ملک الموت سے کم نہیں آپ نے اس کتاب تصنیف میں مرزائیت کو بالکل بے نقاب کر دیا ہے اسکو دیکھنے کے بعد منصف مزاج باسانی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ قادیانیت درحقیقت ایک تجارتی کمپنی ہے جسکی بنیاد محض فریب کاری دروغ بافی اور دغابازی ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ اسکے مطالعہ کے بعد کوئی منصف مزاج مرزائی نہیں رہ سکتا، اور یہ کتاب حقیقتِ مرزائیت کا نہایت مکمل فوٹو ہے اگر آپکو مرزائیت کے متعلق صحیح اور پختہ معلومات حاصل کرنی ہوں تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیے واعظین مناظرین اور طلبہ کیلئے اسکا مطالعہ نہایت مفید ہے، کاغذ، لکھائی چھپائی عمدہ ہیں، جلد نہایت خوشنما قیمت مجلد ۹ رعایتی ۸ر

مناظرہ پاکٹ بُک یہ بھی مولانا عبد الکریم صاحب مناظر مباہلہ کی تصنیف ہے اسکو دیکھکر آپ ہر مرزائی مبلغ اور مناظر کا ناطقہ بند کر سکتے ہیں مرزائی تصنیفات دیکھی گئیں نچوڑ لی گئیں بالکل ہی علاج ہے جس شخص کو خدا ہوئے واسطہ مرزائیت سے بچنا ہو اسکا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ لکھائی چھپائی بہتر ہے جلد نہایت خوشنما قیمت مجلد

مسیح موعود کی پہچان اس مختصر سے رسالہ میں تمام ان نشانات اور علامات کو ایک نقشہ کی صورت میں جمع کر دیا گیا ہے جو قرآن و حدیث میں مسیح موعود کیلئے واقع ہوئی ہیں اور ثابت کر دیا گیا ہے کہ بدقسمتی سے مرزا صاحب میں ان میں سے ایک علامت بھی نہیں پائی جاتی نہایت مفید اور قابلِ دید رسالہ ہے

اور حق یہ ہے کہ حضرت مصنف مدظلہ نے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے قیمت ۴ر

اول السبعین ردِ مرزائیت میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ کی لاجواب تصنیف جسکے جواب میں مرزائی آجتک مبہوت ہیں قیمت ۵ رعایتی ۴ر

مغلظاتِ مرزا مرزا قادیانی علیہ ما علیہ کو گالیوں کے فن میں بھی خاص کمال حاصل تھا اس رسالہ میں مرزا صاحب کی سیکڑوں گالیاں حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کی گئی ہیں جنکو دیکھکر ہر شریف انسان یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ بدزبان اور گندہ دہن انسان نبی یا مسیح کجا ایک بھلا آدمی بھی نہیں تھا۔ رسالہ قابلِ دید ہے قیمت ۵ رعایتی ۴ر

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح (بزبان عربی)

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس رسالہ میں نزول مسیح و حیات مسیح کے ثبوت میں ستر سے زیادہ احادیث نبویہ جمع فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ نزول مسیح و حیات مسیح کا عقیدہ تواتر سے ثابت ہے اور اسکا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ دوسرے قطعیات دین کا۔ قیمت ۴ر رعایتی ۳ر

دعاوی مرزا مرزا قادیانی اپنے عجیب و غریب و متضاد دعووں کے اعتبار سے یقیناً ایک معجون مرکب یا طلسمی شکل ہے اس چھوٹے سے رسالہ میں ان کے چوالیس دعوے انکی کتابوں کے حوالہ سے جمع کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ شخص صحیح الحواس بھی نہیں تھا قیمت ۱ر

...ی تکفیر قادیانی ۱ر، چیستانِ مرزا ۱ر — عقائدِ قادیانی منظوم ۱ر

اسلامی تعلیمات عقل کی کسوٹی پر

العقل والنقل از حضرت علامہ مولنا شبیر احمد صاحب دیوبندی اسکو دیکھنے سے آپ کو یقین کامل ہوجائیگا کہ اسلامی تعلیمات عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے بالکل موافق ہیں قیمت ۱۰/ رعائتی ۸/

الاسلام حضرت علامہ مولنا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کی وہ معرکۃ الآرا تقریر جو آپ نے دین حق کے موضوع پر موتمر کے اجلاس منعقدہ مرادآباد میں فرمائی تھی اس کے مطالعہ سے ہر شخص کو یقین ہوجاتا ہے کہ دنیا میں صحیح اور نجات دلانیوالا مذہب صرف ایک اسلام ہے قیمت ۵/ رعائتی ۴/

حجۃ الاسلام مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) اسمیں اصول اسلام توحید و رسالت، قیامت الہام وغیرہ کا ناقابل تردید عقلی ثبوت دیا گیا ہے قیمت رعائتی

انتصار الاسلام سوامی دیانند بانی آریہ سماج نے اسلام پر دس اعتراض کئے تھے اُن میں سے نو کا نہایت محققانہ جواب از جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قیمت ۶/ رعایتی ۵/

قبلہ نما انتصار الاسلام کا دوسرا حصہ جسمیں سوامی جی کے دسویں اعتراض کا جواب نہایت تفصیل کیساتھ دیا گیا ہے اعتراض یہ تھا کہ مسلمان قبلہ کیطرف کو نماز پڑھتے ہیں یہ بُت پرستی ہے قیمت ۸/ رعائتی ۷/

مباحثۂ شاہجہانپور شاہجہاں پور میں ایک عظیم الشان مناظرہ گورنمنٹ کے انتظام سے ہوا تھا جسمیں ہند و بیرون ہند کے بڑے بڑے پادری اور پنڈت جمع ہوئے تھے، حضرت مولنا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مسلمانوں کے نمائندے ہوکر تشریف لیگئے تھے اور آپکی تقریر نے مذہبی دنیا میں ہلچل ڈالدی تھی اور ثابت کردیا تھا کہ ماننے کے قابل مذہب اسلام ہے اسکا پہلا حصہ "مباحثۂ شاہجہانپور" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ قیمت ۷/ رعائتی ۶/

میلہ خداشناسی یہ مباحثۂ شاہجہانپور کا دوسرا حصہ ہے قیمت ۳/ رعائتی ۲/

تحفۂ لحمیہ گوشت انسان کی فطری غذا ہے اسکا عقلی ثبوت از حضرت مولنا محمد قاسم صاحب قیمت ۱/

جمال قاسمی قیمت ۱/

سوانح عمری حضرت مولنا محمد قاسم صاحب ۲/

سجود الشمس از حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مدظلہ۔ اس مختصر رسالہ میں اُس حدیث کی فلسفیانہ رنگ میں تحقیق و تشریح کیگئی ہے جسمیں آفتاب کے زیر عرش سجدہ کرنے کا ذکر آتا ہے قیمت ۱/

معجزۂ قرآن مجید اسکا اشتہار مفصل طور پر رسالہ ہذا کے صفحہ ۲۴ پر درج ہے قیمت عہ رعایتی ۱۴/

بہشتی زیور، بدلا رومہ سن — کی رعایتی قیمت ۱۵ شوال تک کاغذ اعلیٰ عہ رف عہ

تاریخ اور سیر کی قابلِ قدر کتابیں

نشر الطیب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کی مشہور اور مقبول عام کتاب ہے جسمیں حضور کے وجود نوری سے لیکر وفات شریف بلکہ دخول جنت تک کے حالات معتبر روایات سے لکھے گئے ہیں، تبرک کے طور پر اس کا پڑھنا دفع بلیات کیلئے موثر ثابت ہوئی ہے قیمت عہ رعایتی عہ

سیرت خاتم الانبیاء

مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی کی نہایت مقبول کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے، علمی طبقہ میں بہت زیادہ پسند کیگئی ہے قیمت ۸

بلاغ مبین

از حضرت مولانا ابو القاسم حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی، اس کتاب کا الفرقان میں بارہا تعارف کرایا جا چکا ہے، مختصر یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ تبلیغی اسوۂ حسنہ کا نہایت دلکش مرقع ہے حضورؐ کے وہ تمام منشور و فرامین جو دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں شاہان عالم کو بھیجے گئے اسمیں درج ہیں جہاد، جزیہ، قتل مرتد، تکفیر اہل قبلہ، وغیرہ مشکل مسائل پر نہایت محققانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے، اردو ہی میں نہیں بلکہ تمام اسلامی لٹریچر میں اس کتاب کی نظیر آپکو نہیں ملسکتی، کاغذ کتابت طباعت نہایت اعلیٰ قیمت عا؎ رعایتی عہ —

ہمارے پیغمبر

یعنی اسلامی تاریخ کی پہلی کتاب عورتوں بچوں اور معمولی تعلیم والوں کیلئے بہترین تحفہ ہے اسکا پورا تعارف الفرقان کے پچھلے نمبروں میں کرایا جا چکا ہے قیمت ۳؍

تاریخ الاسلام نمبر ۲

از جناب مولنا محمد میاں صاحب دیوبندی اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی آپکا حلیہ مبارک روزانہ کا پروگرام، معاشرتی اور اقتصادی مجالس مقدسہ کی آداب وغیرہ وغیرہ نہایت سلیس زبان اور دلکش انداز میں مستند کتابوں سے لکھے گئے ہیں

قیمت ۱۲؍ رعایتی ۱۱؍

اشاعت اسلام

از حضرت مولنا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی مرحوم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانۂ مبارک میں اسلامی تبلیغ کی مکمل تاریخ، مسلمہ تاریخی واقعات کی روشنی میں اس امر کا ناقابل تردید ثبوت کہ اسلام صرف اپنی صداقت اور حقانیت کی وجہ سے عالمگیر مذہب ہوا ہے۔ دشمنان دین کے اس الزام کا دندان شکن اور محققانہ جواب کہ "اسلام دنیا میں صرف تلوار کے زور سے پھیلا ہے"، واعظین اور مضمون نگار حضرات کیلئے بہترین چیز ہے۔ پوری کیفیت صرف کتاب کے دیکھنے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ کاغذ کتابت طباعت نہایت اعلیٰ، ضخامت ۳۶۵ صفحات قیمت سے رعایتی صرف عا؎

ابوذر غفاری

اس بہترین اور قابل دید کتاب کا تعارف اس سے پہلے بارہا الفرقان میں کرایا جا چکا ہے مختصر یہ ہے کہ اسکو خرید کر آپ انشاء اللہ بہت زیادہ خوش ہونگے ناخوشی کی صورت میں واپسی کی شرط ہے قیمت عہ رعایتی ۱۲؍

سلمان فارسی

دین حق کی تلاش میں حضرت ممدوح کی سرگردانی، احبار، اہل کتاب کی صحبت پھر اسی سلسلہ میں جبریہ غلامی پھر مدینہ منورہ کی سکونت، حضور اقدس کی خدمت میں حاضری پھر اسلام سے مشرف ہونا غرض عجیب و غریب معلومات کا گنجینہ ہے

قیمت صرف ۲؍

السعیدین الشہیدین

حضرت سعید بن المسیبؓ اور سعید بن جبیرؓ کے نہایت دلچسپ حالات زندگی، اللہ کے رستے میں جانبازی اور حق کیلئے ہر قسم کی قربانی حجاج ظالم کیساتھ سبق آموز مکالمہ۔ اور پھر عجیب طریقہ سے شہادت۔ اگر پڑھ کر دل پر خاص اثر نہ ہو تو قیمت واپس قیمت ۳؍

رعایتی ۲؍

چند علمی اور اصلاحی کتابیں

اخلاقِ محمدی

اگر تمدن و معاشرت آداب اخلاق غرض زندگی کے جس شعبہ کے متعلق بھی آپ کو قرآن و حدیث کی ہدایات دیکھنی ہوں اور جس مضمون کے متعلق بھی آپ کو آیات و احادیث کی تلاش ہو آپ اخلاق محمدی میں اسکو انشاءاللہ ضرور پا سکیں گے ہر معاملہ میں خدا و رسول کا حکم ڈھونڈنے والوں کے لئے عموماً اور واعظین اور مضمون نگار حضرات کیلئے خصوصاً بہترین چیز ہے اس کے تین حصے ہیں قیمت ہر حصہ ۸/ ہر سہ حصہ عہ/ رعایتی عہ/

اربعین

از حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب مرادآبادی جسمیں اسلامی عقائد، آداب، معاشرت وغیرہ جملہ ضروریات کیلئے چالیس آیتیں اور چالیس حدیثیں جمع کی گئی ہیں ناظرین الفرقان سے بارہا اس کا تعارف کرایا جا چکا ہے۔ قیمت ۶/ رعایتی ۵/

کائناتِ روحانی

از حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی۔ اس کے دیکھنے سے آپ کو معلوم ہو گا کہ قرآن مجید جو بظاہر ایک کتاب ہے درحقیقت وہ روحانی کائنات ہے، جو انسانی روح کی تمام ضروریات کی کفیل ہے قیمت ۵/ رعایتی ۴/

خلاصۃ العقائد

"عقائد الاسلام" حضرت مولانا عبدالحق صاحب مولف تفسیر حقانی مرحوم کی نہایت عجیب و غریب کتاب ہی یہ اسی کا بہترین اور نہایت مفید خلاصہ ہے قیمت ۳/ رعایتی ۲/

نعم الجواب عن مسئلۃ الحجاب

آیات قرآنی اور ارشادات نبوی سے پردہ کا روشن ثبوت۔ قیمت ۱/

آداب المساجد

مسجد کے فضائل آداب احکام اور ان کاموں کی تفصیل جو مسجد میں ناجائز یا مکروہ ہیں مع ضمیمہ "آداب المساجد فی آداب المساجد" از حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہ قیمت ۳/ رعایتی ۲/

خوابِ شیریں

نہایت عبرت انگیز اور دلچسپ افسانہ، طرز تحریر دلکش بلکہ درد انگیز ہے قیمت ۶/ رعایتی ۵/

ارشادِ مرشد

طالبانِ مولیٰ کے واسطے عجیب و غریب اور مختصر دستور العمل یعنی صبح سے شام تک کے معمولات ذکر۔ وظیفے، دعائیں، تعلیمیں اور بعض ضروری نصیحتیں از حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قیمت ۱/

جہادِ اکبر نظم

اس مختصر رسالہ میں نفس اور روح کی جنگ کا سبق آموز نقشہ دکھایا گیا ہے اور وہ طریقے بتلائے گئے ہیں جن سے طالبان سلوک نفس پر روح کو غالب کر کے روحانی انسان بن سکتے ہیں۔ قیمت ۲/

زاد السعید

از حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ۔ اسمیں درود و سلام کے وہ وہ تمام طریقے درج ہیں جو حضور اقدس یا صحابہ کرام سے ثابت ہیں۔ نیز احادیث صحیحہ سے درود شریف کے فضائل لکھے گئے ہیں۔

اس کے ساتھ حضرت مولانا کا ایک مختصر رسالہ "نیل الشفا بنعل المصطفیٰ" بھی ہے جسمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل پاک کا نقشہ بھی دیا گیا ہے اور اس سے برکت حاصل کرنے کا صحیح طریقہ بھی لکھا ہے۔

یہ مبارک رسالہ اپنے ان دوستوں کو ضرور دکھلائیے جو اہل بدعت کے ناپاک پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ہمارے حضرات اکابر سے بدظن ہوں۔ انشاءاللہ حضور کی نعل پاک کی برکت سے ان کو شفا ہو جائے گی۔

قیمت ۲/ رعایتی ۲/

رجسٹرڈ نمبر ۲۵۲۹

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہِ

اللہ کے رستہ میں کون کون میری مدد کرے گا

میرا مقصد دینِ الٰہی کی اشاعت اور توحید و سنت کی حمایت وحفاظت ہے میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان حقیقی معنی میں خدائے واحد کے پرستار ہو جائیں۔ میری تمنا ہے کہ مدنی آقا کا علم صداقت ہمیشہ سربلند رہے اُس کے دشمن نگوں سار [illegible] میری آرزو ہے کہ دُنیا کے سارے انسان خدا کے اس ہاشمی محبوب کے قدموں سے وابستہ ہو کر دین و دنیا کی عزت حاصل کریں جو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا محسن ہے۔ ان پاکیزہ مقاصد کی کامیابی کیلئے میری ہر قسم کی اعانت بخصوص توسیع اشاعت کی سعی کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے

الفرقان

مولوی محمد منظور نعمانی پرنٹر پبلشر نے جامع پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا!!

ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ؕ

مُرتّبہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

بڑی عالیشان ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے خاص بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈرانے والا ہو

چندہ سالانہ

قسم اول کاغذ اعلیٰ ۳ سے

قسم دوم ۲/۸

معاونین سے ۵ر

ممالک غیر سے للعہ

نمونہ مفت

جریدۂ ماہوار

الفرقان بریلی

جلد ۲ بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۵۴ھ نمبر ۱

٥ تاریخ میلاد کی کاپی تیار ہونے کے بعد ایک ناگزیر وجہ سے روک لینی پڑی اور بجائے اس کے بوارق الغیب کے صفحات میں اضافہ کر دیا گیا

الفرقان

از جناب مولانا سید محب الحق صاحب حسینی محشر رفیق ادارۂ الفرقان

اللہ! اللہ! وہ بھی کتنا جانفزا ہنگام تھا
غُل ہوا تھا جب سپارۂ "فرقاں" نازل ہو گیا

میکرِ الفرقاں! تیرا صرف تیرا کام تھا
کفر اور اسلام کو مابین حائل ہو گیا

تو نے الفرقاں! کر دی راہِ سنت آشکار
حق و باطل کی حدوں میں حدِّ فاصل ہو گیا

چھا گیا تھا مطلعِ دینِ خدا پر کچھ غبار
ہاں مگر تیری تجلی سے وہ زائل ہو گیا!

ابتری پھیلا رکھی تھی بدعتِ ناپاک نے
اے لسبا وہ نقشِ بدعت نقشِ باطل ہو گیا

جو عطا کی تھی امانت صاحبِ لولاک نے
واقعہ ہے اُس امانت کا تو حامل ہو گیا

تیرا اجراء اور پھر ظلمت کدۂ بدعات میں
یہ خدا کی شان ہے طوفان ساحل ہو گیا

کیا میں یہ سمجھوں کہ اُس ذی آخرت بردباکی
جو تری پیغام کو سُن کر کے غافل ہو گیا

جس کو حق کا نام سننا بھی بہت دشوار تھا
وہ بھی اب حقانیت کا تیری قائل ہو گیا

میکرِ الفرقان! تو درسِ اخوت عام کر!
دیکھ اب وہ تیری جانب کفر مائل ہو گیا

آپ سے کچھ ضروری باتیں

گذشتہ نمبر میں "عرض حال" کے عنوان سے الفرقان کے مالی مسئلہ کیطرف ناظرین کرام کو جو توجہ دلائی گئی تھی، افسوس ہے کہ عام احباب اُسکی طرف سے بہت زیادہ تغافل برتا معلوم نہیں کہ الفرقان ہی اُنکی کسی ہمدردی کا مستحق نہیں رہا، یا میرے دوستوں کو اس سے زیادہ سخت وقت کا انتظار ہے۔ حالانکہ مالی مسئلہ کی نزاکت اسوقت انتہا کو پہنچ چکی ہے اور اس کے بعد کا درجہ وہی ہے جو (خدا نہ کرے) محبان الفرقان کیلئے سوہان روح اور دشمنان الفرقان کیلئے مژدۂ راحت بلکہ بشارت حیات ہوگا، اسلئے آج پھر میں یہ عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ یہی وہ سخت اور نازک وقت ہے جبکہ الفرقان آپکی زیادہ سے زیادہ توجہ کا محتاج ہے۔ ع

بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم

پس ازانکہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور آپ کی یاد دہانی کیلئے اب پھر عرض کرتا ہوں کہ مجھے اس سفر میں اُس وقت تک آپکی رفاقت اور معاونت کی ضرورت ہے جب تک کہ الفرقان اُس منزل پر پہنچ جائے کہ اپنے مصارف وہ خود برداشت کر سکے۔ جس دن بعونہٖ تعالیٰ یہ بات ہو گئی میں انشاء اللہ احباب و معاونین کے شکریہ کیساتھ نہایت صفائی سے یہ اعلان کر دونگا کہ اب آپ الفرقان کیلئے کوئی خاص تکلیف نہ اُٹھائیں۔ مگر یہ چیز کسقدر افسوسناک بلکہ حساس دل رکھنے والوں کیلئے کتنی درد انگیز ہے کہ اتنی وسیع جماعت کا ایک آرگن اور دو سال کے عرصہ میں وہ اپنے مصارف کا کفیل بھی نہ ہو سکا۔

اللّٰھم انت المستعان والیک اشکو بثی وحزنی

شکوۂ احباب اس وقت الفرقان کی پیش آمدہ مشکلات کا ایک خصوصی باعث اُن احباب کا بے دردانہ تغافل ہے جن کی خریداری کی مدت اب سے دو دو تین تین اور چار چار مہینے پہلے ختم ہو چکی ہے۔ مگر بار بار کی تذکیر کے باوجود نہ تو اُنھوں نے آئندہ کیلئے اپنا چندہ ارسال فرمایا اور نہ رسالہ بند کرنے کی کوئی اطلاع دی۔

حالانکہ اُن میں اکثر حضرات وہ ہیں جن سے الفرقان کسی وقت بھی ایسی توقع نہ رکھتا تھا، اب گذشتہ نمبر کے اعلان کے مطابق یہ پرچہ بمجبوری اُنکی خدمت میں وی پی کیا جائیگا اُن کی دینی ہمدردی سے توقع ہے کہ وہ ضرور وصول فرماکر الفرقان کو مزید نقصان سے بچالیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ بروقت اُن کے موجود نہ ہونیکی وجہ سے یا کسی دوسرے ایسے ہی ناگہانی سبب سے وی پی واپس ہوا تو وہ بعد میں بذریعہ منی آرڈر اپنا چندہ بھیجکر ممنون فرمائینگے

بعض مقامی خریداروں سے

الفرقان کو سب سے زیادہ شکایت کا حق بریلی کے اُن دوستوں سے ہے جو دو سال سے برابر پرچہ وصول فرمارہے ہیں اور ابھی تک اُنہوں نے ایک سال کا چندہ بھی ادا نہیں کیا ہے۔ اور ایسے دوستوں کی تعداد تو پچاس سے بھی زیادہ ہے جن کے ذمہ سال رواں کا کل چندہ باقی ہے، دفتر الفرقان کا آدمی بار بار اُنکی خدمت میں بھیجا گیا، مگر وہ ہمیشہ آئندہ ہی پر محول فرماتے رہے۔ اب گذشتہ پرچہ کے اعلان کے بموجب جن حضرات کا چندہ اس نمبر کی اشاعت تک موصول نہ ہوگا اُنکی خدمت میں یہ نمبر بذریعہ ڈاک وی پی کیا جائیگا۔ تاکہ واپسی کی صورت میں کم ازکم یہ تو معلوم ہو سکے کہ ان میں سے کون کون حضرات الفرقان کو بالقصد نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔

ناظرین کرام یہ نہ سمجھیں کہ بریلی میں الفرقان کے سب خریدار ایسے ہی ہیں، نہیں اسی بریلی میں بعض ایسے مخلص معاون اور سچے ہمدرد بھی ہیں جن پر الفرقان بجا طور پر ناز کر سکتا ہے۔

بہر حال اب الفرقان کو آپ

پیش آمدہ مالی مشکلات سے اسطرح نجات دلاسکتے ہیں

(۱) اگر آپکے ذمہ دفتر الفرقان کا کچھ روپیہ باقی ہو تو فوراً بذریعہ منی آرڈر بھیج کے

(۲) الفرقان کیلئے کم ازکم ایک جدید خریدار ذی الحجہ سے پہلے پہلے مہیا کرکے

(۳) مندرجہ فہرست دینی اور تبلیغی کتابیں دفتر الفرقان سے اپنے یا اپنے کسی دوست کیلئے منگوا کے۔

فہرست کتب اخیر صفحات میں ملاحظہ فرمائیے

التشکر والامتنان

جن احباب نے میری ماہ گزشتہ کی اپیل سے متاثر ہو کر کسی طریقہ سے الفرقان کی اعانت فرمائی ہے اُن کا شکریہ ادا نہ کرنا بھی ناسپاسی ہوگی اسلئے تشکر و امتنان کیساتھ یہاں اُنکا تذکرہ کرنا بھی میں اپنا فریضہ سمجھتا ہوں

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابل شکریہ مبارکپور کے وہ مخلص احباب ہیں جو الفرقان کیساتھ حقیقی معنی میں عشق رکھتے ہیں، اس وقت ان حضرات نے الفرقان کی اعانت کے سلسلہ میں ایک معقول اور معتدبہ رقم مہیا کر کے بھیجی ہے جو الفرقان کی عمر میں سب سے پہلی نظیر ہے، اس تمام رقم سے اُن حضرات کے مشورہ کے بموجب طلبہ و غرباء کے نام الفرقان جاری کیا جائیگا اور تبلیغی کتابیں مستحقین کو تقسیم ہونگی۔

اس سے پہلے الفرقان کی توسیع اشاعت کے سلسلہ میں مبارکپور کے میرے انہی احباب نے جو غیر معمولی جدوجہد کی ہے وہ بھی میرے لئے مایۂ فخر ہے اور اُنکی انہی مساعی کا اثر ہے کہ اسوقت مبارکپور اور اُسکی ارد گرد کی بستیوں میں جسقدر الفرقان جا رہا ہے اتنا بڑے بڑے دس بیس شہروں میں بھی نہیں جا رہا۔ کاش مبارکپور جیسی دس بیس مبارک بستیاں اور بھی ہوتیں۔

نیز الفرقان کے قدیمی معاون جناب بابو محمد یٰسین صاحب ٹیلیفون انسپکٹر اور جناب نواب مولوی ذکاء اللہ خانصاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر نے بھی الفرقان کو تقویت پہنچانے کیلئے اس موقع پر غرباء اور طلبہ کے نام چند رسالے جاری کرائے ہیں۔ اس سلسلہ میں دہلی کے ایک مشہور سابق ابی الخیر اور الفرقان کے مخلص محسن رئیس صاحب نے بھی مبلغ ۱۰ بھیجے ہیں بعض احباب نے معتدبہ مقدار میں دفتر الفرقان کی کتابیں خرید کر بھی مالی مشکلات میں الفرقان کی امداد فرمانی چاہی ہے، ہم ان تمام مخلصین کے ممنون ہیں اور اجر آخرت کیلئے درگاہ مجیب الدعوات میں دست بدعا۔

انہ لا یضیع اجر المحسنین

(ادارۂ الفرقان)

باسمہ سبحانہ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　حمداً وسلاماً

نگاہِ اوّلین

علی پوری امارت کا عبرتناک خاتمہ!

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَار

راولپنڈی کانفرنس کے ایک معجونِ مرکب اجتماع نے (جو متضاد اور مختلف عناصر سے مرکب ہونے کے باوجود صرف کسی بااثر جماعت کے اقتدار کو فنا کرنے یا کونسل کے الیکشن کیواسطے فضا ہموار کرنے کی لئے ایک مرکز پر جمع ہوگیا تھا) تحریک مسجد شہید گنج سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے مخصوص مقاصد کے پیش نظر پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کو نہایت پُر اسرار طریقہ سے امیرِ ملت بنایا اور تین دن کے اندر سارے ہندوستان میں آپ کی امارت کا ڈھنڈورا پٹ گیا اور پیر صاحب نے بھی سمجھ لیا کہ اب ہم ہی مسلمانان ہندوستان کے بے تاج مگر خود مختار بادشاہ ہیں۔ اور اللہ رے رعونت و نخوت کہ پیر صاحب نے اسی امارت کے زعم میں آگرہ وغیرہ مقامات پر الفرقان کو صرف اسلئے پھڑوا کر پھکوا دیا کہ اسمیں اُن سے تکفیر مسلمین کے تفریق پرور مشغلہ سے بیزاری کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ جب ہم نے اخبارات میں یہ اطلاعات پڑھیں تو اُسی وقت ہمارا ذہن اُس عبرت آموز تاریخی واقعہ کی طرف منتقل ہوا کہ اب سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ایران کے ایک مغرور اور سرکش فرمانروا نے آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک کو (جسمیں اسکو دینِ مقدس کی طرف دعوت دی گئی تھی) اسی طرح ازراہِ نخوت چاک کر ڈالا تھا جپر زبان وحی ترجمان سے بیساختہ پُرجلال کلمات نکل گئے تھے "جسطرح اُس نے میرے خط کے ٹکڑے کر ڈالے اسی طرح خدا اس کی سلطنت کے پُرزے اُڑا دیگا"

پھر دُنیا نے دیکھ لیا کہ یہ سچی اور صادق پیشنگوئی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی اور گنتی کے چند ہی دنوں میں اس کی وسیع اور عظیم الشان سلطنت کی دھجیاں کس طرح بکھر گئیں۔

اس عبرتناک واقعہ کے ذہن میں آتے ہی یہ بھی خیال ہوا کہ جس منتقم قہار کو ایران کے اس فرعون کی وہ نخوت ناپسند آئی اور اُس کے قہر و جلال نے جلد ہی اُسکو کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ ممکن ہے کہ سابق پیر صاحب

اور حال امیر صاحب کی یہ مغرورانہ حرکت بھی اُس کو ناگوار ہوا اور وہ جلد ہی اس تمرّد اور تجبّر کا انجام دُنیا کو دکھلا دے۔ مگر اس وقت کی فضا کو دیکھتے ہوئے یہ وہم بھی ہم کو نہ تھا کہ قضا و قدر کے طاقتور ہاتھ اتنی جلدی اس امارت کا خاتمہ کر دیں گے اور اس مولود فساد کی عمر چھ ماہ کی بھی نہ ہوگی۔ مگر خدا کی شان ہے کہ جن لوگوں نے امارت کے اس پودے کو لگایا یا پانی دیا تھا قدرت نے انہی کے ہاتھوں سے اس کو اُکھڑوا کر پھنکوا دیا۔ اخبار "احسان لاہور" نے پہلے خوب پیر صاحب کی امارت کی منادی کی مگر جب اُس کے محترم مدیران پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ انتخاب غلط ہوا اور ہم نے سراب کو پانی سمجھا۔ تو بالآخر اس نے بھی وہی کہا جو دور اندیش پہلے سے کہہ رہے تھے۔ علیٰ ہٰذا اخبار "مدینہ بجنور" نے بھی پہلے پیر صاحب کے خلاف آواز اُٹھانے والوں کو غلط کار قرار دیا اور کچھ دنوں تک پیر صاحب کو خوب سراہا مگر جب اس امارت کے خطرناک نتائج ادارۂ مدینہ پر بھی الم نشرح ہو گئے تو بالآخر اسکو بھی اس امارت کے خلاف بولنا پڑا "پیشوا دہلی" کے محترم مدیر جناب مولوی سید عزیز حسن صاحب بقائی نے پہلے الفرقان کے اختلاف پر خوب لے دے کی مگر جب امیر صاحب کے کارنامے اُن کے سامنے بے پردہ ہو کر آئے تو شعبان کے پرچہ میں خود اُنہوں نے پیر صاحب کی امارت کے لئے گہری قبر کھدوائی اور پھر جو کچھ کسر باقی تھی وہ قدرت نے خود بانیٔ امارت جناب سید حبیب صاحب آف "سیاست لاہور" کے اس بیان سے پوری کر دی جو موصوف نے تحریک مسجد شہید گنج کے التوائے اعلان کے طور پر جنوری کے دوسرے ہفتہ میں اخبارات میں شائع کرایا ہے۔ اس بیان نے تو گویا امارت کے مردہ کو دفن ہی کر دیا اور اب عقیدت کیشانِ بارگاہِ علی پوری کیلئے بجز فاتحہ پڑھنے کے کچھ اور نہ رہا۔ اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ دُنیا کے ناپائدار عروج سے مدہوش اور بدمست ہو کر "انا ولا غیری" کے نعرے لگانے والے کسطرح خاک میں ملا دیئے جاتے ہیں۔

وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید ؕ

آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ اس چند روزہ علی پوری امارت کی مکمل تاریخ ابتداء ارتقاء اور انتہا کی پوری تفصیل ہدیۂ ناظرین کیجائیگی اور اسلامی اخبارات نے جو عبرتناک سلوک اس امارت کیساتھ کیا ہے اور اس سلسلہ میں جو قابلِ دید مضامین لکھے گئے ہیں کوشش کی جائیگی کہ وہ سب الفرقان کے صفحات میں جمع کر دیئے جائیں اگرچہ

۱۴۰

اس پرچہ کی ضخامت کسی قدر بڑھانی پڑے اس لحاظ سے الفرقان کا آئندہ پرچہ امارت نمبر ہوگا۔

زمزمۂ حمد

(از جناب قیسی فاروقی)

موجِ لبِ دریا میں! خاموشیٔ صحرا میں!
ہاں! خوابِ زلیخا میں! بیہوشیٔ موسیٰ میں!

جلوہ ہے ترا پنہاں

ہر شام و سحر میں بھی! ہر برگ و شجر میں بھی!
پتھر میں شرر میں بھی! ہاں میری نظر میں بھی

جلوہ ہے ترا پنہاں

نالوں میں عنادل کے! شمشیر میں قاتل کے
فریاد میں بسمل کے پردے میں مری دل کے

جلوہ ہے ترا پنہاں

جنگل کی ہواؤں میں، گلشن کی فضاؤں میں
بلبل کی نواؤں میں کوئل کی صداؤں میں

جلوہ ہے ترا پنہاں

غنچوں کی چٹک میں بھی شاخوں کی لچک میں بھی
پھولوں کی مہک میں بھی بلبل کی چہک میں بھی

جلوہ ہے ترا پنہاں

ہر تارِ رگِ جاں میں سوزِ غمِ پنہاں میں
روئے سرتابان میں ہر منظرِ امکاں میں

جلوہ ہے ترا پنہاں

بوڑھوں میں جوانوں میں مجنوں کے فسانوں میں
مسجد کی اذانوں میں قیسیؔ کے ترانوں میں

جلوہ ہے ترا پنہاں

"دُنیا کو اِسلام سے کس طرح روکا گیا"

از خامہ استاذ العصر حضرت علامہ مولانا محمد اعزاز علی صاحب شیخ الادب و الفقہ دار العلوم دیوبند!

گزشتہ سے پیوستہ

اُن مظلوموں کی طویل فہرست ہیں کہ جن پر صرف اسلئے حدود انسانیت سے متجاوز مظالم توڑے جاتے تھے کہ انہوں نے بغیر مجدود آلہہ باطلہ کو چھوڑ کر وحدہٗ لاشریک کو قابلِ عبادت سمجھا تھا۔ حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن کل الصحابہ اجمعین کا نام بھی ممتاز نظر آتا ہے اگرچہ اُنکی داستانِ مظلومیت خواص وعوام کی زبان پر ہے لیکن اُن کے بارے میں اس قدر رطب ویابس کی آمیزش ہوگئی ہے کہ صحیح اور غیر صحیح واقعات میں امتیاز دشوار ہوجاتا ہے۔ اسلئے ہم اُن کا ذکر سیر وتاریخ کی معتبر اور مستند کتابوں سے لیکر کریں گے۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اُس زمانہ میں دولتِ اسلام سے مالا مال کئے گئے ہیں جبکہ وہ اُمیہ بن خلف کے حقیر غلاموں میں شمار کئے جاتے تھے۔ بعض اہلِ تاریخ کی رائے ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولدین[1] مکہ میں سے تھے اور عبد اللہ بن جدعان تیمی کے غلام تھے۔ عبد اللہ بن جدعان تیمی کے پاس انہیں کیطرح سو غلام مولد تھے انہیں میں سے ایک یہ بھی تھے۔ اہلِ تاریخ کے اِن دونوں قولوں پر نظر ڈالکر طالبِ تحقیق کو ورطۂ حیرت میں پڑجانا قابلِ تعجب نہیں ہے لیکن یہ تعارض کچھ ایسا نہیں ہے کہ جس کا حل ہی نہو سکے کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوّلاً عبد اللہ بن جدعان ہی کے مملوک رہے ہوں اور جب عبد اللہ بن جدعان سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمان ہوجانیکی وجہ سے سزائیں دیتے دیتے تکلیفیں پہنچاتے پہنچاتے تھک گیا ہو تو اُس نے اُمیّہ بن خلف کے حوالے کردیا ہو۔ پس اس بنا پر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن جدعان کے غلام تھے وہ بھی صحیح کہتے ہیں کیونکہ اوّلاً اُنہیں کے مملوک تھے، اور جنہوں نے سیدنا بلال رضؓ کو اُمیہ بن خلف کا غلام قرار دیا ہے وہ اس وقت کی حالت بیان کررہے ہیں جبکہ اُسکی ملک سے نکلکر آپ آزاد ہوئے ہیں پس ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے ان کا بھی قول صحیح ہے اور اُن کا بھی۔

سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلِ سیر کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صرف اس وجہ سے اُنپر مصائب کے

---

[1] مولّد اس شخص کو کہا جاتا تھا کہ جو عرب کا اصلی باشندہ نہو، مگر اسکی پیدائش عرب کی ہی ہو۔ ۱۲ منہ

پہاڑ توڑے گئے کہ وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے۔ لیکن تکلیف پہنچانے کی تفصیل میں کچھ تھوڑا سا اختلاف ضرور ہے، جن اصحاب کی یہ رائے ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمیہ بن خلف کے مملوک تھے وہ تو یہ فرماتے ہیں کہ اس عاشقِ اسلام محبِ رسول کی گردن میں ایک بڑی سی رسی ڈالدی جاتی تھی اور بچے اُن کو جانور کی طرح گلی کوچوں میں گھسیٹے گھسیٹے پھرتے تھے اور اُن کی زبان سے "اَللّٰہُ اَحَد" ہی نکلتا تھا۔ ۔

بجرمِ عشقِ تو ام می کشند و غوغائیست
تو نیز برسرِ بام آ کہ خوش تماشائیست

اور یہ رسی اس قدر کس کر گلے میں باندھی جاتی تھی کہ گلے میں گہرے گہرے نشان پڑ گئے تھے اور ابنِ اسحٰق نے تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ اُمیہ بن خلف کی یہ سزا تو معمولی تھی جو بچوں کے ذریعہ سے دی جاتی تھی۔ اور خود اسکی بہیمیت اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ جب وہ خود سزا دیتا تھا تو اس طرح کہ حجاز کی چلچلاتی دہوپ میں دوپہر کی سخت گرمی کے وقت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ریتیلے میدان میں لاتا تھا، اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھوک اور پیاس کی شدت میں اس نمونۂ جہنم تپتے ہوئے ریت پر پہنچتے تھے سب گرمیوں کا مجموعہ بقول ابن اسحٰق اس درجہ پر پہنچتا تھا کہ اگر اس ریگ پر گوشت کا ٹکڑا رکھدیا جاتا تو وہ بھی سیخ کے کباب کی طرح بھن جاتا۔ اس عاشق جانباز کی جراءت دیکھو کہ اس کو اس ریت پر چت لٹایا گیا اور ایک بڑا اور بھاری گرم پتھر کئی آدمیوں سے اُٹھوا کر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر رکھدیا گیا اور اُمیہ بن خلف جس کو انسان صورت درندہ کہدینے میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہے کھڑا ہوا کہہ رہا ہے کہ یا تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا انکار کر ورنہ اسی طرح تیری جان لی جاویگی لیکن یہ شیفتۂ اسلام اس سخت حالت میں بھی وہی ایک صدا "اللہ ایک ہے" لگا رہا ہے۔

اور جو حضرات سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو عبد اللہ بن جدعان تیمی کا مملوک قرار دیتے ہیں کہتے ہیں کہ اس شخص کے پاس سو غلام تھے جب بعثت نبویہ کا تذکرہ گھر گھر ہونے لگا تو عبد اللہ بن جدعان کو خوف ہوگیا کہ کہیں میرے سارے غلام مسلمان نہ ہو جاویں اس وجہ سے ان سب کو مکہ سے باہر ایسے مقام پر پہنچا دیا کہ جہاں اُن کے کانوں تک حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کا تذکرہ ہی نہ پہنچ سکے ضرورت تھی کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسی خارج البلد جماعت کے ساتھ روانہ کیا جاوے مگر اس مجبوری سے روانہ نہ کئے جا سکے کہ ان کے متعلق یہ خدمت تھی کہ عبد اللہ

ابن جدعان کے اونٹ چرایا کریں اور اس حقیر ترین خدمت کو انجام دینے والا ان سے زیادہ ذلیل کوئی بھی نہ تھا یا یوں کہو کہ چونکہ سیدنا بلال کی سکینت متکبر و جبار کی بارگاہ میں مقبول ہو چکی تھی اسلئے یہ ظالم انکو خارج البلد نہ کر سکا۔

اسی زمانہ میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کی مگر اسلام کا اعلان نہ کیا۔ اس غلامی کی حالت میں روسائے قریش اور کفار مکہ سے مناظرہ تو کیا کر سکتے تھے انہوں نے چاہا کہ خود بتوں سے بزبان حال کہلوا دیا جائے کہ ہمکو معبود سمجھنا غایت درجہ کی حماقت اور بڑے سِکر کی بیوقوفی ہے، اسلئے انہوں نے ان پتھر کی تصویروں پر نظر انتخاب ڈالی تو دیکھا کہ پرستاران غیر اللہ کی حماقت کی بنا پر ہر بت بناؤ سنگھار کئے ہوئے ہے، مگر انہوں نے دلیل ناطق بنانے کیلئے صرف ان بتوں کو اختیار کیا جو خانۂ خدا کے آس پاس رکھے ہوئے تھے اور اس انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ خانۂ کعبہ کے آس پاس رکھے جانیوالے بتوں کی ہر شخص تعظیم کرتا تھا اور جو بت گھروں پر تھے وہ اُسی خاندان کیلئے قابل تعظیم تھے جس خاندان کیطرف منسوب تھے، دوسروں کے ذمہ اُن کی تعظیم ضروری نہ تھی۔ علاوہ ازیں خانۂ کعبہ کی وجہ سے عام اہل عرب ہاں آتے تھے تو ان بتوں کی شہادت سب کیلئے شہادت تھی چنانچہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن پر قضائے حاجت کی یا پائخانہ سے ملوث کیا۔ بعض کا بیان ہے کہ اُن پر تھوک دیا، مگر اسکو چھپا نہ سکے اس موحدانہ بیخودی کی حالت میں باآواز بلند زبان سے نکل گیا کہ "وہ لوگ برباد ہیں جو تمہاری عبادت کرتے ہیں،، اس سے اُن کا مقصد یہی تھا کہ بتوں کو اس حالت میں دیکھنے والے سمجھ لیں گے کہ جس چیز میں اس قدر بھی طاقت نہیں کہ اس نجاست سے ملوث کرنے والے کو سزا دے سکے یا کم از کم اپنے آپ ہی کو اس سے بچا سکے وہ معبود کیونکر ہو سکتی ہے، لیکن جب نوبت یہاں تک آ جاوے کہ سننے والے کان ہوں اور انسان نہ سُنے، دیکھنے والی آنکھیں ہوں اور انسان نہ دیکھے سمجھنے والے دل ہوں اور انسان نہ سمجھ سکے تو اُس کیلئے بڑی سے بڑی دلیل بھی غیر مفید ہے اسی لئے ایک دانشمند نے اپنی اولاد کو مرتے وقت ان الفاظ میں وصیت کی ہے۔

ابنیّ ان من الرجال بھیمۃ — فی صورۃ الرجل السمیع المبصر

فطن بکل رزیۃ فی مالہ — واذا اصیب بدینہ لم یشعر

یعنی لخت جگرو! من! بعض انسان صورت حقیقتاً جانور ہیں جن کے پاس سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں ہیں مگر انکی شناخت یہ ہے کہ اگر ان کے کثیر مال میں سے کسی جگہ کسی مد میں ذرا سا بھی نقصان ہو تو فوراً باخبر ہو جاویں اور

ضائع شدہ پیسہ کی تفتیش و تحقیق میں لگ جاویں لیکن اگر ذریات ابلیس اُن کے دین کو جڑ بنیاد سے اُکھیڑ پھینکے تو اُن کو خبر بھی نہ ہو۔

کفار قریش کو سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حرکت کا پتہ لگ گیا اسلئے اُنہوں نے اس کی شکایت عبداللہ بن جدعان سے اسطرح کی کہ اے عبداللہ کیا تم بھی آباؤ اجداد کے دین سے منحرف ہو گئے ہو۔ عبداللہ بن جدعان نے گھبرا کر کہا کہ کیا مجھ جیسے کٹر پابند مذہب کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کر رہے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں تمہاری نسبت تو اس کا وہم بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ تم جیسا عاقل شخص آباؤ اجداد کی تقلید ترک کر دیگا لیکن آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ تمہارے حبشی غلام نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔

یہ سُن کر عبداللہ بن جدعان پر تو گویا غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اُسی وقت اپنے مال میں سے سو اونٹ ان لوگوں کو دیے کہ بُتوں کے نام پر اُنکی قربانی کرو اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اُن کے حوالے کر دیا کہ جو کچھ چاہو سزا دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے من مانی سزائیں دینی شروع کر دیں، ان ناقابل برداشت تکالیف پر ایک دو دن نہیں زمانہ دراز گذر رہا ہے ایک مرتبہ خود سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات بھی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اس مصیبت میں گرفتار دیکھ چکے۔ اور یہ کہتے ہوئے سُن چکے ہیں کہ "اللہ ایک ہے" ایک مسکین کو اس سخت عذاب میں گرفتار دیکھکر نہ رہا گیا تو بے اختیار فرمایا کہ عنقریب تمکو تمہارا خدا اس عذاب سے نجات دیگا۔

یہ امر غور طلب ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان شدائد مہلکہ کے باوجود اظہار اسلام سے باز نہ آتے تھے لیکن نصوص قطعیہ ایسی حالتوں میں اجازت دیتے ہیں کہ ایمان قلبی پر اکتفا کی جاوے اور زبان سے اسلام کا اظہار نہ کیا جائے بلکہ اگر کفار کے ہاتھوں سے بجز اس صورت کے کسی اور صورت میں گلو خلاصی نہ ہوتی ہو کہ زبان سے کلمات کفریہ ادا کئے جاویں تو عندالشرع یہ بھی جائز ہے، پھر ایسی صورت میں کہ شرعاً اظہار اسلام پر مجبور نہیں کیا گیا اور مافی الضمیر کے خلاف کو ظاہر کرنیکی بھی اجازت دی گئی، ان تکالیف کے برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ اسی طرح کی بعض صورتوں کو علمائے ربانیین گناہ کہتے ہیں مثلاً فقہائے کرام رحمہم اللہ صراحتاً فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص بھوک و پیاس کی شدت کی وجہ سے قریب المرگ ہے اور اس حالت میں بجز اس کے کوئی اور صورت ہی نہیں کہ وہ سُؤر وغیرہ حرام چیزوں کو کھاوے تو اُس کو چاہیے کہ ان چیزوں کو کھاوے اور اپنی جان بچالے اور اگر

اُس نے ان چیزوں کو کھا کر جان نہ بچائی تو گنہگار ہو گا۔ سرسری نظر میں یہ دونوں صورتیں ایک ہی سی ہیں۔ کلمات کفریہ کو زبان سے نکالنا حرام ہے۔ اسی طرح سور وغیرہ کے گوشت کو کھانا بھی حرام ہے۔ بصورتِ اضطرار یہ بھی جائز ہے اور علی الذا وہ بھی جائز۔ اس کے جواز کا حکم بھی بنصِ قطعی ثابت اور اس کے جواز کا بھی۔

اس کے جواب میں قارئین کرام کو تھوڑے سے غور کی ضرورت ہے۔ مختصر سا جواب تو حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے یہی ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے مسائل سے جس مقام پر علمائے فحول کثر اللہ سوادہم نے بحث کی ہے وہاں تصریح کر دی ہے کہ اگر اظہار اسلام پر کفار سزائیں دیں حتیٰ کہ جان لینے کا ارادہ بھی کریں تب بھی اگرچہ مافی الضمیر کے خلاف ظاہر کرنے کی اجازت ہے۔ تاہم اگر اس اجازت سے استفادہ نہ کرے بلکہ تعذیب اور تکلیف کی حالت میں بھی اسلام کو ظاہر کرتا رہے تو عند اللہ ماجور ہے نہ کہ گنہگار، اور اگر بھوک و پیاس کی حالت میں مردار سور وغیرہما سے جان نہ بچائے تو گناہگار ہے۔ پس حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے افضل پر عمل کیا اسلئے وہ ماجور ہیں نہ کہ گناہ گار، لیکن یہ جواب طالب تحقیق کیلئے ناکافی ہے۔ کیونکہ طالبعلمانہ انداز اس کو اس کہنے پر مجبور کریگا کہ پہلے مجھ کو صرف سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر شبہ تھا کہ اُنہوں نے جان کیوں نہ بچائی یہ شبہ تو دفع نہ ہوا بلکہ اب ان علمائے ربانیین رحمہم اللہ تعالیٰ پر بھی یہی شبہ ہو گیا کہ جب دونوں صورتوں میں عند الشرع کسی قسم کی کوئی تنگی نہیں کی گئی تو کیا وجہ ہے کہ ایک صورت میں تو رخصت پر عمل کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں اور دوسری صورت میں عزیمت پر عمل کرنے کو افضل اور باعثِ اجر کہتے ہیں حالانکہ دونوں چیزوں (اجرائے کلمۃ الکفر و اکل میتۃ وغیرہا) کی اجازت بنصِ قطعی ثابت ہے کیونکہ اجرائے کلمۃ الکفر بحالت اضطرار کے جواز کیلئے قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ	جو کوئی منکر ہوا اللہ سے ایمان لائے پیچھے مگر (وہ نہیں) جو مجبور
وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح صدرًا	کیا جاوے اور اُسکا دل ایمان پر برقرار ہے لیکن ہاں جو دل
فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب	کھول کر کافر ہوا تو اُن پر غضب ہے اللہ کا، اور اُن پر بڑا عذاب
الیمہ	ہے۔ ....

اور بحالتِ اضطرار اکل میتۃ وغیرہا کیلئے فرمان ہے کہ

انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر	بس خدا نے تو حرام کیا ہے تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر نام پکارا

وما اهل به لغير الله فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه ان الله غفور رحيم

جاوے اللہ کے غیر کا، پھر جو کوئی ناچار ہو جاوے کہ نہ عدول حکمی کرنیوالا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اسپر کچھ گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ .....

اور یہی وجہ ہے کہ چند ضعفائے صحابہؓ نے شرع کی اس وسعت سے فائدہ اٹھایا اور بحالت اکراہِ شدید کلمات کفریہ زبان سے ادا کرکے اپنی جان بچائی۔ بیضاوی فرماتے ہیں۔

روی ان قریشا اکرهوا عمارا وابویه یاسرا وسمیة علی الارتداد فربطوا سمیة بین بعیرین ووجی بحربة فی قبلها وقالوا انک اسلمت من اجل الرجال فقتلت وقتلوا یاسرا وهما اول قتیلین فی الاسلام و اعطاهم عمار بلسانه ما ارادوا مکرها فقیل یا رسول الله ان عمارا کفر فقال کلا ان عمارا ملئ ایمانا من قرنه الی قدمه واختلط الایمان بلحمه ودمه فاتی عمار رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یبکی فجعل رسول الله صلی الله علیه وسلم یمسح عینیه فقال ما لک ان عادوا لک فعد لهم بما قلت وهو دلیل علی جواز التکلم بالکفر عند الاکراه وان کان الافضل ان یتجنب عنه اعزازا للدین کما فعله ابواه

کفار قریش نے عمارؓ، عمارؓ کی ماں (جن کا نام سمیہ تھا) اور عمارؓ کے باپ (جن کا نام یاسر تھا) پر ظلم و ستم کرنا شروع کیا تاکہ یہ لوگ مرتد ہو جاویں۔ سمیہ کے ساتھ تو یہ معاملہ کیا کہ انکو دو اونٹوں کے درمیان باندھا اور اُن سے کہا کہ تو سٹنڈے مردوں کی وجہ سے مسلمان ہوئی ہے یہ کہکر اُن کے اندام نہانی میں نیزہ مار کر شہید کر دیا اور یاسرؓ کو بھی تعذیب شدید کے بعد شہید کر دیا، اسلام میں سب سے پہلے یہی دو شہید ہوئے[۱] ہیں۔ اور عمارؓ نے زبان سے وہ سب کچھ کہا جو کفار نے زبردستی اُن سے کہلوایا لوگوں نے دربار نبوت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ عمارؓ مرتد ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں عمارؓ تو از سرتا پا مجسم ایمان ہے، ایمان اُن کے گوشت و پوست میں سرایت کر چکا ہے اس کے بعد حضرت عمارؓ حضورؐ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے، حضورؐ نے از راہ شفقت اُن کے آنسو پونچھے، اور فرمایا بات ہی کیا ہوئی۔ اگر کفار قریش تم کو پھر اسی طرح مجبور کریں تو تم پھر وہی کلمات کہہ کر اُن سے چھٹکارا حاصل کر لینا۔ یہ واقعہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اکراہ و اجبار کے وقت کلماتِ کفر کا زبان سے نکالنا جائز ہے۔ یہ امر آخر ہے کہ افضل یہی ہے کہ زبان سے بھی کلماتِ کفر نہ کہے تاکہ اسلام کی عظمت قائم رہے۔ چنانچہ اسی پر عمارؓ کے والدین نے عمل کیا۔ اور اس کی افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب نے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا اور اُن میں سے ایک سے دریافت کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں

---

[۱] بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۱۲ منہ

لما روی ان مسیلمۃ اخذ رجلین فقال لاحدھما ما تقول فی محمد قال رسول اللہ قال فماذا تقول فی فقال انت ایضاً وقال للآخر ما تقول فی محمد قال رسول اللہ قال فما تقول فیّ قال انا اصم فاعاد علیہ ثلاثاً فاعاد جوابہ فقتلہ فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ فقال اما الاول فقد اخذ برخصۃ رسول اللہ واما الثانی فقد صدع بالحق فھنیئاً لہ ۔

تمہارا کیا عقیدہ ہے ۔ کہا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اُس نے کہا کہ میرے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے ۔ اُنہوں نے فرمایا کہ تم بھی ہو[1] اُس نے دوسرے سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں تم کیا کہتے ہو، اُنہوں نے فرمایا کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اُس نے کہا کہ میرے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے فرمایا کہ میں بہرا ہوں مسیلمہ نے تین دفعہ دریافت کیا اور جواب میں یہی سنا ۔ اسلئے ناراض ہو کر قتل کر دیا ۔

یہ خبر دربار نبوت تک پہنچی تو حضورؐ نے فرمایا کہ پہلے شخص نے تو اُس آسان حکم پر عمل کیا جو ہم نے ایسے شدید وقت کیلئے دے دیا ہے اور دوسرے شخص نے ڈنکے کی چوٹ صاف بات کہی، اُس کو مبارک ہو ۔

علامہ شیخ زادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔

روی عن مجاھد انہ قال اول من اظھر الاسلام سبعۃ رسول اللہ، وابوبکر وخباب وصھیب وبلال وعمار وسمیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین اما الرسول فمنعہ ابوطالب واما ابوبکر فمنعہ قومہ واخذوا الآخرین والبسوھم ادرع الحدید ثم اجلسوھم فی الشمس فبلغ منھم الجھد

مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اسلام کو اول ظاہر کرنے والے سات اشخاص ہیں ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، ابوبکرؓ، خبابؓ ۔ صہیبؓ، بلالؓ، عمارؓ، سمیہؓ، حضور کی حمایت تو تا بمقدور خود ابوطالب نے کی ۔ ابوبکرؓ سے کفار قریش اُن کی قوم کی وجہ سے خائف تھے ۔ بقیہ کمزور مسلمانوں کو کفار نے پکڑا، اُنکو لوہے کی زرہیں پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں بٹھایا ۔ لوہے اور دھوپ کی گرمی نے اُنکو حواس باختہ کر دیا ابوجہل آیا اور سخت و سُست کہنے لگا ۔ اور خصوصیت کے ساتھ

---

[1] سبحان اللہ! اسلام کی شیدائیت اسکا نام ہے، مسیلمہ کے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور جانتے ہیں کہ ذرا سے اشارے میں سر تن سے جُدا ہو جاویگا لیکن بضرورت کہا بھی تو یہ کہ تم بھی، جسکا مطلب خواہ یہ سمجھ لیا جاوے کہ تم بھی خدا کے سچے رسول (معاذ اللہ) ہو اور خواہ متکلم کی توقف یا بے کالحاظ کر کے یہ سمجھ لیا جاوے کہ بیوقوف ابتم بھی؟ اسد جہ پر ہو کہ تمہارے متعلق کوئی اچھا عقیدہ رکھا جاوے اسی کا نام توریہ ہے ۱۲ منہ

بحر الحدید والشمس وانا هم ابوجهل یشتمهم ویؤبخهم وشتم سمیة ثم طعن بالحربة فرجها وقال الاخرون ما قالوا الهم غیر بلال فانهم جعلوا یعذبونه ویقول احد احد حتی ملوه فترکوه۔ قال عمار کنا نتکلم بالذی ارادوا غیر بلال هانت علیه نفسه فترکوه وقال خباب لقد اوقدوا لی نارا ما اطفاها الا ودك ظهری۔

سمیّہ کو گالیاں دیں۔ اور اُن کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور بقیہ لوگوں سے جو کچھ کفار قریش نے کہلوایا، اُنہوں نے کہا، بلالؓ اُن میں سے مستثنیٰ تھے، کیونکہ توحید پر جسقدر اُنکو سزا دی جاتی تھی اُسی قدر زیادہ توحید کا اعلان کرتی تھے آخر تنگ ہو کر کفار قریش نے اُنکو چھوڑ دیا۔ حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ کفار قریش ہم سے جو کچھ کہلوانا چاہتے تھے ہم جان کے خوف سے کہتے تھے مگر بلالؓ نے اس بارہ میں اپنی جان کی پرواہ بالکل نہ کی آخر کفار قریش نے اُن کو تنگ آ کر چھوڑ دیا۔ حبابؓ فرماتے ہیں کہ میرے لئے انہوں نے آگ جلائی (یعنی کباب کی طرح سینکنے کا ارادہ کیا) مگر میری پیٹھ کی چربی زیادہ نکل کر گری اسلئے وہ آگ بجھ گئی۔

(باقی آئندہ)

بارگاہِ رسالتؐ میں

ازجناب رہبر اعظمی مبارکپوری

رحمۃ للعالمیںؐ! اُمت کی نادانی کو دیکھ — باعثِ تکوین، مسلمانوں کی طغیانی کو دیکھ

عالمِ فرقت میں وحشت کی فراوانی کو دیکھ — جامۂ صبر و سکوں کی چاک دامانی کو دیکھ

لرزہ براندام سب اقوام تھیں جس قوم سے — اے شہنشاہِ جہاں، اُس کی پریشانی کو دیکھ

محوِ خوابِ ارضِ یثرب ہے کچھ اُمت کی خبر — ملتِ بیضا کی تاریکی و ویرانی کو دیکھ

مشرق و مغرب خرابِ ساغرِ عصیاں ہوئے — میرے مولیٰ بے خبر اس دردِ پنہانی کو دیکھ

مستِ خوابِ نازؑ آخر تابکے دُنیا خراب — عاصی و خستہ مسلماں کی تن آسانی کو دیکھ

اضطرابِ دل فزوں تر عالمِ فرقت میں ہے
رہبرِ گم گشتہ منزل کی حیرانی کو دیکھ

ع توہم ابتذال سے بچنے کے لئے بعد میں رہبر صاحب نے اس مصرع کو اسطرح بدل دیا ہے "اے طبیب مرضِ مسلم تابکے دُنیا خراب"

دوسری آیت

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَؔؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةًؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَاؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۝

حضرت[۲۵] شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کا ترجمہ فارسی زبان میں اس طرح فرماتے ہیں۔

"سوال میکنند ترا از قیامت کہ کے باشد استقرار او۔ بگو جز ایں نیست کہ علم قیامت نزدیک پروردگار من است۔ پدید نیارد او را در وقتِ او مگر خدا۔ گراں شدہ است در آسمانہا و زمیں نیاید بشما مگر ناگہاں سوال میکنند ترا از قیامت گویا تو کاوش کنندہ ازاں۔ بگو جز ایں نیست کہ دانش او نزدیک خدا است ولیکن بسیارے از مردماں نمی دانند (فتح الرحمٰن[۲۸] ترجمہ قرآن از حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

اور حضرت[۲۶] شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔

"تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کس وقت ہے تو کہہ اس کی خبر تو ہے میرے رب ہی پاس۔ وہی کھول دکھا دیگا۔ اس کو اپنے وقت۔ بھاری بات ہے آسمان و زمین میں۔ تم پر آوے گی تو بیخبر آوے گی۔ تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا کہ تو اس کا تلاشی ہے۔ تو کہہ اس کی خبر ہے خاص اللہ پاس۔ لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے" (امام[۹۲] التراجم از حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ)

درِ منثورؔ میں بحوالہ ابن اسحٰق و ابن جریر و ابو الشیخ حضرت عبد اللہ بن عباس[۲۷] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بعض یہود (حمل بن ابی قشیر و سموئیل بن زید) نے از راہِ شرارت آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نیز اسی درِ منثورؔ میں بحوالہ ابن جریر حضرت قتادہؒ سے مروی ہے کہ یہی سوال قریش مکہ کی جانب سے کیا گیا تھا، اس کے جواب میں یہ آیت

نازل ہوئی ہے۔ (در منثور صفحہ ۱۵۰ و ۱۵۱)

بہر حال سوال خواہ کسی کی جانب سے ہو لیکن اتنا متفق علیہ ہے کہ قیامت کے متعلق آنحضور سے سوال کیا گیا تھا کہ وہ کب آئیگی؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں بکرّات ومرّات اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ قیامت کے وقت خاص کا علم مخصوصاتِ باری تعالیٰ میں سے ہے اور بس اُسی کو معلوم ہے کہ قیامت کب ہوگی۔"

اگرچہ اس آیت سے یہ مضمون اور اُس سے ہمارے مدعا کا ثبوت بالکل ظاہر ہے اور کسی توضیح و تشریح کا محتاج نہیں، مگر چونکہ ہم یہ التزام کر چکے ہیں کہ آیات کی تفسیر میں ہم صرف اسلاف مفسرین کے ارشادات ہی پیش کریں گے اسلئے یہاں بھی ہم اُنہیں کے کلمات نقل کرتے ہیں۔

امام الحدیث والتفسیر ابن جریر طبری اسی آیت کے ذیل میں حبر اُمت ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

(۲۹)
قال ابن عباس لما سأل الناس محمداً عن الساعة سألوہ سوال قوم کانھم یرون ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم حفی بھم فاوحی الیہ انما علمھا عندہ استاثر بعلمھا فلم یطلع علیھا ملکا ولا رسولاً (تفسیر ابن جریر ج ۹ صفحہ ۸۷)

کہ جب لوگوں نے حضور سے قیامت کی متعلق سوال کیا تو اس طرح سوال کیا گویا کہ حضور اُن کیساتھ بڑے مہربان ہیں پس خدا کی طرف سے آپ پر وحی ہوئی کہ قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اُس نے اپنے ہی لئے اس کے علم کو خاص کر لیا ہے پس اسی واسطے نہ کسی فرشتے کو اسکی اطلاع دی ہے نہ کسی رسول کو۔

(واخرجہ ایضاً ابن اسحٰق وابو الشیخ کما فی الدر المنثور صفحہ ۱۵۱ ج ۳ وذکرہ ایضاً الامام علی بن محمد الخازن صفحہ ۲۵۵ ج ۲)

اور یہی امام ابن جریر اسی آیت کے ذیل میں اپنی سند سے حضرت قتادہ تابعی سے روایت کرتے ہیں کہ

(۳۰)
قال (انما علمھا عند ربی لا یجلیھا لوقتھا الا ھو) یقول علمھا عند اللہ ھو یجلیھا لوقتھا لا یعلم ذالک الا اللہ (تفسیر ابن جریر صفحہ ۸۸ ج ۹)

(انما علمھا عند ربی لا یجلیھا لوقتھا الا ھو) کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے وقتِ خاص کا علم بس خدا ہی کے پاس ہے وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کریگا اسکو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(اخرجہ ایضاً ابن ابی حاتم کما فی الدر المنثور صفحہ ۱۵۰ ج ۳)

نیز یہی امام موصوف اسی آیت کے ذیل میں امام تفسیر سدیؒ سے اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ

(۳۱) (قولہ تعالیٰ ثقلت فی السموٰت والارض) یقول خفیت فی السموٰت والارض فلم یعلم قیامہا متی تقوم ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ (تفسیر ابن جریر صفحہ ۹۷ ج ۹)

اللہ تعالیٰ کے فرمان "ثقلت فی السموٰت والارض" کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت زمین اور آسمان میں مخفی ہے (یعنی نہ اس کو زمینی مخلوق جانے نہ آسمانی) اسی لئے ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین میں سے بھی کسی کو اسکی خبر نہیں۔

(اخرجہ ابو الشیخ ایضاً کما فی الدر المنثور صفحہ ۱۵۰ ج ۳ وذکرہ الرازی ایضاً فی الکبیر صفحہ ۳۳۱ ج ۴)

طبقۂ صحابہ و تابعین کے ان تفسیری کلمات کے بعد دیگر ائمہ مفسرین کی تصریحات بھی ملاحظہ ہوں

امام ابو جعفر ابن جریر طبری اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

(۳۲) اما قولہ "قل انما علمہا عند ربی لا یجلیہا لوقتہا الا ہو" فانہ امر من اللہ تعالیٰ نبیہ محمداً ان یجیب سائلیہ عن الساعۃ بانہ لا یعلم وقت قیامہا الا اللہ الذی یعلم الغیب وانہ لا یظہرہا لوقتہا ولا یعلمہا غیرہ جل ذکرہ۔ ....

اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جو لوگ آپ سے قیامت کے وقت کا سوال کرنے والے ہیں اُن کو آپ یہ جواب دیں کہ اس کے وقتِ خاص کا علم خدا علام الغیب کے سوا کسی کو نہیں اور وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کریگا دوسروں کو اسکی کچھ خبر نہیں ....

۳۵

پھر آیت کریمہ کے آخری حصہ کی تفسیر فرماتے ہوئے اس سے زیادہ وضاحت کیساتھ اسی مضمون کو اس طرح ارقام فرماتے ہیں کہ

(۳۳) اما قولہ قل انما علمہا عند اللہ فان معناہ قل یا محمد لسائلیک عن وقت الساعۃ و حین مجیئہا لا علم لی بذالک ولا یعلم بہ الا اللہ الذی یعلم غیب السموٰت والارض ولکن اکثر الناس لا یعلمون ان ذالک لا

حق تعالیٰ کے اس فرمان "قل انما علمہا عند اللہ الآیۃ" کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ وقت قیامت کی متعلق سوال کرنے والی اس جماعت سے فرما دیجئے کہ مجھکو اسکا علم نہیں اور اسکو اس خدائے علیم و خبیر کے سوا کوئی نہیں جانتا جو زمین و آسمان کی تمام غیبوں کو جانتا ہے لیکن بہت سے لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ اس کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔

لا یعلم الا اللہ بل یحسبون ان علم ذالک یوجد عند بعض خلقہ (تفسیر ابن جریر صفحہ ۹ ج ۲۱) اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ کی بعض مخلوق کو بھی قیامت کے وقتِ خاص کی خبر ہے ۔

یہ جاہل اور ناداں جماعت جو نزولِ قرآن کے وقت کفار قریش یا یہود میں سے تھی بدقسمتی سے آج خود مدعیانِ اسلام میں موجود ہے اور وہ نہ صرف گمان بلکہ یقین رکھتی ہے کہ اللہ کی بعض مخلوقات کو بھی قیامت کا علم ہے ۔ اور جو مسلمان اس کی اس جہالت میں شریک اور اس ضلالت میں ہمنوا نہیں اس کو وہ گمراہ اور بے دین سمجھتی ہے فیاللعجب ۔

عماد المفسرین امام المحدثین حافظ ابن کثیر دمشقی اس آیت کریمہ کی تفسیر احادیث و آثار سے فرمانے کے بعد فرماتے ہیں ۔ اور کسقدر زور سے فرماتے ہیں ۔ کہ

(۴۳) فھذا النبی الامی سید الرسل وخاتمھم صلوات اللہ علیہ و سلامہ نبی الرحمہ و نبی التوبہ ونبی الملحمہ والعاقب والمقفی والحاشر الذی یحشر الناس علی قدمیہ مع قولہ فی ماثبت عنہ فی الصحیح من حدیث انس وسھل بن سعد رضی اللہ عنھما ، بعثت انا والساعۃ کھاتین وقرن بین اصبعیہ السبابہ والتی تلیھا قد امرہ اللہ ان یرد علم وقت الساعۃ الیہ اذا سئل عنھا فقال قل انما علمھا عند اللہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۔

تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۷۴ و ۲۷۵ ج ۴

۳۶

پس یہ نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو سید الرسل اور خاتم النبیین ہیں جو نبی الرحمہ نبی التوبہ اور نبی الملحمہ ہیں اور جو خدا کے سب سے آخری اور پچھلے نبی ہیں جن کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا وہ باوجود ان خصائص اور فضائل عظیمہ کے اور باوجود اس قرب قیامت کے کہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اور قیامت اس طرح قریب ہیں (جیسے کہ یہ انگشتِ شہادت اور اس کے قریب والی انگلی) جیسا کہ ... صحیح بخاری، وغیرہ میں حضرت انس و سہل بن سعد سے مروی ہے ۔ غرض باینہمہ حق تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ قیامت کے وقت کے بارے میں جب آپ سے یہ سوال کیا جائے تو ہمیشہ آپ اس کو خدا ہی کے حوالے کریں ۔ چنانچہ فرمایا ۔

قل انما علمھا عند اللہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۔

اور علامہ علی بن محمد خازنؒ مذکورہ بالا شان نزول نقل فرمانے کے بعد آیت کریمہ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں۔

(یسئلونک عن الساعة) ای عن خبر [۳۲] القیامة.... (ایان مرسٰها) .... ای متی وقوعها (قل) ای قل لهم یا محمد (انما علمها عند ربی) ای لا یعلم الوقت الذی تقوم فیه الا الله استاثر الله بعلمها فلم یطلع علیه احدا.... (لا یجلیها لوقتها الا هو..... ثقلت فی السموٰت والارض) یعنی ثقل امرها وخفی علمها علی اهل السموٰت والارض فکل شیئ خفی فهو ثقیل وشدید..... (لا تاتیکم الا بغتة) یعنی فجاءة علی حین غفلة من الخلق...... (یسئلونک کانک حفی عنها) (قل) یعنی یا محمد (انما علمها عند الله) استاثر الله بعلمها فلا یعلم متی الساعة الا الله عز وجل (ولکن اکثر الناس لا یعلمون) یعنی لا یعلمون ان علمها عند الله وانه استاثر بعلم ذالک حتی لا یسئلوا عنه (تفسیر خازن صفحہ ۲۶۵ ج ۲) [۶۳]

لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئیگی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اُن سے فرما دیجئے کہ اس کا علم بس میرے پروردگار کے پاس ہے۔ یعنی اس کے وقت خاص کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا خدا نے اس کے علم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ اسی نے کسی کو اسکی اطلاع نہیں دی ہے بس خدا ہی بروقت اس پردہ کو ہٹائیگا (یعنی جب اسکا وقت آئیگا اس کو قائم کردیگا) وہ بھاری ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں یعنی اس کا معاملہ گراں ہے اور اس کا علم مخفی ہے آسمان وزمین کی تمام مخلوقات سے (پس ہر مخفی چیز گراں اور سخت ہوتی ہے) وہ قیامت تم پر اچانک یعنی بے خبری ہی میں آجائیگی۔ یہ لوگ آپ سے قیامت کا اس طرح سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اُن کے ساتھ بڑے مہربان ہیں۔ اے محمدؐ آپ اُن سے فرما دیجئے کہ اس کا علم بس خدا ہی کو ہے یعنی اللہ نے اسکے علم کو اپنے لئے خاص کرلیا ہے پس اسکے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کب آئیگی۔ ولیکن بہت سے لوگ اس سے ناواقف ہیں یعنی وہ نہیں جانتے کہ اس کا علم بس خدا ہی کو ہے اور اس نے اپنے لئے اسکو خاص کرلیا ہے تاکہ وہ اس کے متعلق سوال نہ کریں۔

اور یہی قریب قریب امام بغوی (۳۵) نے معالم التنزیل میں ارقام فرمایا ہے (تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۳۶۵ ج ۲)

اور خطیب شربینی شان نزول ذکر فرمانے کے بعد آیت کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ

(۳۶) یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا (قل) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق دریافت کرتے ہیں، اے محمد!

لھم یا محمد (انما علمھا عند ربی) ای آپ ان سے فرمایئے کہ اس کا علم بس میرے پروردگار کے

لا یعلم الوقت الذی تقوم فیه الساعۃ پاس ہے یعنی اس کے سوا کوئی اس وقت مخصوص کو نہیں

الا اللہ تعالی استأثر اللہ تعالی بعلمھا فلم جانتا جس میں قیامت آئے گی اس نے اپنے ہی لئے اسکو

یطلع علیه احدًا من خلقه ولھٰذا خاص کر رکھا ہے اسی لئے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اسکی اطلاع

لما سأل جبرئیل علیه السلام رسول نہیں دی ہے اور یہی وجہ تھی کہ جب حضرت جبرئیل نے رسول خدا صلی

اللہ صلی اللہ علیه وسلم ۔ وقال اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ بتلایئے قیامت کب ہوگی؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا

متی الساعۃ فقال علیه الصلوٰۃ والسلام کہ اس بارے میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں (ورنہ اگر آپکو اس کا علم ہوتا تو آپ

ما المسئول عنھا باعلم من السائل ضرور بتلا دیتے اور جس طرح کہ اسی مجلس کے باقی سوالات کا آپ نے حضرت جبرئیل کو

(تفسیر سراج منیر صفحہ ۵۴۲ ج ۱) صاف صاف جواب دیدیا تھا اس سوال کا بھی صاف جواب دیدیتے کہ فلاں

اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ماقبل سے ربط اور شان نزول بیان فرمانے کے بعد آیت کریمہ کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں

(۳۷) (یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا قل انما لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ ان سے

علمھا عند ربی) ای لا یعلم الوقت الذی فرما دیجئے کہ جس خاص گھڑی میں قیامت قائم ہوگی اسکا علم حق سبحانہ و

فیه یحصل قیام القیٰمۃ الا اللہ سبحانہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں ہے اور اسکی مثل ان آیات کا مضمون ہے

ونظیرہ قوله ان اللہ عندہ علم الساعۃ ۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ "ان الساعۃ آتیۃ لا

وان الساعۃ آتیۃ لا ریب فیھا وقوله ان الساعۃ آتیۃ ریب فیھا" ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا"، اور جب حضرت

اکاد اخفیھا ولما سأل جبرئیل رسول اللہ جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت

صلی اللہ علیه وسلم فقال متی الساعۃ فقال علیه کب ہوگی؟" تو آپ نے فرمایا کہ اس کے متعلق میرا علم تم سے

الصلوٰۃ والسلام ما المسئول عنھا باعلم من السائل زیادہ نہیں ہے ۔

تفسیر کبیر صفحہ ۳۲۹ ج ۴

اور علامہ نسفی حنفی اپنی مختصر مگر معتبر تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

(۳۸)

(یسئلونک عن الساعة ایان مرسٰہا قل یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کا یعنی اس کے وقوع
انما علمہا عند ربی) ای علم وقت ارسائہا کے وقت کا ان سے کہدیجئے کہ اس کا علم بس خدا ہی کے پاس ہے
عندہ قد استاثر بہ لم یخبر بہ احداً اسکو اس نے اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے نہ کسی مقرب فرشتے کو
من ملک مقرب ونبی مرسل لیکون ذالک اس کی اطلاع دی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو تاکہ یہ چیز طاعت کے
ادعی الی الطاعة وازجر عن المعصیة کما اخفی لئے زیادہ داعی اور معصیات سے زیادہ مانع رہے جیسے کہ اسی مصلحت
الاجل الخاص وھو وقت الموت لذالک سے خدا نے ہر شخص کی موت کے وقت کو بھی مخفی رکھا ہے (تاکہ ہر وقت
(لا یجلیہا لوقتہا الا ھو) لا یظہر امرہا ولا وہ ڈرتا رہے اور کسی وقت بے خوف و نڈر نہ ہو) بہرحال قیامت کا علم بس
یکشف خفاء علمہا الا ھو وحدہ (ثقلت خدا ہی کو ہے نہیں ظاہر کریگا اس کے معاملہ کو اور نہیں کھولے گا اسکے خفاء کو
فی السموت والارض) ای کل من اہلہا من گر وہی خدا بھاری ہے وہ آسمانوں میں اور زمین میں یعنی قیامت کے
الملئکة والثقلین اہمہ شان الساعة و معاملہ نے زمین وآسمان کی تمام مخلوق یعنی ملائکہ و جن و انس غرض
یتمنی ان یتجلی لہ علمہا ویشق علیہ خفاؤہا سب ہی کو مبتلائے فکر کر رکھا ہے اور ہر ایک اس کا متمنی ہے کہ کسی
وثقل علیہ او ثقلت فیہا لان اہلہا یخافون طرح اسکو اس کا وقت معلوم ہو جائے اور اس کا مخفی رہنا ہر ایک پر شاق اور
شدائدھا واھوالہا (لا تاتیکم الا بغتة) گراں ہو رہا ہے کہ وہ قیامت خود ہی بھاری ہے زمین وآسمان میں اسلئے کہ کائنات
.... (یسئلونک کانک حفی عنہا) کانک عالم سماوی و ارضی اسکی سختیوں اور ہولناکیوں سے خائف ہے) وہ قیامت
بہا (قل انما علمہا عند اللہ .... ولکن اکثر تمہارے پاس اچانک ہی آئیگی .... وہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں اسطرح سوال
الناس لا یعلمون) انہ المختص بالعلم بہا کرتے ہیں گویا آپ نے اسکو معلوم ہی کر لیا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اسکا علم بس خدا ہی کے پاس ہے
تفسیر مدارک التنزیل صفحہ ۹۳ ج ۲ ولیکن بہت سے لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ اسکے علم کے ساتھ خدا ہی مختص ہے۔

اور قاضی بیضاوی اپنی تفسیر انوار التنزیل میں فرماتے ہیں۔

(۳۹)

(یسئلونک عن الساعة ایان مرسٰہا) متی ارسائہا لوگ آپ سے قیامت کی بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کب اسکا وقوع ہوگا، آپ فرما دیجئے
(قل انما علمہا عند ربی) استاثر بہ لم یطلع علیہ کہ اسکا علم بس میرے رب ہی کو ہے اس نے اسکو اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے نہ کسی

ملکاً مقرباً ولا نبیاً مرسلاً (لا یجلیہا لوقتہا الا مقرب فرشتے کو اسکی اطلاع دی ہے نہ کسی نبی مرسل کو وہی اس کو
ھو) المعنی ان الخفاء بہا مستمر علی غیرہ الی اس کے وقت پر ظاہر کریگا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں پر اسکا
وقت وقوعہا ... (ثقلت فی السموات والارض پوشیدہ رہنا اس کے آنے کے وقت تک مستمر رہیگا وہ آسمانوں اور زمین پر گراں ہے
عظمت علی اہلہا کانہ اشارۃ الی الحکمۃ یعنی زمین و آسمان کی ساری کائنات پر وہ بہت بھاری اور شاق ہے شاید
فی اخفائہا ..... (لا تاتیکم الا بغتۃ یسئلونک یہ اس کے اخفاء کی حکمت (مذکورہ بالا) کی طرف اشارہ ہے ۔ (بہرحال)
کانک حفی عنہا) عالم بہا ...... (قل وہ تمہارے پاس اچانک ہی آئیگی ۔ لوگ آپ سے اس کے متعلق
انما علمہا عند اللہ ولکن اکثر الناس لا ایسے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس سے خبردار ہی ہو گئے ہیں ....
یعلمون) انہ العالم بہا وانہ المختص آپ فرما دیجئے کہ اسکا علم بس خدا ہی کو ہے ولیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے
بالعلم بہا ۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ ۲۶۷ کہ صرف خدا ہی اس کا جاننے والا ہے ۔ اور وہ اسی کے ساتھ خاص ہے

اور تفسیر جلالین میں اس آیت کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے ۔

۴۰ (یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسہا لوگ آپ سے قیامت کی بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اسکا وقوع کب ہوگا
قل انما علمہا عند ربی (لا یجلیہا) یظہرہا آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم بس میرے رب ہی کو ہے نہیں ظاہر کریگا
(لوقتہا) اللام بمعنی فی (الا ہو ثقلت) ۔ اس کو اس کے وقت پر خدا کے سوا ۔ یعنی خدا ہی اسکو اپنے وقت پر
عظمت (فی السموات والارض) علیٰ ظاہر کر دیگا ۔ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمین میں یعنی قیامت اپنی
اہلہا لہولہا (لا تاتیکم الا بغتۃ ہولناکی کی وجہ سے اہل ارض و سما پر بہت شاق ہے اور وہ تم پر اچانک
یسئلونک کانک حفی) مبالغ فی السوال اور بے خبری میں آئے گی وہ لوگ آپ سے ایسے سوال کرتے ہیں گویا کہ
(عنہا) حتی علمتہا (قل انما آپ اس کے بہت ہی متلاشی ہیں اور آپ نے تحقیق و تفتیش کر کے
علمہا عند اللہ) تاکید (ولکن اکثر گویا اس کو معلوم ہی کر لیا ہے ۔ آپ ان سے فرما دیجئے کہ اسکا
الناس لا یعلمون) انما علمہا عندہ علم بس خدا ہی کو ہے (یہ مضمون سابق کی تائید مزید ہے) ولیکن
تعالیٰ ۔ جلالین صفحہ ۱۴۳ بہت سے نا آشنایان حقیقت اس بات کو نہیں جانتے کہ قیامت کا علم
خدا ہی کے پاس ہے ۔

اور علامہ معین بن صفی اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

(یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا) متی یکون وقوعھا لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کب اُس کا وقوع

وای وقت اثباتھا ..... (قل انما علمھا عند ربی ہوگا یعنی کس وقت وہ قائم کی جائیگی ...... آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم

لا یجلیھا لوقتھا الا ھو) ای لا یظہر امرھا فی بس میرے پروردگار ہی کو ہے نہیں ظاہر کریگا اُس کو اُس کے وقت پر

وقتھا الا ھو ای الخفاء بہ مستمر الی وقتھا لو قوع مگر خود ہی۔ یعنی قیامت کے وقت خاص کی یہ پوشیدگی اس کے آنے تک

...... (ثقلت فی السمٰوٰت والارض) ...... مستمر رہیگی۔ ...... وہ بھاری ہے آسمانوں میں اور زمین میں

(لا تاتیکم الا بغتۃ یسئلونک کانک حفی عنھا) .... وہ تم پر اچانک ہی آئیگی۔ یہ لوگ آپ سے سوال

عالم بھا من حفی عن الشیٔ بالغ فی السوال عنہ کرتے ہیں اسطرح کہ گویا آپ اسکا یعنی قیامت کے وقتِ خاص کا

والمبالغۃ فی السوال مستلزمہ للعلم المطلق علم رکھتے ہیں .... یا

الحفی وارید العالم او کانک بالغت فی السوال یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کا اس طرح سوال کرتے

عنھا حتی علمتھا۔ او عنھا، متعلق بیسئلونک ہیں کہ گویا آپ اُن پر بڑے مہربان ہیں۔ چنانچہ

ای یسئلونک عنھا کانک شفیق بھم من الحفاوۃ قریش نے حضورؐ سے کہا تھا کہ ہم آپ کے عزیز قریب ہیں لہٰذا

بمعنی الشفقۃ فان قریشًا قالوا یا محمد بیننا و ہم کو تو بتلا دیجئے کہ قیامت کب آئیگی؟ ....

بینک قرابۃ فاسر الینا متی الساعۃ وکانک .... (بہر حال) آپ اُن سے فرما دیجئے کہ اُس کا علم بس

فی موقع الحال ای مشبھًا حالک بحال الحفی خدا ہی کو ہے۔ کسی دوسرے کو اس کی کچھ اطلاع ہی نہیں

(قل انما علمھا عند اللہ) لا یطلع علیہ احد (مزید تاکید کیلئے اس جواب کو مکرر ذکر کیا گیا ہے) ولیکن

کرر بہ تاکیدًا (ولکن اکثر الناس لا یعلمون) بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ اس کا علم بس خدا ہی سے مختص ہے

ان علمھا مختص باللہ تعالیٰ۔ (ملخصًا)

(تفسیر جامع البیان صفحہ ۱۴۳)

اور علامہ ابو السعود " قل انما علمھا عند ربی " کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

معنی کونہ عندہ تعالیٰ خاصۃ انہ تعالیٰ علم قیامت کے صرف خدا ہی کے پاس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اپنے ہی

قد استأثر به بحیث لم یخبر به احداً من ملک مقرب ونبی مرسل صفحہ ۴۲ ج ۴

واسطے اس کو خاص کر رکھا ہے اس طرح پر کہ کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کو بھی اُسکی خبر نہیں دی ہے ۔

پھر ”لا یجلیها لوقتها الا هو“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

لا یکشف عنها ولا یظهر امرها الذی تسئلوننی عنه الا هو بالذات من غیر ان یشعر به احداً من المخلوقین فیتوسط فی اظهاره لهم لکن لا بان یخبرهم بوقتها قبل مجیئه کما هو المسئول بل بان یظهرها فیشاهدوها عیاناً کما یفصح عنه التجلیة المنبئة عن الکشف التام المزیل للابهام بالکلیة ۔ وقوله لوقتها قید للتجلیة بعد ورود الاستثناء علیها لا قبله کانه قیل لا یجلیها الا هو فی وقتها الا انه قدم علی الاستثناء للتنبیه من اول الامر علی ان تجلیتها لیست بطریق الاخبار بوقتها بل باظهار عینها فی وقتها الذی یسئلون عنه صفحہ ۵۴۲ ج ۴

حق تعالیٰ بذاتِ خود قیامت کے معاملہ کو ظاہر کریگا ۔ اس طرح پر کہ جب اس کا وقت مقدر آجائے گا تو اس کو قائم کر کے مشاہدہ کرادے گا تو اُسی وقت مخلوقات کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ وہی وقت موعود ہے ۔ ایسا نہیں ہوگا کہ اس کے قائم ہونے سے پہلے حق تعالیٰ اپنے کسی خاص بندے کو اس کی اطلاع دیدیں ۔ اور پھر وہ دوسروں کو بتلادے (جیسا کہ ان سوال کرنے والوں کا مقصد تھا) بہرحال عام مخلوق کو قیامت کے وقت کا علم اُسی وقت ہوگا جبکہ وہ آجائیگی اور بذریعہ مشاہدہ ہوگا نہ بذریعہ اخبار اور یہ بات ”لا یجلیها“ کے لفظ سے مفہوم ہوتی ہے کیونکہ تجلیہ انکشاف تام کو چاہتا ہے جس کے بعد کوئی ابہام باقی نہ رہے (اور یہ چیز مشاہدہ ہی سے حاصل ہو سکتی ہے) اور ”لوقتها“ کی تقدیم سے بھی یہی تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ یہ انکشاف بذریعہ اخبار نہیں ہوگا بلکہ عین وقت پر بذریعہ مشاہدہ ہی ہوگا ۔ ملخصاً

پھر آیت کے آخری حصہ ”یسئلونک کانک حفی عنها الآیه“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔

والمعنی کانک فرحٌ بالسوال عنها تحبه مع انک کارهٌ له لما انه تعرض لحرم الغیب الذی استأثر الله عز وجل بعلمه (قل انما علمها عند الله) .... (ولکن اکثر الناس لا یعلمون) ای لا یعلمون ما ذکر من

مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کے وقت کے متعلق اسطرح سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ کو اس سوال سے خوشی ہوتی ہے اور گویا آپ چاہتے ہیں کہ یہ سوال کیا جائے حالانکہ آپکو یہ سوال سخت ناگوار ہے کیونکہ اسمیں اللہ عز وجل کے اُس غیب کے پردے سے چھیڑ چھاڑ ہے جسکو اس نے اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے ۔ آپ صاف فرما دیجئے کہ اس کا علم بس خدا ہی کو ہے ۔

اختصاص علمہا بہ تعالیٰ وبعضہم	ولیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے یعنی ان کو اس کی خبر نہیں کہ یہ علم مخصوصات
ینکر وجہا راسا فلا یعلمون شیئاً	باری تعالیٰ میں سے ہے چنانچہ ان میں سے بعض جاہل تو سرے سے
مما ذکر قطعاً وبعضہم یعلمون انہا	قیامت ہی کے منکر ہیں .... اور بعضے جاہل وہ ہیں جو یہ تو
واقعۃ البتۃ ویزعمون انک واقف	جانتے ہیں کہ قیامت آئے گی مگر اسی کے ساتھ (از راہ جہالت) یہ بھی
علی وقتہا فیسئلونک عنہا جہلاً۔	گمان کرتے ہیں کہ آپ کو اس کے وقت خاص کا پتہ ہے۔ اسی بناء پر
تفسیر ابو السعود ج ۴ صفحہ ۵۵۴	وہ آپ سے اس کے متعلق سوال ہی کرتے ہیں۔ (ملخصاً)

افسوس اس جاہل اور نادان گروہ کی نسل آج مدعیان اسلام میں بھی موجود ہے جو صرف وہم و گمان ہی نہیں بلکہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ دعویٰ کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً قیامت کے وقتِ خاص کا علم تھا۔

آیت کریمہ کے متعلق صحابہ و تابعین کے ارشادات اور دیگر ائمہ مفسرین کی تصریحات ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے جس کے بعد آیت کو اپنے مدعا پر منطبق کرنے کے لئے ہم کسی تقریر کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے لیکن یہاں اربابِ بصیرت کیلئے یہ چیز ضرور قابلِ لحاظ ہے کہ اگرچہ ہم نے اس آیت کو ایک دلیل شمار کیا ہے مگر فی الحقیقت اسی ایک آیت میں ہماری چند مستقل دلیلیں ہیں اور اس آیت کا ہر ہر جز ہمارے دعوے کا روشن ثبوت ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ آیت کا پہلا جز "یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا قل انما علمہا عند اللہ" ایک مستقل دلیل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کب آئیگی۔ آپ فرما دیجئے کہ اسکا علم بس خدا ہی کو ہے"

دوسرا جز۔ "لا یجلیہا لوقتہا الا ھو" ایک مستقل دلیل ہے جسکا مطلب حسب تصریحات مفسرین (علامہ ابو السعودؒ، علامہ معین بن صفیؒ و قاضی بیضاویؒ) یہ ہے کہ خدا خود ہی اس کو (یعنی قیامت کو) اس کے آنے کے وقت پر ظاہر کریگا اور اس کے آنے سے پہلے یہ خفا مستور رہیگا۔

علیٰ ہٰذا تیسرا جز "ثقلت فی السمٰوٰت والارض" ایک مستقل دلیل ہے چنانچہ اکثر مفسرین نے "ثقلت

کی تفسیر "خفیت" سے ہی کی ہے - کما مر سابقاً -

اسی طرح چوتھا جز "لا تاتیکم الا بغتۃ" بھی مستقل دلیل ہے - جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت اچانک ہی آئیگی یعنی مخلوق کو پہلے سے اس کی اطلاع نہ ہوگی -

ایسے ہی پانچواں جز "یسئلونک کانک حفی عنہا" ایک مستقل دلیل ہے جبکہ "حفی عنہا" کی تفسیر "عالم بہا" سے کی جائے جیسے کہ بہت سے مفسرین نے کی ہے -

اور چھٹا جز "قل انما علمہا عند ربی" بھی ایک مستقل دلیل ہے جس میں علم قیامت کے حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کا نہایت صفائی سے اعلان کیا گیا ہے -

بہر حال اس ایک آیت میں چھ دفعہ مختلف انداز اور مختلف پیرایوں میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے وقت کا علم حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور کسی آسمانی یا زمینی مخلوق کو اس کی اطلاع نہیں - پس اس کے معلوم ہوجانے کے بعد بھی جو لوگ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ کی کسی مخلوق کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں کہ اُنکو بھی قیامت کے وقتِ خاص کا علم ہے تو یقیناً وہ قرآن سے جنگ اور حق جل جلالہٗ سے بغاوت کرتے ہیں - واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ط

تیسری آیت!

یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا ط سورۂ احزاب

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں -

"سوال میکنند مردمان از قیامت - بگو جز ایں نیست کہ معرفت آں نزدیک خداست و چہ چیز خبر داد ترا - شاید کہ قیامت موجود شود در زمانِ نزدیک" (فتح الرحمٰن)

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ نے اس کا ترجمہ ان الفاظ میں فرمایا ہے -

"لوگ پوچھتے ہیں تجھ سے قیامت کو۔ تو کہہ اس کی خبر ہے اللہ ہی پاس اور تو کیا جانے شاید وہ گھڑی پاس ہی ہو" (امام الہند ترجمہ)

چونکہ اس آیت کا مضمون قریب قریب وہی ہے جو اس سے پہلی آیت کا ہے اس لئے اس کے متعلق حضرات مفسرین کی عبارات نقل کرنے میں ہم زیادہ اختصار سے کام لیں گے۔

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

یقول تعالیٰ مخبراً لرسوله صلوات الله وسلامه علیه انه لا علم له بالساعة وان سأله الناس عن ذالك وارشده ان یرد علمها الی الله عز وجل کما قال تعالیٰ فی سورة الاعراف وهی مکیة و هذه مدینة فاستمر الحال فی رد علمها الی الذی یقیمها لکن اخبره انها قریبة بقوله وما یدریك لعل الساعة تکون قریباً (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۳۵ ج ۸)	اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے رسول (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) کو بتلایا ہے کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں ہے۔ اگرچہ لوگ پوچھا کریں اور آپ کو ہدایت کی ہے کہ اس کے علم کو خدا ہی کے سپرد کریں۔ جیسا کہ سورۂ اعراف (کی مذکورہ بالا آیت) میں بھی یہی حکم دیا ہے اور وہ آیت مکی ہے اور یہ مدنی ہے۔ پس علم قیامت کو اس کی قائم کرنے والے ہی کے حوالے کرنا مستمر رہا۔ البتہ "وما یدریك لعل الساعة تکون قریباً" فرما کر آپ کو یہ بتلا دیا گیا کہ فی الجملہ وہ قریب ہی ہے۔

اور امام علی بن محمد خازن تفسیر "لباب التاویل" میں فرماتے ہیں۔

ان المشرکین کانوا یسألون رسول الله صلی الله علیه وسلم عن وقت قیام الساعة استعجالاً علی سبیل الهزء وکان الیهود یسألونه امتحاناً لان الله عمّی علیهم علم وقتها فی التوراة فامر الله تعالیٰ نبیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان یجیبهم بقوله (قل انما علمها عند الله) یعنی	مشرکین تو از راہ شرارت عجلت خواہی کے طور پر قیامت کے وقت کے متعلق حضورؐ سے سوال کرتے تھے اور یہودی امتحان کے طور پر کیونکہ اللہ نے توراۃ میں قیامت کے وقت کو پوشیدہ رکھا تھا۔ پس خدا نے حضورؐ کو حکم دیا کہ آپ ان سب کو یہی جواب دیں

ان اللہ تعالیٰ قد استاثر بہ ولم یطلع علیہ نبیاً ولا ملکا۔ (تفسیر خازن صفحہ ۲۲۳ ج ۵ [۴۷])	کہ اس کا علم بس خدا ہی کے پاس ہے یعنی اس نے اپنے ہی لئے اسکو خاص کر لیا ہے اور کسی نبی یا فرشتے کو اسکی اطلاع نہیں دی ہے۔

اور امام محی الدین بغوی رح "معالم التنزیل" میں فرماتے ہیں۔

(یسئلک الناس عن الساعۃ قل انما علمها عند اللہ وما یدریک) ای ای شیئ یعلمک امر الساعۃ ومتی یکون قیامها ای انت لا تعرفہ۔ (معالم برحاشیہ خازن صفحہ ۲۲۳ ج ۵ [۴۸])	(لوگ آپ سے قیامت کی بابت سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اسکا علم بس خدا ہی کے پاس ہے۔ اور کس نے آپ کو بتلایا ہے؟ یعنی کس نے آپکو قیامت کے معاملہ کی خبر دی ہے کہ وہ کب واقع ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اسکو نہیں جانتے کیونکہ آپکو بتلایا ہی نہیں گیا ہے۔)

اور خطیب شربینی کی تفسیر "سراج منیر" میں بھی اس موقع پر یہی الفاظ ہیں "سراج منیر صفحہ ۲۷۲ ج ۳ [۴۹]"

اور امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

(قل انما علمها عند اللہ) لا یتبین لکم فان اللہ اخفاها لحکمۃ۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۵۳۷ ج ۶ [۵۰])	آپ فرما دیجئے کہ قیامت کے وقت کا علم بس خدا ہی کو ہے۔ تم کو اس کا علم نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خاص حکمت کی وجہ سے مخفی رکھا ہے۔

اور قاضی بیضاوی "انوار التنزیل" میں فرماتے ہیں۔

(قل انما علمها عند اللہ) لم یطلع علیها ملکاً ولا نبیا۔ (بیضاوی صفحہ ۱۷ ج ۲ [۵۱])	آپ فرما دیجئے کہ قیامت کے وقتِ خاص کا علم بس خدا ہی کو ہے اس نے نہ کسی فرشتے کو اس کی اطلاع دی ہے نہ کسی نبی کو۔

اور علامہ حسین بن صفی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(قل انما علمها عند اللہ) لم یطلع علیہ احداً (جامع البیان صفحہ ۳۵۶ [۵۲])	آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم بس خدا ہی کے پاس ہے اس نے کسی کو اسکی خبر نہیں دی ہے۔

اور علامہ جلال الدین سیوطی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(۵۲)
(قل انما علمها عند اللہ وما یدریک) یعلمک آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم بس خدا ہی کو ہے..... اور آپ اس کو کیونکر

بہا ای انت لا تعلمہا (جلالین صفحہ ۳۵۲) جانیں یعنی آپ اس کو نہیں جانتے۔

اور علامہ ابو السعود " قل انما علمها عند اللہ " کی تفسیر میں یہ ارقام فرماتے ہیں۔

(۵۳)
یعنی ان اللہ تعالی قد استاثر بہ ولم یطلع علیہ یعنی اللہ تعالی نے اس (علم قیامت) کو اپنے ہی لئے خاص

نبیا ولا ملکاً۔ (تفسیر ابو السعود صفحہ ۳۵۲ ج ۷) کر لیا ہے اور کسی فرشتے اور کسی نبی کو اسکی اطلاع نہیں دی ہے

اور بعینہ یہی الفاظ اس موقعہ پر علامہ نسفی حنفی کے ہیں تفسیر مدارک صفحہ ۲۴ ج ۳

نیز ان ہر دو مفسرین (علامہ ابو السعود و علامہ نسفی) نے اس موقعہ پر یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ حق تعالی نے

قرآن عزیز سے پہلی تمام آسمانی کتابوں میں بھی علم قیامت کو پوشیدہ ہی رکھا ہے۔

مگر نہ معلوم اہل بدعت پر اب کونسی نئی وحی ہوئی ہے جس نے انکو بتلایا کہ یہ علم حق تعالی نے دوسروں کو بھی

عطا فرمایا ہے۔ ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدی۔

چوتھی آیت

(سورۂ ملک ع ۲)

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ‎﴿﴾‏ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں

ومی گویند کافراں کے باشد ایں وعدہ اگر راست گوئید۔ بگو جز ایں نیست کہ علم نزدیک خدا است وجز ایں نیست کہ من بیم

کنندۂ آشکارم (فتح الرحمن از حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی)

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب اسی آیت کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔

" اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ خبر تو ہے اللہ ہی پاس اور میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں کھول کر "

(امام التراجم از حضرت شاہ عبد القادر صاحب)

اس آیت سے پہلی آیت میں حشر نشر (قیامت) کا ذکر ہے اسی کے متعلق کافروں کی طرف سے یہ سوال ہوا کہ یہ

قیامت جسکا بار بار ہم سے وعدہ کیا جاتا ہے بتلایا جائے کہ کب آئیگی حسب سابق یہاں بھی اسکا یہی جواب دیا گیا

کہ اس کے وقت کا علم بس خدا ہی کو ہے .... اگرچہ آیت کا مضمون بجائے خود واضح ہے مگر ہم اپنے التزام کے بموجب چند ائمہ مفسرین کے اقوال ذیل میں درج کرتے ہیں۔

عمدۃ المفسرین حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اسی آیت کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

(۵۵) (قل انما العلم عند الله وانما انا نذیر مبین) ای لا یعلم وقت ذالك علی التعیین الا الله عز وجل لكنه امرنی ان اخبركم ان هذا كائن وواقع لا محالة فاحذروه (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۳ ج ۱۰)

آپ فرما دیجئے کہ اس (وعدۂ قیامت) کا علم خدا ہی کے پاس ہے اور میں تو بس صاف صاف ڈرانیوالا ہوں اسکے تعیین اور مقرر وقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ البتہ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمکو اس (قیامت) کی خبر دیدوں کہ وہ ضرور آنے والی ہے لہٰذا اس سے ڈرتے رہو۔

اور علامہ معین ابن صفی فرماتے ہیں۔

(۵۶) (قل انما العلم) ای علم وقت الحشر (عند الله) لا یعلمه الا هو (جامع البیان صفحہ ۳۶۶)

آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم یعنی حشر کے وقت خاص کا علم بس خدا ہی کو ہے اس کے سوا کوئی اسکو نہیں جانتا۔

اور علامہ ابو السعودؒ فرماتے ہیں۔

(۵۷) (قل انما العلم عند الله) ای العلم بوقت مجئ الساعة عنده عز وجل لا یطلع علیه غیره۔ (تفسیر ابو السعود صفحہ ۳۷ ج ۵)

آپ فرما دیجئے کہ اسکا علم خدا ہی کو ہے یعنی قیامت کے آنے کے وقت خاص کا علم بس اللہ عز وجل ہی کو ہے اسکے سوا کسی کو اسکی اطلاع نہیں۔

(۵۸) اور بعینہ یہی الفاظ اس موقع پر قاضی بیضاوی کے ہیں تفسیر بیضاوی صفحہ ۳۲۹ ج ۲

اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(۵۹) المراد ان العلم بالوقوع غیر العلم بوقت الوقوع فالعلم الاول حاصل عندی وهو كاف فی الانذار والتحذیر واما العلم الثانی فلیس الا لله ولا حاجة فی كونی نذیرا مبینا الیه۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۱۹۱ ج ۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی نفس وقوع کا علم اور چیز ہے اور اسکی وقت خاص کا علم علیحدہ چیز ہے پس پہلا علم (یعنی اتنا علم کہ قیامت ضرور ایکدن آئیگی) یہ تو مجھکو حاصل ہے اور انذار و تخویف کیلئے وہی کافی ہے اور دوسرا علم (یعنی قیامت کے وقت خاص کا علم) خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے اور میرے نذیر مبین ہونے کے لئے اسکی ضرورت ہی نہیں۔

(باقی آئندہ)

پنڈت جی مولٰنا تواتر کے متعلق جو کچھ میں نے عرض کیا تھا اُس کے سمجھنے میں آپ سے پھر غلطی ہوئی - میں تواتر کی اہمیت کا منکر نہیں ہوں - بلکہ میرا مطلب صرف یہ تھا کہ محض تواتر سے کوئی کام نہیں چل سکتا - اگر کسی ملہم کے حالات تواتر سے بھی معلوم ہوں لیکن اسکی تعلیمات الہامی معیار پر پوری نہ اُتریں تو ہرگز ان تعلیمات کو الہامی نہیں مانا جاسکے گا کسی کتاب کے الہامی یا غیر الہامی ہونے کا فیصلہ اس کی تعلیمات کی جانچ سے ہی ہوسکتا ہے، لہٰذا آپ بجائے مُلہم کے حالات زندگی کے خود وید مقدس کی تعلیمات پر بحث کیجئے

ع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

ہاں اور آپ کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ میں نے ابھی تک آپ کے چوتھے اعتراض کا جواب نہیں دیا بیشک وہ مجھے یاد نہیں رہا لیجئے اب اس کا بھی جواب عرض کرتا ہوں -

آپ کا وہ چوتھا اعتراض یہ تھا کہ "ویدوں کا الہام ایسی زبان میں ہوا جسکو رشی حضرات بھی نہیں سمجھتے تھے حالانکہ الہام ایسی زبان میں ہونا چاہیے جس کو ملہم سمجھتا ہو" - مولٰنا! یہاں بھی آپ کو ذرا سا دھوکا ہوگیا - بیشک درمیانی زمانہ کے الہام کیلئے تو اسکی ضرورت ہے کہ وہ ایسی زبان میں ہو جسکو ملہم جانتے ہوں لیکن جو الہام شروع سرشٹی (آغاز دُنیا) میں نازل ہو اس کے لئے اس کی ضرورت نہیں کیونکہ اس وقت کوئی زبان دُنیا میں ہوتی ہی نہیں اور ہمارا اعتقاد یہی ہے کہ وید مقدس شروع سرشٹی میں رشیوں پر نازل ہوا - اور وہ رشی قدرت کے بنائے ہوئے سب سے پہلے انسان تھے وہ کوئی زبان جانتے ہی نہ تھے - پرمیشور نے ہی اُن کو وید کے الہام کیساتھ زبان سکھلائی اور یہ بات خود آپ کے یہاں بھی مانی ہوئی ہے، کہ شروع سرشٹی کے انسانوں کی اپنی کوئی زبان نہیں ہوتی خدا ہی اُن کو زبان سکھلاتا ہے - دیکھئے قرآن شریف میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق مذکور ہے -

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا — خدا نے آدم کو سب نام بتلا دیئے

توجسطرح خدا نے حضرت آدم کو سب چیزوں کے نام سکھلائے اسی طرح اسی پرمیشور نے رشیوں پر پہلے ویدوں کے الفاظ کا الہام کیا - اس کے بعد خود ہی ان کو معنی سمجھا دیئے - لیجئے اب آپ کے چوتھے اعتراض کا جواب بھی ہوگیا -

مولانا صاحب

حاضرین کرام کو یاد ہوگا۔ پنڈت جی نے اپنی اس سے پہلی تقریر میں تواتر کے متعلق صاف طور پر فرمایا تھا کہ "وہ کوئی چیز نہیں، اس کی حیثیت بس رجسٹر کی خانہ پُری کی ہے"۔ لیکن جب میں بدلائل تواتر کی اہمیت ثابت کر چکا اور بتلا چکا کہ تواتر کا انکار کر دینے کے بعد دنیا کا کوئی مذہب ایک لمحہ کیلئے باقی نہیں رہ سکتا، حتیٰ کہ بانیان مذہب کا وجود بھی ایک خواب پریشان ہو کر رہ جائیگا تو اب محترم پنڈت جی ارشاد فرماتے ہیں کہ "مجھے تواتر کی اہمیت سے انکار نہیں ہے، تم نے میرا مطلب سمجھنے میں دھوکا کھایا، میرا مطلب یہ نہیں تھا وہ تھا"۔ میں اس کے جواب میں بجز اس کے اور کیا عرض کر سکتا ہوں کہ ؏ تم ہی سچے سہی اس بات کا جھگڑا کیا ہے۔

لیکن اخواہ میرے سمجھنے میں دھوکا ہوا یا پنڈت جی سے غلطی ہوئی بہر حال تواتر کی اہمیت اور ضرورت کو پنڈت جی نے بھی تسلیم فرما لیا، لہٰذا اب وہ ارشاد فرمائیں کہ کیا اگنی وایو آدتیہ انگرا کی زندگی، اُن کا نیک چلن انسان ہونا، اُن پر ویدوں کا نازل ہونا ان تمام چیزوں کے متعلق اُن کے پاس کوئی متواتر شہادت موجود ہے۔؟ میں دعوے سے کہتا ہوں نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے۔ پس جبکہ ویدوں کے لانے والے ان چار رشیوں کے حالات اُنکی سوانح حیات تاریکی میں ہے اور وہ بالکل مجہول الحال ہیں۔ تو ہرگز وید الہامی کتاب اور مدار نجات قرار دیئے جانیکا مستحق نہیں۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ وید کو اس کی تعلیمات سے جانچنا چاہئے تو بیشک صحیح ہے ایک طریقہ وہ بھی ہے لیکن میں نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ زیادہ مختصر اور زیادہ آسان ہے اور اس کے بعد تناسخ پر جو گفتگو ہوگی وہ وید کی ایک اہم تعلیم ہی پر ہوگی، کیونکہ آپکے نزدیک تناسخ ویدوں ہی کا بتلایا ہوا عقیدہ ہے۔

آپنے میرے چوتھے اعتراض کے جواب میں فرمایا ہے کہ رشی حضرات چونکہ شروع سرشٹی میں سب سے پہلے انسان تھے اسلئے اُن کی اپنی کوئی زبان ہی نہ تھی۔ پرمیشور نے ہی ویدوں کے الہام کے بعد انکو زبان سکھلائی" اور اپنی تائید میں آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کی مثال بھی پیش کی ہے"۔ درحقیقت بات تو آپ بہت دور کی لائے۔ لیکن از روئے وید یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ ویدوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت وید نازل ہوئے اس وقت دُنیا ....

اچھی خاصی آبادی تھی[۱] - بلکہ بہت سی نسلیں اس سے پہلے گذر بھی چکی تھیں - تو پھر آپ کا یہ فرمانا کسی طرح صحیح نہیں کہ چونکہ ویدوں کے ملہم رشی قدرت کے بنائے ہوئے سب سے پہلے انسان تھے - اس لئے اُن کی اپنی کوئی زبان نہ تھی - اور جب یہ بنیاد ہی صحیح نہیں تو حضرت آدم علیہ السلام والی مثال بھی بیکار ہو گئی[۲] -

---

[۱] سوامی دیانندجی مہاراج بانی آریہ سماج نے اپنی کتاب "بھومکا" میں - گوید اشٹک ۲ ادھیائے ۸ ورگ ۴۹ کا دوسرا منتر درج کیا ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے

"جس طرح زمانہ قدیم کے صاحب علم و معرفت، راستی شعار، تعصب و طرفداری سے خالی عالم اور ایشور اور دہرم کے حکم کو عزیز جاننے والے تمہارے بزرگ تمام علوم سے ماہر اور لائق و فائق گذر چکے ہیں - مجھ عبادت کرنے کے لائق قادر مطلق وغیرہ صفات سے موصوف ایشور کے حکم کی یعنی یا میرے بنائے ہوئے دہرم پر عمل کرتے رہے ہیں اسی طرح تم بھی اسی دہرم کے پابند رہو، تاکہ وید میں بتائے ہوئے دہرم کا تم کو بلا شک و شبہ علم ہو جائے -

رگوید آدی بھاشیہ بھومکا مصنفہ سوامی دیانندجی مترجمہ بابو نہال سنگھ کنالی صفحہ ۲۴

اس وید منتر سے صاف ظاہر ہے کہ جس وقت وید بنائے گئے ہیں یا بقول سماج جس وقت ویدوں کا الہام ہوا ہے اس سے پہلے ایسے نیک چلن، راستی شعار اور صاحب علم و معرفت لوگ گذر چکے تھے جنکی پیروی کا بعد والی نسلوں کو حکم دیا جا رہا ہے تو کیا یہ سب موجودہ اور گذشتہ لوگ بے زبان گونگے بہرے تھے اور آپس میں ان کی کوئی بات چیت ہی نہ ہوتی تھی - ۱۲

[۲] علاوہ ازیں حضرت آدم علیہ السلام کی مثال اسلئے بھی صحیح نہیں ہے کہ اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو اسمار کی تعلیم دی گئی تھی تو اس وقت صرف ان کو الفاظ بتلا دئیے گئے تھے جن کے معنی اُنہوں نے اُس وقت کچھ نہیں سمجھے تھے - بلکہ قرآن مجید ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے سب کچھ سمجھ لیا تھا - چنانچہ جب اُن سے کہا گیا کہ فرشتوں کو بتلا دو تو اُنہوں نے سب بتلا دیا - قال یا آدم انبئھم باسمائھم فلما انبأھم باسمائھم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السمٰوٰت والارض واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون ط ۱۲

پنڈت جی

مولٰنا صاحب نے فرمایا ہے کہ ویدوں میں لکھا ہے کہ جب وید نازل ہوئے ہیں تو دُنیا خوب آباد تھی اور بہت سی نسلیں گذر بھی چکی تھیں" نہ معلوم یہ آپ نے ...... کہاں سے سُن لیا ہے، ویدوں میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے۔ آریہ سماج کے نزدیک ویدوں کا الہام رشیوں پر بالکل شروع سرشٹی میں ہوا ہے اور جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں یہ رشی پرمیشور کے بنائے ہوئے سب سے پہلے انسان تھے اور اس وقت کوئی دُنیا آباد نہیں تھی۔ بس وہیں سے دُنیا کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ بس آپ کے چوتھے اعتراض کے جواب میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

رہا رشیوں کی لائف کا سوال، اُس کا جواب میں پہلے بہت تفصیل سے دے چکا ہوں۔ اب پھر عرض کرتا ہوں کہ ویدوں میں بیشک تفصیلی حالات لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ ہاں اصولاً یہ بتلایا گیا ہے کہ الہام صرف نیک سیرت اور پاک باطن لوگوں پر ہوتا ہے۔ وید مقدس کی اس تصریح سے ان رشیوں کی نیک چلنی اور راستبازی اجمالی طور پر معلوم ہو جاتی ہے اور اُن کے تفصیلی حالات دوسری تاریخی کتابوں میں مذکور ہیں اور وہ کتابیں متواتر ہی ہیں۔ اب مولوی صاحب کے چاروں سوالوں کا جواب ہو چکا اور پہلی بحث (الہام وید) کیلئے جو وقت مقرر کیا گیا تھا وہ ختم ہو چکا بلکہ کچھ منٹ زیادہ ہو گئے لہٰذا اب دوسری بحث شروع ہونی چاہیئے۔

از مرتب روداد

چونکہ وقتِ مقررہ ختم ہو چکا تھا اور مجیب ہونے کی حیثیت سے آخری تقریر پنڈت جی کی تھی۔ اسلئے اس موضوع پر مولانا کی کوئی اور تقریر نہ ہو سکی اور شاید یہی سمجھ کر پنڈت جی نے اپنی اس آخری تقریر میں غیر معمولی جُرأت سے کام لیکر دونوں باتیں خلاف واقعہ کہہ ڈالیں۔ کیونکہ ان کو اطمینان تھا کہ وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے مولٰنا کو اُن کے جواب کا موقع نہیں ملے گا ورنہ کوئی باخبر یہ باور نہیں کر سکتا کہ پنڈت رامچندر جی کی نظر میں رگوید کا وہ منتر نہ ہو جو ہم بھومکا صفحہ ۶۴ کے حوالہ سے حاشیہ میں نقل کر آئے ہیں اور جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وید کی تصنیف کے وقت دُنیا اپنی عمر کی بہت سی منزلیں طے کر چکی تھی اور بہت سی قابل تقلید نسلیں گذر چکی تھیں۔ اور علیٰ ہذا یہ بھی باور نہیں

کیا جا سکتا کہ پنڈت جی موصوف حقیقت حال سے اس قدر بے خبر ہوں کہ اگنی وایو آدتیہ انگرا کے حالاتِ زندگی کو تاریخ کی متواتر شہادتوں سے ثابت کہدیں حالانکہ فی الواقع اُن کے متعلق تاریخ کی کوئی قابلِ قبول غیر متواتر شہادت بھی موجود نہیں اور پنڈت رام چندر جی بلکہ اُن کے ساتھ تمام سماجی وِدوانوں کو ہمارا یہ عمومی اور دائمی چیلنج ہے کہ وہ اگنی وایو وغیرہ کے حالاتِ زندگی کے متعلق کوئی ایک ہی قابلِ قبول تاریخی شہادت پیش کردیں۵۔

خاکسار

نائب ناظم انجمن اشاعت السنہ بریلی

دوسری بحث تناسخ

مولانا صاحب عقیدۂ تناسخ کے بنیادی اصولوں میں سے آریہ سماج کا مسلم اصول ایک یہ بھی ہے کہ کسی روح کو کوئی قالب بغیر عمل کے نہیں مل سکتا اور کوئی روح بغیر قالب کے کوئی عمل نہیں کر سکتی۔ گویا بالفاظ دیگر جسم ملنا موقوف ہے کرم کرنے پر اور کرم کرنا موقوف ہے جسم ملنے پر اور منطقی حساب سے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جسم ملنا موقوف ہے جسم ملنے پر اور کرم کرنا موقوف ہے کرم کرنے پر۔ اور یہی وہ دور ہے جو عقلاً بالکل محال ہے، تو آریہ سماج کے اس تناسخ کے اصول پر لازم آتا ہے کہ رُوح کو قالب ملنا بالکل محال ہو اور کوئی روح کبھی کوئی قالب حاصل نہ کر سکے۔ مزید توضیح کے لئے میں اس کی مثال پیش کرتا ہوں۔ فرض کیجئے کہ کسی شخص کو کوئی پنسل اس وقت تک نہیں دی جاتی جبتک کہ وہ پنسل ہی سے درخواست لکھکر نہ دے اور ظاہر ہے کہ پنسل سے درخواست جب ہی لکھی جا سکتی ہے جبکہ پنسل مل جائے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ کوئی شخص پنسل سے درخواست لکھ سکے گا اور نہ پنسل حاصل کر سکے گا۔

اسی طرح جب آپ کے اصول پر یہ مان لیا گیا کہ کسی روح کو کوئی قالب اُس وقت تک نہیں

۵ اگر کوئی ذمہ دار سماجی وِدوان اسکے لئے تیار ہوں تو الفرقان کے صفحات اُس کی اشاعت کیلئے ہر وقت حاضر ہیں ۱۲ (مدیر)

دیا جائیگا جبتک وہ اس کے موافق عمل نہ کرے ۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ کوئی روح بغیر قالب کے کسی طرح کا کوئی عمل بھی نہیں کر سکتی تو انجام یہی ہو گا کہ کوئی روح کبھی کوئی عمل نہ کر سکے گی اور نہ کوئی قالب ہی پا سکے گی ۔ پس اس سماجی اصول پر کسی روح کو قالب ملنا ہی محال ہے، حالانکہ ہمارا اور آپ کا وجود ہی اس کے خلاف شہادت دے رہا ہے، پس ماننا پڑیگا کہ آریہ سماج کا یہ اصول ہی غلط ہے

پنڈت جی مولنا صاحب کو یہاں بھی ہماری اصول کی سمجھنے میں غلطی ہوئی ۔ ہم جنم کو بیشک کرم کا پھل کہتے ہیں مگر اس کرم کا نہیں جو وہ اس جنم میں کریگا ۔ بلکہ پچھلے جنم میں وہ جو کرم کر چکا ہے ۔ اگلا جنم اُس کا بدلہ ہے ۔ تو چونکہ موقوف اور موقوف علیہ ایک نہیں رہے اسلئے دور لازم نہیں آتا ۔ اور آپ نے پنسل والی جو مثال پیش کی ہے اسی سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے ۔ دیکھئے آپ کے ہاتھ میں پنسل ہے، اب آپ اعلان کریں کہ یہ پنسل اس کو دی جائیگی جو پنسل سے درخواست لکھکر دے تو اب ہر وہ شخص جس کے پاس پہلے سے پنسل موجود ہو اپنی پنسل سے درخواست لکھکر دوسری پنسل آپسے حاصل کر سکتا ہے تو جسطرح آپکی اس مثال میں پہلی پنسل سے درخواست لکھکر دوسری پنسل حاصل کی جاسکتی ہے ۔ اسی طرح جیو پہلے جنم میں کرم کرکے بعد والے جنم کا مستحق ہو جاتا ہے اور کوئی دور لازم نہیں آتا ۔ پس یہ مسئلہ صحیح ہو گیا کہ جنم سے کرم ہے اور کرم سے جنم ہے ۔

اسی کی ایک اور آسان مثال یہ ہے کہ بیٹا باپ سے اور باپ بیٹے سے ہے ۔ یعنی بیٹا ہونا باپ پر موقوف ہے اور باپ ہونا بیٹے پر موقوف ہے، کوئی بیٹا بغیر باپ کے نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی شخص بغیر بیٹے کے باپ بن سکتا ہے ۔ تو جسطرح اس مثال میں باپ سے بیٹے کا ہونا اور بیٹے سے باپ کا ہونا صحیح ہے اسی طرح تناسخ میں جنم سے کرم اور کرم سے جنم کا ہونا بھی صحیح ہے اور اس میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی ۔

مولانا صاحب! فاضل مخاطب مجھے معاف فرمائیں، میرا اعتراض غلط فہمی پر مبنی نہیں ہے بلکہ مجھکو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی دانستہ یا نادانستہ کوشش کی جارہی ہے ۔ جناب پھر غور فرمائیں میرا اعتراض سماج کے اس مسلمہ اصول پر مبنی ہے کہ کسی روح

کو کوئی قالب بغیر عمل کے نہیں مل سکتا۔ پس جبکہ ویدک دھرم کا یہ اصول ہے تو آپ یہ کہکر اعتراض سے نجات حاصل نہیں کر سکتے کہ "پچھلے کرموں کا بدلہ اگلا جنم ہے۔ میرا اعتراض تو یہ ہے کہ آپ کے اس اصول پر کبھی ایکمرتبہ بھی کسی روح کو کوئی قالب مل ہی نہیں سکتا بلکہ روح کو قالب ملنا قطعی محال ہو جاتا ہے اور آپ کا یہ اگلے پچھلے کا سوال تو جب پیدا ہو سکتا ہے جبکہ روح کیلئے پہلے قالب ملنا تسلیم کر لیا جائے یہی مغالطہ آپنے پنسل کی مثال میں بھی دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ "جسطرح ہر شخص اپنی پہلی پنسل سے درخواست لکھکر یہ دوسری پنسل حاصل کر سکتا ہے اسی طرح روح پہلے قالب کے ذریعہ عمل کر کے دوسرا قالب حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن مہرباتم یہ آپ کا صریح مغالطہ ہے کیونکہ اس مثال میں آپنے یہ فرض کر لیا ہے کہ لوگوں کے پاس درخواست لکھنے کیلئے پہلے سے پنسل موجود ہے جس سے درخواست لکھ کر وہ یہ میری پنسل حاصل کر سکیں گے۔ بخلاف روح کے کہ اُس غریب کے پاس کرم کرنے سے پہلے کوئی جسم نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ پہلا کرم کرنے کے لئے پہلا جسم کہاں سے لائیگی لہٰذا اسکی صحیح مثال جب بن سکیگی جبکہ فرض کر لیا جائے کہ کسی شخص کے پاس درخواست لکھنے کے لئے پہلے سے کوئی پنسل موجود نہیں ہے اور پھر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ پنسل صرف ان کو دی جائیگی جو پنسل ہی سے درخواست لکھکر پیش کریں تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان کو پنسل ملنا قطعاً محال ہو گا۔ ایسے ہی روح اپنی ذات کے اعتبار سے مادہ سے الگ تھی، پھر پرمیشور نے چاہا کہ اسکو مادہ کا قالب دیکر دُنیا آباد کرے مگر اصول یہ مقرر کیا کہ قالب اُسی روح کو ملے گا جو اُس کے مناسب پہلے کوئی کرم کرے اور بیچاری تنہا روح بغیر مادی قالب کے کوئی کرم ہی نہیں کر سکتی پس نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ پرمیشور کے اس قانون کی رو سے کوئی روح کوئی قالب حاصل نہیں کر سکیگی۔ عام حاضرین کی سہولت فہم کیلئے اس کی ایک اور مثال پیش کرتا ہوں فرض کیجئے کہ کسی حکومت کا محکمہ تعلیم یہ قانون مقرر کرے کہ ہمارے کالجوں اور اسکولوں میں صرف وہی لڑکے داخل ہو کر تعلیم حاصل کر سکیں گے جو ہمارے کسی اسکول یا کالج کا سرٹیفکیٹ حاصل کر چکے ہوں۔ چنانچہ جو لڑکا کسی کالج یا سکول میں داخل ہونے کے لئے جاتا ہے اُس سے یہی کہا جاتا ہے کہ پہلے ہمارے کسی اسکول یا کالج کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لو اس کے بعد تمکو داخل کیا جا سکیگا۔ اور سرٹیفکیٹ

اُسی کو دیا جاتا ہے جو باقاعدہ داخل ہو کر کسی امتحان میں کامیابی حاصل کرلے تو اس احمقانہ قانون کی رو سے کسی لڑکے کا داخلہ بغیر سرٹیفکیٹ کے نہ ہو سکے گا - اور کسی کو سرٹیفکیٹ بغیر داخلہ کے نہیں دیا جا سکے گا - نتیجہ یہی ہوگا کہ اس حکومت کے کسی سکول، یا کالج میں قیامت تک کوئی لڑکا داخل نہ ہو سکے گا - اور سارے محکمہ میں گویا دائمی تعطیل رہے گی - بس ٹھیک اسی طرح سمجھا جائے کہ سماج کے اصول پر روح ازلی انادی اور مادّہ بھی ازلی انادی اور یہ دونوں چیزیں اپنی ذات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل الگ اب پرمیشور روحوں کو قالب دیکر دُنیا کو چلانا چاہتا ہے مگر قانون یہ مقرر کرتا ہے کہ کسی روح کو بغیر عمل کے قالب نہیں دیا جائیگا - اور مجرد روح بغیر مادی قالب کے کوئی عمل کر بھی نہیں سکتی تو نتیجہ یہی ہوگا کہ ان کالجوں اور سکولوں کی طرح خدائی کارخانہ بھی ہمیشہ ویران رہے گا - اور اس اصول (تناسخ) کی بدولت کوئی روح کبھی کوئی قالب حاصل نہ کر سکے گی -

پنڈت جی جناب مولنا! ابھی تک آپکو ہماری اصول کے متعلق غلط فہمی ہے حالانکہ میں نے سماج کا اصول پوری وضاحت سے عرض کر دیا تھا مگر افسوس ہی کہ آپنے غور نہیں فرمایا - خیر اب سنئے اور بغور سنئے - آپ کا اعتراض جب پڑ سکتا ہے جبکہ ہم جنم کرم کے اس سلسلے کی ابتدا مانیں مگر جب ہم اس سلسلہ کو ازلی ابدی مانتے ہیں اور ہمارے نزدیک ہمیشہ سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے تو یہ سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارے اس اصول پر ہر جنم سے پہلے کرم اور ہر کرم سے پہلے جنم موجود ہے اور دُنیا کا سلسلہ ہمیشہ سے اسی طرح چل رہا ہے تو پنسل کی مثال میں آپ کا یہ فرض کرنا کہ پہلے سے کسی کے پاس پنسل نہیں تھی ہماری مذہب کے خلاف ہی - ایسے ہی اسمرتبہ جو دوسری مثال آپ نے کالجوں اور سکولوں کی پیش کی ہے وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ ہماری نزدیک جنم کرم کا یہ سلسلہ قدیم ہی تو مثال اسطرح درست ہوگی کہ جتنے لڑکے ہیں وہ سب پہلے سے سند یافتہ ہیں اور ہمیشہ سے وہ ایک سکول کا سرٹیفکیٹ حاصل کرکے دوسرے کالج میں، اور دوسرے کالج کا سرٹیفکیٹ حاصل کرکے تیسری یونیورسٹی میں داخل ہوتے رہتے ہیں اس طور پر کوئی کالج یا اسکول کبھی بھی بند نہیں ہوگا جسطرح جنم کرم کا سلسلہ برابر چل رہا ہی اور کبھی ختم نہیں ہوتا - میں اُمید کرتا ہوں کہ میرے اس تفصیلی بیان کے بعد آپ کا مغالطہ جاتا رہیگا -

(باقی دارد)

ایک خطرناک گروہ!

از جناب مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط مُدیر "فاران" بجنور

عُلمائے دین کو ہر زمانہ میں روحانی امامت وقیادت کی عزت حاصل رہی ہے اور اُن کی دینی سیادت نے ہمیشہ دلوں کی گہرائیوں میں جگہ پائی ہے، یہی وہ مقدس گروہ ہے جو شریعت الٰہی کا حامل اور اخلاق ومحاسن کا مُعلم ہے، یہی وہ طبقہ ہے جو گمراہوں کو عدل وسلامتی کی راہ دکھاتا اور تاریک دنوں میں آسمانی نور کی شعل روشن کرتا ہے، اسی طائفہ کی بدولت دُنیا کو رشد وہدایت کی دولت ملتی ہے اور انسانوں پر سعادت کے دروازے کھلتے ہیں، اسی پر خدا کی طرف سے یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ انسانوں پر خیر وشر نیکی بدی اور حق وباطل کی حقیقت روشن کرے، خدا شناسی اور قرب الٰہی کی راہیں اُن پر کشادہ کرے اور نوع انسانی کو اس کی پیدائش کے مقصد سے آگاہ کرے۔ اگر علماء ربانی روحانی پیشوائی کے علمبردار نہ ہوتے اور اصلاح کا فرض اُن پر عائد نہ کیا جاتا تو آج دُنیا میں کہیں خیرات وصالحات کی مشعلیں روشن نہ ہوتیں، انسانی قلوب پر کبھی الٰہی تجلیات کا پرتو نہ پڑتا، معاشی ومعاشرتی اصلاح اخلاق وعقائد کی درستگی، ذہنی اور معنوی تربیت، ازالۂ منکرات اور امر بالمعروف اور وسط وعمل کے عملی نتائج کبھی جلوہ گر نہ ہوتے اور انسان صرف جسمانی اور مادی آرائشوں میں پھنسکر اپنے نصب العین کو فراموش کر بیٹھتا۔

یہ ظاہر ہے کہ علما اپنی قوم وملت کا دماغ ہوتے ہیں اور اُن ہی کا دماغ افراد کی کائنات پر فرمانروائی کرتا ہے۔ اُنہی کے ارشاد وہدایت سے افراد اشخاص نئے سانچوں میں ڈھلتے ہیں اور اُن ہی کا قول وعمل ملت کی عمارت کا سنگ بنیاد بنتا ہے۔ افراد مذہبی معاملات کو علماء کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، علماء کے کانوں سے سنتے ہیں اور علماء کے دماغ ہی سے سوچتے ہیں اور اُن کے ہر قول وفعل کو شریعت کا نمونہ سمجھتے ہیں، اسلئے علماء جسقدر شریعت سے واقف ہوں گے، اسی اعتبار سے افراد میں بھی شریعت کی فہم کا مادہ پیدا ہوگا۔ وہ جس حد تک سلامت روی اور حُسنِ عمل کا مظاہرہ کریں گے، اشخاص میں بھی اُسی مناسبت سے خیر وبھلائی کے عناصر پیدا ہوں گے۔ وہ جسقدر محبت والفت، اتحاد ویکجہتی، اعتدال اور راست گفتاری میں سابقون بالخیرات ثابت ہوں گے بیچارے عوام بھی اسی نسبت سے ان خصائل سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ غرض علماء قوم کے سامنے اپنا نقش جس

حیثیت سے پیش کریں گے قومی ضمیر کی تشکیل بھی اسی پیمانہ پر ہو گی اور جس رنگ کو وہ اپنے لئے پسند کریں گے اسی میں پوری قوم رنگین نظر آئیگی کیونکہ علماء متبوع ہیں افراد تابع، علماء قائد ہیں عوام سپاہی، علماء آمر و حاکم ہیں اور اشخاص، مامور و محکوم۔

اگر علماء اپنے فرائض سے غافل ہو جائیں اور اپنی ذمہ داریوں کا کوئی احساس نہ کریں تو ضروری ہے کہ عوام کا شیرازۂ حیات منتشر ہو جائے اور اُن کے قوائے عمل مفلوج ہو کر زندگی کی حرارت سے محروم ہو جائیں اگر علماء اتحاد و محبت کا نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہو جائیں تو ناممکن ہے کہ قوم دست و گریبانی اور اختلاف و شقاق سے محفوظ رہے۔ اگر علماء اپنے دلوں سے خدا کا خوف نکال دیں اور مادی طاقتوں سے خوف کرنے لگیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ پوری قوم بزدل، پست ہمت، خوفزدہ اور غلامی کی ذلت آمیز راحتوں پر قانع ہو جائیگی، اگر علماء میں بدچلنی، بد اطواری، کجروی اور شریعت سے انحراف کا میلان پیدا ہو جائے اور اُن کا قول و عمل شریعت کی میزان میں پورا نہ اُترے تو لازماً قوم کی قوم بدعملی، بد اخلاقی اور شرارتوں میں مبتلا ہو جائے گی اور اسکی عملی زندگی کا ہر شعبہ غیر اسلامیت کی تصویر بن جائیگا۔

غرض اگر علماء اپنے علم کا جائز استعمال کریں گے تو افراد میں بھی علم کا شوق اور عمل کا ذوق پیدا ہو گا اگر وہ مکارم اخلاق حسن عمل، تقوی و صلاحیت اور جفاکشی کا مظہر بنیں گے تو عوام کی اخلاقی صورت بھی روشن و تابناک نظر آئیگی، اگر وہ قول سے نہیں عمل سے اصلاح و تربیت کا فرض انجام دیں گے تو اُن کے پیروؤں کی زندگی بھی گفتار سے زیادہ کردار کا مظہر ہو گی، لیکن اگر علماء دین اپنے علم کا غلط استعمال شروع کر دیں اور رہبر بن کر رہزنی پر اُتر آئیں تو پھر اُمت کی تباہی یقینی ہو جاتی ہے اور وہ ذہنی و اجتماعی زوال میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ جو علماء اپنے فرائض کو ادا کرتے ہیں قوم اور مسلمانوں کی بھلائی میں اپنے آپ کو برباد کر دیتے ہیں اور اُن کا ہر کام اخلاص و صداقت پر مبنی ہوتا ہے وہ قوم کے ماہتاب اور امت کے مطاع ہیں اور انبیاء کرام کے جانشین ایسے علماء کے بارے میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء — اللہ کے بندوں میں علماء ہی سب سے زیادہ خدا کا خوف کرتے ہیں

اصل میں علماء کی دو قسمیں ہیں (۱) پہلی قسم کے علماء وہ ہیں جو علم و عمل اور قول و فعل میں کامل، اسرار شریعت کے ماہر اور اجتہاد و بصیرت کے روشن چراغ ہوتے ہیں، وہ حسن سیرت، مکارم اخلاق، خلوص و صداقت، محبت خلق اور تعلق باللہ میں پورا حصہ رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اسلام کیا ہے قرآن حکیم کس روح کا حامل ہے اور اس کے ذریعہ کسطرح غلاموں کو سلطان، کمزوروں کو قوی، ظالموں کو عادل و منصف اور ذلیلوں کے سروں پر وقار و عزت کا تاج رکھا جاتا ہے اور وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ لوگوں کو برائیوں سے روکیں اور ان کو خیر و بھلائی کی دعوت دیں خواہ اس راہ میں اُن کو اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ یہ علماء جب اُمت کو ضلالت و گمراہی میں دیکھتے ہیں تو تڑپ جاتے ہیں۔ جب افراد کو خستہ حال اور انتشار میں پاتے ہیں تو اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ جاتا ہے وہ جب محسوس کرتے ہیں کہ خدا کی زمین امن و سلامتی کے بجائے ظلم و عدوان اور شقاوت و فساد سے بھر گئی ہے تو ان پر رات کا سونا حرام ہو جاتا ہے وہ وعظ کی محفلوں میں اسلئے آتے ہیں کہ مسلمان شریعت کا گر سیکھیں، اپنے محبوب پیغمبر کی تابناک زندگی کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ اور بندوں کی گردنیں خدائے واحد کے آستانہ پر جھک جائیں، وہ دعوتوں میں اسلئے شریک ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسراف اور نمائش سے باز رکھیں، وہ مسجدوں میں اس لئے نماز پڑھتے ہیں کہ مسلمانوں کی بہتری اور اسلام کی سرفرازی کیلئے بارگاہِ احدیت میں درخواست کریں، وہ مسلمانوں سے اسلئے ملتے ہیں کہ صحیح مشوروں سے اُنکی رہنمائی کریں، غرض اُنکا ہر کام اللہ کیلئے ہوتا ہے، اُن کا ہر قدم مسلمانوں کی فلاح و بہبود کیلئے اُٹھتا ہے اور اُن کا دماغ اسلام کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ الحق کیلئے وقف ہو جاتا ہے، یہی وہ علماء ہیں جو اُمت کے امام قوم کے رہبر اور ملّت کے پیشوا ہیں۔

(۲) دوسری قسم کے وہ علماء ہیں جو علم میں کامل، مگر عمل میں ناقص ہوتے ہیں، وہ کتاب و سنت پر تو عبور رکھتے ہیں مگر اُن کی عملی حالت قابل اقتداء نہیں ہوتی، وہ اپنے سینہ میں دل دردمند اور منہ میں زبانِ ماتم سرا رکھتے ہیں مگر نفس پرستی اور راحت طلبی کے باعث اپنی قوت کو فعل میں نہیں لاتے یہی وہ علماء ہیں جو قوم پر گمراہیوں اور شقاوتوں کے دروازے کھولدیتے ہیں اور دنیا اُن کے عمل کو دیکھکر اپنے طریق کار کو بدل دیتی ہے ایسے علماء خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنے کردار سے دوسروں کی گمراہی کا باعث بھی بنتے ہیں تاہم ان سے

یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ شاید وہ اپنی کجروی سے باز آجائیں اور ضمیر کی روشنی پھر اُن کو آمادۂ عمل بنا دے۔

لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی سے موجودہ دور میں "علماء" کی ایک تیسری قسم بھی پیدا ہوگئی ہے یہ انتہا درجہ کی خوفناک قسم ہے، جس نے نہ صرف نظام شرعی کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیا ہے بلکہ مسلمانوں کی معاشرتی حالت اور اُن کی ذہنیت کو بھی منقلب کر ڈالا ہے یہ علماء دینی علوم سے تو کیا کسی علم سے بھی مس نہیں رکھتے اور اسلام سے اسی طرح نابلد ہوتے ہیں جسطرح ایک اجنبی کسی شہر کے گلی کوچوں اور راستوں سے نابلد ہوتا ہے، آج اسی طبقہ نے افرادِ اُمت پر قبضہ جما رکھا ہے اور ہر جگہ اسکا طوطی بول رہا ہے، عوام جو ان کی علمیت سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور قصوں کہانیوں اور تھیٹروں کے نظر فریب کھیلوں پر جان دیتے ہیں وہ ان کے چنگل میں پھنس کر اپنے رہے سہے ایمان کو بھی تباہ کر ڈالتے ہیں۔ یہ "علماء" تھیٹروں کی ایکٹری سے ریٹائر ہو کر اور محنت و جفاکشی سے منہ پھیر کر مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کیلئے ہر جگہ مارے مارے پھرتے ہیں اور وعظ و تلقین کے نام سے مسلمانوں کے قوائے عمل کو مفلوج اور اُن کی دینی اخلاقی اور اقتصادی مملکت کو تاراج کرنے کا فرض انجام دیتے ہیں۔ یہ "علماء" نہیں جانتے کہ کتاب و سنت کیا چیز ہے، اسلام کا پیغام کیا ہے، دین الٰہی کی خصوصیات کیا ہیں، اور وہ کن عقائد و اعمال کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ مسلمانوں کا اصلی مرض کیا ہے اور اُس کے ازالہ کیلئے کن تدابیر کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، ان کا حقیقی مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمان جیسی مفلس قوم کو لوٹ کر اور زیادہ مفلس بنائیں اور وعظ و ارشاد کی محفلوں میں جہلا کے لئے جہالت کے اور اسباب پیدا کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے "علما" ہمیشہ عوام کی سوقیانہ ذہنیت سے فائدہ اُٹھا کر، اُن کو جھوٹی داستانوں، بے سروپا کہانیوں اور غیر ضروری مباحث میں اُلجھا دیتے ہیں اور اپنا گمراہ اور تاریک دماغ سامعین کے سر میں اُتار کر ہی دم لیتے ہیں۔

بڑی مصیبت یہ ہے کہ ایک طرف تو علماء حقانی کی کمی اور دوسری طرف عام مسلمانوں کی زندہ شرمی اور جہالت سے یہ لوگ خوب فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اس خیال سے کہ کہیں علماء قائم بالحق میدان میں نکلکر مسلمانوں کی صحیح قیادت نہ کرنے لگیں۔ وہ حفظ ماتقدم کے طور پر اُن کو بدنام کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو بتا دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص دُنیا میں قابلِ دار ہو سکتا ہے تو وہ وہابی ہے۔ کیونکہ وہ بزرگوں، پیروں اور ولیوں کا منکر ہے اور مسلمانوں کو رسم و رواج کی پابندیوں سے آزاد کرانا اس کے فرائض میں داخل ہے، یہ حربہ اسقدر کارگر ثابت ہوا ہے کہ "یہ علما،" شریعت کے سچے علمبرداروں کو اس کے ذریعہ بہت جلد شکست دیدیتے ہیں اور وہابی کہکر اُن کو عوام کی نظروں سے گرا دیتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میدان انہیں کے ہاتھ میں رہتا ہے اور وہ غریب مسلمانوں کو آزادی کیساتھ لوٹ کر اور زیادہ جاہل بے شرم بے غیرت اور ضمیر فروش بنا دیتے ہیں اور اللہ کے دین سے اُن کو مکھی کی طرح نکالکر پھینکدیتے ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ کی پاک کتاب ابتدا ہی سے یہ اعلان کر چکی ہے۔

یا ایھا الذین امنوا ان کثیرًا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ ۔ اے مومنو! بہت سے عالم اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستہ پر آنے سے روکتے ہیں۔

ایسے ہی علماءِ سوء کے متعلق داعیِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (نام نہاد) علماء آسمان کے نیچے اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ شریر ہونگے۔

عُلماءِ ربانی کی سیرت کیسی ہونی چاہیئے؟ اور اُن کے فرائض کیا ہیں؟ قرآن کریم بتاتا ہے کہ ہادی اور رہنما کو سب سے زیادہ صابر ہونا چاہیئے کہ وہ ناگزیر مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کر سکے اور مصائب میں گھبرا کر مایوس نہ ہوجائے اسکو سب سے زیادہ خدا کی آیات پر یقین ہونا چاہیئے کہ یقین ہی انسان میں عمل کی قوت اور کامیابی کی لگن پیدا کرتا ہے اور اسی کے سہارے اصلاح اُمت کی کٹھن منزلیں طے ہوتی ہیں، جب یہ اوصاف کسی عالم میں پیدا ہوجائیں تو پھر اس کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو حق کی طرف بُلائے اور احکام الٰہی کی تعمیل کے لئے خدا کی مخلوق کو آمادہ کرے۔

وجعلنا مِنھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا و کانوا بایٰتنا یوقنون (پ ۲۱ ع ۱۶) اور ہم نے اُن میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کیا کرتے تھے (یہ اسوقت ہوا جب) اُنہوں نے صبر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کو یقین کےساتھ جانتے رہے۔

دوسری جگہ مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

وجعلناھم آئمۃ یھدون بامرنا واوحینا — اور ان لوگوں کو ہم نے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے
الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ — تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے، نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا
وکانوا لنا عابدین (پ ۱۷ ع ۵) — کرنے کی وحی کی اور وہ سب ہمارے عبادت گذار بندے تھے۔

اسی بنا پر علماء کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اصلاح امت کیلئے اپنے آپ کو اللہ کے راستہ میں وقف کر دیں اور دعوت الی الخیر کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں، قرآن کریم نے بتایا کہ علماء کی ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو دعوت خیر اور ازالِ منکرات کا فرض انجام دیتی رہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون — تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی طرف بلاتی رہے
بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون — اور بری باتوں سے روکتی رہے اور ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

مسلمان خیر الامم ہیں اور اسلئے پیدا کئے گئے ہیں کہ لوگوں کی نفع رسانی اور بہبودی کے کام انجام دیتے رہیں اور داعی حق بن کر لوگوں کو حسن عمل کی دعوت دیں۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون — تم بہترین امت ہو تم اسلئے پیدا کئے گئے ہو کہ لوگوں کو نفع پہنچاؤ، اچھی باتوں
بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ — کا حکم کرو۔ اور بری باتوں سے روکو اور ایمان باللہ کے حامل بن جاؤ

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ علمائے کرام کا نصب العین اور اولین فرض حق کی دعوت کو پھیلانا اور محاسن کی تبلیغ کرنا ہے، اب دیکھو کہ آجکل تیسری قسم کے علماء (کہ یہی عوام پر قابض ہیں) خدا کی مخلوق کیلئے کیا کر رہے ہیں اور وہ مسلموں اور غیر مسلموں کیلئے کہاں تک مفید ثابت ہوئے ہیں۔ یہ لوگ نہ تو شرعی علوم سے آگاہ ہوتے ہیں نہ اسلامی اصول کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور نہ ان کی اخلاقی سیرت محمود ہوتی ہے اور چونکہ وہ محنت اور جفاکشی کے عادی نہیں ہوتے اسلئے وہ مسلمانوں کی قیادت کا "پرامن" راستہ اختیار کرلیتے ہیں اور پیٹ پالنے کے لئے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں کہ ایک طرف وہ شیوہ بیان واعظ اور قادر الکلام مقرر مشہور ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف جہلا خوش ہو کر اپنی کھیتی ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔

مسلمان جس شوق سے وعظ سنتے ہیں اور جس کثرت سے مذہبی مجالس کا اہتمام ان میں کیا جاتا ہے اس کی

نظیر کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتی، قرآن کریم بھی ہر جگہ بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے، مکانوں، مسجدوں وعظ کی محفلوں، جلسوں، عام تقریبوں اور اجتماعی وانفرادی طور پر جس تسلسل اور کثرت کے ساتھ اللہ کی یہ کتاب تلاوت کیجاتی ہے، اسکا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی، اسکا تقاضا یہ تھا کہ مسلمان اس کتاب کے مضامین اور اسلام کے امہات المسائل سے اسی قدر زیادہ واقف ہوتے اور ان کو اسلام پر وہ بصیرت حاصل ہوتی کہ اعتقاد اور عمل کا کوئی فساد ان میں باقی نہ رہتا، مگر واقعہ کیا ہے؟ اسلام سے عام ناواقفیت جہالت، فسق اعتقادی اور فسق عملی -!

کتنے مسلمان ہیں جو توحید الٰہی کی حقیقت سے آگاہ ہیں کتنے کلمہ گو ہیں جو کتاب اللہ کی صداقت کی کوئی دلیل اپنے دماغ میں رکھتے ہیں، کتنے مومن ہیں جو نبوت کے مرتبہ سے واقف ہیں، کتنے مسلم ہیں جو اپنے کامل اور مزکی نبی کی زندگی کے صحیح حالات سے آگاہ ہیں؟ ان غریبوں کو کیا معلوم کہ اسلام کا انقلاب انگیز پیغام کیا ہے اور اسکی وہ کونسی روح ہے جس نے ایک مردہ قوم کو حضیض غلامی سے نکالکر ذروۂ آزادی پر پہنچایا تھا، اور اُس نے کلام الٰہی کی روشنی میں دنیا کے نئے نقشے بنائے تھے؟ نماز پڑھنے والوں سے دریافت کرو کہ نماز پڑھنے کا حقیقی مقصد کیا ہے؟ روزہ داروں سے پوچھو کہ فاقہ کشی میں کیا حکمت ہے؟ حاجیوں سے استفسار کرو کہ حج کے اغراض کیا ہیں اور اس فریضہ کو عالم اسلامی کی اجتماعی ضروریات سے کیا تعلق ہے -؟

اگر آپ ان امور کا کھوج لگائیں گے تو آپ کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ اس عام جہالت کی حقیقی علت ان ہی علماء سوء کی جہالت اور رہنمائی ہے، کیونکہ وہ خود بھی ان حقائق سے محروم ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طریقہ سے بھی ان کا اظہار نہ ہو - چونکہ ان میں اسلام کو صحیح طریقہ سے پیش کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اسلئے وہ مسلمانوں کی قیادت کا دوسرا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں - تاکہ اُن کی واعظانہ حیثیت بھی قائم رہی اور اُن کی مٹھیاں بھی گرم ہوتی رہیں - یہ "علماء" کبھی مسلمانوں کو اس امر کی تلقین نہیں کریں گے کہ اسلام کے بنیادی اصول کیا ہیں، بلکہ وہ کربلا کے جھوٹے افسانے سنا کر ان کو ماتم سرائی اور سینہ کوبی کا سبق دیں گے - وہ کبھی احکام الٰہیہ کے اسرار و حکم پر زبان نہیں کھولیں گے بلکہ اولیاء اللہ کی سچی اور جھوٹی

کرامتیں سناکر اُن میں پیر پرستی، قبر پرستی اور آثار پرستی کے جراثیم پیدا کریں گے، وہ نہیں بتائیں گے کہ داعیٔ اسلام کی زندگی کا نقشہ کیا تھا اور آپ کس مقصد کو لیکر دنیا میں آئے تھے بلکہ وہ مسلمانوں کو قصے کہانیاں سناکر ہنسانے اور خوش کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ کبھی مسلمانوں کو ان کے فرائض سے آگاہ نہیں کریں گے بلکہ وہابیت کا شاخسانہ کھڑا کرکے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی گردن کاٹنے پر آمادہ کرینگے اور اس قابل بھی نہ چھوڑیں گے کہ وہ وحدت کے کلمہ کی اہمیت اور عالمگیر اخوت کا احساس بھی کرسکیں۔

ان علماءِ سوء کے مفاسد یہیں ختم نہیں ہوجاتے بلکہ غور سے دیکھا جائے تو الحاد و دہریت کا سبب بھی یہی لوگ قرار پاتے ہیں، یہ تو ظاہر ہے کہ اس قسم کے "علماء" نہ تو علوم شرعیہ پر عبور ہی رکھتے ہیں اور نہ ان کی سیرت اسلامی سیرت ہوتی ہے بلکہ ان میں اکثر اخلاقی حیثیت سے بھی نہایت ذلیل اور پست ہوتے ہیں جب ان کے خیالات و مسلک پر تعلیم یافتہ یا روشن خیال طبقہ کی نظر پڑتی ہے اور اُن کی بد اخلاقیاں اُس کے سامنے آتی ہیں تو وہ علماء قائم بالحق کو بھی ان ہی علماءِ سوء پر قیاس کرلیتا ہے اور ان سب پر بلا استثنا "ملّا ازم" کا اطلاق درست سمجھتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہی نہیں کہ شریعت نے خود علماءِ ربانی اور علماءِ سوء میں تفریق کررکھی ہے! اس کے علاوہ جب ان شیوہ بیان واعظین کے جاہلانہ خیالات اور غیر معقول عقائد کا پرتو نئی روشنی کے نوجوانوں پر پڑتا ہے تو وہ ان مجہائے جہالت سے بیزار ہونے کے بجائے اسلام ہی کو مشکوک اور ناقابل فہم سمجھنے لگتے ہیں اور یہ فیصلہ کرلیتے ہیں کہ اسلام ہی عقل و ترقی کے راستہ میں روک ہے اور وہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ دنیا کے سامنے اسکو پیش کیا جائے۔ اس طرح نوجوانوں اور تعلیم یافتہ حضرات میں الحاد کے جراثیم نشوونما پانے لگتے ہیں ان واعظین کی جہالت کے صدقہ میں ایک گروہ دشمنانِ اسلام کا آلۂ کار بن جاتا ہے۔ ہمیں متعدد بار "تعلیم یافتہ حضرات" سے گفتگو کا موقع ملا اور ہم نے ٹھنڈے دل سے اُن کے خیالات کو سنا اور حیرت میں پڑگئے کہ اسلام کی بابتہ اُن کی معلومات کا ذریعہ جاہل واعظوں کی بے سروپا داستانیں ہیں۔

ایک طرف تو ان علماءِ سوء کی بدولت الحاد و دہریت کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف

غیر مسلم بھی اس قسم کے جاہلانہ خیالات کو سُن کر اسلام سے دور بھاگتے ہیں اور اس طرح اشاعتِ اسلام اور دعوتِ حق کا مقصد ان واعظین کی بدولت فوت ہو جاتا ہے۔ اسلام جو بذاتِ خود دلیل و برہان، فکر و بصیرت اور عقل و ضمیر کی آواز ہے اور جس نے دُنیا کو سب سے پہلے فہم اور غور و فکر کی دعوت دی وہ آج اس قسم کے واعظین کی بدولت اوہام پرستیوں اور سریع الاعتقادیوں کا مجموعہ بنا ہوا ہے۔!

جب تک ان رسمی واعظوں اور جاہل مقرروں اور مولود خوانوں کی رسی دراز رہے گی اور عوام کے دماغ کی تربیت نہ کی جائیگی اُس وقت تک مسلمانوں کی عام جہالت اسلام سے بیگانگی عملی اور اعتقادی گمراہی اور معاشرتی فساد کا ازالہ نہیں ہو سکتا اور نہ مجموعی حیثیت سے مسلمانوں کی عقلی سطح بلند ہو سکتی ہے اگر مسلمان اپنی ذہنیت میں اتنی تبدیلی پیدا کرلیں کہ وعظ و تلقین کو ہنسنے ہنسانے اور رونے رُلانے کا ذریعہ قرار دیں اور مستند روشن خیال اور مخلص علماء کے ارشادات سے مستفید ہونے کا عزم کرلیں۔ اور انفرادی سخاوت کے بجائے اجتماعی ایثار کے لئے آمادہ ہو جائیں تو آج دین کے گلشن میں پھر بہار آسکتی ہے اور پیشہ ور "واعظین" کا دماغ بہت جلد درست ہو سکتا ہے فھل انتم منتھون

ہمیں اس حقیقت کے اظہار پر بھی مجبور ہونا پڑتا ہے کہ جاہل واعظوں کی فروغ کا باعث علماء حقانی کا سکوت اور باخبر اہل علم کی مداہنت بھی ہے وہ چونکہ ان اکھاڑوں کے پہلوان نہیں ہوتے" اور حریفانہ جذبہ سے وہ اپنے آپ کو پاک رکھنا چاہتے ہیں، اسلئے واعظوں کی نئی مخلوق میدان پر قابض ہو جاتی ہے گو علماء کا باوقار تقدس اسی امر کا مقتضی ہے کہ لکم دینکم ولی دین پر عمل کیا جائے لیکن جب اس طبقہ کی تباہ کاریاں اپنے حدود سے تجاوز کر چکی ہیں اُن کا دامن بچانا اور اس تماشہ کو خاموشی کے ساتھ دیکھنا امر بالمعروف کا کچھ اچھا مظاہرہ نہیں ہے۔ (ماخوذ از فاران)

الفرقان۔ ناظرین کرام کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ الفرقان میں مطبوعہ مضامین کی اشاعت سے کلی احتراز کیا جاتا ہے جیسا کہ الفرقان کی دو سال کی زندگی شاہد ہے مگر چونکہ محترم فاران صاحب کا یہ مضمون الفرقان کی خاص موضوع پر ہونے کی ساتھ ساتھ نہایت مفید اور کافی دلچسپ ہے اور اسمیں اُمتِ مسلمہ کی ایک مہلک مرض کی صحیح تشخیص اور اسکے ازالہ کی صحیح تجویز بھی ہے اسلئے خلاف معمول اس کو الفرقان میں درج کرنا نامناسب نہ سمجھا گیا۔ (مدیر)

عرسوں کے نام پر اسلام کی تذلیل

سینتھل ضلع بریلی میں عرس کا اشتہار

حیدری جان چودھرائن کا بلاوا

ضلع بریلی میں ایک قصبہ سینتھل ہے جہاں کسی بزرگ "چراغ علی شاہ صاحب" کا مزار بھی بتلایا جاتا ہے اور عرس بھی خوب دھوم دھام سے ہوتا ہے، امسال ماہِ رجب میں وہاں کا عرس ہوا اُس کا جو اشتہار چشتی پریس بریلی سے چھپکر شائع ہوا تھا وہ سوء اتفاق سے ایک جگہ ہماری نظر بھی پڑ گیا۔ اُس کو دیکھکر جو روحانی تکلیف ہوئی اُس کے اظہار کیلئے ہمارے پاس الفاظ نہیں۔

فیالیتنی مِتُّ قبل ھذا وکنت نسیًا منسیًّا

کاش اس شیطانی دور سے پہلے ہم پیوندِ زمین ہو جاتے اور یہ روزِ بد نہ دیکھتے کہ بدنام کنندگانِ اسلام اپنے کو مسلمان بلکہ صوفی صافی، پیر صاحب اور شاہ جی کہلانے کے باوجود اسلام کی تذلیل پر یوں کمربستہ ہیں ناظرین کرام بھی اس ایمان سوز اور جگر پاش اشتہار کو دیکھیں اور اسلام کی مظلومی پر خون کے آنسو بہائیں۔

نقل اشتہار

(عرس شریف) والا مرتبت، سرتاج صوفیہ، رازدارِ رموزِ صوت سرمدی، مقبول بارگاہِ ایزدی فرزندِ نبی دلبندِ علی حضرت چراغ علی شاہ بتاریخ ۲۰، ۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵ رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء منعقد ہوگا۔

کدھر ہیں بادۂ وحدت کے سرمست آئیں اور شوق سے آئیں راہِ حقیقت میں قدم بڑھائیں اور مشائخ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فیوضات سے مالا مال ہوں اس سال خاص طور سے بیرونجات مثل میرٹھ - بدایوں، پیلی بھیت، دہلی، کیمبری بہیڑی وغیرہ کی طوائفیں حیدری جان چودھرائن نے بلوائی ہیں ......

المشتھر:- نوز علی شاہ سجادہ نشین درگاہ چراغ علی شاہ صاحب قصبہ سیتھل ضلع بریلی"

آپ نے جلی قلم سے لکھی ہوئی عبارت دیکھی یہ بعینہ اس ناپاک اشتہار کی عبارت ہے۔ سفیتان بریلی کی طرح اسمیں کوئی قطع برید نہیں کی گئی ہے۔ آپنے غور فرمایا کہ اس میں بادۂ وحدت کے سرمستوں کو کن صوفیائے کرام اور مشایخ عظام کے فیوض وبرکات سے متمتع ہونیکی دعوت دی جارہی ہے۔ اور حیدری جان چودھران نے کن بزرگان دین کو میرٹھ بدایوں وغیرہ سے بلوایا ہے۔

ناظرین کرام! یہ ہے عرسوں کی وہ لعنت جسکی حمایت کرتے کرتے علماء سوء کی زبانیں تھک گئیں اور قلم گھس گئے۔

وا اسفاہ! آج فرزندان اسلام کے ہاتھوں میں کوئی محکمہ احتساب بھی نہیں جو ان بدنصیبوں کو سرِ دار کرکے دین حنیفی کو غیروں کی نظروں میں ذلیل ہونے سے بچالے۔

اللہ کی قسم ابوجہل اور ابولہب اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود دین مقدس کو اتنا نقصان نہ پہنچا سکے جتنا کہ ان بدنصیب قبرپرستوں نے صرف چودھویں صدی کے اس الحاد پرور دور میں پہنچایا ہے۔ افسوس! افسوس!! افسوس!!!

آج بوبکرؓ جو ہوتے تو یہ حالت ہوتی؟　　گر عمرؓ ہوتے تو کفر کو یہ طاقت ہوتی؟

ہوتے عثمانؓ تو کیا ہم کو ندامت ہوتی؟　　مرتضیٰؓ ہوتے تو کیا ہم کو یہ ذلت ہوتی؟

ہائے اسلام ترے چاہنے والے نہ رہے

جن کا تو چاند تھا افسوس وہ ہالے نہ رہے

قابل دید دینی و تبلیغی کتابیں

صرف ناظرین الفرقان کیلئے خصوصیت رعایت!

معرکتہ القلم ملقب بہ فیصلہ کن مناظرہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے تکفیری فتوی "حسام الحرمین" کے رد میں جناب مدیر الفرقان کا یہ وہی معرکتہ الآراء بیان ہے جو جناب موصوف نے لاہور کے فیصلہ کن مناظرہ کیلئے قلمبند فرمایا تھا اس تنگ وسعت میں اسکے متعلق صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اسمیں روز روشن کی طرح ثابت کر دیا گیا ہے کہ خانصاحب بریلوی کا وہ تکفیری فتویٰ غلط، باطل خلاف دیانت و امانت سراسر جہالت یا محض عناد پر مبنی ہے، اسکو مطالعہ کے بعد کوئی منصف مزاج خدا ترس انشاء اللہ رضاخانیوں کا ہمنوا نہیں رہ سکتا ضخامت ۱۱۲ صفحات کاغذ طباعت عمدہ قیمت ۸/ رعایتی ۷/

ستہ ضروریہ

علم غیب۔ توسل۔ استعانت بغیر اللہ عرس۔ سماع اموات۔ نذر غیر اللہ۔ ان چھ مسائل کی تحقیق میں مدیر الفرقان کا قابلدید رسالہ ہے جو سال گذشتہ الفرقان میں متفرق شائع ہوا تھا اب کتابی شکل میں تیار ہو گیا ہے۔

قیمت اصلی ۴/ رعایتی ۳/

اسلامی توحید

اسکا تعارف الفرقان گذشتہ نمبر میں کرایا جا چکا ہے قیمت اصلی ۲/ رعایتی ۱/

درس توحید ملقب بہ الا اللہ

یہ جناب مولانا سید محب الحق صاحب حسینی رفیق ادارہ الفرقان کا وہی مضمون ہے جو قریبًا ایک سال تک الا اللہ کے عنوان سے الفرقان میں شائع ہوتا رہا ہے۔ اسکے تعارف میں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ غالبًا اردو لٹریچر میں توحید الٰہی کا ایسا مکمل اور اسقدر موثر درس اس سے پہلے یقینًا آپکی نظر سے نہ گذرا ہوگا۔ توحید خداوندی کی قرآنی دعوت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی پرحکمت موعظت کو ایسے دلکش انداز میں لکھا گیا ہے کہ بیساختہ ہر ناظر کے قلب سے مصنف کیلئے دعا نکلتی ہے ع۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

بہت سے سیاہ دل اور پشتینی قبر پرستوں کو دیکھا گیا کہ اُن کے سامنے یہ مضمون پڑھا گیا اور انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اللہ نے انکو ہدایت دی۔ ضخامت ۸۰ صفحات قیمت ۶/ رعایتی ۵/

وہابی کی پہچان

پڑھئے اور خوب ہنسئے قیمت رعایتی ./

ہدایات قادریہ ملقب بہ ہماری گیارہویں

توحید سنت کی حمایت اور شرک و بدعت کی مذمت میں واحد رسالہ قیمت اصلی ۲/ رعایتی ۱/

بہشتی زیور مجلد مع نمبر قسم اول کاغذ اعلی ۳/ قسم دوم کاغذ رف ۲/

ردِ بدعت کی مشہور و معروف کتابیں

روئداد مناظرہ بریلی اس کا حال ناظرین الفرقان کو خوب معلوم ہے پھر معلوم کرنا ہو تو رسالہ ہٰذا کے ٹائیٹل کا دوسرا صفحہ ملاحظہ فرمائیے قیمت اصلی ۸؍ رعایتی ۶؍

صاعقہ آسمانی نمبر ۱ مدیر الفرقان اور رضاخانیوں کے شیخ الحدیث مولوی رحم الٰہی صاحب کے ایک زبردست مناظرہ کی مکمل روداد۔ مفصل حال الفرقان میں بارہا لکھا جاچکا ہے۔ قیمت اصلی ۵؍ رعایتی ۴؍

صاعقہ آسمانی نمبر ۲ مدیر الفرقان اور مولوی حشمت علی صاحب رضاخانی کے ایک معرکہ خیز مناظرہ کی روئداد رضاخانیوں کے غیبیہ عقیدہ کی پرزور تردید، اہلسنت کی تائید میں آیات و احادیث، اقوال سلف کا انبار قیمت اصلی ۷؍ رعایتی ۶؍

بارقہ آسمانی صاعقہ آسمانی حصہ دوم کا قابلدید ضمیمہ رضاخانی مولویوں کی جہالت، حماقت اور دروغ بافی کا صاف شفاف آئینہ رضاخانی دلائل پر لاجواب تنقید قیمت اصلی ۳؍ رعایتی ۲؍

آئینہ رضاخانیت رضاخانیوں کے پچاس اقراری کفریات اور ان سے اکیاون پانچ مناظرانہ سوالات قیمت اصلی ۲؍ رعایتی ۱؍

شہاب الثاقب خانصاحب بریلوی کی تردید میں حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحب کا لاجواب رسالہ قیمت اصلی ۸؍ رعایتی ۶؍

التصدیقات خانصاحب بریلوی کے افتراآت کی تردید میں مولانا خلیل احمد صاحب کا مشہور رسالہ ہے قیمت رعایتی ۵؍

توضیح البیان خانصاحب بریلوی کی تردید میں مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کا مشہور رسالہ ہے قیمت رعایتی ۱؍

تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی وہ کتاب ہے جس پر خانصاحب بریلوی نے کفر کا فتویٰ دیا ہے قیمت رعایتی ۲؍

تنشیط الآذان اذان خطبہ کے اندرون مسجد مشروع ہونے کے ثبوت میں مولانا خلیل احمد صاحب کا رسالہ ہے جو بہت ہی کامیاب ہوچکا ہے۔ قیمت ۲؍ رعایتی ۱؍

براہین قاطعہ میلاد، قیام میلاد، عرس فاتحہ مروجہ، تیجہ، دسواں۔ وغیرہ بدعات مروجہ کی تحقیق میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی مشہور و معروف مبسوط تصنیف ہے۔ قیمت اصلی عہ رعایتی ۸؍

الطامۃ الکبریٰ ۔ بریلوی کا نادان دوست ۔ نار الفضا ۱؍ فتاویٰ میلاد شریف ۔ ۱؍ اصلاح الرسوم ۴؍ ۔ عقائد علماء دیوبند ۱؍

بہشتی زیور مع اختری گوہر مسنم اول کاغذ اعلیٰ ۳؍ مسنم دوم کاغذ رف ۲؍

اسلامی تعلیمات عقل کی کسوٹی پر

العقل والنقل | از حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب دیوبندی

اس کو دیکھنے سے آپ کو یقین کامل ہو جائیگا کہ اسلامی تعلیمات عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے بالکل موافق ہیں قیمت رعایتی ۸/

الاسلام | حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کی

وہ معرکۃ الآراء تقریر جو آپ نے دین حق کی موضوع پر موتمر کے اجلاس منعقدہ مراد آباد میں فرمائی تھی اس کے مطالعہ سے ہر شخص کو یقین ہو جاتا ہے کہ دنیا میں صحیح اور نجات دلانے والا مذہب صرف ایک اسلام ہے قیمت ۶/ رعایتی ۵/

حجۃ الاسلام | مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی

(بانی دار العلوم دیوبند) اسمیں اصول اسلام توحید رسالت قیامت، الہام وغیرہ کا ناقابل تردید عقلی ثبوت دیا گیا ہے

قیمت اصلی ۸/ رعایتی ۷/

انتصار الاسلام | سوامی دیانند بانی آریہ سماج نے اسلام پر

دس اعتراض کئے تھے اُن میں سے نو کا نہایت محققانہ جواب جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قیمت ۶/ رعایتی ۵/

قبلہ نما | انتصار الاسلام کا دوسرا حصہ جسمیں سوامی جی کے دسویں

اعتراض کا جواب نہایت تفصیل کیساتھ دیا گیا ہے، اعتراض یہ تھا کہ مسلمان قبلہ کیطرف کو نماز پڑھتے ہیں یہ بت پرستی ہے قیمت رعایتی ۷/

مباحثہ شاہجہانپور | شاہجہانپور میں ایک عظیم الشان

مناظرہ گورنمنٹ کے انتظام سے ہوا تھا جسمیں ہندو بیرون ہند کے بڑے بڑے پادری اور پنڈت جمع ہوئے تھے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مسلمانوں کے نمائندے ہو کر تشریف لیگئے تھے اور آپکی تقریر نے مذہبی دُنیا میں ہلچل ڈالدی تھی اور ثابت کر دیا تھا کہ ماننے کے قابل مذہب اسلام ہے اسکا پہلا حصہ "مباحثہ شاہجہانپور" کے نام سے شائع ہوا ہے قیمت ۷/ رعایتی ۶/

میلہ خدا شناسی | یہ مباحثہ شاہجہانپور کا

دوسرا حصہ ہے قیمت ۳/ رعایتی ۲/۰

تحفہ لحمیہ | گوشت انسان کی فطری غذا ہے اسکا

عقلی ثبوت از حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ قیمت ۱/

جمال قاسمی ۱/

سوانحعمری حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ ۲/۰

سجود الشمس | از حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

مدظلہ - اس مختصر رسالہ میں اُس حدیث کی فلسفیانہ رنگ میں تحقیق و تشریح کی گئی ہے جسمیں آفتاب کے زیر عرش سجدہ کرنے کا ذکر آتا ہے قیمت ۱/

معجزۂ قرآن مجید | صداقت اسلام کے ثبوت میں بہترین کتاب ہے

اس کا تعارف ناظرین الفرقان سے بارہا کرایا جا چکا ہے - قیمت ۱۲/

تاریخ وسیر کی قابل دید کتابیں

سیرت خاتم الانبیاء مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی
کی نہایت مقبول کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔
علمی طبقہ میں بہت زیادہ پسند کیگئی ہے قیمت رعائتی ۸ر

بلاغ مبین از حضرت مولانا ابو القاسم حفظ الرحمن صاحب
سیوہاروی، اس کتاب کا الفرقان میں بارہا تعارف کرایا جا چکا ہے
مختصر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ تبلیغی اسوہ حسنہ
کا نہایت دلکش مرقع ہے، حضور کے وہ تمام منشورہ فرامین جو
جو دعوت اسلام کے سلسلہ میں شاہان عالم کو بھیجے گئے اسمیں
درج ہیں، جہاد۔ جزیہ۔ قتل مرتد۔ تکفیر اہل قبلہ وغیرہ
مشکل مسائل پر نہایت محققانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے
اردو ہی میں نہیں بلکہ تمام اسلامی لٹریچر میں اس کتاب کی
نظیر آپ کو نہیں مل سکتی۔ کاغذ، کتابت، طباعت نہایت
اعلی۔ قیمت عا ر رعائتی عہ

ہمارے پیغمبر یعنی اسلامی تاریخ کی پہلی
کتاب، عورتوں، بچوں اور معمولی تعلیم والوں کیلئے
بہترین تحفہ ہے اس کا پورا تعارف الفرقان کے پہلے
نمبروں میں کرایا جا چکا ہے۔ قیمت ۳ر

تاریخ اسلام نمبر ۲ از جناب مولانا محمد میاں
صاحب دیوبندی اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حالات زندگی، آپ کا حلیہ مبارک، روزانہ
کا پروگرام، معاشرتی اور اقتصادی مجالس مقدسہ کے
آداب وغیرہ وغیرہ نہایت سلیس زبان اور دلکش
انداز میں مستند کتابوں سے لکھے گئے ہیں قیمت رعائتی ۱۱ر

ابوذر غفاری اس بہترین اور قابل دید کتاب
کا تعارف اس سے پہلے بارہا کرایا جا چکا ہے۔ مختصر یہ ہے
کہ اسکو خرید کر آپ انشاء اللہ بہت زیادہ خوش ہونگے
ناخوشی کی صورت میں واپسی کی شرط ہے۔
قیمت عہ رعائتی ۱۲ر

سلمان فارسی دین حق کی تلاش میں
حضرت ممدوح کی سرگردانی، احبار اہل کتاب
کی صحبت، پھر اسی میں جبریہ غلامی، پھر مدینہ منورہ
کی سکونت۔ حضور اقدس کی خدمت میں حاضری
پھر اسلام سے مشرف ہونا غرض عجیب وغریب معلومات
کا گنجینہ ہے قیمت صرف ۲ر

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا حضرت مولانا
حبیب الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی مرحوم کی بہترین اور
مقبول عالم کتاب ضخامت تقریبا ۵۰۰ صفحات
قیمت ۳ روپیہ

بہشتی زیور مدلل مکمل قسم اول کاغذ اعلی ۳ ر قسم دوم کاغذ رف عہ

رجسٹرڈ نمبر ۔ ۴۵۲۹

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

اللہ کے رستہ میں کون کون میری مدد کرے گا

میرا مقصد:۔ دین الٰہی کی اشاعت اور توحید و سنت کی حمایت و حفاظت ہے میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان حقیقی معنی میں خدائے واحد کے پرستار ہو جائیں۔ میری تمنا ہے کہ مدنی آقا کا علم صداقت ہمیشہ سر بلند رہے اس کے دشمن نگوں سار ہوں میری آرزو ہے کہ دنیا کے سارے انسان خدا کے اس ہاشمی محبوب کے قدموں سے وابستہ ہو کر دین و دنیا کی عزت حاصل کریں جو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا محسن ہے۔ ان پاکیزہ مقاصد کی کامیابی کیلئے میری ہر قسم کی اعانت بالخصوص توسیع اشاعت کی سعی کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے *

الفرقان

مولوی محمد منظور نعمانی پرنٹر پبلشر نے جامع پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا!!!

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ

مرتبہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا

بڑی عالیشان ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے خاص بندہ پر فرقان نازل فرمایا کہ تمام جہاں والوں کے لئے نذیر ہو

چندہ سالانہ

قسم اول کاغذ اعلیٰ ۳

قسم دوم کاغذ رف ۲

معاونین سے ۵

ممالک غیر سے للعہ

نمونہ مفت

الفرقان بریلی

جریدۂ ماہوار

امارت نمبر

جلد ۲

بابتہ ماہ ذی القعدہ سنہ ۱۳۵۴ھ

نمبر ۱۱

نوٹ :- چونکہ علی پوری امارت کے قضیہ نے اسمرتبہ بہت زیادہ جگہ لے لی اسلئے افسوس ہے کہ بعض مسلسل اور موعود مضامین بھی اشاعت ہذا میں درج نہیں ہوسکے ناظرین کرام مایوس نہ ہوں -

نغمۂ توحید

از جناب بابا غلام مصطفےٰ صاحب فخرؔ سہسرامی

فصل گل آئی بہار باغ عرفاں دیکھئے
بلبل توحید ہی مست غزلخواں دیکھئے

دیکھئے رنگ چمن گلہائے خنداں دیکھئے
مستی باد صبا رنگ گلستاں دیکھئے

گلشن توحید میں آئی بہار تازہ دم
عاشقان مصطفےٰ ہیں گل بداماں دیکھئے!

بوئے سنت نے مشام جاں معطر کر دیا!
اہل بدعت ہو گئے مضطر پریشاں دیکھئے

ہر طرف پھیلی ہے گلہائے صداقت کی مہک
جوش پر ہے اب نسیم صبح ایماں دیکھئے!

دین حق کا بول بالا ہند میں ہونے لگا.
پست ہو گا فرقۂ باطل پرستاں دیکھئے

حق پرستوں کیلئے الحق یعلو ہے درست
اور باطل کوش کو ہے یاس و حرماں دیکھئے

لذت توحید سے ہیں آہ! وہ نا آشنا
کرتے ہیں سنت پہ کیا کیا ظلم و عدواں دیکھئے

حق کو بھی منظور نصرت اور یہ فتح مبیں
اسلئے مسلم کے ہے گھر گھر چراغاں دیکھئے

عاشق دین نبی نے اب اٹھایا ہی قلم
گر نہ ہو باور تو پھر تحریر فرقاں دیکھئے

حق و باطل کی ہیں پھیلیں معرکہ آرائیاں
دشمنان دیں میں ہے وحشت کا ساماں دیکھئے

ہو گئی پردہ دری بدعات و شرک و کفر کی
کھل گئے راز فریب اہل طغیاں دیکھئے

یا علی مشکلکشا! ہے ورد اٹھتے بیٹھتے
نام حق ہے آہ! از بس طاق نسیاں دیکھئے!

اہل حق و اہل باطل میں ہے جنگ مذہبی
بن کے الفرقان نکلا مرد میداں دیکھئے

غایت توصیف محبوب خدا توہین ہو
بوالعجب یہ شوق تکفیر مسلماں دیکھئے

فخرؔ! الفرقان کے مضموں لطیف و دلنشیں
شرط ہے انصاف سے اسکو مہرباں دیکھئے

باسمہٖ سبحانہ حمداً و سلاماً

نگاہِ اوّلین

مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

امسال شروع ہی سے میری کوشش تھی کہ الفرقان کی اشاعت میں زیادہ تاخیر نہ ہو اگرچہ چنانچہ بعونہٖ تعالیٰ ابتدائی چند نمبر مہینہ کے پہلے ہی ہفتہ میں شائع ہوتے رہے مگر بعد میں میری مصروفیتیں اور الفرقان کی مالی مشکلات اس راہ میں حائل ہوگئیں اور رسالہ تاخیر سے شائع ہونے لگا تاہم مہینہ کی آخری تاریخوں تک نکل جاتا تھا پھر بھی اشاعت کو وقت پر لانے کیلئے میری کوششیں برابر جاری تھیں اور مجھے توقع تھی کہ شوال کا نمبر ۲۰ر تاریخ تک روانہ ہوسکے گا چنانچہ ۱۵ر سے پہلے اُسکی کتابت پوری ہوگئی اور کاپیاں پریس کو بھیجدی گئیں اور لکھدیا گیا کہ "چونکہ عجلت منظور ہے اسلئے پروف تصحیح کیلئے نہ بھیجے جائیں بلکہ وہیں اُجرت پر تصحیح کرالی جائے" اور اسی واسطے اصل مضامین بھی کاپیوں کیساتھ بھیجدیئے گئے اور بتاکید شدید لکھدیا گیا کہ رسالہ جلد از جلد تیار کرکے بھیجدیا جائے۔ میں مطمئن تھا کہ انشاء اللہ بیس ۲۰ یا بائیس ۲۲ تک رسالہ آجائیگا مگر بجائے رسالہ کے ۲۱ر شوال کو مجھے پروف کا پیکٹ ملا۔ کارکنانِ پریس کی اس غفلت پر "انا للہ" پڑھا اور چونکہ اصل مضامین اُنہوں نے واپس نہیں کئے تھے اسلئے بلا مقابلہ ہی تصحیح کردی گئی جو یقیناً ناقص رہی اور پروف بھیجدیئے گئے اور اب پھر انتہائی تاکید کیساتھ لکھدیا گیا کہ آپ کی ذرا سی غفلت سے بہت زیادہ تاخیر ہوگئی لہٰذا اب جسقدر جلد ممکن ہو رسالہ تیار کرکے روانہ فرمایئے"۔

ادھر انہی تاریخوں میں حضرت والد ماجد اور والدہ ماجدہ (مدظلہما) نے یک لخت حج بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ مطہرہ (علیٰ صاحبہا الصلوات الطاہرہ والتسلیمات الزاہرہ) کا قصد فرمالیا اور مجھے اطلاع دی چنانچہ ۲۴ر کو میں سنبھل چلا گیا اور چار روز اُن کی خدمت میں رہا۔ ۲۷ر کو وہ روانہ ہوئے اور ۲۸ر کو میں بریلی واپس آیا۔ یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ رسالہ تاہنوز نہیں آیا۔ اگلے روز ۲۹ر کو میں نے تار دیا کہ رسالہ جلد بھیجا جائے۔ چنانچہ ۲ر ذیقعدہ کو اُنہوں نے پارسل روانہ فرمایا جو ۳ر کو تعطیل ہونے کی وجہ سے ۴ر ذیقعدہ کو وصول ہوا اسلئے ۵ر کو روانہ ہوسکا۔ بیشک جبتک کہ مشیئت الٰہی نہ ہو انسانی ارادہ کچھ نہیں کرسکتا۔ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ط

اس مرتبہ کارکنانِ پریس سے اس کے علاوہ ایک نہایت افسوسناک غفلت یہ بھی ہوئی کہ رسالہ کے اعلیٰ ایڈیشن

ہیں بجائے بیس۲۰ پونڈ والے کاغذ کے سولہ۱۶ پونڈ والا کاغذ لگادیا اور وہ بھی نہایت ناقص درجہ کا۔ یہی غلطی اس سے پہلے شعبان و رمضان کے نمبر میں بھی ہو چکی تھی اور شوال کے پرچہ میں اسکی معذرت لکھنے کا میرا ارادہ تھا مگر عین وقت پر بھول گیا۔ یا بھلا دیا گیا جسکی حکمت اب یہ ظاہر ہوئی کہ اس نمبر میں بھی وہی غلطی ہوئی مقدر تھی پس اگر اسی میں معذرت ہوتی اور پھر اسی جرم کا ارتکاب ہوتا تو میری تقصیر ناظرین کرام کی نظر میں اور زیادہ سنگین ہوتی۔ اور میرا وہ عذرِ گناہ بدتر از گناہ ہوتا۔

بہرحال جو ہونا تھا ہوا اور اگرچہ پریس والوں کی غفلت یا غلط فہمی سے ہوا مگر پھر بھی ذمہ داری میری ہی اور میں ان تمام فروگذاشتوں پر بیحد نادم و شرمسار ہوں اور احباب کرام سے عفو و درگذر کا امیدوار

انہی کوتاہیوں کی تلافی کیلئے یہ نمبر بجائے چھپن۵۶ کے چونسٹھ۶۴ صفحات پر شائع کیا جارہا ہے اور انشاءاللہ ذی الحجہ کا آئندہ نمبر جو اس جلد کا آخری پرچہ ہوگا وہ بھی بہت جلد اتنے ہی صفحات پر شائع ہوگا۔ توقع ہے کہ میرے کرمفرما احباب اس ناکافی تلافی کو کافی سمجھیں گے۔

قارئین کرام! میرے والدین محترمین کیلئے دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُن کے مبارک سفر کو قبول فرمائے اور اُن سے (نیز ہم سب سے) راضی ہوجائے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔

کتابت کی پریشانیوں سے بچنے کیلئے منشی معراج النبی خانصاحب خوشنویس امروہوی کو مستقل طور پر بلالیا گیا ہے اور الفرقان کا کام ایک مہینے میں قریباً صرف پندرہ دن کا ہوتا ہے، لہٰذا جن احباب کو کتابت کا کچھ کام کرانا ہو وہ دفتر الفرقان میں بھیجدیا کریں، انشاءاللہ اُجرت مناسب ہوگی اور کام وقت پر دیا جائیگا۔ منشی صاحب موصوف کی کتابت کا متوسط نمونہ آپ کی نظر کے سامنے ہے۔

دُنیا کو اسلام سے کس طرح روکا گیا؟

از خامۂ استاذ العصر حضرت علامہ مولٰنا محمد اعزاز علی صاحب شیخ الادب والفقہ دار العلوم دیوبند

گذشتہ سے پیوستہ

بہرحال جبکہ اظہار کلمۃ الکفر اور اکل میتۃ بحالتِ اضطرار دونوں جائز ہیں اور بعض صحابہ نے اس جواز سے استفادہ بھی کیا ہے تو پھر بلال (رضی اللہ عنہ) پر کیا مصیبت تھی کہ انہوں نے اپنی جان کی پروا نہ کی ۔ اس کے جواب کیلئے ہماری اس گذارش پر غور کرنا ضروری ہے کہ احکام شرع کی خلاف ورزی دو طرح کی ہے ۔ ایک تو یہ کہ احکام شرع کی خلاف ورزی اس طرح ہو کہ شرع کی اہانت ہو، اُس کے شعائر کی توہین ہو ایسی چیزوں کی اجازت ملجانے کے بعد بھی اس اجازت سے استفادہ نکرنا ہی افضل ہوتا ہے اور ایک یہ ہے کہ شرع کی خلاف ورزی کیساتھ شرع کی توہین اسمیں مضمر نہیں ہے اس اجازت کو رد کرنا بُرا ہے ایسی اجازتوں پر عمل کرنا ہی مستحسن ہے ۔

کلماتِ کفریہ کو زبان سے نکالنا سُننے والوں کو بھی بتادیگا کہ متکلم اپنے عقیدۂ سابقہ سے رجوع کر رہا ہے اور عقائدِ اسلامیہ کو باطل سمجھ رہا ہے اسلئے اسمیں احکام اسلامی کی خلاف ورزی ہی نہیں بلکہ اسکے عقائد کی توہین بھی ہے اور بحالتِ اضطرار میتہ وغیرہا کو کھانے والا اگر حالتِ راہنہ سے قطع نظر کرلی جاوے تو معصیت کا مجرم ہے لیکن اہانت کا مجرم نہیں ۔ اور چونکہ اُس نے اپنی جان کی حفاظت کیلئے یہ فعل کیا جو یقیناً حق شرع تھا ۔ شرع نے اُس کو اجازت دیدی لیکن اجرائے کلمۃ الکفر نہ کہنے والے نے خداوند عالم کی توحید پر اپنے آپ کو قربان کردیا اسلئے اسکو ثواب کا استحقاق ہے اور وہ عند اللہ ماجور ہے ۔

اگر آپنے اس فرق پر غور کرلیا ہے تو اگرچہ ہمارے موضوع سے خارج ہے تاہم "الحدیث بالحدیث یذکر" (بات کے سلسلے میں دوسری بات بھی آہی جاتی ہے) کی وجہ سے ہم ایک اور فرق بھی آپکے سامنے پیش دیں کہا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد اور اُسکے متبعین کو بھی علماء اسلام نے کافر کہا ہے اور اسی طرح بعض غبی مولویوں نے دیوبندیوں کو بھی ۔ پھر کیا وجہ ہے ایک ظاہر بیں قادیانیوں اور دیوبندیوں کو ایک جیسا نہ سمجھے ۔ اس کے جواب میں اسوقت مجھ کو کوئی طویل بحث کرنی نہیں ہے کہ وہ تو لکھنے والے اپنے موقع پر کافی لکھ چکے ہیں ۔

میں تو موقع کے مناسب ایک امر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومتِ ظاہری میں بھی ان دو مجرموں کی سزاؤں میں فرق رہیگا جنمیں سے ایک تو اپنے فعل کو (جو کہ قانونِ شاہی کے مطابق جرم مانا گیا ہے) جرم ہی نہ مانے اور ارتکاب کا اقرار کرے - لیکن دوسرا شخص قانون کی یہ توہین تو کرتا نہیں ہے کہ اسکو جرم ہی نہ کہے لیکن یہ کہتا ہے کہ میں اسلئے مجرم نہیں ہوں کہ میں نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہی نہیں ہے - پہلا شخص یقیناً سخت سے سخت سزا کا مستحق ہے اور دوسرا بعد اثباتِ جرم کے معمولی سزا کے شایاں سمجھا جاویگا۔

توضیح کیلئے یوں خیال فرمائے کہ دو شخص ایک عدالتِ مجازمیں پیش ہوں جنمیں سے دونوں کے متعلق گواہانِ استغاثہ کا بیان ہو کہ انہوں نے شاہی دشمن کو اسلئے امداد دی ہے کہ غنیم حملہ آور ہو کر بادشاہت کو برباد کرے - ان دونوں میں سے ایک کہتا ہے کہ میں نے کسی شاہی دشمن کو امداد نہیں دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ شاہی دشمن کی امداد موجب سزائے موت ہے اگر اس شخص کے علی الرغم یہ ثابت بھی ہو جاوے کہ اُس نے دشمن شاہی کی امداد کی ہے تو قانونی اور معمولی سزا کا مستحق ہوگا - دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ بیشک میں نے شاہی دشمن کی ہر طرح امداد کی ہے لیکن دشمنان شاہی کی امداد جرم ہی نہیں ہے ظاہر ہے کہ یہ شخص صرف جرم ہی کا مرتکب نہیں ہے بلکہ قانون کی توہین بھی کر رہا ہے - یہ شخص اعلیٰ درجہ کی اور انتہائی سزا کا مستحق ہے -

اسی طرح پر اکابر دیوبند کے نقشِ قدم پر چلنے والوں اور مرزا غلام احمد اور اُس کے متبعین میں ایک یہ ظاہری فرق بھی ہے مثلاً ان دونوں کے ذمہ یہ الزام ہے کہ یہ لوگ ختمِ نبوت کے منکر ہیں مگر دیوبندی جماعت کہتی ہے کہ ختم نبوت کا انکار اسلام سے خارج ہونے کا سبب ہے - ختم نبوت کا انکار کفر کیلئے اُسی طرح علت ہے جسطرح طلوع شمس وجود نہار کیلئے لیکن ہمارے اکابر نے کبھی ختم نبوت کا انکار نہیں کیا - اگر ثابت ہو جاتا کہ انہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے تو یہ لوگ مستحق تکفیر تھے لیکن آج تک کوئی شخص اس الزام کو ثابت نہ کر سکا نہ کر سکتا ہے لیکن قادیانی جماعت کہتی ہے کہ ہم نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے لیکن یہ شرعی قانون ہی غلط ہے کہ ختم نبوت کا انکار مستلزم کفر ہے، پس یہ صحیح معنی میں اور حقیقی طور سے کافر ہیں اور دیوبندی جماعت پر حاسدین کی چشم عنایت کا اثر ہے - ورنہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ دیوبندی جماعت اس الزام سے بری ہے - خیر یہ بحث تو محض استطراداً آگئی تھی اور وہ بھی ایسے لوگوں کیلئے جو صحیح اور غلط تکفیر میں فرق سمجھنے کی بصیرت بھی نہیں رکھتے ورنہ ارباب فہم کو

کو تو اس بارے میں کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا ۔

اس کے بعد میں پھر اُسی امر کیطرف رجوع کرتا ہوں کہ بلال رضی اللہ عنہ کیلئے یہ بہت سہل اور مختصر راستہ تھا کہ اوروں کی طرح اپنے قلب کو ایمان سے ...... معمور رکھنے پر اکتفا کریں اور زبان سے کفار قریش کا کہنا کردیں ۔ لیکن پھر وہ اس مصیبت شدیدہ کو اپنے سر کیوں لئے ہوئے تھے اور کیوں ابتلاء اور آزمائش کے اُس نازک وقت میں بھی احد احد کے نعرے لگا کر اُن انسان نما درندوں کی آتشِ غضب کو اور زیادہ بھڑکاتے تھے ؟

آپنے کبھی مریضوں کو دوا پیتے ہوئے دیکھا ہوگا جب کڑوی اور بدمزہ دوا اُنکو پینی ہوتی ہے تو وہ اُسمیں کسی قسم کا شربت وغیرہ ملا لیتے ہیں تاکہ اسکی تلخی کم ہوجاوے اور دوا حلق سے نیچے اُتر سکے ۔ ٹھیک اسی طرح اس شیدائی رسول و فدائے اسلام کا حال تھا کہ جب اُسکو ناقابل برداشت تکالیف کا مقابلہ کرنا پڑا تو منعمِ حقیقی کے ذکرِ لسانی کی شیرینی کو اس کے ساتھ ملاکر تکالیف کی شدت کو کم کیا ۔ یعنی یہ تکالیف ازالۂ سیأت کیلئے دوا تھیں اور ذکر اللہ میٹھا شربت اور یہی وجہ ہے کہ جب حضرت بلالؓ اپنی آخری عمر میں اپنے آخری سانس لے رہے تھے اور اُنکی اہلیہ محترمہ آہ وزاری میں مشغول تھیں تو اُسی حالت میں فرمانے لگے ۔

وا ربّاہ غدا القی الاحبة	واہ وا واہ وا ۔ میں کل کو اپنے دوستوں
محمداً وحزبه ـ	یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُنکی جان نثار جماعت سے ملونگا

یہاں بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی کیا کہ موت کی تلخی کو کم کرنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا ذکر کیا تاکہ شدتِ موت میں کچھ خفت ہوجاوے ؛

بالجملہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں تکالیف میں مبتلا تھے ۔ اتفاقاً ایک دن حضرت صدیق اکبر بھی ادہر سے ہوکر گذر گئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اسی مذکورہ بالا حالت میں دیکھا تو اُمیہ بن خلف سے بہت نرم لہجہ میں فرمایا کہ اس بیچارے لاوارث غلام کو اس طرح پر سخت تکلیفیں کبتک دیتے رہوگے ۔ کیا تم کو کچھ بھی خدا کا خوف نہیں ہے اُمیہ بن خلف تو تکلیفیں دیتے دیتے تنگ ہوچکا تھا ۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی یہ نصیحت سن کر اور زیادہ آگ بگولا ہوگیا اور بگڑ کر بولا کہ تم نے ہی اسکو بگاڑا ہے ۔ آج آئے ہو نصیحت کرنے ۔ اگر ہمدردی ہی کرنی ہے تو بچاؤ اُسکو اسکی مصیبت سے ۔ موقع تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ غصہ کے جواب میں غصہ ہی سے کام لیتے لیکن وہ تو ایک حلیم کی

کفش برداری کرچکے تھے۔ آپنے معمولی نرمی سے فرمایا کہ میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو بلالؓ سے بہت زیادہ طاقتور ہے اور اسی طریقہ پر ہے جس طریقہ پر تم ہو۔ اگر تمہاری رائے ہو تو تم اسکے بدلہ میں اسکو لیلو۔ یہ مسکین تمہاری ایذاؤں سے نجات پاویگا اُمیہ بن خلف نے اُسکو منظور کرلیا حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا غلام امیہ بن خلف کو دیدیا اور بلالؓ کو اس کے ہاتھوں سے چھڑاکر آزاد کردیا۔

علامہ بغوی نے اپنی تفسیر میں اسی واقعہ کو ذرا تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیب نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ امیہ بن خلف نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم اسکو خریدنا چاہتے ہو تو میں اسکو نسطاس کے بدلہ میں فروخت کرتا ہوں۔

نسطاس ایک غلام کا نام ہے جو صدیق اکبرؓ کا مملوک اور بہت زیادہ بیش قیمت غلام تھا، ذکاوت میں فرد۔ فہم و دانش میں یکتا۔ غرضکہ بہت سے کمالات انسانیت کا جامع تھا اور اگرچہ یہ مشرک تھا اور اسلام سے انکار کرتا تھا۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بارہ میں اسکو کوئی سزا نہیں دی۔ اُس نے اپنے مساعی سے دس ہزار اشرفیاں جمع کی تھیں۔ بہت سے غلام اور لونڈیوں کو اُس نے خرید لیا تھا۔ بہت سے مویشی اس کے پاس تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اسی بیش قیمت غلام کے بدلہ میں حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کیا۔

(باقی آئندہ)

آئندہ محرم کے پہلے ہفتہ میں
الفرقان کا سالگرہ نمبر

نہایت آب و تاب کیساتھ نکالنے کا خیال ہے۔ احباب کرام اُس کیلئے ۱۰ ذی الحجہ تک مضامین اور نظمیں ارسال فرماکر ممنون فرمائیں۔ وقت بہت کم باقی ہے لہذا دوبارہ یاددہانی کا انتظار نہ فرمایا جائے۔ یہ نمبر انشاءاللہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بے نظیر ہوگا ضخامت دو سو صفحات کے قریب ہوگی۔ باقی کوالف کیلئے ذی الحجہ کے نمبر کا انتظار فرمائیے۔ والسلام

(مدیر)

پانچویں آیت

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ‎۝ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۔ (سورہ یونس ع)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔

"ومیگویند(۶۰) کے باشد ایں وعدہ اگر ہستید راست گو۔ بگو نمی تواند برائے خود زیانے و نہ سودے مگر آنچہ خواستہ است خدا۔" (فتح الرحمن)

اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا ترجمہ اسطرح فرمایا ہے۔

اور کہتے ہیں(۶۱) کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ میں مالک نہیں اپنے واسطے برے کا نہ بھلے کا۔ مگر جو چاہے اللہ۔ (۸۹)(امام التراجم)

یہاں بھی قیامت کے وقتِ خاص سے متعلق سوال ہوا تھا جس کے جواب میں کوئی وقت نہیں بتلایا گیا بلکہ مزید ترقی کرکے یہ جواب دیا گیا کہ (تم قیامت کے وقت کو پوچھتے ہو جسکا تعلق تمامی مخلوق سے ہے) میں تو اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا وہ بھی خدا ہی کے زیر مشیئت ہے۔ گویا نہایت لطیف اشارہ کردیا گیا کہ تمہارا یہ سوال نہایت بے محل ہے اور قیامت کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔ اس توجیہ کے بعد سوال و جواب میں مطابقت بھی ظاہر ہوجاتی ہے والحمد للہ علیٰ ذالک۔ بہرحال اس آیت کا مآل بھی قریباً وہی ہے جو اس سے پہلی آیت کا تھا۔

چنانچہ علامہ علی بن محمد ابراہیم بغدادی المعروف بہ خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

والمعنى(۶۲) ان انزال العذاب على الاعداء و اظهار النصر للاولياء و علم قيام الساعة لا يقدر عليه الا الله فتعيين الوقت الى الله سبحانه وتعالى بحسب مشيئته (خازن صفحہ ۱۵ ج ۳)(۹)	مطلب یہ ہے کہ دشمنوں پر عذاب نازل کرنا اور دوستوں کو مدد دینا اور قیامت کے قائم ہونیکا علم ان پر خدا کے سوا کوئی قادر نہیں۔ پس وقت کی تعیین اُسی کے قبضہ میں ہے۔ موافق اُسکی مشیت کے۔

اور عمدۃ المفسرین حافظ الحدیث امام ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں:۔

(۶۳) (قل لا املك لنفسی ضراً ولا نفعاً الا ماشاء الله) رجواب کا مطلب ہے کہ تم سے ایں نہیں کہتا مگر وہ جو اللہ تعالیٰ مجھ کو تعلیم ای لا اقول الا ما علمنی ولا اقدر علی شیٔ مما استاثر فرماتا ہے اور جو چیزیں حق تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص فرمالی ہیں میں به الا ان یطلعنی علیه فانا عبده ورسوله الیکم و اُن پر قادر نہیں ہوں مگر یہ کہ وہ مجھے اسکی اطلاع دیدے ہیں تو اسکا قد اخبرتکم بمجیٔ الساعة وانها کائنة و لم بندہ ہوں۔ اور اُس کا رسول ہوں بھیجا ہوا تمہاری طرف اور میں نے یطلعنی علی وقتها۔ تم کو قیامت کے آنے کی خبر دیدی ہے اور بالیقین وہ آنیوالی ہے اور اُس

تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۱۹ ج ۵ [۹۱] خدا نے مجھے اس کے وقتِ معین کی اطلاع نہیں دی ہے۔

چونکہ اس آیت کا مضمون وہی ہے جو چوتھی آیت کا تھا اسلئے اس سے زیادہ توضیح وتشریح کی ضرورت نہیں۔

چھٹی آیت

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هُوَ قُلْ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا ط (سورہ بنی اسرائیل ع)

۵۰ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں

(۶۴) "وخواہند گفت کے باشد آں بگو کہ شاید کہ نزدیک باشد" (فتح الرحمن) [۹۲]

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

(۶۵) "اور کہیں گے کب ہے وہ تو کہہ شاید نزدیک ہی ہوگا۔ (امام التراجم) [۹۳]

یہاں بھی وقتِ قیامت کے سوال کے جواب میں صرف اُس کا قرب زمانی بیان فرمایا گیا کوئی خاص وقت نہیں بتلایا گیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے وقتِ مخصوص کا علم کسی کو دینا حق تعالیٰ کو منظور ہی نہیں چنانچہ امام فخر الدین رازی اسی نکتہ پر تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(۶۶) واعلم انه تعالیٰ بیّن فی القرآن انه لا یطلع احدًا معلوم ہونا چاہیے کہ حقتعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف طور سے بیان فرمایا من الخلق علی وقته المعین فقال "ان الله عنده ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی قیامت کے وقت مقرر کی اطلاع نہیں دیگا علم الساعة" وقال "انما علمها عند ربی" وقال چنانچہ فرماتا ہے کہ "ان اللہ عندہ علم الساعة" اور فرماتا ہے "انما علمها عند ربی" ان الساعة آتیة اکاد اخفیها" فلا جرم قال اور فرماتا ہے "ان الساعة آتیة اکاد اخفیها" پس اسی لئے فرمایا کہ شاید کہ

تعالیٰ "قل عسیٰ ان یکون قریباً" وہ قیامت قریب ہی ہو - یعنی چونکہ اس کے وقت خاص کی اطلاع دینا منظور نہ تھی اسلئے اس کا صرف قریب ہونا ظاہر فرما دیا -

تفسیر کبیر صفحہ ۴۰۴ ج ۵ [۹۴]

اور امام رازی علیہ الرحمہ کی اس عبارت کو خطیب شربینی[۶۷] نے تفسیر سراج منیر میں بھی نقل کیا ہے (سراج منیر صفحہ ۳۱۱ ج ۲) [۹۵]

چونکہ یہ آیت بھی پہلی دونوں آیتوں کے ہم مضمون ہے اسلئے اسکے متعلق بھی کچھ زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں

ساتویں آیت

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ وَاِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝

سورہ انبیاء ع ۷

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکے ترجمہ میں فرماتے ہیں -

"بگو جز این نیست کہ وحی فرستادہ میشود بسوے من کہ معبود شما خدائے یکتا است پس آیا گردن نہندہ ہستید پس اگر اعراض کنند پس بگو خبر دار ساختم شمارا بر وجہے کہ ہمہ برابر باشد و نمیدانم کہ نزدیک ست یا دور ست آنچہ وعدہ دادہ میشوید" [۶۸]

(فتح الرحمن) [۹۶]

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

تو کہہ کہ مجھ کو تو یہی حکم آتا ہے کہ صاحب تمہارا ایک صاحب ہے - پھر ہو تم حکم برداری کرتے پھر اگر منہ موڑیں تو تو کہہ میں نے خبر دی تم کو دونوں طرف برابر اور میں نہیں جانتا نزدیک ہے یا دور ہے جو تمکو وعدہ ملتا ہے - [۶۹]

(امام التراجم) [۹۷]

اس آیت سے کچھ پہلے بعث بعد الموت (قیامت) کا ذکر فرمایا گیا ہے[۱] اس کے بعد حضور کی شان رسالت اور آپ کا سراپا رحمت ہونا بیان کیا گیا ہے[۲] - بعد ازاں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو توحید کامل کی دعوت دیجئے اور اگر وہ

---

[۱] وھو قولہ تعالیٰ - کما بدانا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین ۱۲

[۲] وھو قولہ تعالیٰ " وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۱۲

بدنصیب اُس سے روگردانی کریں تو فرما دیجئے کہ میں نے قیامت اور عذاب سے تم کو خبردار کر دیا ہے اور یہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ ابھی قریب ہی ہے یا ابھی دور ہے۔

شاید یہاں کسی کو شبہ ہو کہ قیامت کے قریب ہونے کی خبر تو خود قرآن مجید میں متعدد جگہ دی گئی ہے[1] - نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بھی اس کے قرب کی اطلاع دی ہے پھر اس آیت میں قرب و بعد کے علم کی نفی کیسے کیگئی - سو اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ قرب اور بعد اضافی چیزیں ہیں جن آیات و احادیث میں قیامت کا قریب ہونا بتلایا گیا ہے اُن کی مراد یہ ہے کہ آغاز دنیا سے جتنا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک گذرا ہے قیامت کے آنے میں اُس سے کم عرصہ باقی ہے (علاوہ ازیں یہ کہ اہل عرب ہر مستقبل میں آنے والی چیز کو بھی قریب کہدیتے ہیں ما البعد ما فات وما اقرب ما ھو آت)

اور جن نصوص میں اُس کے قرب و بعد کے علم کی نفی کی گئی ہے اُن کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے زمانہ کی صحیح مقدار معلوم نہیں بہرحال حسب تصریحات مفسرین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) اس آیۂ کریمہ میں بھی قیامت یا عذاب کے وقت معین کا معلوم نہ ہونا ہی بیان فرمایا گیا ہے۔

۵۲

چنانچہ علامہ علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی المعروف بہ خازن اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون) (اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا دور ہے وہ جس کا تم سے وعدہ یعنی یوم القیامۃ لا یعلمہ الا اللہ تعالیٰ کیا جاتا ہے) مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن کا علم خدا خازن صفحہ ۲۶۴ ج ۴ (۹۵) کے سوا کسی کو نہیں۔

اور بعض مفسرین نے "ما توعدون" کی تفسیر میں علاوہ قیامت کے عذاب دنیوی اور غلبۂ اہل اسلام کو بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ نسفی حنفی فرماتے ہیں۔ یعنی مجھے معلوم نہیں کہ کب ہوگا قیامت کا دن کیونکہ اللہ تعالیٰ

(اے لا ادری متیٰ یکون یوم القیٰمۃ لان اللہ تعالیٰ لم یطلعنی علیہ ...... او لا ادری متیٰ یحل بکم العذاب ان لم تومنوا (مدارک صفہ ۹۹ ج ۳)) نے مجھے اسکی اطلاع نہیں دی ہے یا یہ کہ مجھے خبر نہیں کہ تمہارے ایمان نہ لانے کی صورت میں کب تم پر عذاب نازل ہوگا۔

---

[1] کما قال تعالیٰ "اقترب للناس حسابھم" وقال "اقتربت الساعۃ" وقال عسیٰ ان یکون قریبًا الیٰ غیر ذالک من الآیات ۱۲

اور تفسیر جلالین میں ہے۔ (۲۲)

(وان) ما (ادری اقریب ام بعید ما توعدون) من العذاب او القیٰمۃ المشتملۃ علیہ وانما یعلمہ اللہ تعالیٰ۔ (جلالین صفحہ ۲۷۶)

یعنی میں نہیں جانتا کہ قریب ہی ہے یا دور ہے وہ جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی عذاب موعود یا قیامت جو اس عذاب پر مشتمل ہے اور اسکی خبر بس اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

اور علامہ معین بن صفی نے بھی "ما توعدون" کی تفسیر میں علی سبیل التردید "عذاب اور قیامت" دونوں کو ذکر کیا ہے (جامع البیان صفحہ ۲۷۶)

اور خطیب شربینی نے ان دونوں۔۔۔ احتمالوں کے ساتھ تیسرا احتمال "غلبۂ مسلمین" کا بھی ذکر کیا ہے۔ اُن کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔

(وان) ای وما (ادری اقریب) جدا بحیث یکون قربہ علی ما یتعارفونہ (ام بعید ما توعدون) من غلب المسلمین علیکم او عذاب اللہ او القیامۃ المشتملۃ علیہ۔ وان ذالک کائن لا محالۃ ولا بد ان یلحقکم بذالک الذلۃ والصغار وان کنت لا ادری متیٰ یکون ذالک لان اللہ تعالیٰ لم یعلمنی علمہ ولم یطلعنی علیہ وانما یعلمہ اللہ تعالیٰ۔

اور میں نہیں جانتا کہ آیا زیادہ قریب ہے (یعنی اتنے قریب جسکو عرف عام میں قریب کہا جاتا ہے) یا دور ہے وہ جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی تم پر مسلمانوں کا غالب ہونا یا اللہ کا عذاب یا وہ قیامت جو عذاب پر مشتمل ہوگی اور یقیناً یہ وعدہ ضرور وقوع میں آنے والا ہے اور لا بد تم کو اس کی وجہ سے ذلت و خواری بھی ہونی ہے اگرچہ میں یہ نہیں جانتا کہ کب ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ علم عطا نہیں فرمایا اور اسکی اطلاع نہیں دی۔ اور اُسکو بس اللہ تعالیٰ خود ہی جانتا ہے۔

تفسیر سراج منیر صفحہ $\frac{۵۳۲}{۲ ج}$

اور علامہ ابو السعود اور قاضی بیضاوی (رحمۃ اللہ علیہما) نے اسکی تفسیر میں صرف قیامت اور غلبۂ مسلمین کو ذکر فرمایا ہے۔ تفسیر ابو السعود صفحہ $\frac{۳۴۴}{۴ ج}$ و تفسیر بیضاوی صفحہ $\frac{۵۶}{۲ ج}$

بہر حال خواہ ما توعدون کی تفسیر قیامت سے کی جائے خواہ عذاب سے، خواہ غلبۂ مسلمین سے بہر تقدیر آیت میں ہمارے لئے حجت واضح ہے اور چونکہ تینوں احتمالوں میں کوئی تدافع نہیں اسلئے تینوں چیزیں ہی مراد لی

جا سکتی ہیں۔ اور اگر ایک ہی احتمال پر اختصار کیا جائے تو پھر قیامت ہی مُراد لیجائیگی کیونکہ سیاق اُسی کی تائید کر رہا ہے۔ اور اسی لئے کسی مفسر نے قیامت کے احتمال کو نظر انداز بھی نہیں کیا ہے اور ہم نے بھی اسی واسطے آیاتِ متعلقہ علمِ قیامت کے ذیل اس کو درج کیا ہے

آٹھویں آیت

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ؕ (سورہ جن ع ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجے میں فرماتے ہیں۔

"بگو نمیدانم (۶) آیا نزدیک ست آنچہ وعدہ دادہ میشود شمارا یا مقرر کند برائے او پروردگار من میعادے (فتح الرحمن ۱۰۵)

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"تو کہہ میں (۷) نہیں جانتا کہ نزدیک ہے جس چیز کا تم سے وعدہ ہے یا کر دے اُسکو میرا رب ایک مدت کی حد"

(امام التراجم ۱۰۶)

۵۴

چونکہ یہ آیت آیتِ سابقہ کے بالکل ہم مضمون ہے اسلئے اسکی تفسیر میں ہم صرف ایک جامع عبارت امام المفسرین حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں امام موصوف ارقام فرماتے ہیں۔

(۸) یقول تعالیٰ آمرًا رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول الناس انہ لاعلم لہ بوقت الساعۃ ولا یدری اقریب وقتہا ام بعید، "قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل لہ ربی امدًا" ای مدۃ طویلۃ ..... وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم یسئل عن وقت الساعۃ فلا یجیب عنہا ولما تبدّیٰ لہ جبرئیل فی صورۃ اعرابی کان فیما سالہ ان قال

حق تعالیٰ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ حکم دیتے ہوئے کہ آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ مجھکو قیامت کے وقت کا علم نہیں ارشاد فرماتا ہے "آپ کہدیجئے کہ مجھے خبر نہیں کہ آیا قریب ہی ہے وہ (قیامت) جسکا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرا خدا اُس کے لئے کوئی طویل مدت مقرر کریگا ..... اور حضورؐ قیامت کے وقت کا سوال کیا جاتا تھا تو آپ اسکا جواب نہیں دیتے تھے اور جب حضرت جبرئیل ایک بدوی کی شکل میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ سوالات کئے تو من جملہ ایک سوال یہ بھی تھا

یا محمد فاخبرنی عن الساعة فقال ما المسئول عنها باعلم من السائل۔	کہ "اے محمد مجھ کو بتلائیے کہ قیامت کب ہوگی تو حضور نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ (اس بارہ میں) میرا علم تم سے زیادہ نہیں (یعنی اسکی کسی کو خبر نہیں)
تفسیر ابن کثیر صفحہ ۹۶ ج ۱۰	

آیتِ سابقہ کی طرح اس آیت کے ظاہری الفاظ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا نفس قرب اور بعد بھی نامعلوم ہے حالانکہ دوسری آیات اور بہت سی احادیث میں اسکے قریب ہونے کی اطلاع موجود ہے۔ اس اشکال کا مفصل جواب ہم آیتِ سابقہ کے ذیل میں عرض کر چکے ہیں۔ یہاں اُسی کو امام رازیؒ کے مختصر الفاظ میں پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے امام موصوف آیت کی تفسیر سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے ہیں۔

(۷۹) فان قیل الیس انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "بعثت انا والساعة کھاتین" فکان عالماً بقرب وقوع القیٰمة فکیف قال ھھنا "لا ادری اقریبٌ ام بعید" اجیب بان المراد بقرب وقوعہ ھو ان ما بقی من الدنیا اقل مما انقضی فھٰذا القدر من القرب معلومٌ فاما معرفة مقدار القرب فغیر معلوم"	پس اگر شبہ کیا جائے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا ہے کہ "میری بعثت اور قیامت میں اتنا قرب ہے جتنا انگشت شہادت اور اسکی قریب والی انگلی میں" تو اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کو قرب قیامت کا علم تھا پھر یہاں کیسے فرمایا کہ "مجھے اس کے قرب و بعد کی خبر نہیں"۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسکے قریب ہونیکا مطلب صرف اسقدر ہے کہ دُنیا کی باقیماندہ عمر اُسکی گذشتہ عمر سے کم ہے۔ پس اتنا قرب تو معلوم ہے لیکن اس قرب کی ٹھیک مقدار معلوم نہیں ہے۔
تفسیر کبیر صفحہ ۳۴۳ ج ۸ (۸۰)	

اور بعینہٖ یہی الفاظ اس موقع پر خطیب شربینیؒ کے بھی ہیں (تفسیر سراج منیر صفحہ ۴۰۸ ج ۲)

نویں آیت

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۖ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ ۖ ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ

(انعام ع ۱)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اس کے ترجمے میں فرماتے ہیں۔

۵۵

"او ست آنکہ بیافرید شمارا از گِل باز مقرر کرد وقتِ مرگ را و مدّتے معین ہست نزدیک او باز شما شک میکنید" [51]
(فتح الرحمن) [111]

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"وہی ہے جس نے بنایا تجھکو مٹی سے پھر ٹھیرایا ایک وعدہ اور ایک وعدہ ٹھیر رہا ہے اُس کے پاس پھر تم شک لاتے ہو" [52] (امام التراجم) [111]

اس آیت میں انسان کیلئے دو اجلوں کا بیان ہے اور اُن کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں راجح تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل سے انسان کی موت مراد ہے اور دوسری اجل سے اجل قیامت اور اسکی تعیین بس حقتعالیٰ کے پاس ہے حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ پر فائدہ لکھتے ہیں۔

"سو ایک اجل ہے ہر شخص کی وہ نہیں جانتا پر فرشتے جانتے ہیں اور ایک اجل ہے سب خلق کی سو کوئی نہیں جانتا" [53] (فوائد موضح قرآن از حضرت شاہ عبد القادر صاحب رح) [112]

علامہ جلال الدین سیوطی رح نے تفسیر جلالین میں اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے (جلالین صفحہ ۸۰) [54] [113]

اور علامہ نسفی حنفی رح نے بھی اسی قول کو لیا ہے اگرچہ احتمال کے طور پر دوسرے اقوال بھی ذکر کئے ہیں۔ (مدارک صفحہ ۳/۴۶) [55] [114]

اور علامہ علی بن محمد خازن علیہ الرحمہ نے دوسرے احتمالات کیساتھ اسکو بھی ذکر کیا ہے عبارت علامہ موصوف کی یہ ہے

وقیل الاجل ھو الوقت المقدر فاجل کل الانسان مقدر معلوم عند اللہ لا یزید ولا ینقص والاجل الثانی ھو اجل القیامۃ وھو ایضاً مقدر معلوم عند اللہ لا یعلمہ الا اللہ تعالیٰ۔ [56]	اور کہا گیا ہے کہ اجل کے معنی وقت مقدر کے ہیں پس ہر انسان کی اجل مقدر خدا کو معلوم ہے نہ اُسمیں زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔ اور دوسری اجل قیامت کی ہے اور وہ بھی خدا کو معلوم ہے۔ اُس کو بجز خداوند تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

بہرحال بنابر قول راجح اجل ثانی سے اجل قیامت مراد ہے اور "مسمی عندہ" کے لفظ سے اُس کے علم کی حق تعالیٰ سے تخصیص جتلانی منظور ہے۔ واللہ اعلم۔

(باقی وارد)

علی پوری امارت کی عبرتناک تاریخ

ہم کشف وکرامت کے مدعی نہیں لیکن حق تعالیٰ نے جو نور فراست عطا فرمایا ہے اُسکی روشنی میں ہم نے پیر جماعت علیشاہ صاحب کی امارت کے انعقاد کے دن ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ "یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں" اور جلد ہی وہ وقت آئیگا کہ ہم اس امارت کے انجام کی خبر بھی ناظرین الفرقان کو سنائیں گے اور گویا اس وقت سے ہم "تاریخ امارت" لکھنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ مگر اس بارہ میں اسبقیت مولانا ثناءاللہ صاحب مدیر اہل حدیث کیلئے مقدر تھی۔ آپنے دوسری رمضان کے اہلحدیث سے بعنوان "پیر جماعت علی شاہ صاحب کی قیادت کی ابتدا اور انتہا" ایک طویل سلسلہ شروع کیا جس کے چھ نمبر اس وقت تک لکھے جا چکے ہیں اور جو کچھ ہم لکھنا چاہتے تھے اُسکا اکثر حصہ اُسمیں آچکا ہے۔ اسلئے ہم اسجگہ اختصار سے کام لیں گے:۔

امارت کا انعقاد کسطرح ہوا؟

شیخ خادم حسین صاحب جنرل سکریٹری مسلم لیگ پارٹی قصور ضلع لاہور نے جنوری کے پہلے ہفتہ میں پیر جماعت علی صاحب سے ملاقات کی اور اس کے بعد اخبارات کو آپنے ایک بیان دیا جسمیں آپ فرماتے ہیں۔

"امیر ملت نے فرمایا کہ جب سب سے پہلے راولپنڈی میں مجلس مشاورت منعقد ہوئی تھی تو پہلے دن علامہ مشرقی نے تجویز پیش کی تھی کہ ہمیں کوئی قدم اٹھانے سے پیشتر اپنا امیر مقرر کرنا چاہیئے اس پر مسٹر عزیز ہندی نے کھڑے ہو کر مختصر تقریر کی اور ازاں بعد رو کر وہ میرے آگے گر پڑے اور کہا کہ میں آپکے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو امیر ملت تسلیم کرتا ہوں۔ ازاں بعد سید زین العابدین ملتانی نے بیعت کی اور اُسکے بعد یکے بعد دیگرے تمام حاضرین نے بیعت کی"

پیر صاحب کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپ کی امارت کی بنیاد کی سب سے پہلی اینٹ پنجاب کے مشہور ملحد خاکساری فتنہ کے بانی عنایت اللہ مشرقی[ع] کے ہاتھ سے رکھی گئی تھی اور وہی اس امارت کا محرک اول تھا پھر کو نکر ہمیں

ع ملحد مشرقی مذکور اور اُس کی تحریک خاکساری کے حالات معلوم کرنے کیلئے جناب مولانا بہاءالحق صاحب قاسمی امرتسری کا رسالہ فتنہ خاکساری ملاحظہ فرمائیے۔ ملنے کا پتہ: مولانا عزیز الرحمن صاحب شفاعت منزل حبیب روڈ لدھیانہ

برکت ہو سکتی تھی ۔

پیر صاحب کے امیر بن جانے کے بعد اُن کے معتقدین و مریدین نے آپ کی شان میں عجیب و غریب ترانے گائے چنانچہ اخبار "سیاست" مجریہ ۸ ستمبر میں لکھا گیا تھا کہ ۔

"پنجاب کی بینظیر ہستی جس کے عقیدتمندوں کی تعداد لا تعداد "جس کے علم و اخلاق کی شہرت دُنیائے اسلام میں ایک ضرب المثل، جس کی ذاتِ گرامی سے ہر فرد کو والہانہ عقیدت ہے یعنی قبلہ عالم و عالمیان جناب امیر ملت الحاج مولانا سید پیر جماعت علی شاہ صاحب نے زمامِ قیادت اپنے ہاتھ میں لی"

اور پیر صاحب کے ایک دوسرے مرید یا معتقد "سید شاہ قلندر" نے میسور سے ایک اشتہار شائع کیا جسمیں تمام مسلمانوں کو پیر صاحب کی اطاعت کی دعوت دیتے ہوئے آپنے لکھا ۔

"بس اللہ پاک کا مسلم ہند پر بہت بڑا فضل و انعام ہوا کہ مسلمانانِ پنجاب و اکابرِ قوم و زعمائے ملت نے ایک بزرگ اور مقدس ہستی کیطرف نظر انتخاب دوڑائی جو نہ صرف تقوے اور تقدس کے لحاظ سے بزرگ مانے گئے بلکہ سید قوم و آل رسول ہونیکا بھی شرف رکھتے ہیں جن کی رگ و پے میں فاتح خیبر شیر خدا کا مقدس خون جوش زن ہے ۔ اور ساتھ ہی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ قادریہ کے ایک قابل قدر منتخب روزگار عاشق رسول بزرگ ہیں جن کے مبارک انتخاب پر طول و عرض ہند میں مسلمانوں نے اجتماعی حیثیت سے لبیک کہا اور آپ کے ہر فرمان پر سر تسلیم خم کرنیکی بالاتفاق آراء تجاویز منظور کئے"

بہرحال پیر صاحب کے مریدین اور معتقدین نے اس موقعہ پر پیر صاحب کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملا ڈالے اور تمام اسلامی دُنیا کو آپ کی اطاعت اور بیعت کی دعوت دی جانے لگی اور بعض ناخدا ترسوں نے تو یہاں تک کیا کہ بعض اکابرِ ملت کا نام لیکر جھوٹ بولا کہ فلاں بزرگ نے بھی پیر صاحب کی اطاعت کا عہد کر لیا اور فلاں صاحب نے بھی بیعت کر لی ۔ چنانچہ حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت علماء ہند اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیت علماء ہند دہلی کے متعلق بھی بعض کذابین نے اخبارات میں اس قسم کی خبریں شائع کردیں جنمیں ذرہ برابر بھی صداقت نہ تھی ۔

اور خود بدولت جناب "امیر ملت" صاحب نے بھی بار بار اپنی اس ہمہ گیر مقبولیت کا ڈھنڈورا پیٹا۔ چنانچہ اسی دوران میں آپ نے اخبار انقلاب کے مدیر کو ایک خط لکھا جو ۱۸ ستمبر کے انقلاب میں شائع ہوا اُس کے الفاظ یہ تھے۔

"فقیر کو سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ سب اسلامی فرقوں نے فقیر کے خادم اسلام ہونیکی خدمت کو صدق دل سے قبول فرمالیا۔ یہاں تک کہ اہل قادیان نے بھی فقیر کی قیادت ملت کو تسلیم کرلیا ہے[لہ]"

بہر حال پیر صاحب اور آپکے مریدین نے سب سے پہلے تو امارت کا خوب پروپگنڈا کیا۔ بعد ازاں آپنے اس امیرانہ حیثیت سے جابجا تقریریں کیں اُنمیں غالباً سب سے پہلی تقریر وہ ہے جو آپ نے شاہی مسجد لاہور میں فرمائی۔ آپکی وہ تقریر لاہور کے اخبارات میں شائع ہوچکی ہے۔ اور اُسی تقریر نے درحقیقت سب سے پہلے آپکی سیاسی قابلیت اور مذہبی واقفیت کا بھانڈا پھوڑا ہے سچ ہے ؂

تامرد سخن نہ گفتہ باشد　　عیب و ہنرش نہفتہ باشد

اُس تقریر میں آپنے گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری کا اظہار فرماتے ہوئے عجیب وغریب تقریحات فرمائیں مثلاً یہ کہ ہم نے ہر سخت موقع پر گورنمنٹ کا ساتھ دیا ہے، ہم نے ہی گورنمنٹ کو بغداد بصرہ وغیرہ (ممالک اسلامی) فتح کرائے، اُسکا بدلہ اُس نے آج یہ دیا کہ سکھوں سے ہماری مسجد گروادی۔ اگر وہ خود گراتی تو ہم کو اتنا دکھ نہ ہوتا۔ گورنمنٹ بجائے ماں باپ کے ہے اولاد کو جب کچھ دکھ ہوتا ہے تو وہ رو کے ماں باپ سے کہا کرتی ہے۔ اسلئے ہم بھی گورنمنٹ سے کہتے ہیں ..... میں سید ہوں کسی سے ڈرتا نہیں ہوں جو ڈرے وہ سید نہیں ..... میں خانۂ خدا میں ہوں اسلئے حکومت کی سپاہی مجھے پکڑ بھی نہیں سکتے ..... اور اگر کوئی مجھے پکڑنے آویگا تو میں اُونچے مینارے پر چڑھ جاؤنگا۔ پھر وہ مجھے کیسے پکڑیں گے؟[تہ]"

۳

لہ گویا آپ قادیانیوں کے بھی امیر ہوگئے؟ مبارک باد ۱۲

تہ - پیر صاحب کی یہ عجیب وغریب تقریر اخبار کے جس پرچہ میں شائع ہوئی تھی افسوس ہے کہ وہ اسوقت ہمارے سامنے نہیں۔ یہاں صرف اپنی یاد داشت سے اُس کے یہ الفاظ لکھے گئے ہیں جسمیں لفظی کمی زیادتی، تغیر تبدل ممکن ہے۔ مگر انشاء اللہ مضمون میں کوئی تفاوت نہ ہوگا۔ ۱۲

یہ تھا ہزاروں کے مجمع میں "حضرت امیر ملّت قبلہ" کا بہادرانہ اور فاضلانہ خطبۂ امارت جسکو سنکر انگریزوں اور سکھوں کے پیٹوں میں پانی ہوگیا ہوگا۔ (جلّ جلالہٗ)

اُسی دوران میں آپ نے ایک ایسا ہی جونشا مدانہ اعلان بھی کیا جو آپکے دستخطوں کے ساتھ "تاج برقی پریس سیالکوٹ" سے شایع ہوا تھا۔ جس کے چند اقتباسات یہ ہیں۔

"میں ایک فقیر منش آدمی ہوں میری ساری عمر خلقِ خدا کی خدمت میں گذری ہے، میرا مسلک مرنجاں مرنج صلح کل ہے۔ میں اس گروہ کا خادم ہوں۔ جسکا اصول اس شعر سے واضح ہے ؎

کاظمین الغیظ غصہ میں کبھی آتے نہیں ۔ رنج سہتے ہیں مگر وہ رنج پہنچاتے نہیں

(الفرقان) جن لوگوں نے پیر صاحب کی زبانِ مبارک سے وہابیوں، دیوبندیوں کو کافر حرامزادہ سنا ہو وہ پیر صاحب کے ان مصالحانہ الفاظ سے تشویش میں مبتلا نہ ہوں یہ بھی آجکل کے پیروں فقیروں کی شان ہے۔ کہ "گاہے اولیا گاہے بھوت۔" اس کے بعد آپ اسی اشتہار میں فرماتے ہیں۔)

"میں ہمیشہ سے گورنمنٹ کا وفادار رہا ہوں اور جبتک میرے مذہبی احساسات کا احترام کیا جائیگا انشاء اللہ وفادار رہوں گا۔ اس سے پیشتر میں نے کبھی کسی سیاسی معاملہ میں حصہ نہیں لیا۔ میرا منصب دوسرا ہے میرے فرائض دیگر ہیں"

(الفرقان) اس کا مطلب غالباً یہی ہوگا کہ میرا پیشہ پیرا مریدی اور کام دیوبندیوں وہابیوں کو کافر بنانا ہے رہی سیاسیات سے علیحدگی تو وہ چودھویں صدی کے ہر فقیر کیلئے ضروری ہے۔ جیل میں جانا کوئی آسان کام ہے ؏

عاشقی پیشہ رندانِ بلاکش باشد

علاوہ ازیں وفاداری کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان باغیانہ شورشوں سے الگ رہے۔ رہا مذہبی احساسات کا احترام سو اُس کا جیسا کچھ مظاہرہ کانپور کی مسجد کی شہادت سے اب تک ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے۔ اس کے بعد پیر صاحب تمام مسلمانوں کی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے اپنی مائی باپ گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں)

"میرا دعویٰ ہے کہ مسلمان گورنمنٹ کے سچے وفادار ہیں، بلکہ گورنمنٹ کی حقیقی وفادار اور بہی خواہ اگر کوئی

قوم ہے تو وہ مسلمان ہیں "

(الفرقان) پھر اس وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں)

"مسلمان صفحہ عالم پر بہی خواہی اور اپنی جانوں سے اپنی وفاداری ثبت کر چکے ہیں۔ کوئی جنگ ایسی نہیں کوئی میدان ایسا نہیں جہاں ہم نے اپنی وفاداری اور نمک حلالی کا ثبوت نہ دیا ہو۔ لیکن پھر بھی ہماری فریاد کا نتیجہ تشدد ہوا۔ ہم بچے ہیں اور گورنمنٹ والدین کے برابر ہے، اگر بچہ والدین کے پاس فریادی جاوے اور ماں اسکی دادرسی کرنے کی بجائے اُسے پیٹے تو بچہ کہاں جائے "

(الفرقان) پھر اس مائی باپ گورنمنٹ کی قوت و طاقت کا اعتراف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :-

"گورنمنٹ بڑی قوت اور قدرت والی ہے۔ اسقدر قوی ہے کہ دنیا بھر میں کوئی طاقت اسکے ہم پلہ نہیں"

(الفرقان) ۔ قرآن مجید میں ہے کہ بعض فریب کاروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کو غزوۂ احزاب کے موقع پر کافروں کی جمعیت کی کثرت اور طاقت سے مرعوب کرنا چاہا تو ایمان والوں نے اسکا جواب ان الفاظ میں دیا حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔ آج بھی طاقت و قوت کے پرستاروں کو ہمارا یہی جواب ہے کہ " اللہ کی قوت اعلیٰ و بالا ہے ۔ ان القوۃ للہ جمیعاً ؎

دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی تر است

اس کے بعد آپ اپنے اشتہار کے آخری حصہ میں فرماتے ہیں)

"آخر میں میں گورنمنٹ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمان بالکل سچے وفادار ہیں مگر غیور انسان ہیں اور حکومت سے ہمدردانہ انصاف کے متمنی ہیں "

آپ نے ملاحظہ فرمایا یہ ہے آپ کے "حضرت امیر ملت چناں و چنیں" کی بہادرانہ ذہنیت، سیاسی قابلیت اور مذہبی حمیت۔ کیا انگریز کی خوشامد کا اس سے بدتر بھی کوئی مظاہرہ ہو سکتا ہے۔ کیا زندہ قومیں اسی طرح اپنے مطالبات منوایا کرتی ہیں۔ ؎

؎ غیور مسلمان اپنے اس امیر کے حمیت سوز الفاظ کو دیکھیں اور خون کے آنسو روئیں۔ اللہ تیری پناہ ۱۲

بہرحال امیر بنجانے کے بعد مسجد شہید گنج کی تحریک کے سلسلہ میں آپنے جو تقریریں فرمائیں اُن میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا جس سے قوم کے ہوشمند طبقہ میں آپ کی طرف سے بیزاری شروع ہوگئی اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ آپنے انگریزی کی تعریف اور خوشامد کیساتھ وہابیوں دیوبندیوں کی تکفیر کو بھی اپنی تقریر کا جزو لاینفک بنالیا اور پھر تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ بہت سے مقامات کی تقریروں میں مسجد شہید گنج کا کوئی تذکرہ بھی نہ آیا - اور سارا زورِ تقریر دیوبندیوں اور وہابیوں کے خلاف ہی صرف ہوا اور گویا آپ کے سامنے صرف یہی پروگرام رہ گیا - یا آپنے اسی توہین و تکفیر کو مسجد شہید گنج کے استخلاص کا ضامن سمجھ لیا اور اسی کیلئے شہر شہر گشت شروع کردیا - چنانچہ اس ارادہ سے آپ دہلی بھی تشریف لائے اور وہاں آپنے اپنے ہم مشرب مولوی مظہر اللہ صاحب امام مسجد فتحپوری کے حجرہ میں بیٹھکر جو خاص گفتگو فرمائی وہ یہ تھی -

"پیر صاحب نے امام صاحب سے فتحمندی کے لہجہ میں فرمایا کہ وہاں (یعنی پنجاب میں) تو میں سب کام ٹھیک کرآیا - اور احراریوں اور وہابیوں کو ذلیل کر کے موت تک پہنچا دیا - اب دہلی میں کیا صورت ہوگی امام صاحب نے فرمایا کہ یہاں بھی جامع مسجد کی تقریریں آپ ان کے متعلق کہدیجئے - پیر صاحب بولے کہ اگر احراری اور وہابی آجائیں تو کیا ہوگا - امام صاحب نے فرمایا کہ انتظام کر لیا ہے - پیر صاحب نے فرمایا کہ اس وقت سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ وہابیوں کو ہمیشہ کیلئے ختم کردیا جائے"

پیر صاحب اور امام صاحب کی یہ گفتگو دہلی کے ایک اشتہار میں شائع ہوئی ہے جو "جہاد اکبر" کے عنوان سے پیر صاحب کے دہلی جانے کے بعد شائع ہوا تھا اُس اشتہار کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں -

"پیر صاحب کی باتیں جو مولوی مظہر اللہ صاحب کے حجرہ میں ہوئی ہیں مولوی مظہر اللہ صاحب سے اُسکی تصدیق کیجاسکتی ہے - اور اگر وہ انکار فرمائیں تو اسکی شہادت بھی موجود ہے"

ہاں اس سلسلہ میں ایک ضروری چیز ذکر سے رہ گئی اور وہ یہ کہ پیر صاحب نے تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں ایک طرف تو انگریزوں کی نہایت ذلیل خوشامد شروع کی اور دوسری طرف آپ نے ہندوؤں اور سکھوں کے اقتصادی بائیکاٹ (ترک لین دین) کا تباہ کن پروگرام قوم کے سامنے پیش کیا - چنانچہ لاہور کی تقریر میں آپنے فرمایا -

"میں آپ سے بڑے ادب سے گذارش کروں گا کہ آپ اپنی کمائی کا پیسہ سوائے مسلمان کے کسی غیر مسلم

کو نہ دیں، اگر آپ کا مسلمان بھائی آپ کو مہنگی چیز دے تو اُس سے خریدو۔ غیر مسلم دونی دے تو اُس سے نہ خریدو۔ آپ نے اس کے متعلق حاضرین سے حلفیہ عہد لئے"

اخبار ریاست لاہور محریہ ۱۷ ستمبر ۱۹۳۵ء

آپ کی اس تجویز سے مُلک کی اقتصادی فضا بہت زیادہ مکدر ہوگئی اور جب جوابی طور پر غیر مسلموں نے بھی مسلمانوں کا بائیکاٹ کیا تو مسلمانوں کو نسبتاً زیادہ نقصان پہنچا اور ہزاروں مسلمان مزدور جو ہندوؤں یا سکھوں کے کارخانوں میں ملازم تھے بیکار ہو گئے اور مُلک کے ہوشمند طبقے نے آپ کی اس تجویز کو بہت بُری نظر سے دیکھا چنانچہ جب آپ دہلی پہنچے تو وہاں کے سوداگروں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس سے آپ کی جو گفتگو اس بارہ میں ہوئی وہ بھی دہلی کے اُس اشتہار "جہاد اکبر" کے الفاظ میں یہ تھی سوداگروں کے وفد نے عرض کیا۔

"حضرت ہم یہ درخواست لیکر آئے ہیں کہ دہلی کی فضا ابھی تک خدا کے فضل سے ہندو مسلم بائیکاٹ سے پاک ہے حضور والا اپنی تقریر میں بائیکاٹ کے متعلق کچھ ارشاد نہ فرمائیں، حاضرین میں سے ایک صاحب بولے کہ نہیں آپ یہ خیال نہ کریں کہ پیر صاحب بائیکاٹ کی تلقین کریں گے، مگر پیر صاحب نے اُن کی بات کاٹ کر اور وفد کیطرف غضبناک نظروں سے دیکھ کر فرمایا کہ میں سیّد ہوں کسی سے ڈرتا نہیں ہوں جو میرا جی چاہے گا کہوں گا۔ وفد مایوس واپس چلا آیا"

بہرحال جب دہلی والوں کو معلوم ہوا کہ آپ مسجد شہید گنج کی آڑ میں صرف حنفی وہابی اور بریلوی دیوبندی جنگ کو تازہ کرنا اور ہندو مسلمانوں کو آپس میں لڑانا چاہتے ہیں تو دہلی والوں نے ہی آپ کا بائیکاٹ کردیا اور جب آپ نے جامع مسجد دہلی میں تقریر کرنی چاہی تو آپ سے کہدیا گیا کہ حضرت یہ پنجاب نہیں ہے" اپنے ارادوں کو ساتھ لیکر خاموشی سے تشریف لے جائیے، چنانچہ مریدوں، معتقدوں اور بعض پیشہ ور غنڈوں کی انتہائی کوششوں کے باوجود جامع مسجد دہلی میں آپ کی تقریر نہ ہو سکی۔ اس کے بعد آپنے فتحپوری مسجد میں تقریر کرنی چاہی مگر وہاں بھی دہلی ہی کی پبلک تھی اُس نے صاف کہدیا کہ ہم دہلی کو اکھاڑا بنانا نہیں چاہتے چنانچہ پیر صاحب بصد حسرت و ناکامی زبانِ حال سے یہ وظیفہ پڑھتے ہوئے تشریف لے آئے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن — بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

اس موقع پر دہلی والوں کی طرف سے چند اشتہار اور بھی شایع ہوئے۔

ایک اشتہار دہلی کے تجارت پیشہ لوگوں کیطرف سے بعنوان "دہلی کا امن" شایع ہوا جو ملاحظہ ناظرین کیلئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

دہلی کا امن

ہم دستخط کنندگانِ ذیل جو تجارتی حلقہ سے تعلق رکھتے ہیں بڑے زور کیساتھ اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ لاہور اور بعض دوسرے شہروں میں باہمی مقاطعہ (اقتصادی بائکاٹ) کی جو تحریک چل رہی ہے یہ ہندوستان کے دشمنوں کی ایک نہایت گہری اور تباہی میں دھکیلنے والی چال ہے۔ ہم اس کو نہایت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور نہ صرف اہل دہلی سے بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں، ہندوؤں اور دوسری قوموں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس تحریک کے خلاف پُرزور آواز بلند کریں اور اپنی اپنی جگہ زبردست جماعتیں بنا کر پوری قوت سے اس تباہی اور بربادی کو روکیں جو ملک کے امن اور اقتصادی حالت خصوصاً تجارتی کاروبار کیلئے برق عالم سوز کا کام دیسکتی ہے اور دم کے دم میں ہندوستان کو تباہ و برباد کر سکتی ہے"

اس اشتہار پر دہلی کے قریباً پچاس بڑے بڑے سوداگروں کے دستخط تھے۔

نیز دہلی سے ایک اور اشتہار بطور "استفتاء" شایع ہوا وہ بھی ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

علماء کرام سے

عموماً اور علمائے دہلی علی الخصوص، مفتی محمد کفایت اللہ صاحب و مولانا سلطان محمود صاحب و مولانا احمد سعید صاحب و مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب وغیرہم سے چند سوالات ...

براہ کرم مذکورہ بالا علماء بہت جلد ان سوالوں کے جواب شایع ..... کر کے مسلمانوں کو مطمئن کریں۔ ورنہ مسلمانوں میں بڑا فتنہ پھیل جائیگا۔ جو تباہی کا موجب ہوگا۔

سوال اوّل۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نے فرمایا ہے (کوئی میدان ایسا نہیں جہاں ہم نے اپنی وفاداری اور نمک حلالی کا ثبوت نہیں دیا۔

ہم نے اپنے مسلمان بھائیوں پر حکومتِ وقت کی خاطر گولیاں چلاکر انگریزوں کو فتح کرائی ہم نے ہزاروں جانیں ضائع کیں، ملک فتح کرکے انگریزوں کو دیئے۔ بغداد، مصر، بصرہ عرب پر انگریزوں کی سلطنت قائم کردی[۱]) سوال یہ ہے کہ کیا ان خدماتِ جلیلہ کا واسطہ دیکر مسجد کی واگذاری کی حکومت سے اپیل کرنا جائز ہے اور کیا درحقیقت مسلمانوں کی یہ خدمات نمک حلالی کی تعریف میں داخل ہیں؟ اور اگر حکومت تصریح کرکے ان خدمات کے صلے میں مسجد کی واگذاری پر آمادہ ہوجائے تو مسلمانوں کیلئے واگذار کرانا جائز بھی ہوگا؟ اور جو مسجد ان خدمات کے صلہ میں واگذار کی جائے وہ مسجد بھی رہیگی؟

سوال دوم:۔ پیر صاحب نے فرمایا ہے (گورنمنٹ بڑی قوت اور قدرت والی ہے، اسقدر قوی ہے کہ دنیا بھر میں کوئی طاقت اسکی ہم پلہ نہیں ہے)

کیا مسلمانوں کو امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کی ہدایت کے بموجب اس کا اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ انگریزی گورنمنٹ بڑی قوت اور قدرت والی ہے اور اسقدر قوی ہے کہ دنیا میں کوئی طاقت اسکی ہم پلہ نہیں۔ کیا یہ اعتقاد قرآن مجید کی آیت انّ القوۃ للہ جمیعًا سے نہیں ٹکراتا۔ اور کیا اس کا لازمی نتیجہ مسلمانوں کا انتہائی درجہ کا مرعوب اور بزدل اور حکومت کا ذلیل تابعدار بنا دینا نہ ہوگا۔ اور کیا امیر الملت کیطرف سے ایسے اعلان کا نکلنا اور مسلمانوں کو اس قسم کی تعلیم دینا قیادت عامہ کے منافی نہیں ہے۔؟

سوال سوم:۔ کیا امیر ملت کی یہ تعلیم جو سیکڑوں جلسوں میں انہوں نے دی ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر یعنی انسان کہے وہ کافر، مردود، حرامزادہ ہے۔ اسلامی تعلیم اور قرآن و حدیث کے موافق ہے؟ کیا اس خطرناک تعلیم سے ایک مسلمان کی روح لرز نہیں جاتی جب اسے صحابہ کرام کے بیانات میں عموماً اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے الفاظ میں خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

۹

[۱] یہ پیر صاحب کی لاہور والی امیرانہ تقریر کے اقتباسات ہیں ۱۲

متعلق کاف بشر امن البشر کے صاف وصریح الفاظ... ملتے ہیں۔ یعنی حضورؐ نوع بشر کے ایک فرد تھے۔

براہ کرم جلد سے جلد مطمئن فرمائیں ؛

المستفتی خواجہ حبیب اللہ سبزی منڈی دہلی

میاں دوست محمد پل بنگش دہلی

اس کے علاوہ ایک اور نہایت پُرلطف مگر حقائق افروز اشتہار انہی دنوں دہلی سے شائع ہوا۔ وہ بھی درج ذیل ہے۔

سرکار پرست پیر

مجلس احرار اسلام کی یکسوئی اور مولانا ظفر علی خاں صاحب کی نظر بندی کے بعد یقیناً پنجاب کے لئے کسی مقتدر جماعت یا کسی سمجھدار سیاست داں کی ضرورت تھی جسکی نگرانی اور ہدایت کے ماتحت مسجد شہید گنج کی واپسی اور واگذاری کی تحریک کو چلایا جاسکتا، مسلمانوں میں قحط الرجال ہونے کے باوجود صوبۂ پنجاب میں جہاں ۵۶ فیصدی مسلمان آباد ہیں اور تعلیمی و اقتصادی اعتبار سے ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے مسلمانوں سے بہتر ہیں اس مقدس تحریک کو چلانے اور کامیاب طریقہ پر زندہ رکھنے کیلئے بہترین دل و دماغ اور اعلیٰ ترین قابلیت کے آدمی میسر آسکتے تھے۔ لیکن ہم کو تعجب ہے کہ مسلمانانِ پنجاب نے ایسے نازک دور میں جبکہ ہندوستان ایک نہایت ہی پیچیدہ اور خطرناک راستے سے گذر رہا ہے قیادت کے لئے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو سیاسی اور مذہبی دنیا میں کسی اچھی شہرت کا مالک نہیں ہے کسی ایسی تحریک کو چلانا جسکا ایک گوشہ سکھوں سے اور دوسرا گورنمنٹ سے ملتا ہو کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے جسطرح ایک متبحر عالم اور ماہر سیاست داں کی ضرورت ہے اُسی طرح ایک شجاع بہادر اور ذی ہمت اور صاحبِ عقل و ہوش کی بھی ضرورت ہے۔ اس مہم کو وہی جنگ آزمودہ جرنیل سر کر سکتا ہے جو میدانِ جنگ میں زندگی بسر کرنے کا عادی اور تلواروں کے سایہ میں رہنے کا خوگر ہو۔ یہ کام

ضعیف الرائے، خوشامدیوں اور وفاداوں کا نہیں ہے۔

پیر جماعت علی شاہ اپنے مریدوں کے حلقہ میں کتنے ہی بڑے پیر سہی، لیکن کون نہیں جانتا کہ اُن کی تمام عمر حکومت کی وفاداری اور خوشامد میں گذری ہے یہ امر کسپر پوشیدہ ہے کہ خلافت عظمیٰ کی تباہی اور جزیرۃ العرب کی بربادی کے وقت اُن کی اور اُن کے مریدوں کی ہمدردی گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ تھی۔ جس وقت تمام دُنیا کے مسلمان بے چین اور مضطرب تھے اور مسلمانانِ عالم دیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزادی کو بچانے کیلئے ہر قسم کے مصائب برداشت کر رہے تھے اُس وقت پیر جماعت علی شاہ کے ہزاروں مرید گورنمنٹ برطانیہ کے فوجی سپاہی بنے ہوئے گورنمنٹ سے وفاداری کے سرٹیفکیٹ اور پیر صاحب سے صحت وسلامتی کی دعائیں حاصل کر رہے تھے آج بھی ان مقدس بزرگ کی یہ کیفیت ہے کہ اپنی سابقہ وفاداری پر بجائے ندامت اور شرمساری کی فخر ومباہات کر رہے ہیں اور آئندہ بھی مذہبی احترام کی شرط کیساتھ وفادار رہنے کا اعلان فرماتے ہیں۔ ہم مسلمانانِ پنجاب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا جرنیل بھی کامیاب قائد کہا جاسکتا ہے جو پچھلی وفاداریوں اور بصرہ اور بغداد پر حکومت انگریزی کے قبضہ کرانے کا واسطہ دیکر مسجد شہید گنج کو واپس کرانا چاہتا ہو۔

مذہبی معلومات:۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب کتنے ہی اچھے عُرفی، صوفی اور درویش ہوں لیکن اُن کی مذہبی معلومات کا یہ حال ہے کہ اُن کو آجتک یہ بھی خبر نہیں کہ مذہبی احترام کس کو کہتے ہیں، ان کے نزدیک بغداد اور بصرہ بلکہ مکہ معظمہ تک بھی فتح کرکے غیروں کو دیدینا مذہبی احترام کے خلاف نہیں ہے اُن کی مذہبی معلومات کا یہ حال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے والا اُن کے نزدیک کافر مرتد، اور حرامزادہ ہے اُن کے نزدیک غیر ہاشمی قریشی اگر ہاشمیہ سے نکاح کرلے تو نکاح باطل اور اولاد حرامی ہوتی ہے نعوذ باللہ من ھٰذہ الخرافات۔ کفر کا فتویٰ لگا دینا اور جنازہ نہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا اُنکی معمولی اور روزمرہ کی بول چال ہے، اُنہیں یہ بھی خبر نہیں کہ ماتم کرنا اور سیاہ لباس استعمال کرنا مسلمانوں کا شعار ہے یا غیر مسلموں کا۔ ان کو یہ بھی معلوم

نہیں کہ ایک امیر کی موجودگی میں دوسرے امیر کا انتخاب کتنا بڑا گناہ ہے

سیاست دانی :۔ حضرت پیر صاحب کی سیاست دانی کا یہ عالم ہے کہ حکومت کا مقابلہ شروع کرنے سے پیشتر ہی اسکی قدرت اور طاقت کو بے مثل بتاکر اپنی فوج کو مرعوب کر رہے ہیں، ایک طرف حکومت کی طاقت و قدرت کا اعلان ہے دوسری طرف مسجد کے مینارے پر چڑھ جانے کی دہمکی ہے تیسری طرف آئندہ وفادار رہنے کا اقرار ہے اور ان سب گلفشانیوں کے بعد جو یکایک آنکھ کھلی تو مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان ہر قسم کا سودا مسلمانوں ہی سے خریدیں اس نوآموز قائد کو اتنی بھی خبر نہیں کہ تمام ہندوستان لاہور نہیں ہے اور ان الفاظ کا اثر مسلمانوں کی تمدنی زندگی پر کیا ہوگا، یہ بے موقع اعلان کسقدر اقتصادی مشکلات میں مبتلا کر دیگا اور فرقہ وارانہ کشمکش کا مسجد شہید گنج کی اصل تحریک پر کیا اثر پڑیگا۔

ان تمام حالات و واقعات کی روشنی میں ہم نہایت ادب کے ساتھ مسلمانان پنجاب سے درخواست کرتے ہیں کہ پیر جماعت علی شاہ ہرگز اس خدمت کے اہل نہیں ہیں جو بدقسمتی سے اُن کے سپرد کر دی گئی ہے۔ خدا کے واسطے اس سرکار پرست اور تمام عمر کے وفادار پیر کو اپنی خانقاہ کی چہار دیواری میں آرام کرنے دو اور مسلمانوں کی روسیاہی کا سامان مہیا نہ کرو "

المشتہرین :۔ سید خلیق احمد حسینی کان اللہ لہ۔ سید نواب علی بازار لال کنواں۔ نور بخش لال کنواں۔ محمد فضل لال کنواں، محمد احمد لال کنواں "

اہل دہلی نے جناب امیر ملت،، اور انکی امارت کیساتھ جو سلوک کیا وہ ان اشتہارات سے ظاہر ہے مگر اس کی باوجود آپکے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ چنانچہ دہلی سے واپس ہونے کے بعد آپنے شاہجہانپور، بدایوں بریلی، و مرادآباد وغیرہ میں جو تقریریں کیں ان میں بجائے مسجد شہید گنج کے دیوبندیوں وہابیوں کے خلاف ہی سارا زور صرف کیا۔ پیر صاحب کی ان تقریروں کی روداد یں اخبارات میں بھی شایع ہو چکی ہیں۔ بالخصوص بریلی میں جو تقریر آپ نے فرمائی تہی وہ شعبان و رمضان کے الفرقان میں بھی درج ہو چکی ہے۔ پیر صاحب کی آمد بریلی میں چند اشتہارات بہی اُن کے متعلق شائع ہوئی جنمیں سے صرف ایک ناظرین کی واقفیت کیلئے ذیل میں درج

کیا جاتا ہے ۔

پیر جماعت علی شاہ صاحب سے چند سوالات

(۱) مولوی مظہر الدین اڈیٹر الامان جہاں تک ہم کو معلوم ہے دیوبندی عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ خود مدرسہ دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں اور جناب والا کا فتویٰ یہ ہے کہ دیوبندی کافر مرتد ہیں جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے یا اُن کی تکفیر میں توقف کرے ، احتیاط برتے ، وہ بھی ایسا ہی کافر مرتد ہے اُن کا نکاح سارے عالم میں کسی سے درست نہیں ، اُن سب کی اولاد ، اولادِ زنا اور وراثت سے محروم ہے ۔ اُن سے کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں وہ سب اپنے کفر وارتداد کی وجہ سے واجب القتل ہیں بلکہ اُن میں سے ایک ایک کے قتل کرنے میں ہزار ہزار کافروں کے مارنے کی برابر ثواب ہے (ملاحظہ ہو حسام الحرمین ، اور الصوارم الہندیہ ، صفحہ ۱۸)

اب سوال یہ ہے کہ مولوی مظہر الدین کے ساتھ اتحاد اور موالات کرکے آپ کیا ہوئے ؟

(۲) اور اگر ایسے مرتدین سے اتحاد جائز ہے تو آپ نے قادیانیوں کو اپنے ساتھ شریک کیوں نہیں کیا ؟

(۳) اگر آپ کے ہاتھ میں ہندوستان کی حکومت کی باگ آجائے تو آپ اپنے مذکورہ بالا فتوے کے مطابق دیوبندیوں اور اُن کو مسلمان سمجھنے والوں کو چن چن کے قتل کرائیں گے یا نہیں ؟ اور اُس دن مولوی مظہر الدین اور اُن جیسوں کا کیا حشر ہوگا ؟

(۴) فتویٰ حسام الحرمین میں تصریح ہے کہ دیوبندی وغیرہ مرتدین دوسرے کفار مثلاً یہود و نصاریٰ وغیرہ سے بدتر ہیں اور اُن کے احکام دُنیوی و اخروی دوسرے کافروں سے زیادہ سخت ہیں ۔ اور آپ نے نہایت پرزور الفاظ میں اس لعنتی فتوے کی تصدیق کی ہے ، پس ذرا جرأت سے کام لیکر صاف اعلان فرمائیے کہ آپ کے نزدیک سکھ زیادہ بُرے ہیں یا عُلمائے دیوبند اور اُن کو مسلمان سمجھنے والے ؟

(۵) اگر آپ نے اپنے مذکورہ بالا فتوؤں سے رجوع کرلیا ہے جیسا کہ آپ کے بعض حامی مشہور کررہے ہیں تو ضرور اُس سے اطلاع دیجئے ۔

۱۳

(۶) آپ نے مسجد شہید گنج کی واگذاری کیلئے اب تک کیا کام کیا۔ یا بس وہابیوں کو گالیاں دینا حرامزادہ بنانا ہی کامیاب لائحہ عمل ہے ؟

(۷) بعض اخبارات میں دیکھا گیا ہے کہ پنجاب کے بعض مقامات پر آپ سے اُن لوگوں کے متعلق سوال کیا گیا۔ جو مجلس احرار اسلام اور حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بُرا کہتے ہیں اور اُن کے خلاف نعرے لگاتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ وہ لوگ کتے ہیں۔ فرمایا جائے کہ اخبارات کا یہ بیان کہاں تک صحیح ہے۔؟

(۸) جبکہ پنجاب کے ایک دریدہ دہن اور گستاخ شخص (راجپال) نے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ناپاک کلمات لکھے اور ملعونی حملے کئے تو اُس وقت اسلام کی عزت اور حضور داعیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کیلئے سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے بیدریغ اپنی قربانی پیش کی اور راجپال ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں برسوں محبوس زنداں رہے۔ آپ نے اس موقع پر کیا کیا؟ اور بخاری کی وہ قربانی آپکے نزدیک کوئی قیمت رکھتی ہے یا نہیں ؟

(۹) اسمیں کیا راز ہے کہ راولپنڈی کانفرنس کے دوسرے شرکاء ایک ایک کرکے نظربند کر دئے گئے اور آپ کی سرگرمیوں سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ؟

(۱۰) آپ نے کل کی تقریر میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے متعلق فرمایا تھا کہ دہلی کے ایک ملعون نے بنکوں کے سود کو جائز کر دیا ہے، قطع نظر اس سے کہ اس کی کیا اصلیت ہے۔ گذارش یہ ہے کہ کیا جناب کو یہ معلوم نہیں کہ آپکے مقتدا مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی نے بھی بنکوں بلکہ ہندوستان کے عام غیرمسلموں سے سود جائز لکھا ہے۔ بلکہ نوٹ اور روپیہ کے تبادلہ کی صورت میں خانصاحب موصوف نے مسلمانوں سے بھی سود جائز لکھا ہے (ملاحظہ ہو خانصاحب کا رسالہ کفل الفقیہ) کہیے اب ان کیلئے کیا حکم ہے ؟

یہ دس سوال ہیں اگر آپ واقعی آل رسول سے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے ہیں تو انکا

صاف جواب بذریعہ اخبارات مرحمت فرمائیں - ورنہ منشیحت معلوم^۹^ -

سائل :- ایک مسلمان بریلوی

بہرحال جب پیر صاحب کی بے راہ روی کا یہی حال رہا اور انہوں نے بجائے تحریک استخلاص مسجد شہید گنج کے تفریق بین المسلمین کو اپنا شغلہ بنا لیا اور ہر جگہ علم غیب اور مسئلہ بشریت ہی پر وعظ کہے تو ملک کے موقر اخبارات اُن کے خلاف آواز اُٹھانے پر مجبور ہو گئے چنانچہ اخبار "مدینہ بجنور" (جس نے پہلے پیر صاحب کی امارت کے خلاف احتجاج کرنے والوں کو غلط کار قرار دیا تھا-) کی ۱۳ر نومبر کی اشاعت میں ایک شذرہ بدیں الفاظ شائع ہوا

پیر جماعت علیشاہ صاحب

جب سے پیر جماعت علی شاہ صاحب کو قوم نے امیر ملت مقرر فرمایا ہے - پیر صاحب قبلہ ہندوستان کے طول وعرض کا دورہ کرنے میں مصروف ہیں - ہر چند مسجد شہید گنج کی واگذاری کیلئے اُن کا امیر ہونا جیسا کہ معاصر انقلاب ان کی حدود امارت کی تعیین کرتے ہوئے لکھ چکا ہے اور فرائض امارت کی بجاآوری کیلئے احمد آباد اور اجمیر کے دورے کرنا متضاد سی باتیں ہیں - اُن کا اصل مرکز پنجاب ہے، مسلمانوں کی تنظیم ہے، جلسوں کی شمولیت اور دور دراز شہروں میں تقریر بازی نہیں ہے تاہم اگر وہ اپنے عہدے کے باعث سفر کریں تو زیادہ مضائقہ نہیں - لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ سفر کے دوران میں جو تقریریں کرتے ہیں اُن کی روداد یں حوصلہ افزا نہیں ہیں آگرہ، شاہجہانپور اور مراد آباد کی تقریروں کی جو اطلاعات ہمارے پاس پہنچی ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد شہید گنج اور مسلمانوں کی تنظیم سے زیادہ پیر صاحب کو اس امر کا اہتمام ہوتا ہے کہ بشریت رسول اور علم غیب رسول کے بارہ میں جو لوگ اُن کے نقطۂ نگاہ سے متفق نہیں ہیں اُن کو کافر اور حرامزادہ کہا جائے -

پیر صاحب کو معلوم ہے کہ یہ وہ مسائل ہیں جن کا فیصلہ گذشتہ صدی میں بھی نہیں ہو سکا - علاوہ ازیں پیر صاحب کا منصب امارت ان اختلافی بحثوں کا متحمل بھی نہیں ہے ؟

اخبار "مدینہ" بجنور مجریہ ۱۳ر نومبر ۱۹۳۵ء

15

۹۔ جہاں تک ہم کو علم ہے پیر صاحب نے آج تک ان سوالات کا کوئی جواب نہیں دیا ۱۲

اسی طرح اور اخبارات نے بھی لکھا۔ یہاں تک کہ جس جماعت نے آپ کو راولپنڈی میں امیر بنایا تھا وہ بھی آپ کی اس روش سے بیزار ہو گئی۔ اور انہی لوگوں نے ۷ر دسمبر کو ایک کمیٹی کر کے ایک تجویز پاس کی جو قریباً ہندوستان کے تمام مشہور اردو اخبارات میں شائع ہو چکی ہے اُس تجویز کے آخری الفاظ یہ تھے۔

"یہ جلسہ حضرت امیر ملت سے استدعا کرتا ہے کہ اتحاد مسلمین کے پیش نظر جماعتی اور اعتقادی اختلافات کے جھگڑوں سے اجتناب فرمایا جائے"

مگر اس پر بھی پیر صاحب نے اپنی روش نہ بدلی، پھر بھی وہی بے ڈھنگی رفتار رہی اور کیوں بدلتے آخر امیر تھے مذاق تھا۔ یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں آپ بمبئی تشریف لے گئے وہاں بھی آپ نے ایک عجیب و غریب تقریر ارشاد فرمائی، اُس پر جو تبصرہ وہاں کے معزز اور موقر اخبار "ہلال بمبئی" نے کیا ہے وہ اس لائق ہے کہ اسکو تمام و کمال نقل کیا جائے ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

امیر ملّت

امیر ملت کے متعلق مسلمانوں کا شعار السمع والطاعۃ (سنو اور اطاعت کرو) بتایا گیا ہے آج میں ان ہزاروں مسلمانوں سے جو چھوٹے قبرستان میں "امیر ملت" کی تقریر سُن رہے تھے دریافت کرتا ہوں کہ ذرا ایک لمحہ فکر یہ صرف کر کے بتائیں کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے کوئی ایک بات بھی ایسی کہی جس سے اسلام کی عزت کا تحفظ ہو سکے، ان کا انداز بیان، اُن کے پیش کردہ خیالات اُن کا فلسفہ و منطق، اُن کے بیان کردہ افسانے اور قصے سب اس قدر مضحکہ خیز، اس قدر ذلت انگیز اور اسقدر دور از حقیقت تھے کہ میں اور غالباً تمام اسلام دوست و صاحب فہم مسلمان ان کو سُن کر دل ہی دل میں ماتم کر رہے تھے مجھے احساس ہے کہ اُن کے معتقدین کی گھار کی گھار بمبئی میں موجود ہے اور میرے الفاظ پر یہ لوگ لال پیلے ہو جائیں گے، اگر رات کے جلسہ میں اسلام کی جو ذلت میں نے دیکھی اُس پر چند آنسو بہائے اور اس ماتم میں قارئین ہلال کو شریک کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسلام اور اسلام کی عزت کی خاطر یہ احتجاجی آواز بلند ہونی چاہئے اور لومۃ لائم کے باوجود خطرات کے علی الرغم بلند ہونی چاہئے۔ ورنہ اس کے معنی یہ ہونگے کہ احتساب کا جذبہ

مسلمانوں سے فنا ہو گیا اور میرا عقیدہ ہے کہ جب تک یہ جذبہ ہم میں موجود ہے اسلام کی ناؤ کو کوئی شخص اسلام ہی کا نام لیکر منجدھار میں نہیں ڈبو سکتا۔ بمبئی کے ہزاروں مسلمانوں نے پیر صاحب کو پہلی بار دیکھا۔ اور اُن کے خیالات کو پہلی بار سنا پبلک سے اُن کا تعارف کرانے میں اخباروں، اشتہاروں اور پوسٹروں اور تقریروں کے ذریعہ پروپیگنڈا کی تمام قوتیں صرف کر دی گئی تھیں اور جب پیر صاحب پلیٹ فارم پر عصا ٹیک کر کھڑے ہوئے تو اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج گئی، عقیدت و محبت کا سمندر موجیں مار رہا تھا اور ہم سب کا خیال تھا کہ اب ملتِ اسلامیہ کی بہت مشکلات اور ان گنت گتھیاں سُلجھ جائیں گی۔ کیونکہ ایک "امیر ملت" نصیب ہو گیا ہے اور اس خوش نصیبی پر ہر شخص ہشاش بشاش تھا ع

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

مگر آہ! یہ خوشیاں ذرا سی دیر میں ماتم سے بدل گئیں، وہ دل جو چند منٹ قبل مسرتوں سے لبریز تھے بہت جلد درد و الم سے بیٹھ گئے۔ جیسے جیسے پیر صاحب کی تقریر اپنی منزلیں طے کرتی گئی، یہ انکشاف اور زیادہ دل و دماغ پر حاوی ہوتا گیا کہ قرعۂ انتخاب غلط نام پر پڑا ہے اور پنجاب کے مسلمانوں نے پیر صاحب کا اگر واقعی انتخاب کیا ہے تو اسلامی ہند کی جگ ہنسائی کا سامان پیدا کر دیا ہے افسوس ان کی تقریر میں مزخرفات کا اسقدر طومار جمع تھا۔ کہ "ہلال" کے کالموں میں اُن کی گنجائش نہیں، پھر بھی مشتِ نمونہ از خروارے چند اقتباس حاضر ہیں۔

"صداقت اسلامی کو میں ثابت کر سکتا ہوں اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اگر میں ایک آیۃ شریف پڑھ کر کسی آدمی پر پھونک دوں تو ۲۴ گھنٹہ تک اُس کے جسم پر گولی، بم، تلوار، بھالا کوئی ہتھیا اثر نہیں کریگا"

اس مثال سے اندازہ کر لیجئے کہ اسلام کو پیر صاحب نے کسقدر سمجھا ہے اور امیر ملت کے فرائض کس حد تک انجام دے سکتے ہیں۔ اس بدنام کنندہ اسلام کو کون سمجھائے کہ اسلام کچھ سامری جمشید کا جادو نہیں ہے اور قرآن مجید کچھ طلسم ہوشربا نہیں ہے کہ اس کے اثرات اور اسکی صداقت کے ثبوت

۱۷

اس قسم کے پیش کئے جاسکیں ۔ اسلام تزکیۂ نفس و تربیت اخلاق کے احکام کا حامل ہے، اور اُن احکام کا وجود ہی اُسکی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت ہے ۔ اگر پیر صاحب کا دعویٰ صحیح ہوتا تو مسجد شہید گنج کی واگذاری کیلئے انہیں اس شور و شغب کی ضرورت پیش نہ آتی اور حسن عبدالرشید کی شہادت کا دردناک واقعہ جو خود انہوں نے سنایا تہا وہ آج گنج لحد میں سینہ فگار حالت میں نہ سوتا ہوتا ۔ بلکہ پیر صاحب کی ایک پھونک اُسے محفوظ رکھ سکتی تہی ۔ صداقتِ اسلام کا مزید ثبوت پیش کرتے ہوئے امیر ملت صاحب نے فرمایا ۔

"اگر کسی کو زہریلا کُتا کاٹ لے تو میں ایک آیۃ شریفہ پڑھ دوں گا فوراً وہ زہر جسم پر بالوں کی شکل میں پھوٹ آئیگا ۔ اگر کُتا کالا ہوگا تو بال بھی کالے نکلیں گے اور اگر کُتا لال ہوگا تو بال بھی لال نکلیں گے"

گویا کہ اس اعلان کی لغویت پیر صاحب کے لئے کافی نہ تھی، آپنے اس پر مستزاد یہ فرمایا کہ "لاؤ ابھی امتحان کرلو" اس آخری چیلنج کے یہ معنی ہوئے کہ کہیں سے زہریلا کُتا اسی وقت لایا جائے پھر کسی غریب کو کٹوایا جائے تاکہ پیر صاحب صداقتِ اسلام کا عملی ثبوت پیش کریں ۔ افسوس، صد ہزار افسوس!

بہ حیرتم کہ سرانجام ما چہ خواہد بود

بعض کا خیال ہے کہ اس وقت پیر جماعت علی شاہ کی مخالفت سے مسجد شہید گنج کی تحریک کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے ۔ میں خود ہی پہلے پیر جماعت علی شاہ کے مخالفین کے طرز عمل پر یہی اعتراض کیا کرتا تھا ۔ لیکن اُن کی بمبئی کی تقریر سننے کے بعد خیالات میں انقلاب پیدا ہوگیا ۔ اور اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خود تحریک شہید گنج کی کامیابی کا مدار بھی پیر جماعت علی شاہ کی معزولی پر ہے مسلمانانِ ہند کی کشتی اس وقت منجدھار میں ہے ۔ ہر طرف سے ہلاکت خیز لہریں منہ کھولے چلی آرہی ہیں ۔ ہوا بھی تند و مخالف ہے ، بادبان بھی تار تار ہے اور تختے بھی ٹوٹنے لگے ہیں ایسی نازک حالت میں کشتی بانی کا اہم منصب ایسے آدمی کے سپرد ہوگیا ہے جسے ساحل اور منجدھار میں بھی تمیز نہیں ہے جو طوفان سے بچانے کا نام لیکر اہل کشتی کو موت کی پُرسکون حفاظت

میں پہنچا دینے والا ہے۔ غور کیجئے کہ آج پیر صاحب نے تحریک مسجد شہید گنج میں کوئی راہ زندگی کی باقی چھوڑی ہے ؎

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا   کریدتے ہو جو اب خاک جستجو کیا ہے

یہ اختلافِ عقیدہ کا سوال نہیں ہے، یہ علمی قابلیت کا بھی سوال نہیں ہے، بلا شک ملت کو ایک "امیر" کی ضرورت ہے اور یہ امیر حنفی، وہابی، شافعی، مقلد، غیر مقلد، شیعہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن از برائے خدا یہ حقیقت فراموش نہ کیجئے کہ ہمیں ایک بہادر، حوصلہ مند، عالی ہمت انسان کی ضرورت ہے۔ بمبئی میں پیر صاحب نے جو تقریر فرمائی اُس نے ثابت کر دیا کہ انہیں نہ صرف علم کا فقدان ہے، بلکہ اُن کے حوصلے پست ہیں، اُن میں ہمت کا قحط ہے اور بزدلی اُن کی کیرکٹر کا جزو لاینفک ہے۔ ان کے مذہب کا مدار کرامات پر ہے۔ اُن کی سیاست کا انحصار خوشامد پر ہے، اُن کے وعظ و پند کی روح لاطائل کہانیاں ہیں، اُن کے اخلاق کا نمونہ دوسروں پر سب و شتم ہے۔ جس کی خصوصیات کا یہ حال ہو، کیا اس کے دعوائے امارت کی تردید ہر مسلمان کا فرض نہیں ہے؟"

(ہلال بمبئی)

(بروایت الجمعیۃ دہلی مجریہ ۲۴ر نومبر ۱۹۳۵ء)

پیر صاحب نے بمبئی سے آکر اخبارات میں ایک اعلان یہ کیا کہ میں نے اچھوت اقوام کے مشہور لیڈر ڈاکٹر امبیدکار سے ملاقات کی اور انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ میں بہت جلد اپنی تمام قوم کے ساتھ اسلام قبول کروں گا۔

ہم نے جب اخبارات میں یہ خبر دیکھی تو خوشی بھی ہوئی اور ساتھ ہی پیر صاحب کی اس ناعاقبت اندیشی پر افسوس بھی ہوا کہ انہوں نے اس چیز کو شائع کر دیا۔ کیونکہ اگر فی الواقع ڈاکٹر امبیدکار نے ایسا کہا تھا تو یہ چیز ہرگز قابلِ اشاعت نہ تھی۔ بلکہ ضرورت تھی کہ خاموشی کے ساتھ اس سلسلہ میں کوئی ٹھوس کام کیا جاتا۔

لیکن دو تین دن ہی بعد ڈاکٹر امید کار نے پیر صاحب کے اس اعلان کی اخبارات میں پُر زور تردید کر دی اور لکھا کہ پیر صاحب کی یہ بات بالکل بے اصل ہے میں نے اُن سے ہرگز ایسا نہیں کہا (اب معلوم نہیں کہ کس نے سچ بولا) بہرحال جب پیر صاحب کی طرف سے پے در پے اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ اور خلاف منصب باتیں ظہور میں آئیں تو اُن لوگوں کو بھی ہوش آیا جنہوں نے کسی خاص جذبہ یا جنون کی حالت میں پیر صاحب کو امیر بنا دیا تھا اور اب ہوش کے عالم میں اُنہوں نے پیر صاحب کے کام کا جائزہ لینا شروع کیا تو مجبوراً، اُنھیں بھی اس حقیقت کا اعتراف اور اظہار کرنا پڑا کہ "آپ نے مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں کوئی کام نہیں کیا۔

پیر صاحب نے مسجد شہید گنج کیلئے کیا کیا؟

انعقاد امارت کے بعد راولپنڈی کانفرنس کی طرف سے پہلا اعلان جو آپ کی اجازت اور آپ کے دستخطوں سے مزین ہو کر شائع ہوا وہ یہ تھا۔

"یہ کانفرنس حضرت امیر ملت اسلامیہ کے ارشاد کے مطابق اعلان کرتی ہے کہ مسجد شہید گنج کے حصول کیلئے سول نافرمانی کا حربہ استعمال کیا جائیگا اور سول نافرمانی کی تاریخ آغاز کا اعلان ۲۰ ستمبر ۳۵ء کو یوم احتجاج کے بعد مجلس شوریٰ کی وساطت سے کیا جائے۔

(دستخط حضرت قبلۂ عالم) جماعت علی امیر ملت (اخبار انقلاب ۸ ستمبر ۳۵ء)

تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں یہ اعلان درحقیقت پیر صاحب کا پہلا قدم تھا جس سے لوگوں نے کم از کم اتنا ضرور سمجھا کہ اب پیر صاحب کی وہ قدیمی حکومت پرستانہ ذہنیت بدل گئی اور اب شاید آپ کچھ کام کر جائیں گے مگر ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

ادھر یہ اعلان ہوا اور اُدھر حکومت نے سول نافرمانی کے خطرے سے آپکے بعض رفقاء کو نظر بند کیا اور پیر صاحب کو خطرہ ہوا کہ کہیں میں بھی نہ دھر لیا جاؤں تو جھٹ سے آپنے وہ طویل خوشامدی بیان شائع کیا جس کے اقتباسات ناظرین کرام صفحہ ۲۱ و ۲۲ پر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور اسمیں اُن تمام

20

غیرت وحمیت سوز جوشاندوں کے ساتھ راولپنڈی کانفرنس کے متعلق نہایت صفائی اور بیباکی سے لکھدیا کہ وہاں "سول نافرمانی کرنے کا فیصلہ نہیں کیا گیا تھا"

یہ تھا "حضرت امیر ملت" کا پہلا قدم جو بڑے زور شور سے اُٹھایا گیا اور پھر نہایت ذلت آمیز طریقہ سے پیچھے ہٹایا گیا۔

اس کے بعد پھر کیا ہوا؟ کئی جمعوں کو پیر صاحب کے حکم سے احتجاجی مظاہرے کئے گئے۔ اور ہر مرتبہ آپ نے وعدہ کیا کہ عنقریب استخلاص مسجد شہید گنج کیلئے قوم کے سامنے صحیح اور کارآمد لائحہ عمل اور پروگرام پیش کیا جائیگا۔ جب لوگ امروز فردا کے یہ وعدے سنتے سنتے تھک گئے تو آپ نے فرمایا کہ پہلے دس لاکھ رضا کار بھرتی کرلئے جائیں اور دس لاکھ روپیہ جمع کرلیا جائے اس کے بعد کام شروع کیا جائیگا۔ سمجھنے والوں نے اس کے مطلب کو سمجھا اور جو لوگ پوری طاقت کیساتھ پہلے پیر صاحب کی امارت کی حمایت کررہے تھے وہ اب آپ سے برگشتہ ہوگئے۔ چنانچہ اخبار احسان لاہور (جو سیاست اور زمیندار کے بند ہوجانے کے بعد سے پیر صاحب کی امارت کا صحیح معنوں میں ڈھنڈھورچی بنا ہوا تھا) مجبور ہوکر پیر صاحب کے اس مہمل اعلان پر اُس نے مندرجہ ذیل تبصرہ کیا۔

21

دس لاکھ روپیہ اور دس لاکھ رضاکار

جناب امیر ملت نے اعلان فرمایا ہے کہ فی الحال مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے رمضان تک انتظار کیا جائے اور اس عرصہ میں دس لاکھ رضاکار اور دس لاکھ روپیہ فراہم کیا جائے تاکہ بیت المال قائم کیا جاسکے۔ اس اعلان کی معقولیت میں کوئی شک نہیں، دس لاکھ روپیہ اور دس لاکھ رضاکاروں کی فراہمی، اور بیت المال کے قیام کا تصور بہت شاندار ہے۔ یقین کیجئے کہ یہ اعلان پڑھ کے ہماری آنکھوں کے سامنے قرون اولیٰ کی تصویر کھنچ گئی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی بیت المال قائم ہوجائیگا؟ دس لاکھ رضاکار فراہم ہوجائیں گے؟ دس لاکھ روپیہ مل جائیگا۔؟"

اور پھر خود ہی انتہائی حسرت وافسوس کے لہجہ میں لکھا ہے۔

" اگر دس لاکھ رضاکاروں کی فراہمی کا اعلان نہ کیا جاتا بلکہ ایک لاکھ یا دس ہزار رضاکار فراہم کردیئے

جاتے، دس لاکھ روپیہ کے ذکر کرنے کی بجائے دس ہزار روپیہ ہی فراہم کر دیا جاتا اور یہ رقم فوراً بیت المال میں پہنچ جاتی تو یقیناً تمام اطراف سے قطع نظر کر کے اس مسئلہ کی جانب پوری توجہ ہو جاتی لیکن افسوس کہ ۲۰ ستمبر سے اس وقت تک کچھ نہیں ہوا۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے اس دوران میں دو عظیم الشان مظاہرے کئے ہیں لیکن وہ بہر حال مظاہرے ہی ہیں۔ قوم کو اس سے زیادہ کسی ٹھوس اور حقیقی چیز کی ضرورت ہے۔"

اخبار الجمعیتہ دہلی نے معاصر" احسان لاہور" کے اس تبصرہ کو نقل کرنے کے بعد اس پر ذیل کا نوٹ لکھا ہے۔

" یہ اس اخبار کے الفاظ ہیں جو شروع سے لیکر اب تک مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں مسلسل قربانیاں پیش کر چکا ہے۔ جس کے کارکن پولیس کی لاٹھیوں سے مجروح ہوئے ہیں جسے مسجد شہید گنج کے متعلق مضامین شائع کرنے کی پاداش میں گرانبار ضمانت داخل کرنی پڑی ہے جو ہر اس تحریک کا حامی رہا ہے جس میں مسجد شہید گنج کی واگذاری کے امکان کا شائبہ بھی موجود ہو۔ اور جو خود امیر ملت کا سب سے زیادہ پروپیگنڈا کر رہا ہے لیکن جو بات حق ہے وہ بہر حال کہنی ہی پڑتی ہے۔" یوم مسجد شہید گنج اور مجلس اتحاد ملت کے اجلاس کے بعد استفسارات کا جو طوفان امڈا اور ہر چہار طرف سے یہ پوچھا گیا کہ مسجد شہید گنج کے مسئلہ میں جو طریق کار اختیار کیا جا رہا ہے اس کے متعلق احسان کی کیا رائے ہے" تو معاصر موصوف کو حق و صداقت کی خاطر یہ رائے ظاہر کرنی ہی پڑی کہ اب تک جو کچھ ہوا ہے وہ صفر کے برابر ہے۔ اور امیر ملت کا یہ اعلان جس کے ساتھ عمل کی بجائے دعوتِ توکل و تعطل شامل ہے مسلمانوں کو کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔"

الجمعیتہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۵ء

پیر صاحب کے اس دس لکھی اعلان پر اخبار" مجاہد لاہور کے مدیر اشارات نے بھی مزاحیہ رنگ میں تبصرہ کیا ہے جو ناظرین الفرقان کی دلچسپی کیلئے بلفظہ درج ذیل ہے۔

ہم علی پوری سرکار کے دشمن نہیں

" خدا کرے حضرت پیر صوفی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب کا سایہ رحمت تا قیامت امت مرحو

بر دراز رہے جن کے دم قدم کی برکت سے بڑے بڑے پُرانے مُردے زندہ ہو گئے، دشمنوں نے اُن کی سچائی سے انکار کر کے فضول مباحث کا دروازہ کھولدیا ہے عقل کا کون اندھا اس چمکتی دمکتی حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ حضور زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین نے کانپور کی جمعیت جسکو دانایان فرنگ نے بھی مُردہ سمجھکر چھوڑ دیا تھا نہ صرف پھر سے چلتی پھرتی کر دیا، بلکہ زندہ جاوید جمعیت علماء دہلی کے بالمقابل صف آرا کر دیا۔ اور جسم اسلامی کے عضو معطل مدیر الامان حضرت مظہر الدین شیر کوٹی کو مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید پر گھونسے تان تان کر آنے کے قابل بنا دیا۔ کوئی بے جواب بھی مُردوں کو زندگی بخشنے والے پیر کی کرامات کا قائل نہ ہو حضرت پیر صاحب کے جذبات وانژ کا کوئی کسطرح انکار کرے اُن کے ازلی اور ابدی دشمن یعنی آزادئ وطن کے شیدائی اسلام کے بیباک سپاہی اپنی زندگی کے آخری ایام میں پیرانہ سال پیر کی جوانمردی کے ایسے قائل ہوئے کہ اس کے حضور میں رو رو کر داڑھیاں تر کریں اور کائنات کی کل متاع سے عزیز اور فرشتوں کے دامنوں سے زیادہ پاک داڑھیوں سمیت پیر کے قدموں پر سجدہ ریز ہوئے۔ جب رہنمایان کرام کی والہانہ عقیدتوں کا یہ حال ہو۔ تو عوام کی کیفیت کا تصور بیان سے باہر ہے، غرض علماء کرام اور جہلائے عظام دونوں ان کی ذات گرامی کو حل المشکلات اور دافع البلیات سمجھ کر تصور شیخ کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے۔ جب دُنیا سے ہمیشہ غیر حاضر رہنے والے صوفی کو بچنے کا روگ اپنا امیر بنالیں تو بت پرستی کا طعنہ کسی کو کوئی کیوں دے۔ اگر چھو منتر گنڈے اور تعویذ سے مقاصد حاصل ہو سکیں تو قوم کو عمل اور قربانی کی دعوت کیوں دی جائے۔ اور تو اور علامہ مشرقی جسکی زبان درازیوں سے ائمہ سلف بھی نہ بچ سکے۔ جس نے اسلامی عقائد کو نظر انداز کر کے جذبہ عمل کی بنا پر انگریز کو ارض پاک پر قابض ہونے کا مستحق قرار دیا اک پیر سے ہمت ڈھونڈے تو دُنیا بغیر باپ کے بچہ پیدا ہونے کی کیوں قائل نہ ہو۔ جب پیر کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھ کر آسانیاں پیدا ہو سکیں تو قربانیوں کی رٹ لگانا جان کو بے ضرورت جوکھوں میں ڈالنا ہے۔

مجلس احرار فی الحقیقت حضرت پیر صاحب کو قوم کا محسن سمجھتی ہے - ہمارے نزدیک مسجد کے انہدام کا
واقعہ نہایت پُراسرار ہے بنا بریں احرار نے پہلے بیان میں واقعۂ انہدام کو کرنل لارنس کی کارفرمائی
سے تعبیر کیا تھا کسی لارنس نے اس بھوت کو کھڑا کر دیا تھا - قریب تھا کہ یہ بھوت لوگوں کو کھا جائے
مجلس احرار نے اس بھوت کے منہ آنے کی ناکام کوشش کی - آخر حضرت پیر صاحب کے قدوم میمنت
لزوم سے یہ فتنہ فرو ہوا - ہم نے لاکھ سر مارا کہ سول نافرمانی میں قباحتیں ہیں - مولانا ظفر علی خاں
نے حزب اللہ کے وفد کے ذریعہ اعلان کیا کہ میرا ارادہ سول نافرمانی کا نہ تھا - مولانا سید حبیب نے
بھرے مجمع میں رہائی کے بعد اس امر کی تصدیق کی کہ ہمارا سول نافرمانی کرنیکا فیصلہ نہ تھا لیکن قوم
کے سر پر سول نافرمانی کا بھوت سوار تھا جو کسی کی ماننے نہ دیتا تھا - خدا بھلا کرے اس فقیر گوشہ
نشین کا کہ اس نے اس بھوت کو لوٹے میں ایسا بند کر دیا کہ اب یہ کمبخت قیامت تک نہ نکل سکیگا
بھولے بھالے لوگ مجلس احرار سے توقع کرتے ہیں کہ وہ حضرت قبلہ علی پوری کی مخالفت کرے - ہم
ایسے احسان ناشناس کیوں ہو جائیں کہ ہم اسکو گرائیں - جس نے وہ کام کر دکھایا جو ہم چاہتے ۲۴
تھے - احرار کی خواہش تھی کہ سول نافرمانی کے خطرے سے قوم کو بچایا جائے - الحمد للہ کہ اعلیحضرت
نے ہماری خواہشوں کو پورا کر دیا - ہم نے کہا عدالتی چارہ جوئی یا افہام تفہیم بہترین راہ ہے
علی پوری سرکار نے وہ بھی منظور فرما لیا عدالتوں میں مقدمات دائر ہو گئے اور اس کے بہترین نتائج
نکلنے کی اُمید ہے - یہ سب کچھ ٹھیک ہوا لیکن پیر صاحب کے مخالفوں کی یہ اُمید بر نہ آئی کہ وہ بڑے
گھر کی ہوا کھائیں - جب تحریک کے لیڈر سول نافرمانی کو بحالاتِ موجودہ مناسب نہ سمجھتے ہوں
تو کیا پیر صاحب کے شایان شان تھا - کہ وہ جیل میں جاتے - جیل دُنیا کا دوزخ ہے - خدا ہر سید
کو سوائے عطاء اللہ شاہ اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کے اس کی آنچ سے محفوظ
رکھے - یہ کتنی سنگدلی ہو کہ تحریک کے لیڈر تو سول نافرمانی کے حق میں نہ ہوں لیکن ۷۰ برس کے بزرگ
سے جیل جھیلنے کی توقع رکھی جائے - چنانچہ دشمنوں کے منشا کو بھانپ کر کہدیا کہ پہلے دس لاکھ والنٹیر اور
دس لاکھ روپیہ فراہم کر لیجئے پھر موثر اقدام کی تدبیر ہوگی - جب یہ جمعیت اور سرمایہ فراہم ہوگا اس وقت صور اسرافیل پھونکا جائیگا...

چونکہ مجاہد کے اس مضمون میں بدایوں کی جمعیۃ العلماء اور پیر صاحب کی صدارت کا ذکر آگیا ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی واقفیت کیلئے اُس واقعہ کو بھی ذکر کر دیا جائے کیونکہ اس کا تعلق بھی پیر صاحب کی امارت ہی سے ہے۔

جمعیۃ علماء کانپور کی صدارت

واقعہ یہ ہے کہ جمعیۃ علماء ہند دہلی (جس کے صدر حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب اور ناظم حضرت مولانا احمد سعید صاحب ہیں) اُس کے مقابلہ میں اب سے کچھ دنوں پہلے حکومت کے ایماء سے ایک اور جمعیۃ العلماء بنی تھی جسکا دفتر کانپور تھا اسلئے اُس کو "جمعیۃ علماء کانپور" کہا جاتا تھا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ابتداءً اس میں کسی غلط فہمی سے بعض ایسے حضرات بھی شامل تھے جن کی نیتیں صحیح اور مقصد نیک تھا۔ اور اس وقت اُن کو اصلی "جمعیۃ علماء ہند دہلی" سے کچھ اختلاف تھا، مگر کچھ دنوں کے بعد غلط فہمیوں کے بادل چھٹ گئے اور وہ تمام حضرات اُس کو چھوڑ چھاڑ بلکہ توڑ تاڑ کے اُسی اصلی "جمعیۃ علماء" سے وابستہ ہوگئے مگر اس کے باوجود بھی چند خود غرض جنکا وجود یقیناً ملتِ اسلامیہ کیلئے عار ہے ابھی تک اُس نام کو زندہ رکھے ہوئے ہیں اور اسی زندگی کا ثبوت دینے کیلئے اُنہوں نے اکتوبر میں اسکا ایک جلسہ بدایوں میں منعقد کیا۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ پیر جماعت علی شاہ کو ابھی پنجاب کے لوگوں نے امیر ملت منتخب کیا ہے اگر آپ اس جلسہ کی صدارت فرمائیں گے تو دنیا کی نظروں میں ہماری اس نام نہاد جمعیت کا بھی کچھ وقار ہو جائیگا۔ غرض اسی خیال سے اسکے سکریٹری صاحب نے آپ سے صدارت کی درخواست کی۔ پیر صاحب سمجھے کہ یہ سال میرے لئے خدا کی رحمتوں کا سال ہے۔ ابھی ابھی میرے سر پر امارت کا تاج رکھا گیا ہے اب یہ صدارت کا سہرا آیا ہے، غرض نعمتِ الٰہی سمجھ کر آپ نے صدارت کی اس دعوت پر لبیک کہا۔ بیچارے گوشہ نشین پیر صاحب کو یہ کہاں معلوم تھا کہ یہ جمعیت ایسے نیک ناموں کی ہے کہ جو بھلا آدمی بھی اُسمیں گیا وہی قوم کی نظروں سے گر گیا۔ ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اُسکا آسماں کیوں ہو

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو لوگ بڑے زور شور سے پیر صاحب کی حمایت کر رہے تھے اس نام نہاد جمعیت کی صدارت کی وجہ سے وہ آپ کے سخت مخالف ہوگئے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے۔ کہ رسالہ "پیشوا" دہلی کے اڈیٹر جناب مولوی سید عزیز حسن صاحب بقائی آپ کے خاص حامیوں میں تھے چنانچہ جب ہم نے پہلی مرتبہ جمادی الاخریٰ میں پیر صاحب کی مکفرانہ سرگرمیوں کی وجہ سے اُن کی امارت سے اختلاف کیا تو مدیر موصوف نے ماہ رجب کے "پیشوا" میں لکھا کہ۔

"جو لوگ حضرت پیر صاحب کی مخالفت کر رہے ہیں وہ ہندوستان میں حرب العقائد کی ایک خوفناک جنگ کا آغاز کر رہے ہیں۔ اور صوفیائے کرام اور اُن کے لاتعداد ماننے والوں کو عملاً مسجد شہید گنج کی تحریک اور تحریک آزادی سے علیحدہ کر کے اسلامی اسٹیج پر کوس لمن الملک الیوم بجانا چاہتے ہیں اور اُن کا یہ فعل ہندوستان کی آزادی کیلئے مفید ہے اور نہ اتحاد اسلامی کے لئے، دُنیا میں اُن لوگوں کو بھی زندہ رہنے اور مسلمانوں کی خدمت کرنے کا حق ہے جو دیوبندی عقائد نہیں رکھتے۔

مگر کانپوری "جمعیۃ علماء" کے اجلاس منعقدہ بدایوں کی صدارت فرمانے کے بعد اسی پیشوا کی اگلی اشاعت میں پیر صاحب کی امارت کی قبر کھودی گئی۔ اور جناب مولوی عزیز حسن صاحب بقائی نے شعبان کے نمبر میں اسپر یہ شذرہ لکھا

سرکار پرستی کے جنازے

"سرکاری مسلمانوں کے پاس مسلم لیگ، مسلم کانفرنس کی ڈفلیاں تو پہلے سے تھیں مگر سرکاری علماء کی شہنائی سرکاری فتووں کیلئے ضروری تھی، اس لئے اُس کا ٹریڈ مارک بحق سرکار دالاتبار طلاء داجد علی شاہ کیطرح رجسٹرڈ کرالیا گیا اور سرکار پرستی کے اس جنازے کو بدایوں میں دفن کرنے کے لئے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے کندھا دیکر اپنی چند روزہ امارت کی اور گہری قبر کھودی"

جبر کانپوری جمعیۃ کا تذکرہ تو جملہ معترضہ کے طور پر آگیا تھا ورنہ ہم یہ عرض کر رہے تھے کہ پیر صاحب نے تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں کوئی کام نہیں کیا، بجز اس کے کہ چند دن منائے، مظاہرے کرائے اور شعبان میں اعلان کر دیا کہ اب رمضان تک کوئی کام نہیں ہوگا (گویا تعطیل رہیگی) بعد رمضان ۱۰ ار جنوری کو مسجد شہید گنج کے مسئلہ پر غور کرنے کیلئے ایک آل انڈیا کانفرنس منعقد کی جائیگی۔ اور اس کے بعد پروگرام پیش کیا جائیگا۔ اس عرصہ میں دس لاکھ رضا کار بھرتی کرلئے جائیں اور دس ہی لاکھ روپیہ فراہم کر لیا جائے۔ یہ تھی پیر صاحب کی رمضان تک کی ڈائری۔

بعد ازاں اخیر رمضان میں پیر صاحب نے ایک تحریری پیغام لاہور کے مسلمانوں کے نام بھیجا جو آپ کے مخلص مرید مولوی شیر نواب صاحب قصوری نے جمعۃ الوداع کے موقع پر جامع مسجد لاہور میں پڑھ کر سنایا جس کے آخری الفاظ یہ تھے۔

"میرے آئندہ پروگرام پر عمل کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے، میں عید کے اختتام پر بہت جلد لاہور آرہا ہوں

اور اپنے دوستوں سے صلاح مشورہ کرکے نیا پروگرام مرتب کروں گا جسے جنوری میں پبلک کے سامنے لایا جائیگا"

اخبار پرتاب لاہور مجریہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۵ء بروایت اہلحدیث مجریہ ۳ر جنوری ۱۹۳۶ء

یہ درحقیقت اسی پہلے اعلان کی تاکید ہے۔ اب سنیئے کہ ۱۰، ۱۱ر جنوری کی اس موعودہ کانفرنس کا کیا حشر ہوا۔

جو لوگ پیر صاحب پر حاوی تھے وہ دو قسم کے تھے، بعض چاہتے تھے کہ لاہور میں کانفرنس ہو اور بعض چاہتے تھے کہ نہ ہو اور جسکا بس چلتا پیر صاحب سے وہی اپنے حسب منشا اعلان لکھا لیتا اور دستخط کرا لیتا اور پیر صاحب بقول اخبار "پرتاب لاہور" اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اُن کے ہاتھ میں موم کی ناک بنے ہوئے تھے۔ کبھی آپکے دستخطوں سے اعلان ہوتا کہ کانفرنس ہوگی۔ کبھی اعلان ہوتا کہ نہیں ہوگی۔ پھر آپ کا بیان شائع ہوتا کہ ضرور ہوگی۔ پھر حکم آتا کہ اچھا اب نہیں ہوگی بالآخر آپ کی اس لغویت سے آپکے خاص الخاص مریدین بھی بیزار ہوگئے اور جناب سید حبیب صاحب آف سیاست لاہور اور میاں فیروز الدین احمد صاحب نے تنگ آکر ایک بیان شائع کیا جس نے آپ کی امارت اور سیاسی قابلیت کا بھانڈا بیچ چوراہے میں پھوڑ دیا۔

اس بیان کے ابتدائی حصہ میں تو مجلس اتحاد ملت کے کام نہ کرنے اور اُس کے عضو معطل ہونے کی شکایت کی گئی ہے اس کے بعد کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں پیر صاحب کی غیر مستقل مزاجی یا بزدلی کا رونا اسطرح رویا گیا ہے کہ

"فیصلہ کیا گیا کہ کانفرنس حضرت امیر الملت کی ذاتی نگرانی میں ہو۔ ممدوح نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور اعلانات و خطوط کے مسودے خود منوا کر بھیجے اُنکی خدمت میں خاص طور پر یہ گذارش کی گئی کہ وہ متضاد احکام جاری نہ فرمائیں۔ حضور نے از راہ کرم گستری اس درخواست کو بھی شرف قبولیت بخشا۔

لیکن اس کے چند ہی روز بعد ہمارے پاس تحریری احکام پہنچے کہ کانفرنس نہ کرو۔ اتفاق سے اُس روز ہم جالندھر میں تھے۔ لہٰذا وہ حکمنامہ ہمیں دو روز ملا۔ اسی روز اس کے ساتھ ہی ایک اور فرمان ملا جسمیں لکھا تھا کہ امتناع کانفرنس کے احکام کو منسوخ سمجھو اور کانفرنس ضرور کرو۔ پھر تیاری شروع کی گئی لیکن اچانک مسٹر کرم الٰہی صاحب جو سیالکوٹ کے وکیل اور حضرت امیر الملت کے خلیفہ بتائے جاتے ہیں لاہور پہنچے اور انہوں نے اخبارات کو اپنا بیان دیا جسمیں کارکنوں کے خلاف زہر اگلا گیا تھا اور حضرت امیر الملت کا فرمان پہنچایا کہ وہ التوائے کانفرنس کا اعلان کردیں۔ یہ سب کام کرنے کے بعد

اُنہوں نے ہمیں حضرت امیر الملت کا تحریری فرمان دیا جسمیں لکھا تھا کہ کانفرنس کا کام بند کر دو۔ ہم نے آدمی بھیجکر حضرت امیر الملت سے ان کے حقیقی منشائے مبارک کو معلوم کرنے کی سعی کی تو معلوم ہوا کہ حضور انعقاد کانفرنس کے واقعی مخالف ہیں۔

پس ان حالات میں کہ امرائے ملت نے بے پروائی پر کمر باندھ لی ہے، حکومت مسلمانوں پر جبر کر رہی ہے امیر ملت صاحب کانفرنس کے خلاف ہیں۔ اتحاد ملت کا تار و پود بکھرا ہوا ہے مسلمانوں کیلئے سوائے اسکے اور کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ مسجد شہید گنج کے متعلق جو تحریک ہے اسکو فی الحال ملتوی سمجھیں۔ امیر ملت کا یہ کہنا کہ کانفرنس ملتوی کیگئی صحیح نہیں۔ التوائے کانفرنس کی غلط اعلان کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بیگناہ نظر بندوں کو حکومت جکڑے رہیگی ہم حضرت امیر ملت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ سچا اور بے لوث اعلان کردیں کہ وہ تحریک کو منشائے حکومت کے خلاف زندہ نہیں رکھ سکتے "تاکہ حکومت کے پاس نظر بندوں کو پابند رکھنے کا کوئی عذر و حیلہ باقی نہ رہے"[1]۔

میاں فیروز الدین احمد اور جناب سید حبیب صاحب کے اس بھانڈا پھوڑ بیان کو دیکھکر تو پیر صاحب کو ضرور خیال ہوا ہوگا کہ اس امیر بننے سے تو فقیر ہی اچھے تھے۔ کہ جو لوگ قدم چومتے تھے وہی اب پگڑی اچھال رہے ہیں۔

ہم کو بھی اس کا افسوس ضرور ہے کہ پیر صاحب کی یہ تلون مزاجی اغیار کیلئے بھی تفریح کا سامان بن گئی چنانچہ ۵ر جنوری کے اخبار پرتاب " لاہور میں ذیل کا نوٹ لکھا گیا ہے۔

موم کی ناک

پیر جماعت علی شاہ امیر ملت ہیں یا موم کی ناک۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُنکی کونسی بات درست سمجھی جائے مختلف لوگ ان کی طرف سے مختلف بیانات شائع کر رہے ہیں۔ اور میرے جیسے بے تعلق شخص کیلئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ کہ ان میں سے کونسا درست ہے۔ یہ اعلان ہو چکا ہے کہ ۱۰ ر ۱۱ ر ۱۲ ر جنوری کو لاہور میں مسجد شہید گنج کے سوال پر غور کرنے کیلئے ایک کانفرنس ہوگی۔ کسی وقت اسکی ایک استقبالیہ کمیٹی بنائی گئی تھی۔ اب ایک طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ کانفرنس نہ ہوگی اور دوسری طرف سے یہ کہ یہ ضرور ہوگی۔

[1] یہ بیان پیغام "سیاست" میں اور اس کے بعد جنوری کے دوسرے ہفتہ کے اخبارات احسان مجاہد وغیرہ میں بھی شائع ہوا ہے۔ ۱۲

ایک بیان:۔ پیر جماعت علی شاہ کیطرف سے ایک مضمون مسلم اخبارات کو موصول ہوا ہے جسمیں حضور ممدوح نے اپنی طرف سے کانفرنس میں شمولیت کیلئے نمائندگان کو دعوت دی ہے، اس مضمون میں پیر صاحب لکھتے ہیں "یکم ستمبر سے قوم نے واگذاری مسجد شہید گنج و مزار حضرت کاکو شاہ کا بار فقیر پر ڈالا ہے۔ فقیر انشاء اللہ العزیز مذہب اور قوم کی خاطر جد وجہد جاری رکھنے میں کوئی دریغ نہ کریگا۔ لیکن دینی خدمت کی انجام دہی ہر مسلمان کا فرض ہے اسلئے ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ جنوری کی کانفرنس میں آپ جیسے فدایانِ اسلام و ہمدردانِ قوم صائب الرائے حضرات کی شمولیت ازبس ضروری ہے"

دوسرا بیان:۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ دعوت نامے پیر صاحب کی طرف سے جاری کئے گئے چنانچہ دعوت نامہ کے آخر میں یہ بھی ہدایت ہے کہ بستر ہمراہ لاویں خط و کتابت فقیر کیسا تھ بازار حکیماں کوچہ فقیر خانہ کے پتہ پر کریں۔ باوجود اس کے پیر صاحب کے پرائیویٹ سکریٹری مولوی کرم الٰہی ایڈوکیٹ کا ایک مضمون اخبارات میں شائع ہوا ہے جسمیں کانفرنس کو ملتوی کرنے کی اطلاع دی گئی ہے۔ یہ مضمون "سول اینڈ ملٹری گزٹ" میں سارے کا سارا نکلا ہے۔ اسمیں پرائیویٹ سکریٹری صاحب نے پیشہ ور لیڈروں پر الزام لگایا ہے کہ وہ روپیہ کی خاطر مسلمانوں کو گورنمنٹ سے بھڑانا چاہتے ہیں۔ پیر صاحب نہیں چاہتے کہ قانون کے خلاف ورزی کیجائے۔ اسلئے جب انہوں نے دیکھا کہ لاہور کی فضا بگڑ گئی ہے اور دفعہ ۱۴۴ نافذ ہے تو انہوں نے کانفرنس ملتوی کردی، باوجود اس کے لاہور کے کچھ مسلمانوں نے اُن کے نام پر دعوت نامے جاری کر دیئے ہیں۔ پیر صاحب سمجھ گئے ہیں کہ یہ لوگ انہیں کٹھ پتلی بنا کر نچانا چاہتے ہیں اور ذاتی اغراض کیلئے اس تحریک میں شامل ہیں، اسلئے اب وہ انہیں گورنمنٹ اور مسلمانوں کے تعلقات خراب کرنے کا موقع دینا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ بھی سمجھ گئے ہیں کہ اب ہماری دال نہ گلے گی۔ اس لئے وہ شہید گنج ایجی ٹیشن کا ڈکٹیٹر کسی اور کو بنانے کی فکر میں ہیں۔

"انقلاب" نے۔ مولوی کرم الٰہی کے اعلان کا صرف اتنا حصہ شائع کیا ہے "پیر صاحب نے

مولانا سید حبیب کو اطلاع دیدی ہے کہ ایک تو حضرت کی طبیعت علیل ہے اور دوسرے لاہور میں دفعہ ۱۴۴ نافذ ہے اسلئے کانفرنس ملتوی کر دی جائے اور تمام احباب کو جنہیں دعوتی خطوط بھیجے گئے تھے مطلع کر دیا جائے تاکہ اُن کو اس موسم سرما میں سفر کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔"

تیسرا بیان | تیسرا اعلان مولوی شیر نواب قصوری کیطرف سے شایع ہوا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"میں آج علی پور سیداں بخدمت اعلیحضرت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب بغرض مزاج پُرسی حاضر ہوا۔ کیونکہ حضور ممدوح کی طبیعت ناساز تھی۔ صاحب ممدوح نے ارشاد فرمایا ہے کہ آل انڈیا مسلم شہید گنج کانفرنس منعقد ہوگی جسکا پروگرام عنقریب شایع کیا جائیگا۔"

چوتھا بیان | چوتھا بیان سید حبیب کیطرف سے شایع ہوا جن کا شہید گنج ایجی ٹیشن میں بھاری ہاتھ ہے اور جو پیر جماعت علی شاہ کو اپنا پیر و مرشد بھی سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مسجد شہید گنج کے متعلق آئندہ کانفرنس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امیر ملت شخصی طور پر ہدایات دے رہے ہیں، آپنے ایک شخصی مکتوب بھی مسلمانوں کے ہر ایک طبقہ کے شرفائکے نام ارسال کیا ہے کہ وہ کانفرنس میں شریک ہوں۔ اس کے باوجود میں نے سُنا ہے کہ سیالکوٹ کے ایک وکیل کرم الٰہی نے لاہور کے اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں میں جاکر بیان دیا ہے کہ امیر ملت نے کانفرنس ملتوی کر دی ہے۔ اس شخص کے پاس اس التوا کی سند ایک مکتوب ہے جو امیر ملت کی طرف سے میرے نام ہے جسکے استعمال کیلئے کرم الٰہی کو قانونی یا اخلاقی طور پر کوئی حق حاصل نہ تھا۔ یہ نہ مسجد شہید گنج کے مفاد کیلئے کام کر رہا ہے نہ حضرت امیر ملت کیلئے بلکہ دوسروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے۔ لہٰذا میں تمام اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں کو تنبیہ کرتا ہوں کہ وہ اس شخص کی کوئی ایسی تحریر قبول نہ کریں جسے وہ حضرت امیر ملت سے منسوب کرے۔"

ان چار بیانات کی موجودگی ہوتے ہوئے کیا یہ کہنا صحیح نہیں کہ امیر ملت اس وقت موم کی ناک بنے ہوئے ہیں نہ ہوتے تو یہ متضاد بیانات اُن کے متعلق شایع نہ ہوتے۔ (پرتاب لاہور ۵ رجنوری)

پیر صاحب کے انہیں متضاد اور متناقض بیانات پر انقلاب لاہور نے بھی اپنے مخصوص مزاحیہ رنگ میں ذیل کا تبصرہ

گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"شہید گنج کانفرنس ہوگی، شہید گنج کانفرنس نہیں ہوگی، حضرت پیر صاحب نے کانفرنس ملتوی کردی، حضرت پیر صاحب نے کانفرنس ملتوی نہیں کی۔ حضرت پیر صاحب بیمار ہیں حضرت پیر صاحب بیمار نہیں ہیں۔ کانفرنس اسلئے نہیں ہوگی کہ دیوانی اور فوجداری مقدمات دائر ہیں۔ کانفرنس اسلئے ہوگی کہ نہ ہونے کی صورت میں نظربند رہا نہیں ہوسکتے مولوی کرم الٰہی حضرت پیر صاحب کے سکریٹری ہیں۔ مولوی کرم الٰہی حضرت پیر صاحب کے سکریٹری نہیں ہیں۔ کانفرنس کی تیاریاں زور شور سے جاری ہیں، شرکاء اپنے بستر ہمراہ لائیں۔ کانفرنس نہ ہوگی شرکاء نہ آئیں، نہ بستر ساتھ لائیں۔ کانفرنس لاہور میں ہوگی کانفرنس لاہور میں نہیں ہوسکتی۔ کانفرنس لاہور میں منعقد نہ کرو ورنہ دوکانوں میں سر کردیا جائیگا۔ کانفرنس امرتسر میں ہوگی

شکر کہ جنازہ بمنزل رسید

کانفرنس کا انعقاد بالکل بیسود ہے کیونکہ کوئی پروگرام قوم کے سامنے نہیں۔ کانفرنس کا انعقاد بیحد ضروری ہے کیونکہ کوئی پروگرام قوم کے سامنے نہیں، کانفرنس منعقد ہونی چاہیے تاکہ نظربند رہا ہوجائیں۔ کانفرنس منعقد نہیں ہونی چاہیے تاکہ نظربند رہا ہوجائیں۔ کونین کھانی چاہیے تاکہ بخار نہو کونین نہیں کھانی چاہیے تاکہ بخار نہ ہو۔ ٹھنڈی ہوا سے بچنا چاہیے تاکہ نمونیہ نہ ہوجائے۔ ٹھنڈی ہوا میں پھرنا چاہیے تاکہ نمونیہ نہ ہوجائے۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

(انقلاب لاہور ۱۲ر جنوری)

جب پیر صاحب کی غیر مستقل مزاجی اور بزدلی پر ہر چہار طرف سے چہ میگوئیاں ہوئیں تو پیر صاحب نے دل کڑا کرکے کانفرنس کی ٹھان لی۔ مگر اب کانفرنس کرنے کا وقت نکل چکا تھا، ہر چند عقل والوں نے سمجھایا کہ جو ہوا سو ہوا اب اس خیال کو چھوڑ دیجئے۔ مگر پیر صاحب پر اب کانفرنس منانے کا بھوت چڑھ چکا تھا جو کسی کے اتارے نہ اترتا اور آپ نے امرتسر میں کانفرنس کا عجیب و غریب تماشہ کرکے اغیار کیلئے اور زیادہ ہنسنے کا سامان فراہم کردیا۔ اس کانفرنس میں جیسا کچھ پیر ازار ہوا وہ اخبار بین طبقہ کو معلوم ہے۔ اور سوائے مسلمانوں کی رسوائی کے کوئی نتیجہ بھی برآمد نہیں ہوا۔ چنانچہ اخبار احسان لاہور اپنی ۲۳ر جنوری کی اشاعت میں افسوس کیساتھ لکھتا ہے۔

"شہید گنج کانفرنس امرتسر میں نشستند و گفتند و برخاستند کا جو مظاہرہ کیا گیا اگر وہ نہ کیا جاتا تو صورت

حال میں کونسا فرق آجاتا۔ مقام تعجب ہے کہ جو لوگ کسی مقصد کے حصول کے لئے راہ عمل بھی تجویز کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے وہ تحریک کے علمبردار بن کر قوم کے سر پر مسلط رہنے کی خواہش کیوں رکھتے ہیں ان لوگوں کو چاہئے کہ اس دھندے کو چھوڑ دیں۔

پیر صاحب کے دوسرے رفقاء کار کا حال تو معلوم نہیں مگر مقام شکر ہے کہ خود پیر صاحب اس تحریک اور اسکی قیادت سے دستکش ہوگئے اور امرتسر کی اسی کانفرنس میں طے ہو گیا کہ پیر صاحب حج کو تشریف لیجائیں اور تحریک کا کام مجلس اتحاد ملت کے حوالے کر جائیں۔ چنانچہ پیر صاحب نے حج کیلئے بستر باندھ لیا۔ اور اب سنا ہے کہ آپ روانہ بھی ہوگئے۔ اللہ اللہ خیر صلاح۔ ترکی تمام شد۔

ہم نے پیر صاحب کی امارت کے انعقاد ہی کے وقت کہا تھا کہ یہ انتخاب غلط اور ناموزوں ہے۔ مگر اس وقت پیر صاحب کے حواریوں نے ہم پر گالیوں کا مینہ برسایا۔ ہم نے اسکی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور اس وقت کے منتظر رہے جب صداقت اپنی پوری روشنی کیساتھ ظاہر ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا اور چند ہی روز کے بعد صداقت نے فتح پائی۔ اور اب سب ہوشمند وہی کہہ رہے ہیں جو ہم نے شروع میں کہا تھا۔ سچ ہے ؎

آنچہ دانا کند کند ناداں ـــــ لیک بعد از خرابیِ بسیار

خاتمہ اور انتساب

اب ہم اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں اور اس مضمون کو (جو پیر صاحب کی چند روزہ امارت کی مکمل تاریخ ہے) خود جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب اور اُن کے اُن تمام حواریوں کے نام سے منسوب کرتے ہیں جنہوں نے قیودِ شرافت سے آزاد ہو کر پیر صاحب کی حمایت میں ہمارے خلاف مضامین لکھے۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مولانا صاحب

میں پنڈت جی کا ممنون ہوں آپنے بحث کو بہت مختصر اور آسان کر دیا۔ آپ نے گویا یہ تسلیم فرمالیا کہ اگر جنم کرم کے سلسلہ کو کسی خاص وقت سے شروع (یعنی حادث) مانا جائے تو بیشک اس (تناسخ کے) اصول پر کسی روح کو کبھی کوئی قالب نہیں مل سکے گا اور تمام روحیں ہمیشہ قالب سے محروم ہی رہیگی (اور یہ بات ہے بھی اسقدر ظاہر کہ کوئی صحیح الحواس اس سے انکار کرنے کی جرأت بھی نہیں کرسکتا) مگر اس اقرار کے باوجود پورے زور کے ساتھ آپ فرماتے ہیں کہ "جنم کرم کا یہ سلسلہ ہمارے نزدیک حادث نہیں ہے۔ بلکہ قدیم ہے" اور ہر جنم سے پہلے کرم اور ہر کرم سے پہلے جنم ہے۔ اور آپ کی ہی خصوصیت نہیں۔ اس سوال کے جواب میں دوسرے سماجی مناظرین بھی بالآخر یہی فرمایا کرتے ہیں، مگر میں دعوے کیساتھ کہتا ہوں کہ سماج کا ہرگز وہ مذہب نہیں جو جنابنے بیان فرمایا۔ اسمیں شک نہیں کہ سماج کے نزدیک روح اور مادہ دونوں قدیم اور ازلی انادی ہیں۔ لیکن اُن کی ترکیب اور اتصال سے جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ ہرگز قدیم نہیں۔ بلکہ وہ سب بتصریح سوامی دیانند جی مہاراج حادث ہی ہیں۔ دیکھئے سوامی جی مہاراج ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۰ پر فرماتے ہیں۔

"جو زمین وغیرہ اشیاء ترکیب خاص سے مل کر بنی ہوئی نظر آتی ہیں وے ازلی کبھی نہیں ہوسکتیں۔"

نیز اسی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۵۰۵ پر ہے

"جو اتصال سے پیدا ہوتا ہے وہ ازلی ابدی کبھی نہیں ہوسکتا"

سوامی جی کی ان تصریحات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنم کرم کا یہ سلسلہ قدیم نہیں ہے بلکہ حادث ہے کیونکہ جنم اور کرم دونو اتصال کو چاہتے ہیں۔

اور ہمارے پنڈت جی نے یہ ابھی تسلیم فرمالیا کہ اگر جنم کرم کے اس سلسلہ کو حادث مانا جائے تو بیشک تناسخ کے اصول پر کسی روح کو کوئی قالب ملنا محال ہوگا۔ بس سوامی جی کی تصریح اور پنڈت جی کی تسلیم کو ملانے کے بعد نتیجہ نکلے گا کہ تناسخ کے اصول پر کسی روح کو کبھی کوئی قالب نہیں ملسکیگا اور یہی میرا دعویٰ ہے۔

میری اس گذارش سے حاضرین نے یہی سمجھ لیا ہوگا کہ میں نے اپنے مدعا کے سمجھانے کیلئے پنسل اور سکوں کی جو مثالیں پیش کی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں اور غلط فہمی پنڈت جی کو ہو رہی ہے۔

اس کے بعد میں اسی تناسخ پر ایک اور اعتراض پیش کرتا ہوں - سنئے -

تناسخ کے اصول پر ایک بڑی خرابی یہ لازم آتی ہے کہ خدا کا ہم پر کوئی احسان نہ ہو اور وہ ہماری طرف سے کسی عبادت بلکہ کسی شکریہ کا بھی مستحق نہ ہو - کیونکہ ہم اس وقت جن نعمتوں سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں یا آئندہ اُٹھائینگے بر بنائے تناسخ اُن میں خدا کی مہربانی کو کوئی دخل نہیں بلکہ درحقیقت وہ اُن گنہگار اور پاپی روحوں کا کرم ہے جنہوں نے ایسے پاپ کئے جن کی وجہ سے اُن کو ان نعمتوں کے قالب میں آنا پڑا - مثلاً ہم سیب انار، کیلا، امرود کھاتے ہیں تو اسمیں خدا کا کوئی احسان نہیں بلکہ فی الحقیقت یہ اُن پاپی روحوں کا صدقہ ہے جنہوں نے ایسے گناہ کئے جن کی وجہ سے ان کو ان پھلوں کی یونی ملی - اگر وہ ایسے گناہ نہ کرتے تو ہم کو کوئی پھل بھی میسر نہ آتا - یا مثلاً ہمارے پاس دودھ پینے یا گھی کھانے کیلئے جو گائے بھینس یا سواری کیلئے جو بیل گھوڑے ہیں اُن میں بھی پرمیشور کا کوئی احسان نہیں اگر یہ گائے بھینس گھوڑے بیل میں آنے والی روحیں ایسے گناہ نہ کرتیں جن کی سزا میں یہ یونیاں ملی ہیں تو نہ ہم کو گھی ملتا نہ دودھ نہ دہی نہ بالائی نہ بیل نہ اونٹ نہ ہاتھی نہ گھوڑا - غرض تناسخ کے اصول پر خدا کا ہم پر کوئی احسان نہیں - بلکہ مہربانی اور کرپا اُن پاپیوں کی ہے اور پرمیشور سے زیادہ شکریہ کی مستحق وہ گنہگار روحیں ہیں جو اپنے گناہوں کی پاداش میں ان نعمتوں کی شکل میں ہمارے پاس آگئی ہیں - اسی طرح ایک نہایت سنگین خرابی یہ بھی لازم آتی ہے کہ اگر سب روحیں نیک ہوجائیں تو نظامِ عالم ہی درہم برہم ہوجائے کیونکہ اس صورت میں انسان تو ہوگا، مگر اس کے کھانے کے لئے سواری کیلئے کچھ بھی نہ ہوگا - تو گویا اگر سب لوگ نیک ہوجائیں تو اُن سے ساری نعمتیں سلب ہوجائیں اور یہ آرام کی دُنیا اُن کے لئے انتہائی تکلیف کا گھر بلکہ اچھا خاصا جہنم بن جائے تو تناسخ کے اس اصول پر نیک ہوجانا ہی عذاب کا باعث ہوگا ؟

پنڈت جی مولوی صاحب کے دور تسلسل والے اعتراض کا میں بالکل جواب دے چکا مگر اس دفعہ پھر مولوی صاحب نے اسکو دُہرایا ہے - میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مولانا کو ہمارے اصول کے متعلق ابھی تک غلط فہمی ہے - سماج کے نزدیک جنم کرم کا یہ سلسلہ ہرگز حادث نہیں بلکہ قدیم ہے - ستیارتھ پرکاش کی عبارت کے سمجھنے میں آپ سے غلطی ہوئی ہے اسمیں مرکبات کا حدوث بیان کیا گیا ہے جنم کرم کے سلسلہ کو حادث نہیں کہا گیا - مرکبات جتنے ہیں وہ بیشک حادث ہیں یعنی ہر مرکب کے لئے ابتدا ہے مگر جنم کرم کا سلسلہ خود قدیم ہے اور ہر مرکب کے حادث ہونے

سے سلسلہ کا حادث ہونا لازم نہیں آتا - یہ ایک کھلا ہوا مسئلہ ہے آپ سمجھنے کی کوشش کریں -

اسی طرح اس مرتبہ جو دوسرا اعتراض آپ نے کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ سماج کا اصول یہ نہیں ہے کہ جیو کرم کا بدلہ لینے کیلئے خود جنم لیتا ہے بلکہ جنم دینا پرمیشور کا کام ہے - تو جو نعمتیں ہمارے پاس ہیں وہ پرمیشور کی ہی بھیجی ہوئی اور بنائی ہوئی ہیں تو مہربانی پرمیشور ہی کی ہوئی نہ اُن پاپی روحوں کی کیونکہ وہ اپنے اختیار سے ان قالبوں میں نہیں آئیں بلکہ وہ تو مجبوراً آئی ہیں تو عبادت اور شکریہ کے قابل خدا ہی ہوا نہ کہ وہ پاپی اور گنہگار روحیں -

اسی طرح آپ کا یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں کہ سب لوگ اگر نیک ہوجائیں تو تناسخ کے اصول پر نظام عالم درہم برہم ہوجائیگا اور انسانوں کیلئے یہ دُنیا عذاب گھر ہوجائیگی -

کیونکہ جب سب لوگ نیک ہوجائیں گے تو اُنکی روحانیت انتہائی درجہ کو پہنچ جائیگی اور اُن کو دوسری چیزوں کی ضرورت ہی نہ رہیگی - یا یہ کہ اُنکی ودیا (معرفت) اتنی بڑھ جائیگی کہ وہ اپنی ضروریات کو غیر ذی روح چیزوں سے حاصل کرینگے جسطرح کہ آجکل بھی نباتی گھی زمین سے حاصل کیا جارہا ہے تو بہت ممکن ہے کہ آئندہ انسان اپنے علم میں ترقی کرکے اپنی جملہ ضروریات مثلاً گندم جو وغیرہ بھی اسی طرح حاصل کرلیا کرے - تو ہوسکتا ہے کہ آئندہ ایجادات ہر قسم کی تمام ضروریات کو پورا کردیں غرض سب لوگوں کے نیک ہوجانے سے نظام عالم پر کوئی اثر نہیں پڑتا -

مولانا صاحب پہلے سوال پر میں کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکا ہوں جس کے بعد کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں رہتی - حاضرین کرام خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ تمام مرکبات کو حادث تسلیم کرتے ہوئے جنم کرم کے سلسلہ کو قدیم کہنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے جبکہ جنم کرم خود ترکیب پر موقوف ہے -

دوسرا اعتراض میرا یہ تھا کہ تناسخ کے اصول پر خدا کا ہم پر کوئی احسان نہیں بلکہ مہربانی اُن پاپی روحوں کی ہے جو گناہ کرکے نعمتوں کے جسم میں آگئیں ہیں کیونکہ اگر وہ گناہ نہ کرتیں تو ہم کو کوئی نعمت بھی ہاتھ نہ آتی -

اس کے جواب میں آپنے فرمایا ہے کہ چونکہ اُن کو جنم خدا نے دیا ہے اسلئے احسان خدا ہی کا ہوا - نہ

نہ اون روحوں کا کیونکہ وہ آپ سے ان قالبوں میں نہیں آئیں " آپ کا یہ جواب بالکل ناکافی ہے کیونکہ خدا نے یہ جنم اُن کو جب ہی تو دیا جب اُنہوں نے ایسے پاپ کئے اگر وہ پاپ نہ کرتیں تو سماج کے اصول پر خدا اُن کو ہرگز ایسا قالب نہیں دے سکتا تھا تو دراصل احسان اُن روحوں کا ہی ہے کہ اُنہوں نے گناہ کیا جسکی وجہ سے ہم کو یہ نعمتیں مل سکیں اور وہ روحیں ضرور ہمارے شکریہ کی مستحق ہیں بلکہ تناسخ کے اس اصول پر اُن کا گناہ کرنا قابل شکریہ ہے۔ اور پرمیشور نے ہم پر براہ راست کوئی احسان نہیں کیا بلکہ اُن روحوں کو سزا دی ہے لہٰذا وہ ہمارے کسی شکریہ کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

اور تیسرے اعتراض کے جواب میں تو آپ نے کمال ہی کر دیا ہے آپ کی طباعی اور تخیل کی پرواز ضرور قابلِ داد ہے، مگر مذہب کی صداقت، اس قسم کے وہمی اختراعات اور موہوم احتمالات سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ جناب والا بناسپتی گھی بھی نباتات (جڑی بوٹیوں) سے نکالا جاتا ہے اور آپ کے اصول پر اُن میں بھی کسی پاپی کی روح ہے۔ اور یہ تو ایک بالکل بدیہی بات ہے کہ اگر سب روحیں نیک عمل کر کے انسانی قالب میں آجائیں اور سب اچھے ہی حال میں ہوں تو نظام عالم ضرور درہم برہم ہو جائیگا آپ ذرا انصاف سے غور تو کیجئے کہ اگر زمین کے اوپر بجز انسانوں کے کوئی اور مخلوق نہ ہو نہ حیوانات نہ نباتات نہ اشجار نہ انہار تو ایک لمحہ کیلئے بھی انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو تناسخ کے اصول پر سب لوگوں کا نیک ہو جانا یقیناً عالم کی تباہی اور بربادی کا باعث ہوگا۔

بہر حال پنڈت جی کی تقریر سے معلوم ہو گیا کہ میرے دوسرے اور تیسرے اعتراض کا بھی پنڈت جی کے پاس کوئی صحیح جواب نہیں ہے لہٰذا اب میں چوتھا اعتراض پیش کرتا ہوں۔ سُنئے۔

تناسخ کے اصول پر لازم آتا ہے کہ دُنیا بھر کے چور، ڈاکو، اُچکے بدمعاش اور اس قسم کے جرائم پیشہ لوگ مجرم اور قابل سزا نہوں بلکہ وہ خدائی پولیس اور انعام کے مستحق ہوں کیونکہ تناسخ کے اصول پر جس شخص کا مال چوری جاتا ہے۔ یا جس کے گھر ڈاکا پڑتا ہے یا جو بیچارہ فوجداری میں مار کھاتا ہے وہ درحقیقت اپنے پچھلے گناہوں کی سزا بھگتتا ہے تو یہ جرائم پیشہ چور ڈاکو درحقیقت اسکو پاپوں اور گناہوں کی سزا دیتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جو اس دُنیاوی حکومت میں پولیس کے آدمی کرتے ہیں تو تناسخ کی بنا پر لازم آیا کہ یہ سب چور ڈاکو خدائی کوتوال

یا پولیس مین ہیں جو چوری کرکے اور ڈاکہ ڈال کے درحقیقت خدا کے مجرموں کو سزا دیتے ہیں تو وہ مستحقِ انعام و اکرام ہوں گے نہ کہ قابلِ سزا۔

بس آریہ سماج کو چاہیے کہ وہ ان خدائی ذمہ داروں (چور ڈاکوؤں) کی تنخواہیں مقرر کرے اور اُن کو انعامات دے۔ اور حکومتِ وقت سے اپیل کرے کہ وہ چوروں بدمعاشوں کو کوئی سزا نہ دیا کرے کیونکہ یہ فی الحقیقت مجرم نہیں بلکہ خدائی خدمتگار ہیں۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود آریہ سماج بھی ان لوگوں کو مجرم اور قابلِ سزا سمجھتا ہے چنانچہ ستیارتھ پرکاش کے چھٹے باب میں ان کی سزاؤں کا بھی بیان ہے۔

پنڈت جی مولوی صاحب کے پہلے سوال تو ختم ہو گئے اور میں اُن کا جواب دے چکا اب مولانا نے ایک نیا سوال اور اُٹھایا ہے کہ تناسخ کے اصول پر چور بدمعاش مجرم نہیں بلکہ خدائی پولیس اور انعام کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ یہ مولوی صاحب کا سب سے بڑھا ہوا مغالطہ ہے کیونکہ یہ جرائم پیشہ خدائی پولیس جب ہو سکتے تھے جبکہ خدا نے اُن کو باضابطہ اس کام کیلئے تعینات کیا ہوتا۔ اور جبکہ پرمیشور نے اُن کو اس کام کیلئے مقرر نہیں کیا بلکہ وہ از خود لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اُن کو جانی اور مالی نقصان پہنچاتے ہیں تو ضرور وہ مجرم ہیں اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی چور کو پولیس والے پکڑے لئے جا رہے ہوں اور کوئی غیر شخص اُن سے چور کو چھین کے خود سزا دینے لگے۔ تو وہ شخص قانوناً مجرم ہوگا یا یوں سمجھئے کہ جس شخص پر آپ کا قرض آتا ہے۔ آپ حکومت سے اُسکی گرفتاری کی درخواست کریں تو حکومت اُسکو قید کر دیگی لیکن اگر آپ خود بخود اُس قرضدار کو گرفتار کرکے اپنے مکان میں بند کرلیں اور خود ہی اس کو سزا دینے لگیں تو آپ پر حبس بیجا کا کیس چل جائیگا۔ پس یہ بالکل موٹی بات ہے کہ حکومت نے جن لوگوں کو سزا دینے کیلئے مقرر نہیں کیا وہ اگر کسی مجرم کو خود بخود سزا دیں گے تو وہ بھی مجرم اور قابلِ سزا ہوں گے اسی واسطے چور، ڈاکو، پاکٹ مار بدمعاش مجرم اور سزا کے مستحق ہیں۔

اسی کیساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ جس تناسخ پر آپ اعتراض کر رہے ہیں وہ تو خود آپکے مذہب میں بھی موجود ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے فَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ کہ اللہ نے اُن لوگوں کو بندر اور سور بنا دیا۔ اور اسی کا نام تناسخ ہے۔ تو جو اعتراضات آپ مجھ پر کر رہے ہیں وہ خود آپ پر بھی پڑیں گے۔

جب مولانا صاحب

پنڈت جی کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ پرمیشور نے ان چوروں بدمعاشوں (جرائم پیشہ لوگوں) کو گناہوں کی سزا دینے کیلئے مقرر نہیں کیا ہے اور وہ از خود ایسا کرتے ہیں اسلئے وہ مجرم اور قابل سزا ہیں اور اسکی مثال آپنے یہ پیش کی ہے کہ موجودہ حکومتوں میں جو لوگ سزائیں دینے کیلئے حکومت کی طرف سے مقرر نہیں ہیں وہ اگر کسی قانونی مجرم کو بطور خود سزا دینے لگیں تو وہ قانوناً مجرم ہوتے ہیں میں عرض کروں گا کہ یہ جواب کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ موجودہ حکومتوں کے پاس تو اس کام کیلئے ایک مستقل محکمہ ہے اور وہ حکومتیں نہیں چاہتیں کہ ہر کس و ناکس اسمیں دست اندازی کرے بخلاف خدائی حکومت کے کہ تناسخ کے اصول پر پرمیشور کے پاس اس کام کیلئے کوئی الگ محکمہ نہیں بلکہ وہ خود یہ کام چوروں بدمعاشوں سے ہی لینا چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر سمجھئے کہ ایک ساہوکار نے کوئی پاپ کیا اب خدا اسکو مالی نقصان دیکر سزا دینا چاہتا ہے تو اس کے پاس فرشتوں کی پولیس تو ہے نہیں جو یہ کام کرے اسلئے وہ چوروں سے اُسکے گھر میں چوری کرا دیتا ہے یا ڈاکوؤں سے اُس کا گھر لٹوا دیتا ہے۔ تو یہاں پرمیشور کا منشا یہی ہے کہ اس طریقہ سے اُس ساہوکار کو اپنے کئے کی سزا مل جائے لہٰذا چوروں ڈاکوؤں سے یہ کام پرمیشور نے ہی کرایا اور اُسی نے اُن کو اس کام کیلئے تعینات کیا اور اگر یہ کہا جائے کہ پرمیشور نے نہیں کرایا بلکہ اُن چوروں ڈاکوؤں نے از خود کیا تو پھر یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ اُس ساہوکار کو اپنے کسی پاپ کی سزا ملی ہے۔ کیونکہ سزا دینا پرمیشور کا کام ہے بہر حال اگر چوروں ڈاکوؤں کے اس فعل کو پرمیشور کی طرف سے مانا جائیگا تو لازم آئیگا کہ یہ چور ڈاکو خدائی فوجدار ہیں۔ اور مجرم نہیں بلکہ مستحق انعام و اکرام ہیں۔ اور اگر اُن کے اس فعل کو پرمیشور کیطرف سے نہیں مانا جائیگا تو اُسکو ساہوکار کے پاپوں کی سزا قرار نہیں دیا جاسکتا[۵]۔ اور تناسخ کے اصول پر جس کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچتا ہے وہ ضروری طور پر اُسکے کسی گذشتہ پاپ کا نتیجہ ہے۔ بہر حال خواہ چوروں ڈاکوؤں کے افعال کو پرمیشور کیطرف سے مانا جائے خواہ اُن کا اپنا فعل مانا جائے بہر صورت تناسخ کا بطلان ثابت ہوتا ہے لہٰذا میرا یہ اعتراض بھی علیٰ حالہٖ باقی رہا۔

اس کے بعد ایک اور اعتراض سُنئے!

۳۰

---

[۵] کیونکہ پاپوں کی سزا دینا پرمیشور کا کام ہے نہ چور ڈاکوؤں کا۔ ۱۲

تناسخ کے اصول پر ایک نہایت شرمناک خرابی یہ لازم آتی ہے کہ ماں بہن، بیوی، بیٹی میں کوئی تمیز نہیں رہتی جو آج بیوی ہے بر بنائے تناسخ ممکن ہے کہ اسمیں دادی جان کی روح آگئی ہو بلکہ یہ بھی شبہ ہے کہ جو بیل ہم جوت رہے ہیں یا جو گھوڑا ہماری سواری میں ہے کہیں اُسمیں ہمارے کسی نسبی بزرگ کی روح نہ ہو اور یہ چیز ایسی ہے جس کے تصور سے بھی انسانی فطرت گھبراتی ہے یہ میرا پانچواں اعتراض ہوا۔

ہاں آپنے اسمرتبہ یہ بھی فرمایا تھا کہ تناسخ اہل اسلام کے مذہب میں بھی ہے۔ اور ثبوت میں "فجعل منھم القردۃ والخنازیر" بھی پڑھا تھا حالانکہ اُسمیں تناسخ نہیں بلکہ تماسخ کا ذکر ہے۔ اور مجھے تعجب ہے کہ اس میدان میں آپکی عمر کا اسقدر طویل عرصہ گذرا۔ مگر ابھی تک جناب مسخ اور نسخ کے فرق سے بھی واقف نہیں، اگر ضرورت ہوئی تو آئندہ میں انشاء اللہ اس فرق کی بھی تفصیل عرض کروں گا۔

پنڈت جی مجھے معلوم ہے کہ تناسخ کے معنی زائل شدن کے ہیں اور تماسخ کے معنی تبدیل شدن کے مگر جو آیت میں نے پڑھی ہے اُسمیں تماسخ کچھ ٹھیک نہیں بنتا۔ کیونکہ تماسخ کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اُن آدمیوں کو ٹھوک پیٹ کے بندر بنا دیا۔ اوّل تو یہ بات کچھ سمجھ میں آنیوالی نہیں، دوسرے اس صورت میں صرف صورت بدل جانی چاہیئے تھی مادہ سب باقی رہتا۔ تو اگر آدمیوں کا وزن ڈیڑھ من دو من تک کا ہوتا ہے تو چاہیئے کہ بندروں کا وزن بھی اتنا ہی ہوتا۔ حالانکہ آپنے کوئی بندر چھ دھڑی (تیس تیس سیر) کا بھی نہیں دیکھا ہوگا، تو آیت کا مطلب صحیح یہی ہو سکتا ہے کہ اُن آدمیوں کی روحوں کو بندروں اور سوروں کے قالب میں بھیجدیا گیا۔

اور اس کے علاوہ اور بھی بعض جگہ قرآن مجید میں تناسخ کا ذکر ہے۔ دیکھئے ایک جگہ دوزخیوں کے ذکر میں ہے "کلما نضجت جلودھم بدلناھم جلوداً غیرھا" (جب اُن کے جسم جلکر خاک ہو جائیں گے تو ہم اُن کو دوسرے جسم بدل دیں گے۔) ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مردہ کو جلانے کے بعد دوسرا جنم دیا جاتا ہے اسی کا نام تناسخ ہے فرق بس اتنا ہے کہ آپ لوگ اُسکو آخرت میں مانتے ہیں اور ہم یہیں مانتے ہیں غرض تناسخ کی اصل اسلام میں بھی موجود ہے۔

آپنے اسمرتبہ جو نیا اعتراض فرمایا ہے وہ بھی آپ کی غلط فہمی ہے کیونکہ ماں بہن وغیرہ کے تعلقات

یہ سب جسمانی رشتے ہیں روح نہ کسی کی ماں ہے نہ بہن، نہ بیٹی نہ بیوی - اسلئے یہ سوال پیدا نہیں ہو سکتا غرض جب پہلا جسم اور پہلا مادہ نہیں رہا تو کوئی رشتہ اور کوئی تعلق بھی نہیں رہا - اور اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ انسان اناج کھاتا ہے اور پیٹ میں جاکر اسکی شکل تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ پاخانہ بن کر نکل جاتا ہے پھر وہ کھیتوں میں جاتا ہے اور اُسی کے اجزا سے پھر غلہ پیدا ہوتا ہے اُسکو پھر کھایا جاتا ہے تو دیکھئے وہی گیہوں پہلے کھایا گیا پھر وہ پاخانہ بن گیا پھر جب وہ غلہ کی صورت میں آیا تو پھر کھانے کے قابل ہو گیا - اسی طرح جب روح ایک قالب میں ہے تو وہ کسی کی ماں ہے کسی کی بہن ہے، کسی کی بیوی ہے اور اسکے بعد جب وہ دوسری صورت میں آگئی تو وہ کچھ بھی نہیں رہی اب اس کے تعلقات اور رشتے از سر نو ہوں گے اور اس جسم میں وہ جسکی بیوی بنے گی اُسکی بیوی ہوگی جسکی ماں بنے گی اسکی ماں ہوگی جسکی بیٹی بنے گی اُسکی بیٹی ہوگی غرض پہلے رشتوں کا کوئی اعتبار اور لحاظ نہ ہوگا -

مولنا صاحب آپنے اس مرتبہ پھر الزامی طور پر قرآن مجید سے تناسخ ثابت کرنا چاہا ہے حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ آپکا ضمیر بھی آپکی اس بات سے شرمندہ ہوگا - اور تعجب یہ ہے کہ آپ مسخ اور نسخ میں فرق بھی تسلیم کر رہے ہیں مگر پھر بھی مسخ کی آیت سے تناسخ ثابت فرما رہے ہیں اور اسکی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر تماسخ ہوا ہوتا تو بندر بھی دیو ہیکل کے وزن کے ہونے چاہئے تھے - بہت خوب! —— کاش آپ اُردو ہی کی کوئی تفسیر ملاحظہ فرمانے تو آپکو معلوم ہو جاتا کہ جو قوم بندروں اور سوٗروں کی صورت میں مسخ کی گئی تھی وہ اسی وقت ہلاک ہو گئی تھی نہ یہ کہ آجتک موجود ہے بہرحال آج جو بندر آپ دیکھتے ہیں وہ اُن میں کے نہیں ہیں یہ ایک مستقل نسل ہے جو پہلے سے موجود تھی - اسی طرح اس مرتبہ جو آیت آپنے پیش کی ہے اُسکے مطلب میں بھی پورا کمال دکھلایا ہے - آیت میں "جلود" کا لفظ ہے جو جلد کی جمع ہے اور جلد کھال کو کہتے ہیں اور آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ دوزخیوں کی کھال جب جل جائیگی تو اسکے بعد دوسری کھال آجائیگی اور پھر وہ جلیگی اور پھر اور کھال آجائیگی جسطرح یہاں بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی سبب سے کھال جل جاتی ہے تو اس کے بعد از سر نو کھال آجاتی ہے ایسا ہی بار بار وہاں ہوگا - بہرحال آیت میں کھال جلنے اور اُسکی جگہ نئی کھال آنے کا ذکر ہے، مگر آپ نے اسکا مطلب بیان فرمایا کہ "اُن کے جسم جل جائیں گے تو اُن کو اور جسم مل جائیں گے" کاش کوئی سماجی دوست اتنی عربی جانتے کہ آپکی اس عربی دانی کی داد دیسکتے - (باقی دارد)

مسلمان اور سائنس

از جناب مولوی ذکاء اللہ خانصاحب خانبہادر ریٹائرڈ کلکٹر مقیم حال بریلی

کچھ عرصہ ہوا میں نے بعنوان بالا ایک مضمون لکھا تھا جو رسالہ کی صورت میں بھی شائع ہو گیا ہے۔ اس مضمون میں یہ ثابت کرنیکی کوشش کیگئی تھی کہ سائنس کی تعلیم و تعلم کیطرف سے بے توجہی کے باعث مسلمانوں کو اور اسلام کو بعید نقصان پہنچا ہے اور اب بھی پہنچ رہا ہے اور آئندہ بھی پہنچنے کا سخت خطرہ ہے۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کے زوال کے جہاں اور وجوہ ہیں اُن میں ایک بڑی وجہ اُنکی سائنس سے ناواقفیت بھی ہے۔ اسی مضمون کو راقم الحروف نے متعدد علماء کرام کی خدمت میں اُن کی اظہار رائے کیلئے روانہ کیا تھا جنمیں سے چند بزرگوں نے اپنی رائے سے مطلع فرما کر راقم الحروف کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ جنمیں سے دو بزرگوں کی رائیں یہاں ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مہتمم مدرسہ امینیہ و صدر جمعیۃ علماء ہند اپنے مکرمت نامہ مرقومہ ۱۴ ۱۱ ۵۴ میں حسب ذیل رائے کا اظہار فرماتے ہیں۔

جناب مکرم! بعد سلام مسنون رسالہ "مسلمان اور سائنس" میں نے دیکھا اُسکی تفاصیل پر رداً و قبولاً بحث کرنا تطویل غیر اہم میں داخل ہے۔ اجمالاً اسقدر عرض کر سکتا ہوں کہ سائنس سے کام لینے کو شریعت مقدسہ نے منع نہیں فرمایا۔ اور جہاں تک مادیات میں تصرف کرکے اُنکو مفید اور کار آمد بنانیکا تعلق ہے اسمیں ممانعت کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔ دُنیوی مفاد کے لحاظ سے مسلمان اگر دوسری قوموں کے دوش بدوش چلنا چاہیں تو اُن کے لئے سائنس کی ایجادات کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے اسمیں دو رائیں نہیں ہوسکتیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔

(۲) جناب مولانا میرک شاہ صاحب مدرس مدرسۂ اشاعت العلوم سرائے خام بریلی کی تحریر حسب ذیل ہے۔

جناب محترم السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مجھے ایک رسالہ آپ کا بعنوان "مسلمان اور سائنس" پڑھکر مسرت حاصل ہوئی۔ میں آپکی اس فرمائش کو اس وقت پورا نہیں کرنا چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کے متعلق فتویٰ یا رسالہ لکھدوں کیونکہ میرے خیال میں یہ سوال بدون رسالہ یا فتویٰ کے بھی حل ہو سکتا ہے۔ یا

کم سے کم اس وقت رسالہ یا فتویٰ قبل از وقت ہوگا۔ اسلئے کہ بہت سے فارغ التحصیل عربی خواں ہیں جن کو میں اس وقت سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بہم کرسکتا ہوں، لیکن افسوس تو اس امر کا ہے کہ بجز انگریزی مدارس کے اسکی تحصیل ناممکن ہے اور وہاں انگریزی زبان کی واقفیت کے علاوہ مصارف کی بھی اسقدر ضرورت ہے کہ عربی طلبہ کی برداشت سے باہر ہے۔ مصر میں یا حیدرآباد میں بھی درحقیقت اس مسئلہ میں ابھی تک کچھ نہیں کیا گیا ہے۔ حیدرآباد کی کوتاہی پر مجھے سخت افسوس ہے۔ میں نے خود غرضنک اس علم کی تفتیش کی مگر کوئی سامان نہ ملا۔ بالآخر...... بیروت کی ایک کتاب ملی جسکو بلا آلات کے پڑھا اور اصول معلوم کئے۔ ریاضی کی ایک کتاب مصر میں ایک دفعہ چھپکر ناپید ہوگئی۔ اس کے لئے مصر لکھا گیا جواب نفی میں ملا۔ اسلئے میری رائے یہ ہے کہ اگر آپ علمی کام کرنا چاہتے ہیں تو ایک عربی مدرسہ کی بنیاد ڈالدی جائے جسمیں موجودہ عربی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو لیا جائے اور اُنکو چھ ماہ تک صرف انگریزی لغت سکھائی جائے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان ہی چھ مہینے میں اُردو میں ترجمہ شدہ سائنس کے رسالجات پڑھا دیئے جاویں چھ ماہ کے بعد جسقدر عربی میں یا انگریزی میں کتب تصنیف ہوئی ہیں اُنکو وہ پڑھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ کوشش کیجائے کہ یورپین زبانوں سے اسی طرح حکمت جدیدہ کو مشرقی زبانوں میں منتقل کیا جائے جسطرح خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں یونانی سے فلسفہ کو منتقل کیا گیا تھا۔ آپ ہیں دساد میں سے ہیں اگر آپ اپنے ابنائے جنس سے ملکر یہ سازوسامان بہم فرماسکتے ہیں تو میں بھی انشاءاللہ ہر عملی خدمت کیلئے آپ کا ساتھ دونگا۔ ورنہ محض فتویٰ یا رسالہ، یا اسی قسم کا کوئی پروپیگنڈا اس معاملہ میں میرے نزدیک بالکل غیر ضروری ہے، سائنس کو اگر کوئی حرام کہتا ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ تسخیر عناصر حرام ہے یا ضروریات زندگی کو سائنٹفک طریقوں سے بنانا یا اسکا سیکھنا حرام ہے وہ ان عقائد کو حرام کہتے ہیں جو جاہل سائنسدانوں میں اسلئے پیدا ہوتے ہیں کہ وہ سائنس کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے۔ میں نے بدعقیدہ سائنسدانوں سے مکالمہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اتنا بھی سائنس کے اصول کو نہیں سمجھتے ہیں جتنا کہ میں نے اُسے سرسری مطالعہ سے معلوم کیا ہے۔ البتہ تجارب اُن کے زیادہ ہوتے ہیں، میرے خیال میں جس شخص کی اسلامی تعلیم بھی کامل ہو اور سائنس بھی کامل ہو اُسکے عقائد اسلامی میں کبھی تزلزل پیدا ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ بہت سے سائنس کے مسائل

اسلام کے اصول کو منواتے ہیں اسلئے میرے نزدیک سائنس پڑھنے کے اہل صرف وہ لوگ ہیں جن کی اسلامی تعلیم باقاعدہ طور پر مکمل ہو چکی ہو۔ جسکا واحد طریقہ وہی ہے جو اوپر میں نے عرض کیا ہے اگر اسمیں مفید مشورہ فرمانا چاہیں تو میں اسمیں ہر وقت شرکت کیلئے تیار ہوں۔ بگر میں کام کو پسند کرتا ہوں، محض پروپیگنڈا نہیں فقط والسلام

عبدہٗ مبرک شاہ عفا اللہ عنہ وعافاہ جامع اشاعت العلوم سر اخام بریلی

اس امر کا افسوس ہے کہ علماء کرام میں سے اکثر بزرگوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یا اگر جواب دیا تو اظہار رائے سے اجتناب فرمایا۔ تاہم اس بات کی خوشی ہے کہ جن بزرگوں نے اظہار رائے فرمایا اُنہوں نے زوردار الفاظ میں میرے معروضات کی تائید کی۔ یہ امر بھی خاص طور پر اطمینان دلانے والا ہے کہ کسی بزرگ نے مخالفت میں قلم نہیں اٹھایا۔

میں نے اپنا رسالہ "مسلمان اور سائنس" مدیر الفرقان کی خدمت میں بھی واسطے اشاعت اور تنقید کے روانہ کیا تھا۔ مدیر الفرقان میرے مضمون کو اپنے رسالہ میں شائع نہ کرسکے۔ مگر صاحب موصوف نے اُسپر تبصرہ اپنے ماہ رجب المرجب کے پرچہ میں شائع کیا ہے۔ اس تبصرہ میں فاضل مدیر نے اگرچہ بعض جزئی باتوں میں مجھ سے اختلاف کیا ہے۔ تاہم فی الجملہ میری تائید فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ "بہرحال سائنس بحیثیت اس کے کہ وہ ایک علم ہے اور اس کے ذریعہ سے مظاہر قدرت کے متعلق جدید اکتشافات بقدر طاقت بشریہ حاصل کئے جاتے ہیں۔ اسکے سیکھنے سے کسی کو بھی اختلاف نہ ہوگا" جبکہ میرے مضمون کی مختلف جوانب سے تائید ہوئی اور کسی جانب سے بحمد اللہ اسکی مخالفت میں صدا بلند نہیں ہوئی تو ایک مضمون نگار کی حیثیت سے مجھ کو اپنے دل میں بہت خوش ہو کر ساکن و صامت ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر میرا مقصد اس مضمون کی تحریر و اشاعت سے اپنے لئے ذاتی خوشی یا اطمینان کا حصول نہیں تھا۔ بلکہ مقصد صرف یہ تھا کہ اگر سائنس کی عدم واقفیت کی وجہ سے مسلمانوں کو من حیث القوم نقصان پہنچا ہے اور اب بھی پہنچ رہا ہے تو تلافی مافات کے طور پر علماء کی طرف سے اور نیز عام مسلمانوں کی طرف سے کوئی عملی کارروائی کیجائے تاکہ آئندہ کیلئے مسلمان اس نقصان سے محفوظ رہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد اب تک بالکل حاصل نہیں ہوا۔

میں نے رسالہ "مسلمان اور سائنس" میں اسباب کی تاریخی شہادت پیش کی ہے کہ مسلمانوں کی سائنس سے عدم واقفیت منجملہ دیگر وجوہ کے ایک بڑی وجہ اُن کے قومی زوال کی ہے۔ مثال میں میں نے دخانی جہاز کی ایجاد

کو پیش کیا تھا جس ایجاد نے اہل یوروپ کو عربوں اور مسلمانوں پر فنِ جہازرانی میں ایسا تفوق دیا کہ عربوں کی جو تجارت ہندوستان اور مشرقِ اقصیٰ سے تھی وہ سب چھن کر اہل یوروپ کے ہاتھ میں چلی گئی۔ علامہ مولانا سید سلیمان ندوی نے چار خطبے عربوں کی جہازرانی پر ۱۹۳۱ء میں بمبئی میں دیئے تھے وہ خطبے اب کتاب کی صورت میں "عربوں کی جہازرانی" کے نام سے مطبع معارف اعظم گڈھ سے طبع ہو کر شائع ہو گئے ہیں۔ (اس کتاب میں بڑی گرانبہا معلومات عربوں کی جہازرانی کے متعلق جمع کی گئی ہیں۔) جب میں نے اپنا مضمون لکھا تھا اُس وقت مولانا کے یہ خطبات میرے پیش نظر نہیں تھے۔ مگر مجھ کو نہایت خوشی ہے کہ مولانا نے جو واقعات عربوں کی جہازرانی کے متعلق لکھے ہیں۔ اُن سے میرے معروضات کی پوری تائید ہوتی ہے۔ مولانا کی کتاب کے مطالعہ سے ناظرین کرام کو معلوم ہوگا کہ قرونِ وسطیٰ میں نہ صرف ہندوستان، جزائرِ ہند اور چین کی جملہ تجارت اہل عرب کے ہاتھ میں تھی۔ بلکہ بحر روم اور اُسکی تجارت کے بڑے حصہ پر بھی صدیوں تک اہل عرب اور عرب جہازرانوں کا ہی قبضہ رہا۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ پر مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

"عربوں کی بحری ترقی کا خاتمہ دسویں صدی ہجری میں ہو جاتا ہے ....

اب تک خلیج فارس، مصر، عرب، حبش، افریقہ، ہندوستان، چین اور جزائر ہند کی بحری تجارت پر تنہا عرب جہازراں حکومت کر رہے تھے۔ دفعتہً ان نووارد جہازرانوں کے آنے سے (نووارد جہازرانوں سے مولانا کی مراد، پرتگالی۔ ہالینڈی، (ڈچ) فرانسیسی اور انگریزی جہازراں ہیں۔) عربوں کے ہزار سالہ نظام بحری کے شیرازے بکھرنے لگے۔ خصوصاً پرتگالیوں نے اس ظلم وسفاکی کے ساتھ عرب ساحلوں اور جہازوں کو برباد شروع کیا کہ چند ہی سال کے بعد عرب ایک ایک ساحل اور جزیرے سے بیدخل ہونے لگے"

یورپین جہازرانوں کو جو یہ تفوق عرب جہازرانوں پر حاصل ہوا وہ محض اس وجہ سے کہ وہ خود اور اُن کے جہازات عربوں اور اُن کے جہازات کے مقابلہ میں یوروپین اقوام کی سائنسدانی کی وجہ سے بہتر مسلم ہوتے تھے اس کے علاوہ اگر مزید تاریخی شہادت کی ضرورت ہو تو وہ ہر جگہ چپ و راست اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی اور وافی ملسکتی ہے کہ یوروپ اور امریکہ کا عروج اور ایشیا اور افریقہ کا زوال بڑی حد تک اول الذکر ممالک کی

کی سائنسدانی اور سائنسدانی کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبہ میں نئے نئے اختراعات اور نئی نئی ایجادات کی وجہ سے ہے۔ اور ایشیا اور افریقہ کا زوال انہیں چیزوں سے عدم واقفیت کی وجہ سے ایشیاء کے صرف ایک ملک جاپان نے سائنٹفک معلومات میں پچھلی نصف صدی کے اندر یورپ اور امریکہ کی ترقی* سے ترقی یافتہ ملک کا برابری کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے۔ لہٰذا اس کلیہ سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سائنسدانی آجکل بڑی حد تک قوموں کی ترقی اور تنزل کا باعث ہوتی ہے۔ اسلئے تاریخی حیثیت سے ہم کو یہ جانچنا ہے کہ آیا سائنس کی واقفیت یا عدم واقفیت ایک بڑی حد تک ہمارے تنزل کا باعث ہوئی ہے یا نہیں اور اس وقت جو ہم زندگی کی کشمکش میں اقوام عالم سے پیچھے ہیں اسمیں ہماری سائنس سے عدم واقفیت کو کچھ دخل ہے یا نہیں۔

جو علماء کرام میرے معروضات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں وہ خود ضروری غور و خوض کے بعد تاریخی حیثیت سے ان سوالوں کا جواب دیں۔ اور اگر وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچیں جسپر میں پہنچا ہوں تو علماء کیلئے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ محض سائنس کی تعلیم کے جواز کا فتویٰ دیکر خاموش ہو جاویں۔ بلکہ اُنپر فرض ہے کہ ہر امکانی کوشش سے مسلمانوں میں سائنس کی تعلیم کی ترویج کریں۔ اور اگر پچھلے عرصہ میں علماء کے رویہ[1] کی وجہ سے مسلمانوں میں سائنس کی تعلیم کیطرف سے اجتناب پیدا ہوا ہے جب تو علماء پر اور بھی فرض ہے کہ تلافیٔ مافات کرنے کی کوشش کریں اور تحریر اور تقریر کے ذریعہ سے مسلمانوں کو جدید سائنس کے حصول کیلئے آمادہ کریں اور اُن کیلئے اُس کے حصول کے مواقع پیدا کریں۔ اس غرض کے حصول کیلئے کوئی وجہ نہیں کہ موجودہ عربی مدارس سائنس کو اپنے

---

[1] معلوم نہیں کہ علماء کے رویہ سے یہاں کیا مراد ہے؟ اگر یہ مقصد ہے کہ علماء نے سائنس کی تحصیل کو ناجائز کہا تو ہمکو کسی ایسے مشہور عالم کا نام معلوم نہیں جس نے نفس تعلیم سائنس کو ناجائز کہا ہو اور نہ اُسکی کوئی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ کسی عالم شریعت نے اُن مفاسد کی مذمت کی ہو جو طلبہ سائنس میں اسباب معلوم کی وجہ سے پھیل رہے ہیں دبیتہما بون بعید۔ اور اگر فاضل مضمون نگار کا مقصد اس سے یہ ہے کہ سائنس کیطرف سے علماء کی بے توجہی کے باعث مسلمانوں میں سائنس سے اجتناب پیدا ہوا تو قابل غور ہے اور پھر اسمیں سائنس کی ہی کیا خصوصیت ہے علماء نے تو کبھی صنعت و حرفت اور فن تجارت کیطرف بھی کوئی خاص توجہ نہیں فرمائی تو کیا مسلمانوں کی صنعتی اور تجارتی کمزوری کے مجرم بھی غریب علماء ہی ہیں۔؟ علاوہ ازیں مسلمانوں بالخصوص اُن تعلیمیافتہ مسلمانوں کو جو سائنس کی طرف توجہ کر سکتے تھے جیسی حُسن اعتقادی علماء کے ساتھ ہے وہ معلوم ہے ۱۲ مدیر

نصاب کا جزو لاینفک نہ قرار دیں - اگر ہر عربی مدرسہ اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا تو کم از کم ایسے عربی مدارس جیسے کہ دار العلوم دیوبند اور دار العلوم ندوہ جدید سائنس کو اپنے نصاب میں داخل کر کے سائنس کی تعلیم کے اجراء کی ابتداء ضرور کر سکتے ہیں -

فاضل مدیر الفرقان نے جو تبصرہ میرے رسالہ "مسلمان اور سائنس" پر اپنی اشاعت ماہ رجب میں تحریر فرمایا ہے اُسمیں صاحبِ موصوف تحریر فرماتے ہیں - "ہمارے نزدیک سائنس کی صرف تحصیل و تعلم کے جواز میں کسی کو کلام نہ ہوگا"[1] اور یہ بھی خیال ہمارے نزدیک درست نہیں کہ سائنس کا محض سیکھنا انسان کو ملحد بنا دیتا ہے بلکہ الحاد اور دینی بے قیدی درحقیقت اُس ماحول اور سوسائٹی کے اثرات ہیں جنمیں عام طور پر طالبینِ علومِ مغربیہ کو مبتلا ہونا پڑتا ہے"۔ لہٰذا عربی مدارس میں سائنس کی تعلیم کے اجراء سے فاضل مدیر الفرقان اور اُن کے ہم خیال علماء کو جو خطرہ ان مُضر اثرات ماحول اور سوسائٹی کے پیدا ہوتا ہے وہ بھی جاتا رہیگا جن بزرگوں کو باوجود اقرار جواز تعلیم و تعلم سائنس عربی مدارس میں سائنس کی تعلیم کا اجراء پسند نہیں ہوگا - وہ غالباً فرما دیں گے کہ ہم تقسیم عمل کے اصول پر عمل پیرا ہیں - اسلئے عربی مدارس کو ہم نے صرف دینیات کے لئے مخصوص کر لیا ہے - سائنس کی تعلیم کیلئے بہت سی ادارے جو محض دنیاوی تعلیم دیتے ہیں کھُلے ہوئے ہیں، یہ کیا ضرور ہے کہ عربی مدارس میں ہی سائنس کو داخل کیا جائے - اس کا جواب اوّل تو یہ ہے کہ ان بزرگوں کا یہ عذر کہ ہم تقسیم عمل کے اصول پر صرف دینیات کی تعلیم ہی عربی مدارس میں ضروری خیال کرتے ہیں - اُس وقت قابل پذیرائی ہوتا جب علماء نے اُن دیگر اداروں کے منتظمین کے ساتھ مِلکر واقعی آپسمیں تقسیم عمل کیا ہوتا اور وہ سب دیگر تعلیمی ادارے عُلماء کی طرف سے سارٹیفکٹ مقبولیت حاصل کئے ہوئے ہوتے - ثانیاً یہ کہ کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے عُلماء اور عربی مدارس کے تعلیم یافتہ حضرات جدید سائنس اور جملہ علوم حاضرہ سے بالکل نابلد رکھے جاویں -

کیا مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں اسلامی مدارس کے طلبہ سوائے دینیات کے جملہ علوم متداولہ مروجہ سے محروم رکھے جاتے تھے ؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہمارے اسلاف نے یونان کی اس وقت کی تمام علمی معلومات کو عربی میں ترجمہ کر کے موجودہ علم کلام کی بنیاد ڈالی - کیا ہمارے زمانے کے علماء بغیر اس کے کہ اُن کو موجودہ سائنس

[1] خط کشیدہ عبارت کا تعلق اُن لوگوں سے ہے جو از راہ ناواقفی و غلط فہمی سرے سے سائنس کی تعلیم و تعلم کی ہی مخالفت کرنے لگتے ہیں ۱۲

اور فلسفہ سے کچھ بھی واقفیت ہو کسی ایسے علم کلام کی بنیاد ڈال سکتے ہیں جس کے ذریعہ سے آجکل کے فلسفیوں اور سائنس والوں کے اعتراضات کا اسلام کی طرف سے جواب دیا جاسکے۔ بہر حال جبکہ سائنس کی تعلیم جائز اور مفید ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ عربی مدارس کے تعلیمی نصاب کا جزو نہ بنے۔ عربی مدارس میں سائنس کی تعلیم کے اجراء سے علاوہ دیگر مفاد کے خاص فائدہ یہ ہوگا کہ سائنس کی تعلیم کیطرف سے جو دینی خدشہ مسلمانوں کے دلوں میں راسخ ہو گیا ہے وہ دور ہو جائیگا۔ اور عام مسلمانوں پر آزادی کے ساتھ علمی تحقیقات کا دروازہ کھل جاویگا۔

فاضل مدیر الفرقان نے اپنے تبصرہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے " لیکن یہ خیال بھی ہمارے نزدیک صحیح نہیں کہ صرف سائنس کا علم حاصل کرنے سے مسلمان دُنیا کی دوسری ترقی یافتہ اقوام کے دوش بدوش چل سکے گا"[۱]

سائنس کی تعلیم مسلمانوں کی راہ سے موانع ترقی میں سے ایک بڑا مانع ترقی دور کر دیگی اور انمیں آزادانہ علمی تحقیقات کی روح پھونکدیگی۔ اگر کوئی قوم پستی اور زوال کی حالت میں ہے تو اس کے بہی خواہان کا یہ فرض ہے کہ وہ اُس پستی کے اسباب و علل دریافت کریں۔ اور جب دریافت ہو جاویں تو اُن کے دور کرنے کی کوشش میں ایسی سعی والا تنامر من اللہ کے زریں اصول پر عمل پیرا ہوں کوئی وجہ نہیں کہ اس طریقہ پر عمل کرنے سے اگر دیگر اقوام ترقی کر سکتی ہیں تو ہم مسلمان کیوں ترقی سے محروم رہیں[۲]۔ البتہ اگر ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور اپنی موجودہ حالت کو اپنے اعمال کا ثمرہ نہ تصور کریں۔ بلکہ نعوذ باللہ بلا وجہ خداوندی عتاب کا نتیجہ خیال کریں۔ تب البتہ ہم کوئی قدم قومی ترقی کیطرف نہیں اُٹھا سکتے۔ آگے چل کر فاضل مدیر الفرقان اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں۔ " درحقیقت جبتک مسلمان غلام اور اُسکی ذہنیت غلامانہ ہے وہ دُنیا کے میدان سابقت میں صرف ان جدید انکشافات کی علمی سیر سے دوسری آزاد اور خود مختار قوموں کا مقابلہ نہیں کر سکتا"

اگر فاضل مدیر کا یہ نظریہ صحیح ہے کہ مسلمان غلام ہیں اور اُن کی ذہنیت غلامانہ ہے[۳] تو فاضل مدیر پر لازم تھا

---

[۱] دوسری چیزوں کی طرح سائنس کے بارہ میں بھی افراط تفریط ہو رہی ہے۔ بعض لوگ اتفاقی یہ سمجھتے ہیں کہ آدمی سائنس پڑھ کر ملحد ہو جاتا ہے ہم اس رائے سے اختلاف ظاہر کر چکے ہیں۔ ایسے ہی بعض حامیانِ سائنس کا خیال ہے کہ بس سائنس کی تحصیل ہی ہمارے تمام امراض کا واحد علاج ہے یہ نظریہ بھی ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور ہم نے اپنی اسی رائے کا اظہار ان خط کشیدہ الفاظ میں کیا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہم کو سائنس کی افادی حیثیت سے قطعی انکار ہے۔ نہ معلوم فاضل مضمون نگار کو کیا غلط فہمی ہوئی۔ کہ بلا وجہ انہوں نے اسپر آٹھ دس سطریں لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ ۱۲ [۲] یورپین اقوام نے صرف سائنس سے ہی [illegible] (مدیر)

کہ وہ مسلمانوں کی اس غلامانہ ذہنیت کے اسباب و وجوہ سے بحث کرتے اور اُن کے دور کرنے کی تدابیر پیش کرتے۔

الفرقان:۔ نفس مسئلہ کے متعلق علماء کرام کی رائے فاضل مضمون نگار کو معلوم ہو گئی کہ وہ سائنس کی نفس تعلیم کے مخالف نہیں بلکہ موید ہیں۔ اور اسکو مفید ہی سمجھتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم میں سائنس کو کیوں داخل نہیں کیا جاتا اُسکا کسی قدر جواب تو مولانا میرک شاہ صاحب کی تحریر میں گذر چکا ہے علاوہ اس کی یہ کہ عربی مدارس نے اپنے ذمہ صرف اُس چیز کو لیا ہے جسکا اس زمانہ میں اُن کے سوا کوئی پرسانِ حال نہیں، یعنی علوم دینیہ کا تحفظ اور اُن کی ترویج۔ اُن کے علاوہ جو دوسرے مفید علوم و فنون ہیں مثلاً سائنس صنعت و حرفت جغرافیہ ریاضی وغیرہ وغیرہ اُن کی طرف عربی مدارس میں اسلئے توجہ نہیں کی جاتی کہ اُن کی سرپرستی کیلئے دوسرے ادارے موجود ہیں۔ ورنہ پھر سائنس ہی کی کیا خصوصیت ہے عربی مدارس میں جغرافیہ اور ریاضی کا درس بھی ہونا چاہئے۔ طب یونانی اور ڈاکٹری کی تعلیم بھی ہونی چاہئے۔ صنعت و حرفت کے درجات بھی کھلنے چاہئیں باینہمہ اگر کوئی مدرسہ اس کام کو چلا سکے اور سائنس کو اپنے نصابِ تعلیم کا جزو بنائے تو ہمکو اس سے اختلاف نہ ہوگا۔ بلکہ ہماری امکانی ہمدردی اُسکے ساتھ ہوگی لیکن بظاہر حال کسی عربی درسگاہ سے اسکی توقع نہیں کیونکہ جو کام وہ کر رہی ہیں اُسی میں اُنکو آئے دن مشکلات کا سامنا رہتا ہے اسلئے عربی تعلیمیافتہ طبقہ میں سائنس کی ترویج کا طریقہ وہی بہتر اور سہل الحصول ہے جو مولانا میرک شاہ صاحب نے پیش فرمایا ہے۔ ہو سکے تو متوکلاً علی اللہ آپ اسکو شروع فرمائیں ورنہ صرف اخبارات و جرائد کے صفحات پر اس بحث کی تکرار سے کوئی خاص فائدہ متصور نہیں۔ اخیر میں ہم علماء کرام بالخصوص مدارس عربیہ کے ارباب اہتمام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ فاضل مضمون نگار کی تجویز پر غور فرمائیں (مدیر)

(بقیہ صفحہ) یہ ترقی حاصل نہیں کی بلکہ انہیں قومی نظام تھا۔ جذبۂ عمل تھا وہ آزاد فضا میں جیتے تھے ان تمام چیزوں کے ساتھ سائنس بھی اُنکی ترقی کا باعث ہوئی اب اُنکی برابری حاصل کرنے کیلئے بھی اِن تمام چیزوں کی ضرورت ہے۔ لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ تنہا سائنس بخوا اور غیر مفید ہے وہ اپنی جگہ پر مفید ہے اور بیشک مسلمانوں کو اس سے جائز فائدہ اٹھانا چاہئے ۱۲ ؎ کیا مسلمانانِ ہند کی غلامی اور اُن کی غلامانہ ذہنیت بھی کوئی قابلِ غور اور مشکوک چیز ہے ۱۲ (مدیر) ؎ وہاں جناب کے مضمون پر ریویو لکھنا مقصود تھا، مسلمانوں کی غلامی کے اسباب و وجوہ اور اُن کے ازالہ کی تدابیر موضوع بحث نہ تھا۔ اور نہ وہاں اسکی گنجائش تھی ۱۲

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۵۲۹

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

اللہ کے رستہ میں کون میری مدد کرے گا

میرا مقصد دینِ الٰہی کی اشاعت اور توحید و سنت کی حمایت وحفاظت ہے میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان حقیقی معنی میں خدائے واحد کے پرستار ہو جائیں میری تمنا ہے کہ مدنی آقا کا علم صداقت ہمیشہ سربلند رہے اُس کے دشمن نگوں سار ہوں میری آرزو ہے کہ دنیا کے سارے انسان خدا کے اس ہاشمی محبوب کے قدموں سے وابستہ ہو کر دین و دنیا کی عزت حاصل کریں جو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا محسن ہے۔ ان پاکیزہ مقاصد کی کامیابی کیلئے میری ہر قسم کی اعانت بالخصوص توسیع اشاعت کی سعی کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

الفرقان

مولوی محمد منظور نعمانی پرنٹر پبلشر نے جامع پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا!!!

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ

مُرتّبہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

الفرقان بریلی

جریدۂ ماہوار

بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

جلد ۲ — نمبر ۱۲

چندہ سالانہ: قسم اول کاغذ اعلیٰ ے — قسم دوم کاغذ رف ۱عہ

معاونین سے — صہ

ممالک غیر سے للعہ

نمونہ مفت

سالگرہ نمبر کے متعلق ضروری اعلان

الفرقان کے گذشتہ پرچہ میں سالگرہ نمبر کا اعلان نکل جانے کے بعد اچانک "گیا" کا معرکہ خیز مناظرہ پیش آگیا جسکی وجہ سے دس دن متواتر میں غیر حاضر رہا ۔ اسلئے سالگرہ نمبر اب بظاہر ۱۵ محرم سے پہلے تیار نہ ہوسکے گا ۔

یہ ادعا تو کسی طرح سزاوار نہیں کہ الفرقان کا یہ سالنامہ عصرِ حاضر کے تمام مذہبی جرائد کے خصوصی نمبروں سے فوقیت لے جائیگا ۔ لیکن ہاں میں کوشش کرونگا کہ اپنی بساط کے موافق اُسکو بہتر سے بہتر حالت میں پیش کروں
واللہ الموفق والمعین ...

الفرقان کے اس نمبر کیلئے میں نے اپنے جن بزرگوں کو مضامین لکھنے کی خاص طور پر تکلیف دی ہے اُن کی اسماء گرامی درج ذیل ہیں ۔

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی دامت فیوضہم وبرکاتہم ۔ حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مدظلہ حضرت مولٰنا اعزاز علی صاحب مدظلہ ۔ حضرت مولٰنا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند ۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیت علماء ہند دہلی ۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری ۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی ۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ۔ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی ۔ حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی جناب مولانا ابو القاسم صاحب رفیق دلاوری ۔ حضرت مولٰنا محمد میاں صاحب دیوبندی ۔ حضرت مولانا ابو المآثر حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی ۔ حضرت مولانا ابو الوفا صاحب شاہجہاں پوری ۔ وغیرہم مدظلہم العالی

ان حضرات میں سے اکثر کے مضامین موصول ہوچکے ہیں ۔ بعض حضرات نے وعدہ فرمایا ہے جو انشاء اللہ ضرور پورا ہوگا ۔ اور بعض اکابر کے جواب کا ہنوز انتظار ہے ۔ پھر ان حضرات کے مضامین کے علاوہ "گیا" کے تازہ مناظرہ کی روداد بھی انشاء اللہ اس نمبر میں شائع ہوگی ۔　　(دیدہ باید)

الفرقان کی اُن تمام خریداروں کی خدمت میں

جنکی خریداری کا حساب اس مہینے میں ختم ہو جائیگا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے کمزور بندے اور آپکے ناچیز خادم محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ کیطرف سے

صرف اللہ کیلئے مجھ سے محبت کرنے والے دوستو! اور میرے دینی بھائیو!! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپکے الفرقان نے جن حوصلہ شکن حالات میں اپنی زندگی کے یہ دو سال پورے کئے، اُن کا علم یا مجھ کو ہے یا مجھ سے زیادہ میرے رب جل جلالہ کو، مگر اس کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے اس خدمت پر لگایا اور پھر ثابت قدم بھی رکھا ع

شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو

اس ربِ کارساز کی توفیق سے یہ سال بھی بخیر وخوبی ختم ہو گیا اب محرم کا پرچہ جو انشاء اللہ تعالیٰ محرم کی پندرہ تاریخ کو دفتر سے روانہ ہوگا ۱۳۵۵ھ کا پہلا نمبر ہوگا۔ اس وقت الفرقان جن مصائب میں گھرا ہوا ہے اُن کا تقاضہ یہ ہے کہ سال نو کے آغاز سے پہلے آپ اسکی توسیعِ اشاعت کیلئے پوری جدوجہد فرمائیں اور جسقدر بھی جدید خریدار فراہم ہو سکیں کئے جائیں اور اپنے چندہ کے ساتھ اُن کا چندہ حتی الوسع محرم سے پہلے پہلے دفتر الفرقان کو بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں اور اگر زیادہ نہ ہو سکے تو کم از کم ایک ایک جدید خریدار کا اضافہ تو اپنے ذمہ ضروری قرار دے لیں اور اگر کوئی دوست ایسی جگہ ہوں جہاں اس کوشش کیلئے کوئی میدان نہ ہو تو وہ معذور ہیں لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ لہذا وہ صرف اپنا چندہ ہی بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ اور کم از کم خود الفرقان کی سرپرستی سے دستکش نہ ہوں۔ اور اگر خدانخواستہ کسی بھائی کے حالات اسی پر مجبور کریں اور وہ خریداری کا سلسلہ باقی رکھنے سے بالکل ہی معذور ہوں تو براہ کرم ۱۰ر محرم سے پہلے ایک کارڈ کے ذریعہ اپنے اس ارادہ کی اطلاع دفتر کو دیدیں۔ تاکہ ان کے نام وی پی نہ کیا جائے میں اُن کا ممنون و شکرگذار ہونگا۔ اور اگر اس نقصان کی تلافی کیلئے وہ اپنی بجائے ایک جدید خریدار اور مہیا فرما دیں تو الفرقان کی زندگی پر یہ خاص

احسان ہوگا ۔

جن حضرات کا چندہ ۱۵ محرم تک بذریعہ منی آرڈر وصول نہ ہوگا یا جو احباب خاموشی اختیار فرمائیں گے ۔ اُن کی خدمت میں **۱۵ محرم کو رسالہ وی پی کردیا جائیگا**

اگر خدانخواستہ اس مرتبہ کچھ وی پی بھی واپس آئے تو دفتر کو نقصان شدید پہنچے گا ۔ اور مجھے بہت زیادہ رنج ہوگا ۔ یقین فرمایئے کہ مجھ میں مزید نقصان برداشت کرنے کی بالکل طاقت نہیں ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ

احباب کرام مجھے زیادہ نہ ستائیں گے

بعض خریدار وہ ہیں جن کا حساب ماہ صفر سے شروع ہوا ہے اور سالِ رواں کا پہلا نمبر یعنی محرم کا پرچہ ختم ہوجانے کی وجہ سے اُن کی خدمت میں نہیں بھیجا جاسکا وہ حضرات بھی ایک پرچہ کی قیمت وضع کرکے اپنا چندہ اسی وقت روانہ فرمادیں ورنہ ۱۵ محرم تک وصول نہ ہونے کی صورت میں اُن کو بھی حساب لگاکر وی پی کردیا جائیگا ۔ اور اس سے آسان ایک شکل یہ ہے کہ وہ ایک پرچہ کی قیمت کی کوئی کتاب دفتر سے طلب فرمالیں

کچھ حضرات وہ ہیں جن سے سال گذشتہ صرف عا/ روپیہ وصول ہوئے تھے اور دفتر کی غلطی سے یا کسی پہلے معاہدہ کی بناء پر اُن کو قسم اول کا الفرقان جا رہا تھا ایسے تمام حضرات اگر آئندہ بھی قسم اول ہی جاری رکھنا چاہیں تو بذریعہ منی آرڈر قسم اول کا پورا چندہ تین روپیہ یا اگر اتنی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو رعایتی ڈھائی روپیہ روانہ فرمادیں، یا ایک کارڈ لکھکر اتنے کی وی پی کی اجازت دیں ورنہ عدم گنجائش کی وجہ سے امسال ان حضرات کو قسم اول جاری نہ کیا جاسکے گا ۔ اور کوئی جدید اطلاع نہ آنے کی صورت میں قسم دوم ہی کا وی پی ارسال کیا جائیگا ۔ واضح رہے کہ قسم دوم میں کسی رعایت کی گنجائش نہیں ہے ۔

مدِ خیر کے خریدار

خریداران الفرقان میں ایک بڑی تعداد ایسے حضرات کی ہے جن سے سال گذشتہ صرف ایک روپیہ (عہ/) لیا گیا تھا اور ایک روپیہ اُن کے حساب میں ارباب خیر کی آئی ہوئی امدادی رقوم سے داخل کیا گیا تھا ۔ اس وقت کچھ رقمیں مدِ زکوٰۃ کی دفتر میں جمع ہیں اور اتنی نہیں ہیں

کہ ان سب حضرات پر حسب سابق ایک ایک روپیہ تقسیم کیا جاسکے - لہٰذا ان میں سے جو حضرات اپنے کو زکوٰۃ کا صحیح مصرف سمجھتے ہوں وہ اگر آئندہ خریداری باقی رکھنا چاہیں تو ایک روپیہ چار آنے (عہ) بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں باقی مدزکوٰۃ سے داخل کر دئے جائیں گے اور اگر قسم اول جاری کرانا چاہیں تو ایک روپیہ بارہ آنہ (عہ) ارسال فرمائیں - اگر محرم کے آغاز سے پہلے اُن کا چندہ وصول نہ ہوا تو مجبوراً نام خارج کردیا جائیگا - اور اُن کی بجائے دوسرے نئے امیدواروں کا داخلہ کرلیا جائیگا۔

نئے اُمیدوار

مدخیر کے قدیم خریداروں کے علاوہ صرف دس نئے اُمیدواروں کیلئے ابھی گنجائش ہے جو حضرات اپنے کو اس کا مستحق سمجھتے ہوں وہ ذی الحجہ کے اندر اندر عہ (ایک روپیہ چار آنے) بذریعہ منی آرڈر بھیجکر الفرقان کے خریدار بن سکتے ہیں - زیادہ درخواستیں آنے کی صورت میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے گا - ملحوظ رہے کہ مدخیر کے خریداروں کو وی پی کسی حال میں نہیں کیا جاتا - بہرحال چندہ پیشگی آنا چاہئے ؛

سالگرہ نمبر!

زیادہ تعداد میں تیار کرایا جائیگا

مستقل خریداروں کے علاوہ جو حضرات منگوانا چاہیں وہ ۱۰/ کے ٹکٹ بھیجکر قسم اول اور ۷/ کے ٹکٹ بھیجکر قسم دوم منگوا سکیں گے

صفحات کی تعداد

انشاء اللہ تقریباً دو سو (۲۰۰) ہوگی

باسمہٖ سبحانہٗ حمداً و سلاماً

نِگاہِ اوّلین

خاتمہ جلد دوم

الحمد للہ رب العالمین حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین خاتم النبیین وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ الطیبین وسائر عباد اللہ الصالحین ط

الفرقان کا زیرِ نظر نمبر اُسکی دوسری جلد کا آخری نمبر ہے اور آج مجھے اس سفر میں نکلے پورے دو برس ہو گئے، خدا کا شکر ہے کہ دعوتِ توحید اور احیاء سنت کی جس خدمت کا میں نے اپنے رب کریم سے عہد کیا تھا اپنی استطاعت کے موافق آج تک اُس پر قائم ہوں۔

فالحمد للہ الذی ہدٰنا لہٰذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ

درحقیقت یہ اہم کام کسی بڑے ادارے کے کرنے کا تھا۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ ہمارے ادارے اس چیز کی طرف سے بے پرواہ ہیں تو باوجود اپنی بے بضاعتی اور ناتوانی کے میں نے تن تنہا متوکلاً علی اللہ کمر ہمت باندھی اور بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا کہکر اس راستہ پر گامزن ہو گیا، امر بالمعروف اور دعوت حق کے اس دو سالہ سفر میں جن نامساعد حوادث اور موانع و مصائب کا مجھے مقابلہ کرنا پڑا وہ یقیناً ایسے تھے کہ اگر توفیق خداوندی دستگیری نہ کرتی تو مجھ جیسا کمزور انسان دو چار ماہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکتا تھا۔ ارادہ تھا کہ اس جلد کے خاتمہ پر ان تمام حالات کی تفصیل لکھکر احباب کو بھی شرکت غم کی دعوت دونگا۔ مگر اب سوچتا ہوں کہ اگر اس طویل سلسلہ کی تفصیل کر دی تو رسالہ کا اکثر حصہ اسی کی نذر ہو جائیگا۔ اور پھر بھی بہت سی چیزیں رہجائیں گی اسلئے حزن و غم کے اس دفتر کو میں آج بھی لپیٹنا ہی مناسب سمجھتا ہوں، کاش میں اپنے سے دور رہنے والے احباب کو دعوت دیسکتا کہ وہ کبھی میرے عزلت کدہ کی طرف ایک مرتبہ قدم رنجہ فرمائیں اور دو چار روز یہاں رہ کر دیکھیں کہ یہ کام جو بظاہر ایک معمولی کام معلوم ہوتا ہے کن حوصلہ شکن مشکلات اور زہرہ گداز پریشانیوں میں ہو رہا ہے۔

ایکطرف اغیار کی یورش ہے، پے درپے قتل کی دھمکیاں ہیں۔ راستوں اور بازاروں میں ادنیٰ اشتہا پھبتیاں ہیں، دوسری طرف کام کی کثرت اور اس کے انتشار نے دل و دماغ کو یکسوئی سے محروم کر رکھا ہے

پھر کام بھی زیادہ تر وہ جس سے کہ طبیعت کو کوئی مناسبت نہیں، اگر عام مدیرانِ جرائد کی طرح صرف مضامین ہی لکھنے کا بار مجھ پر ہوتا تو مضائقہ نہ تھا۔ مگر آپ کو کیا بتاؤں کہ اس الفرقان کے طفیل میں کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ دفتر کی، روزمرہ کی ڈاک کا خود ہی جواب لکھنا جسکا تقریباً اوسط دس خطوں سے کم نہیں، خود ہی خریداروں کے نام درج رجسٹر کرنا اور اُن کے حسابات کا صاف رکھنا، پھر روانگی کے وقت خود رسالوں پر پتہ لکھنا، پھر خود ہی رجسٹر خریداران سے اُن کی تطبیق کر کے اپنی نگرانی میں ڈاکخانہ روانہ کرانا۔ بہر حال جو کام ایک منشی اور محرر کے کرنے کا تھا۔ وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر دوستوں کے اصرار سے کبھی دو چار روز کیلئے کہیں سفر میں چلا گیا تو پھر تو کام کا ایسا انبار لگ جاتا ہے جس کو ہفتوں کی شبانہ روز کی مصروفیت بھی آسانی سے ختم نہیں کر سکتی، اسی کثرتِ کار کا نتیجہ یہ ہے کہ دن رات کا اکثر حصہ بیٹھے بیٹھے گذر جاتا ہے۔ جسکی وجہ سے میری دماغی اور جسمانی صحت روز بروز انحطاط پذیر ہوتی جا رہی ہے۔ نیز کتب بینی جو میری اصلی غذا ہے کبھی ہفتوں نصیب نہیں ہوتی، پھر اس بےحساب مصروفیت کے باعث نہ مضامین خاطر خواہ تیار ہو سکتے ہیں اور نہ بر وقت ورنہ اگر میں کسی طرح ان گرفتاریوں سے نجات پا جاؤں تو انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ اس سے بہتر حالت میں اور اپنے وقت پر ناظرین کی خدمت میں حاضر کر سکتا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہے کہ الفرقان کی آمدنی ابھی تک اتنی نہیں ہو سکی کہ اس کا اپنا خرچ بھی پورا ہو سکے اور بس خدا ہی جانتا ہے کہ کسطرح اس کام کو استقلال سے چلایا جا رہا ہے۔ مجھے بار بار اس دردناک داستان کے سنانے سے شرم آتی ہے۔ مگر مجبوراً زبانِ قلم سے کچھ نکل ہی جاتا ہے۔

کاش میرا خدا مجھے توفیق دیتا اور میں الفرقان کے تمام مصارف خود ہی برداشت کر لیا کرتا اور ناظرین کی خدمت میں وہ بالکل مفت جایا کرتا اور وہ صرف ایک نظر دیکھ کر اور اس سے کام لیکر مجھے ممنون فرمایا کرتے۔ مگر مجبور ہوں کہ الفرقان ہر مہینے ایک کافی رقم چاہتا ہے اور میں کسی خزانہ کا مالک نہیں اگر صرف اپنے ہی کرنے کا کام ہوتا تو انشاء اللہ ہر گز دریغ نہ کرتا۔ مگر کیا کروں اس کیلئے کاغذ کی ضرورت ہوتی ہے جو روپیہ دیکر خریدا جاتا ہے۔ چھپائی پر بھی کافی روپیہ صرف ہوتا ہے۔ کاتب صاحب کو بھی معقول تنخواہ دی جاتی ہے۔ اور چونکہ دہلی چھپتا ہے اسلئے دہلی سے بریلی تک کا محصول بھی دینا پڑتا ہے۔ دفتر کا کرایہ بھی دیا جاتا ہے۔

ایک چپراسی کو بھی تنخواہ دیجاتی ہے۔ ڈاک کا بھی خاصہ خرچ ہے۔ یہ اخراجات بھی الفرقان کی آمدنی سے پورے نہیں ہوتے۔ اپنے اندر اتنی استطاعت نہیں کہ بحالتِ موجودہ جو نقصان ہو رہا ہے۔ اس کو برداشت کرتے ہوئے ایک محرر کی تنخواہ کے بار کا اور تحمل کیا جا سکے۔ میں نے بارہا عرض کیا کہ اگر تمام ناظرین الفرقان کیلئے صرف ایک ایک جدید خریدار بھی مہیا کر دیں تو ان تمام مشکلات کا حل ہو سکتا ہے۔ لیکن بجز چند مخلص دوستوں کے کسی نے توجہ نہیں فرمائی۔ اب بھی اگر ایسا ہو جائے تو ان تمام مصائب کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور ایک محرر کی تنخواہ آسانی سے نکل سکتی ہے۔ کیا میں امید کروں کہ الفرقان کے قدردان ناظرین اس موقع پر جدید خریداروں کیلئے سعی فرما کر میری مشکلات کو ہلکا کرنے کی کوشش کریں گے؟ اگر ایسا ہو گیا تو انشاء اللہ آئندہ رسالہ کی اشاعت میں وقت کی پابندی کی جا سکے گی، اور میں مضامین کی تیاری اور ترتیب پر زیادہ وقت صرف کر کے اُسکو بہتر بنانے کی کوشش کر سکوں گا۔ بہرحال بظاہر اسباب اب الفرقان کا مستقبل اس کے ناظرین کے ہمدردانہ مساعی سے وابستہ ہے۔ خداوند مقلب القلوب سے دعا ہے کہ وہ میرے لئے اور الفرقان کیلئے اُن کے دلوں میں بے چین کر دینے والی ہمدردی پیدا کر دے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ

سالِ آئندہ کے مسلسل مضامین

جو مضمون اس وقت قسطوار شایع ہو رہے ہیں مثلاً بوارق الغیب اور "دُنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا"، وغیرہ وغیرہ یہ انشاء اللہ آئندہ بھی بدستور شایع ہوتے رہیں گے۔ تاریخ میلاد کی اشاعت کسی خاص عارضہ کی وجہ سے معرض التواء میں آگئی تھی، آئندہ نمبر سے انشاء اللہ پھر وہ سلسلہ شروع ہو جائیگا جسقدر حصہ اس کا اس وقت تک شایع ہو چکا ہے اُس سے زیادہ ابھی باقی ہے۔

جناب مولانا غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی کا ایک رسالہ "نذر و نیاز"، بھی اشاعت کیلئے آیا ہوا ہے خدا نے چاہا تو محرم ہی سے اُسکی اشاعت بھی شروع ہو جائے گی۔ اس میں مسئلہ نذر غیر اللہ اور نیاز بزرگانِ دین کی کافی شافی تحقیق ہے۔

نیز مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے مایۂ ناز رسالہ "کشف الحجاب عن مسایل ایصال الثواب" کا جواب بھی انشاء اللہ عنقریب شائع ہوگا۔ جو حضرات خریداری کا ارادہ رکھتے ہوں وہ جلد توجہ فرمائیں ایسا نہ ہو کہ ابتدائی نمبر ختم ہو جائے اور پھر اُن کو کسی سلسلہ کے نامکمل رہنے کا افسوس کرنا پڑے۔

اُمیدوں کا خون

کیوں دوستو کیا الفرقان اسی کا مستحق ہے؟

ناظرین کو معلوم ہے کہ الفرقان کے خریداروں میں بعض حضرات وہ تھے جنکی مدتِ خریداری جمادی الاولیٰ یا جمادی الاُخریٰ یا رجب پر ختم ہو چکی تھی۔ تھوڑی سی تعداد ایسے حضرات کی بھی تھی جن کی خریداری شعبان یا رمضان پر ختم ہوئی، پہلے ان حضرات کو یاد دہانی کی گئی کہ آپ کا حساب ختم ہو گیا۔ آئندہ کیلئے اپنا چندہ بھیجکر ممنون فرمایئے مگر انہوں نے کوئی توجہ نہیں فرمائی اور خریداری سے انکار بھی نہیں فرمایا، پھر رمضان و شعبان کے پرچہ میں اُن کو اطلاع دی گئی کہ اگر شوال تک آپ حضرات کا چندہ وصول نہ ہوگا تو مجبوراً وی پی کر دیا جائے گا۔ اس پر بھی وہ خاموش رہے اور کسی ایک صاحب نے بھی نہ لکھا کہ ہم کو وی پی نہ کیا جائے بہر حال جب کسی صاحب نے بھی انکار نہیں فرمایا تو شوال کا پرچہ اُنکی خدمت میں وی پی کر دیا گیا جن میں سے اکثر حضرات کے وی پی واپس آئے۔ کاش یہ حضرات الفرقان کی حالت پر رحم فرما کر پہلے ہی اطلاع دیدیتے اب ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ نمبر بھیجا جائے گا۔ اگر وہ الفرقان کی حالت پر ترس کھائیں اور اس نقصان کی تلافی کرنا چاہیں تو اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما دیں ورنہ کم از کم جو پرچے اُن کے پاس زائد پہنچ چکے ہیں اُن کی قیمت ہی وہ دفتر کو ارسال کر دیں۔ اگر مزید کرم کریں تو ۳ محصول وی پی بھی۔ جو حضرات اپنا چندہ بھیجیں گے اُن کو شوال و ذیقعدہ کا نمبر بھیجکر فائل مکمل کر دیا جائیگا۔

مکہ اور مدینے کے مسافر

زہے سعادتِ آں بندۂ کہ کرد نزول گہے بہ بیتِ خدا و گہے بہ بیتِ رسول

۱۳۵۴ھ کے آخری مہینے ذی الحجہ کا چاند دیکھ گیا۔ اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہنے والی خوش نصیب روحیں خدا کی مہمان ہو چکیں اور اُنہوں نے خدا کے مقدس شہر میں جا کر رختِ سفر کھول دیا۔ کچھ ابھی اونٹوں اور جہازوں پر اور کچھ پا پیادہ دوڑے چلے آ رہے ہیں جو امروز فردا میں پہنچ جائیں گے یہ اللہ کے دیوانوں اور ربِ قدوس کے متوالوں کا عجیب وغریب مجمع ہے۔ ان میں ترکی بھی ہیں رومی بھی، شامی بھی ہیں حجازی بھی۔ ایرانی بھی ہیں افغانی بھی، مصری بھی ہیں سوڈانی بھی، چینی بھی ہیں جاپانی بھی۔ سندھی بھی ہیں ہندی بھی، کالے بھی ہیں گورے بھی، امیر بھی ہیں فقیر بھی، خادم بھی ہیں مخدوم بھی۔ سرمایہ دار بھی ہیں مزدور بھی، آزاد بھی ہیں غلام بھی، مقتدی بھی ہیں امام بھی۔ مگر ان تمام عرفی اور نسلی، وطنی اور قومی۔ اختلافات کے باوجود آج یہ سب ایک رنگ میں ہیں۔ ان سب کا ایک لباس ہے۔ ایک سفید چادر باندھے ہوئے ہیں اور ایک اوڑھے ہوئے ہیں۔ ان سب نے زیب وزینت کے سارے سامان چھوڑ رکھے ہیں یہ بال بھی نہیں کٹواتے، ناخن بھی نہیں ترشواتے۔ یہ آپس میں لڑتے جھگڑتے بھی نہیں، کسی سے اُلجھتے بھی نہیں۔ ان سب کے دلوں میں ایک جذبہ اور سب کی زبان پر بس ایک کلمہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی محبوب کی تلاش میں دیوانہ وار گھر سے نکل کھڑے ہوئے ہیں اور اُنہیں کسی نے اس مقام کا پتہ دیدیا ہے۔ یہاں پہنچکر ایک سیاہ پوش چوکور عمارت میں نہ معلوم اُنھیں کیا نظر آتا ہے کہ وہ مستانہ وار اس کا چکر لگاتے ہیں، اس کے ایک گوشہ پر ایک سیاہ پتھر نصب ہے جو ان سب کو اپنی طرف کھینچتا ہے، اور یہ سب بڑے پیار سے اُس کو چومتے ہیں اور ادب سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اُنھیں قرار نہیں۔ وہ کبھی دوڑ کر صفا پر اور کبھی مروہ پر چڑھ جاتے ہیں اور کبھی اسی سیاہ پوش محبوب کے گرد پھر مستانہ وار چکر لگاتے ہیں، اُن کی زبان بھی خاموش نہیں۔ خدا جانے جوشِ جنوں میں کیا کیا کہہ رہے ہیں اور کس کو سُنا رہے ہیں،

غرض ان کا حال عجب ہے۔ ناآشنائے حقیقت اگر ان کو دیکھے تو نیم دیوانہ ضرور کہدیگا۔ مگر نہیں یہی دراصل فرزانے ہیں۔ یہ خالق حسن وجمال کے دیوانے اور اُسی نورِ لم یزل ولایزال کے متانے ہیں اسی کی چاہ نے انہیں بظاہر دیوانہ بنا دیا ہے، ذرا کان لگاکر سنو یہ سب کیا کہتے ہیں، ان کی یہ چیخ پکار مال وزر کیلئے نہیں ہے۔ یہ کسی سے رزق بھی نہیں مانگ رہے ہیں، کسی سے اولاد کیلئے بھی کچھ نہیں طلب کرتے، وہ چاندی سونے کے ڈھیر بھی نہیں چاہتے۔ ذرا سنو ان کا نعرۂ مستانہ کیا اچھا ہے، دیکھو وہ کیسی پیاری آواز آرہی ہے۔ وہ اپنے محبوب حقیقی سے کہہ رہے ہیں۔

لبیک اللّٰھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک

اے اللہ میں تیرے دروازہ پر بار بار حاضر ہوں اور تیری طلبی کو بار بار قبول کرتا ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں بیشک تعریف اور احسان تیری ہی ہے اور بادشاہت تیری ہی کوئی تیرا شریک نہیں۔

نویں تاریخ کو یہ سب کے سب عرفات کے میدان میں جمع ہوں گے۔ اس محبوب نے ان کو وہیں بلایا ہے۔ اس کے بعد دسویں تاریخ کو یہ اس کے نام پر منیٰ میں اپنی اپنی قربانیاں پیش کریں گے اور اُسکے بتلائے ہوئے پورے پروگرام پر عمل کرکے آگے پیچھے مدینہ طیبہ کو روانہ ہو جائیں گے۔ روانگی کے وقت پھر یہ آخری اور الوداعی طواف کریں گے اور اس سیاہ پوش محبوب کے دامن (غلافِ کعبہ) کو پکڑ کر اپنی مغفرت اور نیک مقاصد کیلئے دعائیں کریں گے۔ اس وقت اس جدائی کے صدمہ سے اُن کا دل روتا ہوگا۔ اور آنکھیں آنسو بہاتی ہوں گی پھر

دیارِ رسول کیطرف کوچ

کریں گے۔ اس وقت اُن کے دل میں پھر ایک بشاشت اور مسرت کی لہر دوڑ جائیگی۔ اور اُن کے سینوں میں ایک خاص سوز وگداز پیدا ہونے لگے گا اور وہ اپنے دلِ بیتاب سے کہتے ہوں گے کہ انشاء اللہ اب عنقریب خدا کے حبیب، دردمندانِ محبت کے طبیب خاتم النبین رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس اور مطہر روضۂ پاک کی زیارت نصیب ہوگی جو رب ذوالجلال کی انوار وتجلیات کا خصوصی مورد ومہبط ہے اور جس میں قبلۂ قلوب وارواح دوجہان کے بادشاہ رحمت پناہ آرام فرمارہے ہیں۔ ۵

اینجا بیا کہ مہبطِ انوارِ ایزدی ست　　اینجا بیا کہ مشرقِ نورِ محمدی ست

پھر جوں جوں مسافت قطع ہوتی ہوگی اور مدینہ طیبہ قریب ہوتا ہوگا۔ اُن کے جذباتِ شوق کا تلاطم بھی بڑھتا جاتا ہوگا ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک　　آتشِ شوق تیز تر گردد

اور وہ ایک خاص مستانہ انداز میں درود وسلام پڑھ پڑھ کر اپنے دل بیقرار کو تسکین دیتے ہوں گے۔ اور خدا کے مقرر کیے ہوئے فرشتے سرکار ابد قرار کی بارگاہ عرش اشتباہ میں اُنکا درود وسلام پہنچاتے ہوں گے اور عرض کرتے ہوں گے کہ حضور کا فلاں ابن فلاں غلام (جو فلاں ملک اور فلاں شہر کا رہنے والا ہے) حضرت کی زیارت کیلئے بڑی بیتابی اور بیقراری کیساتھ چلا آرہا ہے اور وہیں سے وہ ہمہ تن شوق ہو کر آپ پر درود وسلام پڑھ رہا ہے ہائے وہ کیسے خوش نصیب اور خوش بخت ہوں گے جن کا تذکرہ بار بار سرکار کے دربار میں قدسی فرشتوں کی زبانی ہوتا ہوگا۔ اور جن کے صلوٰۃ وسلام بار بار وہاں دُہرائے جاتے ہوں گے۔

جاں میدہم در آرزو اے قاصد آخر باز گو　　در مجلسے آں نازنیں حرفے کہ از ما میرود

مدینہ کے ان خوش نصیب مسافروں کے راستے میں بعض ایسے مقامات متبرکہ بھی آئیں گے جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سفر میں نزول اجلال فرمایا ہوگا کچھ ایسی مقدس جگہیں بھی آئیں گی جہاں حضور نے کوئی نماز ادا فرمائی ہوگی۔ یہ لوگ اُن مقامات و مآثر متبرکہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوں گے اور بصد ذوق وشوق کہتے ہوں گے ؎

در منزلیکہ جاناں روزی رسیدہ باشد　　باخاکِ آستانش داریم مرحبائے

پھر جب یہ حرم مدینہ کے قریب پہنچیں گے اور وہاں کی پیاری پیاری عمارتیں اور اردگرد کے کھجوروں کے باغات نظر آنے لگیں گے۔ تو اُن کی حالت نہایت عجیب ہوگی اور وہ فرط وجد و طرب اور کیف فرح و سرور سے بیخود ہو کر مستانہ انداز میں کہتے ہوں گے

دفتنت آں آمد کہ من عریاں شوم　　جسم بگذارم سراسر جاں شوم

بوئے یار مہربانم میرسد　　بوئے جاناں سوئے جانم میرسد

پھر جب یہ زائرین طیبہ مقدسہ کے بالکل قریب پہنچینگے تو ازراہ ادب اپنی اپنی سواریوں سے اُتر پڑیں گے اور عاجزانہ سکون و وقار کے ساتھ اُس مقدس اور محترم شہر میں داخل ہوں گے جسکو اللہ تعالیٰ نے ازل ہی میں اپنے محبوب کی دائمی استراحت اور ابدی سکونت کیلئے منتخب فرمایا تھا اور داخلہ کے وقت اُس کریم و کارساز خدا سے جس نے اُن کو اس عالی بارگاہ کی حاضری کی توفیق دی اُن کی دُعا یہ ہوگی ۔

اللّٰھُمَّ ھٰذا حرم نبیك و مھبط وحیك فامنن لی بالدخول فیه واجعله لی وقایةً من النار و اماناً من العذاب واجعلنی من الفائزین بشفاعة المصطفیٰ یوم المآب	اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی کے اُترنے کی جگہ ہے پس مجھے اسمیں داخل ہونے کی دولت عنایت کر اور اُسکو میرے لیے دوزخ سے بچنے کا ذریعہ اور عذاب سے امان کا باعث بنادے اور مجھے اُن لوگوں میں سے کرجن کو قیامت کے دن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی ۔

مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے بعد وہ خدا کی اس رحمت و عنایت کے بیحد شکر گذار اور اپنی قسمت پر بہت نازاں ہوں گے کہ اُن کو اس مقدس اور متبرک سرزمین کی زیارت کی توفیق ارزانی ہوئی ۔ جس کے گوشہ گوشہ نے اللہ کے محبوب و مطلوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدموں کو چُوما ہے اور جس کی گلی کوچوں میں آپ اور آپکے اہلبیت و اصحاب چلتے پھرتے تھے اور درحقیقت اس مقدس زمین پر اگر سر کے بل چلا جائے تو اس کی تعظیم و تکریم کا حق ادا نہیں ہوسکتا ۔

بر زمیں کہ نشانے کفِ پائے تو بود ❊ سالہا سجدۂ اربابِ نظر خواہد بود

مدینہ طیبہ پہنچکر یہ عشاق سب سے پہلے زیارتِ اقدس کیلئے اُس مسجد شریف کی طرف جائیں گے جو سرکار کی مسجد کہلاتی ہے ۔ اور جس کی بنیاد حضور ہی نے اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھی تھی اور جسمیں آپ نماز پڑھا کرتے تھے اور جسکے ۔۔۔ ایک گوشہ میں آج بھی آپ آرام فرما رہے ہیں یہ نہایت ادب و احترام سے اس مسجد شریف میں داخل ہوں گے ۔ پہلے داہنا قدم اُس کے اندر رکھیں گے اور اس وقت اُن کی زبانوں پر یہ کلمات قدسیہ ہوں گے ۔

اعوذ باللہ بسم اللہ السلام علی رسول اللہ السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته

مسجد میں پہنچکر ان کے دل میں یہ تصور آئیگا کہ یہ ہمارے آقا و مولا حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مسجد مبارک ہے، جسکا نام سرکار نے خود "خاتم مساجد الانبیاء" رکھا ہے، یہی وہ پاک اور مطہر مقام ہے جہاں سرکار نماز ادا فرمایا کرتے تھے، خطبہ دیا کرتے تھے، اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ یہاں وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ جبرئیل امین تشریف لایا کرتے تھے۔ حضور اور آپکے صحابہ کرام اسی میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور خدا کی رحمتیں نازل ہوا کرتی تھیں۔

ان تصورات کے دل میں آنے کے بعد یہ لوگ دو رکعت نماز بہ نیت "تحیۃ المسجد" پڑھیں گے، پھر خداوند کریم رحمٰن و رحیم کی اس عنایتِ بے نہایت کے شکریہ میں کہ اُس نے آج اس دربار کی حاضری کی بھی عزت بخشی دو رکعت نماز بطور شکرانہ ادا کریں گے، اس کے بعد سرکار کے روضہ اقدس کے قریب آکر نہایت ادب و احترام سے کھڑے ہوں گے۔ وہ رکوع و سجدہ نہیں کریں گے، زمین پر منہ نہیں رکھیں گے اور بھی کوئی ناروا حرکت نہیں کرینگے کیونکہ اُن کو معلوم ہے کہ یہ سب باتیں ہمارے آقا و مولا کو سخت ناپسند ہیں اور آپ کو اُن سے بعید تکلیف ہوتی ہے۔ اسلئے بس وہ ادب سے دست بستہ کھڑے ہونگے۔ اُن کے دلوں کی اس وقت جو حالت ہوگی نہ ہم بدنصیب دور اُفتادہ اس کا اندازہ کرسکتے ہیں اور نہ زبانِ قلم سے اُسکی ادائگی ممکن ہے۔ ایک طرف اُن کا دل جذباتِ مسرت سے اُچھل رہا ہوگا۔ دوسری طرف اپنی سیاہ کاریوں اور نافرمانیوں کا خیال کرکے ندامت اور پشیمانیوں کے دریاؤں میں ڈوب رہا ہوگا۔ مسرت کے جذبات اور ندامت کے تاثرات کی آمیزش اُنکو خوب رُلائے گی اور یہ کھڑے کھڑے زار و نزار روتے ہوں گے اور رو رو کر کہتے ہونگے۔

السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ	آپ پر سلام ہو اے میرے سردار، اے خدا کے رسول
السلام علیک یا نبی اللہ۔ السلام علیک یا حبیب اللہ۔ السلام علیک یا نبی الرحمۃ	آپ پر سلام ہو اے خدا کے نبی، آپ پر سلام ہو اے خدا کی پیارے۔ آپ پر سلام ہو اے نبی (سراپا رحمت)
السلام علیک یا شفیع الامۃ السلام علیک یا سید المرسلین، السلام علیک	آپ پر سلام ہو اے امت کی شفاعت کرنے والے۔ آپ پر سلام ہو اے سب رسولوں کے سردار۔ آپ پر سلام

یا خاتم النبیین السلام علیک یا مزمل السلام
علیک یا مدثر السلام علیک وعلی اصولک
الطیبین واهل بیتک الطاهرین الذین
اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا
جزاک الله عنا افضل ما جزی نبیا عن
قومه ورسولا عن امته اشهد انک رسول
الله قد بلغت الرسالة وادیت الامانة و
نصحت الامة واوضحت الحجة وجاهدت
فی سبیل الله حق جهاده واقمت الدین
حتی اتاک الیقین صلی الله علیک و
سلم علی اشرف مکان تشرف بحلول جسمک
الکریم فیه صلاة وسلاما دائمین من رب
العلمین عدد ما کان وعدد ما یکون بعلم
الله صلوة لا انقضاء لامدها یا رسول
الله نحن وفدک وزوار حرمک تشرفنا بالحلول
بین یدیک وقد جئناک من بلاد شاسعة
وامکنة بعیدة نقطع السهل والوعر
بقصد زیارتک لنفوز بشفاعتک و
النظر الی ماثرک ومعاهدک والقیام
بقضاء بعض حقک والاستشفاع بک
الی ربنا فان الخطایا قد قصمت ظهورنا

ہو اے نبیوں کے خاتم آپ پر سلام ہو اے مزمل آپ پر سلام ہو
اے مدثر۔ سلام ہو آپ پر اور آپکے پاکیزہ اصول پر اور آپکی
اہلبیت پاک پر جن سے اللہ نے نجاست کو دور کر دیا۔ اور
اُن کو خوب پاک کر دیا۔ اللہ آپ کو ہم سب کی طرف سے جزا دے
اُن جزاؤں سے بڑھ کر جو اُس نے کسی نبی کو اُسکی قوم کی طرف
سے اور کسی رسول کو اُس کی امت کی طرف سے دی ہو
میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں، آپنے خدا کے
پیغام پہنچائے اور امانت ادا کر دی - اور امت کی خیرخواہی کی
(اور دین حق کی) دلیل روشن کر دی اور اللہ کی راہ میں خوب
جہاد کیا اور دین کو مضبوط کر دیا۔ یہاں تک کہ وقت موعود آگیا
اللہ آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے - اور اس بزرگ جگہ پر جو آپکے جسم کریم
کے حلول سے مشرف ہے - ایسے صلوٰۃ و سلام جو رب العالمین
کیطرف سے ہمیشہ رہیں، اُن چیزوں کی تعداد کے موافق جو
ہو چکیں - اور جو خدا کے علم میں ہونے والی ہیں، ایسی صلوٰۃ
جسکی انتہا نہ ہو، یا رسول اللہ ہم آپکے مہمان اور آپکے حرم کے زائر
ہیں آپ کے سامنے حاضری سے مشرف ہوئے ہیں اور بیشک ہم
دور دراز شہروں اور بعید مقامات سے نرم اور سخت زمین کو قطع
کرکے آپکے پاس آپ کی زیارت کے ارادے سے آئے ہیں تاکہ
ہم آپ کی شفاعت سے اور آپ کی بخششوں سے اور آپکے
وعدوں سے اور کسی قدر آپکے حق ادا کرنے سے اور آپکی شفاعت
سے اپنے پروردگار کے سامنے کامیاب ہوں۔ کیونکہ خطاؤں نے ہماری

والاوزار قد اثقلت کواھلنا وانت الشافع المشفع الموعود بالشفاعۃ العظمیٰ والمقام المحمود والوسیلۃ وقد قال اللہ تعالیٰ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذنوبنا فاشفع لنا الی ربک واسئلہ ان یمیتنا علی سنتک وان یحشرنا فی زمرتک وان یوردنا حوضک وان یسقینا بکاسک غیر خزایا ولا نداما الشفاعۃ الشفاعۃ الشفاعۃ یا رسول اللہ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ط

کمر کو توڑ ڈالا ہے۔ اور گناہوں نے ہمارے شانوں کو بوجھل کردیا ہے۔ اور آپ شافع مقبول الشفاعۃ ہیں جن سے بڑی شفاعت اور مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے آپکے پاس آتے پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی اُن کیلئے استغفار کرتے تو بیشک وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے۔ اور ہم آپکے پاس اپنی جانوں پر ظلم کرکے اپنے گناہوں سے استغفار کرتے آئے ہیں پس آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کیجئے اور اس سے دعا کیجئے کہ ہم کو آپکے طریقہ پر موت دے اور ہمارا آپکے گروہ میں حشر کرے اور ہمیں آپکے حوض پر پہنچائے۔ اور آپکے جام سے ہمیں سیراب کرے اور ہم نہ رسوا ہوں، نہ شرمندہ، شفاعت کیجئے شفاعت کیجئے، شفاعت کیجئے یا رسول اللہ۔ اے پروردگار بخشدے ہم کو اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے۔ اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا کینہ نہ رکھ۔ اے پروردگار ہمارے بیشک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

اس عرض صلوٰۃ وسلام اور طلب شفاعت واستغفار کے بعد ندامت اور گھبراہٹ میں کمی اور مسرت میں زیادتی ہوگی۔ لیکن جوں جوں اس وقت مسرت بڑھے گی رونے میں زیادتی ہوتی جائیگی اور مرض ہجر کی بیمار آنکھوں کیلئے یہی رونا بمنزلہ غسل صحت کے ہوگا۔ ؎

پردۂ اشک میں مسرت ہے
آج آنکھوں کا غسل صحت ہے

مسرت سے مغلوب ہوکر اس وقت کا یہ رونا اضطراری اور بالکل بے اختیاری ہوگا۔ جسطرح کہ سیدنا حضرت یعقوب اور حضرت یوسف (علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام) مدتوں کی جدائی کے بعد مل جانے پر بے اختیار رو پڑے تھے

سے بلبلے برگِ گلِ خوش رنگ در منقار داشت　　واندریں برگ و نوا صد نالہائے زار داشت
گفتمش در عینِ وصل ایں نالہ و فریاد چیست　　گفت مارا جلوۂ محبوب دراین کار داشت

بہر حال اپنی اس عرض و نیاز کے بعد زائرین اپنے اُن اقربا اور احباب کا سلام حضرت کی خدمتِ اقدس میں عرض کریں گے جنہوں نے اُنکو سلام پہنچانیکی وصیت کی ہوگی کہ یا رسول اللہ حضور کے فلاں ابنِ فلاں امتی نے بھی سلام عرض کیا ہے۔ حضور اُسکے لئے بھی اپنے رب کریم سے مغفرت چاہیں - اور اُس کے واسطے بھی شفاعت فرمائیں ناظرینِ الفرقان میں سے جو خوش نصیب کبھی اس نعمت (یعنی روضہ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارتِ مقدسہ) سے مشرف ہوں اُن سے :-

میری عاجزانہ التجاء ہے

کہ وہ اس موقع پر اس ناچیز مدیر الفرقان کو بھی یاد رکھیں اور مجھ حقیر کا سلام بھی اُس بارگاہ عرش اشتباہ میں پہنچادیں اور میری طرف سے عرض کریں کہ یا رسول اللہ آپکے نام لیوا اور دُور افتادہ ادنیٰ غلام محمد منظور ابن احمد حسین سنبھلی نے حضور کی جناب میں سلام عرض کیا ہے اور وہ آپکے رحم و کرم اور رافت و شفاعت کا امیدوار ہے، اُس کی عاجزانہ التجا ہے کہ میں بھی حضور پر ایمان لایا ہوں اگرچہ گنہگار رہوں مگر آپ کا کہلاتا ہوں، آپکے رب جل جلالہ نے آپ کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے - اپنی رحمت کی وسیع چادر میں مجھ کو بھی لے لیجئے - سے

تو ابر رحمتی آں کہ گاہے ؛ کنی بر ما لب خشکاں نگاہے ؛ انہ آخر رحمۃ للعالمینی ؛ ز محروماں چرا غافل نشینی
ز مہجوری بر آمد جانِ عالم　　ترحم یا رسول اللہ ترحم

خداوندا! میرا یہ پیغام تو اپنے فرشتوں کے ذریعہ بھی وہاں تک پہنچادے (اللّٰھمّ بلّغ!)

خیر میری یہ درخواست تو جملہ معترضہ کے طور پر آگئی تھی - ورنہ عرض یہ کرنا تھا کہ ...... وہ زائرینِ حرم نبوی حضورِ اقدس کی جناب میں عرض سلام و نیاز کے بعد خلیفہ رسول اللہ امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی توجہت میں نہایت ادب سے کھڑے ہو کر اس طرح سلام عرض کریں گے۔

سے بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز اپنے زمانۂ خلافت میں روضۂ اقدس پر سلام عرض کرنے کے لئے مُلکِ شام سے ایک مستقل آدمی مدینہ طیبہ بھیجا کرتے تھے - ۱۲

السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام علیک یا صاحب رسول اللہ وانیسہ فی الغار و رفیقہ فی الاسفار وامینہ فی الاسرار جزاک اللہ عنا افضل ما جزیٰ اماما عن امۃ نبیہ فلقد خلفتہ باحسن خلف وسلکت طریقہ ومنہاجہ خیر مسلک وقاتلت اھل الردۃ والبدع ومھدت الاسلام وشیدت ارکانہ، فکنت خیر امام ووصلت الارحام ولم تزل قائما بالحق ناصرا للدین ولاھلہ حتی اتاک الیقین سل اللہ سبحانہ لنا دوام حبک والحشر مع حزبک وقبول زیارتنا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ پر سلام ہو اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ۔ آپ پر سلام ہو اے رسول خدا کے ہمنشیں، اور غار میں اُن کے انیس اور سفروں میں اُن کے رفیق، اور اُن کے رازوں کے امین، اللہ آپ کو ہماری طرف سے جزا دے تمام جزاؤں سے بڑھ کر جو اس نے کسی امام کو اُس کے نبی کی طرف سے دی ہو۔ بیشک آپ نے نبی کی خلافت بہت اچھی کی اور اُن کے طریقہ اور روش پر چلے۔ اور آپ نے مرتدوں اور بدعتیوں سے جنگ کی اور آپنے اسلام کو ممہد کر دیا اور اُسکے ارکان بلند کر دیئے پس آپ بہت اچھے امام تھے۔ اور آپنے رسول خدا کی قرابت والوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ہمیشہ حق پر دین اور اہل دین کے مددگار رہے۔ یہاں تک کہ آپ کو موت آگئی، آپ اللہ سبحانہ سے ہمارے لئے اپنی محبت کی دوام اور اپنی جماعت میں محشور ہونے اور ہماری زیارت کے مقبول ہونے کی دُعا کیجئے۔ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اُسکی برکتیں

اس کے بعد امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے سامنے اُسی ادب واحترام سے کھڑے ہو کر اسطرح سلام عرض کریں گے

السلام علیک یا امیر المومنین، السلام علیک یا مظہر الاسلام، السلام علیک یا مکسر الاصنام جزاک اللہ عنا افضل الجزاء لقد نصرت الاسلام والمسلمین وفتحت معظم البلاد بعد سید المرسلین

آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین، آپ پر سلام ہو اے اسلام کے غالب کرنے والے، آپ پر سلام ہو اے بتوں کی توڑنے والے، اللہ آپ کو ہماری طرف سے بڑی عمدہ جزا دے بیشک آپ نے اسلام کی اور مسلمانوں کی مدد کی۔ اور بعد سید المرسلین کے اکثر شہر آپنے فتح کئے اور آپنے یتیموں کی کفالت کی

وکفلت الایتام و وصلت الارحام	اور رسول خدا کے قرابت والوں کے ساتھ نیک سلوک کیا
وقوی بک الاسلام وکنت للمسلمین	اور اسلام آپ سے قوی ہو گیا اور آپ مسلمانوں کیلئے
اماما مرضیا وھادیا مھدیا جمعت شملھم	ایک پسندیدہ پیشوا اور ہدایت یافتہ رہنما تھے، آپ نے
واغنت فقیرھم و جبرت	مسلمانوں کی تفریق کو جمع کیا اور اُن کے فقیر کی مدد کی
کسرھم ۔	اور اُن کی شکستگی کا اندمال کیا ۔

بعد ازاں پھر حضور سلطانِ جہاں سرورِ کون و مکاں بادشاہِ عالم پناہ کے چہرۂ انور کے محاذات میں دست بستہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کریں گے اور حق تعالیٰ سے حضور کے وسیلہ سے اپنے مقاصد خیر کیلئے دُعائیں کریں گے اور حضورؐ سے مقبولیت کیلئے شفاعت کی درخواست کریں گے، پھر اُس تاریخی ستون کے پاس آکر اپنے گناہوں سے توبہ کریں گے جو حضرت ابو لبابہ کے نام سے منسوب ہے کہ وہاں خدا نے اپنے مقبول بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص صحابی (ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول فرمائی تھی ۔

پھر جب تک اُن کا قیام اس مبارک سرزمین میں رہیگا روزمرہ اُن کا یہی شغل رہیگا ۔ نیز وہ وہاں کے دوسرے مزارات مقدسہ اور مقاماتِ متبرکہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوں گے ۔ کبھی وہ جنت البقیع میں جائیں گی کبھی مسجد قبا میں نماز پڑھیں گے اور کبھی اُس مقدس زمین کی زیارت کرینگے جو ساڑھے تیرہ سو برس سے شہدائے اُحد کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اور وہاں شہدائے احد کی سلامی کے طور پر اُن کی زبانوں پر یہ کلمات جاری ہوں گے ۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ؕ

نیز وہ وہاں قرآن مجید کی تلاوت کرکے اس کا ثواب بھی ان شہدا اعظام کی ارواحِ مقدسہ کو پہنچائیں گے جس سے وہ مقدس روحیں بھی اُن سے خوش ہوں گی ۔ پھر جو وقت قیامِ مدینہ کا اُن کیلئے من جانب اللہ مقدر تھا جب وہ ختم ہو جائیگا اور یہ وہاں سے واپسی کا ارادہ کریں گے تو پھر سرکار کے دربار میں آخری الوداعی حاضری دیں گے اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی اور آپکے صاحبین (حضرت صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں حسب سابق سلام عرض کریں گے ۔ یہ وقت اُن کے لئے سب سے زیادہ غم واندوہ کا ہو گا اور اُن کے دلوں کو اُس سے کہیں زیادہ رنج ہو گا جو دوسروں کو ہمیشہ کیلئے اپنا عزیز وطن چھوڑنے میں ہوتا ہے

اس وقت اُن کا دل صدمۂ فراق سے رو رہا ہوگا اور آنکھیں اشکبار ہوں گی ۔ اور رہ رہ کر فراق کی آنے والی گھڑیوں کا خیال اُن کو ستاتا ہوگا اور وہ رو رو کر اپنے خدا سے دُعا کرتے ہوں گے کہ :۔

الٰہی پھر اس درگاہِ رحمت پناہ کی حاضری سے مشرف فرمائیو!

پھر یہ اسی حزن و غم کے عالم میں وہاں سے اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو جائیں گے ۔ روانگی کے وقت اُن کی نظریں مدینۂ طیبہ کی جانب لگی ہوں گی ۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر کے بعد بُعدِ مسافت اسکو اُن کی آنکھوں سے اوجھل کر دیگا ۔ لیکن اُسکی تصویر اُن کے دل میں ہوگی اور یہ عمر بھر اُس کی زیارت سے لُطف اندوز رہیں گے ۔

مدینہ کے خوش نصیب مسافرو!

تمہیں تمہارا یہ سفر مبارک ۔ مگر خدارا میری التجا کو نہ بھولنا ۔ اور چلتے وقت اپنے آخری اور الوداعی سلام کے ساتھ میرا سلام اور اسکے بعد یہ پیغام بھی عرض کر دینا ۔

اے کہ زیرِ گنبدِ خضرا ہے اب تو جلوہ گر | پھر بھی تیری ذات کا ہے عرشِ اعظم پر گذر
بندۂ مہجور کی حالت ہے محتاجِ نظر | اُس غریبِ بے نوا کا بھی تو کچھ سامان کر

تجھ کو شانِ رحمۃ للعالمینی کی قسم
عاجز منظور کی جانب بھی اک نظر کرم

اشاعتِ اسلام

(از حضرت مولٰنا حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم دیوبندی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانۂ مبارک میں اسلامی تبلیغ کی مکمل تاریخ ، مسلمہ تاریخی واقعات کی روشنی میں اس امر کا ناقابل تردید ثبوت کہ اسلام صرف اپنی حقانیت اور صداقت کی وجہ سے عالمگیر مذہب ہوا ہے ۔ دشمنانِ دین کے اس الزام کا دنداں شکن اور محققانہ جواب کہ "اسلام صرف تلوار کے زور سے پھیلا ہے ۔ واعظین اور مضمون نگار حضرات کیلئے بہترین چیز ہے ۔ پوری کیفیت صرف کتاب کے دیکھنے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے ۔ کاغذ ، کتابت ، طباعت نہایت اعلیٰ ضخامت ۲۲۶ صفحات قیمت عہ روپیہ ۔

روضۂ اطہر کے سامنے

از جناب سید انیس الدین احمد صاحب رضوی امروہوی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) وکیل بریلی

اے جذبۂ دل لے چل، للّٰلہ وہیں لے چل

داد از غمِ مہجوری، اے قلبِ حزیں لے چل ——— اے سازِ جنوں لے چل، اے سوزِ یقیں لے چل
اے ذوقِ نظر لے چل، اے شوقِ جبیں لے چل ——— اُس روضۂ اقدس کے، اُس در کے قریں لے چل

اے جذبۂ دل لے چل، للّٰلہ وہیں لے چل

وہ سامنے آنکھوں کے روضہ نظر آتا ہے ——— فردوسِ محبت کا نقشہ نظر آتا ہے
آنکھوں سے کچھ اُٹھتا سا، پردہ نظر آتا ہے ——— خورشیدِ نبوتؐ کا جلوہ نظر آتا ہے

اے جذبۂ دل لے چل، للّٰلہ وہیں لے چل

غرقابِ مصیبت کو ساحل نظر آتا ہے ——— مجنونِ طریقت کو محمل نظر آتا ہے
اس در سے کہیں جانا مشکل نظر آتا ہے ——— یہ سر انہی قدموں کے قابل نظر آتا ہے

اے جذبۂ دل لے چل، للّٰلہ وہیں لے چل

پوچھے کوئی اس دل سے جو کشتۂ فرقت ہے ——— ناکامِ تمنا کیوں، بیتابِ زیارت ہے
وہ بارگہِ انور، عشاق کی، جنّت ہے ——— تسکینِ تمنا ہے، تقدیسِ محبّت ہے

اے جذبۂ دل لے چل، للّٰلہ وہیں لے چل

دُنیائے محبت پر رحمت کی گھٹا چھائی ——— میخانۂ وحدت پر ہیں جمع تماشائی
پھر ساقیٔ یثرب نے کی انجمن آرائی ——— بیتاب ہے اس سر میں پھر شوقِ جبیں سائی

اے جذبۂ دل لے چل، للّٰلہ وہیں لے چل

گلزار بداماں ہے ہر نخل گلستاں کا ——— صد مہر درخشاں ہے، ہر ذرہ خیاباں کا

ہر گوشہ میں منظر ہے، دربارِ سلیمانؑ کا
واللہ ہے عجب عالم بزمِ شہِ ذیشاںؐ کا

اے جذبۂ دل لے چل اللہ وہیں لے چل

اے جذبۂ دل تو ہی اس دل کی نشانی ہے
اُس در کے قریں لے چل جو فقرِ معانی ہے

ہے ایک خلش دل میں جو اُن کو دکھانی ہے
اِک غم کی کہانی ہے جو اُن کو سنانی ہے

اے جذبۂ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

اس درگہِ والا پہ باچشمِ تر آیا ہوں
اپنے دلِ مفتوں کی لیکر خبر آیا ہوں

اک ٹوٹے ہوئے دل کا میں نوحہ گر آیا ہوں
آنکھوں کے بل آیا ہوں خالم بسر آیا ہوں

اے جذبۂ دل لے چل اللہ وہیں لے چل

کہنا ہے کہ آیا ہوں اس در پہ میں فریادی
کہنا ہے کہ لایا ہوں اک محضرِ بربادی

کہنا ہے کہ قسمت نے کیا کیا ستم ایجادی
کہنا ہے کہ اب میں ہوں اور بخت کی ناشادی

اے جذبۂ دل لے چل اللہ وہیں لے چل

کہنا ہے انیسؔ اُن سے دوران جبیں سائی
اے مظہرِ محبوبی، اے شانِ دل آرائی

کُن بر سرِ تابوتم یک جلوہ بہ رعنائی
اے در لبِ لعلِ تو اعجازِ مسیحائی

اے بادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی
دل بے تو بجاں آمد وقت ست کہ باز آئی

اے جذبۂ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

گذشتہ سے پیوستہ

دُنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا

(اثر خامہ استاذ العصر حضرت علامہ مولانا محمد اعزاز علی صاحب شیخ الادب والفقہ دار العلوم دیوبند)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی خرید و فروخت کے متعلق بعض روایات میں اس سے زیادہ اور تفصیل وارد ہوئی ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں اور وہ یہ ہے کہ جب اُمیہ بن خلف نے سمجھ لیا کہ صدیق اکبر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدنا چاہتے ہیں تو اُس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ ابو بکر سے آج میں ایسا مذاق کروں گا جو کسی نے کسی کے ساتھ نہ کیا ہو۔ اُن سے یہ کہکر حضرت صدیق اکبرؓ کے سامنے زور سے کھل کھلا کر ہنسا اور کہنے لگا کہ بلالؓ کے بدلے میں اپنا غلام قسطاس نامی دیدو۔

صدیق اکبرؓ۔ اگر میں قسطاس کو تمہارے حوالے کردوں تو تم بلال کو میرے حوالے کردو گے۔؟

امیہ:۔ بیشک!

صدیق اکبرؓ:۔ میں نے قسطاس کو تمہارے حوالے کردیا

امیہ:۔ (بہت زور سے کھل کھلا کر ہنسنے کے بعد) نہیں جناب بلالؓ اس طرح تو آپ کو مل نہیں سکتا، اگر آپ قسطاس کے ساتھ قسطاس کی بی بی بھی دیدیں تو بیشک بلال کو آپ کے حوالہ کرسکتا ہوں۔

صدیق اکبر کیلئے موقع تھا کہ وہ اس بدعہدی پر زجر کرتے۔ کیونکہ اہل عرب کے نزدیک بدعہدی بہت بڑا جرم تھا لیکن صرف اس خیال سے کہ مبادا معاملہ بگڑ جاوے اور مظلوم بلال امیہ کے ظالم ہاتھوں میں گرفتار رہے کچھ نہ فرمایا اور فرمانے لگے کہ اگر میں یہ بھی منظور کرلوں تو تم بلالؓ کو میرے حوالہ کردو گے۔

امیہ:۔ بیشک! حوالہ کردوں گا۔

صدیق اکبرؓ:۔ اچھا یہ بھی منظور ہے۔

امیہ (بہت زور سے کھل کھلا کر ہنسنے کے بعد) نہیں نہیں ان دونوں کے ساتھ قسطاس کی بیٹی بھی دو تو بلال تمہارے حوالے کیا جاسکتا ہے۔

صدیق اکبرؓ:۔ اچھا اگر میں یہ بھی منظور کرلوں تو بلال میرے حوالہ کردو گے؟

اُمیہ :- بیشک -

صدیق اکبرؓ :- اچھا یہ بھی منظور ہے اب تو بلال کو میرے حوالہ کردو -

اُمیہ :- (پھر زور سے ہنسنے کے بعد) خدا کی قسم اب بھی قیمت میں کمی ہے دو سو اشرفیوں کا اضافہ اسپر اور کرو -

صدیق اکبر کو اس بار بار کی بدعہدی پر سخت غصہ آگیا تھا مگر پھر بھی صرف اسقدر فرمایا کہ تم کو جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی ؟ تو اُمیہ نے مجبوبانہ انداز سے کہا کہ لات وعزیٰ کی قسم اگر تم اسقدر اضافہ منظور کرلو تو بلال کو تمہارے حوالے ضرور کردوں گا - جب صدیق اکبر نے اس کو بھی منظور کرلیا تو بلال اُن کے حوالے کئے گئے -

غالباً یہی تفصیل صحیح ہے - جن لوگوں نے فقط نسطاس کے بدلہ میں حضرت بلال کا فروخت ہونا بیان کیا ہے - انہوں نے اس کا لحاظ کیا ہے کہ اوّل تو بدلہ میں نسطاس ہی کا نام تھا - اور بلالؓ حسب قاعدہ شرع صدیق اکبر کے مملوک ہو چکے تھے - اسکے بعد اُمیہ کا ثمن زائد لینا ظلم تھا - اسلئے اس پر جو کچھ اضافہ ہوا وہ اصل عقد سے خارج تھا - اور اسی وجہ سے راوی نے بیانِ واقعہ میں ایک ہی غلام کو ثمن قرار دیا ہے -

اس واقعہ کے تتمہ میں بعض اہل سیر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب اسقدر گراں قیمت کے بدلہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیقِ اکبرؓ نے خرید لیا تو اُمیہ نے زور سے قہقہہ لگا کر کہا کہ ابوبکر! تم دھوکا کھا گئے ورنہ میں اس (بلال) سے اسقدر متنفر تھا کہ اگر اس کو تم ایک اوقیہ (تقریباً دس روپیہ) کے بدلہ میں بھی خریدتے تو میں خوشی سے اس کو فروخت کردیتا - صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ اُمیہ تم کو حقیقتِ حال کی خبر نہیں ہے واللہ! اگر تم سو گنی قیمت زیادہ مانگتے تو میں اس کے بدلہ میں بھی خرید لیتا -

غرض یہ کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا اور آزاد کیا - اُن کی آزادی میں بھی واقعات بیان کرنے والے مختلف القول معلوم ہوتے ہیں - بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ خریدا اور آزاد کردیا بعض روایات میں اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت صدیق اکبرؓ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیقِ اکبرؓ سے کہا کہ اگر آپنے مجھ کو اسلئے خریدا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں مصروف رہوں تب تو مجھکو کچھ عرض کرنا نہیں ہے میں آپ کا غلام ہوں اور آپ میرے آقا ہیں - لیکن اگر آپنے اسلئے خریدا ہے کہ آپ خداوندِ عالم کی خوشنودی حاصل کریں تو مجھ کو خدا کی عبادت کرنے کیلئے چھوڑ دیجئے - حضرت صدیق اکبرؓ نے

اُن سے فرمایا کہ میں نے تم کو صرف رضائے خداوندی کیلئے خریدا ہے لہٰذا تم آزاد ہو۔

یہ دونوں روایتیں متعارض نہیں ہیں کیونکہ پہلی روایت میں یہ نہیں ہے کہ خریدتے ہی فوراً آزاد کر دیا۔ اگر یوں ہی ہوا تو کچھ تعجب نہیں کہ خریدنے کے بعد حضرت بلال نے آزادی کی درخواست کی اور آزاد کیے گئے۔ بعض نے اس درخواست کو بیان کیا ہے۔ بعض نے اختصار کے خیال سے بیان نہیں کیا۔

حضور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر نے خرید لیا ہے۔ اس کے بعد جب حضرت صدیق اکبر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے صدیق اکبر سے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو خرید لیا ہے۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ تم آدھی قیمت ہم سے لے لو تاکہ بلال (رضی اللہ عنہ) ہم دونوں کے مشترکہ غلام ہو جاویں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ میں نے تو اُن کو آزاد کر دیا۔ سیدنا بلال (رضی اللہ عنہ) کفارِ مکہ کے نزدیک حقیر اور بدتر تھے بلکہ اُن کو دس روپیہ کے بدلہ میں بھی فروخت کرنے کے لئے تیار تھا لیکن اسلامی نظر میں جس تعظیم کے ساتھ ہم پڑتی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں اور احادیثِ صحیحہ سے جسقدر فضائل اُن کے معلوم ہوتے ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں لیکن دوربین نظروں کے لئے سیدنا بلال (رضی اللہ عنہ) کے فضائلِ خاصہ میں سے ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ یہ ہمارے مملوک غلام ہوں۔ وکفیٰ بہ فخرا

قاعدہ ہے کہ دشمن کی نظر ہمیشہ اچھے کام کو بھی بُرا ہی سمجھتی ہے اور اگر کسی قسم کی کوئی خرابی نکلتی ہے تو خواہ مخواہ اُس کو بُرے پیرایہ میں ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو خریدا اور بہت زیادہ گراں قیمت ادا کی اور ظاہر ہے کہ مالی اعتبار سے اس خریداری میں اُن کو بہت زیادہ خسارہ ہوا لیکن یقیناً انہیں کوئی ذاتی نفع مقصود نہ تھا۔ مشرکین مکہ کو یہ امر کیونکر پسند ہو سکتا تھا کہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی دلی مدح کیجاوے یا مسلمانوں میں یہ بحث مشہور ہو کہ صرف اسلام کی وجہ سے ایک مالدار نے ایک حبشی کے لئے نقصانِ کثیر برداشت کیا چنانچہ اُنہوں نے ایک فرضی احسان کا اختراع کیا اور مجامع میں بیان کرنے لگے جو لوگ اس خریداری کی بنا پر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی مدح کرتے ہیں، یا یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اسلام کی تعلیم ہے کہ تم اپنے بھائیوں کی امداد کرو۔ اُن کی مصیبتوں کو حتی الامکان دور کرو۔ وہ اس موقع پر اصل حقیقت سے بے خبر ہیں

اصل واقعہ یہ ہے کہ فلاں وقت فلاں موقع پر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) فلاں مصیبت میں گرفتار ہو گئے تھے (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ) نے اُن کی امداد کی تھی اُسی امداد کی مکافات میں یہ صورت پیش آگئی، ورنہ کہاں ابو بکرؓ اور کہاں بلال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تو یہ خریداری صرف رضائے خداوندی حاصل کرنے کیلئے کی تھی اُن کو اس سے بحث ہی نہ تھی کہ کوئی اُن کے اس فعل کو لایق مدح خیال کریگا یا قابلِ ملامت۔ اسلئے اُنہوں نے اس من گھڑت کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب۔ خداوند عالم کی طرف سے، (ان لوگوں کو اعلانِ جنگ ہے جو اُس کے دوستوں سے دشمنی کرتے ہیں) کے موافق اس قسم کے تکلیف دہ کلمات و اعمال کا جواب دربارِ خداوندی سے ضرور ملتا ہے اسلئے یہ سورت نازل ہوئی ،، واللیل اذا یغشیٰ ،، مفسرین کے فرمانے کے مطابق اس سورت میں اتقیٰ سے مراد صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور اشقیٰ اُمیہ بن خلف کو فرمایا گیا ہے۔

اس موقع پر امام فخر الدین کی وہ تحقیق قابلِ قدر ہے جو انہوں نے فرقۂ شیعہ کے جواب میں فرمائی ہے۔ اسلئے کہ شیعی صاحبان کی رائے ہے کہ اتقیٰ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں، اس پر امام ممدوح فرماتے ہیں کہ قطع نظر دیگر قرائن کے اس امر کی دلیل کہ اتقیٰ سے مراد اس سورت میں صرف صدیق اکبرؓ ہی ہو سکتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہیں ہو سکتے ہیں یہ آیت ہی ہے جو اس سورت میں ہے کہ۔

دما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ اور اُس شخص پر کسی کا کوئی احسان نہیں کہ بدلا اُتار ا جاوے

حضور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک احسان تو تمام عالم کی گردن پر ہے کہ آپ نے دنیا کے سامنے شمع ہدایت رکھی اس احسان سے تو کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ اس کے بعد اسلام پر ثبات اُس کے احکام کا امتثال، یہ سب کچھ آپ ہی کا احسان ہے، اس احسان سے عام مومنین تو کیا سبکدوش ہو سکتے ہیں، یقیناً جو شخص جسقدر زیادہ متقی ہو گا اُس ہی قدر آپ کا احسان اُس پر ہو گا۔ اسلئے اُس احسان کی نفی تو کسی سے ہو ہی نہیں سکتی۔ اس احسان میں حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں مساوی ہیں۔ لامحالہ اس احسان سے مراد دنیاوی احسان ہو گا جس کی مکافات دنیا میں ہی کیجا سکتی ہے۔ اس کے بعد بہ نظر انصاف غور کرو کہ یہ وصف (دما لاحد عندہ من الخ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر صادق آتا ہے یا نہیں؟ ہر گز نہیں! کیونکہ دنیا اس سے ناواقف نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تربیت اور پرورش حضور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کی ہے۔ اسلئے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ

وجہ پر حضورؐ کے مالی و دنیوی احسانات بھی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر حضورؐ کا کوئی مالی احسان نہ تھا۔ اور حضورؐ کے علاوہ تو کسی کا مالی احسان ابوبکر پر تھا ہی نہیں۔ لہٰذا ابوبکر صدیق ہی اس وصف کے ساتھ موصوف ہوسکتے ہیں۔ اور اسلئے اتقیٰ انہی کو کہا جاسکتا ہے۔

اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضل مخلوقات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ کیونکہ اتقیٰ کے مصداق تو بموجب تقریر بالا حضرت صدیق اکبر ہوئے۔ اور سورۂ حجرات میں ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اور ظاہر ہے کہ اکرم اور افضل ایک ہی چیز ہے۔

(باقی دارد)

نعتِ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم

از جناب منشی علی حسین صاحب ضمیرؔ بریلوی

وجہ زمین و آسماں باعثِ بزمِ کائنات　　آئینۂ جمالِ حق مظہرِ صد تجلیات

روئے چنیں نہ دیدہ ام حق نے چنیں ندیدہ ام　　عالمِ دیدِ حسنِ تو عالمِ صد تحیرات

حق کے حبیب و جانِ حق رہبر و ترجمانِ حق　　سب کو بتائی راہِ راست سبکو سنائی نیک بات

نورِ خدائے بیمثال ایسا کسے ملا جمال　　میرا خدا گواہ ہے آپ ہیں شمع کائنات

صلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمدٍ　　قدرتِ حق کی دید ہے دید کمالِ معجزات

جشنِ ولادتِ حضورؐ وجہِ مسرت و سرور　　روز ہر ایک روزِ عید رات ہر اک شب برات

بیتِ حرم کے دن پھرے لات و منات گر پڑے　　تیرے معجزات پر دال ہیں سب یہ واقعات

ماہِ عرب ترے سوا کوئی نہیں ضمیرؔ کا!
کسکو دکھائے زخمِ دل کسکو سنائے دلکی بات

مذہب اور اس کی ضرورت

کیا مذہب انسان کا فطری جذبہ ہے؟

از مسودہ رسالہ "عقل و دین" مصنفہ جناب مولانا محمد میاں صاحب

مذہب کے متعلق سوال ہے۔

۱ - وہ انسان کا فطری جذبہ ہے یا اختیار کردہ اور کسبی -؟

۲ - اس کا مقصد صرف اصلاح معاشرت اور قیام امن ہے یا اس کے سوا اس سے بالا -؟

سوال اول کا جواب دیا گیا کہ وہ فطری ہے کیونکہ یہ جذبہ جس طرح متمدن اور تعلیم یافتہ قوموں اور افراد میں پایا جاتا ہے اُس ہی طرح بلکہ اس سے زیادہ اُن قوموں میں پایا جاتا ہے جو وضع کردہ قوانین اور آئینی دستور سے ناآشنا ہیں۔ اگر یہ جذبہ اختیار کردہ ہوتا تو معاملہ برعکس ہوتا۔ ہاں تمدن کے ساتھ جسطرح جملہ فطری جذبات مثلاً غصہ، شجاعت، رحم و سخاوت، وغیرہ ایک مخصوص انداز اختیار کر لیتے ہیں اسی طرح یہ جذبہ بھی ایک خاص شکل اختیار کر لیتا ہے۔

سوالِ ثانی کے متعلق ایک خیال یہ ہے کہ مذہب کا مقصد صرف قیام امن اور تحفظِ آئین ہے۔ بعض عقلاء اور مدبرین نے آئین اور سرکاری قانون کی دفعات کو مثلاً انسداد شراب نوشی کیلئے ناکافی سمجھ کر عذاب و ثواب، جنت و دوزخ وغیرہ کا تخیّل گھڑ لیا۔ "ملک الموت" اور انتہا یہ کہ خود خدا کے متعلق بھی اس جماعت کا خیال اسی قسم کا ہے

بطور مثال کے تقریر کی جاتی ہے۔

انسان نے ابتدا میں جب کہ وہ آثار تمدن سے دوچار نہ ہوا تھا، مگر باپ ہونے کے باعث جذبات کا بھی مورث بن گیا تھا۔ دیکھا کہ ایک شیر نے ایک بکری کو پھاڑ لیا۔ اُس نے دوبارہ ایک انسان پر بھی حملہ کیا مگر اُس نے فوراً ایک

دُنبہ اُس کے سامنے کر دیا، شیر اُس کے کھانے میں مشغول ہو گیا۔ اُسکی جان بچ گئی۔

ایک مرتبہ ایک جنگجو انسان نے ایک غریب کو مار ڈالا۔ اُس نے دوسرے انسان کو بھی مار ڈالنا چاہا، مگر اُس نے نذرانہ پیش کر دیا، اُس کے سامنے گڑگڑایا، منت سماجت کی، جان بچ گئی۔ اب انسانی تخیل نے پرواز شروع کی۔ اُس نے یقین کر لیا کہ مصائب و آلام زیست و موت کیلئے بھی کوئی پوشیدہ طاقت ہے۔

وہ اس یقین پر اتنا جما کہ مصیبت کے وقت اُس کو مشکل کشا کہکر پکارنے لگا، اس کے سامنے سربسجود ہونے لگا، موت کے وقت بکرے اور مینڈھے قربانی کرنے لگا۔ وغیرہ۔ وغیرہ

یہاں سے خدا، ملک الموت وغیرہ کے تخیل کا آغاز ہوا۔ ایک شخص نے چوری کی اُسکو سزا مل گئی، مگر دوسرا شخص پولیس کے ہاتھ نہ آیا بچ گیا۔ ایک نیک نفس انسان ہر ایک کے ساتھ نیکی کرتا ہے مگر نہایت پریشان حال، پراگندہ روزگار۔ دوسرا شخص پرلے درجہ کا بدکار ہے مگر دولت مند صاحب ثروت، ذی وجاہت۔ صاحب اولاد، ہر ایک قسم کا عیش اُس کے لئے مہیا۔ اب دل ٹھنڈا کرنے کیلئے دوزخ جنت کا خیال پکا کیا۔ الحاصل اس ہی قسم کے خیالات تھوڑے ہی دنوں بعد ترقی کر کے مذہب کی شکل میں نمودار ہو گئے۔

اب تک وہ دور وحشت میں تھا۔ آئندہ نسلوں نے جب اُس سے ہنسنا، رونا، کھانا پینا، بولنا سیکھا اس جذبہ کو بھی سیکھا فطری کہلانے لگا حالانکہ فطری نہ تھا۔ مدبرین، عقلاء، مصلحین اور ریفارمروں نے دیکھا کہ ایک مفت کی چیز ہے مگر نہایت کارآمد، لہذا اسکو جلا دیدیا۔ اور خوبصورت چکنی چپڑی شکل میں دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

کشف حجاب!

وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون

ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان جب تک خود اپنی ہستی اور اپنے ماحول کی کائنات میں غور نہ کرے، اس قسم کے دجل آمیز تخیلات کا شکار رہتا ہے، لیکن اگر وہ چند لمحے صحیح غور و فکر میں صرف کر دے تو خود اُس کا فکر عمیق اُس کے باطل خیالات کی چادروں کو چاک کر دیگا۔

اولین غور و فکر

اوّلاً وہ خود اپنی ہستی پر غور کرے، آنکھ، ناک، کان، منہ، ہونٹ، دانت، زبان، حلق وغیرہ اعضا کو دیکھے صرف ایک انگلی بلکہ اُس کا معمولی سا پوروا، نہایت ہی دھیمی آواز سے ایک حقیقت کی خبر دے رہا ہے۔

اگر انگلی میں کوئی پوروا نہ ہو، یا انگلیاں سلاخوں کی طرح سیدھی ہوں اُن کی چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے بیچ میں مڑنے والے جوڑ نہ ہوں، یا بالفرض انگلی میں ہڈی نہ ہو صرف گوشت ہو یا اوپر کا ناخن نہ ہو، یا کوئی انگلی اپنی مخصوص مقدار سے چھوٹی بڑی ہو تو خود غور کرو کہ کسقدر ارتفاقات اور منافع سے محروم رہوگے۔ اور کیا تم خیال کرتے ہو کہ دُنیا کے بڑے بڑے عقلاء چیدہ اور منتخب ڈاکٹر اُس جیسا پوروا بنا سکتے ہیں؟ جو عضو جہاں ہے اُس کو وہاں سے ہٹا کر دیکھو۔ پورے بدن میں کوئی مقام ہے جہاں اُسکو رکھ کر کہہ سکو کہ یہ مناسب ہے؟

پھر اپنے چہرہ کے نقشہ کو دیکھو اور دُنیا کے تمام انسانوں سے بلا و بڑے سے بڑا ذہین، مفکر، سو پچاس تصویریں بنا کر تھک جائیگا۔ اُس کا فکر اُس کے سامنے کوئی نئی وضع نیا نقشہ پیش نہ کر سکے گا مگر یہاں کروڑوں اربوں انسان پشتِ زمین پر بس رہے ہیں لیکن کیا کبھی دو آدمیوں کی صورت کو آپنے بالکل یکساں دیکھا۔

مان لو کہ اس مُشاہد و محسوس کائنات کا مدار دیمقراطیسی اجزا اور حرکت و قوت پر ہے جن کو جدید تحقیقات کا مایۂ ناز انکشاف کہا جاتا ہے اگرچہ وہ فلاسفہ قدیم کا پُرانا خبط ہے۔ لیکن خدارا بتاؤ کہ یہ تناسب کہاں سے آیا ہے حس و بے شعور ذرّوں نے کس طرح محض اتفاقی اجتماع سے اس عجیب و غریب صنعت کو پیدا کیا جس کی تعجب انگیزی کے سامنے ساری دُنیا اور اُسکی عقل عاجز، تھکی ہوئی اور حیران ہے۔

یہ میرا گلا ہے۔ اس ہی قسم کا دوسرے، تیسرے اور چوتھے آدمی کا گلا ہے۔ مگر ہر ایک کی آواز جُدا، طرزِ تکلم جُدا۔ ہاں دعویداران عقل بتاؤ کہ یہ بات کیا ہے؟ اے دُنیا بھر کے تمام انسانو! خدارا بتاؤ کہ تمہارے اخلاق ایک دوسرے سے کیوں جُدا ہیں۔؟ شکلوں کی طرح فکر و ذہن بھی کیوں مختلف ہیں۔؟

اے پشتِ زمین پر بسنے والے لاکھوں کروڑوں عقلمندو! بتاؤ کہ یہی عقل جس کے تم پرستار ہو جس پر تم کو ناز ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ روح کیا ہے؟ مجرد ہے یا مادی؟ آخر تم نے آجتک اُس کو کیوں نہیں دیکھا۔؟

ہاں ایک بسملِ غلطاں کا سینہ چاک کرو - دماغ کا آپریشن کر ڈالو، تم بیشک دل کا لوتھڑا سینہ سے نکالوگے، دماغ سے کچھ آلائش خارج کروگے، مادہ سب کا سب موجود ہے، مگر کیا کبھی تم نے کسی روح کو بھی پکڑا ہمارے پوسٹ مارٹم نے کسی کی عقل کو بھی شیشہ میں بند کیا؟ بیشک یہ تمام چیزیں خود انسان کے اندر ہیں مگر کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان ہی بے حس و شعور بے عقل و فہم دیمقراطیسی اجزا اور حرکت و قوت کے اتفاق کا نتیجہ ہیں -

ہاں ہاں وہ اپنے اوپر سے نظر ہٹائے، اُس کے پیروں تلے زمین ہے وہ اُسکو دیکھے، اُس کے لہلہاتے ہوئے چمن دیکھے، اُس کے سنگلاخ اور ریتلے میدان دیکھے - وہ خوب غور کرے دُنیا کی تمام عقل صرف کردے اگر کہیں اور عقل کا خزانہ مل جائے تو اُس کو بھی صرف کردے - اور خدا کے لئے ایک پھول بنادے، ایک چھوٹی سی پنکھڑی بنادے - اچھا یہ نہ کرسکے تو یہی بتادے کہ ہمکے دیمقراطیسی اجزاء کے ارتقائی سلسلہ نے آخر گلاب کی خوشبو خاص اس ہی شکل میں کیوں رکھی، اُس نے گیندے کی پنکھڑیوں میں چمبیلی کی مہک کیوں نہ بھردی -؟ تمام دُنیا کے عقلاء سے سوال ہے مگر نہ معلوم وہ کیوں صم بکم ہیں - بات معمولی سی ہے - ایک معمولی پودا ہی مثلاً گلِ عباس ہے - اُس پر ایک پھول لگا ہوا ہے نہایت معمولی پھول، اُسکی ایک پنکھڑی سُرخ ہے ایک سفید - سوال یہ ہے کہ سفید پنکھڑی سُرخ کیوں نہیں اور سُرخ سفید کیوں نہیں آخر کس چیز نے یہ فرق پیدا کردیا - اور کون ہے جس نے اُسکو چمبیلی کی مہک سے محروم کردیا - اس ہی جیسا دوسرا پھول خوشبو سے معطر اور یہ خوشبو سے محروم -

ایک ہی چمن، ایک ہی باغبان - ایک ہی زمین، ایک ہی خیابان - سیوتی کے پہلو میں گل لالہ ہے، وہیں سوسن بھی ہے، اُس ہی کے پاس نرگس کی چشم بیمار بھی - مگر ایک معطر دوسرا محروم - اللہ اللہ یہ تفاوت کیوں یہ امتیاز کیا -

خدا کی قسم انسان قدرت کی بہترین تصویر ہے اس کو بہترین استعداد عنایت فرمائی گئی مگر افسوس وہ اندھا بہرا بن گیا - وہ نہیں سنتا حالانکہ غیب کی آواز پکار پکار کر سُنا رہی ہے -

وفی الارض آیات للموقنین اور زمین میں یقین لانیوالوں کے لئے قدرت کی نشانیاں ہیں

وفی انفسکم افلا تبصرون — اور خود تمہارے نفوس میں بھی تو کیا تم نہیں دیکھتے

قرآن حکیم ع ۲

اسی لئے کہا گیا ہے ۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'

او خود فراموش ابن آدم نظامِ فطرت تجھے پکار رہا ہے ۔ یہی نظامِ شمسی جس کا تو گرویدہ ہے ۔ یہی آفتاب جس کا تو پرستار ہے درس عبرت سنا رہا ہے کہ نظر اٹھا ، غور کر ۔ دنیا کی تمام مشینیں فیل ہوجاتی ہیں ، بڑے سے بڑے عقلا و مدبرین کے بنائے ہوئے کل پرزے عین وقت پر اکارت ہوجاتے ہیں ۔ عمدہ سے عمدہ گھڑیاں ٹائم غلط دینے لگتی ہیں ۔

لیکن کیا تم نے کبھی سُنا کہ آفتاب کی گردش نے غلطی کی ۔ ؟ کبھی چاند اپنے مقررہ منازل سے ہٹ گیا کیا کبھی نظام شمسی کی مشنری بھی فیل ہوئی ؟

آخر بے حس وحرکت وبمقرطبیعی اجزا کی اتفاقی اُلٹ ملپٹ کا اتفاقی نظام ۔ اور تم جیسے دُنیا بھر کے سقراط و بقراط کے کارخانوں سے کہیں زیادہ مستحکم ؟ کہیں زیادہ پائدار ، کہیں زیادہ دلکش کہیں زیادہ منظم ، کہیں زیادہ قربان ہونے کے قابل ۔

دوسرا فکریہ

اس تمام کائنات پر نظر ڈالئے ۔ ہر ایک چیز کا ایک فائدہ ہے جس کا تعلق انسان سے ہے ۔ لیکن حضرتِ انسان اس تمام کائنات کیلئے بیکار ۔ حالانکہ یہی انسان ہے جو منافع عالم سے سب سے زیادہ بہرہ اندوز ہے ۔

مثلاً سمندر کے مد وجزر نے اس کیلئے موتی نمک وغیرہ کنارہ پر پہنچایا ۔ سطح سمندر پر طوفان اٹھا جس نے مان سون بنا کر آسمان کی طرف اُڑایا جو بادل بنا ، دریا ، باغیچوں اور کھیتوں پر آکر برسا ۔

پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر برف برسا اور جما جس کے دلکش آبشاروں نے یعنی قدرتی فواروں نے سینکڑوں ندیاں حضرت انسان کے فائدے کیلئے سطح زمین پر بہادیں ۔

رات کی گھٹا ٹوپ اندھیری افق سے کھسکی ۔ نور کا تڑکا نمودار ہوا ۔ انسان کے رگ وپے میں تازگی کی

کی لہر دوڑی، چہرہ بشاش - دل مسرور، بادِ نسیم کے ناز آفریں تنفس نے کیف نشاط سے چور کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد آفتاب کا بلند تر اور دور باش گرہ تاجِ اُفق بنکر روشنی کی کرنیں پھینکتا ہوا جلوہ افروز ہوا۔ ظلمت کو دور کیا اور تازہ دم انسان کی کاروباری جولانگاہ کو منور کر دیا - کرنوں نے حضرتِ انسان کی غذا کیلئے باورچی کی خدمت انجام دی - مسموم جراثیم کو ہلاک کر کے سینیٹری انسپکٹر کا فریضہ ادا کیا۔

اور جب یہی حضرت انسان کاروباری جد وجہد سے تھکنے لگے تو قدرت نے ایک نیا پردہ اُلٹا نور کی جگہ ظلمت نے لی - ایک تاریک چادر کھینچ کر انسان کی آمد ورفت بند کر دی تاکہ وہ آرام لیکر دن کا تکان دور کرے - اور وہ تمام فائدے حاصل کرے جو رات کی عشرتناک تاریکی میں اُس کے لئے مہیا کئے جا سکتے ہیں

فضائے آسمانی کی کائنات کو چھوڑ کر زمین کو دیکھا تو وہ اسکے لئے معدن ہے، وہ ایک خزانہ ہے جسمیں اُسکی خوراک، اس کی پوشاک، سامانِ رہائش - ایک عجیب وغریب ترتیب سے بھر دیا گیا ہے - اُس کے اوپر پیدا ہونے والی چیزیں رینگنے والے تمام جانور یا اُسکی غذا ہیں - یا خادم یا دوا، یا اُس کی صحت کے لئے زہریلی جراثیم کو صاف کرنے والے قدرتی خاکروب - بہرحال تمام کائنات اُس کیلئے مسخر ہے -

وہ سمندروں پر جہاز چلائے، پہاڑوں کی شاداب چوٹیوں پر کوٹھیاں بنائے، دامنِ کوہ کے جنگلات سے سوختہ مہیا کرے، فرنیچر تیار کرے - پہاڑ کے جگر کو چاک کر کے لعل وجواہر نکالے -

زمین کا کلیجہ چیر کر سونا، چاندی، تیل، پیٹرول کو کوئلہ وغیرہ نکالے - آفتاب کی کرنوں سے غذا مہیا کرے دریاؤں سے آبپاشی کرے - پانی اور آگ سے اسٹیم اور برق بنائے - بہرحال یہ تمام کائنات اُسکی ہے، جو چاہے کرے کوئی اُس کو روکنے والا نہیں، ممکن ہو تو تاروں کو توڑ لائے اور اپنا جائز حق سمجھے - مریخ پر پرواز کرے اور کوئی قانون اُس کو مانع نہ ہو -

باایں ہمہ اُسکے رہنے کیلئے آباد شہر، عالیشان محلات پہننے کیلئے بہترین لباس چلنے کیلئے عمدہ سواریاں حالانکہ اسکے سوا تمام مخلوق اس سے محروم -

بہرحال دنیا کی تمام چیزیں اُسکی خادم، اُس کے لئے ہر وقت حاضر اور فطری مسلمات کے طور پر وہ اس

ہی سے پیدا شدہ - لیکن صحیح اور سچا سوال یہ ہے کہ حضرت انسان کس کے لئے پیدا کیا گیا -

بلاشبہ جب جب وہ اپنی ذات پر اور اپنے ماحول پر غور کرے گا تو ایک صحیح جذبہ صحیح تفکر اسکو حیران کردیگا وہ پریشان ہوکر سوال کرے گا - اے آسمانو! اے اونچے اونچے فلک بوس پہاڑو. مجھے بتادو! اے طوفان بپا سمندرو! اے مد وجزر کے محشر بداماں دریاؤ! اے پہاڑوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر سر دھننے والی لہرو! مجھے خبر دو - اے مہر شگرف - اے ماہ تاباں، اے اسکی دھیمی دھیمی کرنو! اے لہلہاتے ہوئے نشاط پرور مرغزارو، اے سبک رفتار ندیو! اے فضائے آسمان میں پرے باندھ باندھ کر اڑنے والے پرندو، دامن آب میں تیرنے والی مچھلیو! اے زمین کی پشت پر رینگنے دوڑنے اور پھرنے والے جانورو! بتادو بتادو کس نے تم سب کو میرا خادم بنا دیا؟ کس نے تم سب کو میرے لئے مسخر کیا - تم سب برہنہ ہو، خانہ بدوش، بے سر وساماں مگر میں دولت بداماں ہوں، سرمایہ کا مالک، تمدن سے بہرہ اندوز، آبادیوں پر قابض، لباس، پوشاک زیورات سے مزین، آخر یہ کیوں؟

ہاں ہاں ضرور کوئی فاطر ہستی ہے - ضرور کوئی ہے جس نے مجھے یہ عجیب خلقت عطا کی میرے دماغ کو عقل کی روشنی بخشی -

ضرور کوئی ہے جس نے مجھے تمام کائنات ارضی کا مخدوم اور مالک بنایا - تمام جانداروں سے بالا رکھا مگر وہ کون ہے اور ہاں وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے - مجھے کیوں پیدا کیا، مجھے کیوں شرف و امتیاز بخشا، مجھے کیا کرنا ہے - کیا میں یونہی مرکر خاک میں مل جاؤنگا - مگر نہیں میں صرف تودہ خاک نہیں، میں اسٹیم کا انجن بھی نہیں - عناصر اربعہ کے علاوہ میرے اندر روح اور عقل وغیرہ بھی ہے - بہرحال اگر خاکی جسم خاک میں مل گیا تو کیا یہ روح بھی ختم ہوجائے گی -

مگر نہیں روح کو ختم نہیں ہونا چاہیئے وہ بدن سے ممتاز چیز ہے - میرا بدن جب حوادث پیری سے کمزور ہوگیا تو روح روز افزوں قوت حاصل کرتی رہی عقل میں روشنی پیدا ہوتی رہی بہرحال فطرت سلیمہ کے یہ صحیح تفکرات اسکو پریشان اور مضطرب کردیں گے - لیکن جو حقیقت اس کو اس اضطراب اور سرگردانی سے نجات دلاکر اسکی تشنہ کامی کو سیرابی سے بدلے گی وہ وہی ہے جس کو

مذہب کہا جاتا ہے۔

بلا شبہ اس کرب انگیز اضطراب میں وہ صداقت اُس کیلئے نعمۂ کبریٰ ہوگی جو اس کو سکون واطمینان کی دولت بخشے اور اُسکی گردن نہایت عاجزی کے ساتھ اُس احسانِ عظیم کا اعتراف کرتے ہوئے جھک جائیگی جس کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے قل لا تمنوا علیّ اسلامکم بل اللہ یمنّ علیکم ان ھداکم للایمان۔

الحاصل

مذہب فطرت سلیمہ کا ایک صحیح جذبہ ہے۔ جو خود اپنی ہستی اور اپنے ماحول میں غور کرنے کے وقت طبعی طور پر پیدا ہوتا ہے۔

قرآن کریم اور ضرورت مذہب

قرآن حکیم بتیان ہے اُس کی معجزانہ آیات ہر ایک علمی نکتہ کو اپنی جامعیت کے شکنوں میں لپیٹے ہوئے ہیں

(الف) وہ اوّلاً انسان کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔

(۱) فارجع البصر ھل تریٰ من فطور — پھر دوبارہ نگاہ کر، کہیں نظر آتا ہے تجھکو شگاف

(۲) اولم ینظروا فی ملکوت السمٰوٰتِ والارض — کیا وہ لوگ آسمان اور زمین کے کارخانوں میں غور نہیں کرتے۔

(۳) افلا یتدبرون القرآن — کیا وہ لوگ قرآن میں سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے

(ب) ایسے لوگوں کی انتہائی مذمت کی جاتی ہے جو کائناتِ عالم پر عبرت اندوز نظر نہیں ڈالتے۔

(۱) وکاین من آیاتٍ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون (سورہ یوسف) — آسمان وزمین میں کسقدر لامحدود نشانیاں ہیں یہ لوگ اُنپر گذر جاتے ہیں اور اُنکی طرف رخ نہیں کرتے۔

(۲) ومن الناس من یجادل فی اللہ — کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو اللہ کے بارے میں

بغیر علم	بے جانے بوجھے جھگڑتے ہیں۔
(۳) لھم قلوب لا یفقھون بھا	انکے دل تو ہیں مگر وہ اُن سے سمجھ کا کام نہیں لیتے

(ج) پھر انسان کو خود اپنی خلقت اور ماحول میں غور کرنے کا حکم کیا جاتا ہے۔

(۱) وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم	زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے
افلا تبصرون	اور خود تمہارے اندر بھی، کیا تم غور نہیں کرتے۔
(۲) ام خلقوا من غیر شیئ ام ھم الخالقون	کیا بغیر کسی کے پیدا کئے خود بخود پیدا ہو گئے۔ یا وہ خود
ام خلقوا السموٰت والارض	خالق ہیں۔ کیا آسمانوں اور زمینوں کو انہوں نے پیدا کیا
بل لا یوقنون۔	بلکہ خدا پر یقین لانا بھی نہیں چاہتے۔
(۳) واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم	اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا اس حالت
لا تعلمون شیئاً وجعل لکم السمع والابصار	میں تم کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ اور تمہارے کان اور آنکھ
والافئدۃ لعلکم تشکرون۔ (سورہ نحل)	اور دل پیدا کئے تاکہ تم اُس کا شکر ادا کرو۔

(د) کائناتِ عالم میں غور کرنے کی تعریف کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ اُس کا مقصد تقویٰ ہو۔

ان فی خلق السموٰتِ والارض و	بیشک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات
اختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی	اور دن کا آنا جانا۔ اسمیں نشانیاں ہیں عقل
الالباب الذین یذکرون اللہ	والوں کے لئے جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور
قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون	بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ اور فکر کرتے ہیں آسمان
فی خلق السموٰت والارض ربنا ما	اور زمین کی پیدائش میں۔ کہتے ہیں اے رب
خلقت ھذا باطلاً (آلِ عمران)	ہمارے تونے یہ عبث نہیں بنایا۔

(ہ) انسان کو مکرم و معظم کیا تمام کائنات ارضی و سماوی اسی کے لئے بنائی

اللہ الذی خلق السموٰتِ والارض	اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور
وانزل من السماء ماءً فاخرج بہ من	آسمان سے پانی اُتارا، پھر اُس سے پھل پیدا کئے کہ وہ

الثمرات رزقاً لکم و سخر لکم الفلک	تمہارے لئے رزق ہیں۔ اور تمہارے لئے کشتیوں
لتجری فی البحر بامرہٖ و سخر لکم الانھٰر	کو مسخر کر دیا کہ وہ اللہ کے حکم سے سمندر میں چلیں
و سخر لکم الشمس والقمر دائبین و	اور تمہارے لئے نہروں کو مسخر کر دیا۔ اور سورج
سخر لکم الیل والنھار۔ و اٰتٰکم	اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کر دیا کہ چکر لگاتے رہتے ہیں
من کل ما سالتموہ و ان تعدوا	اور رات اور دن کو بھی تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ اور جس چیز
نعمۃ اللہ لا تحصوھا (سورۂ ابراہیم)	کو تم نے مانگا اس نے عنایت کیا۔ اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض	وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی
جمیعًا (سورۂ بقر) ع ۳	ساری چیزیں پیدا کیں۔

غور کرو اس ہی فطری تسخیر کا نتیجہ ہے کہ انسان قدرت کی ہر چیز کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ پھر ان تمام آیات کو پیش کرنے کے بعد تنبیہ ہوتی ہے۔

افحسبتم انما خلقنٰکم عبثًا	کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تم کو یوں ہی بیکار پیدا
و انکم الینا لا ترجعون ؕ	کر دیا اور تم ہمارے ہاں لوٹ کر نہ آؤ گے۔

الحاصل فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی پیدائش پر غور کرے۔ ماحول کی تمام کائنات کے متعلق غور و فکر کرے اور اپنے مآل کار اور انجام پر غور کرے۔ یہی چیزیں مذہب کے مبادی اور اصول متعارفہ ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ جذبہ تفکر غیر فطری ہے۔

ھٰذا والحمد للہ

خریداران الفرقان کو ضروری اطلاع

الفرقان کا سالگرہ نمبر ان خریداروں کی خدمت میں وی پی کیا جائیگا جنکا چندہ ۱۵ محرم تک دفتر الفرقان میں نہیں پہنچے گا۔ جن حضرات کا وی پی واپس آئیگا انکو پھر یہ نمبر نہیں بھیجا جائیگا۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ صاف اور نمبر خریداری ضرور لکھیے ورنہ اندراج میں دشواری ہوگی

''مناظرہ گیا''

''گیا'' صوبہ بہار کا مشہور شہر ہے۔ اب سے دو تین سال پہلے تک وہاں کے مسلمان امن و سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے اور دیوبندیت و بریلویت کا وہاں کوئی سوال نہ تھا۔ لیکن کچھ دنوں سے بعض رضاخانی مولوی صاحبان (مولوی حشمت علی صاحب وغیرہ) کی نظرِ عنایت ادھر ملتفت ہوئی اور بریلی کی کافر ساز فیکٹری کی شاخ وہاں بھی کھول دی گئی۔ اور پورے زور شور کے ساتھ مسلمانوں کو کافر بنانے کی مہم جاری کر دی گئی۔ جب وہاں کے دردمند مسلمانوں سے بریلوی مشن کی یہ کفر ارزانی نہ دیکھی گئی تو انہوں نے مدافعانہ کارروائیاں شروع کیں۔ اسی سلسلہ میں ایک دفعہ پہلے بھی (غالباً ربیع الثانی میں) وہاں کے مسلمانوں نے مناظرہ کے خیال سے اس ناچیز کو بلایا تھا۔ لیکن اس وقت مولوی حشمت علی صاحب کے بروقت نہ پہنچنے کے باعث مناظرہ نہ ہو سکا۔ صرف چند تقریریں ہوئیں اور الحمد للہ لوگوں کی اس سے بہت کچھ اصلاح ہوئی۔ میرے اس سفر کا کچھ حال ناظرین کرام جمادی الاخریٰ کے الفرقان میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب اس سے قریباً آٹھ مہینے کے بعد ماہ ذیقعدہ میں پھر مولوی حشمت علی صاحب کا ادھر دورہ ہوا اور پھر کفر اکفری کی وہ گرم بازاری ہوئی کہ اللہ کی پناہ۔ بالآخر مجبور ہو کر وہاں کے اہلسنت نے آپکو مناظرہ کا چیلنج دیدیا۔ اور ۱۵ر فروری کو مجھے ندے اطلاع دی۔ میں اس وقت سفر میں تھا۔ جب ۱۹ر فروری کو میں بریلی پہنچا تو معلوم ہوا کہ گیا سے اب تک پانچ تار آ چکے ہیں۔ اگرچہ کام کی کثرت کسی طرح سفر کی اجازت نہ دیتی تھی مگر معاملہ کی نزاکت نے مجبور کر دیا۔ اسلئے ۲۰ر فروری کو پنجاب میل سے روانہ ہو گیا۔ اور بعونہ تعالیٰ رات کو ساڑھے گیارہ بجے پہنچ گیا۔ جمعہ کے دن مولوی حشمت علی صاحب سے شرائط کے متعلق کچھ خط و کتابت ہوئی اور طے ہوا کہ فریقین کے پانچ پانچ نمائندے ایک جگہ بیٹھ کر مبادیٔ مناظرہ طے کریں۔ چنانچہ نماز جمعہ کے بعد سے رات کے قریباً نو ۹ بجے تک اس نمائندہ کمیٹی کا اجلاس رہا اور بہ شکل تمام صرف چند چیزیں طے ہو سکیں اور جو باتیں زیادہ اہم تھیں وہ خود مناظرین پر چھوڑ دی گئیں کہ خود ہی ان کو طے کریں۔ چنانچہ شنبہ کو اجلاس عام میں ان شرائط پر گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد یکشنبہ کو اصل مناظرہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ اور دوشنبہ

کے دن ختم ہوگئی۔ یہ مناظرہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے پہلے تمام مناظروں سے زیادہ اہم اور بحمد اللہ زیادہ مفید رہا۔ اس کی مفصل روئداد انشاء اللہ آئندہ ماہ کے سالگرہ نمبر میں شائع ہوگی۔ جسمیں مندرجہ ذیل چیزیں خاص طور پر قابلِ ملاحظہ ہوں گی۔

(۱) مولوی حشمت علی صاحب کا مناظرہ سے پہلے عام تقریروں میں حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بہت زیادہ زہر اگلنا بلکہ اپنا سارا زور تکفیر انہی پر صرف کرنا، مگر انکی عبارات پر مناظرہ کرنے سے صاف گریز کرنا۔ اور اس کی وجہ

(۲) میرے گیا پہنچنے سے پہلے ہی مولوی حشمت علی صاحب کا اپنے مریدوں معتقدوں کو یہ دہبت کرنا کہ اگر مجمع کے رُعب سے یا اپنی کم علمی کی وجہ سے میں مناظرہ میں "منظور" سے مغلوب ہو جاؤں تو تم وہابی نہ ہونا اور سب سے اس پر ہاتھ اٹھوا کر عہد لینا۔

(۳) شرائط کی گفتگو میں مولوی حشمت علی صاحب کے عجیب وغریب اور مضحکہ خیز دلائل۔

(۴) رضاخانیوں کے صدر مولوی عبدالولی کی طرف سے مباہلہ کی ڈھینگ اور میرے فوراً تیار ہو جانے پر عبرتناک گریز

(۵) عباراتِ تحذیر الناس میں مولوی احمد رضا خانصاحب کی مجرمانہ خیانت کا ناقابلِ تردید ثبوت۔

(۶) مولوی احمد رضا خانصاحب کے نزدیک حضورِ اقدس کے عہدِ مقدس میں اللہ تعالیٰ کے چار اور نبیوں کا ہونا۔ اور اب تک بلکہ قربِ قیامت تک موجود رہنا۔ اور اس بناء پر مولوی حشمت علی صاحب کے اقرار سے مولوی احمد رضا خانصاحب کا کافر مرتد ہونا۔

(۷) نصوصِ شرعیہ اور اقوالِ اولیاء کرام و علماء عظام سے تحذیر الناس کے مضمون کی تائید۔

(۸) خاتم النبیین کی تفسیر میں حضرت مولانا نانوتوی مرحوم کے مسلک کی تائید حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ اور عارف رومیؒ اور مولانا بحر العلوم کے ارشادات سے۔

(۹) حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلیؒ پر مولوی حشمت علی صاحب کا تحریری کفر کا فتویٰ

(۱۰) نیز حضرت مُلا علی قاری اور دیگر علماء کرام وعرفاء عظام کی لزومی تکفیر۔ (۱۱) حضرت حکیم الامۃ مدظلہ پر دعویٰ نبوت کے شیطانی بہتان کی پرزور تردید اور عاجز آکر مولوی حشمت علی کی زبان سے حقانیت کا اعتراف (۱۲) مولوی

(۱۳) مولوی حشمت علی صاحب کا اپنی شکست محسوس کرکے خطرناک طریقے پر مناظرہ بند کرانا۔ اور اسکا تحریری ثبوت۔

رُباعیاتِ فضا

از جناب مرزا اسلام اللہ صاحب فضا الہ آبادی

اللہ و رسول کی کہاں الفت باقی — ہے دیووں کی پیروں کی محبت باقی
جب سے ہوئے قبروں کے سجدے جائز — افسوس کہاں دین کی حرمت باقی

اللہ کا فرمان بھی دیکھا ہے کبھی — یہ تو کہو قرآن بھی دیکھا ہے کبھی
مخلوق کے قدموں پہ جو سر اپنا رکھے — ایسا فضاؔ انسان بھی دیکھا ہے کبھی

منہ صبر و رضا سے اپنا موڑا ہم نے — ناتا الحاد سے بھی جوڑا ہم نے
مذہب میں نکال کر ہزاروں شاخیں — پھنسی کا بنا دیا ہے پھوڑا ہم نے

سب زیست کا سامان مٹا جاتا ہے — الحاد پہ انسان مٹا جاتا ہے
اسلام میں بھی کہتے ہیں فرقے نکلے — افسوس کہ ایمان لٹا جاتا ہے

کیا تم سے کہیں اپنے بزرگوں کی بات — وہ رہتے تھے مصروف شفقت دن رات
ان باتوں کو ہم بھول گئے ہیں افسوس — ہے نذر و نیاز پر ہماری اوقات

ملاؤں سے اس وقت کے خالق کی پناہ — ظاہر میں بھی خواہ ہیں دل میں بدخواہ
اللہ کے بندوں کو خدا کہتے ہیں — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بوارق الغیب

گزشتہ سے پیوستہ

دسویں آیت

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝ (سورہ نمل ع)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔

(۸۷) "بگو نمی داند ہر کہ در آسمانہا و زمین است غیب را مگر خدا و نمی دانند کہ کے برانگیختہ شوند" (فتح الرحمٰن [۱۱۶])

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

(۸۸) "تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں چھپی چیز کی مگر اللہ اور ان کو خبر نہیں کہ کب جلائے جاویں گے۔"

(امام التراجم [۱۱۷])

محی السنۃ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ اسکی شان نزول کے متعلق فرماتے ہیں۔

(۸۹) نزلت فی المشرکین حیث سألوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن وقت قیام الساعۃ [۱۱۸] (معالم التنزیل صفحہ ۱۲۸ ج ۵)	یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب انہوں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا تھا۔

یہی شان نزول تفسیر جلالین صفحہ ۳۲۱ (۹۰) [۱۱۹] اور تفسیر مدارک صفحہ ۱۶۷ (۹۱) [۱۲۰] اور جامع البیان صفحہ ۳۲۱ (۹۲) [۱۲۱] میں بھی مذکور ہے

اور علامہ علی بن محمد خازن اسی شان نزول کو نقل فرمانے کے بعد آیت کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

(۹۳) والمعنی ان اللہ ھو الذی یعلم الغیب وحدہ ویعلم متی تقوم الساعۃ (وما یشعرون ایان یبعثون) یعنی ان من فی السموات وھم الملئکۃ ومن فی الارض وھم بنو آدم لا یعلمون متی یبعثون واللہ تعالیٰ تفرد بعلم ذالک (تفسیر خازن صفحہ ۱۲۵ ج ۵) [۱۲۲]	مطلب آیت کا یہ ہے کہ بس ایک خدا ہی غیب کا علم رکھتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئیگی (اور نہیں خبر انکو کہ کب وہ دوبارہ زندہ کئے جاویں گے) یعنی جو مخلوق کہ آسمانوں میں ہے (یعنی فرشتے) اور جو مخلوق کہ زمین میں ہے یعنی بنی آدم۔ انکو معلوم نہیں کہ کب وہ اٹھائے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کے علم کیساتھ متفرد ہے

اور عمدۃ المفسرین حافظ الحدیث امام ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی ذیل میں فرماتے ہیں۔

يقول تعالى آمرا رسوله صلى الله عليه وسلم ان يقول معلما لجميع الخلق انه لا يعلم احد من اهل السموات والارض الغيب الا الله - وقوله تعالى "الا الله" استثناء منقطع اى لا يعلم احد ذالك الا الله عز وجل فانه المتفرد بذالك وحده لا شريك له كما قال تعالى وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو الآية وقال تعالى ان الله عنده علم الساعة الى آخر السورة والآيات فى هذا كثيرة وقوله تعالى "وما يشعرون ايان يبعثون اى وما يشعر الخلائق الساكنون فى السموات والارض بوقت الساعة كما قال تعالى ثقلت فى السموات والارض لا تاتيكم الا بغتة" اى ثقل علمها على اهل السموات والارض وقال ابن ابى حاتم حدثنا ابى قال حدثنا على بن الجعد قال حدثنا ابو جعفر الرازى عن داؤد بن ابى هند عن الشعبى عن مسروق عن عائشة قالت من زعم انه يعلم يعنى النبى صلى الله عليه وسلم ما يكون فى غد فقد اعظم على الله الفرية لان الله تعالى يقول قل لا يعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله -

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ تمام مخلوق کو بتلا دیں کہ آسمان وزمین کے رہنے والوں میں کوئی بھی خدا کے سوا غیب کا علم نہیں رکھتا (اور الا اللہ استثناء منقطع ہے) اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی غیب کا علم نہیں وہی اسکے ساتھ متفرد ہے اسمیں اس کا کوئی شریک نہیں - جیسا کہ وہ دوسری جگہ بھی فرماتا ہے "وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو الاية" اور فرماتا ہے ان الله عنده علم الساعة" الآيات - اور اس بارے میں بہت سی آیتیں قرآن پاک میں ہیں اور "وما يشعرون ايان يبعثون" کا مطلب یہ ہے کہ زمین وآسمان کی بسنے والی مخلوقات کو قیامت کے وقت کا پتہ نہیں جیسا کہ دوسری جگہ بھی فرمایا ہے "ثقلت فى السموات والارض لا تاتيكم الا بغتة" جسکا مطلب یہی ہے کہ آسمان وزمین والوں پر قیامت کا علم بہت گراں ہے اور ابن ابی حاتم (بسند مذکور) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ "جو شخص گمان کرے کہ حضور کل (آئندہ) ہونیوالی باتوں کو جانتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا کیونکہ وہ تو فرماتا ہے "لا يعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله" یعنی اللہ کے سوا کوئی بھی غیب سے باخبر نہیں -

....

....

اس کے بعد علامہ ممدوح اس آیت سے بعد والی آیت "بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وقرء آخرون "بل ادرك علمهم" ای تساوی علمهم فی ذالك كما فی الصحیح لمسلم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لجبرئیل وقد سأل عن وقت الساعة "ما المسئول عنها باعلم من السائل" ای تساوی فی العجز عن درك ذالك علم المسئول والسائل (تفسیر ابن کثیر ج ۷ صفحہ ۲۲۹)

دوسرے قراء نے بجائے "بل ادّٰرك" کے "بل ادرك" پڑھا ہے اس بناء پر آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ اہل ارض و سما کا علم قیامت کے معاملہ میں برابر ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضور نے وقتِ قیامت کے سوال کے جواب میں حضرت جبرئیل سے فرمایا کہ مسئول (یعنی میں) سائل سے (یعنی تم) سے (اس بارہ میں زیادہ علم نہیں رکھتا۔ مطلب یہ تھا کہ اس علم کی تحصیل سے عاجز ہونے میں سائل و مسئول برابر ہیں۔

گیارھویں آیت

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ (حم سجدہ ع ۶)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔

(۹۵)
"بسوئے خدا حوالہ کردہ میشود معرفتِ قیامت و بیروں نمی آید۔ اجناس میوہ از غلافہائے خود و در شکم بار نمی گیرد ہیچ زنے و نمی نہد بارِ شکم را مگر بدانستِ خدا (فتح الرحمٰن ج ۲ ص ۱۴۴)

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(۹۶)
"اسی کی طرف حوالہ ہے خبر قیامت کی اور کوئی میوے نہیں جو نکلتے ہیں اپنے غلاف سے اور گابھ نہیں رہتا کسی مادہ کو اور نہ وہ جنے جس کی اس کو خبر نہیں۔ (اہم التراجم ص ۱۲۵)

اس آیت کی ابتدائی حصہ میں تو یہ بتلایا گیا ہے کہ قیامت (جس میں نظام عالم درہم برہم کر کے از سرِ نو ایک دوسرا نظام تیار کیا جائیگا) اس کے وقت کا علم بس خدا ہی کو ہے اور دوسرے حصہ میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اس

عالم کے تکوینی حوادث مثلاً عالم نباتات و عالم حیوانات کے روزمرہ کے انقلابات کا تفصیلی اور محیط علم بھی حق تعالیٰ ہی کو ہے۔

امام رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

(۹۷) کان سائلاً قال متی یکون ذالک الیوم فقال تعالیٰ انہ لا سبیل للخلق الی معرفۃ ذالک الیوم و لا یعلمہ الا اللہ تعالیٰ فقال "الیہ یرد علم الساعۃ" وھذہ الکلمۃ تفید الحصر ای لا یعلم وقت الساعۃ بعینہ الا اللہ وکما ان ھذا العلم لیس الا عند اللہ فکذالک العلم بحدوث الحوادث المستقبلۃ فی اوقاتہا المعینۃ لیس الا عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ ثم ذکر من امثلۃ ھذا الباب مثالین احدھما قولہ "ما تخرج من ثمرۃ من اکمامھا" و ثانیھما قولہ وما تحمل من انثیٰ ولا تضع الا بعلمہ (تفسیر کبیر صفحہ ۲۵۶ ج ۷)[۱۲۶]

(یوں سمجھو کہ) گویا سائل نے سوال کیا کہ یہ روز قیامت کب آئیگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ مخلوق کیلئے اس کے علم کی کوئی سبیل نہیں اور اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ فرمادیا "الیہ یرد علم الساعۃ" اور یہ کلمہ مفید حصر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے وقت معین کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جس طرح کہ یہ علم قیامت خدا کے سوا کسی کو نہیں، ایسے ہی آئندہ جو امور اپنے اوقات معینہ میں ہونے والے ہیں اُن سب کا علم (کہ وہ کس طور پر؟ کب؟ کہاں؟ کیونکر ہونگے) نیز خدا ہی سے مخصوص ہے۔ پھر خدا نے اس باب کی مثالوں میں سے یہاں صرف دو مثالیں ذکر فرمائیں ایک پھلوں کے اپنے قدرتی غلافوں میں سے ظاہر ہونے کی اور دوسری حمل اور وضع حمل کی۔

اور خطیب شربینی[۹۸] علیہ الرحمۃ نے بھی اس موقع پر یہی ارقام فرمایا ہے (سراج منیر صفحہ ۵۲۳ ج ۳)[۱۲۷]

اور "الیہ یرد علم الساعۃ" کی تفسیر میں علامہ علی بن محمد خازن فرماتے ہیں۔

(۹۹) یعنی اذا سال عنہا سائل قیل لہ لا یعلم وقت قیام الساعۃ الا اللہ (تفسیر خازن صفحہ ۹۶ ج ۲)[۱۲۸]

مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب کوئی سائل قیامت کے وقت کا سوال کرے تو اس سے کہدیا جائے کہ قیامت کے وقت خاص کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور نیز علامہ بغوی رح[۱۰۰] نے (معالم التنزیل صفحہ ۹۶ پر)[۱۲۹] اور علامہ نسفی رح[۱۰۱] نے (تفسیر مدارک صفحہ ۴ ج ۴ پر)[۱۳۰] اور قاضی بیضاوی رح[۱۰۲] نے (تفسیر بیضاوی صفحہ ۳۳۶ ج ۲ پر)[۱۳۱] اور علامہ ابو السعود رح[۱۰۳] نے (تفسیر ابی السعود صفحہ ۱۹ ج ۸ پر)[۱۳۲] اس آیت کی تفسیر میں یہی

ارقام فرمایا ہے ۔

اور علامہ معین بن صفی ارقام فرماتے ہیں

(الیہ یرد علم الساعۃ) لا یعلمہا الا اللہ (۱۰۴) — قیامت کا علم خدا ہی پر حوالہ کیا جاتا ہے اس کے سوا کسی کو اسکا علم نہیں ۔

(تفسیر جامع البیان صفحہ ۳۹۸) [۱۳۳]

اور علامہ جلال الدین محلی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں ۔

(الیہ یرد علم الساعۃ) متی یکون (۱۰۵) لا یعلمہ غیرہ ۔ (تفسیر جلالین) [۱۳۴] — خدا ہی کی طرف حوالہ کیا جاتا ہے قیامت کا علم کہ کب ہو گی؟ اس کے سوا کسی کو اسکا علم نہیں ۔

اور امام التفسیر والحدیث حافظ عماد الدین بن کثیر فرماتے ہیں ۔

(الیہ یرد علم الساعۃ) (۱۰۶) ای لا یعلم ذالک احد سواہ کما قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم وھو سید البشر لجبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام وھو من سادات الملئکۃ حین سالہ عن الساعۃ فقال ما المسئول عنہا باعلم من السائل وکما قال عزوجل الی ربک منتہاھا ۔ وقال جل جلالہ لا یجلیہا لوقتہا الا ھو (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۹۸ ج ۹) [۱۳۵] — (الیہ یرد علم الساعۃ) کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سید البشر ہیں حضرت جبرئیل سے جو سرداران ملائکہ میں سے ہیں وقت قیامت کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ "مسئول کا علم (اس معاملہ میں) سائل سے زیادہ نہیں" اور جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا "الی ربک منتہاھا" اور دوسری جگہ فرمایا "لا یجلیہا لوقتہا الا ھو"

مفسر علیہ الرحمہ کی غرض یہ ہے کہ جسطرح اس آیت کریمہ میں علم قیامت کا مخصوص بخداوند تعالیٰ ہونا بیان فرمایا گیا ہے ۔ اسی طرح دوسری آیات اور احادیث میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے ۔

بارھویں آیت

وَعِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (سورۃ زخرف ع ۷)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ۔

"ونزدیک اوست علم قیامت (۱۰۷) بسوے اور جوع کردہ شوید (فتح الرحمن)[۱۳۶]

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اور اسی پاس ہے خبر قیامت کی اور اُسی تک پھر جاؤ گے۔ (۱۰۸) (امام التراجم)[۱۳۷]

علامہ آلوسی مفتی بغداد علیہ الرحمہ اپنی بے نظیر تفسیر "روح المعانی" میں فرماتے ہیں۔

(وعندہٗ علم الساعۃ) (۱۰۹) فی تقدیم الخبر اشارۃ الی استئثارہٖ تعالیٰ بعلم ذالک (روح المعانی[۱۳۸] ج ۸ صفحہ ۳۵) خبر کو مقدم کرنے میں اسطرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ نے علم قیامت کو اپنے ہی واسطے خاص کر لیا ہے۔

اور خطیب بغدادی علیہ الرحمہ کے اس موقع پر یہ الفاظ ہیں۔

(وعندہٗ) (۱۱۰) وحدہٗ (علم الساعۃ) (سراج منیر[۱۳۹] ج ۳ صفحہ ۵۶۵) اور بس ایک خداہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔

اور علامہ معین بن صفی فرماتے ہیں۔

(وعندہٗ) (۱۱۱) لا عند غیرہٖ (علم الساعۃ) (جامع البیان[۱۴۰] صفحہ ۴۲۶) اور خداہی کے پاس ہے قیامت کا علم نہ اُس کے غیر کے پاس

تیرھویں آیت

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَا (سورۃ والنزعٰت ع ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔

"مے پرسند ترا از قیامت (۱۱۲) کہ باشد تحقیق آن، در چہ منزلتے تو از علم آن بسوئے پروردگار تست منتہائے علم آں۔ جز این نیست کہ تو ترسانندہ کسے را کہ بترسد از وے"۔ (فتح الرحمن)[۱۴۱]

اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"تجھ سے (۱۱۳) پوچھتے ہیں وہ گھڑی کب ہے ٹھیراؤ اس کا، تو کس بات میں ہے اُس کے مذکور سے، تیرے رب کی طرف ہے پہنچ اُس کی، تو تو ڈر سنانے کو ہے اُسکو جو اُس سے ڈرتا ہے"۔

(امام التراجم)[۱۴۲]

اس آیت کے شانِ نزول میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئل عن الساعۃ[۱۴۱]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے وقت) کو دریافت فرماتے
فنزلت فیم انت من ذکراھا	تھے تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی فِیمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا ،،
(اخرجہ ابن مردویہ در منثور صفحہ ۳۱۴ ج ۶)[۱۴۳]	(کہ آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق ؟)

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

مازال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،[۱۵۱]	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر قیامت کے
یسئال عن الساعۃ حتی انزل علیہ	متعلق دریافت فرماتے رہے یہاں تک کہ یہ آیت
،، فیم انت من ذکراھا الی ربک منتھاھا	نازل ہوئی ۔
فلم یسئال عنہا (اخرجہ البزار وابن جریر و	،، فیم انت من ذکراھا الی ربک منتھاھا ،،
ابن المنذر والحاکم وصححہ وابن مردویہ)	پھر آپ نے کبھی دریافت نہیں فرمایا ۔
در منثور صفحہ ۳۱۴ ج ۶[۱۴۴]	

اور اسی کو سعید بن منصور اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت عروہ تابعی سے مرسلاً بھی روایت کیا ہے (در منثور)

نیز طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا
یکثر ذکر الساعۃ حتی نزلت فیم انت من ذکراھا	بکثرت ذکر فرمایا کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی
الی ربک منتھاھا فکف عنہا ،،	تو آپ نے اس کو ترک فرما دیا ۔

(اخرجہ عبد بن حمید والنسائی وابن جریر والطبرانی وابن مردویہ عن طارق ابن شہاب) در منثور صفحہ ۳۱۴ ج ۶

ناظرین کو غلط فہمی سے بچانے کیلئے ان روایات کی تشریح کے طور پر اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ یہ آیات نبوت کے ابتدائی زمانہ کی ہیں اور چونکہ اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے وقتِ خاص کا علم مخصوصاتِ باری تعالیٰ میں سے ہے اسلئے کفار مکہ کے سوال سے

متاثر ہو کر آپ بار بار اس کو دریافت فرماتے تھے اور آپ کو اس کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں (جن کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس سے کیا تعلق ؟ اس کا علم بس اللہ پر ختم ہے۔ اور آپ کا کام تو بس اُن لوگوں کو قیامت کا خوف دلانا ہے جو اُس سے خائف ہوں (اور اس کیلئے تعیینِ وقت کی ضرورت نہیں) تو آپ نے اس خیال کو چھوڑ دیا۔ لیکن کفار کی جانب سے از راہِ شرارت پھر بھی یہی سوال ہوتا رہا جسکا جواب بار بار قرآنِ مجید میں دیا گیا۔ اس کے بعد آیت کی تفسیر میں ائمہ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشاداتِ گرامی ملاحظہ ہوں۔

امام الحدیث والتفسیر حافظ عماد الدین بن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "فیم انت من ذکرٰیھا الی ربک منتھاھا" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ای لیس علمھا الیک ولا الی احدٍ من الخلق بل مردّھا ومرجعھا الی اللہ عزوجل فھو الذی یعلم وقتھا علی التعیین ولھٰذا لما سائل جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن وقت الساعۃ قال ما المسئول عنھا باعلم من السائل۔ (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۵۵ ج ۱۰)

یعنی اُس (قیامت کے وقتِ خاص) کا علم نہ آپ کو ہے نہ کسی اور مخلوق کو بلکہ اسکا مدار اور مرجع بس خدا ہی ہے پس وہی اسکے وقت معین کو جانتا ہے اور اسی واسطے جب جناب جبرئیل نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ (اسمیں) مسئول کا علم سائل سے زیادہ نہیں (یعنی جسطرح آپ اسکو نہیں جانتے میں بھی نہیں جانتا)

اور علامہ علی بن محمد خازن "لباب التاویل" میں فرماتے ہیں۔

(یسئلونک) ای یا محمد (عن الساعۃ) ایّان مرسٰھا) ای متی ظھورھا وقیامھا (فیم انت من ذکرٰھا) ای لست فی شئٍ من علمھا و ذکرھا حتی تھتم لھا وتذکر وقتھا (الی ربک منتھاھا) ای منتھٰی علمھا لا یعلم متی تقوم الساعۃ الا ھو۔ (تفسیر خازن صفحہ ۱۶۳ ج ۷)

مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے محمد (یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب ہوگا اُسکا ٹھیراؤ۔) یعنی وہ کب ظاہر اور قائم ہوگی۔؟ (کس چیز میں ہیں آپ اُس کے ذکر سے) یعنی آپ کو اسکے علم و ذکر سے کوئی سروکار نہیں۔ یہاں تک کہ آپ اس کا اہتمام کریں اور اُسکے وقت کا خیال کریں (آپکے رب ہی تک ہے اُسکی انتہا) یعنی اُسکا علم بس اُسی پر ختم ہے اُسکے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔

(باقی آئندہ)

مولانا نعمانی ۔ مسئلہ تناسخ پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی چھٹی تقریر کا بقیہ ۔ **گذشتہ سے پیوستہ**

پنڈت جی نے میرے پانچویں اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ ماں بہن، بہو، بیٹی ہونا جسم کا خاصہ ہے، روح کسی کی ماں بہن نہیں ہوتی لیکن میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ غلط ہے اسلئے کہ مادّہ غیر ذی شعور ہے اُسکو کسی تعلق کا احساس نہیں ہوتا مگر روح ذی شعور ہے وہ تمام تعلقات اچھے بُرے کو پہچانتی ہے تو درحقیقت یہ تمام تعلقات روح کے ہی ہیں اور اگر آپ کے نزدیک روح کا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں، تو کیا کوئی اچھی فطرت کا انسان اس کو گوارا کریگا کہ اُسکے کسی بزرگ کی روح کسی گھوڑے یا گدھے میں آجائے اور وہ اُسپر سوار ہو یا اپنا سامان لادے۔ یا اُس کی ماں بہن کی روح دوسرے جنم میں آکر اُس کی بیوی بنے ۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ بھی اس کو گوارا نہیں کریں گے ۔ پھر خواہ مخواہ کسی عقیدہ کی حمایت کیلئے یہ کہدینا کہ روح کا ان تعلقات سے کوئی واسطہ نہیں یقیناً ہٹ دھرمی ہے اس کے بعد میں ایک اعتراض اور پیش کرتا ہوں تمام مذاہب اور تمام عقلاء دُعا دوا کے قائل ہیں ۔ یعنی یہ سب مانتے ہیں کہ دفع مصیبت یا حصولِ راحت کیلئے خدا سے دُعا کی جائے اور ازالۂ مرض کیلئے مریض کو دوا دی جائے ۔

مگر تناسخ کے اصول پر یہ سب بالکل فضول اور بیکار ہے کیونکہ جو شخص جس حال میں بھی ہے وہ اپنے کرموں کا بدلہ پا رہا ہے ۔ اور حسب اصول سماج پرمیشور نہ کسی کو معاف کر سکتا ہے نہ اپنی مہربانی سے کسی کو اسکے عمل سے زیادہ کچھ دے سکتا ہے ۔ اسی طرح جو مریض ہے وہ درحقیقت اس مرض کی شکل میں اپنے کسی پاپ کی سزا بھگت رہا ہے اس کو دوا دینا بالکل بیکار ہے کیونکہ جبتک اُسکی سزا پوری نہو جائے، تناسخ کے اصول پر وہ اچھا نہیں ہوسکتا اور جسدن اُسکی سزا کی میعاد پوری ہوجائے اُس کے بعد ایک لمحہ کیلئے پرمیشور اُس کو مریض نہیں رکھ سکتا ۔ پس بربنائے تناسخ مریض کی دوا کرنا نہ صرف بیکار بلکہ ایک گونہ خدا سے مقابلہ کرنا ہوگا ۔ کہ وہ ایک پاپی کو بخار کے ذریعہ سے سزا دینا چاہتا ہے اور آپ کونین کے ذریعہ سے اُسکو خدا کی سزا سے نکالنا چاہتے ہیں ۔ پس سماجی دوستوں کو چاہئے کہ تناسخ کے ماننے کے بعد نہ وہ خدا سے کوئی دُعا پرارتھنا کریں، نہ کسی مریض کا علاج کریں اور سارے دواخانے آج ہی سے بند کر دئیے جائیں اچھا تناسخ ہوا کہ ہمارے ڈاکٹر شام سروپ صاحب (پردھان آریہ سماج بریلی) کا پیشہ ہی ختم ہو رہا ہے ۔

پنڈت جی | مولانا کے ہر سوال کا میں کافی شافی جواب دے رہا ہوں مگر پھر بھی ہر مرتبہ مولانا اپنے ہر اعتراض کو دہرا دیتے

۳۴

ہیں۔ اور فرما دیتے ہیں میرا سوال باقی ہے اور پھر اسی کے ساتھ ہر مرتبہ ایک نیا اعتراض بھی کر دیتے ہیں۔ چونکہ مجھے پبلک پر اعتماد ہے کہ وہ تمام گفتگو کو خوب سمجھ رہی ہے اسلئے میں جواب کو دُہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مولانا کے پہلے پانچ اعتراضوں کے جواب تو ہو چکے۔ اس دفعہ آپ نے چھٹا اعتراض ...... یہ پیش کیا ہے کہ تناسخ کے اصول پر دوا علاج بیکار ٹھیرتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی مولانا کا مغالطہ ہے کیونکہ دوا علاج خود ایک سزا ہے اسلئے کہ اُسمیں پیسے خرچ ہوتے ہیں دوڑ دھوپ کرنی پڑتی ہے۔ پس جسطرح پرمیشور کی طرف سے مرض کی سزا دیجاتی ہے اسی طرح علاج کرنے کی سزا بھی اُسی کی طرف سے دی جاتی ہے۔

یہ تو آپکے اعتراض کا جواب ہوا اسکے بعد میں پھر وہی کہتا ہوں کہ تناسخ پر آپ کا اعتراض کرنا بالکل بے محل ہے۔ کیونکہ تناسخ کی اصل اسلام میں بھی موجود ہے۔ اسکے ثبوت میں میں نے دو آیتیں پیش کی تھیں پہلی کے متعلق تو آپ کو بھی اقرار ہے کہ اس میں تماسخ کا ذکر ہے اور واقعی کوئی قوم پہلے بندر بنائی گئی تھی مگر اسی کے ساتھ آپ فرماتے ہیں کہ تماسخ اور تناسخ میں فرق ہے۔ میں مانتا ہوں کہ تھوڑا سا فرق ہے۔ مگر اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ تناسخ کی نوعیت آپکے یہاں اور ہے اور سماج میں اور ہے۔ مگر یہ فرق صرف صورت اور نوعیت کا ہے حقیقت اور اصلیت کا نہیں تو تنا تو اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ تناسخ کی اصلیت اسلام میں بھی ہے اور میں نے جو دوسری آیت پیش کی تھی اُسکا جواب دیتے ہوئے آپنے فرمایا ہے کہ جلود کے معنی جسم کے نہیں بلکہ چمڑے کے ہیں، میں جانتا ہوں کہ عربی میں جلد کے معنی کھال کے ہیں۔ مگر یہاں کھال کے معنی ٹھیک نہیں ہو سکتے" کیونکہ یہ بات ڈاکٹروں اور حکیموں کی مانی ہوئی ہے کہ اگر کسی انسان کی سب کھال جل جائے یا صرف اوپر کے نصف بدن کی کھال جل جائے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا اسلئے میں نے جلود کا ترجمہ جسم سے کر دیا تھا اور اس صورت میں آیت کا مطلب یہی ہوگا کہ جب دوزخیوں کے جسم جلکر راکھ ہو جائیں گے تو اُن کو دوسرے جسم دیدیں گے اور بس اسی کا نام تناسخ ہے۔ تو قرآن مجید بھی تناسخ کا حامی ہے۔

مولانا صاحب اسمیں شک نہیں کہ پنڈت جی بہت تجربہ کار اور ہوشیار مناظر ہیں مگر افسوس ہے کہ آپ اس ہوشیاری سے نہایت غلط فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں میں بتلا چکا کہ تناسخ اور تماسخ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ آریہ سماج کے مسلمہ تناسخ کی حقیقت یہ ہے کہ ہر روح ایک قالب سے منتقل ہو کر دوسرے میں جاتی ہے اور وہاں تدریجی طور پر نشو و نما ہوتا ہے۔ پھر موت کے ذریعہ سے اُس سے نکلکر تیسرے میں اور پھر اُس سے چوتھے میں جاتی ہے

اور ہمیشہ اسی یونی چکر میں رہتی ہے - اور اسی طور پر تمام کائنات کا نظام چل رہا ہے - غرض آریہ سماج کا تناسخ تو یہ ہے - اور قرآن کریم میں جس مسخ کا ذکر ہے اُسکی حقیقت بس یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں ایک نافرمان اور سرکش قوم پر خدا کا عتاب ہوا اور اُس کو مسخ کر کے بندر اور سور کی شکلوں میں تبدیل کر دیا گیا اور دو تین دن کے اندر اندر وہ سب اُسی حال میں ہلاک ہو گئی - غرض وہاں نہ روح کہیں گئی نہ مادہ ہی بدلا - بلکہ صرف شکل تبدیل ہو گئی (جسطرح کہ اب بھی لقوہ اور فالج وغیرہ خاص امراض میں کسی قدر ہیئت اور شکل تبدیل ہو جاتی ہے) بہرحال وہاں صرف ہیئت کی ایک گونہ تبدیلی تھی جسکا آریہ سماج کے تناسخ سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں مگر بایں ہمہ ابھی تک آپ یہی فرمائے جاتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں تناسخ کی اصلیت ہے - اگر واقعی آپ کو ابھی تک یہ غلط فہمی ہے تو افسوس ہے - اور اگر دیدہ و دانستہ آپ اپنی قوم کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں تو اس سے بھی زیادہ افسوسناک ہے - ع

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اسی طرح دوسری آیت کا مطلب آپ بالکل غلط بیان فرما رہے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ آپ کو اقرار ہے کہ جلد کے معنی کھال کے ہیں - مگر اسکے بعد بھی محض لوگوں کو مغالطہ دیتے ہوئے آپ وہی مطلب لے رہے ہیں پھر اسکی وجہ آپ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر تمام بدن کی کھال جل جائے تو حکیموں اور ڈاکٹروں کے نزدیک انسان زندہ نہیں رہ سکتا بہت خوب !! اور اگر کھال ہی نہیں بلکہ آپکے خیال کے مطابق سارا جسم بھی جل کر خاک سیاہ ہو جائے جب تو شاید تمام اطبا اور ڈاکٹروں کے نزدیک ضرور ہی زندہ رہتا ہوگا - کوئی انتہا ہے اس ہٹ دھرمی کی کہ کھال جلنے کے بعد از سرِ نو کھال آ جانا تو آپکی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر جلکر راکھ ہو جانیکے بعد از سرِ نو زندہ ہو جانا اور پھر جسم مل جانا آپکی سمجھ میں آتا ہے تعصب کی بیجا حمایت کا اس سے بڑھکر اور کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے -

میں سماجی بھائیوں سے اپیل کرونگا کہ وہ پنڈت جی کی اس روش پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں - رہا آپ کا یہ فرمانا کہ حکیموں اور ڈاکٹروں کے نزدیک کھال جل جانے کے بعد انسان کا زندہ رہنا محال ہے - سو اگرچہ ایک خدا کے ماننے والے اور اُسکی قدرتوں اور طاقتوں کو پہچاننے والے کیلئے اتنا جواب کافی ہے کہ خدا کی قدرت ان طبیبوں اور ڈاکٹروں کی قیاس آرائیوں سے بہت بڑی ہے) لیکن اب مجھے اس جواب کی ضرورت نہیں انہیں ڈاکٹروں کی تحقیقات اس بارہ میں روز بروز ترقی کر رہی ہیں اور کل تک جن حالات میں وہ زندگی کو ناممکن کہتے تھے - اب وہ اسکے خلاف اپنے تجربات پیش کر رہے ہیں -

میرا چھٹا اعتراض یہ تھا کہ تناسخ کے اصول پر دعا و دوا سب بیکار ہے کیونکہ اس اصول پر جو شخص مریض ہے یا کسی اور مصیبت میں گرفتار ہے وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت رہا ہے اور جب بھگت چکے گا تو اُس سے نجات پا جائے گا۔ خواہ کوئی تدبیر کرے یا نہ کرے اور جب تک وہ مقررہ سزا نہ بھگت چکے گا اُس وقت تک کسی طرح بھی وہ اس سے رہائی حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مرض کے ازالہ کیلئے یا دوسری مصیبتوں اور پریشانیوں سے رہائی حاصل کرنے کیلئے دوا علاج یا دعا اور یا اسی قسم کی دوسری تدبیریں بالکل بیکار ٹھہرتی ہیں میرا یہ اعتراض بالکل واضح اور کھلا ہوا ہے۔ اسکے جواب میں آپنے صرف یہ فرمایا کہ دوا بھی ایک سزا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اسکو میرے اعتراض سے کیا تعلق ہے اور اس فرما دینے سے میرے اعتراض کا جواب کیونکر ہو گیا۔ پھر یہ کہ میرا اعتراض صرف دوا ہی کے متعلق نہیں ہے بلکہ دعا کے متعلق بھی ہے۔ تو کیا آپکے نزدیک پرمیشور سے دُعا و پرارتھنا کرنا بھی کوئی سزا ہے۔ بہرحال میرا چھٹا اعتراض بھی علی حالہ باقی رہا۔ اسکے بعد ایک اعتراض اور پیش کرتا ہوں

تناسخ کے اصول پر لازم آتا ہے کہ کسی مصیبت زدہ اور مظلوم کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ کی جائے۔ مثلاً ایک شخص کو چند بدمعاشوں نے مارنا پیٹنا شروع کیا اور وہ اُس کا اسباب بھی چھین کرلے جانا چاہتے ہیں تو انسانیت اور شرافت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اُس بیچارے کو ان ظالموں کے ظلم سے بچایا جائے۔ لیکن اصول تناسخ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اُس مظلوم کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ کی جائے کیونکہ بربنائے تناسخ وہ مظلوم درحقیقت کوئی پاپی ہے جس کو کسی پاپ کی یہ سزا مل رہی ہے۔

یا مثلاً انتہائی سردی کے موسم میں کسی بیچارے کے پاس کوئی گرم کپڑا نہیں صرف ایک پھٹی پرانی چادر ہے۔ تو اب انسانیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اُسکے ساتھ ہمدردی کی جائے اور ہو سکے تو اُسکو گرم کپڑا دیدیا جائے مگر تناسخ کے اصول پر وہ درحقیقت کوئی پاپی ہے۔ جس کو پرمیشور سردی لگا کر اُس کے پاپوں کی سزا دے رہا ہے۔ اسلئے ارباب تناسخ کو چاہیے کہ وہ اُسکے ساتھ کوئی ہمدردی نہ کریں بلکہ اپنے پرمیشور کے ساتھ ہو کر اُسکی چادر بھی چھین لیں۔ اور بس چلے تو اُسکی ٹوپی بھی اُتار لیں۔

یا مثلاً کوئی فقیر مسکین آپکے دروازہ پر بھیک مانگنے آئے اور کہے کہ میں بھوکا ہوں مجھے روٹی دو۔ تو انسانیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اُسکو کھانا کھلایا جائے۔ مگر آپکے تناسخ کا تقاضا یہ ہے کہ اُسکی جھولی بھی چھین لی جائے۔

اور دھکے دیکر باہر نکالدیا جائے کیونکہ وہ کوئی پاپی ہے جسکو (پرمیشور) ننگا بھوکا رکھکر اُسکے پاپوں کی سزا دینا چاہتا ہے -

بہر حال بر بنائے تناسخ دنیا کے مظلوم اور محتاج شخص ہماری کسی ہمدردی کے مستحق نہیں رہتے اور نہ اُن کی امداد کوئی کار خیر ہے - حالانکہ یہ بات بداہتہً باطل ہے -

پنڈت جی مولٰسنا کو بار بار اپنا اعتراض دوہرانے کی عادت ہے اسلئے خواہ مخواہ آپ جواب پانے کے بعد بھی اُس کو دوہرا دیتے ہیں - آپنے اعتراض یہ کیا تھا کہ تناسخ کے اصول پر دوا علاج وغیرہ سب بیکار ہے - میں نے اس کا جواب یہ دیا کہ بیکار نہیں ہے بلکہ مرض کی طرح یہ بھی پرمیشور کی طرف سے ایک سزا ہے کیونکہ اس میں طرح طرح کی پریشانیاں ہوتی ہیں اور روپیہ پیسہ بھی خرچ ہوتا ہے - میرا یہ جواب بالکل صاف اور آسان ہے اسمیں کوئی پیچیدگی نہیں - مگر مولانا فرماتے ہیں کہ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا تو اب حاضرین ہی فیصلہ فرمائیں کہ اسمیں قصور میرا ہے یا مولانا صاحب کا -

۳۷

اسمرتبہ آپنے نیا اعتراض فرمایا ہے کہ تناسخ کے اصول پر کسی ننگے بھوکے مصیبت زدہ کی کوئی ہمدردی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ شخص کوئی پاپی ہے جسکو خدا پاپوں کی سزا میں بھوکا اور ننگا رکھنا چاہتا ہے -

آپ کا یہ فرمانا بالکل غلط ہے پرمیشور کسی کو بھوک پیاس اور برہنگی کی سزا نہیں دیتا - کھانا کپڑا وہ پاپیوں کو بھی دیتا ہے - جسطرح کہ آجکل کی انسانی حکومتیں بھی اپنے مجرموں اور قیدیوں کا کھانا کپڑا بند نہیں کرتیں بلکہ خود جیلخانوں میں کھلانے کا انتظام کیا جاتا ہے اور قیدیوں کو کپڑا دیا جاتا ہے - جاڑوں میں اُن کو کمبل دئے جاتے ہیں - اسی طرح پرمیشور بھی کسی مجرم اور پاپی کو ننگا بھوکا رکھنا نہیں چاہتا - میں سمجھتا ہوں کہ اگر کبھی دُنیا کی حکومت آپکے ہاتھ میں آجائے تو آپ قیدیوں کو بھوکا رکھکر ہی مار ڈالیں گے -

بہر حال یہ اعتراض بھی آپ کی غلط فہمی پر مبنی ہے پرمیشور کسی مجرم اور پاپی کو بھوکا ننگا رہنے کی سزا نہیں دیتا ہے - یہ تو آپکے اعتراض کا جواب تھا اس کے بعد میں آپ کی توجہ اسطرف بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اگر تناسخ کو نہ مانا جائے تو خدا پر ظلم اور بے انصافی کا الزام عائد ہوگا اور اسکو کسی طرح عادل اور منصف نہیں کہا جا سکے گا - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دُنیا میں سب ایک حال میں نہیں - کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے - کسی کی

ہاتھ پیر صحیح سلامت ہیں اور کوئی لنگڑا لنجھا ہے۔ کسی کی دونوں آنکھیں ٹھیک ہیں اور کوئی بالکل اندھا ہے تو اگر اس اختلافِ احوال کو اُن کے پچھلے کرموں کا پھل نہ کہا جاویگا تو خدا پر بے انصافی کا الزام لگے گا۔ کہ اُس نے بلا وجہ کسی کو لنگڑا لنجھا کر دیا، کسی کو اندھا بہرا کر دیا۔ بہر حال خدا کو اس ظلم کے دھبّے سے بچانے کے لئے ضرورت ہے کہ تناسخ کو تسلیم کیا جائے اس کے بغیر خدا عادل نہیں رہ سکتا۔

مولٰنا صاحب پنڈت جی نے میرے اعتراض کا جو جواب اپنی اس تقریر میں دیا وہ آپ حضرات نے سنا۔ اگر اسی کا نام جواب ہے تو بیشک پنڈت جی نے جواب دیدیا۔ لیکن حاضرین کرام بالخصوص میرے سماجی دوست غور فرمائیں کہ فی الحقیقت وہ میرے سوال کا جواب نہیں بلکہ آریہ دھرم کو جواب ہے۔ آپنے بڑی صفائی سے فرمایا ہے کہ پرمیشور کسی کو بھوکا ننگا رہنے کی سزا نہیں دیتا اور اسکے لئے دنیاوی حکومتوں کی مثال بھی پیش کی ہے۔ حالانکہ آپکی یہ بات اصول سماج کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ سماج کے نزدیک جو شخص جس حال میں ہے وہ اُسکے پہلے کرموں کا بدلہ ہے۔ بس اگر کوئی شخص ننگا بھوکا ہے تو یہ بھی اسکے پچھلے پاپوں کی سزا ہے۔ اور اگر آپ اس کو نہ مانیں گے تو بقول آپکے خدا ظالم اور بے انصاف ہوجائیگا بہر حال حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ اصول سماج کی بنا پر جو ننگے بھوکے ہیں وہ پرمیشور کی طرف سے اپنے پاپوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اور پرمیشور نے بطور سزا کے ہی اُن کو ایسا کر رکھا ہے۔

اور دُنیاوی حکومتوں کی مثال یہاں ٹھیک نہیں کیونکہ ان حکومتوں کے قانون میں سزا صرف قید خانہ کی پابندی اور مخصوص محنت و مشقت ہے۔ بھوکا ننگا رکھنا اُن کی سزا کا جز نہیں۔ بخلاف پرمیشور کی حکومت کے کہ بنا بر اصول سماج بھوک اور برہنگی بھی اُسکے یہاں کی ایک سزا ہے۔ لہٰذا میرا یہ اعتراض علی حالہٖ قائم رہا کہ تناسخ کے اصول پر کسی بھوکے ننگے اور مصیبت زدہ کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ بنا بر اصولِ سماج وہ خدا کے مجرم ہیں۔ جو اس حال میں رہ کر اپنے پاپوں کی سزا بھگت رہے ہیں اب اُن کی اعانت کرنا پرمیشور کے منشا کے خلاف اس کے مجرموں کی امداد کرنا ہوگا اور یہ مہا پاپ ہے نہ کہ کارِ خیر۔

پنڈت جی نے اس مرتبہ تناسخ کی ایک نہایت پُرانی و بوسیدہ دلیل بھی پیش کی ہے اور وہ یہ کہ اگر تناسخ

نہ مانا جائے تو معاذ اللہ خدا ظالم اور بے انصاف ٹھہریگا - حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خدا اپنی مخلوق کا مالک حقیقی ہے اور اُسکو ہر قسم کے تصرفات کا کامل اختیار ہے وہ جسکو جس حال میں رکھے ہرگز انصاف کے خلاف نہوگا جس طرح کہ ایک انسان ایک قطعہ زمین خریدنے کے بعد مختار ہے کہ اُس کے جس حصہ میں چاہے اپنے بیٹھنے کا کمرہ بنا دے جس حصہ میں چاہے لائبریری بنائے جہاں چاہے پاخانہ غسلخانہ بنائے - اور اس تصرف کی وجہ سے کوئی بھی اُس کو ظالم نہیں کہہ سکتا - اسی طرح خدا اپنی مملوک مخلوق کو جس حال میں رکھے اُسکو اختیار کامل ہے - ہرگز اُس کے تصرف کو ظلم نہیں کہا جاسکتا - اور اگر ظلم و بے انصافی اسی کا نام ہے کہ بغیر عمل اور کرم کے سب کو برابر درجہ میں نہ کہا جاوے تو پھر تناسخ ماننے کے باوجود بھی خدا اس ظلم اور بے انصافی سے بری نہیں ہوسکتا کیونکہ سماج کو یہ مسلم ہے کہ مادہ غیر ذی شعور ہے - اور وہ خود کوئی اچھا یا بُرا کرم (عمل) نہیں کرتا بلکہ عمل کرنا روح کا کام ہے اور اسی واسطے وہی مختلف قالبوں میں جاکر اپنے کرموں کا پھل بھوگتی ہے -

مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ مادہ کے اجزا ایک حال میں نہیں کسی مادہ کو خدا نے پتھر کنکر بنا دیا ہے اور اُن کو سڑکوں پر کوٹا جاتا ہے اور پیروں سے پامال کیا جاتا ہے - اور کسی مادہ کو لعل و یاقوت بنا دیا ہے کہ وہ بادشاہوں کے تاجوں کی زینت بنتا ہے - حالانکہ نہ اُس پہلے مادہ نے کوئی گناہ کیا تھا اور نہ اس دوسرے مادہ نے کوئی نیکی کی ہے تو بقول آپکے یہ بھی خدا کا ظلم ہے کہ اُس نے بلا وجہ کسی مادہ کو اتنی عزت دی کہ وہ بادشاہوں کے تاجوں کی زینت بنا - اور کسی کو اتنا ذلیل کیا کہ نہ صرف انسان بلکہ گدھے گھوڑے بھی اُسکو پامال کرتے ہیں - غرض جس مشکل کو حل کرنے کیلئے تناسخ کو آریہ سماج نے مانا ہے وہ بھی حل نہ ہوئی اور مادہ کے حق میں پھر بھی بے انصافی رہی - یہ تناسخ پر میرا آٹھواں اعتراض ہوا -

پنڈت جی میں نے عرض کیا تھا کہ اگر تناسخ کو نہ مانا جائے تو خدا غیر منصف اور ظالم ٹھیریگا - کیونکہ دنیا میں بہت سے مفلس ہیں، بہت سے مصیبت زدہ ہیں، بہت سے لولے لنگڑے ہیں بہت سے بہرے اندھے ہیں، اور بہت سے اچھے خاصے ہیں - اُن کو ہر قسم کا عیش و آرام حاصل ہے - تو اگر اس اختلاف احوال کو اُن کے پچھلے اعمال کا نتیجہ نہ کہا جائیگا - تو خدا ضرور غیر منصف ٹھیریگا - اس کا جواب مولوی صاحب نے یہ دیا ہے کہ خدا چونکہ مالکِ کل ہے اسلئے اسکو سب کچھ اختیار ہے اور وہ اپنی مِلک میں

۳۹

جو کچھ بھی تصرف کرے اُس کو حق ہے اُسپر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور آپنے مکان کی ایک پرانی مثال بھی دی ہے لیکن یہ جواب کسی طرح ٹھیک نہیں، کیونکہ مالک بھی اگر اپنی ملک میں بیجا تصرف کریگا تو ضرور اس پر اعتراض ہوگا مثلاً کوئی شخص اپنا روپیہ پیسہ تو باہر پھینکنے لگے اور کنکر پتھر صندوقوں میں بند کر کے رکھے۔ تو ضرور قابل اعتراض ہوگا اور اسکا یہ جواب کسی طرح درست نہیں ہوگا کہ میں چونکہ مالک ہوں اسلئے مجھے سب کچھ اختیار ہے۔ پس آپ کا یہ فرمانا کہ خدا چونکہ مالک کل ہے اسلئے وہ اپنی مخلوق میں سب کچھ تصرف کر سکتا ہے ٹھیک نہیں۔

اس تقریر میں آپنے الزامی طور پر مادہ کے اختلاف احوال کا بھی ذکر فرمایا ہے سو اول تو مادہ ذی حس نہیں وہ جس حال میں بھی ہو اُسکو کچھ خبر نہیں، دوسرے یہ کہ آپ کا یہ خیال ہی غلط ہے کہ وہ اختلاف بلا سبب کے ہے وہ بھی ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ مثلاً یوں سمجھئے کہ ایک شخص نے نہایت اچھے کرم کئے جنکی وجہ سے اُس کو بادشاہ کا جسم ملنا چاہئے اور بادشاہ کیلئے جواہرات کی ضرورت ہے تو اُسکے اعمال کے بدلہ میں اُس کے آرام کیلئے مادہ کے کچھ اجزا کو جواہرات بنادیا گیا۔ ایسے ہی ہمارے آرام کیلئے اچھی سڑکوں کی ضرورت ہے۔ مکانات کے فرشوں کی ضرورت ہے۔ تو سڑکوں اور فرشوں کیلئے بعض اجزاء مادہ کو کنکر پتھر بنا دیا گیا پس مادہ کا یہ اختلاف بے سبب نہیں۔ بلکہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہے ایسا نہیں ہے کہ خود مادہ نے کوئی اچھا کرم کیا تھا جسکی وجہ سے اُس کو لعل و یاقوت بنا دیا گیا ہو یا کوئی بُرا کرم کیا تھا جس کی سزا میں کنکر پتھر بنا دیا گیا۔ اور اس کی مثال یوں سمجھئے کہ آپ نے ایک بوتل میں کونین بھری ہوئی دیکھی تو آپ یہ ہرگز نہیں کہیں گے کہ خود اس بوتل کو بخار آگیا ہے جس کے ازالہ کیلئے یہ کونین اُسکو پلادی گئی ہے بلکہ آپ یہی کہیں گے کہ یہ کونین اُن انسانوں کے لئے ہے جن کو بخار چڑھے۔ پس ایسے ہی مادہ کے حالات کا اختلاف خود اُس کے کرموں کا بدلہ نہیں (کیونکہ خود مادہ کوئی کرم نہیں کرتا) بلکہ ہمارے کرموں کا بدلہ ہے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ کا شبہ باقی نہیں رہا ہوگا۔

(باقی دارد)

اسلام اور غمِ حسین رضی اللہ عنہ

اسلامی توحید اور بدعاتِ محرم الحرام

در محرم آنچہ بردیں میرود از جور و ظلم
کس ندیدہ در جہاں جز شہیدِ کربلا

ذیل کا مضمون میرے ایک نادیدہ محب اور الفرقان کے نہایت مخلص ہمدرد جناب مولوی عبد الحفیظ صاحب محرر دفتر رجسٹری جبرانہ ضلع مین پوری نے جناب مولانا عبد اللہ عمادی صاحب کے مرتب کردہ ایک رسالے (جس کا نام غمِ حسین اور محرم کی بدعتیں ہے) نقل کر کے برائے اشاعت روانہ کیا ہے۔ چونکہ مضمون نہایت مفید اور اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل بے نظیر ہے اسلئے شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ کاش! مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ دیکھیں کہ ماہِ محرم الحرام میں حُبِّ اہلبیت کے نام پر وہ اسلام اور داعیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک پر کیسا ظلمِ عظیم کرتے ہیں۔ (مدیر)

میکس مُلر کہتا ہے کہ مذاہب کی ابتدا صداقت سے ہوتی ہے مگر انتہا توہمات پر۔ اور صرف میکس مُلر ہی نہیں کہتا۔ دُنیا کی ہزاروں برسوں کی تاریخِ مذاہب اور صدیوں کے استقراء کا فلسفۂ تاریخی یہی کہتا ہے۔ محقق دُنیا یقین کرتی ہے کہ تمام مذاہب عالم کی ابتداء وحدتِ الٰہی اور تہذیبِ نفوس کی تعلیم سے ہوئی۔ مگر آج کتنے مذہب ہیں جو اپنی انتہا کو ابتداء سے تطبیق دیتے ہوئے شاد کام نظر آسکتے ہیں۔ ہندو ازم کی بنیاد یقیناً ابتدائے توحید نے ڈالی تھی۔ مگر ہندوستان ہی کی سرزمین قرونِ وسطیٰ میں سب سے بڑا بتکدہ بنی۔ مسیح نے کہا اس ایک باپ کے آگے جھکو جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ لیکن ایک نصف صدی بھی ابھی نہیں گذری تھی کہ باپ بیٹے اور روح القدس کے کبوتر کیلئے تختِ الوہیت میں جگہ نکالنی پڑی۔ یہ مصائب تو ان مذاہب سے دوچار ہوئے جن کی تعلیم بھی مشتبہ اور پیچیدہ طرزِ بیان میں ملفوف تھی۔ جن کے اعمالِ اولین میں غلط فہمی و فریب خوردگی کا

کافی سامان موجود تھا۔ جنہوں نے صرف توحید فی الذات اور توحید فی العبادت پر ہی زور دیا تھا، اسلئے اگر ایسا ہوا تھا تو وقوع گو کتنا ہی درد انگیز ہو مگر اعجوبہ زا نہیں ہے۔

مگر عجائبات عالم کی فہرست میں سب سے بڑا حیرت انگیز واقعہ یہ نظر آئے گا کہ جس مذہب کی توحید کا اصلی سبب صداقت اور حقائق کی حمایت تھی جس نے اپنی صاف اور غیر پیچیدہ تعلیم میں غلط فہمیوں کی گنجائش ہی نہیں رکھی جو دنیا میں صرف اسلئے آیا کہ توہمات اور شرک کو ایک ہمیشہ کیلئے شکست دیدے اور جسکی توحید فی الصفات کی صدائے رعد آسا سے فضائے عالم گونج اٹھی۔ آج اسکی انتہا بھی اوروں کی طرح ابتدا سے بالکل متضاد ہے مسیح کی تعلیم مسخ ہو کر پولوس کی شرکیات میں مدغم ہو گئی، ہندوازم عالیشان مندروں اور سنگین بتوں کے ہجوم میں چھپ گیا۔ اگرچہ اسلام کی حالت یہاں تک متغیر نہیں ہوئی۔ مگر یہ کیا کم جگر دوز سانحہ ہے کہ خصوصیات مٹ گئی ہیں۔ اصلیت نے رسم و رواج کا برقع اوڑھ لیا ہے، توہمات خط پیشانی ہیں، اور شرک آمیز کثافت سے روشن مطلع تاریک ہو گیا ہے۔

مذہب اسلام نے اپنی اصلاح کی بنیاد توحید کامل اور حقائق و اصلیت کی روشن سرزمین پر رکھی تھی لیکن کتب خانوں سے باہر نکل کر دیکھتے ہیں تو توہمات، غلط فہمی، رسم و رواج اور شرک آمیز اعمال کا کثیف ابر ہر طرف چھایا ہے اور قریب ہے کہ ایک نیا مذہبی ظلمت کدہ تیار ہو۔ حقیقت کی آنکھیں کیوں نہ خونبار ہوں اصلاح کے جگر میں کیوں نہ ٹیس اٹھے کہ یہ حالت پیروان قرآن کی ہے۔ وہ قرآن جو چھٹی صدی عیسوی کی عام تاریکی میں ایک شعلۂ نور بن کر درخشندہ ہوا جس نے دنیائے قدیم کے تمام توہمات اور عقلی غلط فہمیوں کو آگ لگادی۔ جس نے یورپ کے ازمنۂ مظلمہ کے جہل و توہم پر فتح پائی۔ اور جو دنیا میں ایک ہی غیر مادی تحریک ہے۔ جس نے پوری صداقت کے ساتھ عقل انسانی کیلئے ارتقائے کامل کی راہیں کھولیں، اور انسان کو پستی اور مذلت سے نکالنے کیلئے صدیوں تک کار ہائے نمایاں انجام دیتا رہا۔

سب سے زیادہ اسلام مسلمانان ہند کا رہین آزار ہے۔ انہوں نے اپنا اصلی مرکز چھوڑا اور اس طرح چھوڑا کہ بالکل بے تعلق ہو گئے۔ فتنۂ تاتار نے اسلامی دارالخلافہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی مگر ان کو خبر نہ ہوئی اسپین میں ہشت صد سالہ اسلامی تمدن وحشیانہ سفاکی سے ذبح کیا گیا مگر انہوں نے گردن موڑ کر دیکھا تک نہیں

کہ یہ کس کے خون کی چھینٹیں اُڑ رہی ہیں۔ اس بے تعلقی کا نتیجہ یہ نکلا کہ آہستہ آہستہ خصوصیتیں چھوٹنے لگے اور بُت پرستوں کے مراسم جیب و دامن میں بٹھانے لگے۔ یہ وہی دامن تھے جو کبھی اسلام کے آگے پھیلائے جاتے تھے۔ مگر اب ہندوستان کے ملکی جہل و توہم کے کانٹوں سے لبریز ہونے لگے۔ بے تعصبی اور نیاز طبعی جو مسلمان حکمرانوں اور فاتحوں کا خاصہ تھا۔ اُس نے اس شکست و پست کیلئے راستہ صاف کر دیا۔ محکوم اقوام سے مساویانہ سلوک ہونے لگا اور میل جول و مراسم صحبت نے تھوڑے ہی دنوں میں ایسا اثر ڈالا کہ اسلام کی صورت بالکل متغیر ہو گئی۔ آج ہندوستان کے رسمی اسلام کو دیکھتے ہیں تو حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ اللہ اکبر یہ وہی اسلام ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا۔ اور جس نے عراق کے گھوارے میں نشوونما پائی تھی از فرق تا بقدم آج ہندوستانی رسم و رواج اور جہل و توہمات میں غرق ہے۔ قرونِ اولیٰ کے پاک نژاد اگر قبروں سے اُٹھیں تو شاید پہچان بھی نہ سکیں۔ ابن جبیر اور ابن بطوطہ کو گھنٹوں سوچنا پڑے۔

ہندوستان میں اس عرب کے مسافر پر جو مصیبتیں آئیں اُن کا فسانۂ غم بہت طولانی ہے۔ بغیر ارادے کے دلِ درد آشنا نے اتنی تمہید سنادی۔ ورنہ آج ہمیں صرف ماہ محرم الحرام کی ہندوستانی بدعات و مراسم کی نسبت کچھ عرض کرنا تھا۔ یہ مہینہ جاہلیتِ عرب میں خاص عظمت اور اہمیت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا تمام جھگڑے اور لڑائیاں بند کر دی جاتی تھیں۔ امن و صلح ایک ماہ کے لئے جنگجو عرب کو امن دوست بنا دیتا تھا۔ اسلام نے بھی عرب کے اس تخیل کو قائم رکھا۔ اور اس مہینہ کی عظمت پر اور زیادہ زور دیا۔ اس واقعہ کا نتیجہ تو یہ ہونا تھا کہ مسلمانوں کیلئے محرم صحیح معنوں میں محرم الحرام ہوتا۔ اس کی حُرمت و عزت کی جاتی۔ اعمالِ حسنہ میں ہر شخص مصروف نظر آتا۔ اور اسلامی سنین کا آغاز خیر و برکت کے جھمگٹے میں ہوتا۔ مگر صد حسرت و مایوسی کہ حالت بالکل نقیض اور بالکل متضاد ہے۔ محرم کا آنا گویا مسلمانوں کیلئے بابِ بداعمالی کا افتتاح ہے بدعات کی تو مسلمانوں پر حکومت ہے مگر محرم کا چاند اذنِ عام کے پروانے کا کام دیتا ہے۔ اس پروانے کے ملتے ہی ہماری تمام سوسائٹیاں یکایک بدلجاتی ہیں۔ بدعات اور شرک آمیز افعال کا بادل جم کر برسنے لگتا ہے۔ فسق و فجور اور بد افعالی کا علانیہ بازار گرم ہو جاتا ہے۔ تعزیئے سینکڑوں روپے کے صرف سے تیار کئے جاتے ہیں۔ جو بانس کی کھپچیوں اور کاغذ اور کپڑے کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ مگر چند دنوں کے لئے

ہر قسم کی قدرتیں اور طاقتیں خدا سے چھین کر اُن کے سپرد کردی جاتی ہیں - اور اسطرح خدا کی تمام مخصوص صفات اُن کے لئے وقف ہو جاتی ہیں - ہزاروں انسان اُن کے آگے سجدے کرتے ہیں منتیں ، مانتے ہیں - اپنی مرادیں پیش کرتے ہیں ، اور پھر اکھاڑوں اور اسباب لہو ولعب کے ساتھ وہ کاغذوں کے بنائے ہوئے بُت کوچے سڑکوں پر پھرائے جاتے ہیں - عورتوں کو عقیدتمندانہ جوش کیساتھ اجازت دیدی جاتی ہے کہ ان توحید سوز ہنگاموں کا تماشہ دیکھیں، آرائش وتزئین کے ساتھ وہ نکلتی ہیں اور ناگفتہ بہ حالات پیش آتے ہیں نفنہ گرانِ بازاری کیلئے محرم کے ہنگامے بہترین تجارت گاہیں ہوتی ہیں، ان کے حیا سوز کرشموں سے ان ہنگاموں میں دلچسپی پیدا کی جاتی ہے اور بالخصوص لکھنؤ میں جسطرح دلچسپی پیدا کی جاتی رہی ہے اسکا نظارہ ایک ذکی الحس مسلمان کے دل وجگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے - یہ ہنگامے جب شہروں میں برپا ہوتے ہیں تو نبیِ عرب اور قرآنِ عربی کے پیرو عجیب حالت میں دکھائی دیتے ہیں - کوئی کاغذوں کے بتوں کی پرستش میں معروف ہوتا ہے ، کوئی متاسف ہوتا ہے کہ کیوں اُسکی روح کو انسان بننے کی ذلت دی گئی ، اسلئے رنگ وروغن اور مصنوعی چہروں سے مدد لیکر فرش وپلنگ کی صورت اختیار کرتا ہے - شائستہ قومیں دیکھ دیکھ کر ہنستی ہیں اور کہتی ہیں کہ دُنیا کی عالمگیر اصلاح کے مدعی مذہب اور اس کے پیرؤں کا دلپذیر تماشا ہے - فما جری علی المسلمین وما الذی رفع بہم من علیین الی اسفل السافلین ؟

اسلام ہر جگہ بگڑا - اسلامی ممالک کے کس حصہ میں اُسکی اصلیت قائم رہی ، مگر محرم کے بیہودہ مناظر صرف ہندوستان ہی کے حصہ میں آئے تھے - چشمِ بصیرت اگر خون کا دجلہ بہادے تو کچھ بیجا نہیں کہ قرآن کی دعوت کو اس صفائی کے ساتھ ملیا میٹ کیا گیا ہے کہ اصلیت کی ہلکی سی جھلک بھی نظر نہیں آتی - سمجھ میں نہیں آتا مسلمانوں نے توحید کا کیا مطلب سمجھ رکھا ہے - اگر صرف خدائے تعالیٰ کی وحدت کا اقرار اور اسکو عبادت کا مستحق سمجھ لینا ہی اصل توحید ہے تو اسلام سے پہلے بھی ان کا وجود پایا جاتا تھا -

کسی ایسے ہندو کو ڈھونڈھ کر نکالو جو جہل وتوہم کا ایک ہی نمونہ ہو - اُس سے کھود کھود کر پوچھو خواہ کتنا ہی بُت پرستی کا شائق ہو ، مگر کبھی مٹی اور پتھر سے بنائے ہوئے بتوں کو خالقِ کون ومکاں نہیں بتائے گا - سورتؔ جاؤ اور پارسیوں کے دستورِ اعظم سے ملو - وہ بھی یہی کہے گا کہ آگ مظہرِ ایزدی ہے

اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔ عرب جاہلیت بھی بتوں کو وسیلۂ تقرب اور شفاعت کنندہ سمجھتے تھے، کسی ان دیکھی ہستی کے وجود سے اُن کو بھی انکار نہ تھا۔ اسلام نے سب سے پہلے یہ ندا بلند کی ۔

ان الامر کلہ للہ — سب کام خدا ہی کے اختیار میں ہیں

اور کہا کہ

لہ دعوۃ الحق والذین یدعون — خدا ہی کو پکارنا سچی پکار ہے، جو لوگ اس کی سوا دوسر

من دونہ لایستجیبون لہم بشیٔ — بنائے ہوئے معبودوں کو پکارتے ہیں وہ انکی کچھ نہیں سنتے

اور پھر کہا کہ

افاتخذتم من دونہ اولیاء — تم نے خدا کے سوا دوسروں کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے

لایملکون لانفسہم نفعًا ولا ضرًا — جو اپنے ذاتی نفع نقصان کے بھی مالک نہیں اے پیغمبر ان سے

قل ہل یستوی الاعمیٰ والبصیر — کہو کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے ۔

اور یہ کہکر اُس نے تمام طاقتوں اور ہر قسم کی قدرتوں کو خدا کے لئے مخصوص کر دیا ۔ پس جو لوگ منہ سے شہادتین کا اقرار کرتے ہیں مگر تعزیوں، انسانوں، اور قبروں کے آگے منتیں اور مرادیں لیجاتے ہوئے نہیں جھجکتے ۔ یا اُن چیزوں کا مافوق البشر احترام بجالاتے ہیں کیسے کہیں کہ وہ اسلامی توحید پر عامل ہیں ۔

اسی بزرگوں کی مفرط عظمت اور ان سے منسوب اشیاء کی غیر معمولی عزت نے تمام مذاہب سابقہ کو مبتلائے شرک کیا ۔ یہی عزت بڑھتے بڑھتے پرستش بنجاتی ہے اور آخر میں انسانی دلوں کو اصلی عبادت سے پھیر کر صرف اپنی ہی طرف لگا لیتی ہے ۔ یہی خوف تھا کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا دیا کہ

لعن اللہ الیہود والنصاریٰ — یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ اُنہوں نے نبیوں

اتخذوا قبور انبیاءہم مساجد — کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ۔

مسلمانو! خدا کیلئے اپنے شائستہ مذہب کو اپنے ہاتھوں ذلیل نہ کرو، محرم کی حُرمت کو رام لیلا کا موسم نہ بناؤ۔ تعزیوں کی پرستش تمام فسق و فجور، لہو و لعب اور حیا سوز آوارگیاں کاش صرف ہمیں ہی بدنام کرتیں ۔ مگر افسوس کہ ان کا اثر اسلام تک پہنچتا ہے ۔ اور اغیار و اجانب اسلام کو ان افعال کی پردے میں چھپا ہوا دیکھ کر تمیز نہیں کر سکتے ۔ ہر تعلیم یافت

مسلمان کا فرض ہے کہ ان کے انسداد کیلئے اپنی تمام طاقت سے کام لے۔ اسلام کو از منہ مظلمہ کا رومن کیتھلک مذہب بنانا کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جسے نظرِ اغماض سے دیکھا جائے۔ ہر سال اسلامی تعلیم کی بربادی کا یہ دردانگیز منظر ہمارے سامنے آتا ہے اور ہم سرسری نظر ڈال کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ حالت کبتک رہیگی اور کب تک اسلام کا بے دردانہ خون کیا جاوے گا۔ سب سے زیادہ حیرت یہ ہے کہ یہ افعالِ قبیحہ ہر جگہ زیادہ تر اہل سنت کیلئے مخصوص ہیں۔ حالانکہ اُن کی اندرونی تعلیم میں کوئی اشارہ ان مزخرافات کی نسبت نہیں پایا جاتا۔ اس مضمون میں ہمارا رُوئے سخن اگرچہ عام ہے۔ مگر اہلسنت سے خاص طور پر التماس کرتے ہیں۔

برادرانِ شیعہ کو مشورہ دینے کا شاید ہمیں حق نہیں مگر اتنا ضرور عرض کریں گے کہ اگر حضراتِ ائمہ کے مجموعۂ ارشادات اور قدما کی تصنیفات کے مطالعہ کی تکلیف گوارا کریں تو موجودہ مراسم محرم سے ایک بڑا حصہ اُنہیں چھانٹ دینا پڑے۔

محرم حضرت سید الشہداؓ کی جان فرسا شہادت کی یادگار ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اس جگر گوشۂ رسولؐ کی لائف کا چشمِ خونبار سے مطالعہ کرو اور دیکھو کہ یہ زندگی صفاتِ حسنہ کی کن عجیب نظیروں سے پُر ہے۔ سچائی اور صداقت کی حمایت اور ایسی حمایت کہ اپنی اور اپنے اعزا کی زندگی اس کے آگے ہیچ سمجھی۔ عزم و ثبات اس درجہ کا کہ عزیزوں کا خون نظروں کے سامنے بہا۔ مگر ہمتِ عالی کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ صبر و تحمل کا یہ حال کہ زخموں سے جسم چور اور تشنگی سے حلق خشک تھا۔ مگر حرفِ شکر کے سوا اور کسی لفظ سے لب آشنا نہ ہوا۔ یہ وہ صفات ہیں جو خاندانِ نبوت کے خاص جوہر تھے اور اگر اُن کا اثر طبیعتوں پر نہ پڑا تو رسمی آہ و بکا سے کیا حاصل؟

سید الشہدا کے دردانگیز اور جانفرسا مصائب پر روؤ مگر ساتھ ساتھ اس پر بھی روؤ کہ دل زنگ آلودہ ہوگئے اور اثر پذیری مفقود ہوگئی ہے۔ ذکرِ شہادت پر روتے ہیں مگر وہ جوہر پیدا نہیں ہوتے جن کی بدولت خاندانِ نبوت کی عظمت نے ہر مسلمان کے دل میں گھر کر لیا ہے۔

بابد بدرد ہر زہ گریستن دگر گریست

بے جا گریستیم دریغا گریستن!

لشکرِ ابلیس کا نیا نعرہ

"علماء کو دنیا سے فنا کر دیا جائے" - "مذہبی مرکزوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے"

قریباً ساڑھے تیرہ سو برس کا زمانہ گذرا کہ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے بطور پیشینگوئی یہ کلمات طیبات صادر ہو کر فضائے عالم میں گونج چکے تھے یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین ہر قرن کے عادل و ثقہ لوگ اس علم دین کے حامل ہونگے جو غلو کرنیوالوں کی تحریفات وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین (رواہ البیہقی فی المدخل مرسلاً) اہل باطل کے غلط دعاوی اور جاہلوں کی بیجا تاویلات کو اس سے دور کریں گے چنانچہ جب کوئی دنیا میں فتنہ اٹھا اور جسوقت کسی ملحد نے مذہب مقدس میں کوئی رخنہ ڈالنا چاہا اس صادق و مصدوق کی اسی پیشینگوئی کے مطابق علمِ دین کے وارثوں کی کوئی جماعت اُسکی سرکوبی کیلئے میدانِ عمل میں آ گئی اور بعون اللہ تعالیٰ اسکو فنا کے گھاٹ اتار کے آرام کا سانس لیا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی مغربی الحاد و دہریت اور اسلامی اصول کی وہ جنگ ہے جو ایک عرصہ سے ہندوستان (بلکہ اب تو قریباً کل عالم اسلامی) میں چھڑی ہوئی ہے۔ جب سے مغربی حکومت ہندوستان میں قائم ہوئی اور یورپین تہذیب نے نوتعلیم یافتہ نوجوانوں کو اپنا متوالا بنایا ہے اسی وقت سے اس مغربیت زدہ طبقہ کی یہ سعی جاری ہے کہ دوسری نوایجاد چیزوں کی طرح اسلام کو بھی یورپ کی دماغی مشین میں ڈھالا جائے۔ انکا منشا یہ ہے کہ اسلام ایسا ہو کہ اسمیں بیج کے طور پر خدا اور اسکے رسول کا بھی مذاق بنایا جا سکے۔ عذاب قبر اور عذاب دوزخ کا ہیبت بقصور اسمیں باقی نہ رہے۔ نماز کی اوٹھک بیٹھک اور روزہ کی فاقہ کشی سے آزادی مل جائے وغیرہ وغیرہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) — جب سے اس فتنہ کا آغاز ہوا قدیمی سنتِ الٰہی کے مطابق اُسی وقت سے حامیانِ دین و مذہبی مدافعانہ کارروائیاں شروع کیں والحمد للہ کہ یہ شیطانی لشکر انتہائی سرگرمی اور سرگردانی کے باوجود اپنے مقاصدِ مشئومہ میں ناکام رہا۔ اب پیہم اور مسلسل ناکامی کا منہ دیکھنے کے بعد انہوں نے اپنے نزدیک یہ فیصلہ کیا ہے کہ جبتک دنیا میں علماء اسلام زندہ ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں انکا وقار باقی ہے اسوقت تک ہم کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے اسلئے اب انہوں نے اپنی تمامتر کوششوں کا رُخ براہ راست علماء اسلام کیطرف پھیر دیا ہے اور حاملانِ دین کی اس جماعت کے وقار کو فنا کر دینے کیلئے حال ہی میں ایک مستقل رسالہ "کامران" دہلی سے نکالا گیا ہے اسوقت تک اسکے دو نمبر ہماری نظر سے گذرے ہیں جس آبرو باختہ اور حیا سوز سوقیانہ طریقہ پر اسمیں علماء کرام پر حملے کئے جاتے ہیں یقین ہے کہ انسانیت و شرافت اُس سے پناہ مانگتی ہوگی۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے اُسکے چند اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں

"اگر فتنۂ مولویت کا استیصال نہ کیا گیا اور دیوبند اور دیگر مذہبی مرکزوں کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دی گئی تو

تو ہندوستان میں اسلام قصۂ ماضی ہو جائے گا" کامران صفحہ ۳۹ جنوری ۱۹۳۶ء

"ہم کہتے ہیں اگر یہی ہے تو اس وقت ہر مولوی تادیانیوں سے زیادہ دوزخی ہے" کامران صفحہ ۱۵

"دنیا میں سانپ اور مولوی دو چیزیں ایسی ہیں جنکی قسموں کی انتہا نہیں، البتہ فرق یہ ہے کہ اکثر سانپ زہریلے نہیں ہوتے اور موخر الذکر کا یہ حال ہے کہ

ہر کرا جامۂ مولوی بینی در درمش صد ہزار مار انگار

مسجد کے ملا سے لیکر محراب و منبر کے والی تک نماز جنازہ پڑھانے والے مولوی سے لیکر اُس مولانا تک جو بیضاوی و بخاری کا درس دیتا ہے۔

ایک چیز الا ماشاء اللہ سب میں مشترک پائی جاتی ہے اور وہ اُن کے ظاہر و باطن کا تضاد ہے یعنی جس مولوی کا ظاہر جتنا خوشنما ہوگا وتنا

ہی زیادہ اُس کا بطون مکروہ ہے" کامران صفحہ ۱۸

اس الحادی کمیٹی کے پریزیڈنٹ جناب "نیاز فتحپوری" صاحب کا ایک پیغام بھی اسی کامران میں چھپا ہے ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو۔

"مولوی ایک بُت ہے، خود ہمارے ہاتھوں کا بنایا ہوا، پیر خانقاہ ایک بُت ہے خود ہمارا قائم کیا ہوا، لیکن اب ہمارے لئے اسکا توڑنا دشوار ہوگیا ہے

یقیناً یہ کام ایک ضرب کا نہیں بلکہ لگاتار بے شمار ضربات کا ہے، پھر یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری بازو شل ہو جائیں اور ہم ان بتوں کے مسمار کرنے میں کامیاب نہ

ہوسکیں، لیکن گھبرانے کی بات نہیں، آنے والی نسلیں اُٹھیں گی اور بہت زیادہ وزنی تیشہ لیکر اُٹھیں گی اور خدا کی زمین ان اصنام

سنگین کے بوجھ سے ہلکی ہوکر اطمینان کی سانس لیگی" کامران جنوری صفحہ ۲۱

ہم نے یہ اقتباسات صرف اسلئے یہاں درج کئے ہیں کہ علماء کرام بالخصوص فرزندان دار العلوم دیوبند اُن کو دیکھیں اور

اُن کے سرد خونوں میں کچھ حرارت پیدا ہو اور وہ اپنی زندگی اور عمل کے متعلق کوئی فیصلہ کریں۔

یہ تو ہمکو یقین ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ جبتک ہم حق پر ہیں اور حق کے حامی ہیں ہمکو کوئی شیطانی طاقت تاقیامت نہیں مٹا سکتی رسول خدا

روحی وقلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لایزال طائفة من امتی منصورین لا یضرھم میری اُمت میں سے ایک حق پرست جماعت کیساتھ ہمیشہ تائید ربانی

من خذلھم حتی تقوم الساعة (رواہ الترمذی) رہیگی اُسکے مخالفین تاقیامت اُسکو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جب شیطانی لشکر نئے نئے آلات و اسلحہ سے آراستہ ہوکر میدان کارزار میں صف آراء ہوگیا ہے اور اُس نے پوری طاقت سے

حملہ شروع کر دیا ہے تو حاملانِ دین اور وارثانِ شرع متین کا لائحہ عمل اسوقت کیا ہونا چاہئے آیا وہ جمود اور غفلت کی نیند سوتے

رہیں یا کوئی مدافعت کا سامان کریں، اس سلسلہ میں جو لائحہ عمل اور تجاویز میرے سامنے ہیں انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں عرض کرونگا

اس وقت صرف ارباب قلم علماء کرام سے گذارش ہے کہ وہ للہ بہت جلد ادھر متوجہ ہوں، قلمی فتنہ کی مدافعت قلم ہی سے کیجا سکتی ہے

میں ارادہ کر رہا ہوں کہ الفرقان کے کچھ صفحات خاص اسی فتنہ کو دفاع کیلئے وقف کر دوں۔ — مدیر" (باقی آئندہ)

رجسٹرڈ نمبر ل ۲۵۲۹

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

اللہ کے رستہ میں کون کون میری مدد کرے گا

میرا مقصد:- دین الٰہی کی اشاعت اور توحید و سنت کی حمایت و حفاظت ہے میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان حقیقی معنی میں خدائے واحد کے پرستار ہو جائیں میری تمنا ہے کہ مدنی آقا صلعم کی صداقت ہمیشہ سربلند رہے اس کے دشمن نگوں سار ہوں میری آرزو ہے کہ دنیا کے سارے انسان خدا کے اس ہاشمی محبوب کے قدموں سے وابستہ ہو کر دین و دنیا کی عزت حاصل کریں جو بنی نوع انسان کا سب سے بڑا محسن ہے۔ ان پاکیزہ مقاصد کی کامیابی کیلئے میری ہر قسم کی اعانت بالخصوص توسیع اشاعت کی سعی کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے ؞

الفرقان

مولوی محمد منظور نعمانی پرنٹر پبلشر نے جامع پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا!!!